تصوف

برِ صغیر میں

تصوف کے نادر مخطوطات

پر

جنوبی ایشیائی علاقائی سمینار منعقدہ ۱۹۸۵ء کے مقالات

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

تصوّف

برّصغیر میں

سید اویس علی سہروردی

تصوّف کے نادر مخطوطات

پر

جنوبی ایشیائی علاقائی سمینار منعقدہ ۱۹۸۵ء کے مقالات

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

تقسیم کار:

صدر دفتر:

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ــــ ۱۱۰۰۲۵

شاخیں:

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، نئی دہلی ــــ ۱۱۰۰۰۶
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنس بلڈنگ، بمبئی ــــ ۴۰۰۰۰۳
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ــــ ۲۰۲۰۰۲

۱۹۹۲ء

قیمت : ڈیڑھ سو روپے (۱۵۰)

لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) نئی دہلی ۲ میں طبع ہوا

فہرست

تعارف مخطوطات

○

ذخیروں کا مختصر تعارف

عمومی جائزے

••

پیشگفتار

ہر بت شکن کو بالآخر ایک بڑے بُت کا درجہ بخش دیا جاتا ہے۔ تاریخ کے اس جانگداز عمل سے تنہا گوتم ہی کو گزرنا پڑا ہو، ایسا نہیں ہے!

تحریکیں رفتہ رفتہ اداروں میں ڈھلتی جاتی ہیں؛ یہی ان کی تقدیر ہے کہ ہر نسل اور ہر گروہ اسے اپنے قد سے ناپتا ہے۔ اور پھر جب یہ ادارے نقطۂ انجماد کو پہنچتے ہیں تو ان کے اندرون سے برف کو پگھلا دینے والی حرارت بھی نمودار ہونے لگتی ہے۔ کبھی یہ حرارت تمازتِ آفتاب کی صورت جمود کی ساری کائنات کو جھلسا کر پھینک دیتی ہے۔ (جیسے عیسوی اور بدھ جمود کے خلاف بھرپور بغاوت، مارکسی کمیونزم کی شکل میں ابھری، اور بالترتیب روس اور چین سے شروع ہو کر نصف بہتر کرۂ زمین پر چھا گئی) اور کبھی ہمدردی، دلسوزی اور دلبری کی ہلکی ہلکی آنچ آہستگی سے اُسے نقطۂ اعتدال پر لوٹا لاتی ہے۔ تصوف، اسلامی تحریک کے منجمد اداروں کو نقطۂ اعتدال پر لانے کی ایسی ہی ایک ادائے دلبرانہ تھی جو شروع تو ہوئی بغاوت کی زیریں لہر بن کے ـــــ لیکن پھر اسلام نے اُس سے، اور اُس نے اسلام سے جان و تن کا رشتہ استوار کر لیا۔ ادارہ میں پھر تحریک کا تازہ لہو گردش کرنے لگا، اور اس بار تو اس گردش میں وہ شوریدہ سری تھی کہ لہو آنکھ سے ٹپکا پڑتا تھا!

یہ تحریک گویا ماؤ کا تہذیبی انقلاب (Cultural Revolution) تھی۔ لیکن تہذیبی انقلاب لاکے پھر یہ تحریک آہستہ آہستہ خود سوتی چلی گئی۔ اور، اس کی کم نصیبی اگر اس نے اپنے پیشروؤں پر جو احسان کیا تھا، اس کے اس احسان کا بدلہ چکانے والی کوئی تحریک پھر اس کے اندر سے جنم نہ لے سکی۔ اور پھر! گویا انقلاب کا موسم ہی جیسے ہمیشہ کے لیے سو گیا!

واسطہ قوم کم ذات انسانوں ـــ سے تھا، بالآخر! پھر اُسے اپنی سطح پر لے آئے اور ایک بار پھر، اس تحریک تصوف کو بھی ادارہ میں تبدیل کر دیا، اور پھر: ؎ کامل اس فرقۂ زُہّاد سے اُٹھا نہ کوئی! تو شریعت میں کوئی لہر ہے نہ طریقت میں طوفان۔ اور دونوں دو لخت ہو کے نیم جاں پڑے ہیں: ؏ رکھ کے چھوڑی ہوئی اُدھر، ٹوٹی ہوئی طناب ادھر!! دیر کے بعد کسی غوث علی شاہ کی، کسی اقبال کی، کسی یعقوب مجددی کی دلگیر آواز اٹھتی ہے اور پھر بوجھل فضاؤں میں گم ہو جاتی ہے۔ لگتا ہے سفینہ بے تابی سے کسی طوفان کا منتظر ہے، جس سے ٹکرا کے یہ نئی صلابت حاصل کر لے یا پھر پاش پاش ہو جائے!!

پر، یہ بھی تو ممکن ہے کہ انسانیت کی ایک عظیم میراث کی بازیافت کر کے ہم پاش پاش ہونے سے پہلے ہی، وہ صلاحیت حاصل کر لیں، جو آنے والے طوفانوں کو بیچ منجدھار کا دم نکال دے : یہ میراث جو کتابخانوں میں مدفون مخطوطات کی شکل میں ہند، پاک، بنگلہ دیش علاقے سے لیکر مغربی ایشیا، اور شمالی افریقہ کے خطّوں تک ریزہ ریزہ بکھری پڑی ہے!

خدا بخش لائبریری عربی فارسی مخطوطات اور اردو نوادر کا ایسا ذخیرہ ہے، جس پر پورے برصغیر کو ناز ہے۔ ۱۹۶۹ء میں پارلیمنٹ کے ایکٹ نے اسے قومی اہمیت کا ادارہ تسلیم کر کے وہ درجہ دیا جو اس کا استحقاق تھا۔ لیکن غریب (ترقی پذیر) ملک جیسا کہ ہم ہیں، اور جاہل کندۂ ناتراش قوم جیسا کہ ہماری پیشانی کے خطِ تقدیر سے پڑھا جا سکتا ہے، ہم اس موقف میں نہیں ہیں کہ تعلیم و تہذیب کی ترویج و اشاعت صرف کالج اور یونیورسٹی کے حلقے میں بخش کے متعلق ہو جائیں کہ خدا بخش جیسی لائبریری کا کام تو بس کتابیں جمع کرنا ہے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ کوئی قسمت کا مارا اسکالر پڑھنے کے لیے آنکلے (اور یہ مخلوق اب کم سے کم تر ہوتی جا رہی ہے) تو اسے کتابیں پڑھوا دیں۔ لائبریری کا روایتی تصور یہی رہا ہے!

ہم بڑی کم نصیب قوم ہیں۔ بیماری، بھوک اور جہالت ہماری اہم ترین میراث ہے۔ بیماری / بھوک دور کرنا ہمارا بس نہیں۔ مگر جہالت دور کرنے میں ہم میں سے ہر ایک اپنے بس بھر کچھ نہ کچھ تو کر ہی سکتا ہے۔ افراد کم، ایسے ادارے زیادہ۔ یہ بڑی کم نظری کی بات ہوگی اگر ہم ایک غریب قوم، دنیا کا پانچواں حصّہ، اپنی تعلیم و تربیت کے لیے صرف اسکول کالج پر اکتفا کر بیٹھیں۔ ہم یہ عیاشی جھیل نہیں سکتے۔ ہمیں تو اپنے تمام سرچشموں کو زیادہ سے زیادہ استعمال کرنا ہوگا، تب کہیں جا کر اس صدی کے اواخر تک جہالت کا ایک حقیر حصّہ دور ہو پائے گا۔ خدا بخش لائبریری نے کوشش کی ہے کہ نئے ہندستان میں جو آدم بن رہا ہے اس کی تشکیل میں اپنے بس بھر حصّہ بٹائے۔

اوپن (کھلی) یونیورسٹی کا رسمی تصور جو بھی رہا ہو، آج کے ہندستان کو جس طرح کے ادارے کی ضرورت ہے، خدا بخش نے اپنے کو اس میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ اس طور پر کہ اس کے ہر اقدام سے علم پھیلے، گھر گھر پھیلتا جائے! عوامی سطح پر، طلبا کی سطح پر، غیر جامعاتی دانش وروں کی سطح پر، علمی تحقیق و جستجو کی سطح پر، مقامی، قومی اور بین الاقوامی پیمانے پر۔

جنوبی ایشیائی قوم کی موجودہ جو اور جیسی حالت ہے اس میں اپنے خول میں سمٹے رہنا آج ایک سنگین اجتماعی جرم ہے۔ ایسے میں جہاں جس کی جتنی وسعت ہے، اسے اپنی سکت بھر قومی تشکیل میں حصّہ لینا ضروری ہے۔ خدا بخش لائبریری مختلف طریقوں سے اس میں اپنا حصّہ بٹاتی ہے اور جو جو طریقے اس نے اپنائے ہیں اس میں بنیادی خیال یہی ہے کہ

کسی نہ کسی طور سے علم اور معلومات کو زیادہ سے زیادہ دور تک بکھیرا جائے کہ یہ سمٹے ہوئے ایک گروہ کی جاگیر بننے کے بجائے ہر سینے کی امانت بن جائیں۔

عربی فارسی مخطوطات کی خصوصی لائبریری ہونے کے ناتے، لائبریری نے جنوبی ایشیائی پیمانے پر آٹھ دس برس کے لیے ایک منصوبہ تیار کیا ہے کہ برصغیر کے کتابخانوں اور ذاتی ذخیروں میں مخطوطات کی شکل میں ہماری قیمتی میراث کے جو بھی زر و جواہر مدفون ہیں انھیں جلد سے جلد سامنے لے آیا جائے۔ خدابخش لائبریری نے اس کے لیے یہ طریق کار اختیار کیا ہے کہ ہندستان پاکستان اور بنگلہ دیش تینوں جگہ تین ٹیمیں اپنے اپنے ملکوں کے عربی، فارسی، اردو مخطوطات کے ذخیروں کی فن وار ایک جامع فہرست تیار کرتی ہیں، اور ۵۰ کے قریب اس فن کے ماہر اہم ترین مخطوطات پر تفصیلی مقالے لکھتے ہیں، وہ جامع فہرستیں اور یہ مقالے خدابخش لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن کے تعاون سے ہونے والے جنوبی ایشیائی سیمینار کے سالانہ اجلاس میں بحث کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔ بحث کے نتیجے اور سبجکٹ کمیٹی کی صوابدید سے، پھر اُس فن کی ایک جامع تر فہرست دوبارہ تیار ہوتی ہے، جس کی ضخامت پچھلی سے آدھی رہ جاتی ہے۔ یہ جامع تر فہرست طبع شدہ تراجم (جن کی اصلیں موجود ہیں) اور بالکل فضول چیزیں نکال کے پہلے، دوسرے، اور تیسرے پایہ کی درجہ بندی کے ساتھ سامنے لائی جاتی ہے، تاکہ اہل نظر اُسے آخری بار آنک لیں اور پھر تدوین و ترتیب، اور ممکن ہو تو ترجمے کے لئے بھی یہ پرپرواز وا کریں۔

اس امید کے ساتھ کہ اس تدبیر سے کم سے کم مدت میں زیادہ سے زیادہ فوائد کا حصول ممکن ہو سکے گا، برصغیر کے مخطوطات کے ذخیرے کو، چند بڑے عنوانات میں بانٹ کے ہر بار کوئی ایک فن موضوع سخن بنا کے ہفتہ دس دن اس پر بھرپور گفتگو کی جو منصوبہ سازی ہوئی، اور اس کے تحت طب یونانی پر اس سلسلے کا پہلا سیمینار مارچ ۱۹۸۴ء میں منعقد ہوا: تین دن کا سیشن پٹنہ میں پھر تین دن دہلی میں۔

تصوف کے موضوع پر اس سلسلے کا دوسرا سیمینار مارچ ۱۹۸۵ء میں منعقد ہوا۔ تین دن کا سیشن پٹنہ میں پھر تین تین دن کے سیشن علیگڑھ اور دہلی میں منعقد ہوئے۔ اس سیمینار میں تصوف پر عربی فارسی کے قلمی ذخیروں کو جس تفصیل سے کھنگالا گیا وہ بڑا نتیجہ خیز ثابت ہوا۔ پاکستان کا فارسی قلمی سرمایہ احمد منزوی اور عارف نوشاہی کی مرتبہ فہرستوں میں آگیا۔ بنگلہ دیش کے سرمایہ کی فہرست کی تیاری میں ڈاکٹر محسن رضا دائودی نے محنت کی، پھیلے۔
ہندستان کے معروف و غیر معروف، پبلک اور نجی ذخیروں کا احاطہ خدابخش نے کیا اور ایک

فہرست تیار کی گئی۔ اس فہرست میں جن مخطوطات کو اہم تر یا اہم ترین قرار دیا گیا ہے، وہ تین قسم کے ہیں: یا تو مصنّف اہم ہے، یا موضوع، یا موضوع اور مصنّف دونوں۔ قدامت/شہرت بھی اہمیت کے لیے ایک جہت ہے۔

اس طرح ہندستان اور پاکستان کے ذخیروں اور دونوں جگہوں کے نوادر کی ایک تصویر سامنے آگئی۔ ہندستان کے متعدد ذخیروں میں جو ایسے نوادر تھے جن کا تفصیلی جائزہ ضروری تھا، ان پر دسترس رکھنے والوں نے حسب استطاعت مقالے یا مقالچے لکھے۔ اس نوادر کے بارے میں علم میں مزید اضافہ ہوا۔

نتیجہ آپ کے سامنے ہے: فہرستیں، نظر ثانی کے بعد، اور مقالات قدرے ایڈٹنگ کے ساتھ۔ امید ہے اس مجموعے کی اشاعت کے فوراً بعد ہم اگلے مرحلے میں داخل ہو جائیں گے: یعنی پیش نظر سرمایہ کے واقعی اہم حصّے کو جلد از جلد ایڈٹ کر کے، اور ممکن ہو تو ترجمہ کر کے، دنیا کے سامنے پیش کرنا۔ خدا بخش آپ کے لیے علمی اور مالی دونوں ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے آمادہ ہے؛ اس میں جس سے جتنا اور جس قسم کا تعاون مل سکے، سر آنکھوں پر!

——— عابد رضا بیدار

جناب سید حامد
وائس چانسلر
مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

علیگڑھ اجلاس کا خطبۂ استقبالیہ

خواتین و حضرات ____________ مجھ سے تصوف اور مخطوطات کے متعلق کچھ عرض کرنے کے لیے کہا گیا تو مجھے سعدی کا ایک قطعہ یاد آیا ؎

آں شنیدی کہ صوفیٔ می کوفت — زیر نعلین خویش میخے چند
آستینش گرفت سرہنگی — کہ بیا نعل بر ستورم بند

میرے خیال میں ہمارے اس جلسے میں جو حضرات شریک ہیں ان کے لیے اس کے ترجمے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر میں اس کا ترجمہ اردو میں کروں گا تو عرب ممالک سے جو حضرات آئے ہوئے ہیں وہ نہ سمجھ سکیں گے میں انگریزی میں اس کا ترجمہ کیے دیتا ہوں:

Sa'di has said (Sa'di, the great Persian poet) that "a Sufi here he means , a poor man) was putting some nails in the sole of his shoe. A soldier was going that side; he drived him by his collar and said, come and fix horse-shoe for my horse." I do not claim to be a Sufi. But a ghair-Sufi has been caught by the Sarhangs that were surrounding me and they have asked me to say something about Tasawwuf.

میں آگے بڑھنے سے پہلے اس کو اپنا خوشگوار فرض تصور کرتا ہوں کہ آپ سب خواتین و حضرات کی پذیرائی کروں، خصوصاً ان خواتین و حضرات کی جو بیرونی ممالک سے یہاں تشریف لائے ہیں اور انہوں نے ہماری عزت افزائی فرمائی ہے اور معذرت کروں اس تکلیف کے لیے جس سے ان کو دوچار ہونا پڑا۔ منجملہ اور تکالیف کے ایک تکلیف ایسی ہے جس کا ماخذ میں ہوں۔ پہلے طے تھا کہ یہ سیمینار غالباً مولانا آزاد لائبریری کے ہال میں ہوگا۔ پھر میں نے خواہ مخواہ اپنی ٹانگ اڑائی اور کہا کہ یہ سیمینار یہاں ہونا چاہیے جہاں ہماری اکیڈمک کاؤنسل بیٹھتی ہے۔ اور ہمارے وہ Academicians اور وہ علماء جو یہاں شریک ہو رہے ہیں، غالباً اس فضا میں زیادہ اطمینان اور زیادہ اعتماد کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔

میں سوچا کرتا تھا کہ نام رکھنے کی جو رسم ہے نام سے کسی کی شخصیت کا اندازہ نہیں ہو پاتا کیونکہ والدین نام امیدوں پر مبنی کرتے ہیں، سوچتے ہیں کہ ہمارا بچہ بڑھ کے کیا کیا ہوگا۔ اس عنوان سے وہ نام رکھتے ہیں اور اپنی خواہشات کا اظہار کرتے ہیں، لیکن وہ انسان جو خودشناس ہو جاتے ہیں، وہ نام کی تلافی اپنے تخلص سے کر لیتے ہیں۔

کیونکہ اس وقت تک ان کے سارے جوہر ظاہر ہو چکے ہوتے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ معرفت اور خود شناسی دونوں کا حق ادا کیا' عابد رضا صاحب نے' جب —— بیدار' اپنا تخلص رکھا بعض غزلیں آپ کو معلوم ہوگا دو قافیتین ہوتی ہیں' یعنی اس میں دو قافیے ہوتے ہیں —— دو مخلصین کا اگر سلسلہ ہوتا تو میں بیدار صاحب کے ساتھ بیدار و بیتاب' لگا دیتا' چونکہ ان کی روش' ان کا نقطۂ نگاہ بیداری کا غماز ہے اور ان کا طریق عمل بیتابی کا۔

میں سنا کرتا تھا' بلکہ کہا بھی کرتا ہوں' مجھے ہندستان کے مختلف گوشوں میں جانے کا موقع ملتا ہے اور تعلیم کے سلسلہ میں مسلمانوں سے بالخصوص خطاب کرنے کا' تو میں نے ان سے بارہا کہا ہے' اور اتنی بار کہا ہے کہ یہ جملے نوکِ زبان ہو گئے ہیں کہ —— ہم کبھی علم کے قافلے کے کاروانِ سالار تھے اور اب ہم گردِ کارواں بن گئے ہیں' تو علم کے قافلے کا استعمال میں ایک مبہم طریقے سے کیا کرتا تھا۔ اب اس ابہام میں صراحت پیدا ہو گئی کیونکہ یہ علم کا قافلہ ہے جو پٹنہ سے چلا' علیگڑھ آیا' علی گڑھ سے دلی جائے گا۔ یعنی علم کا یہ سلسلہ متحرک ہو گیا ہے۔ اس کو بھی ایک عنوان سے کاروانِ علم کہہ سکتے ہیں۔ علم سکوت کے منافی ہے' سکون کے بھی منافی ہے۔ علم تقاضا کرتا ہے حرکت کا۔ اور یہ سلسلہ جو سیمنار کا شروع ہوا ہے' حرکت پر مبنی ہے۔ مجھ سے بیدار صاحب نے ذکر کیا کہ یہ مسئلہ در پیش ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا تعاون شاملِ حال ہو۔ میں نے اس وقت حامی بھر لی۔ کیونکہ مجھ کو اعتماد تھا کہ میں جس بات کا وعدہ اپنی لاعلمی' اپنی جہالت' یا اپنی کم بضاعتی کی وجہ سے کروں گا اس بات کی لاج میرے رفقار کار رکھیں گے انھیں اس کا پاس ہوگا۔ میں نے پروفیسر امجد علی صاحب سے اور جناب محمد حسن رضوی صاحب سے اور اپنے دوسرے رفقار کار سے اس کا ذکر کیا اور انھوں نے آمنا و صدقنا کہا اور وہ تشریف لائے اور —— اس سیمنار کا وزن بڑھایا

مخطوطات کے متعلق جیسا کہ فرمایا گیا ہمارا رویہ اکثر "مار بر سر گنج" کا سا رہا ہے۔ ایک روایت ہے کہ خزانے پر سانپ بیٹھ جاتا ہے اور اسکی حفاظت کرتا ہے۔ لیکن یہ بھی ہماری خوش فہمی ہے' ہم تو اتنی بھی حفاظت نہ کر سکے جتنی کہ سانپ خزانے کی کرتا ہے' ہمارے بہت سے ذخائر بہت سے خزائن مخطوطات کے تلف ہو چکے۔ اور یہ قدم' دراصل اسکی بڑی افادیت یہ ہے کہ جو مخطوطات ہمارے پاس محفوظ ہیں وہ مندرج ہو جائیں' قلم بند ہو جائیں اور اس کے بعد اہلِ تحقیق اور اہلِ علم ان سے استفادہ کر سکیں۔ سب سے بڑی اہمیت اس سلسلۂ سیمنار کی یہی ہے۔ تصوف کے سلسلہ میں ایک کام جو بہت ضروری نظر آتا ہے' وہ غالباً یہ ہے کہ ہم کسی طرح ان کیفیات کی ترجمانی بھی کر سکیں' تصوف جن کا حامل ہے' کیونکہ اگر ہم نے چھاننا شروع کیا تو کیفیات ایسی چیزیں نہیں ہیں جو چھلنی میں رہ جائیں' اور ان کیفیات کے جو رمز شناس ہیں ان سے رجوع کرنا اور ان سے استفادہ کرنا آسان کام نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ لوگ پہلے تو طلب کی آزمائش کرتے ہیں اور ایسے لوگ کم رہ گئے

ہیں مگر جو حضرات رہ گئے ہیں وہ مغتنم ہیں؛ اور ان سے کیفیات کی پہلی سطح پر اور اصطلاحات کی دوسری سطح پر ہمیں تشریح لینی ہوگی اور اس تشریح کو زبان قلم سے جس حد تک محفوظ کیا جاسکتا ہے وہ محفوظ کرنا ہوگا لیکن یہ قدم بعد میں اٹھایا جائے گا۔ اس وقت تو جو کام درپیش ہے، وہ خود اتنا اہم ہے کہ وہ وقت کا طالب ہے، توجہ کا طالب ہے۔ کاوش کا، جدوجہد کا اور انتھک محنت کا طالب ہے۔ ہم نے بالعموم من حیث القوم، فی زمانہ ریاضت سے جی چرایا ہے، لیکن تحقیق کا کام سرسری نگاہ کو کبھی گوارا نہیں کرتا۔ اس میں تو لگن درکار ہے اور عرق ریزی درکار ہے۔ اور میری اپیل آپ سب اہل علم حضرات سے یہی ہے کہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک اس انداز سے پہنچائیں جو اس مضمون کا حق ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ تصوف ظاہر سے باطن، ہیئت سے معنی، جسم سے روح کی طرف سفر کرتا ہے۔ تو، وہ اجسام اور وہ قالب جو ہم تیار کریں، ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ روح سے، معنی سے، باطن سے محروم نہ رہے۔

مخطوطات کے متعلق ایک بات میرے ذہن میں آئی، وہ میں پیش کیے دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ مخطوطات کی حیثیت میری دانست میں دانے میں بیج کی سی ہے۔ کلام مجید میں آپ نے اکثر ذکر سنا ہوگا، جزائے اعمال کے سلسلے میں کہ ایک دانہ سے نہ معلوم کتنی بالیاں نکلتی ہیں۔ "سنابل" کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کے لیے، تو مخطوطہ بھی دراصل ایک دانہ ہے، اور جب وہ طبع ہوجاتا ہے تو ہزاروں گنا بڑھ جاتا ہے۔ عمل صالح کی طرح مخطوطہ بھی اس کا طالب ہے کہ اس کی طباعت ہو، اس کی اشاعت ہو، وہ ایک بیج ہے اور فصل آپ جبھی کاٹیں گے، جب آپ کتابوں کی شکل میں اسے عام کردیں گے منتشر کردیں گے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے متعلق جیسا کہ ہمارے معزز مہمانوں نے فرمایا ہے، وہ اس سے واقف ہیں؛ اس سے وابستگی رکھتے ہیں؛ اور کوئی تعارف یونیورسٹی کا کرانا ان کے سامنے، میرے خیال میں ان کی وابستگی اور ان کی معلومات کی توہین ہوگی۔ تاہم دو ایک باتوں کا ذکر میں ضرور کروں گا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو ۱۹۸۱ء کے ترمیمی ایکٹ کے ذریعہ وہ کردار ملا جس کو مختلف انداز سے اقلیتی کردار، تاریخی کردار، روایتی کردار کہتے ہیں۔ اقلیتی کردار کا حق ادا کرنے کے لیے یونیورسٹی کو کوشش کرنی ہوگی کہ مشرقی علوم میں یہ ایک ایسا مرکز بن جائے جس سے دنیا کے سارے اہل علم رجوع کریں، اور شاید یہی نقطۂ آغاز بن جائے۔ ہمارے یہاں، جیسا کہ آپ کو علم ہے، ایک اسلامی دراسات کا شعبہ ہے، ویسٹ ایشین اسٹڈیز (West Asian Studies) ______ کا ایک مرکز ہے؛ اس کے علاوہ ہمارے یہاں دینیات کے شعبے ہیں؛ سنی دینیات، شیعہ دینیات؛ اور ہمارے یہاں تاریخ کا شعبہ ہے جو قرون وسطیٰ (Medival period) پر غالباً دنیا میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے ______ ہمارے یہاں ہندی اور سنسکرت کے شعبے بھی ہیں۔ ہمارے پاس سارے وسائل، سارے ذخائر ہیں کہ ہم اسلامیات پر، مشرقیات پر ایسا کام کرسکیں جو سارے عالم میں ممتاز ہو اور میں اپنے رفقا سے

اپیل کروں گا جو میں نے پہلے بھی کی ہے کہ اس کام کو وہ اپنے ذمے لے لیں۔ ہمارے پاس وسائل کی کوئی کمی نہیں اور کوئی علمی مہم کوئی تحقیقی مہم جو ہمارے ذہن کے احاطے میں آسکتی ہے اس کی مالی امداد پہلے ہی سے فرض کی جاسکتی ہے۔ اس میں نہ تو یو۔ جی۔ سی۔ کو کبھی تامل ہوگا اور نہ وزارت کو اور ان امور میں کسی قسم کی مداخلت کسی حلقہ سے آج تک نہیں ہوئی ہے۔ سارے وسائل فراہم ہیں آگے بڑھنے کی دیر ہے قدم سے قدم ملا کر اور سر جوڑ کر اگر آگے بڑھنے کے لیے تیار ہوجائیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ ہم پیچھے مڑ کر نہیں دیکھیں گے۔

اس یونیورسٹی نے ابھی چند ماہ سے ایک کام اپنے ذمے لیا ہے کہ اہل حرفہ کی ترقی پیش رفت اور خوش حالی کے لیے کوشش کرے پہلے تو ان کا جائزہ لیا گیا ہے سات اضلاع میں یعنی علیگڑھ مراد آباد میرٹھ فیروز آباد خورجہ، مئو بنارس ——— جہاں اہل حرفہ کی بڑی آبادی ہے۔ اور اہل حرفہ کا شعار یہ ہے اور وہ یہ کرتے ہیں کہ جب ہمارا بچہ ہمارا کام کرکے ہر دفتر میں کام کرنے والے سے زیادہ کما سکتا ہے تو کیا ضرورت ہے کہ ہم اس کو تعلیم دلائیں۔ ان حضرات کے ذہن سے اس خیال کو دور کرنا ہے تو جوئے شیر لانا لیکن جوئے شیر کی جھلک کبھی کبھی نظر آجاتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ لوگ باتیں سن رہے ہیں۔ یونیورسٹی کے اساتذہ اس جائزے میں اس سروے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اس کے نتائج بھی برآمد ہونے لگے ہیں۔ نتائج برآمد ہونے سے میری مراد یہ ہے کہ بیداری کے آثار پیدا ہو چلے ہیں۔ ہم نے انتظام کیا ہے کہ ان کاریگروں کو ان اہل حرفہ کو جن کے پاس وسائل نہیں ہیں انکو بینکوں کے ذریعہ روپیہ دلایا جائے۔ اور بینکوں نے ہمارے سروے کو ہماری رپورٹ کو تسلیم کر لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یونیورسٹی جس کے بارے میں یہ کہہ دے گی کہ یہ آدمی اس لائق ہے کہ اس کو مشینیں دی جائیں ہم اس کو دیں گے چنانچہ علی گڑھ میں ایسا ہوا ہے، میرٹھ اور مراد آباد وغیرہ میں بھی ہم یہ کریں گے۔ اس کے علاوہ ان کی صحت انکی تعلیم کا بندوبست بھی حکومت کے تعاون کے ساتھ یونیورسٹی کرے گی۔

میں نے ذکر کیا تھا یونیورسٹی کے کردار کا۔ یونیورسٹی کے کردار کا مفہوم صرف یہ ہے کہ اس کا رشتہ اس کے عظیم بانی کے پالیسی، ان کی حکمت عملی کے ساتھ جوڑ دیا جائے، اور علی گڑھ تحریک کا احیا اسی عنوان ممکن ہے!

دوسرا کام جو کیا گیا وہ ہے مسلم اسکولوں اور کالجوں کا سروے جو اس وقت ہو رہا ہے اور اس کے علاوہ وہ تربیتی کلاس جو ریاضی اور سائنس کے استادوں کے لیے منعقد کیے جا رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ان مضامین میں جہاں کچھ زیادہ کمزوری محسوس کی گئی، ہم ان اسکولوں اور کالجوں کے اساتذہ کو جدید ترین معلومات سے لیس کر دیں۔

یونیورسٹی کو اب کسی منارے میں بند نہیں رکھ سکتے۔ یونیورسٹی کو اپنے فیض کو نہ صرف اپنے حدود کے اندر

عام کرنا ہے بلکہ معاشرے تک براہ راست پھیلانا ہے۔ اور اسکی طرف قدم اٹھائے جا چکے ہیں یہ جان کر میں سمجھتا ہوں آپکو اطمینان ہوگا۔

ہمارے ایک بزرگ ہیں جناب اکبر علی خاں صاحب جن کا تعلق حیدرآباد سے ہے۔ انھوں نے تصوف کے سلسلہ میں ایک چیئر قائم کرنے کی بڑی کوشش کی۔ غالباً راجستھان یونیورسٹی میں وہ ایک شعبہ قائم کر رہے تھے۔ ان کو افرادی کمی نے ابھی تک آگے نہیں بڑھنے دیا لیکن ان کے سامنے شعبۂ تصوف قائم کرنے کا ایک منصوبہ ہے۔ اور باوجود پیرانہ سالی کے جتنی لگن وہ رکھتے ہیں اس سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ یہ منصوبہ کامیاب ہوگا۔ اور اگر یہ منصوبہ کامیاب ہوا تو وہ آپکی ان کوششوں سے براہ راست فیضیاب بھی ہوسکے گا ——— ذکر انفعال کا آیا تھا۔ میں اپنی گفتگو کو اسی پر ختم کروں گا اقبال کے بعض اشعار زبان زد خاص و عام ہیں اور ان میں سے ایک مصرع یہ بھی ہے:

اگر نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

لیکن یہ مصرع ہمیشہ پڑھا جانا چاہیے اقبال ہی کے دوسرے شعر کے ساتھ آپکو شاید اندازہ نہیں کہ مٹی نم کیسے ہوتی ہے اقبال نے ہی کہا تھا:

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے ✦ قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

اور یہ مٹی اگر نم ہوگی تو عرق انفعال سے ہوگی ——— معذرت چاہتا ہوں ——— میں اپنے مضمون سے کچھ بہک گیا، لیکن میں چاہتا تھا کہ یونیورسٹی کے توسیعی کام سے آپ کو روشناس کرادوں۔ میں اس سیمنار کا افتتاح کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں اور میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کی مساعی مشکور ہوں اور یہ سلسلہ جو بیدار صاحب نے شروع کیا ہے یہیں رک نہ جائے بلکہ مخطوطات کے سلسلہ میں پچھلے سال طب کے مخطوطات کا احاطہ کیا گیا تھا۔ امسال تصوف کے متعلق، آئندہ سال قرآنیات کے متعلق۔ یہ ایک سلسلہ سیمناروں کا کافی نہ ہوگا۔ جب آپ جمع کرلیں اس کے بعد پھر مل بیٹھیں پھر تجزیہ کیا جائے چھلنی سے نکل کے کیا بچا۔ میری ایک بری عادت ہے کہ سعدی سے رجوع کیے بغیر میں اپنی کسی گفتگو کو نہ شروع کرتا ہوں اور نہ پایاں کو پہنچا سکتا ہوں۔ مجھے یہ یاد بھی نہیں کہ یہ سعدی کا شعر ہے وہ شعر تو دمشق کا جب ذکر آیا تھا تو سعدی کا شعر مجھے یاد آیا۔

چناں قحط سالی شد اندر دمشق ✦ کہ یاران فراموش کردند عشق

اپنے بیرونی مہمانوں کے لیے ترجمہ کرتا ہوں:

"Sa'di says that there was such a severe famine in Damascus that people forgot even to love. The meaning is that the nice thing of life, the quality of life becomes a sacrifice at the alter of extreme poverty."

میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب حکیم عبدالحمید
چیرمین، ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن

دہلی اجلاس کا خطبۂ استقبالیہ

مجھے بیحد خوشی ہے کہ تصوف کے مخطوطات پر ہونے والے سیمینار کے مندوبین کا یہ کاروانِ علم و فن پٹنہ اور علی گڑھ سے ہوتا ہوا آج دہلی میں ہے جہاں اس سلسلہ کا تیسرا اور آخری سیشن منعقد ہو رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ سیمینار خدا بخش لائبریری پٹنہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن دہلی کے باہمی اشتراک سے منعقد کیا گیا ہے۔ آج سے تقریباً ایک سال پہلے اسی طرز پر ہم نے طبی مخطوطات پر بھی پٹنہ اور دہلی میں ایک سیمینار کا اہتمام کیا تھا جو بہت مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوا تھا، اس میں بہت سے نئے مسائل سامنے آئے تھے اور ان پر غور و خوض کیا گیا تھا۔ طب کے سیمینار کی کامیابی کے بعد ہمارے عزائم کو تقویت ملی اور مزید قدم بڑھانے کا حوصلہ ملا چنانچہ آج ہم اسی پروجیکٹ کے دوسرے مرحلہ پر تصوف کے مخطوطات پر یہ سیمینار منعقد کر رہے ہیں جسکی ابتدا ابھی چند روز ہوئے پٹنہ میں ہو چکی ہے جس میں میں اپنی بعض اہم مصروفیات کی وجہ سے شرکت نہیں کر سکا جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔

اسلامیان ہند کی ثقافتی تاریخ اس وقت تک مرتب و مکمل نہیں ہو سکتی جب تک صوفیہ کرام کے ملفوظات اور ان کے تذکروں کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ اور استفادہ نہ کیا جائے چنانچہ ان ملفوظات اور تذکروں کے بین السطور بہت سی ایسی نئی باتیں معلوم ہوں گی جن سے عام تاریخی مآخذ یکسر خالی ہیں ملک کے سیاسی حالات، عوام و خواص کا طرز زندگی اور مختلف دور کی دینی تحریکات اور مذہبی رجحانات کا اگر صحیح طور پر اندازہ لگانا ہے تو ہمیں صوفیہ کرام کے ان ہی تذکروں اور ملفوظات کی ورق گردانی کرنی پڑے گی جن کے ذریعہ صحیح طور سے کسی نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے۔

اللہ کے ان برگزیدہ بندوں نے اگر ایک طرف ارباب اقتدار پر اپنے اثرات قائم کیے تھے تو دوسری طرف بلا تفریق مذہب و ملت سماج کے کمزور طبقوں اور خلاکت و ادبار کے مارے ہوئے لوگوں کو دلدہی و دلداری کے ساتھ صراط مستقیم کی طرف لانے کے لئے انتھک جد وجہد بھی جاری رکھی تھی۔ اسطرح انھوں نے مخلوق کو خالق سے اور بندے کو مولیٰ سے ملانے کے لیے انبیاء و رسل کی نیابت کا فریضہ بھی انجام دیا تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان صوفیہ کی یہ مساعی کبھی رائگاں نہیں گئیں، انھوں نے

سماج میں انقلاب برپا کیا عوام کو اٹھا کر خواص کے مرتبہ پر پہنچایا اور حاکمانِ وقت کو بھی اپنی واقعی حیثیت کو سمجھنے کا موقع دیا۔

روحانی انقلاب لانے والی ان عظیم شخصیتوں کے حالات، فرمودات اور تذکروں کو ہر دور میں مرتب کیا جاتا رہا ہے اور ان کے متوسلین و مریدین ان کو دور دور تک پہنچاتے رہے ہیں۔ اس طرح یہ زر و جواہر کے ڈھیر آج ہماری تاریخ کے اہم ماخذ ہیں ان کی حفاظت، ان کی تدوین اور ان کی نشر و اشاعت ہمارا ملی اور قومی فریضہ ہے۔ یہ تذکرے اور ملفوظات آج ہزاروں کی تعداد میں مختلف مقامات میں منتشر اور غیر محفوظ حالات میں بکھرے ہوئے ہیں اور زیادہ تر ابھی مخطوطات ہی کی شکل میں موجود ہیں اگرچہ ان میں سے بعض چھپ بھی چکے ہیں مگر وہ بھی اب نایاب نہ سہی تو کم یاب ضرور ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ صوفیہ کی تعلیمات اور فرمودات کے ان مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ذخیروں میں مختلف زمانوں میں دانستہ تغیرات و ترمیمات بھی ہوئی ہیں اور ان میں ترک و اضافات بھی ہوئے ہیں۔ بعض بزرگوں کے نام سے پوری پوری کتابیں اور دیوان تصنیف کرکے شائع کردیئے گئے ہیں جو کسی طرح بھی صحیح نہیں کہے جاسکتے۔ بالخصوص فضائل و کرامات کے سلسلہ میں تو بہت بے احتیاطیاں ہوئی ہیں۔ لہٰذا ان حالات میں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کے ان مخطوطات کو تحفظ کے خیال سے نہ صرف شائع ہی کیا جائے بلکہ انہیں احتیاط کے ساتھ ایڈٹ کرکے اور ترک و اضافات سے پاک و صاف کرکے جدید تحقیقی و تدوینی انداز پر شائع کیا جائے تاکہ یہ ہمارے تاریخی و ثقافتی ماخذ زمانے کی دست برد سے محفوظ ہو کر آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ بن سکیں۔

اگر آج ہم نے بروقت ان کے تحفظ کے کچھ اقدامات نہ کئے تو یاد رکھئے کہ ہم اپنے اکابر کی تعلیمات اور کارناموں سے بہرہ ور نہ ہوسکیں گے اور ان کے ان زریں اصولوں سے استفادہ نہ کرسکیں گے جن سے انھوں نے دلوں کو منور، روحوں کو مجلّا اور دماغوں کو روشن کیا تھا۔ توحید و رسالت کی تعلیمات، زہد و ورع کے نمونے، خدمتِ خلق اور ایثار و قربانی کی مثالیں اور دلوں پر حکمرانی کرنے کے طریقے ہم ہندوستانیوں کو بالخصوص انہی صوفیہ کی تحریروں سے معلوم ہوئے ہیں۔ اگر آج ہمیں اپنے سماج اور گرد و پیش کے ماحول کو درست کرنا ہے اور ظلم و تشدد اور استحصال و استبداد سے نبرد آزما ہونا ہے تو ہمیں انہی صوفیہ کرام کی درخشاں زندگیوں اور اخلاقی تعلیمات کو اپنے لئے نمونہ بنانا پڑے گا۔ لہٰذا اس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ ان کی اہم تصنیفات اور تحریرات کو مدون و مرتب کرکے شائع کردیا جائے۔

چنانچہ تصوف کے اس سیمینار کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ اس سلسلے کے اہم اور نادر مخطوطات کی نشاندہی کرکے ان کی اہمیت اور افادیت پر روشنی ڈالی جائے تاکہ اس بات کا فیصلہ کرنے میں سہولت ہو کہ کن مخطوطات پر پہلے کام کا آغاز کرکے انہیں قابلِ اشاعت بنایا جائے۔ اگر آج ہم نے وقت کے اس اہم تقاضے کو پورا نہیں کیا تو آنے والا وقت اور بھی زیادہ

سنگین ہوگا اور یہ بچا کھچا سرمایہ بھی زمانے کی دست برد کی نذر ہو جائے گا۔ ہماری اس فروگذاشت پر آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔

میں ڈاکٹر عابد رضا بیدار صاحب کا تہِ دل سے ممنون ہوں جو کئی سال سے اس مقصد کے حصول کے لیے 'یقینِ محکم' اور 'عملِ پیہم' کے جذبے سے سرشار ہو کر بے پناہ جد و جہد کر رہے ہیں۔ آج انہی کی ان علمی کوششوں کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم سب یہاں دور دراز مقامات سے سفر کر کے جمع ہوئے ہیں اور ایک اہم علمی و ثقافتی مسئلہ پر غور و فکر کر رہے ہیں۔

آخر میں میں اپنے تمام ملکی اور غیر ملکی مندوبین بالخصوص پاکستان، بنگلہ دیش، اردن، شام اور عراق کے بھائیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان کے مقالات اور مباحث سے اس سیمینار کو تعمیری نتائج برآمد کرنے میں رہنمائی ملے گی۔

ان الفاظ کے ساتھ میں اس اہم علمی و ثقافتی سیمینار کا افتتاح کرتا ہوں۔

تعارفِ مخطوطات

جنوبی ایشیائی علاقائی سیمینار کے شرکا سے
درخواست کی گئی تھی کہ کچھ اہم مخطوطات / کسی اہم
مخطوطے کا بھرپور تعارف کرائیں ——————

اس حصے میں اہم مخطوطات کا تعارف پیش
کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرشید
شعبہ علوم اسلامیہ
جامعہ کراچی، پاکستان

پاکستان کے چند اہم مخطوطاتِ تصوف

تصانیف بایزید انصاری

حضرت بایزید انصاری جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد نے آپ کی پیدائش کے بعد جالندھر کو خیر باد کہا اور جنوبی وزیرستان (موجودہ صوبہ سرحد پاکستان) کے علاقے کانی گرام میں رہائش اختیار کر لی۔[1] "آپ کا سلسلہ نسب اکتیسویں واسطے سے صحابی رسول حضرت ابو ایوب انصاری سے ملتا ہے"۔[2]

بایزید انصاری تحریک روشنیہ کے بانی اور اپنے وقت کے مشہور و معروف صوفی تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنے خیالات لوگوں تک پہنچانے کے لیے کئی کتابیں تصنیف کیں اور آپ کا یہ تحریری سرمایہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یوں تو آپ کی تصانیف میں "خیر البیان" "صراط التوحید" "مقصود المومنین" "فخر الطالبین" اور خود نوشت سوانح عمری "حالنامہ" شامل ہیں۔ اپنے مضامین کے اعتبار سے یہ تمام تصانیف انتہائی اہم ہیں۔ اس سلسلے میں پختونوں کی مشہور شخصیت خوشحال خان خٹک اس کے مضامین کی گہرائی کا ذکر کرتے ہوئے اس دور کے مشہور عالم اخوند درویزہ پر طنز کرتے ہیں کہ:

"درویزہ خیر البیان نے ولید لے۔ دحقہ یو مضمون نہ دے پوھید لے"۔[3]

یعنی اخوند درویزہ نے حضرت بایزید انصاری کی تصنیف "خیر البیان" کا مطالعہ تو کیا لیکن اس کے مضامین کو نہ سمجھ سکے ہے خود بایزید اپنی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "اکیس برس کی عمر میں مجھے یہ علم ہوا کہ میں ایک رسالہ یاد رکھتا ہوں

---

[1] رسالہ پشتو (سہ ماہی) پشاور، پشتو اکیڈمی، ستمبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۵۷۔

[2] حبیب اللہ رفیع، درو ځان یاد۔ افغانستان، پشتو ټولنہ کابل۔ ۱۹۷۹ء۔

[3] خٹک خوشحال خان، صوات نامہ (قلمی) مملوکہ پشتو اکیڈمی کا لائبریری، پشاور، صفحہ ۱۸۔

[4] دراصل "خیر البیان" ہی وہ کتاب ہے جس کی بنا پر بایزید انصاری متنازعہ فیہ شخصیت بن گئے اور اخوند درویزہ نے ان پر الزام لگایا کہ بایزید اس کتاب کو الہامی کہتے ہیں اور اس طرح نبوت کے داعی ہیں۔ عہد اکبری کے اواخر میں اس مسئلے نے بڑی شدت اختیار کی لیکن روشنیہ تحریک اور بایزید انصاری کی شخصیت اپنی جگہ ایک عرصہ تک قائم رہی۔

کے لیے لکھوں اور ان کو روانہ کروں تاکہ ان کی ریاستوں میں توحید کا پرچار ہو۔ پوری رعایا میں نیکی کا دور دورہ ہو اور گناہ گھٹنے لگیں اور اس طرح ایک ایسا معاشرہ جنم لے جس میں انسان حسنِ سلوک کی تصویر ہوں اور یہ زمین جنت نظیر بن جائے۔"[۱]

میں اپنے اس مقالے میں بایزید کے چند ان مخطوطات کا ذکر کروں گا جو پاکستان کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔

(۱) **خیرالبیان** بایزید انصاری کی یہ معرکۃ الآرا تصنیف چالیس ابواب پر مشتمل ہے۔ یہ عربی، فارسی، پشتو اور اردو (چند الفاظ) کا وہ شاہکار ہے جس کے متعلق ادباء کا کہنا ہے کہ: "خیرالبیان" پشتو کی سب سے پہلی کتاب ہے جو آج تک پوری ہم تک پہنچی اور پشتو ادب کا سارا سلسلہ بھی اس کتاب سے شروع ہوتا ہے"[۲]

اس کتاب کی اہمیت کا ذکر خود مصنف نے بھی کیا ہے: "جب بایزید قریب المرگ تھے تو مریدوں نے آخری وصیت کی درخواست کی جس پر بایزید نے کہا کہ "خیرالبیان" کا مطالعہ کرو۔ اس کتاب میں میں نے وہ تمام علم درج کر دیا ہے جو مجھے خدا کی طرف سے القا ہوا تھا"[۳]۔ مآثر الامرا کے مصنف کا کہنا ہے کہ: "اس کتاب سے بایزید کے عقیدہ وحدۃ الوجود کا اثبات ہوتا ہے"[۴]۔ اس کتاب میں بایزید نے مکالمے کی صورت میں مختلف مسائل بیان کیے ہیں۔ جس میں ایک غیبی آواز بایزید کو مخاطب کرتی ہے اور پھر مسائل بیان ہوتے ہیں۔ بایزید نے ان مسائل کی وضاحت آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبوی اور اقوالِ صوفیہ سے کی ہے، جس سے ان کی علمی استعداد کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہاں ایک مثال پیش کرتا ہوں:

"او بایزید روژہ دہ رمضان لہ نیت سرہ فرض دہ کہ عاقل بالغ وی پہ امتی د محمد علیہ السلام روژہ روادہ پر نیت د شپے، کہ وہر شی نیت روا دے تر غرمے پورے تر چاروزی عیان۔ "یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ ایاما معدودات" دا ے کسا نیک ایمان اورید فرض کردہ شد بر شمایان روزہ چنانچہ فرض کردہ شد برآنانکہ پیش از شمایان بودند۔ شاید کہ تقوی کنید روزے چند پر قرآن کښے دی عیان"۔ الصوم لی وانا اجزی بہ "ویلی دی سبحان"[۵]"

---

[۱] انصاری بایزید۔ مراۃ التوحید (قلمی) مملوکہ لائبریری امیر شاہ قادری یکہ توت پشاور۔

[۲] قاضی عبدالقدوس جسٹس۔ مقالہ۔ مطبوعہ اورینٹل کالج میگزین، لاہور ۱۹۶۶ء۔

[۳] انصاری بایزید۔ حالنامہ۔ مرتبہ علی محمد مخلص (مخطوطہ) مملوکہ جامعہ پنجاب لائبریری لاہور۔

[۴] شاہ نواز خان۔ مآثر الامرا۔ کلکتہ، ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۹۰ء صفحہ ۲۴۳۔

[۵] انصاری بایزید۔ خیرالبیان۔ پشتو اکیڈمی لائبریری، پشاور۔

اس عبارت پر توجہ فرمائیے کہ کس انداز سے بایزید روزے کی اہمیت بیان کرتے ہیں اور بیک وقت پشتو عربی اور فارسی تحریر لاتے ہیں۔ قرآنی آیات اور احادیث کا برمحل استعمال کرتے ہیں اسی طرح دیگر مسائل بھی ذکر ہوئے ہیں۔

(۲) صراط التوحید:۔ یہ مخطوطہ بایزید کے خودنوشت حالات زندگی کے ساتھ ساتھ ان کے روحانی ارتقاء پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس میں مجاہدہ و ریاضت کے ان مدارج کا ذکر ہے جس سے انسانی روح ارتقائی منزلیں طے کرتی ہے لیکن ان کا حصول پیر کامل کی راہنمائی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس تصنیف کے آخر میں بادشاہوں اور امرا کو مخاطب کرتے ہوئے انھیں دعوت بیعت دی گئی ہے اور اسی سلسلے میں بایزید نے اس کا ایک نسخہ فرمانروائے ہند جلال الدین اکبر کو بھجوایا تھا جس پر اکبر نے نہ صرف اپنی عقیدت کا اظہار کیا بلکہ آپ کے خلیفہ دولت کو خلعت سے نوازا۔ بایزید کے لیے تحائف ارسال کیے اور اپنی مدد کا پورا پورا یقین دلایا۔[۱] اس مخطوطہ کے آخر میں سنہ تالیف ۹۷۸ ہجری تحریر ہے اور اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ جو اس کا مطالعہ کرے گا اسے پیر کامل میسر ہو گا وہ علم التوحید سیکھ لے گا۔

(۳) مقصود المومنین:۔ عربی میں لکھا گیا یہ مخطوطہ بایزید کے مسلک و عقیدت یعنی روشنیہ فرقہ کے عقائد و نظریات پر مشتمل ایک خلاصہ ہے۔ جو بایزید نے اپنے بڑے بیٹے شیخ عمر کی درخواست پر تحریر کیا تھا۔ اس مخطوطہ کے اکیس (۲۱) ابواب ہیں جن میں سے شروع کے تیرہ (۱۳) ابواب حسب ذیل موضوعات پر مشتمل ہیں۔

(۱) ایمان۔ (۲) روح۔ (۳) نفس۔ (۴) قلب۔ (۵) آخرت۔ (۶) دنیا۔ (۷) عقل۔ (۸) وعظ (۹) خوف۔ (۱۰) رجاء۔ (۱۱) شیطان۔ (۱۲) توکل اور (۱۳) توبہ۔

اس کے بعد بقیہ آٹھ ابواب میں تصوف کے حسب ذیل آٹھ (۸) مدارج پر بحث کی گئی ہے۔

(۱) شریعت۔ (۲) طریقت۔ (۳) حقیقت (۴) معرفت (۵) قربت۔ (۶) وصلت۔ (۷) وحدت (۸) سکونت

گویا بایزید کی اس تالیف سے اس کی تحریک اور مسلک تصوف سے پوری طرح آگاہی حاصل ہوتی ہے۔

(۴) حالنامہ:۔ بایزید کی مفصل خودنوشت سوانح عمری پر فارسی کا یہ مخطوطہ بڑا اہم ہے۔ بعد ازاں آپ کے ایک مرید علی محمد مخلص نے اس میں مزید اضافے کیے۔ اس کے کئی ایک نسخے ہیں۔ ان میں سے ایک پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں اور ایک ایک فوٹو ٹائپ شدہ کاپی پشتو اکیڈمی لائبریری پشاور میں ہے میرے زیر نظر نسخے کی ضخامت ۵۷۰ صفحات تھی۔ اس میں ان واقعات کا ذکر بھی ملتا ہے جن کے تحت بایزید کو ایک مرتبہ گرفتار کر کے کابل لے جایا گیا اور

۱؎ "حالنامہ"۔ محولہ بالا

وہاں ان کا مناظرہ اس دور کے مشہور فقیہ اور صوفی قاضی خان سے ہوا جسکے بعد انہیں ہر طرح کے الزامات سے بری قرار دیا گیا۔ ذیل میں اس مناظرہ کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

" قاضی خان: شنیدہ می شود کہ می گوئی کہ بر من وحی می آید[1] بایزید: غلط می گویند من فرمایم کہ بر من الہام می شود و ندائے غیر بشنوم[2] ۔"

اس کے ساتھ ساتھ "خیر البیان" کے بارے میں قاضی خان نے سوال کرتے ہوئے بایزید سے پوچھا کہ "مردما می گویند کہ می فرمائی کہ بر من از روئے وحی کتاب نازل شدہ و آں چہل سیپارہ است[3] ۔" اس کا جواب دیتے ہوئے بایزید گویا ہوتے ہیں کہ: "آنچہ مدعیاں می گویند خلاف است زیرا کہ من گفتم حق تعالیٰ از روئے الہام بر دل من کتاب نزول فرمودہ است نام آں "خیر البیان" است چہل بیان در آں مذکور است چنانچہ غوثیہ بر غوث اعظم از روئے الہام نزول شدہ اما عوام الناس فرق میان وحی و الہام نمی توانند کرد لاجرم نام وحی می گیرند و حاسدان از روئے حسد سخن بازمی گردانند بجائے الہام وحی می گویند[4] ۔"

گویا اس طرح بایزید نے اپنے خلاف عائد کردہ الزامات کا جواب بھی خود دے دیا۔ جہاں تک ان الزامات کا تعلق ہے جو بایزید پر لگائے گئے ان کے بارے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ بایزید کی وفات کے بعد اس کی تحریک میں ایسے لوگ نہ تھے جو اپنی علمی استعداد سے مخالفین کے الزامات کا جواب دے سکیں۔ دوسری طرف اخوند درویزہ کی مخالفت پورے عروج پر تھی اس لیے خوشحال خان خٹک نے کہا کہ:

دہ چہ خوشے میدان بیا مند تخن کوئی شو   پر دیل کنی چہ نے زرہ ورد جیے توئی شو[5]

یعنی اخوند درویزہ نے میدان خالی پاکر جو دل میں آیا کہنا شروع کیا۔ جہاں تک بایزید انصاری پیر روشن کے تصانیف کا تعلق ہے تو ان کے مطالعہ کے بعد یہ بات بڑے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ:

(۱) پیر بایزید وحدۃ الوجودی سلسلہ کے ایک صوفی تھے جن کی صوفیانہ تحریک اس زمانے کے حالات کی بنا پر ایک سیاسی تحریک بھی بن گئی اور اس طرح ایک مستقل فرقہ "روشنیہ" وجود میں آگیا۔

(۲) بایزید کی تصانیف کی ادبی عظمت بہت نمایاں ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ انہوں نے پشتو ادب کو نثر کا رنگ دیکر اسے ترقی یافتہ بنایا اور ایک نئے مکتبۂ فکر کی بنیاد ڈالی جس نے بڑے بڑے نامور ادیب پیدا کیے لہٰذا پشتو ادب ان کے احسانات سے کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

---

[1] تا [4] "حالنامہ" بحوالہ بالا۔ [5] محبت نامہ بحوالہ بالا

(۴) بایزید کی تصانیف سے اور اس دور کے تاریخی شواہد سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بایزید ہی وہ واحد شخصیت تھی جس نے اکبر کے دینِ الٰہی کے خلاف علمی جہاد کیا اور اس کے اثرات افغانستان، پاکستان اور قبائلی علاقوں پر مرتب نہ ہونے دیے۔

پاکستان کے شمال مغربی صوبہ میں مخطوطات خصوصاً مخطوطات تصوف کی کثیر تعداد موجود ہے جو نہ صرف مشہور لائبریریوں بلکہ لوگوں کی ذاتی ملکیت میں بھی ہیں جن پر کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ میں اس سیمینار کے شرکاء خصوصاً خدابخش لائبریری پٹنہ کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر عابد رضا بیدار کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اور میرے دوسرے اہلِ علم ساتھی اس دفن شدہ ذخیرہ تصوف کو میدانِ عمل میں لائیں گے تاکہ ہمارے محققین ان سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں۔

۲

تذکرۃ الاولیاء

میں نے اس مقالے کا موضوع جس شخصیت کے اہم ترین مخطوطہ کو بنایا ہے وہ انتہائی اہم ہونے کے باوجود آج تک محققین کی نظر سے پوشیدہ رہی۔ میری مراد ہے دسویں اور گیارھویں صدی ہجری کی عظیم روحانی شخصیت خوشحال خان خٹک کے بڑے بھائی، جمال خان خٹک، جو فقیر بابا کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ ۹۶۶ھ میں پیدا ہوئے اور ایک سو پچاس برس کی عمر پائی۔ آپ تصوف کے تین سلسلوں سے متعلق تھے یعنی اویسیہ سہروردیہ اور چشتیہ۔ فقیر بابا کے خاندانی پس منظر کے سلسلے میں خود ان کے بھائی خوشحال خان خٹک کا کہنا ہے کہ "میں خوشحال شہباز کا بیٹا ہوں اور خاندانی شمشیر زن ہوں۔ شہباز خان یحییٰ خان کے بیٹے تھے جن کی طرح کوئی دوسرا جوان نہ تھا۔ یحییٰ خان اکوڑ خان کے بیٹے تھے جو اپنی تلوار کے زور پر سرداری پر سرفراز تھے۔"

لیکن خدا کی شان کہ اس خاندان میں وہ روحانی شخصیت پیدا ہوئی جن کے تقویٰ اور پرہیزگاری کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کیلئے آج بھی سینکڑوں افراد روزانہ ان کی آخری آرامگاہ پر حاضری دیتے ہیں۔

فقیر بابا چشتی کے جو مخطوطاتِ تصوف اب تک دستیاب ہوئے ہیں وہ (۱) نورِ محمدیہ (۲) مناقبِ شیخ رحمکار، اور (۳) تذکرۃ الاولیاء ہیں۔

ان تصانیف کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے مطالعہ سے ہمیں جہاں دسویں اور گیارھویں صدی ہجری کے صوفیائے کرام کی تعلیمات سے آگاہی، تصوف کے رموز اور طریقت و شریعت کے باہمی تعلق کی وضاحت ملتی ہے وہاں ہمیں اس دور کی اہم سیاسی شخصیتوں اور ملی تحریکوں کے متعلق بھی بنیادی اور قیمتی معلومات فراہم ہوتی ہیں جن سے تحقیق کی نئی

راہیں کھلتی ہیں۔

میرا موضوعِ بحث آپ کی سب سے اہم تصنیف "تذکرۃ الاولیاء" ہے اس میں اس دور کے ستر صوفیائے کرام کے حالات کے ساتھ ساتھ اس دور کی تاریخی اور معاشرتی زندگی کے متعلق بھی بہت کچھ ملتا ہے۔ یہ کتاب فارسی میں چار سو چھتیس صفحات پر مشتمل خطِ نسخ میں ہے اور اس پر ان کا نام "فقیر جمیل بیگ" تحریر ہے۔

مخطوطہ کے ابتدا میں آپ نے اپنا نام "جمیل ابن شہباز افغان خٹک" تحریر کیا ہے۔ یہ ۱۵×۲۰ سائز پر تیرہ (۱۳) سطری صفحہ لکھی گئی ہے۔ مخطوطہ میں آپ نے اپنے آپ کو حضرت شیخ رحمکار[1] کا مرید بتایا ہے اور اس بات پر فخر کا اظہار کیا ہے کہ مرشد آپ کو دیوانہ کہتے تھے۔ رقمطراز ہیں:

"کاتب ایں کتاب جمیل ابن شہباز افغان خٹک رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ العزیز

مرید شدم مرا فقیر خوانند ہمیں نام جاری شدہ بر من و بعد از چند سال مرادِ حید حاصل شدہ عالمہ گفتند

کہ دیوانہ شد مرشدم گفت ہم چو یک دو دیوانہ دیگر بودے۔"[2]

اس مخطوطہ میں اس بات کا ذکر بھی ملتا ہے کہ کس طرح فقیر بابا اپنے خاندان کے سیاسی اثر و رسوخ کو چھوڑ کر راہِ تصوف پر گامزن ہوئے اور "تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر"[3] کی منہ بولتی تصویر بن گئے۔ آپ نے اپنے مشن کا آغاز پاکستان کے صوبہ سرحد سے کیا۔ آپ کے مشن کے دو مقاصد تھے یعنی علم ظاہری اور باطنی کی ترویج۔ علم ظاہر کی ترویج اس طرح فرمائی کہ قرآن و حدیث کے درس کا باقاعدہ سلسلہ شروع کیا اور اپنے تمام مریدوں کو جو قرآن فہمی اور حدیث سے شغل رکھتے تھے حکم دیا کہ اپنے اپنے علاقہ میں اس بات کا اہتمام کریں کہ فجر کی نماز کے بعد قرآن اور عصر کی نماز کے بعد حدیث کا درس دیں اور موضوعات کا انتخاب اس طرح کریں کہ عوام الناس کے روزمرہ کے مسائل کا حل قرآن و حدیث کی روشنی میں انھیں حاصل ہو۔ آپ اپنے مریدین کو خصوصی ہدایت فرماتے کہ قرآن کریم کی سورہ حجرات کی تفسیر عام اجتماعات میں بیان کریں تاکہ عوام اس بات سے آگاہ ہو سکیں کہ ان کی معاشرتی زندگی کی بنیادیں کیا ہیں اور معیارِ انسانیت تقویٰ کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر اس انداز سے عوام کی تربیت کی جائے تو پوری زندگی عبادت بن سکتی ہے۔ بقول جگر:

محوِ تسبیح تو سب ہیں مگر ادراک کہاں ۔۔۔ زندگی خود ہی عبادت ہے مگر ہوش نہیں

---

[1] شیخ رحمکار صوبہ سرحد پاکستان میں کاکا صاحب کے نام سے مشہور زمانہ بزرگ گذرے ہیں۔ منقول فرماتے آپ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔

آپ نے صوبہ سرحد کے عوام کو توحید و رسالت کا وہ درس دیا کہ آج بھی عوام اس نعمت سے بہرہ ور ہیں اور اسوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منہ بولتی تصویر۔

[2] فقیر بابا جمیل بیگ خٹک۔ "تذکرۃ الاولیا" مخطوطہ مملوکہ پشتو اکیڈمی، پشاور۔ [3] القرآن ۳:۱۱۰

حضرت فقیر بابا کے مریدین قریہ قریہ جا کر لوگوں کو باہمی محبت و یگانگت، بھائی چارے اور اتحاد و اتفاق کا درس دیتے اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں نفرت و کدورت کے جو بیج پروان چڑھ رہے تھے، انھیں ان پاکیزہ شخصیتوں نے اپنے مرشد حضرت فقیر بابا کی رہنمائی میں شجرہ مبارکہ میں بدل دیا اور وہی لوگ جو پہلے ایک دوسرے کی جان و مال کی بربادی کے درپے رہتے تھے اب ایک دوسرے کے محافظ و امین بن گئے۔ یہ علمی اور اصلاحی تحریک ہی آپ کی سب سے بڑی کرامت تھی، اس لیے کہ امت محمدیہ کی سب سے بڑی ذمہ داری یہی ہے کہ وہ اصلاح معاشرہ کیلئے کام کرے کیونکہ ہم مسلمانوں پر اللہ کی طرف سے جو فرائض عائد کیے گئے ہیں ان کا مقصد بھی پاکیزگی کی فضا پیدا کرنا ہے۔ سب سے اہم فریضہ نماز کا مقصد بھی "برائی اور بے حیائی کا قلع قمع کرنا ہے"۔ [1]

حضرت فقیر بابا کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے بہت سے اہل قلم نے آپ کی شخصیت کو موضوع گفتگو بنایا ہے۔ ان میں اہم شخصیت میاں شمس الدین کاکا خیل کی ہے جنھوں نے ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ "مناقب دجمال خان" کے نام سے تحریر کیا ہے جو پشتو زبان میں ہے جس میں فقیر بابا کے خاندانی تعارف کے ساتھ ساتھ آپ کے ولی اللہ ہونے اور صاحب طریقت و شریعت کی حیثیت سے عوام کا اصلاح کا ذکر ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "فقیر بابا ظاہر و باطن کے اعتبار سے ولی کامل، ہر قسم کی بدعات سے پرے اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکمل پیروکار تھے۔" [2] "ترجمہ"

اسی منقبت میں خوشحال خان خٹک کی گرفتاری، والدہ کا فقیر بابا سے ملاقات کرنا اور ماں بیٹے کی دلچسپ اور سبق آموز گفتگو کا ذکر ہے جس کے بعد والدہ نے فرمایا:

> "اے بیٹے! چونکہ ابھی تک میری آنکھوں پر دنیاداری کا پردہ پڑا تھا، تمہارے مقام سے ناآشنا تھی، اس لیے دل پریشان تھا۔ اب جبکہ تم نے مجھے اپنے مقام سے آگاہ کر دیا ہے تو تمام دلی کدورتیں دھل گئیں اور میں تمہاری فکر سے آزاد ہو گئی اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارا اپنایا ہوا راستہ ہی صحیح اور پائیدار ہے" [3] ترجمہ۔

سلسلہ چشتیہ کے یہ عظیم صوفی خٹک قوم کے معمر فرد، صوفیائے سرحد کی عالی مرتبت شخصیت ۱۱ جمادی الاول ۱۱۱۶ھ میں اس دنیا سے اٹھ گئی لیکن اپنے پیچھے وہ یادگاریں چھوڑ گئی جو رہتی دنیا تک ان کا نام روشن

---

[1] القرآن ۲۹: ۴۵ (نماز کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے کہ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر یعنی نماز بے حیائی اور برائی کی باتوں سے روکتی ہے۔) [2] کاکا خیل شمس الدین مناقب و فقیر بابا۔ مخطوطہ، مملوکہ، انجمن اتحاد جمال خیل پشاور، صوبہ سرحد پاکستان۔ [3] ایضاً حاشیہ ۲

رکھیں گی خصوصاً آپ کی مایہ ناز تصنیف "تذکرۃ الاولیاء"۔ آپ کے مزار پر جو کتبہ نصب ہے اس پر کندہ اس قطعہ سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے :

چو رفت از جہاں اہل کرامت خدیو ـــــ "بجزق" آمد ز عالم" غدیو[1]

آپ کے مزار کے سامنے ایک برساتی نالہ ہے۔ اس کی مغرب جانب آپ کی چلہ کشی! روایت ہے کہ جب آپ ذکر فرماتے تو درخت بھی آپ کا ساتھ دیتے ہوئے جھومنے لگتے" اور ایسا کیوں نہ ہو اس لیے کہ درخت بھی زمین و آسماں میں پائی جانے والی مخلوق ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

"الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی السمٰوٰت والارض والطیر صٰفّٰت کل قد علم صلاتہ"[2]

(کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے پر پھیلائے، سب نے اپنی نماز اور اپنی تسبیح جان رکھی ہے۔")

بس بات صرف یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کے مقصد کی یاد دھانی کرانی ہے اور حضرت فقیر بابا نے یہ یاد دھانی نہ صرف انسانوں کو کراتے ہوئے ان کی اصلاح کی بلکہ حجر و شجر بھی آپ کی پاکیزہ زندگی کا ساتھ دینے لگے حقیقت یہ ہے کہ آپ جیسی شخصیات بڑی مشکل سے پیدا ہوتی ہیں بقول حضرت علامہ اقبالؔ :

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ؎ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ان ہی دیدہ وروں میں حضرت فقیر بابا چشتی بھی ہیں جن کے ملفوظات تصوف پر بحث کرتے ہوئے انھیں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

سوال و جواب

ڈاکٹر رحمت علی خاں : "خیر البیان" کا ایک نسخہ سالار جنگ میوزیم، حیدر آباد میں بھی ہے۔

---

[1] ایضاً حاشیہ ۳ [2] القرآن ۲۴:۴۱۔

حالنامہ نسخہ علیگڑھ کا پہلا ورق

رب یسر بسم اللہ الرحمن الرحیم وتمم بالخیر

الحمد للہ حمداً کثیراً ابعد واکثر لا یعلم احد عن حساب اکثرہ
الا اللہ اکبر والصلوٰۃ علی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی
آلہ واصحابہ اجمعین بعد این فقیر حقیر علی محمد ابن ابو بکر
قندهاری مرید و خادم خاندان بایزید انصاری قدس اللہ
سرہ العزیز میگوید کہ بعضی از محبان مخلصان کہ رعایت
مراعات خاطر عاطر ایشان از جملہ لوازمات و واجبات
دانستہ چون ازین فقیر التماس داشتند کہ حالنامہ پیر دستگیر
کہ از تداول دوران و تسامح ناسخان تغیر و تبدیل بعبارتش
در وی راہ یافتہ و صحتش بسقامت بدل گشتہ و نیز سوانح حقانیہ

فرزندان

حالنامہ نسخہ علیگڑھ کا دوسرا ورق

فرزندان و احوال بزرگان پیر دستگیر قدس سره و دیگر از احوالات
که در سینه ظهور جلوه گر آمده چنانچه شمشیر گرفتن و رفتن ایشان
بجانب پیشاور و تیراه و کابل و غیره از سوانحات که در انضباط
نیامده ازین نسخه شریفه زائل گشته و از طبع زکیه شما که مفتح
ابواب معانی مغلقه و کاشف اسرار دقائق مسدود است
بعید نیست که بتعمق تعمیق و بدقائق و تحقیق تطبیق داده تصحیح
نمایند و ارادت مرتبت خادم البیان بسمع قبول اصغا فرموده
بموقف اجابت مقرون گشت سعید ترتیب و ما توفیقی
الا بالله العلی العظیم وهو حسبی و نعم الوکیل و آخر از کتاب
و ما قوال معتبر استماع گشته مبسوط تحریر و در نظم تقریر آورده
شد بعضی از سمت سخن بیرون و بعضی از تکالیف کلام آرائی
در حیز ارقام مرتسم گشت تا بفهم مستعدان زود در یابند متعلمان
صورت مفتاح روشن و جمیع بین نماید و بثواب آن ایمن
ناقل بهره مند گردد الثواب من عند الله و الله عنده
حسن الثواب والسلام علی من اتبع الهدی کتابت بود از

ڈاکٹر کلثوم ابوالبشر
شعبۂ اردو و فارسی
ڈھاکہ یونیورسٹی، ڈھاکہ

بنگلہ دیش کے دو اہم مخطوطات

سبحات

ڈھاکہ یونیورسٹی کے کتب خانہ میں تصوف کے موضوع پر مخطوطات کا ایک قابل قدر ذخیرہ موجود ہے۔ اس ذخیرہ میں چند مخطوطات شائع ہو چکے ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں، ان میں چند نادر مخطوطات بھی موجود ہیں۔ انھیں میں "سبحات" نامی ایک غیر مطبوعہ نادر نسخہ بھی ہے۔ جہاں تک تحقیق کا تعلق ہے شاید اس نام کا کوئی نسخہ دنیا کے کسی کتب خانہ میں موجود نہیں ہے۔ نام کے لحاظ سے یہ واحد قلمی نسخہ ہے ہو سکتا ہے یہ مخطوطہ کسی اور نام سے کسی کتب خانہ کی زینت ہو۔

اس مخطوطہ میں کل ۳۰ اوراق ہیں اس کی تقطیع ۸"×۵" ہے۔ جدید ششتی کاغذ پر لکھا ہوا یہ مخطوطہ خوشخط نستعلیق میں ہے۔ کہیں کہیں عربی عبارت کو خط نسخ میں لکھا گیا ہے۔ مخطوطہ کافی بہتر حالت میں ہے۔ عنوانات کو لال روشنائی میں لکھا گیا ہے۔ مخطوطہ پر کہیں پر بھی کوئی تاریخ درج نہیں ہے اور نہ ہی مصنف کا نام ہے۔ غالباً انیسویں صدی کے اواخر یا بیسویں صدی کے شروع میں اس مخطوطہ کو نقل کیا گیا ہوگا۔

مخطوطہ کے آخر میں ایک ضمیمہ بھی ہے۔ اس ضمیمے میں مقدس مقامات مثلاً مکہ شریف، مدینہ شریف، کعبہ، بیت المقدس اور سرندیپ کی پاکی و تقدس کو بیان کرنے کے بعد ان کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے

اس رسالہ میں علم حاضرات اور تصوف کے درجوں کو متعین کیا گیا ہے۔ وحدت الوجود اور ممکن الوجود پر بحث کی گئی ہے۔ دیباچہ میں مصنف نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ چند معانی اور تفسیریں اس نے کسی سے اخذ نہیں کی ہیں اور نہ ہی ان باتوں کے بیان کرنے میں وہ کسی کا مقلد ہے۔ اس کتاب میں اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے تاثرات اور جذبات کے حسب منشا تحریر کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے نادر و عارف علم نے اسے یہ توفیق عطا کی ہے کہ وہ اس رسالے کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ مخطوطہ کی چند تمہیدی سطریں ملاحظہ فرمایئے:

"سُبحانکَ لا علمَ لنا الا ما علّمتنا و لا معرفۃ لنا الا ما الھمتنا انکَ انتَ العلیمُ الحکیم" و الصلوٰۃ و السلام علی وسیلۃ الوجود و وصیلۃ الشہود محمد نبیہ الکریم و آلہ و صحبہ و اولیائہ افضل التسلیم"۔ اما بعد این کلمہ چند است مسمّیٰ بسبحات در ذکر معا

کہ فقیر در اخذ و بیان آں مقلد و ناقل ہیچ احدی نیست بلکہ متاثر و مخصوص است باستقلال در ورود آں از تجلی الٰہی محیط علوم و اسرار ست وبعد ہذا اگر در ایں معارف با بعض اکابر توارد است زہی سعادت واگر تفرد است عنایت۔"

ان تمہیدی سطروں کے بعد مصنف نے "سبحہ" کے عنوان سے اپنے خیالات کا اظہار کرنا شروع کیا۔ "سبحہ" مرادف ہے تسبیح کے دانہ کا۔ اس کے علاوہ بقول ڈاکٹر حبیب اللہ اس کے دوسرے معنی "گلاب کی لڑی" کے ہے

Each topic is here called سبحہ or bead of the roasary.

اس مخطوطہ میں کل ۱۶۷ سبحات ہیں۔ ہر سبحہ تصوف کے موضوع سے متعلق ہے مضمون اور کتاب کے عنوان میں بڑی مماثلت ہے۔ ہر ایک مضمون تسبیح کا دانہ ہے۔ اور تسبیح کے دانوں کی طرح ہم انھیں زبانی یاد کرکے روحانیت کے اعلیٰ درجوں تک پہنچ سکتے ہیں جس طرح گلاب کی لڑیاں اپنی خوبصورتی اور دلفریبی میں جھلکتا ہیں، اسی طرح اس نسخہ کے تمام اقوال اپنی رعنائیوں کا جلوہ سمیٹے ہوئے رہیں۔ نسخہ کے تمام سبحات کا مرکزی خیال یہاں پیش کر رہی ہوں تاکہ قاری کو اس مخطوطہ کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

یہ حقیقت مسلم ہے کہ انسان نیستی سے ہستی کی طرف پہنچا ہے۔ یعنی پہلے انسان کا کوئی وجود نہ تھا بعد میں اُسے تخلیق کیا گیا۔ اس لیے ہمیں اس بات سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے کہ انسان اس دنیا میں کس وسیلے سے آیا اور اس کے بعد وہ کس وسیلے سے معدوم ہوگا۔ کیا وہ ذاتاً وجود میں آیا ہے؟ یا طبعاً اس کا وجود ہوا ہے؟ یہ سوال کافی اہم ہے۔ اسے ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ یعنی "انسان برای زندگی کردن در ایں دنیا آمد یا بہ امر وسیلہ دیگری زندگی می کند و می میرد" اس سوال کے تین مرحلے قابل غور ہیں۔ دور، تسلسل اور انتہا۔

خداوند تعالیٰ واجب الوجود ہے۔ اس کی ذات مستقل ہے۔ اُسے کسی دوسرے وسیلے کی ضرورت نہیں۔ اس میں کوئی عیب و نقص نہیں ہے۔ اس کے برعکس انسان کو ممکن الوجود کہا جاتا ہے۔ یعنی "از ذات خود ہیچ چیزی ندارد و ہر چہ دارد از غیر است و در ہمہ چیز محتاج بہ غیر است۔"

اشیاء موجود کو ہم صرف عقل کے ذریعہ دریافت کر سکتے ہیں کیونکہ حواس ظاہر مثلاً چشم و گوش صرف محسوسات کا ادراک کرتے ہیں۔ معقولات کا ادراک ان کے حد سے باہر ہے۔ حواس ظاہرہ یعنی چشم اور گوش کے ذریعہ اس کو مرکز دماغ تک پہنچاتے ہیں چونکہ خدا کا وجود کامل اور مطلق ہے۔ اس لیے وہ کسی قید و شرط زمان و مکان کا محتاج نہیں ہے جب ہم اس حقیقت سے واقف ہیں تو ہم پر واجب ہوتا ہے کہ اس کی صفات ثبوتیہ اور سلبیہ کو بیان کریں۔ تاکہ ذات باری کے تمام حقائق ہم پر بخوبی ظاہر ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی صفت "وجوب لذاتہ" ہے یہ صفت دنیا میں کسی کی نہیں ہے اور نہ ہوگی۔ اس کی ذات

قدیم ہے، اور اس کا وجود عین ذات ہے۔ خدا مرکب نہیں ہے۔ کیونکہ مرکب اجزا کا محتاج ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ بدون جسم ہے۔ "خداوند عالم است بہر چیز گزشتہ و آیندہ و حال آنچہ ظاہر و پیدا و آنچہ در باطن و مخفی است ہمہ در پیش او واضح و ہویدا است"۔ یہ صفات ثبوتیہ ہیں۔ جو صرف واجب الوجود خدا میں موجود ہیں۔

شیخ عبدالکریم "عشق" کو منظہر ہم کا درجہ دیتے ہیں۔ بقول ان کے "ارادہ تابع علم است و علم نشان دہندہ و نمایاں کنندہ عشق است۔" علم ہی سے عشق آشکارا ہوتا ہے۔ جب ہم محبوب کے عشق میں گم ہو جاتے ہیں تو ہم پر بے خودی کا اثر طاری ہو جاتا ہے۔ اور ہم اپنے اصل الوجود کو پالیتے ہیں کیونکہ اس وقت ہماری روح یا نفس ناطقہ سیر و سلوک کی طرف حرکت کرتی ہے اور کمال عشق یہی ہے کہ ہم ہر شے کو دیکھنے کے بعد اس کے جمال احدی اور کمال احدی میں گم ہو جائیں۔ مثل عاشق انسان معشوق کی رضا کا خواہاں ہوتا ہے۔ معشوق کی خوشی اس کی زندگی کا نصب العین بن جاتا ہے معشوق کے لیے وہ دنیا کے مشکل ترین کام کے کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتا گویا محبوب یا معشوق کی خوشی اس کی اپنی خوشی ہوتی ہے اس لیے انسان کو چاہیئے کہ وہ تمام شیطانی اعمال اور پلیدی سے دور رہے۔ لباس حسنہ اور فضائل کریمانہ سے خود کو آراستہ کرے اپنی عقل و فراست سے اعلیٰ اور زشت میں فرق محسوس کرے۔ تطور عبارت یہی ہے کہ انسان راہ سلوک میں خود کو اور اپنے نفس کو ہر آلودگی سے پاک رکھے عین ذات (خدا) کی ہستی میں گم ہو جائے۔

اس کے بعد مصنف نے وحدت کے دو جہت بتائے ہیں۔ (۱) ذات معلومہ (۲) ذات معلومیت ذات۔ احد اور واحد کا ایک ہی مطلب ہے یعنی (وحدت) جب مرتبۂ احدیت سالک پر واضح ہو جاتا ہے تو وہ تمام تجلی کو ذات تجلی کہتا ہے۔ اس کے تمام اعمال کا ربط خدا سے ہو جاتا ہے۔ یہی مرتبۂ احدیت منشا جمیع سلوب مبدا جمیع صفات سلبیہ ہے مرتبۂ احدیت مقام عالی است۔ اسے واحدیت پر برتری حاصل ہے۔ مقام وحدت تک پہنچنے کے لیے تین راستے ہیں۔

مرتبۂ وحدیت کے بعد کا درجہ الوہیت کہلاتا ہے مگر بعض لوگ واحدیت اور الوہیت میں کوئی فرق نہیں کرتے ہیں ان کے نزدیک احدیت ہی الوہیت ہے۔ کچھ عالم الوہیت کو تین دائرہ میں منقسم کرتے ہیں۔ (۱) دائرہ شیون (۲) صفات اور (۳) دائرہ اسماء۔

غرض کہ عرفان و تصوف کے عناصر سے یہ مخطوطہ بھرپور ہے۔ آیات قرآنی یا حدیثوں کے ذریعہ عرفان اور تصوف کی توضیح کی گئی ہے۔ نماز، روزہ اور ان کی جزئیات پر بھی تفصیلی معلومات اس مخطوطہ میں موجود ہے۔ مکارم و محاسن اخلاق کا بیان بھی اس مخطوطہ میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔

(۲)

الجاب العربی

محی الدین ابن العربی (متوفی ۶۳۸ھ) نے صوفی عقاید پر جو اعتراضات کیے تھے ان کی تردید اور ان اعتراضات کے جواب میں لکھی ہوئی یہ کتاب ہے۔ مصنف نے اپنا پورا نام ورق ۲ب میں اس طرح درج کیا ہے۔ "ابو الفتح محمد بن مظفر الدین محمد بن حمید الدین عبد اللہ الصدیق" مگر شیخ المکی کے نام سے وہ معروف تھے۔ مصنف علی عبد اللہ محمد بن علی المغربی کے مرید تھے۔ دیباچہ میں انھوں نے تحریر کیا کہ "السلطان بن السلطان ابن السلطان سلطان سلیم خان بن بزید خان بن محمد خان کی خواہش پر انھوں نے کتاب لکھی (ورق ۳الف) اور اپنے استاد محمد بن العربی کے نام پر یہ کتاب منسوب کی۔ اس کتاب کا پورا نام "الجاب العربی فی حل مشکلات الشیخ محی الدین محمد بن العربی" رکھا۔

یہ کتاب دو باب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ ہر باب کو دو نوع پر تقسیم کیا گیا ہے۔ اور ہر نوع کئی فصل میں منقسم ہے۔ خاتمہ بھی تین فصل پر مبنی ہے۔ کاتب محمد ابوبکر ساکن چتوڑ میں جنھوں نے حبیب اللہ کے حکم سے ۲ جمادی الاوّل ۱۸۴۴ء/۱۲۶۰ھ کو اس کتاب کی نقل کی۔

باب اول : در ذکر اشکالات و اعتراضاتی کہ علما قشری و مشایخ قشری کردہ اند۔ بسبب آن او را از گمراہان شمردہ اند۔

باب دوم : در اجوبہ آن اعتراضات بلسان عقل و شرع۔

خاتمہ : در ذکر بعضی از مناقب شیخ و ذکر بعضی از مشایخ او و سلسلۂ او۔

باب اوّل : در ذکر اشکالات و آن دو نوع است

نوع اول : آنست کہ بنای او بر وحدت وجود است کہ آنرا توحید ذاتی گویند۔

نوع دوم : نست کہ بنای او بر امور مختلف واقع است و مناسب آنست کہ اعتراضات را در فصل دیگر جمع سازیم۔

فصل اول : در ذکر اعتراضات کہ بوحدۃ وجود تعلق ندارند۔ اینجا ہشتم اعتراضات اند۔

فصل دوم : در اعتراضات کہ بوحدۃ وجود تعلق دارند۔ اینجا شانزدہم اعتراضات اند۔

باب دوم : در اجوبۂ شرعیہ و عقلیہ بدان ایدک اللہ تعالیٰ بروحہ ایدک اللہ کہ جوابات وین اشکالات بر وجہی باید۔

کتاب کے ۱۲۱ اوراق ہیں۔ تقطیع ½۷×½۴۔ نستعلیق خط۔ عربی اقتباسات خط نسخ میں تحریر ہیں۔ عنوانات و خط کشیدہ بخط سرخ۔ مشینی تیار کردہ کاغذ اور کچھ کرم خوردہ۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی
صدر شعبہ تاریخ
مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

صوفیہ ہند کا ایک نادر تذکرہ
"معارج الولایت"

ہندستان کے صوفیہ اور مشائخ کے تذکروں کی جو روایت سید محمد کرمانی المعروف بہ میر خورد نے قائم کی تھی اس کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی محدثانہ بصیرت اور رجال اور اسناد کے تحقیقی پیمانوں نے ایک واضح اور متعین شکل دی۔ ان کے بعد لعل بیگ، محمد غوثی، الہدیا چشتی، بدرالدین سرہندی، علی اکبر اردستانی، عبدالرحمن چشتی وغیرہ نے صوفیہ کے تذکرے مرتب کیے اور گو عقیدت مندی کہیں کہیں تحقیقی طلب کو شکست دیتی رہی، لیکن پھر بھی تلاش اور جستجو نے ان تذکروں کو تاریخ کا ایک اہم ماخذ بنا دیا۔ اور تاریخ کے بدلتے ہوئے نظریات کے پیش نظر، جس میں توجہ درباروں سے زیادہ عوامی زندگی کی طرف ہے، ان کی افادیت اور مقبولیت میں اضافہ ہو گیا۔ شیخ معین الدین عبداللہ الخویشگی کی "معارج الولایت" اس لٹریچر میں ایک اہم مقام رکھتی ہے اور اس مقالہ میں اسی کا تعارف کرانا مقصود ہے۔ یہ تذکرہ ہندستان کے کم و بیش ۵۰۰ مشائخ کے تفصیلی حالات پر مشتمل ہے۔ اس کی تکمیل چہار شنبہ ۶ رجب ۱۰۹۴ھ (مطابق ۱۶۸۳ء) کو اورنگ آباد دکن میں ہوئی۔

ہندستان کی تاریخ میں گیارھویں صدی ہجری کا اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ بیشتر صوفی تذکرے اسی زمانہ میں ترتیب دیے گئے تھے۔ ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۰ء میں "ثمرات القدس" (لعل بیگ)، ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء میں "گلزار ابرار" (محمد غوثی)، ۱۰۳۳ھ/۱۶۲۳ء میں "جواہر فریدی" (علی اصغر چشتی)، ۱۰۳۶ھ/۱۶۲۶ء میں "سیر الاقطاب" (الہدیا چشتی)، ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء میں "زبدۃ المقامات" (محمد ہاشم بدخشی)، ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۲ء میں "مجمع الاولیاء" (علی اکبر اردستانی)، ۱۰۴۷ھ/۱۶۳۷ء میں "حضرات القدس" (بدرالدین سمرقندی)، ۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ء میں دارا شکوہ کی "سفینۃ الاولیاء" اور "سکینۃ الاولیاء" اور جہاں آرا کی "مونس الارواح" اور ۱۰۶۵ھ/۱۶۵۴ء میں "مراۃ الاسرار" (عبدالرحمن چشتی) مرتب کی گئیں۔ بہ اعتبار تاریخ تدوین "معارج الولایت" سب سے موخر ہے۔ لیکن افادیت اور استناد میں اس کا درجہ صرف "اخبار الاخیار" کے بعد ہے۔ کوئی دوسرا تذکرہ ترتیب و افادیت میں اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

گیارھویں صدی ہجری کو ہندستان کی ثقافتی اور فکری تاریخ میں بعض اعتبار سے سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ اس دور میں نئے مکتب فکر، نئی مذہبی تحریکیں اور نئے سماجی نظریات وجود میں آئے۔ روحانی سلاسل کی تنظیم اور فکر میں اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اور یہ فکری ہیجان اس قدر نمایاں ہو گیا کہ ایک فرانسیسی سیاح برنیر بھی اس کو محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔ ان حالات میں مختلف خانوادے اپنی تاریخ اور روایات کے تحفظ کی طرف رجوع ہوئے اور نتیجہ میں تذکروں کی تدوین میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار ہوا۔

معین الدین عبداللہ نے معارج الولایت کی تدوین کا کام مخدوم زادہ شیخ محمد بن شیخ اجمیری بدایونیؒ کی فرمائش پر شروع کیا تھا۔ اور تقریباً تیس سال اس کی ترتیب و تالیف میں صرف کیے تھے۔ یہ مدت بہت طویل ضرور ہے لیکن اگر ماخذ کی تلاش میں مصنف کی جستجو پیش نظر ہو تو اندازہ ہو گا کہ قرون وسطیٰ کا کوئی دوسرا مصنف اس طرح اور اس وسیع پیمانے پر یہ کام انجام نہ دے سکا تھا۔

"معارج الولایت" دس اجزا پر (جن کو مصنف نے رکن کا نام دیا ہے) مشتمل ہے۔ رکن اول میں چشتیہ سلسلے کے پانچ خواجگان خواجہ اجمیریؒ، قطب صاحبؒ، بابا فریدؒ، شیخ نظام الدین اولیاؒ اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کا تفصیلی حال درج ہے۔ رکن دوم میں خواجہ اجمیریؒ کے خلفا اور اولاد کا ذکر ہے پھر تیسرے، چوتھے، پانچویں اور چھٹے رکن میں علی الترتیب ان مشائخ کے خلفا کا تذکرہ ہے۔ ساتویں رکن میں متفرق چشتی بزرگوں کے حالات جمع کیے گئے ہیں۔ آٹھویں رکن میں سلسلہ سہروردیہ کے مشائخ کا ذکر ہے۔ نویں میں متفرق مشائخ کے حالات درج ہیں۔ آخری رکن میں مجاذیب اور صوفی خواتین کا تذکرہ ہے۔ عورتوں کے تذکرے شامل کرنے کی ابتدا شیخ ابو عبدالرحمٰن السلمی کے زیر اثر ہوئی تھی۔ مولانا جامی نے "نفحات الانس" میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "اخبار الاخیار" میں خواتین کا حال درج کر کے اس روایت کو تقویت پہنچائی اور غلام معین الدین عبداللہ نے اسی کا اتباع کیا۔

غلام معین الدین عبداللہ خویشگی المعروف بہ خلیفہ جی کا قصور کے ایک معروف خانوادۂ علم و ارشاد سے تعلق تھا۔ ان کا علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علم معرفت اور اصلاح باطن کی طرف بھی رجحان تھا۔ فارسی شعر اور ادب سے بھی دلچسپی تھی اور "عبدی" تخلص کرتے تھے۔ ایک دیوان بھی اپنی یادگار چھوڑا تھا۔ ولادت ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء کے لگ بھگ ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ قصور میں درس و تدریس کا کام انجام دینے کے بعد دہلی، اورنگ آباد، گجرات وغیرہ کا رخ کیا اور ہر جگہ مشائخ کی صحبت میں پہنچے۔ احمد آباد میں شاہ سراج الدینؒ اور شیخ عبدالرحمٰن رفیعؒ سے خاص طور پر استفادہ کیا۔ شیخ عبدالرحمٰن رفیعؒ شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی تصانیف کے ماہرین میں شمار ہوتے تھے۔ تیس سال تک

شب و روز "فتوحاتِ مکیہ" اور "فصوص الحکم" ان کے غور و فکر کا مرکز رہی تھیں۔ دوسرے اور مشائخ جن سے غلام معین الدین عبداللہ کو فیضِ صحبت کا موقع ملا شیخ پیر محمد لکھنویؒ، مولانا خواجہ علیؒ، شیخ محمد رشید جونپوریؒ اور شیخ عبداللطیف برہانپوریؒ تھے۔ شیخ محمد رشید جونپوریؒ آخرِ عمر میں درس و تدریس کا سلسلہ ختم کر کے شیخ اکبرؒ کی تصانیف لے کر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ شیخ عبداللطیفؒ نقشبندی سلسلے کے شدید ناقدین میں تھے۔ ان سب صحبتوں نے عبدی کے افکار و رجحانات کا رخ متعین کیا۔

غلام معین الدین کو تصنیف و تالیف سے بڑی دلچسپی تھی۔ انھوں نے بعض کتابیں درسی ضروریات کے پیشِ نظر لکھی تھیں، مثلاً "گلستاں" کی شرح "بہارستان"، "بوستاں" کی شرح "تحفۂ دوستاں" اور شرح "دیوانِ حافظ"، "نزہتہ الارواح" حسینی کی شرح "راحۃ الاشباح" اور "لوائح" جامی کی شرح "روائح"۔ بعض کتابیں تصوف کے مسائل سے متعلق تھیں، مثلاً "ملقین المریدین"، "فوائد العاشقین"، "مقصود السالکین"، "حصول الوصول" وغیرہ۔ ملک محمد جائسی کی اکھراوٹ کی فارسی شرح بھی "حروفِ عالیات" کے نام سے انھوں نے لکھی تھی۔ بہت سی تصانیف اب دستیاب نہیں۔ "معارج الولایت" وغیرہ میں ان کے نام ملتے ہیں۔ جو تصانیف موجود ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبدی نے اس دور کے مذہبی رجحانات، بالخصوص اختلافِ عقائد و نظریات کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ وہ اخوند درویزہ (م ۱۰۴۸ھ) کے افکار، مہدوی فرقے کے نظریات، بھگتوں کے حالات سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔

"معارج الولایت" غلام معین الدین عبداللہ کا تحقیقی شاہکار ہے۔ مصنف نے اس کی ترتیب اور تالیف میں قرونِ وسطیٰ کے مذہبی لٹریچر بالخصوص تصوف سے متعلق تصانیف کو کھنگال ڈالا تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بعد غالباً کسی صوفی تذکرہ نگار نے اتنے متنوع مواد سے اس پیمانے پر استفادہ نہیں کیا۔ بعض کتابیں جو ان کو اس وقت دستیاب تھیں اب بالکل ناپید ہیں، مثلاً "انوار المجالس" (ملفوظاتِ شیخ نظام الدین اولیاؒ) مرتبہ خواجہ محمد بن مولانا بدر الدین اسحاقؒ، "تحفۃ الابرار و کرامۃ الاخیار" (ملفوظاتِ شیخ نظام الدین اولیاؒ) مرتبہ عزیز الدین صوفی، "خلاصۃ اللطائف" مصنفہ مولانا علی جاندار، ضیاء الدین برنی کی "صلوٰۃ کبیر"، "عنایت نامۂ الٰہی" وغیرہ۔

غلام معین الدین عبداللہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ کتابوں کے طویل اقتباسات اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت میں پیش کرتے ہیں۔ اس طرح بعض نایاب کتابوں اور دستاویزات کو انھوں نے محفوظ کر دیا ہے۔ حضرت مجدد صاحب کے نظریات کے خلاف بعض علماء نے جو فتویٰ دیا تھا اس کو غلام معین الدین عبداللہ نے مکمل طور پر علماء کے نام کے ساتھ نقل کر دیا ہے۔

غلام معین الدین عبداللہ مسلک کے اعتبار سے چشتی تھے اور وحدت الوجود پر ایمان رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں ان کا تعصب بھی دوصاحبین کے مخالفین کی ہمنوائی سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ شاہ محب اللہ الہ آبادیؒ کے مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ اورنگ زیب نے نقشبندی اثرات کے تحت شیخ کے رسالہ تسویہ کو جلانے کا حکم دیا تھا۔ عبدی نے نہ صرف اپنے سلسلہ کے افکار کی مدافعت کو ضروری سمجھا بلکہ نقشبندی سلسلہ کے مخالفین بالخصوص سید محمد برزنجی کے خاندان سے "نقشبندیوں کی مخالفت میں لٹریچر جمع کیا۔ اورنگ آباد اس زمانہ میں نقشبندی مشائخ کے زیر اثر تھا اور شاہ کلیم اللہ دہلویؒ نے اپنے مرید اور خلیفہ شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کو چشتیہ سلسلہ کی بعض روایات کو ملتوی کر دینے کی ہدایت کی تھی۔ غالباً اورنگ آباد کے اس ماحول نے "عبدی" میں ایک ردعمل کی کیفیت پیدا کر دی جو شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کے تذکرہ میں کافی نمایاں ہے۔

قطع نظر اس فکری عصبیت کے غلام معین الدین عبداللہ نے جن بزرگوں کا بھی حال لکھا ہے تحقیق و دیانت کا دامن نہیں چھوڑا۔ سید محمد مہدی جونپوریؒ کے متعلق مہدی موعود ہونے کے دعوے کو بہتان بتاتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کے افکار کی سمت وہی ہے جو "تذکرہ" میں مولانا ابوالکلام آزاد کی ہے۔ ملک محمد جائسی کی کتابوں سے طویل اقتباسات دیے ہیں اور لکھا ہے کہ وہ سید محمد مہدیؒ کو "مہدی ہادی" مانتے تھے نہ کہ "مہدی موعود"۔ اکبر نے ان کو دربار میں بلایا تھا۔ انھوں نے طویل عمر پائی تھی۔ لکھا ہے کہ پستہ قد اور حنفی جثہ تھے۔ کبیر کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ شیخ تقی کے مرید تھے۔ ان کے کلام کا مطالعہ غلام معین الدین نے کیا تھا اور یہ رائے قائم کی تھی۔

"اگر بہ انصاف در کلام او ببینی جواہر و لآلی حقائق واسرار بیابی کہ مثل آں در کلام دیگرے کمتر تواں یافت"

جہاں تک مشائخ متقدمین کا تعلق ہے ان کا دست طلب و تحقیق ہر اہم ملفوظ، مکتوب اور دیوان تک پہنچا ہے۔

"معارج الولایت" کے مندرجہ ذیل نسخوں کی نشاندہی محمد اقبال مجددی نے اپنی فاضلانہ تالیف "احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری" میں کی ہے۔

(۱) نسخہ مکتوبہ ۱۱۱۱ھ مملوکہ مولوی غلام رسول

(۲) نسخہ مکتوبہ ۱۱۱۱ھ ذخیرہ پروفیسر سراج الدین آذر

(۳) نسخہ ذخیرہ حافظ محمود شیرانی (ناقص)

(۴) چند اجزا ملکیت کرنل خواجہ عبدالرشید

اسٹوری نے PERSIAN LITERATURE (p. 1011) میں اس کتاب کے مخطوطات سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔

راقم الحروف کے ذخیرہ کتب میں "معارج الولایت" کا ایک نہایت خوشخط نسخہ ہے جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور غالباً مکمل ترین نسخہ ہے۔ پہلی جلد ۸۳۵ صفحات پر دوسری جلد ۸۴۲ پر مشتمل ہے۔ کل ۱۶۷۲ صفحات ہیں۔ سائز بڑا ہے۔ ہر صفحہ پر ۱۷ سطریں ہیں۔ کتابت ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۱ء میں نذر محمد نے کی تھی۔

یہ نسخہ دیوان اللہ جوایا صاحب سجادہ نشین درگاہ بابا فرید ؒ کی نگرانی میں راقم الحروف کے جدامجد منشی ارشاد علی صاحب نے تیار کرایا تھا۔ ۱۹۲۷ء میں میرے دادا مولوی فرید احمد صاحب نظامی نے اپنے برادر نسبتی سید رشید احمد صاحب رضوی مصنف "اعلان سیادت فریدی" کے ذریعہ اس کی طباعت کا انتظام کرانا چاہا تھا۔ اور ایک اعلان "اشتہار خزانہ معرفت" کے عنوان سے جاری کیا تھا۔ ان کا ارادہ اس کا اردو ترجمہ شائع کرنے کا تھا۔ کتاب کی ضخامت کے پیش نظر ۱۰ جلدوں میں دس رکن شائع کرنا تجویز ہوا تھا۔ لیکن یہ پروگرام شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا اور "معارج الولایت" آج تک اشاعت کی منتظر ہے۔

سوال و جواب

● منظر حسین بھاگلپوری : بحر ذخار صوفیوں کا ایک اہم تذکرہ ہے۔ جسکا نسخہ مجھے فرنگی محل میں دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا جسکا دوسرا نسخہ کاکوری میں ہے۔ جس میں تقریباً ۲۳۰۰ بزرگوں کے حالات ہیں۔ یہ بارہویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے۔۔۔ تجلی نور جس میں چشتی صوفیا کا ذکر ہے اور اس کا تعلق جونپور سے ہے۔

● جواب: صورت یہ ہے کہ اور تذکرے تو بہت سے لکھے گئے وہ یا تو کسی ایک مقام تک محدود رہے یا کسی ایک سلسلے تک۔ ایک بات یہ تھی۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ اس میں سے کسی مصنف نے بھی اتنے اقتباسات نہیں دیے جتنے غلام معین الدین عبد اللہ نے دیے (صاحبِ معارج الولایت) اور اسکی اہمیت اس لیے اور بڑھ جاتی ہے کہ یہ بہت سی کتابیں اب ضائع ہو چکی ہیں۔ مثلاً ضیاء الدین برنی کی جن کتابوں کے حوالے اس نے دیے ہیں یا شیخ نظام الدین اولیاء کے جن ملفوظات کا ذکر کیا ہے وہ اب نہیں ملتے۔ معین الدین کے متعلق فتوی کو لو! Quote کر دینا حالانکہ اس کے اندر اس کی مخالفت شامل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اس سے بہت سی اہم دستاویزیں محفوظ ہو گئی ہیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی پہلے بزرگ تھے۔ جنھوں نے حدیث کے اصولوں پر مشائخ کے حالات ترتیب دینے کی کوشش کی اور ان کی کوشش یہ تھی کہ اصول اسناد اور اسماء الرجال کے پورے اصول وہ نافذ کر دیں چنانچہ انھوں نے تمام موضوع کتابوں کو Reject کر دیا ہے، کہہ دیا ہے کہ وہ ساری کتابیں موضوع ہیں اس لیے انھوں نے اس کے حوالے نہیں دیے علام

معین الدین عبداللہ نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بعد ہیں سب سے پہلا درجہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا رکھتا ہوں کہ انھیں ایک طرح کی Precedence بھی حاصل ہے، ان کے بعد کسی شخص نے اتنے وسیع پیمانے پر اس پورے لٹریچر کو تلاش نہیں کیا اور کھنگالا نہیں ہے۔

اس کے نسخوں کے متعلق بھی یہ ذہن میں ہے کہ مکمل نسخہ کہیں نہیں ہے اور اقبال مجددی نے بھی میرے ہی نسخے کا ذکر کیا ہے لیکن تفصیل معلوم نہیں تھی جو میں نے اس وقت بیان کردی ہے تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ اس کی اہمیت کیا ہے۔

● **جناب محمود حسن قیصر:**۔ علامہ معین الدین عبداللہ خویشگی کے جو حالات آپ نے بیان کیے ہیں، وہ حالات آپ نے کہاں سے لیے ہیں۔ اس کے ماخذ کا ذکر آپ نے نہیں کیا۔

● **جواب:** انھوں نے خود اپنے احوال لکھے ہیں اس کتاب میں۔ اور ان کے اوپر پاکستان میں اقبال مجددی صاحب نے پوری ایک کتاب لکھی ہے، گو "معارج الولایت" تک وہ نہیں پہنچ پائے ہیں اور ان کا جو Assessment میں نے کیا ہے کہ یہ صدی وہ ہے کہ جب خیالات میں ایک Crisis پیدا ہوجاتا ہے یعنی یہ زمانہ وہ ہے جب فرانسیسی سیاح برنیر لکھتا ہے جسکو ہندستان کے فکری Crisis کا علم نہ ہونا چاہیے تھا، وہ لکھتا ہے کہ اسوقت وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی جو بحث ہے اس نے تمام ماحول کو متاثر کر دیا ہے تو ہمارا مصنف جو ہے وہ اس پورے ماحول سے متاثر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ اورنگ آباد میں رہا ہے اور اورنگ آباد کی کیفیت یہ تھی کہ شاہ کلیم اللہ نے اپنے ایک مرید شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کو خط میں لکھا تھا کہ "اس وقت اورنگ آباد نقشبندی سلسلے کا مرکز بن چکا ہے اور یہ کہ وہاں چشتیہ سلسلے کے بعض اہم رسوم مثلاً سماع وغیرہ بالکل بند کردیا جائے ورنہ وہاں بہت جھگڑا پیدا ہوجائے گا" تو اس پورے ماحول نے اس پر اثر کیا ہے جو Reflect ہوتا ہے۔ یہ باتیں وہ ہیں جنکی طرف میں نے اس میں خاص طور پر اشارہ کیا ہے تاکہ اس کتاب کی افادیت کا پتہ چل سکے۔

● **ڈاکٹر اکبر حیدری:** آپ نے ص ۲ پر لکھا ہے کہ یہ مدت بہت طویل ضرور ہے لیکن اگر ماخذ کی تلاش میں مصنف کی جستجو پیش نظر ہو تو اندازہ ہوگا کہ قرون وسطی کا کوئی دوسرا مصنف اس طرح کا، اور اس وسیع پیمانے پر یہ کام انجام نہ دے سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے کشمیر میں ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ اکبر کے زمانے میں حضرت شیخ حمزہ مخدوم کشمیری، ان کے بھائی تھے۔ شیخ علی رینہ، انھوں نے دسویں صدی ہجری میں "تذکرۃ العارفین" نامی ایک کتاب لکھی اور اس میں قریب.. سو سے زائد عرفاء کا تذکرہ ہے جو عبداللہ خویشگی سے پہلے ترتیب دیا گیا ہے کیونکہ وہ (عبداللہ خویشگی) گیارہویں صدی کے تھے اور یہ (رینہ) دسویں صدی ہجری کے۔ کیا آپ کی نظر سے وہ تذکرہ گزرا ہے؟

● **جواب:** یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ جس کا حوالہ نہ دیا گیا ہو، وہ پیش نظر نہ ہو، لیکن وہ تذکرہ صرف خطۂ کشمیر کے صوفیاً کا احاطہ کرتا ہے۔ کیوں کہ میری نظر میں کشمیر میں لکھا جانے والا کوئی ایسا تذکرہ نہیں ہے جس میں پورے ہندستان کے صوفیا کا تذکرہ Include کیا گیا ہو۔ جس تذکرے کا آپ نے حوالہ دیا وہ کتنا دور Cover کرتا ہے؟ اور اس میں کس کس کا تذکرہ ہے؟

● **ڈاکٹر اکبر حیدری:** اس تذکرے میں کشمیر کے علاوہ صوفیاء کا بھی تذکرہ ہے۔

● **جواب:** مرآۃ الاسرار بھی کافی ضخیم تذکرہ ہے اور اس سے قبل لکھا گیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ لوگوں نے ایک تو یہ کہ All India Prespective نہیں رکھا ہے کہ ... سے لیکر دکن تک پہنچ گئے۔ اور مجھے یہ Doubt ہے کہ میں نے کشمیر کے تذکرے دیکھے ضرور ہیں لیکن اس وقت جو کہ میرے ذہن میں نہیں ہیں۔ اس لیے میں آپ کو کوئی Catagorical بات نہیں کہہ سکتا لیکن کشمیر کے تذکروں میں ہوتا یہ ہے کہ ایک ایک دو لائن کے اندر ختم کر دیا۔ تمام ہندستان کا تذکرہ اگر کہیں کسی Saint کا ذکر آ بھی گیا ہے تو سب سے بڑی اور اہم بات اس میں یہ ہے کہ جب لکھتے تو اس کا All India Prespective ہو یعنی انھوں نے (عبد اللہ خویشگی) جو لیا ہے وہ ملک گیر ہے۔ دہلی سے لیکر دیوگیر، دولت آباد اور اورنگ آباد دکن تک کا Prespective ہے۔ اور ادھر پورا پنجاب، ادھر حسام الدین مانکپوری، اور نور قطب عالم پنڈوی سب آگئے ہیں اس کے اندر۔ اور انھوں نے ان سب کے متعلق جو لٹریچر ہے وہ جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ دیکھئے جونپور کے محمد رشید جونپوری وغیرہ یہ سب عالم تھے انکے زمانے کے، ان سب کے یہاں رہکر انھوں نے کتابیں جمع کی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے جب سے تصوف چھوڑا ہوگا اسوقت سے اپنا ماخذ جمع کرنے میں لگے رہے ہوں گے۔

● **ڈاکٹر اکبر حیدری:** کیا سفینۃ الاولیا، سکینۃ الاولیا، اور مرآۃ الاسرار، شائع ہو چکی ہیں۔

● **جواب:** سفینۃ الاولیا صرف شائع ہوئی ہے۔ جہاں آرا کی مونس الارواح چھپ گئی ہے۔

● **جناب شاہ اسمٰعیل و جناب منظر حسین:** سکینۃ الاولیا بھی شائع ہو گئی ہے۔

● **جواب:** اس کا ترجمہ شائع ہوا ہے۔ متن نہیں۔

● **جناب شاہ اسمٰعیل:** نہیں متن بھی شائع ہو گیا ہے۔

● **جواب:** اس کی خبر مجھے نہیں ہے۔

● **ایک صاحب:** مراۃ الاسرار کافی ضخیم تذکرہ ہے اور اس کا اصل نسخہ بخط مصنف شیخ عبد الرحمن چشتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے کتب خانے میں ہے۔ یہ تذکرہ بھی کافی مفصل ہے۔ اس میں کشمیری صوفیا ہندستانی اور ایرانی صوفیا کا بھی تذکرہ ہے اور طویل تذکرہ ہے۔

● **جواب:** مراۃ الاسرار کا کافی قدیم نسخہ میرے پاس ہے۔ اس میں تین چار باتیں ہیں جو اس کی اہمیت کو کم کردیتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس میں سارے مشائخ کا حال انھوں نے لیا ہے۔ ہندستان کے باہر کے بھی صوفیا کا ذکر ہے اور اس میں تحقیق نہیں کی ہے یعنی جو باہر کے مشائخ ہیں ان کا تذکرہ فریدالدین عطار کی "تذکرۃ الاولیا" سے لیا ہے جو بعض جہتوں سے مشکوک ہوگئی ہے۔ خیر! ہندستان کے باہر کے مشائخ کا جو تذکرہ ہے وہ بھی زیادہ اہم نہیں ہے اور ہندستان کے مشائخ کا تذکرہ تو بالکل قابل اعتبار نہیں ہے سوائے اس کے کہ صابریہ سلسلہ کی ایک محدود شاخ، جس سے انکا تعلق تھا، اس کا بڑا اچھا Account ہے۔

● **ڈاکٹر رحمت علی خاں:** ثمرات القدس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

● **جواب:** یہ لعل بیگ کی ہے اور یہ کوئی شہزادہ تھا اور اسی زمانے میں یہ خاص بات ہوئی کہ اس زمانے میں بعض شہزادوں کو تصوف سے ایک دلچسپی پیدا ہوئی لیکن اس کا معیار کچھ زیادہ اونچا نہیں ہو پایا سوائے ایک دارا شکوہ کے۔ دارا شکوہ کے ہاتھوں معیار اونچا ہوگیا کیوں کہ وہ تصوف سے بنیادی طور پر دلچسپی رکھتا تھا اور اس نے بعض ایسی باتیں بھی کہیں جو دوسرے نہیں کہہ سکتے تھے مثلاً یہ کہ مجدد صاحب کو Defend کیا اس نے جہانگیر کے مقابلے میں۔ لیکن یہ ہے بڑی عمدہ کتاب۔ میرے علم میں اس کے دو نسخے ہیں۔ ایک پاکستان میں ہے اور دوسرا رامپور میں ہے۔

● **ڈاکٹر رحمت علی خاں:** ایک قدیم نسخہ ہمارے پاس بھی ہے (سالار جنگ میوزیم، حیدرآباد میں)

● **جواب:** لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ ان کتابوں یعنی تذکروں میں عقیدت نے شکست دیدی ہے تحقیق کو۔

● **ڈاکٹر عابد رضا بیدار:** اگلا مقالہ شروع کرنے سے پہلے میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ "معارج الولایت" کے مصنف خویشگی کے جو حالات پیش کیے گئے ہیں۔ اس کے مآخذ کے سلسلے میں فاضل مقالہ نگار نے فرمایا کہ اس کے دو مآخذ ہیں۔ ایک اقبال مجددی کی کتاب اور دوسرا خود مخطوطہ۔ یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ نظامی صاحب نے یہ جملہ کہاں سے لیا ہے "شیخ عبدالرحمٰن رفیع، شیخ محی الدین ابن عربی کے تصانیف کے ماہرین میں شمار ہوتے تھے۔ تیس سال تک شب و روز فتوحات مکیہ، فصوص الحکم ان کے غور و فکر کا مرکز رہی تھی۔"

● **جواب:** یہ تو ہر تذکرہ میں مل جاتا ہے۔

● **ڈاکٹر عابد رضا بیدار:** میری حقیر رائے یہ ہے کہ یہ اس مصنف پر ڈال دیا جائے، جس نے ایسا جملہ لکھا ہے ورنہ آپ پر اس کی ساری ذمہ داری ہوگی۔

● **جواب:** میں اسکو Defend کر سکتا ہوں۔ جہاں تک شیخ اکبر کی کتابوں کا تعلق ہے ہندستان کے اندر شیخ علی مہائمی سے لیکر جو گجرات میں تھے اور شیخ علی ہمدانی اور بنگال میں بھی کچھ لوگ۔ یہ لوگ ایسے تھے جنکو ان تصانیف سے استقدر دلچسپی تھی کہ شب و

روز فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ ان کے مطالعے میں رہتی تھی۔ شاہ محب اللہ الہ آبادی کا تو یہ عالم تھا کہ انھوں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں وہ سب اسی پر لکھی ہیں اور مقصد یہ ہے کہ جب کسی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ شخص شب و روز قرآن کے مطالعے میں مصروف ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے تمام اور چیزوں کو ثانوی حیثیت دینے کے بعد اس کو مرکزی چیز بنالیا۔ چنانچہ کوئی شخص تیس سال تک اس طریقے سے کرتا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ نے ایک زمانے میں درس و تدریس کا کام کیا لیکن اخیر میں علیحدہ بیٹھ کر بالکل اپنی کتابوں میں لگ گئے تھے۔ یہ تو ہوتا ہے کہ مصنف کے اوپر مختلف دور ہوتے ہیں۔ شیخ اکبر کی کتابوں کا مطالعہ اتنا مشکل کام تھا کہ اس کے لیے.. نیز یہ کہ شروع دور میں ان کتابوں کی جو شرحیں لکھی گئیں وہ عربی میں لکھی گئیں۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر رہیں۔ لیکن اس کے بعد جب فارسی کی شرحیں شروع ہوئیں تو وہ عبدالقدوس گنگوہی کے زمانے سے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر جگہ سے انا الحق کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اگر اس پورے Conflict کو پڑھا جائے تو یہ بڑا دلچسپ ہے۔ اسلیے کہ یہ برزنجی سے Influenced ہے۔ برزنجی نے مجدد صاحب کے خلاف جو تحریک شروع کی تھی۔ وہ پوری Consolidate کر دیتا ہے۔ خویشگی کو Consolidate کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وحدۃ الوجود کے جتنے مبلغ ہیں ہندستان میں ان سب سے اس کا رابطہ قائم ہو۔ مسعود بک کا سب سے عمدہ حال اسی "معارج الولایت" میں ہے۔ کسی کا ہاتھ ان کتابوں تک نہیں پہنچا ہے جہاں اس کا ہاتھ پہنچ گیا ہے۔ اس میں اخوند درویزہ کے حالات اور ان کی کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے چونکہ مصنف "قصور" کا تھا اور وہ بھی خویشگی۔ خویشگی بھی افغانستان کا ایک قبیلہ ہے اس لیے افغانوں کے متعلق وہ کافی Sym pathetic رویہ اپناتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ (مصنف) ہندی کا بھی عالم ہے اس لیے کبیر اور جائسی وغیرہ کی کتابوں پر جو اپنی رائے دیتا ہے اس سے اس کی ہندی کی معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ بھگتی Saints کا زمانہ ہے۔ اس کے اثرات بھی مصنف پر معلوم ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ان کے جو استاد ہیں اس میں وہ مسلمانوں کا ذکر کرتا ہے۔ مثلاً میں نے بتایا ہے کہ وہ شیخ تقی کا ذکر کرتا ہے جو کبیر کے استاد اور پیر تھے۔

جہاں تک وحدۃ الوجود کے قائل ہونے سے ہی اسکی ساری فکر بنی ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ لوگ جو وحدۃ الوجود کے مبلغ رہے ہیں انھوں نے پوری پوری عمریں گزار دی ہیں۔ شاہ عبد الرحمن موحد کا ذکر آیا تھا۔ ان کی پوری عمر اسی میں گذر گئی تھی ۔

جناب شبیر احمد خاں غوری
(دودھ پور، علی گڑھ)

تسویہ شیخ محب اللہ الٰہ آبادی کی شروح و جروح

مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کے مولانا عبدالحی کلکشن میں تصوف کے کوئی سات رسالوں کا ایک مجموعہ ہے (نمبر تصوف ۵۶۸/۹ لغایت ۵۷۴/۱۴) متنی تنقید / (Textual Criticism) کی رو سے مستند اور قابل اعتبار نسخہ کے لیے منجملہ اور امور کے یہ بھی شرط ہے کہ وہ کسی جلیل القدر عالم کے مطالعہ میں رہ چکا ہو اور یہ مجموعہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے پیش نظر رہا ہے، چنانچہ شروع کے سادہ ورق پر ان کی یہ تحریر ملتی ہے۔

"فی تصرف ابی الحسنات محمد عبدالحی اللکنوی ابن مولانا عبدالحلیم۔ المرقوم سنہ ۱۲۹۹ھ"

مولانا عبدالحیؒ کے پیش نظر رہنے کے باوجود اس سے استفادہ پتھر سے تیل نکالنے سے کم مشکل نہیں ہے۔ کتابت انتہائی سقیم اور کم از کم اس کم سواد کے لیے عسیر القراۃ ہے۔ پھر بھی بمصداق مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ اپنے مقدور بھر ان رسائل کا مختصر تعارف کرا رہا ہوں۔ و باللہ التوفیق:

۱۔ ان میں سے تیسرا رسالہ (نمبر ۵۷۰/۱۲) شیخ محب اللہ الٰہ آبادیؒ کا "رسالہ تسویہ" ہے۔ ان کی عظمت فکر مسلم ہے۔ تصوف کے اسرار و رموز کی توضیح میں دستگاہ عالی کی بنا پر وہ "ابن عربی ثانی" کہے جاتے ہیں۔ اگرچہ ان کی شخصیت متنازع فیہ ہے چنانچہ مولانا عبدالحی حسنی نے ان کے تذکرہ میں لکھا ہے:

"الشیخ العالم الکبیر العلامہ محب اللہ۔۔۔ افترق الناس فیہ الی محسن مسئ فمنہم من یقول انہ کان عارفا کبیرا صاحب المعارف الصحیحۃ والمواجید الصادقۃ ومنہم من یقول انہ کان عارفا ولکنہ انطلق التعبیر حتی وقع تلامذتہ فی اودیۃ الزندقۃ والالحاد۔ ومنہم من یقول انہ کان من الاتحادیۃ"

مگر یہی اختلاف آراء ان کی بزرگی اور عظمت فکر کی دلیل ہے۔

تسویہ کے نسخے مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں، بلکہ اس کی بعض شروح طبع بھی ہو چکی ہیں۔ اس لیے مرقوم الصدر تبصرہ غیر ضروری تھا، مگر چونکہ یہ رسالہ باقی رسائل کا "ردّاً وقبولاً" متن ہے اور ان کے مصنفین کی تشریحی اور تنقیدی و تشریحی سرگرمیاں اسی محور کے گرد حرکت کرتی ہیں اس لیے اس کا اجمالی تعارف مستحسن تھا۔ زیر نظر مجموعہ کے اس رسالہ میں چار ورق ہیں۔

پہلا اور دوسرا رسالہ تسویہ کی شروح ہیں۔ دونوں کے آخر میں ترقیمہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی

کتابت ۱۱۳۲ھ میں ہوئی تھی۔ کاتب، یا ممکن ہے مصنف (اگر یہ ان کی خود نوشت تصانیف میں) کا نام رکن الدین ابن السید عبداللہ ہے۔

۲۔ پہلے رسالہ (نمبر ۵۶۸/ب) کے آخر میں حسب ذیل ترقیمہ ہے:

"تمت الرسالة المتعلقة برسالة التسوية من الشيخ المحقق والامام المدقق الشيخ محب الله الہ آبادی يوم الاربعاء الاول الثانی

عشر شهر شوال سنه ثلاث عشرة من جلوس محمد شاه الغازی بخط الفقير۔۔۔ ابن السيد عبدالله

غفرالله كل الذنوب" اس رسالہ میں نو اوراق ہیں۔ حمد و نعت کے بعد ایک اصولی نکتہ بیان کیا ہے کہ "لکھو اسے عن اللسان خیرا" حتی المقدور قائل کے قول کو نیک محمل پر محمول کرنے کی کوشش کی جائے الا یہ کہ اس کی بدباطنی بے نقاب ہو جائے اور اسے وجہ صواب تک نہ لوٹایا جا سکے۔ شیخ الہ آبادیؒ کے رسالہ تسویہ کی کچھ ایسی کیفیت ہے کہ ان کے عقیدت مند اس پر نکیر و گرفت کرتے ہیں، ان کے منکرین اس سے حجت پکڑتے ہیں اور جو لوگ خالی الذہن ہیں وہ اس سے تشویش خاطر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھر اس سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے میں نے ان اقوال کی توجیہ اس انداز سے کی ہے کہ ان کے کلام کو نیک محمل پر محمول کرنے کی کوشش کی ہے۔ معہذا کبھی اس بات کا یقین نہیں رکھا کہ صاحب کلام میری اس تاویل سے راضی ہو جائے اور رہی ظاہر کلام کے قبول کرنے پر اعتماد کیا ہے۔" فرماتے ہیں:

"اما بعد فان شان الشرح الواجب الامتثال هو حسن الظن بالرجال وحمل كلامهم على الوجه الصحيح والصواب ما لم يحتكوا عن سوء حالهم النقاب وكان منا لهم الى الصحة رجعة اياب وان رسالة التسوية للشيخ المدقق الہ آبادی زاد بركاته فی مراتب قال الله للعادی تد ذهبت بحيث يستنكرها معتقد الشيخ ويتمسك بها منكره ويهيجها من هو خالی الذهن ثم ينكره۔ فهذا مذاق التوجيه الحمل كلامه على حسن محمل بمعناه مع عدم وثوق برضاء صاحب الكلام والاعتماد على قبول ظاهر الكلام۔"

پھر انھوں نے منطقیوں کے انداز میں وجود کے مصادیق ثلاثہ کی توضیح کی ہے۔ بعد ازاں "تسویہ" کی لفظاً لفظاً شرح کی ہے۔

۳۔ دوسرے رسالہ (۵۶۹/ب) کے آخر میں جو ترقیمہ ہے وہ اس طرح ہے:

"تمت الرسالة المتعلقة بالتسوية الشيخ محب الله الہ آبادی بيد الحقير۔۔۔ ابن السيد عبدالله ركن الدين۔"

رسالہ میں پچیس اوراق ہیں۔ کوئی دیباچہ نہیں ہے اور فوراً "الحمد لمن وجد بذاته موجد" کی شرح سے رسالہ کا آغاز ہوتا ہے۔

یہ تو یقینی امر ہے کہ دونوں رسالے ایک ہی کاتب کے لکھے ہوئے ہیں، مگر مصنفوں کی شخصیت پردۂ خفا میں ہے۔ اس باب میں جو چیز کاتب اور مصنف کی عینیت کے مفروضہ کی صحت میں قادح ہے یہ ہے کہ دونوں رسالوں کا انداز توجیہ مختلف ہے۔ پہلے رسالہ میں یہ انداز بتایا گیا ہے کہ جہاں تک ہو سکے گا قائل کے اقوال کو نیک محمل پر محمول کیا جائے گا۔ مگر دوسرے رسالہ

میں وہ بعض اوقات ماتن کے اقوال پر کھلی ہوئی نکتہ چینی فرماتے ہیں شیخ محب اللہ آبادی کے قول:

"ولو انها كانت حقيقة من الحقائق۔ فما كان موجود من الموجودات كما قال الشيخ العربي في الفص العيسوي

ولولاه دونه ما كان الذي كونا"

کی شرح کرنے کے بعد بایں طور تبصرہ فرماتے ہیں:

"والمصنف ذهب مذهبا هو مذهب الحكماء ولا هو مذهب المتكلمين ولا هو مذهب الصوفيه۔ وان كان قد تمسك ببعض اقوال الشيخ ابن العربي في بعض المقالات والشيخ وان كان يذهب الى وحدة الجواهر لكنه لا يصرح بهذه التمثيلات المفضية الى الكفر العام المحض الذي ليس فيه رائحة الايمان اصلا۔ لا على مذهب العقلاء ولا على مذهب العرفاء واعاذنا الله عن سوء الظن بالله"

۴۔ چوتھا رسالہ ملا محمود جونپوری کا "حرز الایمان" ہے جو شیخ محب اللہ آبادیؒ کے رسالہ تسویہ کے رد و ابطال میں ہے۔ ملا محمود کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، ان کا "شمس بازغہ" مسلم ہندوستان کی فلسفیانہ تفکیر کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ اس فلسفیانہ عبقریت سے قطع نظر انھیں اپنے موضوع (وحدت الوجود کے رد و ابطال) پر قدرت تامہ حاصل تھی۔ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی جن کا علم و فضل محتاج بیان نہیں ہے اور جو کسی علمی مناظرے میں کسی حریف سے نہیں ہارے، اگر ہارے تو ملا محمود جونپوری سے اسی مسئلہ وحدت الوجود پر مناظرے میں اور حسب روایت امام الدین ریاضی انھوں نے بکمال فراخدلی اس کا یہ کہہ کر اعتراف کیا کہ "حدیث است تار و پود سخن را چناں بستہ کہ سخن دیگراں در پیش او ستار نسج عنکبوت است"۔ ایک غیر معلوم الاسم راوی نے رسالہ کی روایت کی ہے اور سند میں انھیں انتہائی شاندار الفاظ میں خراج تحسین ادا کیا ہے۔

"قال مخدومنا ومولانا افضل المتاخرين اكمل المتبحرين جامع المعقول والمنقول حاوي الفروع والاصول وارث علوم الانبياء والمرسلين الواصل بفضل الله ولطفه الى حق اليقين ملاذ العلماء ملجا الفضلاء قدوة الاولياء المحققين خصصه الله بين العلماء بالجمع بين كرامات الدنيا والعز(؟) لسعادات الكونين"

اس سند سے معلوم ہوتا ہے کہ ملا صاحب نے یہ رسالہ اس وقت لکھا تھا جب ان کی عمر مشکل سے اٹھارہ سال تھی:

"وهو في سن ثمان عشر ومقل"

اس رسالہ کی ابتداء حمد و نعت سے ہوتی ہے مگر ایک نرالے انداز میں:

"نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وسلم وعلى اله

الاطهار واصحابہ الاصفیاء:

پھر فسادِ زمانہ کا شکوہ ہے جس کا اختتام علماء سوء کے ساتھ ساتھ بنگلا بھگت قسم کے پیروں کے سب وشتم پر ہوا ہے۔ نہ صرف ان کی فکری بے راہ روی پر بلکہ ان کی اخلاقی کمزوریوں پر بھی:

"انّا تأملت المنتمين الى الدراية والرواية ما رأيت اكثرهم الا جهلاً عاكفين في سجن التقليد وهائمين في تيه الضلال وان فتشت عن المدعين للنهاية في الهداية ما وجدت اغلبهم الا فسقة منطبعين بعقائد الزنادقة وداعين الى طرق الضلال ينكر العبودية ويدعي الالوهية تارة ويهمل الشريعة يقلد الاباحة اخرى يتكلم في حقائق التوحيد بما هو شرك نفع وتقي نصاع صريح..... استبشر المعد واستحلى له المعصية واستحسد المقالة اشتاق في كسب الاوزار على الوجه الضلال واستيسر الجهالة والسؤال بصريح المقال اوده الله الحال"

اگرچہ ملا صاحب نے تصریح نہیں کی مگر ظاہر ہے کہ ان کا روئے سخن کس کی جانب ہے۔ پانی وہیں مرے گا جہاں پر نشیب ہو۔

بعد ازاں رسالہ کی وجہ تصنیف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میرے بعض مخلص احباب نے ان ملاحدہ روزگار کے اوہام وظنون فاسدہ کے رد میں ایک کتاب لکھنے کی فرمائش کی اور جب میں نے بعض وجوہ سے اپنی معذوری ظاہر کی تو انھوں نے اس بات پر محمول کیا کہ خود میں بھی ان عقائد فاسدہ کا معتقد ہوں۔ مجبوراً مجھے یہ رسالہ لکھنا پڑا۔ جو چار حصوں میں منقسم ہے: تاصیل، تفصیل، حصم اور ختم۔

پیش نظر نسخہ کی سقیم اور عسیر القراۃ کتابت ان اجزاء اربعہ کے محتویات کا خلاصہ دینے سے مانع ہے۔ میں پڑھ ہی نہیں سکا، سمجھنے کا تو ذکر ہی کیا۔ اگر کوئی نسخہ مل گیا تو پھر انشاء اللہ المستعان کسی اور صحبت میں اس فریضہ کو بھی انجام دونگا۔

۵۔ ساتواں اور آخری رسالہ (۴×۵/۱۵) رسالہ "تسویہ" پر خواجہ خورد کی شرح ہے۔ اس کا نام "القول السدید" ہے جس میں ۱۹ اوراق ہیں۔ امام رازی نے شیخ بو علی سینا کے "الاشارات والتنبیہات" کی جو شرح لکھی تھی وہ "شرح" سے زیادہ "جرح" کی مستحق ہے۔ کچھ ایسی ہی کیفیت خواجہ خورد کے "القول السدید شرح تسویہ" کی ہے۔ بایںہمہ انھوں نے سنجیدگی اور شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ علمائے راسخین فی العلم کی جماعت سے تعلق رکھنے کے ناطے تسویہ میں مذکور بعض اقوال سے ان کا کھٹکنا فطری تھا اور انھوں نے ان پر تعقب کیا ہے۔ اور ان تعقبات سے شیخ محب اللہ کے عقیدت مندوں کا برافروختہ ہونا بھی اتنا ہی فطری تھا۔

شیخ محب اللہ نے "تسویہ" کا اختتام قرآن حکیم کی آیات کریمہ پر کیا۔ خواجہ صاحب نے ان کے بارے میں تبصرہ کیا ہے۔

• لا يخفى على المنصف عن ذكر هذه الكريمات في مقام التعريض بالمنكرين لعينية الحق بالعالم على الوجه المذكور في الرسالة

وانحصار وجود فی الوجود العالم خلاف تعقب نفی حقیتهم بل فی حق نفسہ رضی اللہ عنہ۔"

ظاہر ہے عینیت حق و عالم اور وجود معبود کا عالم میں انحصار جو قدیم یونانی فلسفیانہ فکر میں رواقیہ یا Stoics کا مذہب رہا تھا نیز اس قسم کے مبتدعات جن کا ایک اجمالی گوشوارہ مولانا عبدالحی حسنیؒ نے نزہۃ الخواطر میں شیخ علی اکبر حسینی مودودیؒ سے نقل کیا ہے، اس قسم کے اقوال ہیں جن سے ذمہ داران شریعت کا بیزار و نفور ہو جانا فطری تھا۔ خواجہ خوردؒ کو بھی اپنی اس شرعی ذمہ داری کا احساس تھا۔ اس لیے اس خلوص و وداد کے باوجود جو انھیں شیخ محب اللہؒ کے ساتھ تھی بعض مسترشدین و طالبانِ ہدایت کے تحفظ کے لیے یہ شرح لکھی۔ وہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر انھیں یہ رسالہ شیخ محب اللہ کی زندگی ہی میں مل جاتے تو وہ ان تعقبات کو انھیں بھیج کر ان کی وضاحت پر متنبہ فرماتے۔

"واللہ انی لمن الناصحین لہ والمحبین لاعمالہ الصالحہ و اوضاعہ الحسنہ ولکن لا ارضی ببعض التصنیف منہ وقد وصل الی بعد ذلک ولو وصل الی فی ایام حیاتہ لارسلت الیہ مباحث فی تحقیق بعض التشابہات مفوضاً الغاعہ مما لا طاقۃ لنا لقیلہ تقلیداً۔"

اس نکیر و گرفت نے شیخ محب اللہ کے عقیدت مندوں میں جو ردعمل پیدا کیا اس کی شدت ظاہر ہے۔ انھیں آتش بیان غالی عقیدت مندوں میں ایک صاحب شیخ حبیب اللہ ساکن پٹنہ تھے۔ انھوں نے "القول السدید" کا رد لکھا۔ اسی طرح انھوں نے ملا محمود جونپوری کے رسالہ "حرز الایمان" کا رد لکھا۔ جس پر اس مجموعہ کا پانچواں رسالہ مشتمل ہے۔ مصنف نے اس کا کوئی نام نہیں رکھا، مگر کاتب نے اسے "رسالہ شیخ حبیب اللہ ساکن پٹنہ در برابر حرز الایمان" کا عنوان دیا ہے۔ اس کا نمبر ہے تصوف ۲۶۵/۱۴ اور اس میں ۸ اوراق ہیں۔ ناقد نکتہ چین کے انداز تنقید و تردید کی نوعیت ذیل کے تعقب سے معلوم ہوگی۔ ملا محمود نے "کشف حال و حل سر" کے زیرِ عنوان لکھا تھا:

"واذ قد راء الاشان الجاعل یفیض نفس الماہیۃ۔"

یہ وہی مذہب ہے جسے سلم العلوم کے شارحین نے جاعل "الکلیات والجزئیات" کی توضیح میں قول مختار بنایا ہے یعنی جاعل محض ماہیت کو وجود سے متصف نہیں کرتا بلکہ خود اس نفس ماہیت کو بھی جعل فرماتا ہے۔ مزید توضیح موضوع سے دور لے جائے گی۔ اس سے شیخ حبیب اللہ چراغ پا ہو جاتے ہیں اور اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"ارے او جاعل کے نفس ماہیت کو فیض بخشی کا کیا مطلب ہے اگر تیری یہ مراد ہے کہ جاعل متجلی ہوتا ہے اور نزول

فرماتا ہے جیسا کہ ارباب شہود کا مسلک ہے .... اور جو ان کی کتابوں میں منفرد ہو چکا ہے تو پھر یہ ماہیت عین جاعل ہے نہ کہ اس کی غیر اور اس وقت وہ بات ثابت نہیں ہوتی جس کا تو نے قصد کیا تھا۔

"اور اگر تیری یہ مراد ہے کہ جاعل نے ماہیت کو ابداع فرمایا اور عدم سے وجود میں اختراع فرمایا اس معنی کر کہ وہ لاشے محض اور نفی خالص تھی .... اور اسے لاشی محض سے وجود میں لایا اور عدم صرف سے اس کے نفس کو جعل کیا .... تو یہ بالکل بے معنی بات ہے اور سلامتی طبع اسے قبول نہیں کرتی۔ اس کے ساتھ یہ ایسی شق ہے جس کے عرفاء اور ارباب شہود میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہیں .... ان ارباب شہود کا مسلک تو یہ ہے کہ عدم صرف جس کا کوئی ثبوت نہ ہو اس کا تو ظاہر میں وجود ہی محال عقلاً ممکن ہے۔ ان عرفاء ارباب شہود کا کہنا تو یہ ہے کہ وہ امر جسے اہل ظاہر ایجاد کہتے ہیں، وہ نہیں ہے مگر صرف ان حقائق کا اظہار جن کی عین حقیقت پہلے ہی ثابت تھی اور کسی ظاہر کرنے والے کا ظاہر کرنا بھی نہیں بلکہ خود ان حقائق کا ظاہر ہو جانا ہے اور وہ امر جسے اہل ظاہر اعدام کہتے ہیں وہ جاعل کا ان حقائق کو چھپا دینا ہے بلکہ خود ان حقائق کا چھپ جانا ہے۔

اس سے زیادہ آتش بیانی سے انھوں نے خواجہ خوردؒ کے خلاف کام لیا ہے۔ اس کا اظہار اس مجموعے کے چھٹے رسالہ میں ہوا ہے جس کا نمبر ہے تصوف ۵ ۳۳/۱۲۔ اس میں ۱۶ ورق ہیں۔ اس کا بھی کوئی نام نہیں ہے۔ صرف سرِ ورق پر اتنا لکھا ہے:

رسالہ شیخ محب اللہ ساکن پٹنہ در برابر شرح تسویہ خواجہ خورد۔

اس کے آخر میں حبیب اللہ صاحب نے جس انداز طعن و تشنیع کا اظہار کیا ہے اسے کسی طور پر بھی مناسب نہیں کہا جا سکتا۔ خواجہ خوردؒ کے تنقیدی افادات کے بارے میں دو رائیں ہو سکتی ہیں مگر ان کا زہد و اتقا اور ان کی ثقاہت مسلم ہے۔ انھوں نے شیخ محب اللہ کے افکار و افادات پر جو گرفت کی وہ ان کے تصلب فی الدین کا متقضا تھی اور اگر انھوں نے یہ لکھا کہ "واللہ انی لمن الناصحین لہ" تو اس اظہار نصیحۃ للمسلمین کو حماقت بتانا والعاذ باللہ انتہائی غیر ذمہ دارانہ جسارت ہے اور ان کی اس قسم کو جو ان کے خلوص نیت کی موکد تھی شیطان لعین کی اس قسم کے مماثل قرار دینا جو اس نے حضرت آدم و حضرت حوا کو حکم الٰہی لا تقربا ہذہ الشجرۃ کی خلاف ورزی پر اکسانے کے لیے کھائی تھی کہ:

"فوسوس لهما الشيطن ليبدي لهما ما وري عنهما من سوآتهما وقال ما نهكما ربكما عن هذه الشجرة الا ان تكونا ملكين او تكونا من الخلدين وقاسمهما اني لكما لمن النصحين فدلهما بغرور"

انتہائی دریدہ دہنی ہی ہو سکتی ہے۔ اور پھر اس پر تعلیق بجا نا کہ یہ شیخ کے اقوال نکیر و گرفت کے عذاب کی پیشگوئی ہے کہ جس طرح شیطان ابلیس نے حضرت آدم و حضرت حوا کو حکم الٰہی کی خلاف ورزی کرنے پر قسم کھا کر اکسایا تھا ،

مصنف قول سدید بھی بھولے بھالے عقیدت مندوں کو "عینیت حق بالعالم" کے عقیدے سے جسے شیخ محب اللہ نے متعدد آیات کریمہ سے ثابت کیا ہے، شیطان ابلیس کی طرح گمراہ کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"لا یخفی علی من تامل فی دعوی محقق ..... الزعم منه الشارح عفی اللہ عنه" الی ان الناصحین له مقتبسه من مقاسمة ابلیس الغوی المطرود لآدم وحوا انی لکما من الناصحین فاقتباسه منه تصدق عن اللہ وتنبه مرشد اکرونی حق الطالبین لینبهوا وتعلموا ان الشارح کان [illegible] الانکار ... والرد فی القول الحق للذین النماهوا اغوا ابلیس تعوذ باللہ علیه وطرد وبعد من الحق وتکذیب الصادق وهو قد قال لا تتخلوا ان منکم مکذبین وانه الحق الیقین"

یہ انداز طعن و تشنیع ممکن ہے دین دار علما کو زیب دے تو زیب دے لیکن کم از کم مشائخ کے لیے کسی طرح مستحسن نہیں ہو سکتا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

پروفیسر حکیم سید ظل الرحمٰن
اجمل خاں طبیہ کالج
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

حلوای ظہور اور چند دیگر مخطوطات

راقم الحروف کے ذاتی ذخیرہ میں تصوف کے ۴۸ مخطوطات محفوظ ہیں۔ ان میں افضل الفوائد ملفوظات شیخ نظام الدین اولیاءؒ مکتوبہ ۱۷ محرم ۱۲۸۸ھ۔ لوائح عبدالرحمٰن جامی۔ قصیدہ منصور حلاج۔ قصیدہ شیخ فریدالدین عطار در ترقیمہ کے مطابق قصیدۂ منصور حضرت شاہ محمد یونس (تجارہ) نے ۴ جمادی الاول ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء میں بمقام بدھواڑہ متصل کالوٹھ ریاست الور نقل کیا ہے اور قصیدہ عطار ان کے والد گرامی حضرت شاہ محمد شعیبؒ کے حسب ارشاد ۱۰ ذی قعدہ ۱۱۹۱ھ/۱۷۷۷ء کو نقل کیا گیا ہے)، رسالہ وجودیہ از گفتار شیخ فریدالدین عطار، مکاتیب پانزدہم۔ مکاتیب تصوف (۲۸ مکتوب ہیں جو مولانا مظفر کے نام ہیں اس کی کتابت محمد علی نے ۱۶ رجب ۱۰۹۰ھ/۱۶۷۹ء کو احمد نگر میں برائے حافظ جلال الدین کی ہے) اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث مکتوبہ ۲۲ ربیع الاول یکشنبہ ۲ جلوس محمد شاہ مطابق ۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ء۔ رسالہ در تصوف نامعلوم الاسم اور تصوف کے مسائل وحدۃ الشہود وغیرہ پر ایک مختصر رسالہ کے علاوہ درج ذیل اہم ترین مخطوطات ہیں۔ جن کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

حلوای ظہور

حلوای ظہور، فارسی زبان میں شاہ ظہور محمد بن فتح محمد حسینی الہ آبادی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جسے ان کے مرید شاہ نور محمد عرف شیخ نادر علی بن شیخ فیض اللہ ساکن عالم نگر لکھنؤ نے اپنے پیر کی وفات کے بعد سنہ ۱ جلوس احمد شاہ (مطابق ۱۱۶۵ھ) میں شروع کر کے سنہ ۲ جلوس احمد شاہ ۱۱۶۶ھ/۱۷۵۲ء کو مکمل کیا ہے۔ اس کی ترتیب کے لیے مولف نے کسی تحریری یادداشت وغیرہ سے مدد نہیں لی ہے۔ بلکہ جیسا کہ کتاب کے آخری ورق میں تصریح موجود ہے یہ مجموعہ تمام تر شیخ نور محمد نے اپنے حافظہ کی مدد سے مرتب کیا ہے۔

پیش نظر نسخہ نستعلیق شکستہ آمیز ناہموار خط میں لکھا گیا ہے۔ سال کتابت بروز پنجشنبہ ۵ ذی الحجہ ۵ جلوس عالمگیر ثانی اور کاتب کا نام سیف الدین ولد شاہ محمد ہے۔ کتاب کے آخر میں مولف کا ترقیمہ کاتب نے بعینہ نقل کیا ہے جس سے یہ سمجھنا بعید از عقل نہ ہوگا کہ کاتب نے جس نسخہ سے نقل حاصل کیا ہے، وہ بظاہر نسخہ مولف ہی تھا۔ نسخہ میں جابجا کتابت کی اغلاط کاتب کے کم خواندہ ہونے کی غمازی کرتی ہیں۔ مولف کی عبارات سے بھی یہ اشارہ ملتا

ہے کہ وہ بھی کم سواد شخص تھا۔

مولف کے بارے میں اس کتاب سے کچھ نہیں معلوم ہوتا سوائے اس کے کہ وہ صاحب ملفوظات شیخ ظہور محمد کا ایک عقیدت مند مرید ہے۔ البتہ شیخ ظہور محمد کے بارے میں کہیں کہیں ذکر ملتا ہے۔ پوری کتاب کی ورق گردانی کے بعد جو حالات ملتے ہیں انھیں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ:

شاہ ظہور محمد کے پدر بزرگوار شاہ فتح محمد الہ آبادی رسول پوری بھی بڑے پایہ کے صوفی تھے۔ ان کا خاص وصف توکل تھا۔ اپنے مریدوں اور فرزندوں کو بھی وہ اس کی تعلیم دیتے رہے اور انھیں طلب دنیا سے روکتے رہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل واقعہ کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ شاہ ظہور محمد نے ارشاد فرمایا کہ:

"اس فقیر نے سات آٹھ ماہ سپاہ گری کا پیشہ بھی کیا ہے۔ میں ایک امیر کی سرکار میں نوکر تھا اور میرے پاس دو تین گھوڑے بھی تھے۔ وہ امیر میری بہت عزت کرتا تھا۔ اس کے مصاحبین اور بخشی بھی مجھ سے اخلاص و محبت سے پیش آتے تھے۔ مدت مذکورہ یعنی سات آٹھ ماہ بعد حضرت پیر و مرشد (شیخ فتح محمد) نے ایک خط مجھے بلانے کے لیے لکھا اور اپنے قلمدان میں رکھ دیا کیوں کہ کوئی شخص موجود نہ تھا جس کے ذریعہ مجھ تک وہ خط روانہ کیا جاتا۔ لیکن والدہ صاحبہ سے فرما دیا کہ میں نے اسے بلایا ہے اور غالباً دو تین روز میں آ جائے گا۔ اسی روز ان کی ملاقات کا شوق میرے دل پر غالب ہو گیا اور یہ شوق اس حد تک بڑھا کہ امیر مذکور، اس کے بخشی اور مصاحبوں کے بے حد اصرار کے باوجود میں وہاں نہ ٹھہرا اور نوکری چھوڑ کر گھر چلا آیا۔ حضرت نے بے انتہا شفقت فرمائی اور وہ خط قلمدان سے نکال کر مجھے دیا اور پورا قصہ بیان کیا۔ اس کے بعد علی الصباح میرے گھوڑے ایک شخص کے حوالے کر دیے کہ نخاس لے جائے اور جس قیمت پر بھی فروخت ہو سکیں فوراً بیچ کر چلا آئے۔ اور فقیر سے فرمایا کہ چند روز تم یاد خدا میں مشغول رہو اور تصوف کے اشغال مجھ سے سیکھ لو۔ اس کے بعد اگر تم چاہو گے تو اس کام کے لیے میں تم کو دوسرے گھوڑے خرید کر دے دوں گا۔ فقیر مجبور ہو کر خاموش ہو گیا۔ ان کے فرمانے کے مطابق دس روز تک اعتکاف میں بیٹھا اور تمام اذکار و اشغال سیکھے۔ اعتکاف سے نکلنے پر انھوں نے خرقہ عنایت فرمایا جس کو فقیر نے فوراً پہن لیا۔۔۔" (ص ۱۶۹-۱۷۰)

شیخ فتح محمد کی صفت ترک و توکل پر ذیل کے واقعہ سے بھی روشنی پڑتی ہے۔ شیخ ظہور محمد نے فرمایا جب حضرت پیر و مرشد (شیخ فتح محمد) نے دنیا کو ترک کر کے یاد الٰہی شروع کی تو والدہ صاحبہ سے فرمایا اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو تم بھی اسباب دنیا کو چھوڑ دو، موٹا کپڑا اور سوکھی روٹی اختیار کرو۔ اور یہ پسند نہ ہو تو اپنی اولاد کو لے کر علاحدہ رہو۔ تمہاری اولاد تمہاری خدمت کرے گی۔ والدہ صاحبہ نے بھی دنیا کو ترک کر کے اسی وقت موٹے کپڑے کا لباس پہن

لیا اور ان کے ساتھ رہنا پسند کیا۔ کچھ مدت کے بعد گھر میں آگ لگ گئی اور جو کچھ بچا تھا وہ آگ کی نذر ہو گیا۔ حضرت پیر و مرشد نے سجدہ شکر ادا کر کے فرمایا کہ خدا کے فضل سے اب پورے طور پر ترک دنیا حاصل ہو گیا۔ (ص ۳۰)

شاہ ظہور کی تاریخ ولادت اور تعلیم وغیرہ کے بارے میں کتاب خاموش ہے۔ البتہ ان کے دہلی اور اجمیر وغیرہ کے بعض سفروں کا ذکر ہے۔ مثلاً صفحہ ۲۲ تا ۲۴ پر یہ واقعہ ملتا ہے۔

"فقیر ترک دنیا کرنے کے بعد تلاش معاش کے لیے دہلی گیا تھا۔ وہاں کے اکثر امرا میرے معتقد ہو گئے تھے اور میرے ساتھ بہت زیادہ نشست و برخاست رکھتے تھے کہ حضرت پیر و مرشد کا رقعہ پہنچا جس میں تحریر تھا کہ عزیز من اہل دنیا کی صحبت سم قاتل ہے۔ فوراً اجمیر پہنچ کر حضرت خواجہ کی زیارت کے بعد یہاں واپس آؤ۔ فقیر نے رقعہ پڑھتے ہی اجمیر جانے کا ارادہ کر لیا اور لوگوں کے روکنے کے باوجود پیدل اجمیر کی طرف چل دیا۔ راستہ میں بہت تکلیف اور رنج برداشت کرنا پڑا۔ پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ ہر منزل پر ٹھہرنے کا ارادہ کرتا تھا لیکن جب صبح ہوتی تھی تو حضرت خواجہ کی توجہ سے پھر قوت بحال ہو جاتی تھی۔ اور میں پھر آگے چل پڑتا تھا۔ بالآخر اجمیر پہنچ کر زیارت کی۔ ریاضت و اذکار و اشغال میں مشغول ہوا، اور خواجہ اجمیر کی توجہ سے بہت کچھ فیض حاصل کیا۔۔۔۔ تین ماہ اجمیر میں قیام کے بعد وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا۔ اجمیر میں ایک مالدار شخص تھا جو وہاں کے دوسرے سب لوگوں کے بعد مجھ سے وابستہ ہوا تھا اس کو میرے اس ارادہ سے بہت رنج ہوا۔ ادھر میں نے ارادہ کیا کہ صبح وطن مراجعت کروں۔ ادھر اس عزیز نے رات کو حضرت خواجہ سے کہا کہ حضرت بڑی تلاش کے بعد ایک باکمال درویش سے ملا ہوا تھا، وہ بھی کل رخصت ہو جائے گا اور میں ناقص رہ جاؤں گا۔ اسی وقت اس نے حضرت خواجہ کو خواب میں یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ میں نے ابھی اسے رخصت نہیں کیا ہے۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص تو اطمینان سے سو رہا اور میں روانہ ہوا۔ لیکن جیسے ہی شہر سے باہر نکلا کچھ بدشگونی پیش آگئی۔ لوگوں نے کہا آج نہ جائیے۔ فقیر نے ان کی بات نہ مانی اور چل پڑا۔ جب دو کوس کا فاصلہ طے کر چکا تو سواری کی دونوں رکابیں الگ ہو گئیں اور دوسری جانب سے آنے والے لوگوں نے بتایا کہ راہ میں خطرہ ہے۔ مجبوراً لوٹ گیا۔ ادھر وہ شخص جب سو کر اٹھا تو سیدھا میری قیام گاہ پر آیا اور مجھے نہ پا کر بہت افسوس کیا اور کہا تعجب ہے کہ خواجہ نے مجھے بشارت دی تھی۔ پیر صاحب چلے گئے اور میں ملاقات سے بھی محروم رہ گیا۔ وہ اسی افسوس میں تھا کہ میں دو کوس کی مسافت سے واپس پہنچا۔ اس کو اطلاع ہوئی تو خوش خوش دوڑ کر آیا اور رات کے خواب کا قصہ سنایا۔ آخر فقیر تین ماہ مزید اجمیر میں مقیم رہا۔ پھر وطن آ کر پیر و مرشد کی مسرت کا باعث ہوا۔ انھوں نے مجھ پر بہت توجہ فرمائی اور کہا کہ اب تم ترک دنیا میں پختہ ہو گئے کیونکہ دنیا کی

طالب کا خطرہ تم نے دل سے نکال دیا ہے'' (ص ۲۲ تا ۲۳)

سفر دہلی کا ایک اور قصہ کتاب کے صفحہ ۱۳۱ پر تحریر ہے جس میں ہستی اور نیستی کے مفہوم پر مفصل بحث ہے۔ یہ بحث امجد علی خاں صدر الصدور دہلی کے مکان پر بعض دوسرے صوفیا کی موجودگی میں ہوئی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ امجد علی خاں شاہ ظہور محمد کے معتقد تھے۔ پہلے سفر دہلی کی طرح یہ سفر بھی شیخ فتح محمد کی زندگی میں پیش آیا تھا اور مقصد صرف دہلی کی سیاحت تھا۔

ترک دنیا اور اختیار درویشی کے متعلق شاہ ظہور محمد کا بیان ہے کہ ''میرے دل میں اس کا ذرا بھی شوق نہ تھا۔ پیر و مرشد (شیخ فتح محمد) نے زبردستی مجھے دنیا سے الگ کیا اور میرے دل میں شوق پیدا کر کے مجھے عالم درویشی میں لائے۔ اور لذت فقر سے آشنا کیا'' (ص ۱۷۱)

اوپر کی سطور میں ذکر آچکا ہے کہ شاہ ظہور محمد نے سپاہ گری کا پیشہ اختیار کیا تھا جسے ان کے والد نے جو ان کے پیر و مرشد بھی تھے، چھڑا دیا تھا۔ اس کے بعد ذریعہ معاش کا معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ ان کی پریشاں حالی، افلاس اور اس کے بعد خوش حالی اور بادشاہ وقت کے تعلقات کا پتہ ذیل کے واقعہ سے چلتا ہے۔ بقول مولف شاہ ظہور محمد نے ارشاد فرمایا کہ:

'حضرت پیر و مرشد نے اپنی وفات سے دو سال پہلے فقیر کو خرقۂ سجادگی عنایت فرما دیا تھا اور مجھ کو اہل و عیال کے ہمراہ خانقاہ میں چھوڑ کر خود مع متعلقین دریائے گنگا کے پار اپنے آبائی وطن رسول پور جا کر مقیم ہو گئے تھے۔ کبھی کبھی بطور مہمان تشریف لاتے تھے اور چند روز قیام کر کے واپس چلے جاتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ اس کی دکان ہے، میں تو مہمان ہوں۔ ادھر اپنا حال یہ تھا کہ صرف توکل پر کام چل رہا تھا۔ ایک پیسہ کی بھی مستقل آمدنی نہ تھی۔ کبھی کبھار اگر پیر و مرشد کو کچھ میسر ہوتا تھا تو فقیر کی خبر گیری کرتے تھے اور کبھی کبھی تین چار پیسے بھیجتے تھے۔ فقیر کو کبھی خشک روٹی، کبھی جو کی روٹی نصیب ہوتی تھی۔ اور کبھی ہم سب صرف بے نمک کا ساگ کھاتے تھے۔ اکثر فاقہ ہوتا تھا دس سال تک مع متعلقین اسی طرح گزر بسر ہوتی تھی اور پیر و مرشد کی توجہ سے استقامت حاصل تھی۔ مدت مذکورہ کے بعد آں حضرت کی زبان کی تاثیر کے سبب اور خدا کے فضل سے نواب عمدۃ الملک امیر خاں مرحوم معتقد ہو گیا اور الہ آباد میں اپنے قیام کی مدت تک اکثر نذر و نیاز بھیجتا رہا.... جب وہ دہلی گیا تو فقیر کو بھی اپنے ساتھ دہلی لے گیا.... کچھ مدت کے بعد میں نے رخصت چاہی تو نواب نے کچھ روز مزید قیام کے لیے اصرار کیا۔ اور مجھے اطلاع کیے بغیر محمد شاہ بادشاہ سے میری خوب تعریف کر کے بادشاہ کو میرا مشتاق بنا دیا اور ملاقات کا وقت مقرر کرا دیا۔ مجھے اس امر کی کوئی خبر نہ تھی۔

میں نے چند روز بعد پھر رخصت کی اجازت کے لیے رقعہ لکھا۔ نواب نے جواب دیا کہ میں خود آرہا ہوں اور خود آ کر فقیر کو محمد شاہ کے پاس لے جاکر ملازم رکھا دیا۔ بارہ سو روپیہ خرچ کے لیے مع ایک گاؤں بادشاہ سے درخواست کر کے مجھے لا دیے۔[۴] (ص ۱۸۹، ۱۹۰)

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ظہور محمد کو آخر میں نوابوں اور خود بادشاہ کا تقرب حاصل ہو گیا تھا۔ اور جاگیر بھی مل گئی تھی۔ ان کے مریدوں میں میاں بدی (بدیع ؟) اور میاں شرف الدین عظیم آبادی کے نام ملتے ہیں۔ کتاب سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شاہ ظہور محمد کے ایک صاحبزادہ علی امجد تھے جو شاہ ظہور محمد کی وفات کے تیسرے روز فقرا و امرا کے مجمع میں اپنے باپ کے جانشین تسلیم کیے گئے۔

شاہ ظہور محمد کی وفات ۴ شعبان ۱۱۶۵/۱۷۵۲ء کو واقع ہوئی۔ مولف نے اس کو اس طرح نظم کیا ہے ؎

ظہور اللہ در ذات خدا شد — ولی کامل ازیں عالم جدا شد
چہارم ماہ شعبان بود کیں غم — کہ گویا بر مریدان کربلا شد
چو پرسیدم ز ہاتف سال تعریف — ندا از غیب شد "نور خدا شد"
۱۱۶۵ھ

اس کتاب کو مرتب نے مندرجہ ذیل ۲۷ "بیان" (ابواب) پر تقسیم کیا ہے۔

۱۔ توبہ و استغفار، ۲۔ مذمت دنیا، ۳۔ ترک دنیا، ۴۔ اسلام و ایمان و احسان از روی حدیث، ۵۔ مذاہب، ۶۔ اوصاف بیعت، ۷۔ اوصاف پیر، ۸۔ طریق بیعت، ۹۔ خدمت و حضوری بہ پیر، ۱۰۔ آداب پیر، ۱۱۔ یقین و اعتماد با پیر ۱۲۔ فوائد کہ از سیر بہ مرید می رسد، ۱۳۔ احوال مرید، ۱۴۔ اعمال ظاہر، ۱۵۔ ادعیہ قضائی حاجات و تعویذات رفع علل و بلیات، ۱۶۔ اذکار و اشغال، ۱۷۔ مجاہدہ و محاسبہ و نفی خاطر، ۱۸۔ تصور برزخ، ۱۹۔ معرفت دل و کشف قبور وغیرہ، ۲۰۔ معرفت مراتب ذات و صفات و ظہور صفات و مشاہدۂ ذات، ۲۱۔ عشق، ۲۲۔ سماع، ۲۳۔ شطحیات، ۲۴۔ اوصاف درویش، ۲۵۔ گذران فقرا، ۲۶۔ قدری احوال بعضی از بزرگان، ۲۷۔ متفرقات۔

جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے۔ کتاب کا مرتب چنداں خوش سواد نہیں معلوم ہوتا، تاہم اس نے از راہ عقیدت اپنے مرشد کے ملفوظات کا یہ مجموعہ ترتیب دے کر ہند فارسی صوفیانہ ذخیرہ میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے، یہ مجموعہ جیسا کہ اس کے مضامین کی فہرست سے اندازہ کیا جا سکتا ہے ایسے اکثر مضامین پر حاوی ہے جو بالعموم صوفیا کی تحریر و تقریر کا موضوع رہے ہیں۔ اس لحاظ سے تصوف کی کم کتابیں ایسی ہیں جو اس طرح جامع انداز میں ترتیب دی گئی ہوں۔

کتاب میں جا بجا آیات قرآنیہ، احادیث قدسیہ، واقعات صوفیا سے استدلال کیا گیا ہے۔ لیکن طرز استدلال وہی ہے جو عام طور پر سادہ لوح صوفیا استعمال کرتے رہے ہیں۔ کہیں کہیں صاحب ملفوظات کے حوالے سے اس دور

کے بعض نوابین اور امرا کا ذکر آگیا ہے، جس سے اس عہد کے امرا کے کردار اور ان کے صوفیا سے تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ بمثال کے طور پر ایک جگہ مرتب لکھتا ہے کہ شاہ ظہور محمد نے ارشاد فرمایا کہ:

"دیوان حسن خاں کے گھر فجر کی نماز کے بعد کھانے کا قاعدہ تھا۔ اور شام کو دو روٹی اور دال لوگوں کو دی جاتی تھی۔ نواب صاحب خود بھی یہی کھاتے تھے۔ بعض دنوں میں کھانے کا وقت تہجد کے بعد مقرر ہوتا تھا اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ دن میں صرف ایک مرتبہ زوال کے وقت کھانا کھاتے تھے۔ اور اس کے علاوہ کچھ نہیں کھاتے تھے۔ اور تمام رات عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ درآں حالیکہ نواب صاحب کے گھر میں ہر وقت کھانا تیار رہتا تھا۔ اور جس وقت بھی کوئی درویش ان کے گھر پہنچتا تھا اس کو کھانا کھلاتے تھے۔ (ص ۲۳۳)

ملفوظات کی کتب میں بالعموم تاریخوں کا التزام ہوتا ہے۔ لیکن حلوای ظہور میں نہ کہیں کسی واقعہ کی تاریخ مذکور ہے اور نہ ملفوظات کی تاریخیں ضبط کی گئی ہیں۔ البتہ ہر نئی بات لکھنے سے پہلے مرتب نے "ارشاد شد" کے الفاظ استعمال کیے ہیں جو اس طرح کی بعض دوسری کتب میں بھی ملتے ہیں۔ اور گو کہ مرتب نے ۲۰ عنوانات کے تحت ایک ایک موضوع سے متعلق اقوال یکجا لکھنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن پھر بھی کتاب کے بیانات منتشر ہیں۔ اور ایک موضوع کے ذیل میں دوسری غیر متعلق باتیں بھی شامل ہو گئی ہیں۔ کتاب کا اسلوب زبان و بیان اور معیار انیس الارواح اور راحت القلوب کے مرتبہ کو بہر حال نہیں پہنچتا اور بحیثیت مجموعی یہ ایک اوسط درجہ کا مجموعہ ملفوظات ہے، اور یہ بات اعتماد سے کہی جا سکتی ہے کہ اس میں شاہ ظہور محمد کے اقوال سے زیادہ مرتب کتاب شاہ نور محمد کی خوش عقیدگی اور مضمون آفرینی کی کرشمہ کاریاں شامل ہیں۔ اور تصوف کی کتاب میں یہ بات ستحسن نہیں سمجھی ہے۔

بظاہر یہ اس کتاب کا واحد نسخہ معلوم ہوتا ہے اور شاہ ظہور محمد کے سلسلے کے صوفیائے کرام کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ کتاب کا نام تاریخی "حلوای ظہور" ہے۔ جس سے ۱۱۶۶ عدد برآمد ہوتے ہیں جو کتاب کی تالیف کے اختتام کا سال ہے۔ مرتب نے اس کو نظم میں اس طرح لکھا ہے۔

گشت ایں مضمون چوں حلوای شیر   ہر کہ بیند او شود روشن ضمیر
شد تمام الفاظ انحضرت زنور   گفت ہاتف سال او حلوا ظہور

مخطوط میں "حلوا ظہور" لکھا ہے، جو بظاہر کاتب کی بے توجہی کا نتیجہ ہے کیوں کہ اس صورت میں اس سے صرف ۱۱۵۶ عدد برآمد ہوں گے جب کہ مرتب کی تصریح کے مطابق ۱۱۶۶ھ میں یہ کتاب مکمل ہوئی ہے۔ غالباً مرتب نے یہ مصرعہ یوں لکھا ہوگا۔ "گفت ہاتف سال 'حلوای ظہور'"

صفحات کی تعداد ڈھائی سو ہے نسخہ راقم الحروف کے ایک بزرگ "رفیع الدین خاں" کی ۱۲۹۹ھ کی دہنی لکھی ہوئی ہیں۔

باقر الانوار و مرادات الاسرار

دیباچہ سے ظاہر ہے کہ مولف رسالہ سید اکبر بن سید حامد قتال مشہور بزرگ سید باقر بن عثمان بخاری کے فیض یافتہ ہیں۔ جن کا تعلق مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کی اولاد سے ہے۔ رسالہ سے سید باقر کی تصانیف جواہر البخاری، شمس الانوار، اکبر جلالی کا پتہ ملتا ہے۔

یہ مجموعہ "اللہ الصمد" کی فضیلت میں ہے، جسے مؤلف نے برائے افادہ عام جمع کیا ہے۔ ۲۷ ابواب پر مشتمل اس مختصر فارسی رسالہ میں اسم "اللہ الصمد" پڑھنے کی مختلف ترکیبوں اور فضیلتوں کا بیان ہے۔ ان سے جو دینی و دنیوی فوائد اور برکات ظہور میں آتے ہیں انہیں بھی درج کیا ہے۔ مثلاً اس کے پڑھنے سے جمال رسالت پناہ، کشف قبور، اجابت دعا، تسخیر خلائق اور دوسری حاجات حاصل ہوتی ہیں۔

اس رسالہ میں سید باقر کی کتاب باقر الانوار و اسرار الذات کا ذکر ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید اکبر نے اپنے رسالہ کا نام اس سے مستعار لیا ہے سنہ کتابت موجود نہیں ہے۔

بابر ۱۲۹ دری

مرآۃ العاشقین

محمد وفا کی اس تالیف سے مطلب یہ ہے کہ طالب اپنی ذات کو خدا سے جدا نہ سمجھے۔ جوہر عشق اور خدا کی ذات میں فنائیت یہی عرفان ہے۔ ابلیس کو جوہر عقل حاصل تھا۔ اس نے حکم رب العزت سے انکار کیا۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ اگر اس کو عرفان حاصل ہوتا تو حضرت آدم میں اسے دوسرا دکھائی نہ دیتا۔ آیت نفخت فیہ من الروحی۔ یہ دو جوہر ہر آدمی میں موجود ہوتے ہیں۔ بعض غفلت سے فراموش کر دیتے ہیں اور بعض کو اس کے فضل سے مقصود حاصل ہوتا ہے۔ حضرت یعقوب کے اندر جوہر عشق موجود تھا۔ حضرت یوسف نے انھیں اپنے لیے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ حضرت یعقوب اور ابلیس کے قصہ میں یہ فرق ظاہر ہے۔ اگر دل خودی کے غبار سے پاک ہے تو حقیقت آدم جاننے میں اسے دیر نہیں لگتی۔ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ عارفوں پر یہ عیاں ہے خلقت العالم لکم و خلقتکم لی پورے رسالہ میں یہی مضمون دلکش پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔

صحائف المعرفت

ایک مقدمہ، تین صحیفہ، دس فصل اور دس وصل پر مشتمل ابو عبداللہ عبدالرزاق بن احمد نے اس رسالہ میں فردوس المواعظ، درس الشریعۃ، تفسیر حقائق جیسی کتابوں کے علاوہ ابو بکر شبلی، خواجہ سری سقطی، ابو سعید، فضیل بن عیاض

جیسے مشائخ واتقیا کے حوالے اور فرمودات پیش کیے ہیں۔

فرائض پنجگانہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد کے اہتمام، اصحاب مجاہدات کے طریقوں، توبہ، توکل، قناعت، صبر و رضا، آداب و شرائط ذکر، فضیلت صدقہ، طریق توجہ، مراقبہ، شرائط مرید وغیرہ موضوعات پر لکھا ہے۔ کتابت بروز جمعہ ۲۶ رمضان ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء۔

رسالۂ تصوف

میر سید محمد عرف سید شمس الحق قادری دہلوی ابن سید عباد اللہ بلخی ابن سید یعقوب بلخی سلسلہ مارہرہ کے خلفاء میں ہیں۔ سلسلہ اس طرح ہے شمس الحق قادری عن شاہ محمد غوث عن سید شاہ آل احمد مارہروی اچھے صاحب (۱۱۶۰-۱۲۳۵ھ) عن سید شاہ حمزہ مارہروی (۱۱۳۱-۱۱۹۸ھ) عن سید شاہ آل محمد مارہروی (۱۱۱۱-۱۱۶۴ھ) عن سید شاہ برکت اللہ (۱۰۷۰-۱۱۴۲ھ)

رسالہ میں اشتغال مراقبہ، پاس انفاس قادریہ، پاس خواجگان چشت کو بیان کیا ہے۔ مراقبہ کی چار صورتیں تحریر کی ہیں جن سے کشف القلوب، کشف القبور اور فنافی اللہ کا حصول ہوتا ہے۔ آخر میں اپنے سلسلہ کے بزرگوں کی فاتحہ کی تاریخیں اور شجرہ قادریہ مرقوم ہیں۔ اس رسالہ کے ساتھ ایک اور رسالہ ناقص الطرفین مجلد ہے۔ اس میں تقریباً ڈیڑھ سو صفحات میں مختلف تعویذ اور نقش تحریر ہیں۔

نگارستان مسلمان

شاہ محمد شعیب (۱۱۳۸-۱۲۱۱ھ/۱۷۲۵-۹۶ء) ابن شیخ عبدالواحد (وفات ۱۱۴۱ھ/۱۷۲۸ء) ابوالعلائی سلسلہ کے صاحب نسبت و کمال بزرگ ہیں۔ تجارہ ریاست الور میں ان کی خانقاہ مصدر فیوض و برکات تھی۔ ان کی کتابیں مثلاً اذکار الابرار، احوال الاخیار (یہ خود نوشت سوانح بھی ہے) تصوف و عرفان کا گنجینہ ہیں۔ مثنوی توصیف تجارہ بھی ان کی تصنیف ہے۔ میر مسلمان میاں محمد شعیب کے فاضل استاد ہیں۔ یہ عالم ربانی اور شیخ وقت تھے۔ ان کے مکتوبات و رقعات میاں شعیب نے اپنے صاحبزادہ (شاہ محمد یونسؒ) کی تعلیم کے لیے مرتب کیے ہیں تاکہ کمالات صوری و معنوی اور فوائد دینی و دنیوی حاصل ہوں۔

میر مسلمان (وفات ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء) بن عبدالغنی خاں (وفات ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۸ء) بن عبدالرحیم خاں باشندگان دہلی میں عزت و حرمت میں مشہور تھے۔ ان کے دادا عبدالرحیم خاں کا شمار عالمگیر کے مقربین و معتمدین میں تھا۔ وقت مجرای و سلام شرف ہمکلامی حاصل ہوتا تھا۔ عالمگیر نے ایک رقعہ میں ان کے پسران کے بارے میں

عنایت اللہ خاں کو حکم دیا ہے کہ ان کا خاص خیال رکھا ئے۔

نسخہ کی اہمیت یہ ہے کہ یہ خود شاہ محمد شعیب کے دست مبارک کا رقم کردہ ہے۔

تحفۃ القادریہ

شاہ ابو المعالی قادری کا نسبی تعلق سادات کرمان سے ہے۔ ان کے جد امجد سید فیض اللہ ۷۹۶ھ/۱۳۹۳ء میں ہندوستان آئے اور اوچ میں قیام کیا۔ شاہ ابو المعالی ۹۶۰ھ/۱۵۵۲ء کو شیر گڑھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ داؤد سے بیعت و خلافت پائی۔ ۱۶ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ/۱۶۱۵ء میں لاہور میں انتقال کیا۔

باغ ارم، زعفران زار، مونس جان ان کی تصانیف میں ہیں۔ صاحب دیوان شاعر تھے ان کی کتاب تحفۃ القادریہ سوانح شیخ عبد القادر میں ایک مستند کتاب ہے۔ یہ ۲۱ ابواب پر مشتمل ہے۔ آخری باب حضرت کی اولاد کے ذکر میں ہے۔

کتابت ۱۱۴۱ھ/۱۷۲۸ء، کاتب عبد الشکور۔

مناقب غوثیہ

شیخ عبد القادر جیلانی کے حالات و مناقب میں محمد صادق شہابی کی اہم کتاب ہے۔ یہ ۹۲ منقبتوں پر مبنی ہے۔

وہب زبیر

یہ رسالہ مشائخ کبار کے طریقوں سے ثابت اذکار، اشغال، مراقبات، تصورات اور مشاہدات کی اقسام کے بیان میں ہے۔ اس میں تین فصلیں ہیں۔ فصل اول در اذکار و اشغال، فصل دوم در مراقبات و مشاہدات و تصورات وغیرہ، فصل سوم در بیان لطائف ستہ۔ اس فصل میں بہت سے وہب ہیں۔

سلسلہ مجددیہ و نقشبندیہ کی تعلیمات و ہدایات کے سلسلہ کی ۱۱۸ صفحات کی نہایت اہم تصنیف ہے۔ خواجہ محمد زبیر خواجہ محمد نقشبند ثانی کے پوتے ہیں۔ نقشبند ثانی خواجہ محمد معصوم کے صاحبزادہ اور حضرت مجدد الف ثانی کے پوتے تھے۔ یہ رسالہ خواجہ محمد زبیر کے مرید قطب الدین محمد اشرف سرہندی نے ۱۱۷۲ھ/۱۷۶۰ء میں مرتب کیا ہے۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ اور رضا لائبریری رامپور میں بھی اس کے نسخے موجود ہیں۔

رسالہ شاہ غلام علی

عبد اللہ علوی بٹالوی معروف بہ شاہ غلام علی (وفات ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء) دہلی میں سلسلہ مجددیہ کے شیخ وقت تھے۔ ان کے ذریعہ اس سلسلہ کو نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر میں بھی غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔ اس عہد کے خانوادہ مجددیہ کے اراکین مثلاً شاہ ابو سعید، شاہ احمد سعید اور شاہ رؤف احمد رافت سب ان سے شرف بیعت و خلافت رکھتے تھے۔

ہزاروں مریدوں کی اصلاح و تعلیم باطن کے علاوہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ قائم تھا۔ متعدد رسالے ان کی یادگار ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی (وفات ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جو اعتراضات کئے ہیں، اس رسالہ میں ان کا جواب دیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ ان سے جو کلمات منسوب ہیں وہ قطعی طور پر بے اصل ہیں اور ان کی طرف ان کی نسبت غلط ہے۔ یہ رسالہ پانچ فصلوں پر مشتمل ہے۔

ملفوظات شاہ عبدالرحمٰن

شاہ عبدالرحمٰن حضرت شاہ غلام علی کے اجل خلفا میں ہیں۔ شاہجہاں پور کے مشہور پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء میں وصال ہوا۔

ان کے نواسہ شاہ عبدالغفور جانشین ہوئے۔ شاہ عبدالغفور کے صاحبزادہ حکیم عبدالقادر خاں (مجربات قادری) اور حکیم عبدالقادر خاں کے پوتے حکیم عبدالمقتدر خاں دونوں ریاست بھوپال میں افسر الاطبا رہے۔ اور بحیثیت طبیب وہاں امتیاز پیدا کیا۔ اس خاندان کے ایک رکن محبی حکیم عبدالقوی خاں کی عنایت سے مجھے یہ نسخہ حاصل ہوا ہے۔

غلام حیدر کے مرتبہ ان ملفوظات میں اتباع رسول پر خاص زور دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ حصول محبت الٰہی و رضائے حق رسول مقبول کی اتباع پر موقوف ہے۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ حضرت شاہ غلام علی کے فرمودات اور ان کے بعض واقعات کے علاوہ مجددی سلسلہ کے بعض دوسرے بزرگوں کے اقوال بھی مذکور ہیں۔

مجموعہ ادعیہ ماثورہ (شاہ رؤف احمد رافت)

شاہ رؤف احمد رافت مجددی نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ کبار میں ہیں۔ انھیں نہ صرف روحانی بلکہ نسبی طور پر بھی مجدد صاحب سے شرف انتساب حاصل ہے۔ ۱۸۲۳ء میں اپنے مرشد شاہ غلام علی کی حسب ہدایت رامپور سے بعہد نواب قدسیہ بیگم بھوپال منتقل ہوئے۔ نواب قدسیہ بیگم، نواب جہانگیر محمد خاں اور امراء ریاست کے علاوہ بڑی تعداد میں لوگوں نے ان سے بیعت اور استفادہ باطنی کیا۔ وہاں ان کے ذریعہ مجددی سلسلہ کی خانقاہ کا قیام عمل میں آیا۔ وہ آج بھی مرکز رشد و ہدایت ہے۔ ان کے جانشینوں میں شاہ خطیب احمد، شاہ ابو احمد، شاہ محمد یعقوب سب بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔

شاہ رؤف احمد کی کتابوں میں در المعارف (فارسی) شاہ غلام علی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے (مطبوعہ) جواہر علویہ (فارسی) شاہ غلام علی کے حالات میں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے۔ تفسیر رؤفی (مطبوعہ اردو) ارکان الاسلام (مطبوعہ) سلوک العارفین، مراتب الوصول کے علاوہ سنٹرل لائبریری بھوپال میں رسالہ معراج نامہ (۱۸۴۳ء) مولود شریف (۱۸۴۳ء) دیوان رافت، کلیات رافت، مثنوی یوسف زلیخا، مثنوی سراپا سوز (قصہ یہودی) فقہ ہندی (منظوم) کے خطی نسخے

محفوظ ہیں۔ رضا لائبریری رامپور کے علاوہ خانقاہ مجدیہ بھوپال میں بھی ان کی متعدد کتابیں موجود ہیں۔ رافت کو شاعری میں جرأت سے تلمذ تھا۔ نساخ نے ان کے سات دیوانوں کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۵ ذی قعدہ ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء دوران سفر حج رحلت کی۔ عبد الغفور نساخ نے قطعہ تاریخ کہا ہے ؎

رافت آں قبلۂ ارباب کمال ۔۔۔ از جہاں رفت بسوئے جنت

بہر تاریخ رحلتش نساخ ۔۔۔ شد رقم ۔ قدوۂ جنت رافت

۱۲۳۹ھ

پیش نظر مخطوطہ میں مخصوص نمازوں مثلاً صلوٰۃ تہجد، صلوٰۃ اوابین، صلوٰۃ قیام اللیل، صلوٰۃ تحیۃ المسجد، صلوٰۃ التسبیح وغیرہ کے علاوہ مختلف مواقع کی مسنون دعائیں تحریر ہیں۔ کاتب محمد حبیب اللہ بن مرتضیٰ مقام مدراس کتابت ۱۲۲۷ھ۔

شجرہ سلسلہ رفاعیہ

نواب حافظ محمد ناصر خاں فاروقی ابن نواب خیر الدین خاں کا رفاعی سلسلہ سے تعلق تھا۔ سید احمد کبیر رفاعی حسنی موسوی اس سلسلہ کے سرخیل تھے۔ حافظ محمد ناصر خاں شاہ حیدر علی رفاعی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اس رسالہ میں سید احمد کبیر کا نسبی شجرہ بھی تحریر ہے۔

اس رسالہ کے ساتھ دوسرا رسالہ در طریق و سلوک سید احمد کبیر رفاعی بھی ہے۔ آخر میں نواب حافظ محمد ناصر خاں کا سلسلہ نسب درج ہے جو حضرت عمر فاروق پر منتہی ہوتا ہے۔ پورا مجموعہ ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ غرہ رجب ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۸ء کو اس کی تکمیل ہوئی ہے اس پر غلام نقشبند کی ۱۲۱۹ھ اور غلام محی الدین کی ۱۲۲۱ھ کی مہریں ہیں۔ موخر الذکر کو حافظ محمد ناصر خاں سے بعض اعمال کی اجازت تھی۔

شجرات حافظ محمد ناصر بہادر

حافظ محمد ناصر خاں کو مختلف سلسلوں میں مختلف بزرگوں سے خلافت عطا ہوئی تھی۔ اس رسالہ میں یہ اجازت نامے جمع کیے گئے ہیں۔ ایک خلافت نامہ سید ابو اللیث بن سید ابو سعید حسن حسینی ابن سید محمد ضیا نقشبندی رائے بریلوی کا ہے۔ اس پر سید محمد ابو اللیث حسن کی ۱۲۰۰ھ کی مہر ہے۔

دوسرا خلافت نامہ شاہ کریم اللہ ابن خواجہ نعمت اللہ صدیقی کا ہے۔ شاہ کریم اللہ کی طرف سے قادری، نقشبندی، سہروردی، کبروی، مداری، چشتی سلسلوں میں الگ الگ سندیں عطا کی گئی ہیں۔ شروع اور آخر صفحات میں شاہ کریم اللہ کی ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۱ء کی مہریں لگی ہوئی ہیں۔ شاہ کریم اللہ کا سلسلہ اس طرح ہے۔ شاہ کریم اللہ عن شاہ عبد الوہاب عن شاہ قطب الدین عن محمد اشرف سید حسین مدنی عن خواجہ محمد زبیر مجددی (بن ابو العلی) عن جدخود۔

شاہ کریم اللہ کے اجازت ناموں کے صفحات کی تعداد ۱۲ ہے۔ سید عبدالرحمٰن بن سید فیض اللہ قادری سجادہ نشین بغداد کا عطا کردہ قادری سلسلہ کا اجازت نامہ بھی شامل ہے جو ۱۲۰۹ھ کو حافظ محمد ناصر کو دیا گیا ہے۔ اس کے نیچے شاہ کریم اللہ کی مہر ہے۔ سید عبدالرحمٰن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے اخلاف میں تھے۔

رسالہ شاہ کریم اللہ

اس رسالہ میں انھوں نے بتلایا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی معرفت چھ اصولوں پر موقوف ہے ایک مقام تلقین عہدی، دوسرا مقام ادب، تیسرا استقامت، چوتھا مشاہدہ، پانچواں عزلت، چھٹا زہد۔ طریقہ قادریہ کی اساس و بنیاد میں یہ چھ اصول کار فرما ہیں جن پر عمل پیرا ہوکر سالک کو معرفت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد حافظ ناصر خاں کو طریقہ قادریہ میں منسلک کرتے ہوئے انھوں نے اوپر تک سلسلہ کے بزرگوں کے نام تحریر کیے ہیں۔ آخر میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی وصیت درج ہے۔ عربی عبارت کے ساتھ اس کا فارسی ترجمہ بھی نقل کیا گیا ہے۔ دونوں عبارتیں عمدہ خط نسخ و خط نستعلیق میں لکھی ہوئی ہیں۔ صفحات کی تعداد ۲۶ ہے۔

رسالہ تصوف

عالمگیر کے عہد کی تصنیف ہے۔ مقدمہ میں القاب و آداب کے ساتھ اس کا نام لیا گیا ہے۔ انیس نصیحتوں کے بعد لکھا ہے کہ سالک کو تصفیہ و تزکیہ میں مشغول رہنا چاہیے اور یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ کے اسماء سے حاصل ہوتی ہیں۔ اس کے بعد طالبان صلاح و تقویٰ کے لیے اوراد و وظائف بیان کیے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا تذکرہ، ان کے اقوال اور ارشاد کردہ وظائف خاص طور پر مذکور ہیں۔ جس سے مولف کی قادری نسبت پر روشنی پڑتی ہے۔ پوری کتاب میں سالک کو ہدایات دی گئی، نماز اور دوسری عبادتوں کی ادائیگی کی تلقین اور مخصوص اعمال کی انجام دہی کا شوق دلایا گیا ہے۔ راقم کے خاندانی ذخیرہ کی کتاب ہے۔ جد محترم حکیم سید کرم حسین کے قلم سے جگہ جگہ حواشی تحریر ہیں۔

رسالہ در تصوف

اس رسالہ میں مطابقت بر اعمال اور مطابقت بر اخلاق پر زور دیتے ہوئے استقامت کو شیوہ سلف کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ اذکار کے لیے ملازمت ضروری ہے۔ مختلف ادعیہ و اذکار مثلاً صبح کی دعا، گھر سے مسجد جاتے وقت کی دعا، دوسرے اوقات کی دعائیں، مختلف نفل نمازیں، نماز کے بعد کے اذکار، ورد حفظ الایمان بعد ہر نماز، استخارہ

درود آداب قضائے حاجت وغیرہ پر اچھے انداز میں لکھا ہے۔ ۱۱۲ صفحات میں نسخہ ناقص الآخر ہے۔

علامات امام مہدی (علی بن حسام الدین متقی)

ظہور مہدی کا تعلق خالص شیعی عقائد سے ہے۔ اہل سنت کے پاس بھی اس سے متعلق روایات ملتی ہیں۔ اگرچہ وہ شیعی ظہور مہدی سے مختلف تصورات کی حامل ہیں لیکن بنیادی طور پر ان کا تعلق اہل تشیع کی روایات میں سے ہے۔

ظہور مہدی کو قرب قیامت کی نشانیوں میں سے سمجھا گیا ہے۔ چار مختلف فصلوں کے اس رسالہ میں جس کے مؤلف علی بن حسام الدین ہیں' ان علامات و نشانیوں کو بیان کیا گیا ہے جو امام مہدی کے بارے میں احادیث و آثار میں مذکور ہیں۔ نور الدین علی بن حسام الدین معروف بہ علی متقی وفات ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ء برہان پور کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان میں سلسلہ شاذلیہ کے مشہور بزرگوں میں شمار ہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

علامات امام مہدی کا ایک نسخہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بھی ہے۔

رسالہ در احوال خواجہ معین الدین

مختصر فارسی رسالہ ہے۔ سیر العارفین' انیس الارواح' راحت القلوب اس کے خاص مآخذ ہیں۔ ان کتابوں کی روشنی میں نہ صرف خواجہ معین الدین چشتی کے حالات درج کیے ہیں۔ بلکہ خواجہ بزرگ کے اقوال اور ان کی معارف پرور باتیں بھی اس میں آگئی ہیں۔

۷ صفر ۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۴ء موافق ۱۶ جلوس شاہ عالم اس کی کتابت ہوئی ہے۔

رسالہ در احوال خواجہ شمس الدین ترک

خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی کے شمائل و مناقب میں چند صفحے کا رسالہ ہے۔ اس کی کتابت بھی اسی قلم سے ہے جس قلم سے درج بالا رسالہ ۱۱۸۸ھ میں لکھا گیا ہے۔

کشف القناع در بیان اباحۃ سماع

شیخ فاضل ابوالخیر محمد سالم بن سلام اللہ بن شیخ الاسلام حنفی بخاری دہلوی شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد سے ہیں۔ اساتذہ وقت سے درسیات کی تکمیل کی۔ حج بیت اللہ اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ شاہ علی حکیم کے مرید و خلیفہ تھے مشہور چشتی بزرگ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی سے دو واسطوں سے سلسلہ قائم ہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ راقم کے ذخیرہ میں ان کی گیارہ کتابیں محفوظ ہیں۔ جن میں ایک رسالہ در بیان عقیقہ بھی ہے۔ ان کے علاوہ ان کی دو کتابوں ترجمہ حزب البحر اور نور الایمان کے نام بھی ملتے ہیں۔

ترجمۃ الخواطر عبقات اور مرآۃ الحقائق میں ان کا ذکر ہے۔ ان کی تصانیف میں اصول الایمان ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء میں مصنف کی حیات میں طبع ہوئی ہے۔

کشف القناع ایک مختصر رسالہ ہے یہ مقدمہ، خاتمہ اور چار فصل پر مشتمل ہے، مقدمہ کے مطابق مسئلہ سماع جس طرح علماء کے ہاں مختلف فیہ ہے اسی طرح صوفیاء کے ہاں بھی اس سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض اس کی حرمت اور کراہیت کے قائل ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ جواز کے دائرہ میں آتا ہے۔ بعض توقف کرتے ہیں۔ مؤلف سماع کے قائل ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں کہ عقل کی روشنی سماع کا جواز پیش کرتی ہے۔ سماع صوت حسن سے عبارت ہے اور جس طرح باصرہ کے لیے خوبصورت شکلوں کا دیکھنا، شامہ کے لیے خوشبوؤں کا سونگھنا، ذائقہ کے لیے لذات مرغوبہ کا کھانا اور لامسہ کے لیے ملائم و نرم اشیاء کا چھونا درست ہے تو سامعہ نے کیا قصور کیا ہے کہ اس کے لیے صوت حسن کی ممانعت کی جائے۔ اباحت سماع پر انھوں نے اس آیت سے استنباط کیا ہے الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ہداہم اللہ واولئک ہم اولوا الالباب ———— اسی طرح انھوں نے متعدد احادیث پیش کی ہیں کہ جب آنحضرت کے سامنے گانا گایا گیا تو آپ نے اسے منع نہیں فرمایا۔

مؤلف نے غنا کی تین قسمیں بتائی ہیں۔ غناء سادہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اکثر علماء اس کے جواز کے قائل ہیں اور صحابہ کی ایک جماعت مثلاً حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت ابو عبیدہ ابن جراحؓ حسان بن ثابتؓ مغیرہ بن شعبہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ اسی طرح تابعین اور فقہاء امت اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ قسم دوم غنا بآلات مثلاً دف، طبول، طبل وغیرہ۔ علماء مالکیہ کہتے ہیں کہ نکاح کا اعلان دف کے ذریعہ سنت ہے۔ بعض علماء نے اس کی حرمت کا بھی لکھا ہے۔ قسم سوم غناء بالمزامیر علماء مشہور اور مذاہب ائمہ اربعہ میں اس کی حرمت ہے۔

نور الابصار (محمد سالم)

مؤلف رسالہ محمد سالم نے اپنے مختلف سلسلے اور شجرہ ہائے طریقت تحریر کیے ہیں۔ ان شجروں کے پڑھنے سے بزرگان سلسلہ سے ربط و محبت اور ذوق و شوق کی خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس رسالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد سالم شیخ علی حکیم کے مرید وخلیفہ تھے۔ یہ شیخ علی حکیم الشیخ حامد سعید کے اور وہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کے خلیفہ تھے۔ اس طرح دو واسطوں سے ان کا تعلق سلسلۂ چشتیہ کے مشہور بزرگ کلیم اللہ جہان آبادی (وفات ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء) سے ہے۔

حسن العقیدۃ محمد سالم

اس رسالہ میں ان عقائد کا ذکر ہے جو ایک مسلمان کے لیے نہایت ضروری اور لازمی ہیں۔ ان پر اعتقاد کی

دو نوعیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان کی عدم واقفیت اور ان میں کمی ایمان کے لیے خطرہ ہے، جیسے معرفت خدا و ندی و رسالت و امور معاد۔ دوسری قسم یہ کہ ان سے عدم واقفیت ایمان میں ضرر کا باعث نہیں ہوتی مثلاً ملائکہ پر انبیا کی فضیلت رسالہ میں جن عقائد سے گفتگو کی گئی ہے ان کا زیادہ تعلق خواص اور اہل تصوف سے ہے مثلاً عالم حادث ہے۔ ہر شے فانی ہے۔ بقا صرف ذات باری کو ہے۔ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ آنحضرت کے بعد ابوبکر صدیق کا اثبات خلافت نص صریح اور حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ چاروں خلفا علی الترتیب خلیفہ برحق ہیں اور یہ عقیدہ اہل سنت کے یقینیات میں سے ہے۔ اگر انبیاء اخفاء حق کریں گے تو حق کا ظہور کہاں اور کیسے ہو سکے گا۔ دعا اگر حضوری قلب اور تضرع و زاری سے کی جائے تو ضرور مستجاب ہوگی۔ اسی طرح اور دوسرے اعتقادات تحریر کیے گئے ہیں۔

اس کی ترتیب میں تکمیل الایمان شیخ عبدالحق محدث، نقایہ شیخ جلال الدین سیوطی، شرح فقہ اکبر شیخ علی قاری کے علاوہ ضابطۃ العقائد شیخ عصمت اللہ سہارنپوری سے مدد لی گئی ہے۔

لطائف الاسرار (محمد سالم)

مؤلف نے اس رسالہ میں ان اعمال و تعویذات کو جمع کیا ہے جو انھیں اپنے شیخ شاہ علی حکیم اور سید عبدالوارث سے حاصل ہوئے ہیں۔ یہ دونوں بزرگ شیخ حامد سعید کے خلفاء میں ہیں۔ مؤلف کو سید عبدالوارث سے بھی استفادہ کا موقع ملا تھا اور یہ ان کے جد مادری بھی تھے۔ اس رسالہ میں فال کے طریقے بھی بیان کیے گئے ہیں۔

اس مجموعہ کا آخری رسالہ "بیان ضوابط سلاطین و ضوابط وزارت و دیگر مقصدیان اہل خدمت" سے متعلق ہے۔ اور یہ بروز چہارشنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۲۷ھ/۱۸۱۲ء کا مکتوبہ ہے۔

طریقۃ السلام (محمد سالم)

فضائل و آداب اولیاء و مشائخ اس رسالہ کا موضوع ہے۔ احادیث و اقوال علماء اور کتب معتبرہ کے ذریعہ ان کے فضائل و آداب پرکھا گیا ہے۔ بعض آیات قرآنی سے بھی استشہاد کیا گیا ہے۔ الذین آمنوا و کانوا یتقون لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرۃ۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

رسالہ دس فصل اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

درجات العلیٰ (محمد سالم)

علماء کے فضائل سے بے خبری اور غفلت سے متاثر ہو کر اس رسالہ میں عوام کو ان کے فضائل سے آگاہ کیا گیا ہے

اور اہل علم کے فضل و توقیر کو آیات و احادیث سے ثابت کیا ہے۔ رسالہ آٹھ وصلوں پر مشتمل ہے۔ اصول الایمان کے نام سے ان کا ایک رسالہ جو آنحضرت اور اہل بیت کی محبت کے بیان میں ہے طبع ہو چکا ہے۔ یہ رسالہ مقدمہ، پانچ فصل اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں رسالے کے ماخذ کا تذکرہ ہے۔ ان میں صواعق محرقہ ابن حجر مکی، تفسیر در منصور جلال الدین سیوطی جامع صغیر مناوی، مدارج النبوۃ، تکمیل الایمان، جامع البرکات عبد الحق محدث دہلوی، تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبد العزیز وغیرہ۔ اہل بیت میں حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کی محبت اور فضیلت اور خاتمہ میں سادات کی تعظیم و تکریم کو سعادت قرار دیا ہے۔

طریقہ سنیہ فی فضل الاصحاب ذوی المناقب العلیہ (محمد سالم)

فاضل ترین اصحاب اور بزرگترین احباب خلفاء اربعہ کے فضائل و مناقب کتب احادیث کی روشنی میں درج کیے گئے ہیں۔ آخر میں اہل بیت کے فضائل کا بھی اضافہ ہے۔ عام اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق اصحاب رسول اور اہل بیت دونوں سے محبت ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

یہ رسالہ برائے پاس خاطر مرزا یوسف بیگ عرف مرزا مینا بیگ لکھا گیا ہے اور یہ ایک مقدمہ چار وصل اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

●●

ڈاکٹر عبدالباری
شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

انس الابرار و طریق الاخیار

یہ عربی مخطوطہ چھٹی صدی ہجری کے مشہور زمانہ عربی ادیب و مورخ ابوالفرج ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ) کے صاحبزادے ابو عبداللہ محمد ابن ابی الفرج کی تصنیف ہے۔ کتاب مذکور کو مولانا آزاد لائبریری کے حبیب گنج کلکشن (مرقومہ ۲/۹۸) میں دیکھا جا سکتا ہے۔ سطور کی تعداد ۲۱ اور اوراق ۱۳۵ ہیں۔ عمر بن عثمان بن عمر العجمی نے خط نسخ میں ۷۴۳ھ میں اس کی کتابت کی ہے۔ سرورق پر ایک صوفی بزرگ محمد بن عمر البلاطی جو مسلکاً شافعی اور طریقت کے سلسلوں میں عقیلی تھے کی مہر اور دستخط مورخہ ۱۱۷۲ھ موجود ہے۔ انہی بزرگ کی ایک مختصر تحریر صفحہ ۲ کے حاشیے پر نظر آتی ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ کتاب ان کے ذاتی مطالعے میں رہی ہے اور ان کی ملکیت ہے۔

تصوف سے متعلق اس سیمینار کے موقع پر سید محمود حسن قیصر امروہوی صاحب نے مولانا آزاد لائبریری کے مخطوطات کی جزوی فہرست مرآۃ التصوف کے نام سے مرتب کی ہے اس میں صفحہ ۴۵ پر اس مخطوطے کو قدیم اور نادر کہا گیا ہے۔ لیکن مصنف کا نام ابن الجوزی کے صاحبزادے ابوعبداللہ محمد کی جگہ خود ابن الجوزی کو بتایا گیا ہے۔ یہی غلطی خود حبیب گنج کلکشن کے اودھ کیٹلاگ میں بھی پائی جاتی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ خود مخطوط ہٰذا کے سرورق پر کاتب نے مصنف کا نام ابوعبداللہ محمد لکھا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابن الجوزی کی تصنیفات میں اس کتاب کا کہیں ذکر نہیں ملتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ابن الجوزی کے انشا سے اس مخطوطے کی تحریر بہت حد تک جداگانہ ہے۔

تصوف کے فن پر عربی میں اور کسی عرب عالم کے ہاتھوں لکھے مخطوطات کی تعداد بہت زیادہ نہیں۔ خصوصیت سے فارسی مخطوطات کے مقابلے میں تو یہ تعداد اور بھی کم نظر آتی ہے۔ اس پس منظر میں ہندوستانی کتب خانوں اور ذاتی کلکشن کے ذخیرۂ کتب میں عربی مخطوطات کی گراں قدری کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

اس مخطوطے کا تعلق حبیب گنج کلکشن سے ہے جو صوفیائے کرام اور بزرگان دین سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب ذوق اور صاحب نظر عالم کا ذخیرہ ہے۔ اس کلکشن میں تصوف سے متعلق تقریباً ۲۴ عربی مخطوطات مذکور ہیں۔ ان میں سے چند بلاشبہ نادر ترین مخطوطات ہیں۔ "انس الابرار" بھی انہی نادر ترین مخطوطوں میں سے ایک ہے۔ میرے علم کی حد تک یہ مخطوطہ ہنوز زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا ہے۔

اس مخطوطے کا تعلق چھٹی صدی کے اواخر اور ساتویں صدی کے اوائل سے ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب تصوف کی شہرت شروع ہو چکی تھی اور اس فن سے متعلق تصنیف و تالیف کا سلسلہ دراز ہو چکا تھا۔ لیکن بحیثیت مجموعی حضرت جنید

بغدادی اور ان جیسے اکابر صوفیا کے اقوال وافکار کے اثرات زیادہ نمایاں تھے۔ طریقہ تصوف میں شریعت اور حقیقت کا بہتر امتزاج پایا جاتا تھا۔ مُنس الابرار میں بھی اس امتزاج کی جھلک ملتی ہے۔ احادیث شریفہ کی اچھی خاصی تعداد کتاب میں مذکور ہے۔

مصنف ابن الجوزی کے اس گھرانے سے تعلق رکھتا ہے جسے علم وادب کے ساتھ ساتھ زہد وتقوی میں بھی بلند مقام حاصل رہا ہے۔ اسے تصوف سے قلبی لگاؤ ورثے میں ملا تھا۔

اس مخطوطے کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں تصوف سے متعلق عربی اشعار کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ تصوف سے متعلق عربی میں اشعار کمیاب ہیں۔ عربی شاعری میں پہلے قابلِ ذکر صوفی شاعر کی حیثیت سے ابن الفارض کا نام لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد محی الدین ابن العربی کا زمانہ رہا ہے۔ ہمارے مصنف ابوعبداللہ محمد کا زمانہ بھی تقریباً ابن الفارض کا ہی زمانہ ہے۔ گویا ابوعبداللہ بھی اس ابتدائی زمانے سے متعلق ہو جاتے ہیں۔ جب عربی شاعری میں تصوف پر مبنی اشعار بہت زیادہ نہیں پائے جاتے تھے۔ ایسے عربی اشعار کا ایک بڑا ذخیرہ اس کتاب میں موجود ہے جو سلوک وآداب سے متعلق ہیں۔ عربی ادب میں یقیناً ان اشعار کی بڑی قدر وقیمت ہوگی۔

جہاں تک کتاب کی تالیف کے مقصد کا تعلق ہے مصنف نے مقدمے میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ اس کتاب کی تالیف کا اصل محرک باری تعالی کا یہ قول ہے۔ وذکر فان الذکری تنفع المومنین اور ہم سب جانتے ہیں کہ کلام پاک میں "ذکر اللہ" کو سب چیزوں سے بڑا بتایا گیا ہے۔ چنانچہ مصنف کی نگاہ میں تذکار المومنین اور تنبیہ الغافلین کا ایک خاص مقام ہے۔ اس سلسلے میں رسول اکرم کی درج ذیل احادیث شریف کو ـــ یعنی تمہاری ذات سے فرد واحد کا ہدایت یافتہ ہو جانا تمہارے لیے دنیا ومافیہا سے بہتر ہے، تمہارے پند ونصائح کے ذریعہ ایک بھائی کا ہلاکت سے نجات پالینا اس سے بہتر ہے کہ وہ تمہارے صدقات کے ذریعہ فقر وفاقہ سے نجات پائے۔ پیش نظر رکھتے ہوئے مصنف نے کوشش کی ہے کہ زہد کی کسی ایک جہت کا بھی وصف بیان ہونے سے نہ رہ جائے، وعظ کے کسی باب کی بھی تشریح چھوٹنے نہ پائے اور انبیائے متعلق مروی اہم واقعات جمع ہونے سے رہ نہ جائیں۔

اس کے علاوہ مصنف نے ایک طرف تو اس بات کا التزام واہتمام کیا ہے کہ ان مذکورہ بالا چیزوں کی حتی المقدور وضاحت وتشریح ہو جائے اور دوسری طرف اس کا خیال بھی رکھا ہے کہ صرف انہی بیانات شیوخ، احادیث صحاح، بُلغا کے خطبے، عابدوں کے اقوال، زاہدوں کے امثال، اولیاء کے اسرار اور صلحاء کے طریقوں اور پند ونصائح کو لیا جائے جو خود مصنف کی کسوٹی پر صحیح اترتے ہوں۔ مزید برآں مصنف نے طوالت کے خوف سے اس سند کو مختصر بیان کیا ہے۔

بحیثیت مجموعی ہمیں تصوف کے فن میں اس مخطوطے کی قدر وقیمت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

جناب غلام یحییٰ انجم
ریسرچ اسکالر
شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

ملّا صدرا کا رسالہ

"وحدۃ الوجود" ـــ ایک جائزہ

صاحب اعیان الشیعہ کے قول کے مطابق جن چار عبقری شخصیتوں کو علوم و فنون کا ہمالہ بطورِ خاص فلسفہ و کلام کا ستون سمجھا جاتا ہے ان میں معلمِ ثانی ابو نصر فارابی (متوفی ۳۰۴ھ تقریباً) شیخ رئیس ابن سینا (۳۷۰-۴۲۸ھ) خواجہ نصیر الدین طوسی (۵۹۷-۶۷۲ھ) کے بعد چوتھے ملا صدرا محمد بن ابراہیم صدر الدین شیرازی ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ اگر غلو کا خوف نہ ہوتا تو یقیناً میں یہ کہہ دیتا کہ علمی اعتبار سے ملا صدرا کی حیثیت مذکورۃ الصدر حضرات سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے خاص کر مکاشفہ اور عرفان و وجدان کے معاملہ میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔[1]

چنانچہ ان کی عبقریت کے اعتراف میں قوم نے انھیں "صدر المتالہین" اور "صدر المحققین" کا خطاب دیا ہے۔

اس جلیل القدر شخصیت کا سنہ ولادت تقریباً ۹۸۰ھ ہے کیونکہ انھوں نے ۱۰۵۰ھ میں ساتویں بار حج سے واپسی میں ستر سال کی عمر پاکر وفات پائی۔

علمی نشو و نما کے متعلق اتنا ملتا ہے کہ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے پدرِ بزرگوار ابراہیم بن یحییٰ الشیرازی القوامی سے حاصل کی جس کی تکمیل اصفہان جاکر ان دو نابغۂ روزگار شخصیتوں سے کی جن کا سکہ معقولات کی دنیا میں اب بھی رائج ہے یعنی شیخ بہاؤ الدین محمد العاملی (ولادت ۹۵۳ھ وفات ۱۰۳۱ھ) اور میر باقر داماد (متوفی ۱۰۴۰ھ) جو نظریہ حدوث دھر کے بانی ہیں اور جن کی شان میں اختلاف کرنے کے باوجود ملا محمود (متوفی ۱۰۶۲ھ) جیسے فلسفیِ اعظم ہندوستان شمس بازغہ میں فرماتے ہیں:

"خیرۃ اللہ الیقین بالمعرۃ السالقین مع توغلہ فی سیاحۃ اراضی الحقیقۃ و توسطہ فی سباحۃ بحر الحکمۃ و وجودہ فی اعماق ثری الملک باقدام انظارہ الغائرۃ و عروجہ عن اطباق سماء الملکوت بقوادم افکارہ السافرۃ۔"[2]

انہی موخر الذکر استاد کی صحبت میں ملا صدرا نے عمر کا بیشتر حصہ گذارا اور انھیں کی روش پر چل کر اہل علم و فضل میں اس

---

[1] محسن امین، اعیان الشیعہ ۳۵/۱۰۰ ۔ [2] ملا محمود، شمس بازغہ، ص ۲۵۳

طرح شہرت دوام حاصل کی کہ آپ کے بارے میں کہا جانے لگا۔

"انہ اجلّ فلاسفۃ العصر الاموی شانا واعظمہم خطرا حتی لقد بلغ من دقۃ البحث وعمق التفکیر وطرافۃ التحقیق مبلغا فی منزلۃ تاتی بعد منزلۃ کل من ارسطو وابن سینا"[1]

جس درجہ فضل وکمال پر موصوف فائز تھے متاخرین میں کسی سے ان تک رسائی ممکن نہ ہو سکی اور متقدمین میں سے کم ہی اس مرتبہ سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ صاحب روضات لکھتے ہیں۔

"کان فائقاً علی سائر من تقدم من الحکماء الباذخین والعلماء الراسخین الی زمن مولانا الخواجہ نصیر الدین منقحا اساس الاشراق بما لا مزید علیہ ومفتحا ابواب الفضیحۃ علی طریقۃ الشاد الرواق"[2]

اس قول کی روشنی میں فلاسفۂ متقدمین ومتاخرین دونوں کے درمیان ان کی شخصیت روز روشن کی طرح نمایاں نظر آتی ہے۔

اس عبقری روزگار نے اپنے وقت عزیز کا بیشتر حصہ درس وافادہ کے علاوہ کتب ورسائل کی تصنیف میں بھی صرف کیا جن کی تعداد بعض سوانح نگاروں کے قول کے مطابق ۴۳ بتائی جاتی ہے۔ ان میں شرح ہدایت الحکمۃ "صدرا" کے نام سے مدارس عربیہ کے منتہی طلبہ کے نصاب میں شمول ہے دوسری کتاب "اسفار اربعہ" ہے جو شیخ کی "شفا" محقق طوسی کی "تجرید" امام رازی کی "محصل" میر باقر داماد کے "افق المبین" کے دوش بدوش فلسفہ کی منتخب ادبیات عالیہ میں شمار ہوتی ہے چنانچہ اس کتاب کی عظمت کے بارے میں محقق شیخ محمد حسین الاصفہانی (متوفی ۱۳۶۱ھ) فرماتے ہیں۔

"لو علمت احداً یفہم اسرار کتاب الاسفار لشددت الیہ الرحال للتلمذ علیہ وان کان فی اقصی البلاد"[3]

تیسری اہم تصنیف شیخ الاشراق شہاب الدین مقتول (۵۵۰-۵۸۶ھ) کی حکمۃ الاشراق جس کی علامہ قطب الدین شیرازی (۶۳۴-۷۱۰ھ) نے شرح لکھی تھی اس کا حاشیہ ہے جو حکمت اشراق کے موضوع پر حرف آخر سمجھا جاتا ہے۔

مذہب وتصوف جس کا خاص اور اہم موضوع "وحدت الوجود" ہے ملا صدرا نے اس کی تعلیم دی ہے اور اسی موضوع کے تحت متعدد رسالے لکھے ہیں۔ انہی میں سے ایک "رسالہ وحدت الوجود" جو خوش قسمتی سے مولانا آزاد لائبریری کے یونیورسٹی کلکشن میں فارسیہ مذہب وتصوف ۲۴۹ نمبر کے تحت محمد محسن عباسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا محفوظ ہے جس پر سنہ کتابت ۱۲۱۸ھ مندرج ہے۔ رسالہ زیادہ طویل وضخیم نہیں ہے مگر اس ایجاز واختصار میں ما قل دل کی شان پیدا ہے ذیل میں مطالب محوشہ کا خلاصہ دیا جا رہا ہے جس سے اس کی مرتبت و اہمیت ہویدا ہوگی رسالہ کی ابتدا اس حقیقت حقہ سے ہوتی ہے جو کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے اور تمام علمی وحکمی سرگرمیوں کی غایت النہایات

---

[1] دائرۃ المعارف الاسلامیہ (۴/ ۲۶) مطبوعہ تہران [2] خوانساری روضات الجنات ص ۳۳۱ [3] محسن امین اعیان الشیعہ (۴۳/ ۱۰)

ہے یعنی صانع عالم کے وجود پر یقین جسے زبان شرع میں ایمان باللہ کہتے ہیں مصنف رسالہ فرماتے ہیں۔

"بداں وفقک اللہ تعالیٰ کہ جمیع عقلاء اتفاق دارند بر آں کہ عالم موجود را صانعی ثابت و متحقق است۔"

پھر نظریہ وحدت الوجود کے اثبات میں مصنف نے عقلی و برہانی دلائل بھی دیے ہیں اور اس عقیدہ کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے قرآنی شواہد سے بھی استشہاد کیا ہے لیکن اس باب میں زیادہ اہم اوّل الذکر ہے یعنی نظریہ وحدۃ الوجود کا عقلی و برہانی دلائل سے اثبات۔ مصنف نے توضیح مقصد کے لیے اس سے پہلے ایک خاصی طویل تمہید دی ہے جس کے دو جز ہیں۔ پہلا جز تین افادات پر مشتمل ہے۔

۱- افادہ اول کا کہنا ہے کہ ایمان باللہ ایک کائناتی حقیقت ہے جس پر جملہ عقلائے روزگار کا اتفاق ہے اور یہ عقیدہ ان کے قلوب میں اس درجہ راسخ ہے کہ بداہت کی حد تک پہنچ گیا ہے یعنی اتنا ہی بدیہی (Apriori) ہے جیسا کہ یہ حقیقت کہ کل اپنے جز سے بڑا ہوتا ہے۔

۲- افادہ دوم کا کہنا ہے کہ اس عقیدہ کی ہمہ گیری کے باوجود باری تعالیٰ کی کنہ و حقیقت ہنوز پردۂ خفا میں ہے اور راز ایں پردہ نہاں است و نہاں خواہد بود۔

۳- افادہ سوم ایک تاریخی توجیہ ہے جو مفکرین عہد اسلام کی جماعت بندی سے متعلق ہے اس کی رو سے حصول معرفت باری کے دو طریقے ہیں استدلال یا کشف و شہود ــــ پھر طالب معرفت یا کسی نبی کا پیرو ہوگا یا انبیاء و مرسلین کی اتباع سے بے نیاز ہوگا اس کے نتیجے میں مفکرین کی چار جماعتیں ظہور میں آئیں۔

۱- پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو جو استدلال سے کام لیتے تھے متکلمین کہلائے۔

۲- لیکن اتباع رسول کے باوجود جو حضرات ریاضت و مجاہدہ اور کشف و شہود پر اعتماد کرتے تھے صوفیائے کرام کہلائے۔

۳- اتباع رسول سے بے نیاز ہو کر جن لوگوں نے نظر و استدلال سے کام لیا وہ حکمائے مشائین کہلائے۔

۴- اور اگر موخر الذکر نے مجاہدہ و مکاشفہ پر بھروسا کیا وہ حکمائے اشراقین کہلائے۔

ظاہر ہے یہ وہی تقسیم ہے جو حاجی خلیفہ (۱۰۱۷ھ-۱۰۶۷ھ) نے کشف الظنون میں حکمۃ الاشراق کے تحت دی ہے۔ اس لیے یا تو مصنف نے اس کے لیے حاجی خلیفہ کی خوشہ چینی کی ہے یا حاجی خلیفہ نے مصنف سے استفادہ کیا ہے یا پھر دونوں کسی تیسرے مشترک ماخذ کے رہین منت ہیں۔

دوسرے جزو کے افادات میں مرکزی حیثیت "موجود مطلق" کے تصور کی توضیح و تبیین کی ہے کیوں کہ نظریہ وحدۃ الوجود کا سنگ بنیاد یہی تصور ہے۔

وجودِ مطلق کے تصور کا تجزیہ کیا ہے اور کس طرح اس نے ارتقا کے منازل طے کیے اور پھر کس طرح یہ اسلامی فکر میں داخل ہوا بالخصوص اندلس کی فکری سرگرمیوں میں جن کے گرامی منزلت نمائندے شیخ اکبر تھے جو اسلامی فکر میں اس عقیدے کے بادی یا علی الاقل ممثل اعظم سمجھے جاتے ہیں۔ ان امور کی تفصیل یک تفصیلی جائزے کی مقتضی ہے مگر چونکہ اس عاجز کی عرض داشت کا مقصد صرف اس رسالہ کا تعارف کرانا ہے اس لیے دوسری تفصیلات سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

بہر حال مصنف نے اس پوری بحث کا آغاز "وجود" کے مختلف مفاہیم و مصادیق کے ذکر سے کیا ہے۔ انھوں نے وجود کے صرف دو مصداق بتائے ہیں۔

ا۔ معنی مصدری جس کا مفہوم بودن یا شدن ہے یعنی ہونا۔

۲۔ دوسرا مفہوم وہ امر ہے جس کی بنا پر کوئی موجود ہوتا ہے۔

اس معنی کر وجود واجب کا بھی ہوتا ہے اور ممکن کا بھی۔ لیکن واجب تعالیٰ میں یہ وجود عین ذات باری ہوتا ہے مگر ممکن میں اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ اسی طرح حسب تصریح شرح مواقف (الموقف الثانی المرصد الاول المقصد ثالث) اس باب میں تین مذہب ہیں۔ امام ابوالحسن الاشعری (م ۳۳۰/۳۲۴ھ) اور معتزلہ میں سے ابوالحسین البصری (متوفی ۴۳۶ھ) کا کہنا ہے کہ وجود واجب اور ممکن دونوں میں ماہیت (یا ذات) کا عین ہوتا ہے مگر حکماء کہتے ہیں کہ واجب میں تو عین ماہیت ہوتا ہے مگر ممکن میں غیر ماہیت۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ واجب اور ممکن دونوں میں وجود و ماہیت ایک دوسرے کے غیر ہوتے ہیں اور وجود ماہیت پر زائد ہوتا ہے۔ مگر مصنف رسالہ نے ان مذاہب ثلاثہ میں سے صرف دو مذہبوں کو بیان کیا ہے۔ ازاں بعد انھوں نے اسم "اللہ" کے مسمّیٰ کو متعین کیا ہے کہ:

اللہ علَم ہے ذات واجب الوجود کے لیے جو جمیع صفات کمالیہ سے متصف اور تمام سمات نقص و حدوث سے منزہ ہے۔

اس کے بعد اس ذات پاک کے باب میں جو اللہ کا مسمّیٰ ہے تین مذاہب بیان کیے ہیں متکلمین کا حکماء کا اور صوفیائے کرام کا۔ متکلمین کہتے ہیں کہ وہ ذات نمبر ۱ جزئی حقیقی ہے نمبر ۲ خارج اور ذہن دونوں میں بسیط ہے اور نمبر ۳ اس کی صفات اس پر زائد ہیں (یہاں مصنف رسالہ وحدۃ الوجود نے جمہور علمائے علم کلام سے اختلاف کیا ہے کیوں کہ جب معتزلہ وغیرہ صفات کو غیر ذات مانتے ہیں اشاعرہ لا عین و لا غیر کہتے ہیں۔)

حکماء کا بھی یہی مسلک ہے مگر وہ صفات کو عین ذات گردانتے ہیں۔ لیکن صوفیائے کرام کا مسلک جو تفصیل چاہتا ہے۔ مصنف نے اس باب میں ان کے تین فریق گردانے ہیں اور اس تفریق کا منشا واجب کے ساتھ ممکن کا اعتبار ہے چنانچہ ایک فریق متکلمین و حکماء کی طرح واجب تعالیٰ کو بھی جزئی حقیقی سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ جمہور اہل شریعت کی طرح ممکن کو بھی حقیقی

سمجھتا ہے نیز انھیں کی طرح واجب اور ممکن کو ایک دوسرے کا مغایر و مباین دوسرا فریق بھی واجب تعالیٰ کو جزئی حقیقی سمجھتا ہے مگر ممکن کو موجود نفس الامری نہیں سمجھتا بلکہ سراب کی طرح واہمہ محض گردانتا ہے' یا بالفاظ دیگر۔

ذات واجب نے صور متعددہ اور اشکال مختلفہ میں خود کو ظاہر کیا ہے۔ پس خارج ہو یا ذہن دونوں میں صرف وہی ذات موجود ہے۔ رہے دوسرے موجودات جنھیں عرف عام میں ممکنات کہا جاتا ہے سو وہ معدوم محض ہیں اور ان کی موجودیت محض وہمی و خیالی ہے۔

لیکن اس تقدیر پر شریعت ہو یا قانون ملکی (Public Law) دونوں کے اوامر و نواہی باطل قرار پاتے ہیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی موجود ہی نہیں تو پھر وہ کسے حکم دے رہا ہے کہ نماز پڑھ یا نیک کام کر اور کسے منع کر رہا ہے کہ برے کام نہ کر اور کسی کو قتل نہ کر۔

جب کہ تجھ بن کوئی نہیں موجود　　　　پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

اس لیے ایک تیسرا فریق کھڑا ہوا اور اس نے کلی و جزئی اور عینیت و غیریت کے امتیاز ہی کو ختم کر دیا ان کے نزدیک واجب تعالیٰ شانہ جزئی حقیقی نہیں ہے بلکہ وجود مطلق ہے لابشرط شئ ہے۔ یعنی اس میں کوئی قید و تقیید نہیں ہے رہے وہ موجودات جنھیں عرف عام میں ممکنات سے تعبیر کیا جاتا ہے' وہ دوسرے فریق صوفیاء کی طرح وہمی و خیالی نہیں ہیں بلکہ وہ بھی واقع میں موجود ہیں مگر اسی واجب تعالیٰ کے اسی وجود (وجود مطلق) کے ساتھ۔

اسی طرح تمام موجودات (یا عرف عام کے ممکنات) عین باری تعالیٰ ہیں اور اسی کے وجود کے ساتھ موجود ہیں اور وجود مطلق لابشرط شئ ہے اس نئے مذہب کے اختراع کے ساتھ انھوں نے اس معاشرتی اشکال کو مندفع کر دیا جو دوسرے فریق کے یہاں ممکنات کو اوہام و خیالات سمجھنے سے پیدا ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے نیکی و بدی کا امتیاز ہی مٹ رہا تھا اور اباحت مطلقہ کی ترویج و اشاعت کا راستہ صاف ہو رہا تھا۔

اس لیے انھوں نے اس وجود مطلق لابشرط شئ کے ظہور کے لیے دو مرتبہ اختراع کیے۔

۱۔ مرتبہ اطلاق جس میں وہ جملہ قیود و شرائط سے خالی اور متعالی ہے۔ اس مرتبہ میں وہ وجود مطلق معبود ہے' اور

۲۔ مرتبہ تقیید جس میں وہ تعینات و تشخصات سے متصف ہوتا ہے۔ یہاں وہ عابد و بندہ' اور معبود حقیقی کے جملہ اوامر و نواہی کے بجا لانے کے لیے مکلف ہے اس طرح انبیاء و رسل کی بعثت و ارسال اور کتب مقدسہ الہیہ کے نزول و انزال کی ضرورت و افادیت بھی اپنی جگہ برقرار رہتی ہے۔

وحدت الوجود یا Pantheism کی اس توجیہ کی رو سے عابد و معبود اور آمر و مامور میں واجب تعالیٰ مرتبہ

اطلاق میں وجود مطلق سے متصف ہے مگر ممکنات مرتبہ تقید میں اس سے متصف نہیں مصنف فرماتے ہیں کہ:

"مخفی نہ رہے کہ اس عینیت میں وجود کا شعور بڑے سخت مجاہدہ اور ریاضت کے بعد حاصل ہوتا ہے"

"و ایں عینیت مخفی می ماند و بعد مجاہدہ و ریاضت منکشف می شود"

اس کے بعد وہ وحدت شہود کی حقیقت بتاتے ہیں یہ ایک مخصوص کیفیت کا نام ہے جس کے نتیجے میں دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے اس نور کے بریق و لمعان میں عرش سے لے کر فرش تک جملہ ماسوای باری تعالیٰ اسی طرح چھپ جاتے ہیں جس طرح سورج کی روشنی میں دوسرے ستارے نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح ماسوائے باری تعالیٰ جملہ ممکنات موجودہ حقیقتاً موجود ہیں مگر وحدت الشہود کی روسے عارف کی نظر میں نابود محض ہو جاتے ہیں۔ اور اسے صرف ذات باری تعالیٰ شانہٗ ہی کا شعور باقی رہ جاتا ہے۔

یہ تمہید تھی جسے مصنف علام نے نظریہ وحدت الوجود کی عقلی توجیہ کے لیے قائم کیا تھا انھوں نے اس طویل طویل تمہید کا خلاصہ آخر میں بدیں طور دیا ہے۔

اللہ۔ علم ہے ذات واجب الوجود کے لیے۔ اور اس ذات کے بارے میں اختلاف ہے۔

ا۔ حکماء و متکلمین کے نزدیک یہ ذات مستجمع الصفات جزئی حقیقی ہے اور جملہ موجودات حقیقۃً موجود ہیں اور واجب تعالیٰ سے مبائن و مغائر ہیں۔ ۲۔ صوفیاء کرام کے اس باب میں دو گروہ ہیں۔

(الف) ایک گروہ واجب تعالیٰ کو جزئی حقیقی قرار دیتا ہے اور موجودیت کو صرف اسی ذات واجب تعالیٰ میں منحصر گردانتا ہے رہے ممکنات تو وہ واہمہ محض ہیں اور ان کا وجود اعتباری ہے۔

(ب) دوسرے گروہ کے نزدیک واجب الوجود کی حقیقت وجود مطلق ہے جو نہ عام ہے نہ خاص اور تمام شرائط و قیود سے منزہ متعال ہے۔ رہے ممکنات (یا عالم خارجی) تو وہ بھی اسی وجود مطلق کے ساتھ موجود ہیں (مگر مرتبہ تقید میں) اس طرح واجب و ممکن من وجہ عین یکدیگر ہیں اور من وجہ ایک دوسرے کے غیر و مبائن۔

مصنف اسی توجیہ کو اختیار کرتے ہیں کیوں کہ یہ جامع شریعت و طریقت ہے اور سر مو جادۂ مستقیم سے متجاوز نہیں ہے۔ اس خلاصہ مقال کے بعد انھوں نے نفس مسئلہ یعنی نظریہ وحدت الوجود کے اثبات کو لیا ہے مگر یہاں انھوں نے منطقی ثبوت کے بجائے تمثیل سے کام لیا ہے۔ اور واجب تعالیٰ کو وجود مطلق ثابت کرنے کے لیے موجودات کے مراتب وجود کی صف بندی (Classification) کی ہے اس کے لیے انھوں نے پہلے اشیاء منورہ کے اشراق و درخشانی کی صف بندی کی ہے کہ ان اشیاء منورہ کی نورانیت میں تین مراتب ہیں۔

مرتبہ اوّل جب کہ وہ روشن چیزیں نور سے منور ہوں جو اپنے علاوہ کسی غیر سے حاصل کیا ہو جیسے وجود زمین کہ وہ نور سے روشن ہوتی ہے جسے وہ سورج سے حاصل کرتی ہے۔ منوریت کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔

ظاہر ہے اس مرتبہ میں شئے منور سے نور کا انفکاک ذہناً و خارجاً جائز و واقع ہے ہم یہ بھی تصور کر سکتے ہیں کہ زمین موجود ہو مگر اندھیری یعنی روشنی معدوم ہو اور واقعتاً بھی ایسا ہوتا ہے رات کے وقت زمین موجود ہوتی ہے مگر اندھیری اور نور سے خالی۔

مرتبہ دوم۔ شئے منور ایسے نور سے روشن ہو جو خود اس کی ذات کا مقتضیٰ ہو کسی غیر سے حاصل و مستفاد نہ ہو بایں ہمہ وہ شئے عین نور نہیں ہوتی۔ اس کی مثال خود سورج ہے کہ اس کی روشنی خود اس کی ذات کا مقتضیٰ ہے بایں ہمہ سورج اور شئے ہے اور اس کی روشنی شئے دیگر۔

اس طرح یہ نور آفتاب خارج میں آفتاب سے جدا اور منفک نہیں ہو سکتا مگر چونکہ نور آفتاب کا غیر ہے اسلیے ایک کا تصور دوسرے کے بغیر ممکن ہے یا بالفاظ دیگر ذہناً نور کا آفتاب سے انفکاک ممکن ہے اگرچہ خارج میں یہ جائز نہیں۔

مرتبہ سوم۔ شئے منور خود اپنے ہی نور سے روشن ہو اور اپنی نورانیت میں کسی اور چیز کی محتاج نہ ہو اس کی مثال خود نور کی ذات سے ہے کہ اپنی ذات ہی کی بنا پر منور ہے اور لوگوں کی آنکھوں میں ظاہر و عیاں ہے اور اپنے ظہور کے لیے کسی دوسرے نور کا جو اس کے کسی غیر سے حاصل ہو محتاج نہیں ہے۔ اس نور کا انفکاک خود سے نہ خارجاً جائز و ممکن ہے اور نہ ذہناً کیوں کہ شئی اپنی ذات سے منفک نہیں ہو سکتی۔

ان مراتب سہ گانہ کا ایک مرتبہ پھر گوشوارہ دیتے ہیں۔

مرتبہ اوّل میں وہ روشن چیز منور بالغیر ہوتی ہے جیسا کہ زمین جو سورج کے نور سے منور ہے یہاں تین چیزیں ہیں زمین روشنی اور آفتاب اور تینوں باہم متغائر ہیں۔

مرتبہ دوم میں وہ روشن چیز منور بالذات ہوتی ہے جیسا کہ آفتاب منور بالذات ہوتا مگر وہ نور غیر سے حاصل ہوتا ہے یعنی نور سے اس مرتبہ میں دو چیزیں ہوتی ہیں آفتاب اور نور جو دونوں باہم مغائر و مبائن ہیں۔

مرتبہ سوم میں وہ روشن چیز منور بالذات ہوتی ہے مگر جس نور سے وہ منور ہوتی ہے وہ خود اس کی ذات ہی ہوتی ہے یعنی نور۔ اور یہ مرتبہ افضل ترین مرتبہ نورانیت ہے۔

اس تمثیل کی بنیاد پر مصنف نے موجودات کی صف بندی کی ہے۔

مرتبہ اوّل میں موجود اس وجود سے متصف ہوتا ہے جو اسے موجد سے حاصل ہوتا ہے اس مرتبہ میں تین چیزیں ہیں موجود

وجود اور موجود اس مرتبہ میں موجود اپنے وجود سے خارجاً نیز ذہناً منفک اور جدا ہو سکتا ہے۔

مرتبہ اوسط میں موجود اس وجود سے متصف ہوتا ہے جو اس کی ذات کا مقتضیٰ ہوتا ہے جس طرح متکلمین کے نزدیک واجب تعالیٰ جو بذات خود مقتضیٰ وجود ہے۔ اس مرتبہ میں صرف دو چیزیں ہوتی ہیں۔ موجود مقتضیٰ اور وجود جو اس موجود حقیقی (واجب الوجود) کا مقتضیٰ ہے اور ان دونوں میں خارجاً انفکاک ناممکن ہے اگرچہ ذہناً ممکن ہے۔

مرتبہ اعلیٰ میں موجود اس وجود سے متصف ہوتا ہے جو خود ذات موجود کا عین ہوتا ہے۔ یہ وجود نہ اس موجود اعلیٰ کا غیر ہے اور نہ اس کے غیر سے مستفاد ہے اس لیے اس مرتبہ میں نور کی طرح ایک ہی چیز ہے یعنی وجود مطلق اور اسی طرح یہاں بھی وجود مطلق کا خود اپنے وجود سے انفکاک خارج اور ذہن دونوں میں محال اور ناقابلِ انفکاک ہے اور یہ موجودیت کا افضل ترین مرتبہ ہے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ عقل حاکم ہے کہ واجب تعالیٰ مراتب وجود کے ساتھ متصف ہو اور موجودیت کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ بنفسہ و بذاتہ موجود ہو یعنی اپنی ہی ذات کے ساتھ موجود ہو اور دوسری اشیاء کی موجودیت اسی کی محتاج ہو۔ اور موجود بنفسہٖ وجود مطلق ہے جس کی تفصیل اوپر گزری۔

پس واجب تعالیٰ عین وجود مطلق ہے جو مرتبہ اطلاق میں معبود اور مرتبہ تقیید و تنزل میں عابد ہے۔ آخر میں اس تمام استدلال کا خلاصہ بدیں طور بیان کرتے ہیں۔

"چاہیے کہ واجب تعالیٰ اتم و افضل ترین مراتب وجود سے متصف ہو مگر وہ اتم و افضل ترین مرتبہ موجودیت صرف وہ وجود ہے جو بنفسہٖ و بذاتہٖ موجود ہے جو اپنی موجودیت میں کسی دوسری شے کا محتاج نہیں ہے۔ پس حقیقت واجب نہیں ہے مگر وجود مطلق جو موجود بنفسہٖ ہے اور باقی جملہ اشیاء اسی سے موجود ہوتی ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ واجب الوجود وجود مطلق ہے جو بنفسہٖ موجود ہے اور باقی دوسری اشیاء اسی وجود سے موجود ہیں جیسا کہ نور جو بنفسہٖ روشن ہوتا ہے اور تمام دوسری اشیاء اس سے روشن ہوتی ہیں۔ اپنے موقف کو زیادہ مستحکم بنانے کے لیے مصنف نے رسالہ کا اختتام شواہد قرآنی سے کیا ہے مگر ان کی تفسیر و تاویل میں اہلِ شریعت سے اختلاف ہو سکتا ہے اس لیے ان کے بیان سے صرف نظر کرنا ہی مستحسن ہوگا آخر میں صاحب اعیان الشیعہ کے اس تبصرے کو نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس میں انھوں نے مصنف کی فلسفیانہ کتابوں کو دینی اور دینی کتابوں کو فلسفیانہ کہا فرماتے ہیں "و بحق ان نعد کتبہ الفلسفیۃ کتبا دینیۃ و نعد کتبہ الدینیۃ کتبا فلسفیۃ"، اور یہ واقعہ ہے کہ اس کڑی کمان کو زہ کرنا جس میں نہ تو شریعت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے پائے اور نہ حکیمانہ تحقیق میں کوئی کوتاہی رہنے پائے اپنی جگہ ایک اہم علمی و دینی کارنامہ ہے جس کے لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے۔

درکفِ جامِ شریعت درکفِ سندانِ عشق ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

رسالۂ وحدت الوجود

بدان وفقك الله تعالى که جمیع عقلا اتفاق دارند بر ایں که عالم موجود را صانعی ثابت و متحقق است و شهرتش بدرجه رسیده که از جمله بدیهیات شده و نیز اتفاق دارند بر ایں که معرفت کنه واجب از طاقت بشر و ملک بیرون است کما قال علیه السلام ما عرفناک حق معرفتک و ظاهر است که سعادت عظمی برای نفس ناطقه معرفت واجب است بقدر طاقت بشریه و طریق تحصیل ایں معرفت یا نظر و استدلال است و یا ریاضت و مجاهده و اهل نظر اگر متبع کدام نبی باشند فهم المتکلمون و الا فهم الحکماء المشائیون و اهل ریاضت و مجاهده اگر متبع نبی باشند فهم الصوفیة المتشرعون و الا فهم الحکماء الاشراقیون و نیز مصرح است که لفظ وجود گاهی اطلاق کرده میشود بر معنی مصدری که تعبیرش در فارسی بودن و شدن است و ایں امر اعتباری است و گاهی اطلاق کرده میشود بر وجود خارجی که عبارت از وجود ما به الموجودیه است یعنی وجودیکه بسبب آں جمیع اشیا موجود اند و ایں وجود در واجب عین ذات است یعنی ذات همان وجود است و وجود امر زائد بر ذات نیست چناں که در ممکن ایں وجود زائد بر ذات است یعنی ممکن را ذاتیست و وجود امر دیگر است که او را عارض شده و معنی اول یعنی معنی مصدری نه عین نه غیر زیرا که امر اعتباری است (یعنی وجود ما به الموجودیة نزد بعضی عین ذات و نزد بعضی غیر و وجود مصدری صلاحیت ایں عینیت و غیریت ندارد زیرا که امر اعتباری است) و ایضاً بداں که الله علم است برای ذات واجب الوجود که جامع جمیع صفات کمال باشد و منزه از صفات نقصان و ایں ذات که لفظ الله برای او موضوع شده نزد متکلمین عبارتست از جزئی حقیقی بسیط در خارج و ذهن و جمیع صفاتش زائد بر ذات اند و انفکاک آنها از او محال و جمیع عالم که عبارت از ما سوی الله است موجود واقعی و نفس الامری هستند و با واجب مباین و غیر محض چه غیریت در واجب و ممکن بدیهی است و آں ذات نزد حکما هم جزئی حقیقی و بسیط است و همه ممکنات موجود اند حقیقةً و با ذات واجب مغایر محض لیکن صفات عین ذات اند پس فرق در مذهب حکیم و متکلم ایں است که حکیم صفات را عین ذات میداند و متکلم غیر و نزد متکلم جمیع عالم حادث است و نزد حکماء بعض اشیاء قدیم اند مثل افلاک و عناصر و غیرها و سوای اینها حادث و هر دو متفق اند بر ایں که ممکن موجود

عبارت بین القوسین عبارت حاشیه است. تغییر جمله متقدم، از غلطی کتابت شامل حواشی گردیده - ۱۲

است حقیقةً و مباین واجب و معنی زیادت صفات بر ذات که مذهب متکلمین است این است که ذات چیزی دیگر
و صفت چیزی دیگر مانند سیاهی و جامه چنانکه علم ما (علم ما[1] یعنی چیز دیگر و زوائد بر ذات منضم بذات ما) غیر ذات است
هم چنان علم واجب غیر ذات واجب یعنی در علم زید ذات ما کافی نیست ما دام که صفت یعنی "صورت علمیه" منضم
بذات ما نشود علم زید حاصل نشود و عینیت صفات با ذات عبارت است از کافی بودن ذات در آثار صفات چنانکه
واجب را سمع و بصر بلا وساطت آلات حاصل است هم چنان علم جمیع ممکنات بلا انضمام کدامی صفت حاصل است
جمیع صوفیه اتفاق دارند برین که صفاتش عین ذات اند بمعنی عینیت ذات با صفات لیکن بعضی از صوفیه واجب الوجود را جزئی حقیقی[2] می گویند
مثل متکلم و حکیم و ممکن را مباین واجب و موجود واقعی می شمارند بعضی ایشان واجب را جزئی حقیقی میگویند و ممکنات
و موجودات را موجودات نفس الامریه نمی شمارند بلکه نزد ایشان همه وهم و خیال است مثل سراب و ذات واجب در
صور متعدده و اشکال مختلفه خود را وا نموده و همان ذات در خارج و ذهن موجود و موجودات معدوم محض و موجودیت
ایشان وهم و خیال و این هم وحدت وجود است لیکن برین تقدیر امر و نهی و بعثت رسل باطل می شود زیرا که ممکنات که اوهام
و خیال اند صلاحیت این امور ندارند و این مسلک خلاف کتاب و سنت است و نزد بعضی از صوفیه واجب الوجود
وجود مطلق است که در آن هرگز کدامی قید نباشد و جمیع موجودات در واقع موجود اند لیکن بهمان وجود واجب یعنی جمیع موجودات
در مرتبه خود بوجود واقعی دارند لیکن موجودیت ایشان بهمان وجود مطلق است که آن واجب است و همین است معنی وحدت
وجود نزد ایشان یعنی نزد صوفیه قائل وحدت وجود واجب تعالی جزئی حقیقی نیست بلکه وجود مطلق[3] است و تمامی ممکنات عین الا
هستند و بوجود الا موجود اند و آن وجود مطلق قابل تقیید است پس آن وجود مطلق در مرتبه اطلاق (یعنی در مرتبه خلو از قیود)
معبود و در مرتبه تقیید عابد[4] یعنی حاصل شد فرق در عابد و معبود یعنی آن وجود مطلق دو مرتبه دارد اطلاق و تقیید در اول معبود و در ثانی عابد یعنی
آن وجود مطلق در مرتبه اطلاق حکمی دارد که در مرتبه تقیید یافته نمی شود چه در مرتبه اول معبود و حمیت است و عذاب دهنده و در

---

۱ عبارت حاشیه است کما سبق. ۱۲

۲ یعنی مفهوم واجب الوجود کلی است و مصداقش جزئی یعنی امر که بر وی این مفهوم صادق می شود جزئی حقیقی است
یعنی قابل تعدد و تکثر است و مفهومش کلی یعنی قابل تعدد و تکثر نیست. ۱۲

۳ یعنی وجود خالی از قیود. ۱۲

۴ یعنی همان وجود مطلق که از مرتبه اطلاق تنزل نمود و در مرتبه تقیید آمد عابد شد۔

مرتبهٔ ثانیه یعنی تقیید عابد و مصلی و عابد با معبود من وجه عینیت[1] دارد و من وجه غیریت[2] نه عین محض است و نه غیر محض و ایں عینیت مخفی می‌ماند بعد مجاہدہ و ریاضات منکشف می‌شود و معنی وحدت شہود آں کہ در قلب عارف نوری پیدا می‌شود کہ در آں نور جمیع ماسوی اللہ از عرش تا فرش مختفی می‌گردد اگرچہ در واقع موجود اند چناں کہ جمیع ستارگاں کہ موجود اند وقت طلوع شمس مختفی می‌شوند در واقع معدوم نیستند خلاصہ ایں کہ اللہ علم است ذات واجب الوجود را و دریں ذات اختلاف است نزد حکماء و متکلمین آں ذات جزئی حقیقی است و مباین ممکنات و جمیع ممکنات موجود حقیقةً و نزد بعض صوفیہ واجب جزئی حقیقی و مباین ممکنات و ممکنات موجود واقعی ہستند و نزد بعضی از صوفیہ واجب جزئی حقیقی و موجودیت منحصر در ذات واجب و ممکنات اعتبارات و خیالات و نزد بعضی واجب وجود مطلق است و آں وجود نہ عام است و نہ خاص بلکہ مبرا از جمیع قیود است و تمام عالم موجود بایں وجود است و با عالم من وجہ عین و من وجہ غیر و ایں مسلک جامع شریعت و طریقت است و سرمو از جادہ مستقیم تجاوز ندارد۔

دلائل وحدت وجود:- اشیاء منوّرہ در نورانیت سہ مرتبہ دارند یعنی ہر چیزی کہ روشن است از سہ مرتبہ خالی نباشد اول ایں کہ روشن باشد بنوریکہ مستفاد و حاصل از غیر است چناں کہ زمین کہ روشن است از نور آفتاب و ایں مرتبہ ادنی مراتب است و دریں مرتبہ زوال نور از منوّر ذہناً و خارجاً جائز و واقع است زیرا کہ تاریکی زمین بعد زوال نور آفتاب ممکن و واقع دوم آنکہ شی منور روشن باشد بنوریکہ ایں نور مقتضائے ذات منور است یعنی ذات منور آں نور را می‌خواہد و آں نور از چیز دیگر سوای آں منور حاصل نیست لیکن آں نور غیر آں منور است چنانکہ جرم آفتاب کہ روشن است بنور خود و نور آں از غیر حاصل نیست بلکہ ذات آفتاب نور را می‌خواہد و آں نور از آفتاب در خارج ممتنع الانفکاک و چوں کہ غیر آفتاب است تصور یکی بغیر دیگری ممکن است و ایں مرتبہ از مرتبہ اول فوقیت دارد زیرا کہ دریں مرتبہ انفکاک نور و منور در ذہن ممکن است و در خارج جائز نیست و در مرتبہ اولی انفکاک در ذہن و خارج جائز است سوم ایں کہ منور بذات خود روشن باشد و در روشنی خود محتاج بچیزی دیگر نباشد چناں کہ ذات نور کہ بذات خود ہویدا [illegible] ہویدا است و در ظہور خود بمنور دیگر کہ از غیر حاصل شود یا مقتضای ذات باشد محتاج نیست و الا لازم الدور و التسلسل و ایں مرتبہ بالاتر از ہر دو مرتبہ است زیرا کہ دریں مرتبہ انفکاک نور از منور ذہناً و خارجاً ممتنع است چہ منور عین نور روشنی و نفس خود منفک نمی‌شود خلاصہ ایں کہ منور یا منور بالغیر است چناں کہ وجہ ارض کہ از آفتاب روشن است و دریں مرتبہ سہ چیز است منور یعنی وجہ ارض و نور و آفتاب و ہر سہ باہم متغایر یا منور بالذات است بنوریکہ آں نور غیر منور است چناں کہ آفتاب

---

[1] ازیں رو کہ عابد ہماں وجود است لیکن تقیید زائل شدہ ۲ [2] من وجہ الخ یعنی ازیں رو کہ احکام و آثارات ہر یک

منور بنور است و دریں مرتبه دو چیز است یکی آفتاب دوم نور و هر دو باهم متغایر یا منور بالذات است بنوری که آن نور عین منور است و دریں مرتبه جز یک چیزی حاصل نیست و آن وجود نور است و خود منور چنان که اشیای منوره را در نورانیت سه مرتبه هستند هم چنان موجود را در موجودیت سه مرتبه اند، یکی ادنی۔ و دیگر اوسط۔ سیوم اعلیٰ موجود ادنی آنکه موجود باشد بوجود یکه از غیر حاصل باشد مانند ماهیات ممکنه که وجود ایشان غیر ایشان است و حاصل است از موجد دریں مرتبه سه امر متغایر باشد موجود و وجود و موجد و انفکاک و جدائی وجود ازیں موجود در ذهن خارج ممکن بلکه متحقق است موجود اوسط آن که موجود باشد بوجودیکه ایں وجود مقتضای ذات باشد چنانچه واجب الوجود بمذهب متکلمین که بذات خود مقتضی وجود است و دریں مرتبه دو چیزی که موجود مقتضی دوم موجود مقتضی و انفکاک در خارج ممتنع است اما در ذهن جائز است و ایں مرتبه از اول بالاتر است زیرا که دریں مرتبه انفکاک وجود از موجود در خارج ممتنع اما در ذهن جائز است بخلاف اول که انفکاک وجود از موجود در خارج و ذهن جائز است بلکه واقع و موجود اعلیٰ آنکه موجود باشد بوجودیکه عین موجود باشد و وجودیکه عین ذات موجود است نه غیر ذاتش و نه از غیر مستفاد و انفکاک وجود ازیں موجود در ذهن خارج ممتنع است چنان که نور بذات خود روشن است و نورانیت دیگر اشیاء بنور است هم چنان وجود بذات خود موجود و موجودیت دیگر اشیاء بهمان وجود است و عقل سلیم حاکم است که واجب تعالیٰ بر اعلیٰ مراتب موجودیت باشد و اعلیٰ مراتب موجودیت ایں است که موجود بنفسه باشد و موجودیت دیگر اشیاء باو باشد و موجود بنفسه نیست مگر وجود مطلق پس واجب عین وجود مطلق باشد که در مرتبه اطلاق معبود در مرتبه تقیید است تنزل عابد است خلاصه ایں که واجب باید که بر اتم مراتب موجودیت باشد که ماورا و آن ممکن و متصور نباشد و اتم مراتب موجودیت یافته نمی شود مگر در وجود یکه او موجود بنفسه است و در موجودیت خود بدیگر اشیاء احتیاج ندارد بخلاف دیگر اشیاء که در موجودیت خود بوجود دیگر احتیاج دارند پس حقیقت واجب نیست مگر وجود مطلق که موجود بنفسه است و جمیع اشیاء آن بوجود یکه ثابت شد که واجب وجود مطلق است که بنفسه موجود است و موجودیت دیگر اشیاء بهمان وجود است چنانکه نور منور بنفسه است و تمامی اشیاء بآن روشن ایں است بیس عقلی برای اثبات وحدت وجود و نقلی

از نصوص قرآنیه هم مذکوری شود قال الله تعالیٰ "هو الاول والاخر والظاهر والباطن" (الحدید ۳)

درایں آیه حصر صفات اربعه در واجب است و آں حصر صحیح نیست مگر بتقدیر وحدت وجود زیرا که بتقدیر وجود غیر از آن غیر هم بکدامی صفت ازیں صفات اربعه متصف خواهد شد و ایں مبطل حصر است و ایں معنی متبادر است و دیگر تاویلات است قال الله تعالیٰ "اینما تولوا فثم وجه الله" یعنی هر جا که رو آرید پس آنجا ذات حق است و بودن ذات حق هر جا ممکن نیست مگر بایں که غیر الله را وجودی نیست و الا هر جا ذات حق نباشد قال تعالیٰ "اذا سألک عبادی عنی فانی قریب" و مراد

از قرب و معیت نیست مگر احاطۂ ذاتیہ کہ آں عبارت از ذاتی و وجود است قال اللہ تعالیٰ اللہ معکم اینما کنتم این و معیت ہم عبارت از احاطۂ ذاتیہ است کما قال لبید الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل[۱] و قولہ علی علیہ السلام ہم بریں معنی ولادت دارد کل شیٔ لا بمقارنۃ و غیر کل شیٔ لا بمزاملۃ یعنی اللہ تعالیٰ با جملہ اشیاء نہ عین محض است کہ تفاوت تعین ہم نداشتہ باشد بلکہ عین اشیاء است لیکن فرق باعتبار تعین است و دیگر آنہا بغیریت بحث و قول صدیق اکبر رضی از ایں قبیل است ما رأیت شیئاً الا و رأیت اللہ فیہ[۲] کذا نقل فی الکتب المعتبرۃ و اللہ اعلم و علمہ اکمل و اتم سبحانک ما عرفناک حق معرفتک فقط۔

بفضل خداوند ذوالجلال و ببرکت ذات رسول برحق و ولی متعال ایں رسالہ وحدۃ الوجود از دست فقیر سراپا خطا و تقصیر در مدت چند ایام کہ در بعض آوان ازاں صرف کتابت نمودہ شد صورت اختتام پذیرفت و بتاریخ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۵ قبل از چاشت خلعت ازام گرفت الکاتب العاصی الآسی محمد محسن العباسی جعل اللہ فی حجت القائم و الراسی من سکناء البلدۃ المعروف و المشہور اعنی الجو رکیو۔ ●●

---

[۱] شعر۔ الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل و کل نعیم لا محالۃ زائلٌ

ایں شعر لبید است و رسول علیہ السلام تعریف ایں شعر کردہ و فرمودہ احسن کلمۃ قالہا لبید و بہمیں جہت ایں شعر را حدیث گویند۔

[۲] و رأیت اللہ فیہ۔

جناب فضیل احمد قادری
خدا بخش ریسرچ فیلو، پٹنہ

مولانا آزاد لائبریری
میں
تصوّف کے دو اہم مخطوطات

(۱) سرور الصدور و نور البدور

ہندوستان میں چشتیہ سلسلہ کی داغ بیل خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ڈالی اور ان کے خلفا نے اسے پروان چڑھایا۔ خواجہ معین الدینؒ کے دو[۲] اہم خلفا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور صوفی حمید الدین ناگوری تھے۔ اول الذکر نے دہلی کو اپنا مستقر بنایا اور سلسلے کی ترویج کی۔ مؤخر الذکر ریاست راجپوتانہ کے ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ بڑی سادہ زندگی تھی۔ ایک بیگھا زمین تھی جس کی کاشت کرتے تھے۔ ایک چادر باندھتے تھے اور دوسری کمر سے اوپر پڑی رہتی تھی۔ بیوی کو دوپٹہ میسر نہیں تھا۔ سبزی کھاتے تھے اور گوشت سے پرہیز تھا۔ کبھی نذر و فتوح قبول نہیں فرماتے اور فقر میں فخر محسوس کرتے۔ زبان ہندوی میں گفتگو فرماتے۔ الغرض شیخ ناگوری کی زندگی خالصتاً ہندوستانی تھی۔ اور اس سرزمین کی سادگی کی مظہر بھی۔

شیخ ناگوری نے طویل عمر پائی۔ آپ کا وصال ۶۷۲ھ/۱۲۷۳ء میں ہوا۔ آپ کی زندگی میں ہی آپ کے صاحبزادے شیخ عزیز الدین سعید کا انتقال ہو گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے پوتے شیخ فرید الدین محمود کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ شیخ فرید الدین کے ایک صاحبزادے نے شیخ ناگوری کے ملفوظات مرتب کیے اور اس کا نام سرور الصدور و نور البدور تجویز فرمایا۔ ذخیرہ حبیب گنج میں اس کا ایک نسخہ ہے، اس کا نمبر ۲۱ ہے، اوراق ۴۶ ہیں اور سطور ۱۵ ہیں۔ جسے ۱۲۰۱ھ میں مولانا انوار الحق دہلوی نے نقل کرایا تھا اور ناگور سے ایک نسخہ منگوا کر اس کی تصحیح فرمائی تھی۔ کتاب پر جگہ جگہ حاشیوں پر مولانا کی تحریر موجود ہے:

"این یک مقدمہ از کلمات طیبات شیخ بزرگ قدس اللہ روحہ العزیز از ابتدا برای تیمن و تبرک نوشتہ شد۔ بعد ازین فوایدی کہ از لفظ مبارک و نفس متبرک شیخی و مخدومی و والدی سلطان سلاطین المشائخ قطب الاولیا، قدوۃ الاصفیا، اسوۃ السالکین، امام المحققین، ہادی المریدین، ملک المفسرین، ختم المذکرین، ناصح الملوک والسلاطین، وارث الانبیا والمرسلین فرید الحق والملۃ والشرع والدین محمود بن سعید بن محمد الصوفی السعیدی افاض اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان و اسکنہ اللہ

علی درجات الجنان مع النبیین والصدیقین والشہدا والصالحین کہ شنیدہ است از نصایح و واعظات و امثال و حکایات و لطایف و نکات و رموز و اشارات و صریح و کنایات نہ چندانکہ شنیدہ شدہ است توان نبشت۔ اما ہمان مقداری کہ در خاطر قاصر گنجیدہ است و فہم محقر آنجا رسیدہ است و معلوم شدہ و در دل یاد ماندہ۔"

چند اقتباسات

مجلس اوّل: الخامس من جمادی الآخر سنہ سبع و عشرین و سبعمائۃ در خواندن تحریص و ترغیب می کردند۔ دران فرمودند کہ ما تمامت روز بخدمت شیخ در خواندن مشغول می بودیم و یک ساعت بیکار نمی بودیم و از اوّل تا آخر در خدمت شیخ بودہ می شد۔ ہرگز در مجلس ایشان ذکر دنیا نبودی و اصلاً حکایت دنیا شنیدہ نشدی۔ غرض افتاد کہ ہم ایشان ذکر دنیا نکردندی یا یاران دیگر ہم فرمودند کہ را مجال بودی کہ ذکر دنیا کردی۔ ہمین فائدہ بودی کہ از خدا و رسول می فرمودند و یاران می شنیدند۔[۱]

فرمودند کہ می گویند جد بابا بزرگ مردی مستغرب بود۔ چون والد شیخ محمد الصوفی در فترت کفر از لاہور در دہلی آمد این مرد او را دختر خود بداد۔ ہم در دہلی چندگاہ می بودند تا شیخ بزرگ فرمودی قدس اللہ روحہ کہ اوّل کسی کہ از بعد اسلام در دہلی زادہ شدہ من بودم۔ مسقط الراس شیخ دہلی است۔ شیخ را ہم بارہا آرزو شدی کہ در دہلی روند۔ ما را کہ در دہلی آورند۔ مگر میراث ایشان رسید و گویند ہم جد شیخ بزرگ دختر خود را گفتہ بود مگر او منجم بود کہ ای دختر این بار تو فرزند نرینہ نخواہی آورد۔ شیخ کہ در شکم بود وقت آن گفتہ بود کہ چنین فرزندی نخواہد بود۔ نیم اندام او سبز خواہد بود و سینہ بیرون آمدہ و سینہ او پر علم خواہد بود۔ اما بعد نقل من نخواہی زاد گفتند ہمین کہ مادر شیخ این سخن بشنید۔ نزدیک خانہ بدر حوض بود۔ خود را دران حوض انداخت و گفت کہ من فرزندی چہ خواہم کرد کہ بعد از پدر خواہد آمد۔ و لیکن ہمچنان از حوض بسلامت بیرون آوردند۔ و بعد از چند مدت شیخ متولد شد ہمچنان کہ جد ایشان نشان دادہ بود کہ فرزند نرینہ و سینہ بیرون و نیمی اندام سبز ما ہم می دیدیم کہ نیمی اندام مبارک ایشان سبز و سینہ کشادہ و بیرون آمدہ بود۔[۲]

بعد ازان در بندگی جدہ علیا رحمۃ اللہ علیہا می فرمودند کہ بغایت عورتی عالی ہمت و صاحب کرامت بود۔ تحوق ضمیر ہم بگفتی و حاجتمندان را دستگیری کردی۔ بقال بچہ بود۔ پسر خواندہ و قتی ملکی در ناگور آمد۔ این بقال را بہانہ بگرفت و مال از وی طلب نمود۔ بقال بخدمت جدہ آمد و شد بسیار داشت۔ بخدمت ایشان دران حال بیامد و گفت بی بی این ملک مرا گرفتہ است و می خواہد کہ مصادرہ کنید۔ شما چہ می گوئید کہ من از و خلاص خواہم یافت یا مال بخواہد ستد۔ میگوید این

---

[۱] سرور الصدور، ورق ۱۰ (الف ب)۔ [۲] ایضاً ورق ۱۰ (ب)

وقت بقالی بر سر جغرات نشسته روغن می کشید. فرمود که خلاص نخواهد بود بلکه همه مال تو خواهد گرفت. بقال گفت بابای ازکجا می گوئی گفت نزدیکی این ساعت چک (چکی) میزنند بر جغرات و چک برای آن زنند تا روغنی که در جغرات باشد همه الکشند تو هم در حالت آمدی حال تو نیز این باشد چنانکه درین جغرات روغنی نخواهم گذاشت مال تو همچنان ملک نخواهد گذاشت[1]..."

"وهم وصیت شیخ قدس الله روحه العزیز است که بر روح من چیزی نخواهید. باید که گوشت نه پید گفتم بابا گو مسلوخ از بازار گاه بخریم؟ فرمودند همه باشد آنقدر که شما از بازار بخرید. ایشان بجای آن گوسفند دیگر گشته عوض های بوده است نخواستند که از برای ایشان جان بیجان شود[2]"

واین هم شیخ بسیار گفتی لقد احسن الله فیما مضی کذلک یحسن فیما بقی وصیت همه را این پند ه است که جده علیه الرحمه یا والد علیه الرحمة فرموده است که عزیزه: "بھلو ہوئیں، برُو مت ہوئیں سب کو پیار ہوئیں"

وبعد ازین زحمت از صحبت بیدل شده بعده که سلطان محمد بن تغلق شاه خلق را اوائی کرده تخلق اطراف همه در شهر آورد. خدمت مخدوم العالم را نیز طلب شده و مرحمت و بخشش بی نهایت مشرف گشته. و برای کار که سلطان محمد دختر خواهر شیخ زاده و برای کار خیر در دولت آباد فرستاده وکار خیر کرده در شهر آمده رخصت شده وولایت ناگور یافته یک صده انعام شده چندگاه درین نعمت و راحت بوده و آخر الامر برحمت حق تعالی رسیده[3]"

"شاید که حق تعالی والی را یا کسی را پیدا آرد که عمارتی و مقامی برای درویشان بکنید به. این سودای که ناگور وارد و هیچ شهری این سواد ندارد. دہلی هم ندارد و اجمیر هم ندارد وکسی قدر ناگور چه داند که چیز است[4]۔

دوہرہ: اوکھد جمن ڈہن گی دوہی برہین .:. اوکھد ویک بجا تئ بار ہجتی تین

الفاظ ہندوی در سرور الصدور: تھال، کھیچوی، کھٹ، چک یا چگلی[5]

اشعار حمید الدین ناگوری:

مست شدی جستن خمار چیست .:. بسته شدی گفتن اسرار چیست[6]

تا نه خری عشق بجای حمید .:. رفتن بیهوده ببازار چیست

سرور الصدور میں مندرجہ ذیل کتابوں کے حوالے آئے ہیں۔

عوارف المعارف، تفسیر زاہدی، کشف المحجوب، تعریف بدری، مشارق الانوار، احیا العلوم، مصباح العابدین

---

[1] سرور الصدور، ورق ۳ (الف)۔ [2] ایضاً ورق ۳ (ب)۔ [3] ایضاً ورق ۳۰ (الف)۔ [4] ایضاً ورق ۳۲ (ب)۔ [5] ایضاً ورق ۴۶ (الف)۔ [6] ایضاً ۴۹ (ب)۔

فوائد الفواد، تفسیر کشاف، تفسیر مدارک، تفسیر مقاتل، کیمیائے سعادت، تمہیدات عین القضاۃ، مقامات ابو سعید، نہج البلاغت، قوت القلوب، فصوص الحکم۔

(۲) احسن الشمائل

دوسرا اہم مخطوطہ شیفتہ کلکشن میں ہے، جس کا نمبر ۵ ہے اور کتاب کا نام "احسن الشمائل" ہے۔ یہ شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے حالات میں ان کے مرید خواجہ کامگار خاں کی تصنیف ہے جو مصنف نے مولانا ضیاء الدین بخشی کی شہرۂ آفاق تصنیف چہل ناموس کی طرز پر لکھی ہے۔

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی (م ۱۷۳۰ء) پورب کے رہنے والے تھے اور اوائل شباب میں دہلی جا کر شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے مرید ہوئے اور تعلیم و تربیت حاصل کی۔ شاہ صاحب کو شاہ نظام الدین سے ایک خاص لگاؤ تھا، اور شاہ نظام الدین کو اپنے پیر و مرشد سے والہانہ محبت۔ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی نے چشتیہ سلسلہ کی نشر و اشاعت کیلئے شاہ نظام الدین کو دکن روانہ فرمایا۔ جہاں وہ مختلف مقامات پر سلسلہ کی ترویج میں مشغول رہے اور بالآخر اورنگ آباد میں مستقل قیام فرمایا۔

اٹھارہویں صدی میں چشتیہ سلسلہ کی نشاۃ ثانیہ شاہ کلیم اللہ کی قیادت میں ہوئی مگر اس سلسلے کی ترویج و اشاعت میں شاہ نظام الدین نے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ان کی شخصیت بڑی پرکشش تھی اور زندگی بڑی سادہ۔ شاہ و گدا سب برابری سے ملتے اور چھوٹے بڑے سب کو کھڑے ہو کر خوش آمدید کہتے۔ ایک اندازے کے مطابق دکن میں ان کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ تھی۔

شاہ نظام الدین نے شادی بہت دیر میں کی، کئی صاحبزادے پیدا ہوئے، جن میں سے شاہ فخر الدین رح نے سلسلے کی قیادت فرمائی اور اٹھارہویں صدی کے ہندوستان میں ایک عظیم مذہبی اور سماجی انقلاب پیدا کر دیا۔ آپ نے اورنگ آباد کو چھوڑ کر دہلی کو اپنا مستقر ٹھہرایا۔

نسخہ احسن الشمائل، اوراق ۸۰، سائز ۸×۱۲، ۱۵×۲۱، سطور ۱۷، سنہ کتابت ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۵ء کاتب کا نام درج نہیں ہے۔ احسن الشمائل سے چند اقتباسات:

کلمۂ سی و ہفتم: "اخوی محمد نور الدین طال عمرہ نقل فرمودند کہ روزی بخدمت حضرت پیر و مرشد مدظلہ العالی بودم مذکور حضرت قطب الاقطاب شاہ کلیم اللہ جیو سلمہ اللہ تعالیٰ بیان حضرت صاحب مدظلہ فرمودند کہ حضرت

قطب الاقطاب هرگاه مجلس سماع می فرمودند که غیر از یاران مشغول دیگری در محفل همایون را بمسافت بر در خانهٔ یکی از مخلصان راهی نشاندند که اجنبی را نگذارند. روزی مجلس بود بطرف خود خطاب کرده فرمودند که مرا برای نگهبانی در حکم شده بر در خانهٔ مبارک نشستم. یکبارگی یاران را شوق غالب شد. نعرهای پر شوق و سوز و گداز میزدند. مردم همسایه و راه گذاری چند که در آن راه عبور می کردند استاده می شدند تا بعد یکه قریب پنجاه شصت کس گرد آمدند و از من استفسار کردند که این چه شور و غوغا است گفتم که مجلس سماع است و این آواز صاحب حالان و سوخته جانان است که در شوق و درد الهی از سینهٔ پر سوز بر میآرند.

کلمهٔ چهل و یکم: "اخوی محمد نور الدین طال عمره نقل فرمودند که روزی بخدمت حضرت صاحب مدظله حاضر بودم که این نقل از زبان مبارک تقریر فرمودند. در ایام پیشین مردی بود عالم در میان آن پور میان فیضو نامی که تحصیل علم ظاهری نموده و در عصر خود کیا نظیر بوده از فضیلتی که داشت غروری تمام بهم رسانیده. بالفرا آنجا معتقد نمی شد. عزیزی صاحب کمال که اسم ایشان شاه بهکری بود نیز در آن شهر تشریف داشتند. نظر بر قابلیت و استعداد آن شخص نموده اکثر در خاطر ایشان می گذشت که اگر چنین عالمی در طریق طلب حق قدم نهد و بهره کند، اکثر خلایق از این مرد فیض باطنی حاصل نمایند. چنانچه از علم ظاهر خلق الله نفع میرسد تربیت چنین شخص بسیار موقع بجاست. چون نصیب آن شخص در آن عزیز عالم هرگز سر ارادت بایشان فرو نمی آورد و در عزیز هم دیگر هم در میان آن پور بودند ایشان هم در حق عالم این اراده داشتند. صحبت عزیزان با آن شخص فائده نمی بخشید.

باب هشتم: "سبب تالیف این رساله احسن الشمائل. شبی از شبهای صیام چشم از منام کشوده بزیارت کعبهٔ دل احرام بسته بودم. حجرة الاسود سویدا غلبه خیال می بوسیدم و چون طایفان گرد حرم می گردید.... چنانکه در عبادت خویش آگهی و بزبان قلم سحر آفرین که در چشم نظاره می آید این کرشمه در آمده تقریر و تحریر نماید چنانچه احقر از این تماشاهای شاد کام و معلی المرام گشته تا عاشقان سودائی این یوسف جمال از استماع آن اوصاف سرور و خوشحالی کردند. در عالم شوق و غلبهٔ ذوق دعای خیر در حق این داعی نمایند... چون مقصود درین رساله بیان شمائل حضرت پیر و مرشد بود باحسن الشمائل موسوم ساخته.

باب نهم: "در اوصاف شمائل حضرت پیر و مرشد و طریقهٔ آنحضرت مشتمل است. بر سیزده فصل... فصل اوّل: در وصف موی عنبرین... فصل دوم: در توصیف حلیهٔ شریف مایل بطول است... فصل سیوم: در توصیف جبین. فصل چهارم: در توصیف ابرو. فصل پنجم: در توصیف بینی. فصل ششم: در وصف چشم و مژه و نگاه. فصل هفتم: در توصیف رخسار فصل هشتم: در توصیف لب. فصل نهم: در توصیف زنخدان. فصل دهم: در توصیف سماع و گوش. فصل دوازدهم: در توصیف ساعد و دست و ناخن. فصل سیزدهم: در توصیف سینه. فصل چهاردهم: در توصیف کمر و زانو و ساق. فصل شانزدهم: در توصیف رفتار. فصل هفدهم: خاتمة الکتاب مشتمل بر مناجات بدرگاه واهب العطیات..."

ڈاکٹر محمد انصار اللہ
شعبۂ اردو
مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

رسالہ چہار انواع اور دیگر مخطوطات

بلگرام کے ایک نہایت اہم علمی خاندان کے ایک بزرگ میر اویس گیارھویں صدی ہجری کے اواخر میں گذرے ہیں۔ جن کے والد قصبہ بلگرام کی سکونت ترک کر کے مارہرہ (ضلع ایٹہ) میں چلے آئے تھے۔ انھیں میر اویس کے صاحبزادے "صاحب البرکات شاہ برکت اللہ" ہیں جو فارسی میں عشقی اور قدیم اردو (ہندی) میں پیمی تخلص کرتے تھے۔

شاہ برکت اللہ عشقی و پیمی ۱۰۷۰ھ مطابق ۱۶۶۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷۲۹ء میں انھوں نے وفات پائی۔ وہ اپنے وقت کے بڑے صاحب علم اور صاحب دل بزرگ تھے۔ ان کا شمار سلسلۂ قادریہ کی نہایت اہم شخصیتوں میں ہوتا ہے بلکہ ایٹہ، بدایوں اور بریلی کے علاقوں میں سلسلۂ قادریہ کا رواج انھیں کے فیض سے ہوا۔ شاہ برکت اللہ عشقی کے حالات محمد طفیل بدایونی نے برکات مارہرہ میں اور غلام شبر بدایونی نے مدارج نوری میں درج کیے ہیں۔ زبان اردو سے متعلق ان کی خدمات کا ذکر راقم نے اپنی کتاب تاریخ اقلیم ادب کے دوسرے حصّے میں مختصراً کر دیا ہے۔ یہاں تصوف کے موضوع سے متعلق ان کے ایک چھوٹے سے رسالے "چہار انواع" کا تعارف مقصود ہے جس کا مخطوطہ راقم کو اپنے کرم گستر جناب فرخ جلالی کی عنایت سے دیکھنے کو ملا۔ جناب فرخ نے ہی اس کے ایک اور نسخہ کی بھی نشاندہی کی جو مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں موجود ہے۔ (مرآۃ التصوف ص ۵۹ تا ۲۶۲)

رسالہ چہار انواع فارسی زبان میں ہے۔ مخطوطہ درمیانی سائز کے کل سولہ صفحوں پر مشتمل ہے۔ کسی صفحہ پر اٹھارہ اور کسی پر بیس سطریں کسی قدر شکستہ خط میں لکھی گئی ہیں۔ ترقیمہ اس طرح ہے:

"تمت تمام شد بقلم عاصی پرمعاصی احقر العباد بندہ غلام معبود قادری چشتی بخط بد خط مورخہ ماہ ذیقعدہ تاریخ ۱۶ / ۱۳۱۶ سنہ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔"

اس عبارت کی رو سے نسخۂ ہٰذا کی کتابت مصنف کی وفات کے پونے دو سو برس کے بعد ہوئی تھی لیکن اس کی اہمیت یہ ہے کہ یہ کسی ایسے نسخے کی نقل ہے جو مصنف کی زندگی میں لکھا جا چکا تھا چنانچہ نسخۂ ہٰذا کے کاتب نے قدیم ترقیمہ کو بھی نقل کر لیا ہے جو اس طرح ہے:

"تمام شد بعون اللہ تعالیٰ نسخہ چہار انواع من تصنیف حضرت قطبی دینی و دنیا میر صاحب شاہ برکت اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔"

اس عبارت کے لکھنے والے نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی لیکن شاہ صاحب کے نام کے ساتھ "سلمہ اللہ تعالیٰ" شامل کر کے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ یہ نسخہ ان کی زندگی میں یعنی ۱۱۴۲ھ سے پہلے کسی وقت لکھا ہوگا۔ کاتب نے شاہ صاحب کو "قبلتی" کہہ کر ان سے اپنی عقیدت اور نسبت کو بھی ظاہر کر دیا ہے۔ مولانا آزاد لائبریری کے نسخے کے بارے میں اس قسم کی کوئی اطلاع نہیں دی گئی ہے۔

رسالہ چہار انواع کے کاتب اول کے اندراج کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اس سے اس رسالے کے نام کا پتا چلتا ہے۔ خود متن میں اس بات کی طرف کوئی اشارہ موجود نہیں ہے۔

نسخۂ ہذا کے کاتب نے شروع میں بطور عنوان یہ الفاظ لکھے ہیں: "یا صاحب البرکات خذ بیدی"

رسالہ چہار انواع کی ابتدا ان لفظوں سے ہوتی ہے:

"سبحان ذی الملک والملکوت۔ صاحب بے معنی این فقرہ کہ ذی الملک والملکوت است در مدح انسان منسوب ساختہ..... و این تاج بر سر مبارک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم منور و متجلی است۔ انا احمد بلا میم۔"

قرآن پاک کی مذکورہ آیت کو "مدح انسان" سے منسوب کرنا اور "انا احمد بلا میم" کا نقل کیا جانا اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ رسالہ چہار انواع کے تمام مضامین اور مباحث انھیں امور پر مبنی ہیں۔ مصنف کے ذہن میں اس سلسلے کے بعض سوال پیدا ہوئے اور بعض سوال مختلف وقتوں میں لوگوں نے اس سے دریافت کیے تھے۔ ان کے پس منظر میں اس نے یہ رسالہ تصنیف کیا ہے۔ چنانچہ شروع میں ہی اس نے اس بارے میں لکھا ہے:

"بعدہ میگوید فقیر برکت اللہ کہ از مدتے اسولۂ چند در خاطر جا یافتہ بود و سیاحان وارد و صادر نیز استفسار اقوال حقایق کہ معانی آں عزل را گاہ تواند فہمید در میان آوردند..... سوال و جواب تمام ساختہ ساز بر عقاید و پردہ ہر گفتگو عقاید و مذاہب کہ مردماں با خود ہا مکابرہ دارند کسے سنی و کسے رافضی و یکے خارجی و دیگرے شیعہ و ہر کس بجانب میرود و از دلائل بطریقے راہے می گیرد۔ آئینہ صدق و راستی و راہ مستقیم بر کدام از ینہا معمول تواں کرد۔ جواب این عاجز بر کتب عقاید و مذاہب آگہی ندارد و گاہے خبر کسے نکردہ کہ از آں ثبت شود لیکن توجیہے کہ دل از نیاز مندی حاصل کردہ و برہان مستقیم است این است کہ ہر چہار یار کبار ایمان بحضرت سروری سالار کونین صلی اللہ علیہ وسلم آوردند و مسلمان شدند و ہمہ اوضاع و اطوار او در خود ثبت کردند۔ پس بداں از راہ محبت اینہا بودند مگر ذات او صلی اللہ علیہ وسلم بحکم فنافی الرسول مجنوں پیش لیلیٰ خود را نیافت پس چنین کساں اگر از جاں روند عجب عذار نجم وار شود بجز بجز شود۔ المقصود صدق محمد مجسم یافتہ آں را صدیق اکبر گویند و عدل محمد صورت گرفتہ آں را عمر خوانند و حیائے محمد تشخص یافتہ آں را عثمان نامند و وجود علم محمد در جلوہ آمدہ آں را علی دانند۔ پس فی الحقیقت اوست کہ

بچہار صفت نمودار گشتہ۔"

اس اقتباس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شاہ برکت اللہ عشقیؔ قدسی نے تمام معاملات کو چار نوعوں میں تقسیم کر کے بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور اسی مناسبت سے رسالہ کا نام "چہار انواع" مقرر کیا ہے۔ شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ وہ مختلف مسائل کا حل کتب عقاید و مذہب کی روشنی میں پیش کرنے کے بجائے ان کی توضیح و تشریح اس طرح کریں گے کہ اس کو بجز "دل آگاہ" کے کوئی نہ سمجھ سکے گا۔ انھوں نے پورا رسالہ اسی طور پر مکمل کیا ہے چنانچہ اس کے آخر میں بھی کہتے ہیں:

"بجوش و خروش آمدم، باز بہ ہوش رسیدم۔ ملتفتہ او کرمہ، تخرج الحی من المیت۔ من فہم فہم۔"

رسالہ چہار انواع میں مصنف نے میر عبد الواحد بلگرامی کی شرح نزہت الارواح کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اور قیاس قابل ذکر ہے کہ میر عبد الواحد شاہ برکت اللہ کے خاندانی بزرگوں میں سے تھے۔ شرح مذکور کے حوالے سے اس حقیقت کی بھی غمازی ہوتی ہے کہ عقاید کے معاملے میں شاہ برکت اللہ کا نقطۂ نظر وہی تھا جو ان کے اسلاف کا تھا۔ انھوں نے اس نقطۂ نظر کی توسیع و ترویج کے لیے فارسی اور ہندی (قدیم اردو) میں متعدد کتابیں لکھ ڈالیں۔ رسالہ "چہار انواع" بھی انھیں میں سے ایک ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ اب شاہ صاحب کی علمی خدمات کی طرف توجہ عام ہوتی جا رہی ہے چنانچہ ان کے ایک رسالہ عوارف ہندی کو میرے دوست ڈاکٹر سید محمد امین نے مرتب کیا ہے جو شاہ صاحب کے اخلاف میں سے ہیں۔ ڈاکٹر وارث کرمانی نے اپنی کتاب The Forgotten Dream میں شاہ صاحب کے فارسی کلام کے انتخاب کو بھی شامل کیا ہے۔

قصہ چہار برادر (چھوٹا سائز) کا ایک نسخہ ــــــ خان بہادر قاضی عیاض علی خاں نبیرہ مولوی رحمان علی خاں' دیوان میں محفوظ ہے۔ اقتباس: ارباب تصوف و اولی الالباب تعریف سرا ایں حالات را باز نمایند قصہ چہار برادر در علم تصوف حضرت قطب الاقطاب ممتاز واقف اسرار حضرت بے نیاز میراں سید محمد گیسو دراز روح الروح" کاتب اور رسالے کے نام کا کہیں اندراج نہیں۔ تاریخ کتابت بھی نہیں۔

سعادۃ الکونین: اسی کتاب میں سعادۃ الکونین کا بھی ایک نسخہ محفوظ ہے جس کے ترقیمہ کی عبارت یہ ہے: "بتاریخ پانزدہم شہر ذی قعدہ سنہ یکہزار و دو صد و بست و نہ ہجری مرقوم شد۔ مطابق سنہ ۱ جلوس اکبر شاہ تمت تمام شد تم بالخیر" کاتب، مقام کتابت اور مصنف کا نام نہیں معلوم۔

ڈاکٹر محمد ذکی
شعبہ تاریخ
مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

تصوّف کے تین اہم مخطوطات

(۱) رشد نامہ

شیخ عبدالقدوس گنگوہی[1] ردولی میں پیدا ہوئے، اور آخر عمر میں گنگوہ میں سکونت پذیر ہوگئے جہاں ۱۵۳۷ء میں ان کا انتقال ہوا۔ شیخ کا تعلق سلسلۂ صابریہ سے ہے جو چشتی سلسلے کی ایک شاخ ہے[2]۔

شیخ موصوف کی کئی تصنیفات[3] ہیں۔ ان ہی میں سے ایک "رشد نامہ" بھی ہے۔ اس کتاب کا مرکزی مضمون توحید ہے۔ شیخ مسلکِ وحدت الوجود کے حامی تھے اور انھوں نے اسی نقطۂ نظر کی تشریح و توضیح میں یہ کتاب لکھی ہے۔ اپنے مسلک کی تائید میں قرآن کی متعدد آیات، احادیث، مشائخ کے اقوال اور شعراء کے اشعار نقل کیے ہیں۔

کتاب کی چند اہم خصوصیات

(۱) نظریۂ وحدت الوجود کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ نے وہی مشہور و معروف تشبیہات اختیار کی ہیں جو اس ذوق کے لوگ عام طور پر دہراتے رہتے ہیں (مثلاً دریا اور قطرہ، موج اور بادل، بارش اور پانی سب ایک ہی حقیقت کے مختلف روپ ہیں، ہر جگہ اور ہر چیز میں وہی ہے، ہمہ اوست، وغیرہ)

(۲) اس سلسلے میں قرآن کریم کی آیات کی تفسیر صوفیوں کے مذاق پر کی ہے، اور ظاہر الفاظ سے ہٹ کر "باطنی" معنی لیے ہیں۔ مثلاً مسجد حرام سے مراد دل ہے۔ ایمان بالغیب تقلید ہے اور افضل ایمان وہ ہے جو ظاہر و باطن کی آنکھ سے مشاہدے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

(۳) احادیث نقل کرتے ہوئے کسی مآخذ کا حوالہ نہیں دیا ہے۔

---

[1] شیخ کے تفصیلی حالات ان کے صاحبزادے شیخ رکن الدین نے "لطائف قدوسی" میں بیان کیے ہیں جو دہلی سے ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوئی تھی۔ [2] صابری سلسلہ شیخ علی صابر سے منسوب ہے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شیخ فریدالدین گنج شکر کے بھانجے اور خلیفہ تھے۔ ان کے کچھ حالات گلزار ابرار (محمد غوثی شطاری) ۴۹، ۹۲، امیر خورد کی "سیر الاولیاء" ۱۸۵ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی "اخبار الاخیار" میں ملتے ہیں۔ [3] ان کے مکتوبات اور انوار العیون وغیرہ بھی دست یاب ہیں۔ (مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) رشد نامہ کا بھی ایک قلمی نسخہ جس کا سن کتابت معلوم نہیں علی گڑھ میں موجود ہے۔

(۴) بعض ضمنی مسائل پر بھی کلام کیا ہے۔ پیر کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے کہ اس کے بغیر منزل مقصود تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

(۵) سجدہ تعظیمی یعنی مشائخ وغیرہ کو سجدہ کرنے کو مباح قرار دیا ہے۔

(۶) بکثرت مشہور شاعر مسعود بک کے اشعار نقل کیے ہیں۔

(۷) مصنف خود ہندی کے شاعر بھی تھے "الکھ داس" تخلص تھا۔ بہت سے فارسی اشعار کے ہم معنی ہندی دوہرے جابجا نقل کیے ہیں۔

"رُشد نامہ" کی اہمیت

بلاشبہ رشد نامہ میں شیخ موصوف نے اپنے عقاید اور جذبات کا اظہار کیا ہے۔ لیکن خود شیخ کی شخصیت اپنے عہد کی آئینہ دار ہے۔ اس اعتبار سے ان کی تصنیف اہم ہے، کیونکہ اس میں ہم ہندوستان کی تاریخ کے ایک نہایت اہم دور کی جھلک دیکھ سکتے ہیں۔ ایک ایسے عہد کی جس کی اہم خصوصیات قابل توجہ ہیں۔

(۱) شیخ عبدالقدوس کا زمانہ وہ ہے جب کہ ہندوستان سیاسی، معاشی اور مذہبی بحران سے گزر رہا تھا۔ ترکوں کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھی، سیاسی وحدت پارہ پارہ ہو گئی تھی؛ اسی کے ساتھ مشائخ کا روحانی نظام بھی بکھر چکا تھا، ہر طرف ایک بے چینی تھی؛ ایک خلا تھا جسے پُر کرنے کے لیے مختلف سمتوں سے کوشش ہو رہی تھی، گجرات، مالوہ، جونپور، بنگال اور دوسرے علاقوں میں صوبائی حکومتیں قائم ہو چکی تھیں۔ ہندو اور مسلمان دونوں ہی ایک طرف تو اپنے اپنے مذہب کا احیا کر رہے تھے اور دوسری طرف کچھ لوگ مختلف فکری دھاروں کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

(۲) یہ وہ دور تھا جس میں ایک طرف مہدوی تحریک سید محمد جونپوری (۱۴۴۳ء - ۱۵۰۵ء) کی قیادت میں زور پکڑ رہی تھی؛ تو دوسری طرف بنگال میں چیتنیہ (۱۴۸۶ء - ۱۵۵۳ء) کی تحریک ہندو مذہب کا احیا کرنے میں مشغول تھی؛ شیخ عبداللہ شطاری کا (وفات ۱۴۸۵ء) کا شطاری سلسلہ ہندو فکری دھاروں سے ہم آہنگ ہو رہا تھا[۱]، اور

(۳) کچھ نئے مذہبی رجحانات تکمیلی مراحل طے کر رہے تھے جن کا سارا زور اس پر تھا کہ مذہب کی ظاہری تمام رسوم بے معنی اور موجب فساد ہیں، ان کو ترک کر کے مذہب کی روح کو اختیار کیا جائے۔ یہ نظریہ بھگتوں کی قیادت میں سارے

---

[۱] شیخ محمد غوث (۱۴۸۵ء - ۱۵۶۲ء) گوالیاری کا تعلق اسی سلسلے سے تھا۔ انھوں نے جنگلات میں عرصے تک سخت ریاضتیں کیں اور غالباً وہیں ہندو جوگیوں سے ان کی ملاقاتیں ہوئیں۔ بہرحال انھوں نے اپنی تصنیفات میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ کم از کم مشغولِ طرزِ ذکر جوگیوں کے دھیان وغیرہ سے بہت قریب ہے، صرف ناموں کا فرق ہے۔ موصوف نے مشہور سنسکرت کتاب امرت کنڈ ہی سے متاثر ہو کر بحر الحیات تالیف کی تھی۔ ملاحظہ ہو: جواہر خمسہ (علی گڑھ قلمی نسخہ) اور بحر الحیات (مطبوعہ دہلی ۱۳۱۱ھ)۔

ہندوستان میں ایک انقلاب برپا کر رہا تھا۔ اس کے علمبردار بھی بیشتر شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے ہمعصر تھے، مثلاً کبیر (۱۳۹۸ء تا ۱۵۱۸ء) نانک (۱۴۶۹ء – ۱۵۳۹ء)، دھنا (ولادت ۱۴۱۵ء) اور پیپا (ولادت ۱۴۲۵ء) وغیرہ۔

یہ تمام فکری اور مذہبی دھارے اس وقت کے ذہنی ساحلوں سے ٹکرا رہے تھے، اور ظاہر ہے شیخ عبدالقدوس بھی کسی نہ کسی حد تک ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ ان کی صدائے بازگشت شیخؒ کے دوہروں میں بھی سنی جا سکتی ہے۔

(۴) اس کتاب کی اہمیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ اس میں تصوف کا جو روپ ہمیں دکھائی دیتا ہے وہ اس سے بہت مختلف ہے جو خواجہ معین الدین چشتی کے عہد سے شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے عہد تک رہا تھا۔ مثلاً ان مشائخ کے حالات میں ہمیں وحدت الوجود کا رنگ نظر نہیں آتا۔ یہاں تصوف نہایت سادہ، عوام سے بہت قریب تھا، شریعت پر زیادہ زور تھا، قرآن و حدیث کے اوامر و نواہی کو معنویت کی قربان گاہ پر نہیں چڑھایا جاتا تھا۔ ظاہر و باطن میں ایک توازن تھا۔ جیسا کہ شیخ نظام الدین اولیاء کے اس قول سے ظاہر ہے:

"ہرچہ علماء بہ زبان دعوت کنند، مشائخ بہ عمل دعوت کنند۔"[1]

(۵) اگر ہم "رشد نامہ" اور اس عہد کی اسی نوع کی دوسری کتابوں کا بغور مطالعہ کریں تو ان عوامل کی نشاندہی کر سکتے ہیں جو بہ تدریج تصوف کے فکری نظام میں داخل ہوتے رہے اور بالآخر اسے عوام یہاں تک کہ شریعت سے بھی دور لے جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں تصوف ایک تن مردہ ہو کر رہ گیا۔ اصطلاحات کے شکنجوں نے اس کی روح کو نچوڑ ڈالا اور ہر طرف اس پر غبار ہونے لگا۔

(۶) ان مہلک عوامل میں سے چند یہ ہیں:

(۱) قرآن و حدیث کے الفاظ اور احکام کی معنویت پر اتنا زور دیا گیا کہ عمل کی اہمیت بہت کم ہو گئی۔ جب ایک بار یہ کہہ دیا گیا کہ:

؎ من مست خرابات نمازی کہ گزارم   دردی نہ قیامی نہ رکوعی نہ سجودی

تو پھر بہت سے نام نہاد صوفیوں نے "نمازِ معنوی"[2] ہی کو اصل نماز قرار دے دیا اور رفتہ رفتہ خود کو شریعت کی گرفت سے آزاد کر لیا، اور پھر اس پر علما کا شدید ردِعمل ہوا اور تصوف سے بدگمانی بڑھتی چلی گئی، چنانچہ علامہ اقبالؒ کے نزدیک مسلمان کو ذلیل و کمزور کرنے کے لیے اس کے دشمن نے یہی بہتر سمجھا کہ اسے نظام خانقاہی میں مبتلا کر دے۔

(۷) اس طرح اگرچہ یہ صدا بھگتوں کے گیتوں سے ہم آہنگ تو ہو رہی تھی لیکن تھی شریعت سے باہر۔

---

[1] سیر الاولیاء، ۳۴۲۔ [2] قرونِ وسطیٰ کے بھگتوں اور سنتوں نے بھی اسی پر زور دیا ہے کہ مذہب کی ظاہری رسوم ادا اصل میں اصل عبادت اور پاکیزگیٔ دل کی جگہ اور نہیں۔

(۸) ایک اور مہلک اقدام یہ ہوا کہ بعض مشائخ نے احادیث نقل کرتے ہوئے اسناد اور حوالے کا اہتمام نہیں کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ دروازہ کھل گیا اور جس نے جو بات اپنے مسلک کے مطابق پائی حدیث کے نام سے چلتی کر دی۔

(۹) ایک مہلک عنصر یہ داخل ہو گیا کہ "مقامِ احسان" کی جگہ "فنا فی اللہ" نے لے لی جس کے ڈانڈے نروان سے تو جا ملے لیکن اسلام کا تصورِ توحید مجروح ہو گیا، اور "وصل و وصال ہجر و فراق" کی باتیں کرتے کرتے غیر محتاط مشائخ نے وہ باتیں بھی کہہ دیں جو بارگاہِ الٰہی کے شایانِ شان نہیں تھیں، یعنی ہوش پر جوش غالب آ گیا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ "مرشد نامہ" اور اس قسم کی تصوف کی دوسری کتابوں سے ہمیں تقابلی مطالعے میں مدد مل سکتی ہے۔ اور اس طرح اُن راہوں کی نشان دہی کی جا سکتی ہے جن سے وہ عناصر اس میں داخل ہوئے ہیں جنھوں نے اسے حقیقت سے دور اور غیر مقبول بنانے میں اہم رول ادا کیا ہے، اور جن پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے[1]۔

(۱۰) "مرشد نامہ" کی اہمیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ اس میں شیخ موصوف کے بکثرت دوہرے موجود ہیں جن پر ہندی شاعری اور اردو زبان کے ارتقاء سے دلچسپی رکھنے والے بھی توجہ دے سکتے ہیں۔

② رسائل و ملفوظات شیخ حمید الدین و شیخ فرید الدین ناگوری

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، حبیب گنج کلکشن (مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) میں محفوظ یہ مخطوطہ شیخ حمید الدین ناگوری (خلیفہ شیخ معین الدین سجزی)، ان کے پوتے شیخ فرید الدین[2] اور ان کے بعض دوسرے فرزندوں کے حالاتِ زندگی سے متعلق ہے۔ مصنف کا نام اگرچہ کہیں درج نہیں تاہم اتنا بالکل واضح ہے کہ ان رسائل اور ملفوظات کو شیخ فرید الدین کے کسی فرزند نے مرتب کیا ہے[3]۔ متن سے اتنا بھی ظاہر ہے کہ ترتیب کا یہ کام ۷۴۲ھ کے آس پاس ہوا ہے۔

موجودہ نسخہ کسی قدیم مخطوطہ سے نقل کیا گیا ہے۔ کاتب "ابا محمد انوار الحق دہلوی قادری" اور ان کے بعض متعلقین سے کتابت

---

[1] اس لیے دورِ انحطاط کی صوفیانہ تحریروں سے استفادہ کرنے میں ذرا احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے، ایسا نہ ہو کہ پھر تصوف کی وہی شکلیں ابھر جائیں اور روحانیت کا احیاء انہی قدیم بھٹکوں کی نذر ہو جائے جس نے تصوف بیزاری کو جنم دیا تھا۔

[2] بعض حضرات نے شیخ فرید الدین کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ شیخ حمید الدین صوفی سوالی کے فرزند و خلیفہ تھے لیکن مذکورہ مخطوطے میں جا بجا شیخ فرید کا پورا نام اس طرح دیا گیا ہے: شیخ فرید الدین محمود خلف شیخ عزیز الدین عرف عبد العزیز سبط حضرت سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی ناگوری۔ تفصیل کیلئے دیکھئے ص ۲۱۵ وغیرہ۔

[3] کیونکہ آخری رسالے (سرور الصدور) میں ابتداء ہی میں لکھا ہے کہ مؤلف نے یہ حالات اپنے والد شیخ فرید الدین سے سن کر لکھے ہیں۔ شیخ فرید الدین کے کئی بیٹے تھے اور ان کے ناموں میں بھی اختلاف ہے۔ اس لیے یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کون سے بیٹے نے لکھے ہیں۔

۱۳۰۱ھ ہے۔ سرورق پر مخطوطے کا نام "سرور الصدور" درج ہے اور قدیم نسخے پر بھی یہی عنوان ہے یعنی سرور الصدور و نور البدور ملفوظ شیخ حمید الدین صوفی ناگوری، لیکن درحقیقت یہ مختلف رسائل، مکتوبات اور ملفوظات کا مجموعہ ہے جو ۱۳ رسائل پر مشتمل ہے جو یہ ہیں:

	مصنف یا مولف	صفحات
۱۔ مراتب شریعت	از شیخ حمید الدین ناگوری	۲۰
۲۔ رسالہ در سہ گروہان بندگان برگزیدہ	منسوب بہ شیخ حمید الدین ناگوری	۴
۳۔ اصول الطریقہ	"	۱۰
۴۔ رسالہ در سماع	"	۲۰
۵۔ رسالہ در سلوک	"	۸
۶۔ " "	"	۱۰
۷۔ مکاتیب	"	۱۸
۸۔ منظومات	"	۲۸
۹۔ رسالہ در جواب سوالات	"	۸
۱۰۔ تاریخ بنا روضہ (شیخ حمید الدین و فرمان محمد بن تغلق)		۶
۱۱۔ مکاتیب و منظومات	منسوب بہ شیخ فرید الدین محمود	۴۷
۱۲۔ شجرہ بزرگان چشت	"	۱۴
۱۳۔ سرور الصدور و نور البدور	حالات شیخ حمید الدین و شیخ فرید الدین	۹۰

اور ابتداء میں ۳۰ (تیس) صفحات پر مشتمل کاتب محمد انوار الحق کا مبسوط مقدمہ ہے۔ کاتب نے تصحیح بھی کی ہے اور کہیں کہیں انتخاب بھی کیا۔ اصل نسخہ ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل تھا، موجودہ نسخہ تین سو سے کچھ زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

ا؎ مذکورہ مخطوطے کے شروع میں کاتب کا ایک مقدمہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ محمد انوار الحق نے ایک قدیم نسخے سے یہ نسخہ نقل کیا ہے جو کتب خانہ شاہ نور محمد سجادہ نشین و خلف شاہ نجم الدین صوفی چشتی متوطن قصبہ جھنجھنوں علاقہ شیخاواتی از اقطاع راجستھان میں موجود تھا۔ پہلی کتابت ۱۳۰۱ھ میں ہوئی مگر بعد میں کاتب کو ناگور سے ایک اور نسخہ بھی مل گیا اس سے مقابلہ کیا، تصحیح کی اور پھر ۱۳۰۳ھ میں کتابت سے فراغت ہوئی۔ کتابت میں کاتب مذکور کے بعض فرزندوں اور احباب نے بھی مدد کی ہے۔

اس مجموعہ میں شیخ حمید الدین ناگوری سے منسوب رسائل و مکتوبات وغیرہ ایک تہائی کے بقدر ہیں، اور شیخ فرید الدین کے مکتوبات، ان کے بھائیوں اور فرزندوں کے حالات اور دوسری عبارتیں دو تہائی حصہ پر مشتمل ہیں۔

کتاب کی خصوصیات اور اہمیت اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ کے ایک نہایت ہی اہم دور کی آئینہ دار ہے، یعنی شیخ معین الدین سجزی سے شیخ نظام الدین اولیاً تک اور سلطان التمش سے سلطان محمد بن تغلق تک۔ یہ کتاب یقیناً اس عہد کی مکمل تاریخ نہیں، لیکن اس طویل سفر کی اہم منزلوں کی ضرور نشان دہی کرتی ہے۔

اس کتاب میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح شیخ معین الدین چشتی سرزمین ہند میں داخل ہوئے اور انھوں نے اجمیر میں اسلام کے روحانی نظام کی بنیاد ڈالی، پھر ان کے خلفاء کس طرح شیخ معین کے دوسرے علاقوں میں آباد ہوئے۔ پھر شیخ قطب الدین بختیار کاکی شیخ فرید الدین گنج شکر اور شیخ نظام الدین اولیاء اور ان کے خلفاء کی قیادت میں یہ روحانی نظام ارتقائی منزلیں طے کرتا ہوا اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا، سندھ سے بنگال تک اور دہلی سے دولت آباد تک کوئی اہم شہر ایسا نہ تھا جہاں ان بزرگوں کے قدم نہ پہنچے ہوں اور ان کی خانقاہیں قائم نہ ہوئی ہوں۔

دوسری طرف اس کتاب میں سلطان التمش کا بھی ذکر ہے جو سلطنت دہلی کا بانی کہا جاتا ہے۔ جس وقت التمش ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی اقتدار و نظام کی بنیادیں استوار کر رہا تھا، ٹھیک یہی وقت تھا جب خواجہ معین الدین چشتی اسلام کے روحانی نظام کی اساس رکھ رہے تھے، اور پھر بلبن کا ذکر ہے اور آخر میں سلطان محمد بن تغلق کا جس کے عہد میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت نقطۂ عروج پر پہنچ گئی تھی، وہ شیخ نظام الدین اولیاء کا معاصر فرماں روا تھا۔

ان ملفوظات سے صاف پتہ چل جاتا ہے کہ یہ دونوں نظام ساتھ ساتھ ابھرے، ایک دوسرے کے تعاون سے مستحکم ہوئے، بام عروج تک پہنچے اور پھر آپس میں ٹکرانے لگے، مجروح ہوئے اور پھر دونوں کے انحطاط کے آثار بھی نمایاں ہونے لگے۔

یہ دونوں تصویریں ہم اس کتاب میں صاف صاف دیکھ سکتے ہیں، تقریباً چار نسلوں یا دو سو سال کا مدوجزر، عروج و زوال سب یہاں منعکس ہو گیا ہے

اس عہد کے صوفیہ، ان کے افکار و اعمال اور ان کی کاوشوں کے بارے میں معلومات کا یہ ایک مستند ماخذ ہے کیونکہ ان حالات کو بیان کرنے والے شیخ فرید الدین ہیں جو اپنے دادا شیخ حمید الدین ناگوری کے خلیفہ ہیں، اپنے چشم دید واقعات بیان کر رہے ہیں، جو اپنے دادا سے سنا ہے بتا رہے ہیں، اور ان بیانات کو قلم بند کرنے والے شیخ فرید کے بیٹے ہیں جو اپنے والد کی زندگی کا ستائیس (۲۷) سال سے گہرا مطالعہ کر رہے ہیں۔

جہاں تک موضوعات کا تعلق ہے قرآن ۱۲ رسالوں کے عنوانات سے ظاہر ہے کہ تصوف کے تمام بنیادی مسائل تفصیل کے ساتھ زیرِ بحث آگئے ہیں، مثلاً تصوف کے معنی، مقاصد، راہیں، صوفیوں کی منزلیں، سالک کے مقامات عبادات، دنیا کی حقیقت، عشقِ الٰہی، وحدت الوجود کی واقفیت، اشارے، اور سماع پر تفصیلی بحث، مشائخ کی روزمرہ کی زندگی، ہمعصر مشائخ سے ان کے تعلقات، سلاطین سے روابط اور ان کی نوعیت، ان تمام امور پر مفصل بحث ہوئی ہے اور بہت سے مسائل سوال و جواب کی صورت میں زیرِ بحث آگئے ہیں۔ مشائخ کے علمی کارناموں کے چرچے بھی ہیں۔ ان کی شعری تخلیقات اور نثری نمونے بھی ہیں، دوہرے بھی ہیں اور خطوط بھی، جو ان کے عقاید اور عملی کاوشوں کو اجاگر کرتے ہیں۔

ان اوراق سے سلاطینِ دہلی کے کارناموں پر روشنی پڑتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مشائخ سے کس نوع کے تعلقات رکھے اور ان دونوں کے حق میں کیا نتائج نکلتے رہے۔

کہیں کہیں معاشی بحران کا بھی ذکر ملتا ہے جس میں معاشیات کے شائقین کے لیے دلچسپی کا سامان ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ ان اوراق میں بعض سلاطینِ دہلی کے فرامین کی نقلیں ہیں، مشائخ کے نام جو خطوط انھوں نے بھیجے ہیں، وہ فرامین جن میں جاگیریں یا زمینیں دی گئی ہیں یا تعمیر کے لیے رقم دی گئی ہے ان کی نقلیں ہیں، خلافت نامے اور شجرے بھی ہیں۔

مختصر یہ کہ اس مجموعہ میں تقریباً دو سو سال کی عکاسی ہے، تاریخی جھلکیاں ہیں، شاہی خطوط و فرامین ہیں، مسائلِ تصوف ہیں، مباحثِ شریعت و طریقت ہیں، اوراد و وظائف ہیں، دعائیں اور مناجات ہیں، خلافت نامے اور شجرے ہیں، وعظ اور نصیحت ہے، امثال و حکایات ہیں، لطائف و نکات ہیں، اور رموز و اشارات بھی اور اس عہد کے مشائخ کی عملی زندگی کے نمونے بھی۔

(۳) گلزارِ ابرار

گلزارِ ابرار عہدِ وسطیٰ کے علماء و صوفیا کا ایک ضخیم تذکرہ ہے، جس میں تیرہویں صدی سے لے کر سترہویں صدی کے اوائل تک تقریباً چھ سو علماء و صوفیاء کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ اس طرح اس عہد کے ہندوستان کی تہذیبی تاریخ کے مطالعہ کے لیے یہ ایک اہم ماخذ ہے۔

محمد غوثی شطاری بن شیخ حسن بن موسیٰ احمد آبادی اس اہم تصنیف کے مؤلف ہیں۔ ۹۴۲ھ میں ہمایوں کی گجرات مہم کے بعد جو حالات پیش آئے اس کے نتیجے میں شیخ حسن ترکِ وطن کر کے مالوہ چلے گئے تھے اور مانڈو میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ مؤلف شیخ حسن کے چھوٹے صاحبزادے تھے جن کی پیدائش ۹۵۵ھ میں ہوئی تھی۔

پانچ سال کی عمر میں آپ کو مقامی مدرسہ میں داخل کرایا گیا، جہاں آپ نے قرآن کی تعلیم کے بعد فارسی کی تعلیم کا آغاز کیا۔ لیکن بدقسمتی سے گیارہ سال کی عمر میں ہی ۱۵۶۵ء میں آپکے والد کا انتقال ہوگیا اور آپ کا خاندان معاشی بدحالی کا شکار ہوگیا۔ چنانچہ آپ کو اپنے خاندان کی کفالت کے لیے کسب معاش میں لگ جانا پڑا۔ لیکن آپنے اپنی تعلیم بھی جاری رکھی۔ سترہ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوگئی لیکن شدید معاشی پریشانیوں کے باوجود آپنے اپنی تعلیم نہیں چھوڑی۔

آپ گجرات کے ایک شطاری صوفی، شیخ سراج الدین کے حلقہ تلمیذ میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے گجرات چلے آئے، جہاں احمد آباد کے مشہور شطاری بزرگ شیخ وجیہ الدین علوی کی نگرانی میں اپنی تعلیم مکمل کی۔ ۳۱ سال کی عمر میں ۱۵۸۶ء میں آپ مانڈو لوٹ آئے۔

احمد آباد سے واپسی کے چار سال بعد، ۱۵۹۰ء میں آپنے "گلزار ابرار" کی تالیف کا قصد کیا۔ آپکے احباب نے آپ کی ہمت افزائی کی چنانچہ ۱۶۰۲ء میں آپنے کام کا آغاز کر دیا اور تقریباً ۱۶۱۳ء میں کتاب کا تیسرا اور آخری مسودہ تیار کر لیا۔ آپنے اپنی زندگی کی اس اہم تالیف کو حکمران بادشاہ جہانگیر کے نام معنون کیا۔

"گلزار ابرار" کے چار نسخے دستیاب ہیں:۔

(۱) پہلا نسخہ ببلیوتھیکا لیوڈیسیانا Bibliothica Luidesiana جو اب جون ریلینڈس لائبریری مانچسٹر میں ضم ہوگیا ہے، میں ہے۔ یہ ۱۰۷۸ھ/۶۸-۱۶۶۷ء کا کتابت کردہ ہے۔ یہ مکمل نسخہ ہے اور پاکیزہ نستعلیق میں کتابت شدہ ہے۔ اس نسخے کی ایک روٹوگراف کاپی مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے شعبہ تاریخ کی سیمینار لائبریری میں محفوظ ہے۔

(۲) دوسرا نسخہ بخارا میں محفوظ ہے۔ جس کی تاریخ کتابت بھی وہی ہے جو مندرجہ بالا نسخے کی ہے (ملاحظہ ہو اسٹوری کی پرشین لٹریچر جلد ۱ حصہ ۲، ص ۹۸۴)۔

(۳) تیسرا نسخہ جو ۱۷۴۲ء کا مکتوبہ ہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں محفوظ ہے۔

(۴) چوتھا نسخہ سالار جنگ میوزیم لائبریری حیدرآباد میں محفوظ ہے جو غالباً ۱۷۴۴ء کا مکتوبہ ہے۔ اس کے آخری چند اوراق ناقص ہیں۔

تیسرا اور چوتھا نسخہ تقریباً ملتا جلتا ہے۔

مولف نے اپنی اس تالیف میں پانچ قسم کے لوگوں کی سوانح پیش کی ہے:۔

۱۔ اصحاب تحقیق:۔ وہ لوگ جو ظاہری اور باطنی پاکیزگی کے حامل ہیں۔

۲۔ دانشمندان:۔ (علماء)

۳۔ سلوک :۔ یعنی وہ لوگ جو روحانی پاکیزگی کے لیے ریاضت میں مشغول ہیں۔ تارک الدنیا۔

۴۔ زہد :۔ صوفیا، درویش۔

۵۔ مجذوب :۔ جو خدا کے عشق میں گم ہیں۔

آپ نے اپنی تالیف کو چار "چمن" (حصوں) میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے تین حصے تیرہویں چودہویں اور پندرہویں صدی کے صوفیا و علماء کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں۔ چوتھے حصے میں سولہویں صدی اور سترہویں صدی کی پہلی دہائی کے علماء و صوفیاء کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ جو اکثر و بیشتر مولف معاصر یا اس کے ہمعصر ہیں۔

صوفیا اور علماء کے حکایت و آثار کیلئے مؤلف نے مستند تذکروں، ملفوظات اور مکتوبات کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ مثال کے طور پر جامی کی "نفحات الانس" شیخ علی ہجویری کی "کشف المحجوب" شہاب الدین سہروردی کی "عوارف المعارف" میر خورد کی "سیر الاولیاء" میر حسن سجزی کی "فوائد الفواد" شیخ جمال کی "سیر العارفین" عبدالحق محدث دہلوی کی "اخبار الاخیار" شیخ نور الدین کی "جامع الحکایات" مولانا محمد قاضی کی "سلسلۃ العارفین" مولانا عبدالغفور کی "تکملہ" شیخ کمال الدین حسین کی "اصول انوار" شیخ ابو المعالی کی "رسالہ محمدیہ قادریہ" میر عبدالحیٔ کی "کتاب جامع" پیر محمد حسن کی "تذکرہ اولیاء" شیخ فرید کی "سرور الصدور" شیخ حمید الدین سوالی کے ملفوظات، عزیز الدین صوفی کی "تحفۃ الابرار" (شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات)، خواجہ شیخ علی کی "درر نظامی" (نظام الدین اولیاء کے ملفوظات)، ملفوظات چراغ دہلی (غالباً حمید قلندر کی خیر المجالس)، مولانا علیم کابلی اور شرف الدین شہیدی کے "تذکرے" اور شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اور نور قطب عالم کے مکتوبات۔

ان تصنیفات کے علاوہ آپ نے ان صوفیاء، علماء کی متعدد تصنیفات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جن کی سوانح گلزار ابرار میں شامل کی گئی ہیں۔ آپ نے بہت سی تصنیفات مثلاً علی پیر و اور سید زین العابدین کے رسائل، گیسو دراز کی تصنیفات مثلاً "معدن المعانی" "جواہر خمسہ" "اوراد" کلید مخازن، ضمائر البصائر اور محمد غوث شطاری کی "بحر الحیات"، تفاسیر مثلاً "تبصرہ رحمانی (شیخ علی پیر)، بحر مواج (قاضی شہاب الدین عمر دولت آبادی) نور النبی (شیخ کمال الدین حسین) سیر النبی (مولانا معین الدین واعظ) مجمع البحار (شیخ طاہر) سے متعدد اقتباسات بھی نقل کیے ہیں۔

دینی و مذہبی ادب کے علاوہ آپ نے متعدد سیاسی تواریخ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ تاریخ کی چند کتابیں جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے یہ ہیں:۔ "طبقات ناصری" (منہاج سراج)، "تاریخ فیروز شاہی" (ضیاء الدین برنی)، "تاریخ محمدی" (محمد بہامد خانی)، "مآثر محمود شاہی" (مولانا شمس الدین محمد زیرک)، "طبقات محمود شاہی" (مولانا عبدالکریم)۔

آپ کو متعدد ایسے ماخذ بھی یقیناً میسر آئے ہیں جو ہمارے لئے دستیاب نہیں، یا تو وہ برباد ہو گئے، یا جواب تک پردہ خفا میں ہیں۔ تحریری شکل میں جو بھرپور مواد آپ کو حاصل ہوا اور جس سے آپ نے استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے متعدد صوفیا کے ورثا، شاگردان اور احباب سے بھی اطلاعات اکٹھا کیں۔ ان لوگوں سے آپ نے رابطہ قائم کیا اور دیگر معتمد اشخاص سے بھی اطلاعات حاصل کیں۔ آگرہ، احمد آباد اور متعدد دیگر مقامات کے سفر کے دوران بھی آپ نے اپنی تالیف کیلئے اطلاعات اکٹھا کیں۔

"گلزار ابرار" کی خصوصیت اور اہمیت :- آپ کی تصنیف بہت فصیح اور سلیس فارسی میں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نامانوس اور مشکل الفاظ، نیز نئی تشبیہیں اور خود ساختہ تکنیکی اصطلاحات و محاورات کے استعمال سے احتراز کی پوری کوشش کی ہے۔ بسا اوقات آپ نے وضاحت کے لیے کافی لمبی عبارتیں لکھی ہیں جبکہ محض چند جملے اظہار مطلب کے لئے کافی ہوتے۔ بہرحال آپ نے جو کچھ اطلاعات فراہم کی ہیں۔ وہ جامع درست اور مستند ہیں۔ آپ نے اپنے اسلاف مثلاً میر خورد اور میر حسن سجزی کی طرح تذکرہ نگاری کے تمام اصولوں کی پوری پابندی کی ہے اور وسیع معلومات کو بڑی خوبصورتی سے سمیٹا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے ہم عصر اور قریبی دوستوں میں سے تھے۔ آپ ان سے اور ان کی تصنیف "اخبار الاخیار" سے بھی یقیناً متاثر ہوئے ہوں گے

آپ نے فضول قسم کی اور افسانوی باتوں کی، جو لوگ عموماً صوفیا سے منسوب کر دیتے ہیں، بڑی احتیاط سے چھان پھٹک کی اور صرف ان باتوں کو لیا جو معقول اور مستند تھیں۔ اس طرح آپ کی تالیف ایسی افسانوی اور فضول قسم کی مبالغہ آمیز باتوں سے یکسر پاک ہے جو عموماً بعد کی اسی قسم کی تالیفات میں پائی جاتی ہیں۔

"گلزار ابرار" کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کا مؤلف ہر طرح کے نسلی اور فرقی تعصب سے پاک ہے۔ اس نے مختلف سلسلوں کے صوفیا کی خوبیوں اور کارناموں کو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے سراہا ہے اور چشتی، قادری، سہروردی، فردوسی، مغربی، نقشبندی اور شطاری صوفیا کی زندگی اور ان کے کاموں کا بڑی غیر جانبداری سے جائزہ لیا ہے۔

یہ تالیف گرچہ بنیادی طور پر شطاری سلسلہ کا ایک اہم ماخذ ہے تاہم اس میں ہندوستان کے ان تمام اہم تہذیبی اور ثقافتی مراکز کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے جہاں مختلف سلسلوں کے صوفیا اور علماء نے اپنی تعلیمی اور دینی درسگاہیں قائم کی تھیں مثلاً دہلی، لاہور، ملتان، احمد آباد، چمپانیر، نہروالہ، اجودھن، اجین، مانڈو، برہان پور، دیوگیر، گلبرگہ، جونپور، آگرہ، بدایوں، کالپی، میرٹھ اور بنگالہ وغیرہ۔

اس تالیف میں صوفیا اور علماء کی عوامی اور نجی زندگیوں پر، عوام کے ساتھ ان کے روابط پر، حکمرانوں اور امراء کے ساتھ ان کے تعلقات پر، ان کی تعلیمی سرگرمیوں پر، ان کے ادبی کارناموں پر، روحانی مدارج پر، گجرات، مالوہ، جونپور، کالپی وغیرہ کی نو زائیدہ حکومتوں کی تہذیب و ثقافت کو مالا مال کرنے کے سلسلے میں ان کے کارناموں پر اور ہندو بیرون ہند ان

کی مقبولیت اور حلقہ اثر پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

وسیع سماجی تعلقات اور امراء، علماء، صوفیا، تجار اور عوام ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ مؤلف کے روابط نے اسے جو وسیع النظری بخشی تھی وہ اپنے معاصرین کی زندگی کو سمجھنے اور ان کا بغور مطالعہ کرکے ان کی زندگی کی صحیح عکاسی کرنے میں اس کیلئے بڑی مددگار ثابت ہوئی۔ حقیقتاً اس تالیف کا یہ حصہ نہایت ہی اہم، مفید اور مستند ہے جو اس کے ذاتی مشاہدات پر مبنی ہے۔

علماء و صوفیا کی سوانح کے علاوہ "گلزار ابرار" میں کچھ مغل امرا مثلاً مرزا عزیز کوکا اور عبدالرحیم خان خاناں کے کردار اور ان کی سرگرمیوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مؤلف نے ہمایوں، اکبر اور دیگر حکمرانوں کی متعدد مہمات اور عام زندگی پر ان کے جو اثرات مرتب ہوئے ان کی تفصیلات بھی پیش کی ہیں۔

نظام تعلیم، طریقہ تعلیم، پڑھائے جانے والے مضامین اور مختلف درجوں کے تعلیمی نصاب اور کتابیں جو ہندستانی علماء نے لکھیں۔ ان تمام باتوں کی تفصیلات، ساتھ ہی ہندستانی علماء سرزمین عرب کے اسفار اور دیگر اسلامی مراکز سے علماء و صوفیا کی ہندستان آمد کا حال بھی "گلزار ابرار" میں ملتا ہے

مختصر یہ کہ محمد غوثی شطاری کی یہ تالیف، عہد وسطیٰ کی تہذیبی تاریخ کا ایک ایسا اہم ماخذ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(انگریزی سے ترجمہ و تلخیص)
(ترجمہ ڈاکٹر سلیم الدین احمد)

● ●

جناب عشرت علی قریشی
مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ

مولانا آزاد لائبریری کے دو اہم مخطوطات

۱ ملفوظات شیخ وجیہ الدین احمد گجراتی

مولف: شاہ محمد ابن شیخ وجیہ الدین احمد گجراتی (مخزونہ ذخیرۂ حبیب گنج مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ) اوراق ۱۴۳، فی ورق ۱۵ سطریں، کتابت نستعلیق، کاتب شیخ بہادر ابن دولت خاں لاہوری سنہ ۱۱۴۲ ہجری۔ یہ شیخ وجیہ الدین گجراتی کے ملفوظات کا سب سے زیادہ قدیم اور مکمل نسخہ ہے۔

اس کے دو مزید نسخے بھی دستیاب ہوئے ہیں جن میں سے ایک نیشنل میوزیم پاکستان میں ہے۔ (نمبر ۱۹۵۶/۲۶/۲۱) یہ نسخہ خط نسخ میں میر ابوالقاسم طباطبائی کا کتابت کردہ ہے۔ سنہ کتابت ۱۲۵۰ھ ہے۔ یہ نسخہ ایک مجموعہ کا حصہ ہے اور ورق ۴۹۳ تا ۵۱۰ پر ہے۔ دوسرا نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں ہے (نمبر ۱۳۴۳ (۱)) جو نامکمل ہے (ورق ۶ تا ۷۶) مذکورہ بالا نسخوں کے علاوہ اس کا اور کوئی دوسرا نسخہ کہیں بھی دستیاب نہیں ہے۔

جیسا کہ مخطوط کے نام سے ظاہر ہے یہ شیخ وجیہ الدین احمد العلوی کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ شیخ وجیہ الدین جنوبی ہندوستان کے ایک مشہور صوفی تھے جن کا زمانہ دسویں صدی ہجری کا ہے۔ شیخ کا اصل نام سید احمد تھا۔ لیکن وہ اپنے لقب وجیہ الدین سے مشہور ہوئے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ یہ نویں شیعہ امام محمد الجواد (م ۲۲۰ھ) کے بیٹے محمد عزیز کے خلیفہ تھے۔ ۷۹۹ھ میں ان کے اجداد میں سے ایک سید بہاء الدین مکی عرب سے ہندوستان آئے اور محمد آباد (چمپانیر) میں سکونت اختیار کی۔ گجرات کا سلطان ان کے علم و فضل سے کافی متاثر ہوا اور ان کی کافی مدد کی۔ آپ نے گجرات ہی میں شادی کی اور چمپانیر ہی میں اپنی وفات تک رہے۔ ان کے بیٹے سید معین الدین کو سلطان مظفر خان نے تبری کا قاضی مقرر کیا تھا جب سے یہ عہدہ ان کے خاندان میں موروثی رہا۔ ان کے پوتے سید امام الدین کھمبات (Khanbat) کے قاضی مقرر ہوئے۔ سید امام الدین کے بیٹے شاہ نصر اللہ، شیخ وجیہ الدین کے والد تھے۔ ان کی والدہ کا نام بوجی تھا جو شاہ شہاب الدین کی صاحبزادی تھیں۔

شیخ وجیہ الدین چمپانیر میں محرم ۹۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ تذکرہ علمائے ہند کے مصنف کا خیال ہے لیکن مرآۃ احمدی میں ان کی تاریخ پیدائش کو لفظ "شیخ" سے نکالا گیا ہے جس کے مطابق ۹۱۰ھ سال پیدائش

قرار پاتی ہے۔ ڈاکٹر ظہور الحسن شارب مصنف، تاریخ صوفیاے گجرات کی تحقیق کے مطابق تاریخ پیدائش ۲۲ محرم ۹۱۰ھ ہے۔

شیخ نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا اور ۲۰ برس کی عمر میں علوم ظاہری و باطنی سے فارغ ہوکر تعلیم و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ انھیں استاذالاساتذہ اور ملک المحدثین کے نام سے پکارا جانے لگا۔ وہ ایک مستند فقیہ بھی تھے۔ اور ان کا فتویٰ اپنے موضوع پر آخری فتویٰ مانا جاتا تھا۔ شیخ نے ۹۲۴ھ میں "مدرسہ عالیہ علویہ" نامی ایک مدرسہ قائم کیا اور اس مدرسے سے اپنی وفات تک منسلک رہے۔

آغاز زندگی میں شیخ کا تعلق گرچہ مختلف سلاسل طریقت سے رہا اور انھوں نے متعدد صوفیا (مثلاً حضرت شاہ خواں چشتی، حضرت امام الدین تزی وغیرہ) کی پیروی کی لیکن بالآخر انھوں نے شیخ غوث محمد گوالیاری، مصنف "جواہر خمسہ" کی شاگردی اختیار کی۔ شیخ غوث محمد نے انھیں اپنا خلیفہ بنایا اور انھیں شطاری سلسلہ کا پیر مقرر کیا۔ چنانچہ شیخ وجیہ الدین شیخ محمد غوث کے بعد ہندستان میں سلسلۂ شطاریہ کے سب سے بڑے مبلغ تھے۔ تذکرہ علماے ہند کے مصنف کے مطابق شیخ وجیہ الدین کی وفات بروز اتوار ۲۹ صفر ۹۹۸ھ میں ہوئی۔ مصنف نے لکھا ہے کہ قرآنی آیت "ولہم جنّٰت الفردوس نزلا" سے ان کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ خزینۃ الاصفیا میں بھی یہی تاریخ وفات دی گئی ہے اور مندرجہ ذیل شعر سے تاریخ وفات نکالی ہے۔

نیز داں سال رحلت آں شاہ   صاحب حق سخی وجیہ الدین

شیخ وجیہ الدین نے متعدد اہم کتابوں پر شرح و حواشی لکھے ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۱۹۷ تک پہنچتی ہے۔

زیر بحث مخطوطہ شیخ وجیہ الدین کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ ذیل میں آپ کے چند ملفوظات مختصراً بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ شریعت اور طریقت :- شیخ کا کہنا ہے کہ وہ شریعت پر یقین رکھتے ہیں جو ان کے لیے واحد حقیقت ہے نہ کہ طریقت پر۔

۲۔ تنہائی میں ذکر :- جب حقیقت کا متلاشی تنہائی میں ذکر و فکر میں مشغول ہوجاتا ہے تو باطن کی تمام خرابیوں اور نقائص سے پاک ہوجاتا ہے اور اسے تمام اعلیٰ خوبیاں اور انسانی کردار کی پاکیزگی حاصل ہوجاتی ہے۔

۳۔ زیادتی اکل و شرب :- حقیقت کے متلاشی کو معمولی و سادہ کھانے کی اور صرف ضرورت بھر کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک بار کسی نے مشورہ دیا کہ عبادت کی غرض سے زیادہ قوت حاصل کرنے کے لیے خوش ذائقہ اور اچھا کھانا کھانا چاہیے۔ تو شیخ نے کہا کہ خوش ذائقہ اور مزے دار کھانا عموماً زیادہ کھا لیا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں عبادت میں کمی آتی

اور سستی پیدا ہو جاتی ہے۔

۴۔ روحانی سلسلۂ نسب :۔ اپنے روحانی سلسلۂ نسب کے متعلق شیخ کا کہنا تھا کہ حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلعم سے براہِ راست روحانی روشنی حاصل کی تھی حضرت علیؓ سے یہ روشنی سلطان العارفین بایزید کرمانی اور ان سے شیخ غوث محمد کو حاصل ہوئی جنھوں نے پھر اسے شیخ وجیہ الدین کو پہنچایا۔

۵۔ مُردہ شخص کو مُرید کی حیثیت سے قبول کرنا :۔ شیخ فرماتے تھے کہ دوسرے صوفیا کے برخلاف وہ مردوں کو بھی اپنا مُرید بنانا منظور کرتے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے ان کے مُردہ شاگرد اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

۶۔ استخارہ کی مذمّت :۔ کیا ہر کام کو شروع کرنے سے قبل استخارہ کر لینا بہتر ہے؟ اس سوال کے جواب میں شیخ نے فرمایا کہ استخارہ میں جو کچھ آتا ہے تو اس کے بارے میں استخارہ کرنے والا شخص یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ اس نے خود اس کام کے اچھے یا بُرے انجام کے بارے میں پہلے ہی معلوم کر لیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے سوال کیا کہ انسانوں میں سب سے زیادہ بدنصیب کون ہے تو خدا نے جواب دیا کہ وہ جو خدا پر غلط اور جھوٹے الزام عاید کرتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے مزید سوال کیا کہ خدا پر کون جھوٹا اور غلط الزام عاید کر سکتا ہے تو خدا نے ارشاد فرمایا کہ وہ جو استخارہ کرتا ہے اور خدا کے فضل اور رحمت کا طلبگار نہیں ہوتا۔ کاغذ کے دو ٹکڑوں پر، ایک پر 'کرو' اور دوسرے پر 'نہ کرو' لکھکر استخارہ کرنا سخت منع ہے۔ اس سلسلہ میں ہمیشہ سنت کی ہی پیروی کرنی چاہیے جس سے ہی اسے فائدہ پہنچے گا۔

۷۔ وحدۃ الوجود :۔ شیخ کا کہنا تھا کہ جو وحدۃ الوجود پر یقین نہیں رکھتا۔ اسے زیادہ سے زیادہ ذکر و فکر میں مشغول رہنا چاہیے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو حقیقت اس پر ضرور روشن ہوگی اور وہ وحدۃ الوجود کو قبول کرلیگا۔

۸۔ دل میں غیر اللہ کے خیال کو لانے سے بچنا :۔ شیخ کا کہنا تھا کہ حقیقت کے متلاشی کو اپنے دل و دماغ میں خدا کے علاوہ کسی کا خیال نہ لانا چاہیے۔ اسے ہر لمحہ خدا کے حضور حاضر رہنا چاہیے اور اس سے باہر کبھی قدم نہ نکالنا چاہیے۔ دوسرے لفظوں میں اسے ہمیشہ خدا ہی کے خیال میں ڈوبا رہنا چاہیے اس لیے کہ خدا کے ذکر و فکر میں ڈوبا رہنا بہترین تقویٰ ہے اور تمام کاموں میں سب سے اچھا کام ہے۔

۹۔ قناعت :۔ شیخ کا کہنا تھا کہ انھیں کھانے اور کپڑے کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ انھیں کھانے کی ضرورت صرف اس لیے تھی کہ وہ عبادت کرنے کے لیے قوت حاصل کر سکیں اور کپڑے کی اس لیے کہ وہ اپنا ستر چھپا سکیں۔

۱۰۔ باطن کو درست اور مہذب کرنے کیلیے صرف سجدے کافی نہیں ہیں :۔ ایک بار شیخ کو ایک شخص کے

بارے میں بتایا گیا کہ وہ لگاتار روزے رکھتا ہے اور مسلسل نمازیں پڑھتا ہے تو شیخ نے کہا کہ وہ شخص اپنے باطن سے واقف نہیں ہے۔ شیخ نے مزید کہا کہ حقیقت کے کچھ متلاشی اپنے باطن تک پہنچنے کے لیے اپنے ذہن و صلاحیت پر ہی قناعت کر جاتے ہیں اور ذکر و فکر کے ذریعہ اس کی اصلاح و درستگی کی کوشش نہیں کرتے چنانچہ وہ درجہ کمال تک پہنچنے میں ناکام رہ جاتے ہیں اور اسرار و رموز کے کشف میں اعلیٰ مدارج تک پہنچنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

۱۱۔ عقل و دانش سے متعلق کتابیں ایمان کو مضبوط کرتی ہیں :- شیخ کا کہنا تھا کہ عقل و دانش سے متعلق کتابیں مثلاً شرح مواقف، ایمان کو مضبوط کرتی ہیں۔ لیکن ایک بار جب ان کے ایک شاگرد نے شیخ کو بتایا کہ ایسی کتابوں کے مطالعے نے اس کے دماغ میں شک و شبہ پیدا کر دیا تو شیخ نے بار بار اس سے تقاضا کیا کہ وہ مطالعہ کو ترک کر دے۔

۱۲۔ شطاری سلسلہ تصوف :- ایک بار شیخ نے کہا تھا کہ شطاری سلسلہ تصوف تمام صوفی سلسلوں میں سب سے زیادہ آسان اور سب سے زیادہ سودمند ہے۔

۱۳۔ درجہ کمال حاصل کیے بغیر درویش کو درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کا کام نہیں کرنا چاہیے :- شیخ کا مشورہ تھا کہ درجہ کمال حاصل کیے بغیر صوفی کو درس و تدریس اور وعظ و نصیحت میں مشغول نہ ہونا چاہیے۔ جس طرح سے علماء ملک کی دفاع و حفاظت کا کام مسلح افواج کے حوالے کر دیتے ہیں اور خود درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے ہیں اسی طرح سے حقیقت کے متلاشی کو چاہیے کہ وہ خدا کے ذکر و فکر میں ڈوب جائے اور درس و تدریس کے کاموں کو علما کے لیے چھوڑ دے اس لیے کہ درس و تدریس کی طرف متوجہ ہو جانے سے اسرار و رموز کے کشف میں مزاحمت پیدا ہوتی ہے اور خدا تک جانے والے افق کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔

۱۴۔ شیخ کی ولایت کا اثر :- شیخ نے انکشاف کیا تھا کہ چار ہزار ایک سو اشخاص انکی ولایت سے مستفید ہوئے تھے اور ان کی رہنمائی میں پاکی و تقوی کے راستے کے مختلف مراحل طے کر کے درجہ کمال تک پہنچے تھے۔

۱۵۔ شیخ علی متقی کا درجہ :- شیخ کی نظر میں شیخ علی متقی کا بڑا درجہ تھا۔ ایک بار شیخ نے کہا کہ وہ انسان کے بھیس میں فرشتہ ہیں۔ شیخ نے مزید کہا کہ شیخ علی متقی کے تقوی کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ پھر بھی شیخ کے مطابق شیخ متقی روحانیت میں درجہ کمال تک نہیں پہنچ سکے تھے گرچہ اپنی عبادت و ریاضت کے ذریعہ انھوں نے اپنے اندر کشف باطن کی صلاحیت پیدا کر لی تھی۔

(انگریزی سے ترجمہ و تلخیص)

(۲) ملفوظاتِ شیخ مرتعش

ایک مشہور صوفی بزرگ ابو محمد عبداللہ بن محمد نیشاپوری (م ۳۲۸ھ/۹۳۹ء) جو شیخ مرتعش کے نام سے معروف ہیں ان کے ملفوظات پر مشتمل یہ مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری کے حبیب گنج کلکشن (نمبر ۲/۱۱/۳۱-۳۱۲ تصوف) کی زینت ہے۔ (اوراق ۸، کتابت نستعلیق)۔

آغاز: "الحمد للہ ۔ ۔ ۔ بداں اے طالب صادق کہ حضرت شیخ مرتعش چنیں می فرمایند کہ صدآں بود۔"

اس نسخہ کے ساتھ "اقسام راہ حق" نامی ایک نسخہ مجلد ہے۔ نسخہ میں کتاب کا نام نہیں دیا ہے۔

شیخ مرتعش کے ملفوظات پر مشتمل صرف ایک نسخہ جس کا نام "مرشد السالکین" ہے نیشنل میوزیم پاکستان میں دستیاب ہے (نمبر نیشنل میوزیم ۱۹۶۹-۱۲۷، اوراق: ۱۴۲ تا ۱۴۷)۔

شیخ کی پیدائش نیشاپور میں ہوئی لیکن انھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بغداد میں گذارا۔ آپ شیخ ابو حفص کے شاگردوں میں سے تھے، اور آپ نے کچھ وقت حضرت جنید بغدادی اور حضرت ابو عثمان کی صحبت میں بھی گذارا تھا۔ شیخ کے دوستوں میں ابو سہل محمد بن سلیمان صعلوکی (م ۳۶۹ھ)، ابو بکر محمد بن علی بن حمدان فرا نیشاپوری (م ۳۷۰ھ) اور ابو القاسم ابراہیم بن محمد محمویہ، جو شیخ شبلی کے شاگردوں میں سے تھے، قابل ذکر ہیں۔ شیخ نے آخر عمر میں مکہ کے مضافات میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ "نفحات الانس" میں ان کی تاریخ وفات ھ لکھی ہے، جبکہ یافعی صاحب محاسن الاخیار وغیرہ کے مطابق ربیع الاول ۳۲۶ھ آپ کی تاریخ وفات ہے۔

ابو نصر سراج، صاحب کتاب اللمع (م ۳۷۰ھ یا ۳۷۸ھ) جن کا اصل نام عبداللہ بن علی الطوسی تھا اور جو طاؤس الفقرا کے نام سے مشہور تھے، آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ رباعی کے عظیم شاعر شیخ ابو سعید بن ابو الخیر (م ۴۴۰ھ) بھی جن کا اصل نام فضل اللہ تھا آپ ہی کے شاگرد تھے۔

شیخ مرتعش نے کافی سفر کیا تھا، وہ روزانہ ایک ہزار فرسخ، ننگے سر اور ننگے پیر سفر کیا کرتے تھے اور کسی جگہ بھی دس دن سے زیادہ قیام نہیں کرتے تھے۔ گرچہ آپ نے تیرہ بار حج کیا تھا لیکن انھوں نے افسوس ظاہر کیا تھا کہ ان کے سارے حج ان کے نفس کی خواہشات کے غلام تھے اور اس میں خدا کی مکمل اطاعت نہیں تھی۔ جب لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ "ایک بار ان کی ماں نے انھیں ایک کنویں سے ایک کٹورا پانی لانے کو کہا تھا جس میں انھیں کچھ دقت محسوس ہو رہی تھی، تو ماں کے اس حکم کی بجا آوری میں اس معمولی پریشانی نے انھیں یہ باور کرا دیا کہ ان کے تمام حج نفس کی تسکین و خوشی کے لیے تھے نہ کہ روحانی پاکیزگی یا خدا کی رحمت کی حصول کے لیے۔"

کہا جاتا ہے کہ ایک بار شیخ بغداد کی ایک سڑک سے گذر رہے تھے کہ پیاس لگی، انھوں نے ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور پانی کی درخواست کی۔ ایک خوبصورت لڑکی گھر سے ایک گلاس پانی لائی۔ جیسے ہی شیخ نے اس لڑکی کو دیکھا وہ اس کی محبت میں گرفتار ہوگئے اور گھر کے سامنے بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد گھر کا مالک باہر آیا اور اس نے شیخ سے دریافت کیا کہ وہ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہ اس لڑکی کی محبت میں گرفتار ہوگئے ہیں جو ان کے لیے ایک گلاس پانی لائی تھی۔ وہ آدمی شیخ کو جانتا تھا اور ان کی روحانی حیثیت سے واقف تھا۔ اس نے فوراً اپنی لڑکی کا ہاتھ شیخ کی نکاح میں دیدیا۔ رات میں شیخ اپنی دلہن کے پاس گئے لیکن اس پر ایک نظر بھی ڈالے بغیر عبادت میں مشغول ہوگئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو زور زور سے رونے لگے انھوں نے اپنے شادی کے کپڑے اتار دیے اور دوبارہ اپنا خرقہ پہن لیا۔ پھر انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور باہر چلے آئے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ان کے دل پر یہ انکشاف ہوا کہ پہلی سرسری نگاہ نے تو انھیں درویش کے ظاہری لباس سے بے لباس کر دیا تھا، اور اب دوسری نگاہ انھیں باطنی طور پر خدا کی پہچان کے باطنی لباس سے بھی بے لباس کردے گی۔

ایک بار شیخ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص خدا کا دوست کیسے بن سکتا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ خدا کا متلاشی ان چیزوں سے نفرت کرے جو خدا کو ناراض کرنے والی ہیں، خدا کا دوست بن سکتا ہے، اور وہ چیزیں جو خدا کو ناراض کرنے والی ہیں وہ دنیا کی لالچ اور نفس کی خواہشات ہیں۔ کسی نے شیخ سے ایک آدمی کے بارے میں بتایا کہ وہ پانی پر چل سکتا ہے تو شیخ نے جواب دیا کہ وہ ایسے ایک آدمی کو جانتے ہیں جو نفس سے مقابلہ کرتا ہے اور نفس کی مخالفت کرتا ہے۔ مزید انھوں نے کہا کہ یہ شخص پہلے شخص سے زیادہ برتر ہے۔

شیخ کی وفات ۳۲۸ھ/۹۳۹ء میں ہوئی۔

شیخ کے ملفوظات ان کے شاگردوں میں سے کسی نے جمع کیے ہیں، جن کا نام مخطوطہ میں نہیں ہے۔ شیخ کے ملفوظات میں تصوف کے متعدد مدارج کا تذکرہ ہے۔ شیخ کی نگاہ میں صوفی وہ ہے جس کے جسم و جان میں اور قول و عمل میں مکمل یکسانیت ہو۔ (قول آنجا کہ قدم، قدم آنجا کہ قول، دل آنجا کہ تن، تن آنجا کہ دل) جو اپنے باطن، دل یا روح کے خلاف نہ کام کرے اور نہ ایک لفظ ہی منہ سے نکالے اور جو ہمیشہ خدا کے سامنے حاضر و ناظر رہے۔ دوسرے الفاظ میں صوفی وہ ہے جس کی روح یا جس کے دل کی آنکھیں خدا سے ملاقات کے لئے اس درجہ کی مشتاق ہوں، جہاں اس کی اپنی شناخت ختم ہوجائے اور وہ مکمل طور پر خدا کی شناخت میں گم ہوجائے۔ 'میں' اور 'تم' کی کوئی تفریق باقی نہ رہے۔ "دوئی" کے سارے پردے اٹھ جائیں اور غیب کے سارے اسرار و رموز اس کے لیے بے نقاب ہوجائیں۔ شیخ نے "سلوک" کے تین درجے بیان کیے ہیں۔ پہلے درجے میں صوفی

بسا اوقات اپنے آپ میں معدوم ہوتا ہے اور خدا کی حاضری سے غائب ہوتا ہے اور بسا اوقات خدا کے سامنے حاضر ہوتا ہے اور اپنے آپ سے غائب ہوتا ہے۔ یعنی اپنے آپ کو کمل طور پر بھول جاتا ہے یا مدہوش ہوجاتا ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں وجود کی یہ دونوں کیفیتیں "وجود و عدم" کہلاتی ہیں۔ شیخ کے مطابق "سلوک" کی راہ کے مسافروں کا یہ ابتدائی مرحلہ ہے۔ اس مرحلے میں صوفی کے لیے یہ کسی بھی طرح مناسب نہیں کہ ایک شیخ کا کردار ادا کرنا شروع کر دے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا شروع کر دے۔ اسے کسی بھی ایسے کام میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے جو اس کی توجہ کو آگے بڑھنے سے اور تصوف کے اعلیٰ مدارج تک پہنچنے سے روک دے۔ اس کی ساری کوشش اس بات کے لیے وقف ہونی چاہیئے کہ وہ وجود کی ان دونوں کیفیتوں یعنی جسمانی طور پر موجود اور خدا کے حضور حاضر کو ساتھ ساتھ لے کر چل سکے۔ وجود کی یہ دونوں کیفیتیں ایک دوسرے میں اس طرح پیوست ہو جانی چاہیئے کہ پھر اس سے آگے کے درجے تک پہنچنے میں مددگار بن سکیں۔ تصوف کا یہ درجہ "ثم نسیت نفسک" (فنائے وجود بشریت) کہلاتا ہے۔ اور یہ درجہ رسول اللہ صلعم کی سنّت کی پوری پوری پابندی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سلوک جو خدا تک پہنچانے والی چیز ہے اس کی راہ کے سب سے بڑے رہنما رسول اللہ صلعم ہی تھے۔ "فنائے وجود بشریت" کے درجے تک پہنچنے میں کامیابی "فناء الفناء" کے درجہ تک پہنچنے میں مدد کرتی ہے جو بالآخر صوفی کو "خود حاضر در حق حاضر" کے اعلیٰ درجے تک پہنچا دیتی ہے۔ یہاں صوفی کا جسمانی وجود اور اس کی دنیاوی ضرورتیں اس کے اندر اس کے خدا کے درمیان کسی پردے یا رکاوٹ کا سبب نہیں بنتے۔ چنانچہ شیخ کے مطابق اس درجے پر پہنچ جانے کے بعد ہی صوفی کو لوگوں کی اصلاح اور ان کی رہنمائی کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اب اسے ان اسرار و رموز کو واشگاف کرنا چاہیئے جو اس پر ظاہر ہوئے ہیں۔ اب صوفی کی زندگی رسول اللہ صلعم کی درج ذیل احادیث کی مکمل نمائندہ بن جاتی ہے :۔

"مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ اِعْرِفْ نَفْسَكَ يَا اِنْسَانُ تَعْرِفْ رَبَّكَ۔ اَعْرَفُكُمْ بِنَفْسِهٖ اَعْرَفُكُمْ بِرَبِّهٖ۔"

(انگریزی سے ترجمہ و تلخیص)
(ترجمہ: ڈاکٹر سلیم الدین احمد)

●●

ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن ندوی
ادارۂ علوم اسلامیہ
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

علی گڑھ کے دو بلگرامی مخطوطات

(۱) انیس المحققین

خط: نستعلیق و نستعلیق شکست، اوراق: ۹۲، سطریں: ۱۵، سائز: ۹ء۶×۶ء۱۰، کاتب: احمد علی، سن کتابت: ۱۲۶۶-۱۲۶۹ھ، لوح مطلّی و منقش، چند اوراق مجدول بہ سبز و زرد، عنوانات وغیرہ بخط شنگرف، عبارات عربیہ بخط نسخ (حبیب گنج ذخیرہ ۵۵م/۲۱ فارسیہ تصوف)۔

انیس المحققین میر غلام علی آزاد بلگرامی کی ایک ایسی تصنیف ہے جس کا ذکر نہ تو مصنف نے اپنے حالات کے ضمن میں کسی جگہ اپنی تصانیف کو بیان کرتے ہوئے کیا ہے اور نہ بعد کے لکھنے والوں نے ان کی حیات آثار اور کارناموں کو شمار کرتے وقت بتایا ہے کہ ان کی طویل تصانیف کی فہرست میں یہ کتاب بھی شامل ہے جو مسائل و مبحات تصوف سے متعلق ہے۔ اصل کتاب کی دریافت راقم الحروف کی ہے جو سبحۃ المرجان کی تحقیق و تحشیہ کے کاموں کے دوران واقع ہوئی۔ اس کی تفصیل سبحۃ المرجان کے محقق نے مقدمے میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے نہیں دی، صرف فارسی تصانیف کو گناتے ہوئے نام گنا دیا ہے۔

نام کتاب: اس طرح کے نام علما کی تصانیف و ملفوظات کے ذیل میں بھی ملتے ہیں۔ انیس الارواح جو حضرت خواجہ عثمان ہارونی اور خواجہ معین الدین چشتی کی طرف منسوب ہے یا انیس الصالحین جو حضرت امام الدین (م ۱۱۰۵ھ) کی ہے یا انیس العاشقین جو گویا انیس المحققین کا ہم معنی نام ہے تصوف کی کتابیں ہیں۔ عاشقِ صادق کی رسائی حق تک ہوتی ہے ورنہ کوچہ گردی ہر کس و ناکس کرسکتا ہے اور کرتا بھی ہے جب عاشقِ صادق تپ چکا اور مختلف منازل سے گذر کر عشقِ حقیقی کی شرابِ ناب سے متوالا ہوجاتا ہے تو اس کا دوسرا نام محقق ہوجاتا ہے اس لیے تلاشِ حق کے متوالوں کا یہ نام نیا نہیں ہے۔ حضرت سعدی شیرازی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ گر ذات

علم سے حق تک انسان کی رسائی نہ ہو سکی اور وہ اپنی ذات کی حقیقت کو نہ پہچان سکا تو روشنی طبع اس کے کیا کام آئی بلکہ اس کی ذات کے لیے وبال بن گئی۔ ایسے علم سے باز آئے اس سے تو جہل بہتر ہے۔ جانور لا علم ہے کہ اس کے اوپر کیا بوجھ لادا گیا ہے اس لیے اس کے نزدیک اینٹ، پتھر اور دانش و خرد کا عطر کتابیں یہ تمام یکساں ہیں کہ بوجھ ہی تو ہیں۔ علم کی روشنی آنکھوں کیلئے اگر چکا چوند بن گئی اور فکر و فہم کو راہ یاب نہ کر سکی بلکہ تاریکی میں یہ ایسے ہی پڑے رہے تو مقصد علم حاصل نہ ہوا کہ ضلالت سے ہدایت کی طرف جا سکیں چنانچہ سعدی شیرازی نے یہ شعر اسی ذیل میں پیش کیا ہے ؎

نہ محقق بود نہ دانش مند　　　چار پائے برو کتاب چند

دانش مند سے عام اہل علم و خرد مراد ہیں اور محقق سے ایسی ذات والا صفات جو حق جوئی کے لیے سرگرداں اور پریشان ہو اور اس کیلئے ہر طرح کی مصیبتیں اور آلام روزگار برداشت کرے اور جو بھی ممکن ہو سکے وہ اس کی خاطر گزر رہے۔ شعر بالا میں محقق کا مرتبہ دانش مند سے پہلے دکھایا گیا ہے کہ یہی مقصود زندگی ہے۔ اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است۔

کتاب کی داخلی شہادت بھی یہی بات سامنے رکھتی ہے کہ آزاد بلگرامی نے مختلف پیرایۂ بیان میں "ح ق ق" کے مادّے سے حق رسی کے جملہ پہلوؤں کو اُجاگر کرنا چاہا ہے:

(۱) مقدمہ کتاب میں حمدلہ کی سطروں میں ایک جگہ لکھتے ہیں: الحمد للّٰہ الذی کل یوم هو فی شان.... واولیاءہ الذین رای اللّٰہ قلوبهم بحقائق الایقان۔

(۲) ایک دوسری جگہ اس مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ "شائقین و معتقدین" اس کتاب کے مطالعہ کے لیے بیتاب تھے۔ "وزمرۂ آرزومنداں کہ دراخذ ایں کلمات حقائق گنجور ناصبور بودند۔" دیکھیے لفظ "حقائق" کا استعمال تحقق کی نسبت سے ہے۔

صوفیا کی اصطلاح میں ایسے اشخاص جو "حقائق اشیا" کے ادراک کے بعد نفسِ حق تک رسائی حاصل کر لیں، وہ محقق ہوئے۔ خود صوفی شاعر سعدی شیرازی نے بھی اسی معنی میں استعمال کیا ہے۔ ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ محقق کیلئے علم و عرفان کے جملہ وسائل کی تحصیل ضروری ہے جو لفظاً کتاب سے ظاہر ہوتا ہے۔ کتاب رمز ہے اُن تمام جدید و قدیم تجربات اور علوم و فنون کا جو انسانی حسیات اور وجدان کے نتیجے میں حاصل ہوتا رہا ہے اور خود یہ نشانات بیکار بند ہو کر "انسانیت" کی باگ ڈور سنبھالتا رہا ہے۔ رہا آجکل کا مروج معنی وہ بھی "حقائق اشیاء" کی دریافت سے متعلق جزوی معنی کو متضمن ہے، اگرچہ جدید ہے۔ پوشیدہ شئی اور عام علم جو لوگوں کے ذہن و فکر سے اوجھل ہو اس کی کھوج بھی محقق کا کام ہے۔ عربی میں اس لفظ کا مادہ وسیع معنی پر مشتمل ہے جس کی طرف

ابھی ابھی اشارہ کیا گیا چنانچہ اس کتاب "انیس المحققین" میں حق جو کی تسلی اور تشفی کے سامان مہیا کیے گئے ہیں۔

مغلیہ دور صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں خصوصاً اور دیگر متمدن ممالک میں عموماً بڑے تزک و احتشام کا مظہر تھا۔ اس کے زیر حکومت علوم و فنون کی آبیاری بھی ہوئی، فقرا اور درویشوں کی پذیرائی بھی یہی نہیں عروج بلکہ اضمحلال کے ابتدائی زمانوں تک ان قدسی نفوس کی ذات بابرکات سے علم و فضل کے سوتے پھوٹے، تشنگانِ فکر و فہم کو سیرابی نصیب ہوئی اور ان کی راحتِ جان و روح کے لیے سامان مہیا ہوئے۔ دوئی کی بو نہ تھی کہ ریاست اور گرجا میں کوئی نمایاں تفاوت محسوس ہوتا۔ گو مغلیہ دور کے نصفِ آخر میں مغربی ممالک اپنی جرأت و بے باکی کا مظاہرہ کرنے میں نمایاں ہوئے اور سامانِ عیش کے لیے منڈیوں کی تلاش میں سرگرداں پھرے، پھر انھوں نے قدیم ڈگر سے انحراف کر کے نئی راہیں کھوج نکالیں۔ معاشی اور معاشرتی ڈھانچہ ان کا بدلنے لگا اور دور نزدیک کی آبادیوں میں موثر ہوئے۔ مشرقی فکر کو سینہ سے لگانے والے متمدن ممالک میں ہندوستان اہم مقام رکھتا تھا۔ غالباً یہ سرزمین کچھ ایسی ہے کہ اثر پذیر تو خواہ مخواہ ضرور ہوتی ہے مگر اپنے رنگ کی آمیزش بھی کرتا جاتا ہے۔ اور کر دیتی ہے۔ مغربی فکر اور اس کی تیز و تند ہواؤں سے ہندوستان متاثر تو ضرور ہوا اور یہ کام جہانگیر کے عہد سے شروع ہو گیا تھا لیکن ہندوستانی طرزِ زندگی کی نمایاں خصوصیات اپنی انفرادیت قائم رکھتی ہوئی اور روح و فکر کو سمیٹتی ہوئی آگے قدم بڑھاتی جاتی تھی۔ اسی ہندوستان میں قدیم زمانے سے ترک دنیا کی تعلیم دی جاتی تھی، جوگ، تپسیا اور زہد خشک کا رواج بہر نوع فرض کفایہ کے طور پر آبادی کے کچھ افراد میں اور زندگی کے کچھ ایام میں پایا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ دولت معبود بھی تھا جس کی پرستش کے لیے تہوار منایا جاتا تھا۔ اور اس کے حصول کی خاطر جا و بے جا ہر طرح کا عمل برادرانِ ہند کام میں لاتے تھے۔ دین و دنیا کی تقسیم ہر صورت اس وسیع و عریض سرزمین کی پرانی روش کار اور محبوب طرزِ سیاست تھا ہم جو یورپ کو ریاست اور گرجا کے خانوں میں منقسم دیکھتے ہیں وہ دیر کی بات ہے۔ اس سے پہلے مشرقی ممالک میں سے یہ ملک اپنے نظام حیات کے طور پر اس طرزِ زندگی کو اپنا چکا تھا جس کے نتیجے میں وہ ہمہ گیر اجتماعیت یہاں مفقود تھی جس کا مطالبہ اسلام کرتا ہے اور مثالی طور پر قائم کر کے ہر رہروانِ منزل کو رواں دواں کشمکشِ زیست سے عہدہ برآ ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ قرآن کی رو سے تمام آسمانی ادیان ایک ہی شجرۂ طیبہ کی شاخیں ہیں نتیجتاً ان کے پھل بھی ایک ہی شکل و صورت کے اور کمیت و کیفیت کے لحاظ سے ہم جنس ہیں۔ ہندوستان کی صورت حال کچھ مختلف تھی آسمانی کتابوں کے پیش کردہ زندگی کا پرتو ذرا خال خال مل جائے تو مل جائے ورنہ عام طور پر فکر و عمل کا اختلاف اور تضاد اس قدر تھا کہ صورتِ وحدت کی تلاش فی الاصل جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ گراں بار تھا مگر اسلام کے حاملین علما اور صوفیا نے کمر ہمت باندھی اور منزل بہ منزل آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ کون مورخ کہہ سکتا ہے کہ انھیں اس فریضے کی

انجام دہی میں کامیابی نہیں ہوئی! کامیابی کی گفتگو کے وقت اور علمائ، فضلائ و فقرائ کے تذکرے سے متعلق جب بات آئے تو اس سے گریز ممکن نہیں۔ اسی لیے اس کتاب کے مضامین سے متعلق گفتگو بروقت ہوگی۔

مغلیہ دور کا تذکرہ اس پر اس لیے ہوا کہ سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی حالات کے اثرات قدیم زمانے سے لے کر اس موجودہ دور تک انسانوں کی زندگیوں پر مختلف نوعیت سے پڑتے رہے ہیں۔ اسلام نے ان سے صرف نظر نہیں کیا بلکہ ان امور کے جاننے اور پرکھنے کی دعوت دی ہے اور تجربات و مشاہدات کی روشنی میں نتائج کے اخذ کرنے کی قوت کو متحرک دیکھا جاتا ہے یہ بات قرآن پاک میں بھی ہے اور اس کی تفسیریں سیرت پاک میں بھی ملتی ہیں اور صحابہ، تابعین، تبع تابعین کے دور میں بھی یہی تھا۔ خلفائے راشدین نے قرآن مجید اور سیرت پاک کی شمع فروزاں سے جو روشنی حاصل کی وہ دوسروں تک پہونچاتے رہے۔ پھر اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا دور آیا جس میں بظاہر یہ روشنی مدھم نظر آتی ہے مگر یہ بات ماحول و معاشرہ کی وسعت کی بنا پر محسوس ہوتی ہے ورنہ نیر اعظم سے جو روشنی پھوٹی وہ مختلف حیثیتوں میں اجاگر ہوتی رہی۔ اسی کی روشن کرنوں کا کرشمہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز جلوہ افروز ہوئے اور اموی دور کے ابھرتے ہوئے فتنہ و فساد اور شریعت حقہ سے انحراف کو روکنے کی آپ نے بڑی کامیاب کوشش کی۔ یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ ان کا کام کسی فرد کی حیثیت سے نہیں ہے۔ بلکہ اس جماعت صحابہ کرام رضی کے آثار و باقیات کی ایک جلوہ گری ہے جو جلتے چراغ کی طرح دوسرے چراغوں کو روشن کرتا رہا ہے۔ موجودہ بحث سے متعلق یہ بات کہنی ضروری تھی کہ ایک عالم باعمل بے باک سپاہی اور حکمراں کی حیثیت سے انھوں نے اسی "احسان" کو اپنی فرمانروائی کے لیے منتخب کیا جس پر پورے اسلام کی عبادات و معاملات کا مدار ہے اور جس سے نتیجہ کرانی خوب سے خوب تر ہو جاتا ہے۔ اس نے اسلام کی رہتی دنیا تک کے لیے یہ بات ثابت کر دی کہ پیش آمدہ مسائل کے لیے قرآن و حدیث سے حل تلاش کرکے کوئی ریاست حسن و خوبی عمل پیرا ہو سکتی ہے اس سے اگر مفر اختیار کیا گیا وہ نقصان مایہ اور شماتت ہمسایہ کا اہم معنی ہوگا۔ اس کے بعد کے اسلامی دور میں جو علوم و فنون کے سوتے پھوٹے اور دنیا کی فکر و عمل کے لیے جو شمعیں جلائی گئیں ان میں عمر بن عبدالعزیز کے معاملات کو سلجھانے اور انجام دینے کی صلاحیتوں کے ساتھ ان کے زھد و تقوی کو بھی دخل ہے۔ اس نے امام مالک، امام حنفی وغیرہ کی ہمت افزائی کی اور خدمت حدیث کی انجام دہی کے لیے موقع فراہم کیا وہ جملہ محدثین کی زندگیوں سے زھد و تقویٰ کے سوتے پھوٹے۔ ان کی ساخت اور تربیت کو معیاری بنانے میں متعلقہ دور کے سیاسی و سماجی حالات کا اثر ہے۔ یہ غلط فہمی اب دور ہو چکی ہے کہ دوسری اور تیسری صدی میں حدیث کی جمع و تدوین ہوئی بلکہ سیاسی و سماجی حالات نے مجبور کیا کہ محدثین احادیث کے انفرادی ذخیروں اور مجموعوں کا تنقیدی جائزہ لے کر معاندین کی ریشہ دوانیوں کے مُضر اثرات کو دور کریں اور انھیں چھانے پھٹکنے کے بعد بڑے بڑے مجموعوں کی شکل میں لوگوں کو میسر کر دیں۔

جملہ تھا ایک یک دو ایک صدی کے بعد نہیں ابھر آئے بلکہ یہ بھی اسی ترقی پذیر تسلسل کی کڑیاں ہیں جو سرورِ کائنات کی حیاتِ تابناک سے ہی انسانی زندگی کے مختلف میدانوں میں شروع ہو گئی تھیں۔ اس طرح صوفیائے کرام اپنا سلسلہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت علی حیدرؓ تک ملاتے ہیں۔ دراصل ان میں بھی وہی "عمل احسان" مشترک ہے جس کا ابھی ذکر ہوا۔ احسان طلبی کا عمل اسلام کا مطمح نظر ہے جو انسانی زندگی کے ہر معاملے میں ظہور پذیر ہوتا ہے چاہے حکمرانی ہو، رعایا پروری ہو، تابعداری اور خدمت گزاری کے معاملات ہوں۔ ہندوستان کے صوفیائے کرام نے ہندوستان کے مزاج کو اچھی طرح جانا پہچانا پھر اسی لحاظ سے دین کی اشاعت کا کام انجام دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں کے مسلمان حکمرانوں کا یہ رول اور التعاون فروغِ اسلام کے لیے رہا ہوتا تو عجب نہیں کہ پورا ہندوستان حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ہوتا گو یہ بات سب حکمرانوں کے متعلق نہیں کہی جا رہی ہے لیکن ان میں سے اکثر ہندوستان میں اپنے مآلِ کار سے بے خبر رہے۔ مغلوں کے دور میں ہمایوں کے فوراً بعد جن کے ہاتھوں میں زمامِ کار آئی وہ عیش پرستی کے لیے نت نئی راہیں ڈھونڈھ رہے تھے۔ الا ماشاء اللہ اور انھوں نے اس کی خاطر اپنی عقل کا استعمال بھی کیا اور کامیاب بھی رہے۔ ظاہر ہے کہ صوفیا نے اپنا وطیرہ نہیں بدلا اور عملاً ان سے علیحدگی اختیار کی اور اپنے حسنِ عمل خدا پرستی و خدا ترسی کے ذریعہ عوام میں نفوذ کرنے کی کوششیں کیں۔

یہ حالات تھے جن سے ہندوستان کا صوفی گزر رہا تھا خصوصاً جو صحیح المشرب صوفیا تھے انھوں نے حالات سے سمجھوتا تو نہیں کیا مگر نفسیاتی طور پر ان سے صرفِ نظر بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہ کتاب "انیس المحققین" انھیں مقامی حالات کا عکس اور مسلمانی معاشرے کے چند در چند پہلوؤں کا آئینہ دار ہے اس کے ساتھ ساتھ مسلمان خواص و عوام جن حالات میں گرفتار تھے اس کی غمازی بھی کرتی ہے مختصراً ان حالات سے متعلق جو اندرونِ کتاب بطور شواہد ملے ہیں ان کا ذکر آپ کے گوش گزار ہے۔

مجالسِ صوفیاء:- حال حال تک اس سلسلے کی شمعیں جو تیرگیِ فکر و ذہن کو کافور بنا رہی تھیں ہم جیسوں کے مشاہدوں میں بھی آئی ہیں۔ عوام کا جو رجوعہ ہوتا تھا اور ان جیسی ذات والا صفات سے فیوض و برکات حاصل کرنے کی جو کوششیں کام میں لائی جاتی تھیں، اگر وہ کل کی بات تھی تو آج کی بھی بات ہو سکتی ہے۔ آزاد بلگرامی شاہ لدھا سید لطف اللہ سے بیعت تھے اور شاہ لدھا کے مرشد سید احمد کالپی تھے اور انھوں نے اپنے پدر بزرگوار سید محمد سے تحصیلِ علم و فیض اور خلافت حاصل کی۔ انیس المحققین کے مطابق آزاد بلگرامی نے شاہ لدھا سے اس وقت بیعت کی جب ان کی عمر ۹۰ نوے سال کی ہو گئی تھی پھر بھی شاہ لدھا مجالس تعلیم و تربیت میں اس طرح جلوہ فرما ہوتے کہ سامعین و حاضرین کو بے خود و وارفتہ بنا دیتے یہ تاثر و کیفیت اتفاقی نہ تھی بلکہ ان مجالس کا یہ محکم اور استوار رنگ تھا شاہ لدھا کی سخن آفرینی، معنی بیان کی رنگینی پھر ادائے مطالب میں سکون و اطمینان کچھ اس طرح کا ہوتا کہ شرکا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے زبان و بیان

ایسا مناسب حال ہوتا کہ تاثر و دل فگاری حاصل کلام بن جاتی۔ اس نوع کی کچھ مجلسوں کا ذکر کرتے ہوئے آزاد بلگرامی رقم طراز ہیں:

"سخن را در کمال خوبی و رنگینی و لطیفہ ہائے ادا می فرمودند و بحسن ادا و فصاحت کلام و تنقیح عبارت دل ہائے سامعان می ربودند" ص ۳۶

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا طریقہ ارشاد عوام و خواص کے لیے ایسا تھا کہ ہر شخص مستفید ہو سکتا تھا پھر اس میں علم و فضل کی رنگ آمیزی ایسی ہوتی کہ اس سے فضلاء عصر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ آزاد بلگرامی جیسا یگانۂ روزگار بھی ان کی مجلسوں سے بہرہ ور ہوتا اور مجلس کی دل ربائی دل گیر بن جاتی۔

ان ایام میں صوفیا کی مجالس سے فائدہ اٹھانے کے دو طریقے عام طور پر رائج تھے۔ اوّل ان شخصیتوں کی نشست و برخواست اور مجلسوں سے استفادہ ہوتا جو زندہ اور قائم تھے جیسا کہ ابھی ذکر ہوا اور دوسری صورت مجلسی استفادہ کی وہ ہوتی جو کسی عظیم شخصیت کے مزار پر حاضری سے ہوتی اور ان کی سیرت و آثار کے استحضار کے ساتھ استفادے کی کوشش ہوتی۔ کسی ایسے صوفی کے ساتھ جس کی طرف مرجوعہ عام ہوتا وہاں پہونچ کر اس کے ساتھ دیگر حضرات بھی مراقب ہوتے گو اس دور میں کسی جاہل اور زر پرست صوفی کا وجود ممکن نہ تھا اور نہ وہ مسند رشد و ہدایت پر غاصبانہ متمکن ہو سکتا تھا پھر بھی یہ پُر خطر راہ تھی اور ہے اور اس سے استفادہ ہر شخص کے لیے ممکن نہیں۔

میر سید محمد کالپی کا بھی حضرت خواجہ بزرگ اجمیریؒ کے مزار پاک پر حاضر ہو کر مراقب ہونا اسی نوع کے استفادے کی خاطر تھا اور اپنے مسلک کے قیاس کے ساتھ خود کو اپنی روش پر قائم رکھا اور اپنے مسلک کے مطابق جادۂ اعتدال سے منحرف نہیں ہوئے۔

ان کے نامور صاحبزادے اور خلیفہ مجاز سید احمد کالپی نے بھی اس طریقے کی پیروی کی مگر ان دونوں میں جو ذوقِ سلوک کا اختلاف تھا وہ یہاں آکر نمایاں ہو گیا۔ سید احمد کے حالات میں مقصد اول کے تحت آزاد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"از مزار خواجہ بزرگ بہ اجمیر رخصت شدند۔ فرمودند کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ مارا رخصت نمودند و دستار بر سر سید احمد بستند و فرمودند کہ مجلس ما گرم سازند۔ از ایں جاست کہ آں جناب در سماع و سرود و وجد بسیار مشغول بودند باوجودیکہ حضرت قطب الاولیاء (سید محمد) نہایت تشرع داشتند۔"

آزاد بلگرامی کی تاریخ نویسی کا وہ رنگ یہاں بھی ظاہر ہو گیا ہے جو ان کی تحریر کی خوبیوں میں سے ہے۔ تصوف کے دو مختلف مسلکوں کی طرف اشارہ کر کے تاریخ کا محاکمہ بھی پیش کر رہے ہیں اور اس وقت کے سماج اور معاشرہ کے رجحانات کو بھی سامنے لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ باپ بیٹے میں ذوقی اور فکری اختلاف ہے۔ پیر و مرشد کے درمیان طریقت

وسلوک کا اتحاد نہیں مگر منزل ایک ہے جہاں مختلف راہوں سے گذر کر کشاں کشاں رہروان عشق و مستی پہونچنے کی جد و جہد کیا کرتے ہیں۔
یہ بات آئینہ ہو جاتی ہے کہ اس قسم کے اختلافات کسی متنازعہ کی شکل نہیں اختیار کرتے بلکہ ذوق و وجدان کی حدوں میں محصور رہتے ہیں۔

سید احمد کی مجلسوں کا رنگ کچھ اور ہی تھا جس کی تفصیل سماع و سرود کے ذکر میں آرہی ہے۔ سید محمد نے علوم و فنون کی تعلیم سید افضل الہ آبادی سے متوسطات تک حاصل کی تھی بعض اونچے درجے کی کتابیں بھی پڑھی تھیں مگر آپ نے اپنے والد بزرگوار سید محمد سے علوم و فنون کی تکمیل کی بالآخر بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اپنے طبعی رجحان کے بنا پر حضرت خواجہ چشتی کے طریقہ مجلس کو اختیار کیا تھا گو یہ اس قسم کا رجحان اپنے زمانہ طالب علمی میں بھی رکھتے تھے۔ اس بات کو میر غلام علی آزاد نے تفصیل سے لکھا ہے اور در پردہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ علما و فقرا وسیع المشرب ہیں جو اختلافات ان کے اندر رونما ہوتے ہیں وہ جزوی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھیں باہمی مناقشات کی بنیاد نہ بنانا چاہیے۔

سماع و سرود:۔ سماع و سرود سے متعلق علما فضلا باہم اختلاف رکھتے رہے ہیں کچھ تو قطعاً اس کے جواز کے قائل نہیں اور کچھ وہ ہیں جو اس کے جواز کے قائل تو ہیں مگر شروط و قیود کے ساتھ جن کا پورا ہونا بنظر انصاف مشکل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود انیس المحققین میں ایک جگہ آزاد بلگرامی نے لکھا ہے کہ شیخ افضل الہ آبادی میر سید محمد کی مجلس میں اس لیے شریک نہیں ہوتے تھے کہ وہاں سرود کا بازار گرم تھا ان دونوں کے درمیان مراسلت رہتی بالآخر محمد افضل سید احمد کے اصرار پر کالپی تشریف لے گئے جب یہ کالپی حاضر ہوئے تو ان کے کمال تشرع کی وجہ سے سید احمد نے اپنی مجلس میں سماع موقوف کرادیا۔ آزاد لکھتے ہیں کہ تین دن تک ان پر سکوت طاری رہا۔ بھوکے پیاسے رہے اور عزلت نشین رہے جو تھے دن شیخ افضل سے ملاقات ہونے پر قطب الاولیا سید محمد کے مریدوں کی ملامت کا ذکر فرمایا۔ اس دن جب جب ملاقات ہوئی تو ان کی ملامت کا ہی ذکر فرماتے رہے یہاں تک کہ ظہر کی نماز کے بعد سے عصر کی نماز تک عصر کے بعد مغرب تک پھر مغرب کے بعد بھی اسی ملامت کا ذکر شروع کر دیا۔ شیخ افضل نے اس کا علاج یہ دیکھا کہ قوالوں کو سرود سرائی کی اجازت دے دیں چنانچہ آپ نے بلایا اور انھیں سرود سرائی کا حکم دیدیا "فرمودند چرا بکار خود مشغول نمی شوند"۔ اس وقت جو قوال سامنے آیا اس کے متعلق آزاد نے لکھا ہے کہ اپنے پیشہ سے توبہ کر کے سید احمد کی ارادت میں داخل ہو گیا تھا۔ قوالی شروع ہو گئی اور وجد و حال کا جو لازمہ تھا وہ مجلس پر طاری ہو گیا۔ آزاد آگے چل کر لکھتے ہیں:

"خاطر آنجناب خوش وقت شد۔ فرمودند کہ میاں جیو من سرود بکنم۔ رومال و تسبیح در دست گرفتہ ایستادہ لفظ اللہ گفتند و در حاضران اثر کرد و جمع از خود افتادند۔ حضرت سید الاولیا میر شاہ لدھا قدس سرہ فرمودند کہ از مشاہدہ کیفیت حضرت سلطان الاولیا شیخ نیز در وقت آمدند و بے اختیار برخاستند"

شیخ محمد افضل حضرت سید احمد کے استاد خاص تھے۔ سید محمد نے اپنے فرزند سید احمد کی تعلیم و تربیت کا کام انھیں کے سپرد کیا تھا وہ اپنے اس ورع و تقویٰ کے ساتھ مسلک کی سختی کے باوجود ضبط نہ کر سکے اور رقت طاری ہو گئی قصداً مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔ یہ روایت کسی عام مرید کی نہیں بلکہ سید لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی جیسے ایک بڑے عالم و صوفی کی ہے جن کے متعلق ہم بیان چکے ہیں کہ کسب فیض انہوں نے سید احمد سے کیا تھا اور خود سرود و سماع کا ذوق نہیں رکھتے تھے اس لیے بیان میں شائبۂ مبالغہ نہیں اور نہ عقیدت مندی سامنے آئی ہو گی ایک اور جگہ اس طرح کے سماع و سرود کے سلسلے میں آزاد لکھتے ہیں:

"ہم دراں ایام شیخ عبدالحکیم موہانی با شیخ افضل در خلوت کہ ثانی نہ بود گفتند کہ حضرت قطب الاولیاء در وقت غلبۂ شوق لفظ اللہ بزبان می رانند و در سامعان سرایت می کرد و بے خود می ساخت و بر می خاستند و حضرت سلطان الاولیا را استادہ می شوند و حرکت دوریہ تیزی کنند و مردم تا خروش می شوند و شیخ محمد افضل را تکلیف کردند کہ ایں جناب را ازیں فعل باز دارید۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ذی علم صوفیا اور عوام میں بھی سرود میں رقص کی کیفیت کا پیدا ہو جانا قبول و نامنظور تھا۔ ظاہر ہے کہ سید احمد کے مریدین کے ساتھ ساتھ وہ حضرات بھی تھے جنھوں نے سید محمد کے زمانے کو دیکھا تھا اور شریعت کی پابندی ان میں جاگزیں ہو چکی تھی۔ علما اور صوفیا نغمہ کے ساتھ اشعار کے سننے کو قطعاً جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ آثار و سنن سے ثابت ہے۔ اشعار میں جو اثر اندازی کا پہلو ہے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مگر جب یہ ساز کے ساتھ ہو تو پھر قباحت شروع ہوتی ہے اور یہ اثر انگیزی مختلف پہلو اختیار کر جاتی ہے ان میں سے یہ رقص بھی ہے اس کا پہلا حملہ ذہن پر ہوتا ہے اور فوراً قلب متاثر ہوتا ہے۔ دوسری بات جو اس سے معلوم ہوئی وہ متشرع صوفیا کی محبوبیت ہے اور ان سے لوگ اس کی توقع رکھتے تھے کہ شریعت کے ساتھ جو غیر شرعی حرکات و اعمال آمیزش پا جائیں انھیں یہ صوفیا دور بھی فرما دیں۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ اس وقت مختلف مسلک کے صوفیا ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے چنانچہ آزاد نے لکھا ہے کہ:

"سلطان الاولیا بعد رسیدن ایں شان سرود موقوف داشتند اما تا سہ روز طعام نہ خوردند و در ایں روزہا ہر مرتبہ کہ با شیخ ملاقات می شد۔ شکایت می کردند۔" ص ۱۲

کلمات موتلفہ میں جو شیخ خوب اللہ کی تصنیف ہے یہ واقعہ ذرا سا تغیر کے ساتھ مذکور ہے۔ آگے چل کر آزاد نے اس کے غیر شرعی ہونے کو محکم بتاتے ہوئے عالمگیر کے تشرع کی شکل میں پیش کر کے لکھتے ہیں جس سے آزاد کی فکر اور ان کا تعامل بھی عیاں ہو جاتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"بہ سبب تشرع عالمگیر پادشاہ سرود سخت ممنوع بود دیگے از مشائخ سلسلۂ نقشبندیہ کہ از

مصاحبانِ سلطان بود این خبر بہ سلطان رسانید پادشاہ شخصے را برائے منع فرستادہ۔ سلطان الاولیا بعد رسیدن آں شخص سرود موقوف داشتند و فرمودند کہ تواضع ما قبول نمائید و نعرہ زدند آں شخص بے ہوش شدہ بر زمین افتاد و سلطان الاولیا بدستور در سماع و سرود مشغول شدند۔ آں عزیز بخدمت پادشاہ رفتہ سرگزشتہ خود عرض نمود پادشاہ باور نہ کرد۔" ص ۱۳

عالمگیر کو یقین نہیں ہوا مگر اسے یہ خواہش بھی ہوئی کہ اس کی تحقیق و تصدیق ہو ایک دوسرے شخص کو جو ان معاملات میں سخت گیر تھا پھر بھیجا غالباً اس میں قاصد کا امتحان بھی مقصود تھا اور اس کی اس صفت کو جو مناظرانہ تھی آزمانا بھی۔ آزاد آگے چل کر لکھتے ہیں:

"محمد امین خان ایرانی کہ بہ تشرع جد و جہد تمام داشت و بہ ایں طائفہ متنازع بود فرستاد"

یہ بھی آئے اور ایک نعرہ میں بیہوش ہو گئے جب واپس وہاں پہونچے تو بادشاہ کو پہلے سے خبر مل چکی تھی بادشاہ نے مسکرا کر فرمایا "دیدی کرامات سنیاں گفتہ بے جہاں بہ اجداد یدم"۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ علمائے غلا اور متشرع صوفیا میں سماع و سرود نہ محبوب تھا نہ رواج پذیر اور کیہ دکا ایسی مثالیں کہیں ملتی ہیں تو علما ان پر معذوری کا پردہ ڈالتے ہیں۔

مسئلہ ہمہ اوست واز ہمہ اوست "شیخ محب اللہ الہ آبادی نے جب رسالہ "تسویہ" لکھا تو اس وقت علما میں رد و قبول کے مرحلے ہوئے تا آنکہ عالمگیر کا دور آیا اور متشرع علما اس سے اور ہی خوش ہوئے۔ الف: ایسے علما جو ہمہ اوست کے صوفیانہ فلسفے کو دین حنیف کے خلاف سمجھتے تھے مطمئن ہوئے۔ عالمگیر خود بڑا عالم اور پابند شرع فرماں روا تھا۔ اس لیے اس نے ہندوستان کے علما کو جمع کیا اور ان کے عقائد کی تصدیق کرنی چاہی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے صوفیا جن کے عقائد سے عالمگیر بادشاہ مطمئن نہ تھا ان میں سید احمد کا نام بھی تھا اس حقیقت کو اجاگر کرکے آزاد لکھتے ہیں:

"بحضورِ خود طلب داشتن تا از عقائد ہر کدام استعلام نماید و حسب الامر پادشاہ اسامی فقیراں را بر کاغذ ثبت کردہ از نظر شاہی گزرانیدند۔ نام نامی آں جناب ہم دراں طومار مرقوم بود۔"

اس عبارت سے دو باتیں واضح ہو کر سامنے آتی ہیں اوّل یہ کہ فقرا کے نام ایک دفتر میں درج تھے۔ ظاہر ہے فقیروں سے مراد وہی ہیں جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ از خود رفتہ حضرات۔ دوسری بات یہ کہ اسما میں سید احمد کا بھی نام تھا۔ یعنی یہ ان لوگوں میں تھے جو از خود رفتہ ہونے میں مشہور ہو گئے تھے اور ظاہر شریعت کے بعض امور کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ غیر سید احمد کے والد بزرگوار نے بھی یہ بات مزاح کے انداز میں کہی تھی جب سید احمد نے عنفوانِ شباب میں

سرود کی محفلوں سے دلچسپی کا اظہار کیا اور بعض عقائد میں اختلاف کرنے لگے تو سید محمد نے افہام و تفہیم سے کام لینا چاہا، مگر بات رد و قبول کی حد تک پہنچ گئی جس کی وجہ سے سید محمد کو کہنا پڑا کہ سید احمد "با من طالب علمی می کند۔" (۱۱۴ الف) بعضوں کا کہنا ہے کہ یہ سوال و جواب شیخ افضل الہ آبادی اور سید احمدؒ کے درمیان ہوا تھا۔

شاہ لدھا کے مکاتیب میں اکثر "ہمہ اوست و از ہمہ اوست" کی تشریح و توضیح ملتی ہے ان خطوط کے علاوہ جو مستقلاً چوتھی فصل میں مذکور ہیں ایک مکتوب بالتفصیل شاہ لدھا کے حالات کے ساتھ بھی درج کیا ہے جس میں پیروی حق پر زور ہے اور ہمہ اوست و از ہمہ اوست کے فرق کو واضح کیا گیا ہے چنانچہ تحریر ہے:

"آں کہ وجود حضرت جلّ و علیٰ چناں کہ واجب است پرستش او نیز بر بندہا واجب و فرض، و ہم چنانکہ ذات پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض خیر و صلاح است، تبعیت احکام او ہم موجب حکمت است و فلاح، اما کسانیکہ بر ایں قدر اکتفا کردہ اند و ہمی مرتبہ را کمال شمردہ اند البتہ بوئے از حقیقت نبردہ اند۔ اولئک کا لانعام بل ھم اضل اند چہ قوتِ انسانی مقتضا آنست کہ ایں کس در فکر حقیقت ہر شے خصوصاً در طلب ماہیت حضرت باری بیفتد کہ ایں ہمہ موجودات از کجاست و آں چیست و کیست مرداں خدا کہ سالہا ریاضت شاقہ کشیدند و فرش تا عرش پیمودہ لا موجود الا اللہ می گویند۔ و بآیۃ و حدیث ثابت می کنند.... لکن مقلدان زمانہ کہ ظاہر خود را چوں محققان آراستہ دارند پیر و مرشد گردیدہ بےچارہ عالم را گمراہ کردند۔ سبحان اللہ شریعت کہ بہ طبیعت او باید مقبول شد مردود می کردند۔ کلمۃ الحق بگوش ایشان باید رساند و با فقیران ایں عہد کہ خود را بایزید و جنید وقت می شمارند چوں خوب دریافتہ می شود، خبر از توحید نہ دارند نہ صاحب وحدت اند و نہ طالب وحدت۔ انصاف چناں می خواہد ہر فقیر کہ بر وحدت وجود قائل نہ باشد او را نہ فقیر تواں گفت و نہ پیر و فقیر بلکہ از سلسلۂ فقر بدر باید کرد...... سالک راہ حقیقت را ہر قدم لغزشی لاحق می شود چنانچہ گاہ منسوب بہ کفر و گاہ متہم بدھری گردد لیکن فداری آنست کہ اگر صد شلنگ بزند یک قدم از جادۂ شریعت بیروں نہ نہد (۱۱۴ الف)

ہزار بار تواں کرد با خدا شوخی | ولے زدم نتواں زد بہ مصطفےٰ گستاخ

الحاصل فقیر کسے است کہ موحد و محقق باشد بلکہ آدم ہماں است کہ مقرّ وحدت وجود شود اگر عزیزاں توحید را موقوف بر حال داشتہ اند حیف وحدتی کہ موقوف بر حال و قال باشد۔ وحدت در ذات خود الآن کما کان است بلکہ خود را نہ شناختہ باشیم از ماست کہ بر ما است۔ الخ

آں کہ من سرگشتہ روئیم منم ۔ حکما بدلائل ثابت کردہ اند کہ وجود ایں ہاں موالید

ثلاثہ از امتزاج عناصر اربعہ ہست

یہ ایک طویل مکتوب ہے جس میں مختلف انداز سے تصوّف کے بنیادی مسائل کے ساتھ عطرِ تصوّف کا ذکر ہے۔

اوّل :۔ صاحبِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر رشتہ استوار نہ ہوا تو حاصل زیست کہاں اس لیے خدا سے اگر کوئی منحرف ہو جائے تو بندے اور پروردگار کے درمیان معاملہ ہے۔ مگر اس کے محبوب کے ساتھ تعلق استوار نہ ہوا اور ذکرِ خیر کے وقت دم گداز کا مظاہرہ نہ ہوا تو کچھ نہ ہوا۔

دوم :۔ شاہ لدھا نے موحد اور محقق اسی کو تسلیم کیا ہے جو وحدتِ وجود کا مقر ہو بلکہ اسے آدمیت کی نشانی بتائی ہے چنانچہ کوئی وحدت جو حال وقال پر موقوف ہو وہ وحدت نہیں جگہ جگہ اس مکتوب میں تصوّف کے نقطے بیان کیے ہیں اور فلسفے کی زبان مستعار لی ہے جسے آپ کلامی گفتگو بھی کہہ سکتے ہیں اسی مکتوب میں ایک خالص فلسفیانہ بحث کو تصوّف کے بعض مسائل سے ملا کر دیکھنے کی کوشش کی ہے جہاں فلکِ اوّل و فلکِ دوم کو اسی طرح درجہ بدرجہ جسم کل سے اور جسم کل عقل کل سے یہاں تک کہ واجب الوجود تک یہ بحث منتہی ہوتی ہے اس لیے جو شے بھی وجود میں آئی اور لباسِ امکان میں جلوہ گر ہوئی وہ واجب الوجود کے علاوہ کچھ نہیں یعنی لاموجود الا اللہ۔

کشف وکرامات :۔ عام طور سے اہل تصوّف کشف وکرامات کو کوئی خاص مقام نہیں دیتے۔ آزاد بلگرامی نے اس طرح کے واقعات انیس المحققین میں مختلف مقامات پر تحریر کیے ہیں اور تاریخی طور پر حوالہ بھی پیش کیا ہے تاکہ سنائی باتوں سے امتیاز ہو سکے سید احمد نے اپنے ایک خاص خط میں شیخ افضل کو لکھا تھا کہ سید محمد کالپی نے دو کوزہ زہر آلود پانی نوش فرمایا ان پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا صرف کچھ زبان متاثر ہوئی حالانکہ وہ پانی ایسا تھا جس کے زہر سے زبان کو پارہ پارہ ہو جانا چاہیے تھا۔ اسی طرح سلطان الاولیا سید محمد کالپی کے ذکر میں ایک جگہ اور لکھتے ہیں یہ حوالہ طویل ہے لیکن پوری کہانی آزاد کی زبانی سن لیجئے :

"واز آں جملہ آنست کہ روزی مسافری پیش آں حضرت آمد و عرض کرد کہ من بارادۂ دریافت شرفِ خدمت از فلاں جا می آمدم چوں بہ سرائے چھپر گھٹ کہ موضعی ایست بر یک منزل از کالپی رسیدم بخاطر گزشت کہ بیرون سرائے نماز خواندہ داخل شوم پس نماز عصر را بیرون سرائے خواندہ بوظائف و اوراد مشغول شدم وبعد نماز مغرب ہم بہماں حال بودم تا آں کہ دروازہ بستہ شد ہر چند مساعی کردم و فریاد و فغاں نمودم کسے در نہ کشاد، ناچار بیروں دروازۂ سرائے ماندم والتجا حضرت آوردم کہ برائے ملازمت حضرت شما می

آیم و گرسنہ لفاقہ می ماتم خبر من باید گرفت۔ ناگاہ دیدم کہ کسے می آید و شمع با او ہمراہ صحت و با خود طعام دارد نزدیک من آمدہ طعام بمن عنایت فرمود تا سیر خوردم و مرا تسلی وادہ برخواست امروز کہ بہ عالی خدمت رسیدم ہماں صورت سراپا معنی دیدم۔"

سرائے میں انھیں کھانا پہونچانا اور تسلی دینا وغیرہ وغیرہ سن کر جو حضرت سید محمد نے فرمایا وہ بات دراصل سننے کی ہے۔ انسان کی فکر کبھی کبھی مثالی شکل میں جلوہ گر ہو جاتی ہے اور اسی کو اصطلاحی زبان میں واہمہ کہتے ہیں۔ اس واہمے کی شکلیں مختلف ہو سکتی ہیں جو سوئے ظن اور حسن ظن پر بھی قائم ہوتی ہیں عام لوگ اسے کچھ اس انداز سے رکھتے ہیں کہ اصل بات چھپ جاتی ہے۔ میر غلام علی آزاد نے یہ واقعہ پیش کر کے ذہن نشین کرانا چاہا ہے کہ ذہن کی استواری کے ساتھ ایسے واقعات کی تاویل ہونی چاہیے آزاد نے سید محمد کے جواب کو جو تحریر کیا ہے وہی اس واقعے کی جان ہے اور ان کے اس جواب کی روشنی میں سینکڑوں واقعات کی تعبیر و تشریح کی جا سکتی ہے۔ لکھا ہے:

"فرمود ندیاراں واقف اند کہ من شب کہ در ہمی جا بودہ ام جائی نہ رفتہ ام شما صورت اخلاص خود را دیدہ اید۔"

حقیقت یہ ہے کہ محبت اور اخلاص میں جب ذہن و فکر پر کچھ چیزیں مستولی ہو جاتی ہیں تو وہ کبھی مثالی شکل بن کر نظروں کے سامنے آتی ہیں۔

اس طرح کے کشف و کرامات کا ذکر شاہ لدھا کے تذکرے میں بھی ہے۔ آزاد نے سید احمد کے بعض کشف و کرامات کا ذکر بھی کیا ہے اور مولانا رومی۔ جو سعد الدین کاشغری کے اصحاب کبار میں سے تھے تطابق دینے کی کوشش کی ہے اس کے علاوہ جو مکاتیب ہیں ان میں حکایتوں کے پیرایہ بیان میں تصوف کے بعض ایسے مسائل آئے ہیں جن کو عام فہم انداز میں مریدین و مسترشدین کی تربیت کے لیے پیش کیا گیا ہے تربیت کے بعض پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے محی الدین عربی کے اس قول نے:

"ایت سبعین ولیاً یعبدون اللہ تعالیٰ بالوہم والخیال منہم جنید البغدادی قدس سرہ۔"

کو لکھ کر شاہ لدھا اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہیں پھر اس کی تاویل کرتے ہیں کہ انسان سے اگر تمام وہم دور ہو جائے اور ایک وہم ایسا رہ جائے جس کا تعلق بندہ اور خدا کے درمیان ہو تو وہ محمود ہے۔ اس طرح ہوتا تو کم ہے لیکن صرف ایک ہی وہم کسی کے ساتھ رہ جائے تو وہ انسان کامل ہوگا۔ محی الدین ابن عربی کے قول پر تنقید کرتے ہوئے شاہ لدھا یوں فرماتے ہیں اور مکتوب الیہ کو اس کی حقیقت کی طرف متوجہ کرتے ہیں:

"دریں باب چہ عرض نماید کہ ایں چنیں بزرگ وار را ایں چنیں نوشتہ اگر از راہ تعریف فرمودہ خیر کہ

پایۂ وہم وخیال بعض بزرگاں بس بلند داشتہ اند کہ جمیع توہمات را زائل می گردانند و یک وہم می نمایند و اگر آں وہم ورے بہ حق آوردہ است انسان کامل است کہ در وہم وخیال او غیر حق نماندہ است ص۴۳ الف)

اس طرح چوتھی فصل میں شاہ لدّھا کے جو خطوط جمع کیے گیے ہیں وہ تربیتی نقطۂ نگاہ سے بڑے اہم ہیں اور تصوّف کے مسائل کو پیچیدہ تشریحات سے الگ کر کے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ پہلو نفس کتاب کا جائزہ جو تصوف سے متعلق تھا شاہ لدّھا کی طرح کا درویش اور عالم باعمل زمانہ کے رواج سے بھی متاثر نظر آتا ہے۔ چنانچہ خطوط میں سلام کے جواب میں کلام کرنے سے پہلے کئی مقامات پر "بندگی قبول شود" کا فقرہ ملتا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ تہذیبی اثرات جب صوفیوں کو بھی متاثر کر جائیں تو اسمٰعیل شہید کا تیر و تبر کیوں نہ حرکت میں آئے اسی طرح سید محمدؐ بڑے متشرع اور متبحر عالم فاضل یادِ الٰہی میں شب و روز گزارنے والے درویش تھے مگر انھوں نے بھی بعض ایسی چیزیں کہیں جن کا اثر عوام پر لازمی طور سے شرع کی منشا کے خلاف ہوگا۔ اور وہ عوام کو اصل سے دور بھی کر سکتا تھا۔ حضرت مجددؒ سرہندی نے تعظیمی سجدہ کرنے کے جواز کا فتویٰ ہونے کے باوجود انکار کر دیا تھا جو حالات کا تقاضا تھا اور عزیمت کے عین مناسب۔ سید محمدؐ نے اجمیر کی حاضری پر حضرت خواجہ کی قبر معلّیٰ پر سر رکھ دیا تھا یہاں یہ ماحول کو پاک کرنے کے لیے شاہ اسمٰعیل اور سید احمد بریلوی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

(۲) الفرع النابت من الاصل الثابت

نام مصنف: میر محمد یوسف بلگرامی (۱۱۱۶/۱۷۰۲ - ۱۱۷۲/۱۷۵۸) کاتب: مؤلف۔ سنۂ تالیف: ۱۱۶۲/۱۷۴۸ (مگر معلوم ہوتا ہے کہ آخر کا حصہ کچھ وقفے کے بعد لکھا گیا ہے اور ایک ہی قلم کا ہے۔) اوراق بڑے سائز میں ۷۰۔ آزاد لائبریری، ذخیرہ سبحان اللہ ۲۹۷۵/۶/۷ فارسیہ۔ متوسط خط، سطریں ۱۹، کچھ اوراق ۲۶ سطروں میں۔

مغلیہ دور کے نصف آخر میں تصوف کے اختلافی مسائل میں سے وحدة الوجود اور وحدة الشہود پر کافی خامہ فرسائی کی گئی ہے چنانچہ اس دور کے تاریخ تصوف کے مطالعے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ہندوستان کے صوفیہ وحدة الوجود کے قائل ہوں یا نہ ہوں مگر محی الدین ابن عربی کے اس فلسفیانہ اور متصوفانہ فکر کی تاویل کرنا چاہتے تھے جس کی بنا پر خانقاہوں کی فضا خواہی نخواہی طور پر متاثر ہوئی اور زلف دراز کے خم و پیچ کی طرح تاریک رہ کر الجھی رہی۔ سلجھانے کی بہتری کوششیں ہوئیں مگر یہ مسائل جہاں تھے وہیں رہے اور اسلام کی صراط مستقیم پر کچھ زیادہ پیش رفت نہ ہو سکی۔ گو مسئلۂ وحدة الشہود ایک نئے طور میں سامنے آیا مگر بعد میں فقیہانہ تاویلوں نے اس پر بھی دھبہ لگا دیا۔ ایک نئے متکلمانہ بحث کا آغاز ہوا جس کے لیے عقلی اور نقلی دلائل کی از سر نو تلاش شروع ہو گئی۔

اکبر کے دور کے بعد ہندوستان میں صوفیائے کرام نے ایک نئی روش اختیار کی وہ یہ تھی کہ دینِ اسلام کو جملہ دیگر آلائشوں سے پاک و صاف کیا جائے اسی لئے علمائے حق پرست نے شریعت اور طریقت کی دونوں راہوں کو نئے طور پر استوار کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اکبر کے دینِ الٰہی نے جو منفی اثرات مسلمان معاشرے پر چھوڑا تھا ان سے پاک صاف کرنے میں جن علمائے حقہ نے حصہ لیا ان میں حضرت مجدد سرہندی کو اہم مقام حاصل ہے انھوں نے تصوف کو ایک تحریک کی شکل میں پیش کیا اور اس طرح لاکھوں کروڑوں انسانوں میں رام و رحیم کے فرق کو واضح کرنے کیلئے نمایاں کارنامے انجام دیے اس وقت ہندوستان میں وحدۃ الوجود کا صوفیانہ فلسفہ قوتِ فکر و ذہن کو مضمحل کر رہا تھا اور اسلام کا انقلابی کردار بڑی حد تک ماند پڑ گیا تھا حضرت مجدد صاحب کی یہ تحریک عوام علماء اور صوفیا ہر طبقے میں اثر انداز ہوئی جس کے نتیجے میں مغلیہ دور کے اس حصے میں اس فلسفیانہ تصوف کی فکر کو مختلف نگاہوں سے دیکھنے کی کوشش کی گئی چنانچہ محی الدین ابن عربی کی کتاب "فصوص الحکم" کی فارسی زبان میں متعدد شرحیں لکھی گئیں جن میں موافقت و مخالفت دونوں کی روح کارفرما نظر آتی ہے۔ ملا محب اللہ الہ آبادی نے جب تسویہ لکھا تو ان کی اس محاکمانہ کوشش سے بھی علما کا ایک طبقہ مطمئن نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ ان کے بعد کے صوفی علمائے نے "ہمہ اوست و از ہمہ اوست" پر اظہار خیال کیا۔ مگر ایک نادر مثال ایسی بھی ہے جو شریعت و طریقت کو صرف قرآن و حدیث کی روشنی میں مثبت انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

"الفرع النابت من الاصل الثابت" اس راہ کی ایک بڑی اہم اور دقیق کوشش ہے۔ میر سید محمد یوسف (۱۱۱۶ - ۱۱۷۲ھ) آزاد بلگرامی کے خالہ زاد بھائی جو عمر میں صرف سات مہینے چھوٹے تھے اور تحصیل علم و فضل میں ہم سبق طریقت و شریعت کے مجمع البحرین تھے آزاد بلگرامی نے ان کی اس حیثیت کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور ان کے تذکرے میں ان کے گن گائے ہیں جو ہم عمری اور معاصر ہونے کے باوجود ان کے مقام بلند کو اجاگر کرتا ہے۔ انھوں نے بھی قلم اٹھایا اور یہ کوشش کی کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں صحابۂ کرام کے اقوال اور صوفیائے عظام کے ملفوظات اور معمولات سے اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں کو واضح اور مبرہن کر سکیں۔ آزاد بلگرامی نے "الفرع النابت من الاصل الثابت" کے اتمام کی ایک قطعۂ تاریخ لکھی ہے۔ جو کتاب کی اصل روح کو واضح کرتی ہے۔ آزاد بلگرامی نے اس کتاب کی توصیف میں "متین و لطیف" ہونے کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"(میر محمد یوسف) در ۱۱۶۲ھ اثنین و ستین و مأۃ و الف کتاب تالیف نمودہ بنام الفرع النابت من الاصل الثابت مشتمل بر چہار اصل و خاتمہ در تحقیق مسئلہ توحید مختار و وحدت شہود است تحریر[1] ہا بسیار متین و لطیف واقع شدہ و مطالب بلند و مقاصد ارجمند فراہم آوردہ۔"

تاریخ بھی نفس کتاب پر ایک اجمالی تبصرہ ہے۔ اس سے کتاب کے گراں مایہ ہونے کی ایک وقیع شہادت ملتی ہے۔ آزاد بلگرامی خود اس میدان کے پُر فن شہسوار تھے بعض صوفیہ کے تذکروں میں اپنی اس صلاحیت اور ذوقِ تحقیق کا مظاہرہ کر چکے ہیں۔ ان کی شہادت سے

---

[1] مآثر الکرام ص ۹۹ - ۱۰۰ میں "اصل" بغیر لام معرفہ کے ہے مگر کتاب میں "الاصل" پر لام تعریف داخل ہے اور یہی صحیح ہے۔ مآثر الکرام مطبوعہ میں کتابت کی غلطی ہو سکتی ہے۔

میر یوسف عزیز مصر کمال | از خم معرفت کشیدہ رحیق
کرد در وحدت شہود رقم | نسخہ تازۂ بفکر عمیق
از احادیث و از کلام اللہ | کرد اثبات حق زہے توفیق
ہست ایں نقش دلنشیں الحق | یادگارے ز خامۂ تدقیق
سال تالیف ایں کتاب خرد | گفت شمع مجالس تحقیق
١١٦٢

شمع مجالس تحقیق کے مادہ سے ١١٦٢ھ نکلتا ہے یہی بات مؤلف کتاب نے اپنے انداز میں مقدمے میں تحریر کی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: " ایں کتاب را الفرع الثابت من الاصل الثابت نام کردم لمؤلفہ ۔"

ایں نسخہ کہ فرع ثابت او را شدہ نام | ماخوذ از آیات و حدیث است تمام
یوسف گوید ز ہجرت خیر انام | در الف و صد و شصت و دوم یافت نظام

اس قطعہ کے بعد تالیف کتاب کا مقصد لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

" و نیز باقتباس ایں آیۃ کریمہ کے در رد مذہب طائفہ وجودیہ است، تاریخ معنوی برائے اتمام ایں کتاب مستطاب بر آوردم، "ان الانسان لکفور" (١١٦٢ھ)

کتاب کو ایک مقدمہ چار اصل اور خاتمے پر منقسم کر کے مرتب کیا ہے۔ یہاں پر اس کے ذیلی عنوانات کا درج کر دینا موجب وضاحت ہوگا۔ مصنف نے عنوانات کو قائم کرتے وقت کچھ ضروری اشارے بھی کئے ہیں جن سے نفس مضمون کی نوعیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

(١) مقدمہ: در بیان بعض امورے کہ دانستن آں ضروری است ۔

(٢) اصل اول: در بیان مذہب طائفہ وجودیہ کہ وجود ممکن را با ذات واجب تعالیٰ عین و متحد گردانیدہ قائل بوحدۃ وجود شدہ اند۔

(٣) اصل دوم: در بیان آیات و احادیث و اقوال بعض صحابہؓ و اقوال مشائخ کہ طائفہ وجودیہ بعینیت حق سبحانہ با مخلوقات بداں حجت می گردند۔ (اس عنوان کے ذیل میں یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ سیاق و سباق سے الگ کر کے لوگوں نے دلیلیں لی ہیں جو اصلاً دلیل نہیں بن سکتی۔)

(٤) اصل سوم: در بیان مذاہب طائفہ شہودیہ کہ وجود ممکن را متغائر تحقیقی با ذات واجب تعالیٰ می دانند و می گویند کہ مادہ عالم را حق سبحانہ بصنع ابداعی کہ مادہ و مثال و زمان را نمی خواہد و بکن فیکون مطابق علم قدیم خود اختراع فرمودہ و بہ وحدت شہود کہ عبارت از فنائے حال است نہ فنائے ذات مانند محو ستارہ در نور آفتاب قائل اند۔

(۵) اصل چہارم: در بیان آیات و احادیث و اقوال بعض صحابہؓ و اقوال مشائخ کرام طائفہ شہودیہ ..... اند

(۶) خاتمہ: در بیان تحقیق و ثبوت رویت جمیع مومنین بہ چشم سر حق سبحانہ تعالیٰ را۔

واضح رہے کہ احقر نے کتاب کے عنوانات کو مولف کے الفاظ سے لیکر اختصاراً پیش کیا ہے تاکہ اصل مباحث کا بعینہ اندازہ ہو جائے ورنہ یہ عنوانات کہیں کہیں کسی قدر تشریحی بھی ہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ مقصدِ تصنیف کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن کی کچھ آیتیں پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے ان دو آیتوں کا پیش کر دینا ان کے مقاصد کی وضاحت کے لیے کافی ہوگا۔

"فان تنازعتم فی شیئٍ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر"۔ اور آیۃ "فلا وربک لا یؤمنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما"۔

ان آیتوں کو پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ توحید وجودی اور توحید شہودی کے درمیان جو اختلافات رونما ہوئے ہیں وہ صاف اور واضح ہیں، اگر کچھ آیاتِ قرآنی اور احادیث صحابہ کے معنوں پر غور کیا جائے تو توحید شہودی کی دلیلیں مل سکتی ہیں اور کتاب و سنت سے ان کی مطابقت ہو سکتی ہے گویا بالفاظ دیگر توحید شہودی کا قرآن و سنت سے استنباط ممکن ہے مگر توحید وجودی کا فلسفہ تصوف قرآن و سنت کے سراسر خلاف ہے اور اس کو آیاتِ قرآنی و احادیث نبوی کے سیاق و سباق کو پیش نظر نہ رکھ کر نتائج اخذ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لیے مصنف کتاب نے دور از کار بحثوں سے گریز کرتے ہوئے اصل معانی کی طرف توجہ دلانا چاہا ہے چنانچہ اس امر کو واشگاف الفاظ میں سید یوسف لکھتے ہیں:

"این فقیر بعد تامل در معنی آیات قرآنی و احادیث صحاح دید کہ توحید شہودی را اگر با کتاب و سنت مطابقت دہند جمع می تواند شد بخلاف توحید وجودی کہ مخالفتِ تمام با کتاب و سنت دارد و چون منطوق لازم الوثوق آیہ عظیمہ در مستقیمہ کی "فمن اوتیتَ ولا تتبع اھواءھم وقل آمنت بما انزل اللہ من کتاب"

ایک دوسری آیت سے استدلال لیتے ہیں "قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحان اللہ وما انا من المشرکین" و مضمون حدیث شریف: "من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد" کہ بخاری و مسلم بروایت عائشہؓ روایت کردہ اند .....

و قول مشائخ اہل تحقیق و اصحاب دیانات کہ فرمودہ اند "کل حقیقۃ رد تھا شریعۃ فھی زندقۃ"۔

کتاب میں اکثر مقامات پر اضافے اور حواشی بھی درج ہیں۔ (۲) کتابت کے وقت جو عبارت چھوٹ گئی تھی وہ حاشیہ پر درج کر دی گئی ہے۔ (۳) بعض الفاظ کی تشریح بھی حاشیے پر بعد میں کی گئی ہے۔

پوری کتاب ایک ہی خط میں ہے اور یہ عام تحریر کا خط ہے اور اس قدر گنجلک ہے کہ حروف پر حروف چڑھے ہوئے ہیں جو خط اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ پڑھنے میں کوئی دشواری نہیں' الا ماشاء اللہ۔ صحت کا اہتمام بھی ہے۔ جلد سازی

میں جو ستم ظریفی کی گئی ہے اس کا ذکر کر دینا بہت ضروری ہے۔ ایسی اہم کتابوں کی جلد سازی میں کمال احتیاط برتنا چاہیے۔ حواشی پر جو عبارتیں مصنف نے اضافے کے طور پر یا مسودہ سے تبییض کے وقت چھوٹ گئی ہیں حاشیے پر لکھا ہے جلد سازی کے وقت احتیاط نہ برتنے کی وجہ سے جا بجا عبارتوں کی ابتدا کٹ گئی ہے جو فی الحال مشکل تمام بڑے تامل اور غور کے بعد اکثر مقامات پر تسلسل میں عبارت پڑھی جا سکتی ہے۔ ممکن ہے زمانہ گزرنے پر اور مختلف حضرات کے مطالعہ میں آنے کے بعد ان ابتدائی کٹے حروف کا ذہن و فکر کیلئے سمجھنا بھی مشکل ہو جائے۔

بعض عناوین:۔ اس کتاب میں مختلف تصوف کے مسائل کے بیان نیز وحدت وجودی اور وحدت شہودی کے بیان کے وقت مصطلحات کی تشریح و توضیح قرآن و حدیث کی روشنی میں اور مشائخ کے اقوال ملفوظات سے مدلے کر کی گئی ہے چنانچہ کچھ یہ عناوین ہیں:۔ "بیانِ روح و نفس و قلب، بیانِ عقل، وجہ تسمیہ قلب بقلب، حصولِ حقیقتِ ایمان وغیرہ۔

بعض صوفیانہ مصطلحات کی تشریحیں بھی کی گئی ہیں اور ان کی تشریحات میں بڑا دل پذیر اور موثر انداز اختیار کیا گیا ہے آپ کے ملاحظہ کے لیے چند یہ ہیں۔

(۱) یاد کرد: عبارت است از ذکر زبان و دل۔

(۲) بعض گشت: آنرا گویند کہ ذاکر ہرگاہ ذکر کلمۂ طیبہ راعقبِ آں گوید۔

"الٰہی انت مقصودی و رضاک مطلوبی"

(۳) نگاہ داشت: عبارت است از مراقبت و محافظت خواطر

(۴) یاد داشت: عبارت است از دوامِ حضور با حق سبحانہ بر سبیل ذوق۔

(۵) ہوش در دم: ہر نفس کہ خارج شود با حضور باشد از غیر غفلت۔

یہاں اپنی توجیہ کے لیے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقش بند کا قول نقل کیا ہے۔ اسی طرح سفر در وطن، نظر بر قدم، خلوت در انجمن، وخوفِ زمانی، وخوف عددی، وخوف قلبی کی اصطلاحات کی تشریح و توضیح کی ہے (دیکھئے اصل سوم)

خاتمہ:۔ اس کتاب کے اخیر میں لکھتے ہیں: "ھذا تمام الکلام فی ھذا المرام ربنا اتمم لنا نورنا برحمتک وھی لنا من امرنا رشدا"

دیکھا آپ نے ان تمام دقیق اور عمیق بحثوں کے بعد بھی جو ان کے علم و فضل کے مظہر ہیں اپنی عبدیت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرنا چاہتے ہیں اور رشد و ہدایت کا سرچشمہ اسی ذات واحد کو سمجھتے ہیں۔

اس کتاب کے آخر میں ایک سادہ صفحہ چھوڑنے کے بعد چھ صفحہ پر مشتمل خاتمہ لکھا ہے جو عربی زبان میں ہے اور ۲۶ سطروں پر مشتمل ہے اور ہر سطر تقریباً ۸ انچ کی ہے۔ اس خاتمے پر لکھتے ہیں۔ "وھا انا ختم ھذا الاصل بکلام یکون لھذا المقام" یہیں حاشیہ پر لکھا ہے: "خاتمہ اصل ثالث" گویا یہ اصل ثالث کا ضمیمہ ہے کتاب میں ترقیمہ درج نہیں۔ ہاں مقدمۂ کتاب میں جیسا کہ ذکر ہوا سال تصنیف ضرور درج ہے۔ خط پوری کتاب میں ایک طرح کا ہے اور یقیناً مولف کے ہاتھ سے کتاب تبیض ہوئی ہے۔ راقم حروف ان کے حروف "ید بیضا" کے نسخۂ خدابخش میں دیکھ چکا ہے اور علی گڑھ میں بھی ان کی نقل کردہ کتابوں سے یہ حروف ملتے جلتے ہیں خدابخش کے نسخۂ مذکور میں Brocklemann نے میر غلام علی آزاد، میر سید محمد اور میر یوسف کے حروف کو ایک دوسرے سے ممتاز کیا ہے۔

میری معلومات کی حد تک اور ابھی تک کے ترتیب کردہ فہرست کتب میں اس کا کوئی دوسرا نسخہ مذکور نہیں۔ چونکہ یہ نسخہ بخط مصنف ہے اس لیے بھی یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کا کوئی دوسرا نسخہ نہ ہوگا۔ فی الحال کم سے کم یہ ہونا چاہیے کہ اس کا مائکرو فلم تیار کرا لیا جائے تاکہ یہ وقیع و دقیق و متین کتاب زمانہ کے دست برد کا حاشا و کلا شکار نہ ہو جائے۔ یہ کتاب اگر دوسری زبانوں میں منتقل کی جائے تو عالمی دلچسپی کے لئے اچھا مواد فراہم ہو۔ مناقشانہ اور مناظرانہ طرز کلام سے قطعاً گریز کیا گیا ہے اور موضوع بحث کے مختلف پہلوؤں کو علمی انداز میں پیش کرنے کی بڑی کامیاب کوشش ہے۔ طنز و تعریض مولف کے رشحاتِ قلم کی حدود سے خارج ہے۔ اس لئے مثبت انداز تکلم ہے۔

یہ علمی انداز گو اس دور میں عام نہ تھا لیکن اس کتاب کے بالاستیعاب مطالعہ سے واضح طور پر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مصنف نے طریقت و شریعت کو متوازن انداز میں مطلق قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اس سلسلہ کی بعض مصطلحات کو بھی عام فہم بنایا ہے۔

••

پروفیسر حکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی
اجمل خاں طبیہ کالج
مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ

ذخیرۂ جلالی کے چار اہم مخطوطات

تشویق السالکین

رسالہ تشویق السالکین، علامہ آخوند ملا محمد تقی مجلسی طاب ثراہ ابن مقصود علی (متوفی ۱۰۷۰ھ و عتیق در مسجد جامع اصفہان) کا تصنیف کردہ ہے۔ میرے والد مرحوم و مغفور حکیم سید محمد ریاض الدین حسین صاحب ہمدانی الجلالوی نے اس رسالہ کا اردو ترجمہ ایک قدیم مخطوطہ سے نقل فرمایا تھا اور اس کو تشریحات سے محشی فرمایا تھا۔

یہ رسالہ اس طریقت سے متعلق ہے کہ جس پر انبیائے کرام، سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرات ائمہ معصومین علیہ السلام، تابعین و تبع تابعین اور جملہ عارفین و صوفیائے حقہ عامل رہے ہیں۔ اس رسالہ میں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے جن کتب کا حوالہ پیش فرمایا ہے وہ ان آیات قرآنیہ و اذکار و ادعیہ ماثورہ پر مشتمل ہیں جو تعقیبات نماز پنجگانہ، اعمال ہفتہ و ماہ و سال، اعمال اربعین (چلّہ) وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جن اعمال و اوراد کو اختیار فرما کر عارفین نے سلوک و عرفان حق تعالیٰ کی منزلیں طے فرمائی ہیں۔ وہ دین اور دنیا میں ہمیشہ کامیاب رہے اور نجات اُخروی حاصل فرمائی جو اصل مقصد حیات انسانی ہے۔

اس رسالہ میں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے ثابت و واضح فرمایا ہے کہ علمائے شیعہ اثنا عشریہ بھی تصوف حقہ کے قائل اور اس پر عامل رہے ہیں اور اعمال صوفیہ و عرفانیہ سے انھوں نے استفادہ فرمایا ہے اور اپنی کتب میں ان کو نقل فرمایا ہے۔ چونکہ یہ ایک مختصر رسالہ ہے لہٰذا تمام تر ہدیۂ ناظرین ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ الذی فضّل انبیائہ و اولیائہ علی جمیع الخلائق و الامم خصّص سرائرھم الخصائص الحقائق و الحکم و الصلوٰۃ و السلام علی محمد مفخر العرب و العجم

وعلیٰ سید الاولیاء علی الکریم الاکرم وعلیٰ آلہ واتباعہ الصادقین الیٰ طریق الاقوم"۔

امابعد اس طرح عرض کرتا ہے محتاج غفران مرتی و پروردگار محمد تقی مجلسی صاحبان فہم و بصیرت پر پوشیدہ نہ رہے کہ جن و انس کی ایجاد کی علت غائیہ شناخت حضرت رب العزت ہے چنانچہ آیۂ وافی ہدایہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ای لیعرفون۔ اس پر شاہد ہے۔ اور معرفت کا سب سے اقرب طریقہ طریقۂ حقہ، رضویہ، ذہبیہ، معروفیہ مرتضویؑ ہے جس کو طریق تصوف و حقیقت بھی کہتے ہیں اور وہ مراد ہے تحصیل قرب معرفت رب العالمین سے بطریق زہد و ریاضت اور قطع تعلق خلقت سے اور عادت رکھنا عبادت کی۔

الحال ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی ہے جن کو شریعت سے کوئی خبر ہے نہ طریقت کا کوئی اثر ہے اور وہ اس طریقۂ حقہ کا انکار کرتے ہیں۔ محض بوجہ اس کے کہ ان کو آیات و اخبار ائمہ اطہار پر وقوف حاصل نہیں ہے اور نہ ان میں فکر و تدبر کر سکتے ہیں اور نفس و غذا کی پیروی کرتے ہیں جس کا پھل حسد و عناد و تعصب ہے اگرچہ مشہور ہے کہ چمگادڑ اگر وصل آفتاب کی خواہش نہیں کرتی تو بازار آفتاب کی رونق بھی نہیں کھوتی۔ لیکن چونکہ اونکا انکار اس نعمت عظمیٰ سے بعضوں کی محرومی کا باعث ہوتا ہے لہٰذا اس فقیر محمد تقی مجلسی سے بعض دوستوں نے التماس کیا کہ اس طریقہ کی حقیقت پر ایک مختصر رسالہ لکھا جاوے تا کہ شیعیان امیر المومنین اس سعادت سے بے نصیب نہ رہیں لہٰذا ان کے سوال کے ایجاب میں باوجودیکہ ایک مبسوط کتاب جس کا نام "مستند السالکین" ہے لکھی ہے۔ اس رسالہ میں ہر باب سے مجملاً کچھ بیان ہوتا ہے اور اللہ سے مدد اور توفیق طلب کی جاتی ہے۔

زبدۂ و خلاصۂ نسل انسان کہ انبیاء ہیں۔ سب یہی طریق رکھتے تھے جیسا کہ کتب اخبار اور قرآن مجید اور احادیث ائمہ اس پر ناطق ہیں۔ منجملہ جن کے حدیث ابن مسعود ہے جو مکارم الاخلاق (مصنفہ شیخ ابو نصر الحسن بن ابی علی الطبرسی) وغیرہ میں کتب شیعہ و سنی سے مندرج ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابن مسعود کو ہدایت کی کہ اے پسر مسعود بہ تحقیق کہ خدائے تعالیٰ نے موسیٰؑ کو مناجات و مکالمات کا شرف بخشا جب کہ دیکھا کہ انھوں نے تره کے ساگ کو اپنے پیٹ پر بوجہ لاغری کے باندھ رکھا ہے اور سوال نہیں کیا جب کہ مدائن میں موسیٰؑ اس دیوار کے نیچے سے گذرے جہاں کہ طعام کھلا رہے تھے۔ اے مسعود اگر تو چاہے تو تجھے خبر دوں حال نوحؑ نبی اللہ سے کہ نو سو پچاس برس کی زندگی میں جبکہ صبح ہوتی تھی کہتے تھے شام مجھکو نہ ہوگی (یعنی زندگانی کا دن بھر اعتبار نہ کرتے تھے) اور لباس ان کا پشم تھا اور خوراک ان کی جو۔ اور اگر تو چاہے تو تجھکو حضرت یحییٰؑ کے حال سے خبر دوں جن کا لباس درخت خرما کی چھال تھی اور خوراک انکی درختوں کے پتے۔ اور اگر تو چاہے تو خبر دوں حضرت عیسیٰؑ کے حال سے اون کا عجب حال تھا ہمیشہ کہتے تھے کہ روٹی اور کھانا میرا گرسنگی (بھوک) ہے اور کام میرا خوف خدا ہے اور لباس میرا پشم اور سواری میری دونوں پاؤں میرے اور چراغ میرا رات میں چاند ہے اور جاڑے میں میرا لحاف آفتاب ہے اور میوہ میرا

سبزہ پہاڑ اور جو کچھ کہ چارپائے کھاتے ہیں اور رات مجھ پر آتی ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا اور دنیا میں مجھ سے زیادہ صاحب دولت کوئی نہیں ہے۔ اے ابن مسعود آتش جہنم اُس شخص کے واسطے ہے کہ مرتکب حرام کا ہووے اور بہشت اُس شخص کے واسطے ہے کہ جو ترک حرام کرے لہٰذا تجھے لازم ہے کہ ترک حرام کرے اور زہد کو اپنا شعار کرے دنیا میں تیرے زہد پر خدائے تعالیٰ ملائکہ پر مباہات کرتا ہے اور رحمت کرتا ہے تجھ پر جبار عالم اور یہ ہے طریقہ زہد کے ہر درجہ میں اور ترک دنیا میں (یعنی جتنا تو زہد کرے گا اُسی قدر قربِ خداوندی تجھ کو حاصل ہوگا)، اس مختصر رسالہ میں سب کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔ اور حضرت سید المرسلین کہ فخر و باعث کل موجودات تھے اُن کی گرسنگی اور زہد اور ریاضت اور گوشہ گیری اور ترک دنیا قبل بعثت غار حرا میں اور پتھر کا پیٹ پر باندھ لینا اور پاؤں پر اون حضرت کے ورم آجانا کثرت قیام شب سے اور باقی ریاضتیں آنحضرتؐ کی بے حد مشہور ہونے کی وجہ سے محتاج بیان نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین کی ریاضات اظہر من الشمس ہیں چنانچہ علامہ حلی علیہ الرحمہ کتاب شرح تجرید بحث امامت میں فرماتے ہیں کہ جوتا اُن حضرت کا کھال کا اور ٹوپی کھجور کی چھال کی رکھتے تھے اور روٹی کو سالن سے بہت کم کھاتے تھے اور اگر کھانے پر رغبت ہوتی تھی تو نمک اور سرکہ سے کھاتے تھے اور اگر تکلف کیا تو سبزی یا دودھ سے کھاتے تھے اور گوشت بہت کم کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اپنے پیٹ کو حیوانات کی قبر نہ بناؤ اور دنیا کو سب نے طلاق دے رکھی تھی۔ اور کتاب اطعمہ از کافی میں نقل ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حضرت امیرؑ آنحضرتؐ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے کھانے میں اور یہ صفت رکھتے تھے کہ خود روٹی اور سرکہ کھاتے تھے اور آدمیوں کو روٹی اور گوشت کھلاتے تھے اور اسی طرح کتاب مذکور میں نقل ہے علان سے کہ راویاں حضرت صادقؑ سے ہے کہا اوس نے کہ ایک رات سونے کے بعد حضرت کی خدمت میں گیا دیکھا میں نے کہ دسترخوان بچھایا گیا اور اس میں سرکہ، زیتون اور گوشت تھا۔ گوشت کو حضرت نے اوٹھا دیا اور میرے آگے رکھ دیا اور خود سرکہ و روغن زیتون کھایا اور گوشت کی طرف رغبت نہ فرمائی اور فرمایا کہ یہ ہے طعام میرا اور طعام جملہ انبیاء اور اوصیاء کا اور اسی طرح ہر امام کا یہی طریقہ تھا۔ چنانچہ حال اور سیرت اون کی کتب اخبار میں مذکور ہے۔

اور اسی طرح اصحاب صُفّہ جو کہ فرقہ اوّل درویشوں سے ہیں اُون کا بھی یہی مسلک تھا مانند سلمان اور ابا ذر و عمار وغیرہ کے چنانچہ بعض تفسیروں میں مذکور ہے کہ اکابر قبیلہ بنو تمیم حضرت رسالتمآب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اصحاب صُفّہ کو لباس پھٹے پرانے کہنہ و بوسیدہ پہنے ہوئے انتہائی تقرب میں دیکھا تکبر کی وجہ سے اون کو اُنکی ہمنشینی ناگوار ہوئی اور چنانچہ اونھوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ ہم بزرگ قوم ہیں اور یہ لوگ نادار ہیں ہم کو ان کی ہمنشینی ننگ و عار ہے لہٰذا یہ التماس ہے کہ جس وقت ہم آپ کی مجلس میں آویں یہ لوگ نہ ہوں آنحضرت نے اس وجہ سے کہ اون کا قبیلہ بہت بڑا تھا حتیٰ کہ عرب میں کثرت سے ضرب المثل

تھا اور ان کا ایمان لانا موجب قوت اسلام تھا۔ لہذا بنظر تالیف قلوب اون کے اون کے سوالوں کا رد کرنا مناسب نہ سمجھا اور جواب میں توقف فرمایا۔ یہ آیت نازل ہوئی۔ " واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناک عنھم تریدون زینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا " یعنی اے رسولؐ صبر دے اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ جو کہ اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کی رضا جوئی کرتے ہیں اور اپنی نگاہ کو اون لوگوں پر سے نہ ہٹا کیا تو زینت و زندگانی دنیا کو چاہتا ہے اور نہ فرمانبرداری کر اوس شخص کی جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ پیروی کرتا ہے خواہش نفسانی کی اور اوس کا کام برباد اور تباہ ہے کہدے اے رسولؐ کہ حق میرے پروردگار سے ہے۔ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہو جائے بہ تحقیق کہ ہم نے ظالموں کے واسطے جہنم کو بنایا ہے" اور اسی طرح کتاب کافی میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ فرمایا حضرت نے کہ کوئی چیز حضرت رسولؐ کی خدمت میں لائے اور حضرت نے اوس کو فقرا و مساکین اہل صفہ میں سے ایک جماعت پر تقسیم کیا لیکن وہ اس قدر نہ تھی کہ تمامی اہل صفہ کو کافی ہوتی خیال ہوا کہ شاید دوسروں کو ملال ہوا اون کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں اپنے پروردگار سے اور اے اہل صفہ تم سے عذر چاہتا ہوں اس لیے کہ ایک چیز میرے واسطے آئی تھی میں نے چاہا کہ تم کو تقسیم کروں لیکن اتنی نہ تھی کہ سب کو مل جاوے لہذا تم میں سے بعضوں کو میں نے مخصوص کیا جن کی جزع و بے تابی سے خوف تھا۔

الغرض اصحاب صفہ کی فضیلت محتاج بیان نہیں ہے اور ان میں سے ہر ایک کو صفی کہتے ہیں یعنی منسوب بہ صفہ یہاں تک کہ کثرت استعمال سے صوفی ہو گیا یہاں بقدر حاجت شیخ ابو سعید سہروردی وغیرہ وجہ تسمیہ یہ بتاتے ہیں کہ اکثر پشمینہ پوش رہتے تھے اون کو صوفی کہتے تھے اور جناب امیرؑ کا وہ قول ہے جو ان لوگوں میں مشہور ہے۔ کتاب عوالی میں شیخ ابن ابی جمہور احسائی اکابر علمائے شیعہ نے بحوالہ آنحضرت صلعم فرمایا ہے کہ "تصوف" کو "صوف" سے لیا ہے اور اس میں تین حرف 'صاد' کو صبر سے اور "واو" کو وفا سے اور " فا " کو فقر و فنا سے لیا ہے۔ اور اسی طرح اکابر علمائے شیعہ متقدمین اور متاخرین سے جو واقف اسرار ہیں زیادہ تر طریقۂ اہل بیت اور ان کی متابعت پر رہتے ہیں اور اس زمانہ کے علما تو سب یہی مسلک رکھتے ہیں۔ مثل علامہ البشر اور قدوۃ المحققین نصیر الملۃ والدین مجدد و محقق شیخ نصیر الدین طوسی علیہ الرحمۃ مصنف شرح اشارات و دیوان و مثنوی و کتاب اوصاف الاشراف وغیرہ طوسی) اعلم شیعہ بلکہ تمام بنی آدم میں بعد انبیاء و اوصیاء اون کے مانند دریائے زخار علوم کا نہیں ہوا ہے اس علم میں بہت سی تصنیفیں اور علم کلام میں متعلق ذات و صفات الہی و دلائل عقلی و نقلی سے بیان فرمایا ہے کافی ہے اس سے زیادہ علم کلام میں کسی کو میسر نہیں پس اگر کوئی ترقی کرے تو اس کو چاہیے کہ ریاضت شاقہ کرے اور نفس امارہ کو قید کرے۔

اور روایات خیالات کو چھوڑے تاکہ خدا اس کے دل کو نور ہدایت سے منور کرے تاکہ مجاہدہ نفس سے آثار ملکوتیہ اور آثار جبروتیہ مشاہدہ کرے اور اس کے دل پر پوشیدہ حقیقتیں روشن ہوں۔ لیکن یہ لباس ایسا نہیں ہے جو ہر صاحب قد کے قد و قامت کے واسطے تیار کیا گیا ہو۔

اسی طرح ورّام کندی (شیخ ورّام کندی مصنف کتاب مجموعہ ورّام اکابر علمائے شیعہ نے مجاہدہ نفس و زہد و ریاضت اور بیان خصائل نیک اور صفات ہائے بد اور ان کا علاج ان احادیث کے ساتھ لکھا ہے کہ محتاج بیان نہیں۔

اسی طرح نقیب نقبائے آل ابی طالب سید رضی الدین علی ابن طاؤس قدس سرہ (مصنف مہج الدعوات و کتاب اقبال و کتاب جمال الاسبوع بکمال العمل المشروع و رسالہ محاسبۃ النفس و محقق و مرتب توقیعات جناب صاحب الامر علیہ السلام) اکابر علمائے کے فضائل و مناقب کتاب رجال میں مذکور ہیں مسلک زہد و ریاضت کا رکھتے تھے جیسا کہ شیخ شہید ثانی رحمۃ اللہ کتاب اربعین میں ان کے فضائل شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے زیادہ زاہد اور صاحب کرامات و کمالات تھے اور ان کے قول و فعل و ریاضات و خارق عادات اور ان توقیعات کی بابت جو حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے ان پر فرمائی ہیں اس قدر مشہور ہیں کہ حاجت بیان نہیں۔

اسی طرح سید محمود آملی صاحب نفائس الفنون جو کہ علامہ حلّی قدس سرہ کے ہمعصر اور علمائے شیعہ کے فاضلوں میں سے تھے کتاب مذکور میں اصطلاحات صوفیہ اور آداب سلوک اور اقسام مکاشفات اور اطوار اور مقامات مفصل تحریر فرمائے ہیں۔

اسی طرح سید حیدر بن علی الحسینی آملی (مصنف کتاب جامع الانوار در تحقیق صوفیہ و جامع الاسرار و جامع الحقائق و شرح فصوص مسمّی نص النصوص و کتاب الکشکول فیما جرٰی علی آل الرسولؐ و رسالہ رافع الخلاف در توقف شاہ ولایتؑ در دفع متغلبان ثلاثہ از جہت عدم ناصر بودہ) صاحب تفسیر بحر الانوار نے تشریح ہزار شہر دلائل اور احادیث اہلبیت میں درج کیے ہیں اس بیان میں کہ وہ شیعہ جو صوفی نہ ہو شیعہ نہیں ہے اور جو صوفی کہ شیعہ نہ ہو صوفی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں دیکھا میں نے کہ جہاں طالبان علم شیعہ اور تابعان صوفیہ میں جھگڑا ہے اس کتاب کو میں نے لکھا کہ معلوم ہو کہ تصوف طریقہ مرتضویہ ہے اور تصوف اور تشیع کے ایک معنی ہیں اور یہ مخالفت بوجہ نادانی و کم علمی ہے یا بے عقلی فریقین کی وجہ سے۔

اسی طرح قدوۃ المحدثین شیخ ابن فہد حلّی علیہ الرحمہ ریاضت اور عزلت اور انقطاع خلق کے بارے میں عدۃ الداعی وغیرہ کتب مشہور تحریر فرما چکے ہیں۔

اسی طرح شیخ ابن ابی جمہور الاحسائی (مصنف کتاب مجلی و موجزہ و مہذب بارع و عوالی اللآلی وغیرہ) فاضل علمائے شیعہ نے حقیقت تصوف و تحقیقات و تدقیقات کتاب مجلی المرات میں جو علم کلام میں لکھی ہیں اور اس میں آپ نے خرقہ اور سلسلہ

مشائخ صوفیہ کی معرفت ائمہ ہدیٰ سے بیان کیا ہے اور کتاب عوالی اللآلی میں احادیث معتبرہ اور تصوف کی تعریف نقل کی ہے
اور شیخ شہید ثانیؒ (مصنف کتاب منیۃ المریدین و اسرار الصلوٰۃ وغیرہ) روسار ملکوت سے مشہور ہیں۔ کتاب منیۃ المریدین میں فرماتے ہیں کہ ظواہر شریعت نماز روزہ و دعا، تلاوت قرآن وغیرہ جو علمائے متقدمین نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے اس کو حاصل کرے۔ عبادت میں سے اور بھی چیزیں ہیں جن کی کہ معرفت واجب و لازم ہے کیونکہ اعمال غیر واجبہ میں سے جو کچھ کہ مکلف پر لازم ہیں صرف وہی نہیں ہیں بلکہ اور بھی ہیں جن کی معرفت واجب تر ہے خلقی رذالت سے تطہیر نفس مثل کبر و ریا وحسد و کینہ وغیرہ اور یہ تکالیف کتب وغیرہ میں نہیں مل سکتی ہیں۔ اپنے نفس کی اصلاح کرے اور پروردگار کی رضا جوئی۔ طالب علم کو چاہیئے کہ اول اپنے باطن کو پاک کرے نفسانی خواہشات سے اور صفات مہلکات شیطانی سے تاکہ نیت خالص اور اخلاص تمام سے طلب علم میں مشغول رہے۔ بعد مجاہدۂ نفس صاحبانِ دل کی طرف رجوع کرے اگر صاحبان دل کو نہ پاوے تو گوشہ گیری اور تنہائی اختیار کرے۔ حصول عالم علوم رسمیہ کے بعد چاہیے کہ تحصیل علم حقیقت کی طرف رجوع کرے جو کہ تمام علوم کا نتیجہ ہے اور شیخ علیہ الرحمۃ کی تحریص و رغبت تصوف پر اس سے زیادہ ہے۔ اسی طرح میر نور اللہ (مصنف مجالس المومنین احقاق الحق، مصائب النواصب، الصوارم المحرقہ فی نقد الصواعق المحرقہ وغیرہ) کی تصانیف اثبات مذہب شیعہ میں مشہور ہیں اور سلسلہ نوربخشیہ سے ہیں اور کتاب مجالس المومنین میں دلائل قویہ سے ثابت کرتے ہیں کہ جملہ مشائخ مشہور شیعہ تھے۔ اور یہ اہل بیت علیہم السلام کا طریقہ تھا۔ اور کتاب مصائب النواصب میں جو کہ رد کتاب نواقض الروافض میر مخدوم شریف نے لکھی ہے۔ شیعوں پر طعن کیا ہے اور شیعوں کو بطلان کی دلیل دی ہے کہ وہ اولیاء کے منکر علمائے کوئی صوفی نہیں، صاحب دل نہیں، کشف و معرفت حال سے خبر نہیں رکھتے۔ میر نور اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دلائل خلاف حق ہیں اور یہ افترا ہے کیونکہ تصوف شیعوں کا طریقہ ہے بلکہ عین تشیع ہے۔ دلائل قویہ اور تفصیل سے بیان کیا ہے کہ علمائے شیعہ سے کوئی اس طریقہ کا منکر نہیں تھا بلکہ سب صوفی ہوئے ہیں۔ اور شیخ بہاء الدین محمد عاملی علیہ الرحمۃ (مصنف مثنوی نان و حلوہ و مفتاح الفلاح و کشکول بہائی وغیرہ) ان کے کلام تصوف میں ایسا کون ہے جس نے نہ سنے ہوں اور ان کے دل پر نقش نہ ہوا ہو۔ رسالہ نان و حلوہ جو مثنوی میں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

علم رسمی سر بسر قیل است و قال   نہ از و کیفیت حاصل نہ حال
طبع را افسردگی بخشد دوام   مولوی باور نہ دارد این کلام

عربی اور تصنیفیں مثل حاشیہ تفسیر قاضی دار العین (تفسیر قاضی بیضاوی) در حاشیہ تفسیر بہائی عربی مطبوعہ مصر وغیرہ تصوف میں بہت مشہور ہیں۔

یہ طائفہ ہمیشہ اپنے خرقہ کو حضرت امیر المومنینؑ سے نسبت دیتا ہے۔ اس طریقہ کو طریقہ مرتضویہ کہتے ہیں۔ علامہ حلی علیہ الرحمہ شرح تجرید بحث امامت میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت سے متواتر منقول ہے کہ آنحضرت سید سردار ابدال ہوئے ہیں۔ چہار طرف سے ابدال آنحضرتؑ کی خدمت میں آداب سلوک و ریاضت و طریقہ زہد وغیرہ سیکھنے آتے تھے اور اوسی کتاب میں ذکر ہے فضیلت ائمہ علیہ السلامؑ میں کہ اونھوں نے علم و زہد و فضل و گوشہ گیری و ترک دنیا کو اس قدر حاصل کیا تھا اور لوگوں میں پھیلایا تھا کہ فضلاء و مشائخ ان کی خدمت و بندگی پر فخر کرتے تھے جیسا کہ شیخ ابو یزید بسطامی اس بات کا فخر کرتے تھے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر میں سقہ تھے اور شیخ معروف کرخی قدس سرہ العزیز شیعہ خالص حضرت امام رضا علیہ السلام کے تاحیات دربان تھے (شرح تجرید الاعتقاد المسمّٰی بہ کشف المراد وغیرہ مصنفہ علامہ حلی)۔

علامہ حلیؒ کتاب منہج الکرامت میں جس جگہ حضرت امیر علیہ السلام کی مفاخرت کا ذکر کیا ہے کہتے ہیں کہ علم طریقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منسوب ہے اور تمام صوفی اپنے خرقہ کو آنحضرت سے نسبت دیتے ہیں جس کی یہ تفصیل ہے۔ کہ شیخ ابن ابی جمہور الحساوی علیہ الرحمہ جو کہ بزرگان علمائے شیعہ سے ہیں کتاب مجلی المراۃ میں روایت کرتے ہیں حضرت رسالت پناہ سے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھ کو معراج کے واسطے لے گئے۔ جب میں بہشت میں داخل ہوا دیکھا میں نے وسط بہشت میں ایک قصر جو کہ ایک دانہ یاقوت سرخ کا تھا۔ جبرئیلؑ نے اس کو کھولا اور میں اس میں داخل ہوا اس میں ایک مکان سونے کا دیکھا پس وہیں اس میں داخل ہوا۔ دیکھا اوس گھر میں ایک صندوق جو کہ نور کا تھا اور اس میں قفل بھی نور کا پڑا تھا پوچھا میں نے کہ اے جبرئیلؑ کیا چیز ہے یہ صندوق اور اس میں کیا ہے پس جبرئیلؑ نے جواب دیا یا حبیب اللہ اس میں سرِ خدا ہے جو کسی کو عطا نہیں ہوتا ہے سوائے اس کے جو اس کا حبیب ہو۔ پس کہا میں نے کہ کھولو اس کو میرے واسطے جبرئیل نے جواب دیا کہ میں بندہ ہوں خدا سے مانگیے تاکہ وہ مجھکو اذن کھولنے کا دے۔ پس میں نے سوال کیا جانب خداوندی سے ندا آئی کہ اے جبرئیل کھول دے اس کو پس جبرئیل نے کھولا دیکھا میں نے اوس میں فقر اور خرقہ کو۔ پس عرض کیا میں نے کہ اے میرے سید و مولا یہ کیا چیز ہے جانب عرش سے ندا آئی کہ اے محمدؐ ان دو چیزوں کو میں نے تیرے اور تیری امتؐ کے واسطے اختیار کیا ہے جبکہ ان کو میں نے پیدا کیا تھا اور یہ دونوں چیزیں کسی کو نہیں دیتا ہوں جس کو دوست نہیں رکھتا ہوں اور ان دونوں چیزوں سے عزیز کسی چیز کو نہیں رکھتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے ان دونوں چیزوں کو عزیز رکھا اور پہنا اور متوجہ مقام او ادنیٰ ہوئے جب معراج سے واپس ہوئے اوس فقر اور خرقہ کو حکم خدا جناب امیرؑ کو دیا۔ جناب امیرؑ نے اوس پر اس قدر پیوند لگائے فرماتے تھے کہ پیوند لگاتا ہوں اور سینے والے سے شرم آتی ہے (اس قدر پیوند لگے ہیں) اسی طرح جناب امیر المومنین نے جناب حسنؑ کو پہنایا اور اسی طرح ہر امام نے پہن کر جناب صاحب الامر علیہ السلام کے پاس پہنچا وہ خرقہ معہ دیگر تبرکات انبیاء یعنی انگوٹھی

حضرت سلیمان، عصائے حضرت موسیٰ وغیرہ بس وہ حضرت آج قطب زمانہ اور خلیفہ عصر نور السمٰوات والارض ہیں۔

مصنف کہتا ہے کہ خرقہ سے جو کہ مشائخ صوفیہ میں ہے بعینہ وہی خرقہ نہیں ہے۔ بلکہ مراد شرائط خرقہ پوشی ہے اُسی طرح کہ رسولِ خداؐ نے پہنا اور پہنایا تھا یعنی صاحب خرقہ اور پیر کامل سے معانی اور اسرار بقدر استعداد حاصل کرنا اور اونکے صفات اور اخلاق سے متصف ہونا خرقہ معنویہ کا نشان ہے اور شیخ مذکور اسی کتاب میں اس گروہ کی نسبت بعضوں کی کمیل ابن زیاد سے اور بعضوں کی اویس قرنیؓ وابراہیم ادھم بشر حافی اور سلطان بایزید بسطامی سے دیتے ہیں جو کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب تھے اور امام جعفر صادق علیہ السلام پر سلسلہ ختم کرتے ہیں اور بہت سے سلسلے جو کہ اس وقت موجود و مشہور ہیں شیخ معروف کرخی سے نسبت رکھتے ہیں جیسے کہ شیخ الاعظم والمقام المعظم شیخ صفی الدین اردبیلیؒ (جد سلاطین صوفیہ ایران) مولانا رومی وغیرہ اور اون سے حضرت امام رضا علیہ السلام پر سلسلہ پہونچاتے ہیں اور ان لوگوں کا سلسلہ ائمہ تک پہنچتا ہے اور شیخ مذکور نے کتاب عوالی اللآلی میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ الشریعۃ اقوالی (شریعت میرا قول ہے) والطریقۃ افعالی (اور طریقت میرا فعل ہے) والحقیقۃ احوالی (اور حقیقت میرا حال ہے) والمعرفۃ راس مالی (اور معرفت میرا سرمایہ ہے) والعقل اصل دینی (اور عقل میرے دین کی بنیاد ہے) والحب اساسی (اور محبت میرا اساسہ ہے) والشوق مرکبی (اور شوق میرا مرکب ہے۔) والخوف رفیقی (اور خوف میرا رفیق ہے۔) والعلم سلاحی (اور علم میرا ہتھیار ہے)۔ والحلم صاحبی (اور حلم میرا مونس ہے)، والتوکل زادی (اور توکل میرا توشہ راہ ہے) والقناعۃ کنزی (اور قناعت میرا خزانہ ہے) والصدق منزلی (اور صدق میرا ٹھکانہ و جائے نزول ہے) والیقین ماوائی (اور یقین میری جائے پناہ ہے)

والفقر فخری (اور فقر میرا فخر ہے) وبہ افتخر علی سائر الانبیاء والمرسلین (اور اسی سبب سے میں سارے انبیاء اور مرسلین پر فخر کرتا ہوں)۔

ائمہ کی فضیلت میں شارح کبیر نے گیارہویں باب میں اکابر و مشائخ علماء کا ائمہ کی خدمت میں حاضر ہونا لکھا ہے سلطان بایزید حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر سقائی کرتے تھے۔ شیخ معروف کرخیؒ حضرت امام رضا علیہ السلام کے دربان تھے۔

شارح نہج المرشدین نے علم تصفیہ باطن، اسرار اور پوشیدہ علوم کا حاصل کرنا رسول خداؐ اور ان کی اولاد اور اون کے شاگردوں سے لکھا ہے۔

ابن طاؤس قدس سرہ (مصنف کتاب الطرائف فی معرفۃ مذہب الطوائف وکتاب جمال الاسبوع بکمال العمل المشروع وکتاب اقبال وکتاب مہج الدعوات و مجتنیٰ وغیرہ) نے کتاب طرائف میں خرقہ مشائخ کے سلسلہ کو ائمہ تک پہنچایا ہے۔ باقی حالات صوفیائے کرام تابع ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کا حال مجالس المومنین (مولفہ علامہ قاضی سید نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ شہید ثالث علیہ الرحمہ) سے معلوم ہوسکتا ہے۔

جو لوگ کہ چلہ کشی کی عبادت کو بدعت کہتے ہیں اون کا یہ خیال غلط ہے کیونکہ آنحضرت صلعم سے منقول ہے کہ اے ابوذر جو شخص میری مسجد کے صحن میں ایک نماز پڑھے دہ ہزار نمازوں کے برابر ہوگی اور ان سب سے افضل وہ نماز ہے کہ اپنے گھر میں اس جگہ پڑھی جائے جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے سوائے خدا کے اور احادیث فضیلت خانقاہ پر دال ہیں مستند السالکین (مصنفہ علامہ محمد تقی مجلسی مصنف رسالہ تشویق السالکین) کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اون کا یہ اعتراض کہ عبادت چلہ بدعت ہے غلط ہے۔ بدعت کی یہ تعریف نہیں۔ احادیث فضیلت اربعین پر بہت ہیں منجملہ ان کے ابن فہد رحمۃ اللہ کی حدیث جو کہ عدۃ الداعی میں حضرت رسول خدا سے نقل کی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا جو شخص چالیس صبح خدائے تعالیٰ کی عبادت اخلاص کے ساتھ کرے چشمے حکمت کے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہوں اور اخبار الرضا (عیون اخبار الرضا) میں بھی ایسا ہی ذکر ہے اور کتاب کفر و ایمان از کافی (شیخ کلینی) میں اس کا تفصیلی ذکر ہے۔

اور ایک اعتراض ان کا یہ ہے کہ یہ گروہ ذکر بلند کرتے ہیں اور اچھی آواز سنتے ہیں اور یہ غنا و حرام ہے۔ یہ بھی غلط ہے کیونکہ اگر غرض ذکر بلند سے خلق کو سنانا نہ ہووے تو وہ علیٰ عبادت ہے جبکہ کتاب ثواب الاعمال (مصنفہ شیخ صدوق) میں نقل ہے کہ ذکر میں جس قدر آواز کو کھینچے گا گناہوں سے پاک ہوگا۔ اور کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں نقل ہے کہ ایک شخص خدمت امام زین العابدین میں آیا اور سوال کیا کہ خوش آواز لونڈی کا خریدنا اوس کی آواز کی وجہ سے جائز ہے یا نہیں حضرت نے فرمایا کچھ ڈر نہیں ہے۔ اگر تو اس کو خریدے پس بہشت کو یاد کر فافہم و تدبر والسّلام۔

شمس العلماء نواب سید امداد امام صاحب عظیم آبادی اثر نے اپنی تالیف مصباح الظلم و ایضاح البہم میں (کہ جس کی تصحیح جناب سرکار شریعتمدار مجتہد العصر دام ظلہ حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ نے فرمائی ہے) فرقہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے اثبات میں ارقام فرمایا ہے کہ فرقہ امامیہ کو باہر سے (اہل یونان اور اہل ہنود وغیرہ سے) تصوف کے لیے آنے کی حاجت نہ تھی۔ ان کا مذہب ہی روحانی پہلو رکھتا تھا۔ ان کے اماموں کی تعلیمات ہی جان تصوف تھی پس جب کہ مذہب امامیہ میں روحانیات کی کوئی کمی نہ تھی تو اس فرقہ کا اپنی حالت موجودہ پر قانع رہنا فطری امر تھا عوام کی یہ ایک غلط فہمی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب امامیہ تصوف سے بے تعلق رکھتا ہے۔ مذہب امامیہ میں بھی تصوف ہے۔ مگر یہ تصوف وہ ہے جو عین قرآن و حدیث و تعلیم ائمہ معصومین ہے اور ایسا تصوف ہے کہ اس سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی دوسرا تصوف ہو ہی نہیں سکتا (ص ۲۱۹ مصباح الظلم و ایضاح البہم) راقم کی دانست میں بہترین تصوف پیروی خدا اور رسول و ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی ہے۔

لہ مذکورہ رسالہ کتب خانہ سید شاہ خیرات علی جلالی واقع گڑھی قصبہ جلالی ضلع علی گڑھ میں محفوظ ہے۔

محال است سعدی کہ راہِ صفا   تواں رفت جز در پئے مصطفاؐ

پھر آگے ارقام فرماتے ہیں۔ واضح ہو کہ فرقۂ امامیہ میں بھی تصوف ہے۔ مگر فرقہ امامیہ کا تصوف شرع محمدیؐ کے خلاف ایک جو برابر بھی نہیں ہے امامیہ بھی اولیاء اللہ کے قائل ہیں۔ صوفی فرقہ شیعہ میں بھی گذرے ہیں۔ مثلاً صدر الدین شیرازیؒ، عبدالرزاق لاہیجیؒ، ملا حسین کاشفیؒ، حافظ رجب برسی وغیرہ۔ قاضی سید نور اللہ شوستری (شہید ثالث علیہ الرحمہ کی کتاب مجالس المؤمنین میں تو ایک اچھی فہرست شیعہ متصوفین کی دیکھی جاتی ہے۔ ان میں قابل ذکر اسمائے گرامی یہ ہیں محی الدین ابن العربی، امام غزالی، شیخ شہاب الدین سہروردی، نجم الدین کبریٰ، بایزید بسطامی، جلال الدین رومی، شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی، خواجہ حافظ شیرازی، فرید الدین عطار، سید اشرف الدین جہانگیر کچھوچھہ، سید معین الدین چشتی اجمیری۔ ان بزرگوں میں سے اکثر ضرورت کے وقت پابند تقیہ تھے۔ اس لیے اہل سنت نے انھیں سنی تصور کر لیا ہے۔ اس وقت بھی شیعیان صوفی طریقت موجود ہیں۔ فرقہ کشفی سید کاظم رشتی کا اور فرقہ شیخی احمد احسائی کا نام لیوا ہیں اسی طرح ایران میں فرقہ خاکسار ہے۔ اور ابھی تک ان میں پیری مریدی کا سلسلہ جاری ہے۔ (ص ۲۲۰-۲۲۱، کتاب مصباح الظُلَم و ایضاح البہم)۔ جناب مولوی محمد باقر صاحب موسوی الصوفی بڈگامی کتاب اختر درخشاں میں صوفیائے شیعہ کی حقانیت کے اثبات میں ارقام فرماتے ہیں ”ایرانی دماغ نے عربی ذہن کی بہ نسبت تصوف اور باطنیات کو قبول کر لیا تھا“ (اختر درخشاں ص ۹۱) نیز شاہان صفویۂ ایران نے تقریباً ۹۲۰ھ میں حکومت کا مذہب شیعہ قرار دیا تھا۔ (ادبیات ایران براؤن)

شیعہ فقہا میں سے متعدد ایسے گذرے ہیں جن کے ایک کف میں جام شریعت تھا اور دوسرے ہاتھ میں پیمانۂ تصوف انھوں نے شریعت کے علوم اور عرفان کے رموز میں ایک حسین امتزاج پیدا کر دیا ہے (اختر درخشاں ص ۴۹)

جب فقہا کے آپسی فروعی اختلافات نفس اصول پر اثر انداز نہیں تو سلوک عرفان کیونکر ان افراد کو مرکز سے باہر کر سکتا ہے۔ جو اس کو اپنائے ہوئے ہوں۔ (اختر درخشاں ص ۵۰)

حجۃ الاسلام الحاج مولانا السید ظفر الحسن صاحب قبلہ مجتہد العصر کتاب اختر درخشاں پر تقریظ کے دوران تحریر فرماتے ہیں: ”یہاں بھی ایسے ان گنت خیطے ہیں جن میں اسلاف کرام نے ابتداءً تصوف کے رنگ میں تشیع کی تبلیغ کی“

(۲) اوراد سیفی مرتضوی

دعائے سیفی آیۃ من آیات اللہ ہے اور بہت سے عجائب و غرائب اسرار اس میں مستتر ہیں اور اکثر اولیاء اللہ نے اس سے فیض فیاض حاصل کیا ہے اور بہرہ مند ہوئے ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ دعائے سیف

عین اللہ، قدرۃ اللہ، ید اللہ، برہان اللہ، صمصام اللہ، حرز یمانی، سہم اللہ، حرز اکبر، حرز المرتضوی، حرز اعظم، حرز سیفی کے نام سے بھی نامزد ہوئی ہے۔ ایک دیگر روایت میں اس دعا کو عین اللہ، قسم اللہ، نور اللہ، وجہ الحق، تقریب الحق، میثاق الحق، مصحف الاکبر عمل الانوار اور شرح الاثار بھی اس کو فرمایا گیا ہے۔

دعائے سیفی مرتضوی کے ورد کا طریق، وقت اور شرائط، اشارات و اعتصامات نیز ترتیب دعا اور شرائط عامل عاملان کامگار نے مختلف طور سے مقرر فرمائے ہیں۔ جس کی بنا پر مجموعہ اوراد سیفی کے مختلف نسخ و مخطوطات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اوراد سیفی مرتضوی معمول قطب العارفین سید شاہ خیرات علی ہمدانی علیہ الرحمۃ، بانی امام باڑہ حصار جلالی ضلع علی گڑھ و متولی اول وقف نواب آصف الدولہ بہادر کا ایک مخطوطہ آپ کے کتب خانہ واقع گڑھی قصبہ جلالی ضلع علی گڑھ میں محفوظ ہے جس پر آپ اور آپ کی اولاد و احفاد سے سید بہاء الدین حسین و سید فخر الدین حسین و حکیم سید محمد کمال الدین حسین و حکیم سید زائر حسین و حکیم سید شجاع الدین حسین و حکیم سید عزیز الدین حسین و حکیم سید محمد ضیاء الدین حسین و سید محمود رضی الدین حسین عامل رہے ہیں اس نسخہ پر دو مقامات پر سید شاہ خیرات علی، سید بہاء الدین حسین اور سید زائر حسین کی مہریں ثبت ہیں۔ یہ نسخہ ۲۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کی لمبائی ۱۰ انچ اور چوڑائی ۶½ انچ ہے۔ متن دعا ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر سات سطریں ہیں۔ ابتدائی ۸ صفحات پر آداب و شرائط دعا مذکور ہیں اور آخری صفحات پر درود شریف اور بعض دیگر اعتصامات درج ہیں۔ اس کتاب کے حاشیہ پر بھی اعتصامات درج ہیں۔

عم محترم جناب مولوی سید معز الدین حسین صاحب جبکہ بغرض زیارت مشہد مقدس ایران تشریف لے گئے اس نسخہ کا مقابلہ کتاب دعائے سیفی ادعیہ خطی نمبر ۵۹ در آستانہ قدس کتاب خانہ مبارک حضرت امام علی الرضا علیہ السلام طہران مشہد مقدس سے فرمایا تھا اور اضافات اس نسخہ کے حاشیہ پر درج فرمائے تھے۔ رسید کتابخانہ مبارک ۴۲۱۵ اس نسخہ کے ساتھ منسلک ہے۔

والد بزرگوار حاذق الحکما حکیم سید محمد ریاض الدین حسین صاحب قبلہ نے بھی دعائے سیفی کے چند دیگر نسخوں سے مقابلہ کر کے اضافات حاشیہ پر درج فرمائے ہیں نیز آپ نے معتبر و مستند کتب علمائے عارفین سے اعتصامات ماثورہ بھی حاشیۂ کتاب پر اضافہ فرمائے ہیں۔ والد مرحوم و مغفور نے اوراد سیفی مرتضوی کو مع اسناد جداگانہ بیاض میں لکھنا شروع کیا مگر یہ کام تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

جناب والد مرحوم نے مندرجہ نسخ اوراد سیفی مرتضوی سے استفادہ فرمایا ہے۔

۱۔ دعائے سیفی از معمول حکیم سید کمال الدین حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر مرحوم مغفور۔

۲۔ دعائے سیفی شیخ محمد غوث گوالیاری مع ناد علی۔

۴۔ بحارالانوار، علامہ مجلسی علیہ الرحمہ۔

۵۔ دعائے سیفی از معمول حکیم سید محمد شجاع الدین حسین عرف سید دلدار حسین صاحب جلالوی الہمدانی مرحوم مغفور۔

۶۔ اعتصامات واختتام دعائے سیفی مرتضوی از کتاب شرح جواہر خمسہ۔

نام کاتب، تاریخ وسنہ کتابت درج نہیں ہے۔ البتہ کاغذ کی نوعیت متن کے ساتھ جدید کاغذ کی جوڑ اور کتاب کی درستی سے اس کی قدامت واضح ہے۔ نیز اس نسخہ میں دو مقامات پر سید شاہ خیرات علی نام کی دو مہریں ۱۲۷۷ھ کی ثبت ہیں۔ جن سے واضح ہے کہ یہ نسخہ قطب العارفین سید شاہ خیرات علی علیہ الرحمہ کے ورد میں رہا ہے۔ اور بزرگوں سے یہ روایت ہے کہ متن دعا سید شاہ خیرات علی علیہ الرحمہ ہی کا تحریر کردہ ہے۔

مختصر یہ کہ اوراد سیفی مرتضوی کا یہ نسخہ نہایت معتبر اور مستند ہے۔ نیز شرائط دعوت، اشارات و اعتصامات ماثورہ کے اعتبار سے ایک مکمل نسخہ ہے تاہم یہ ضروری ہے کہ دعائے سیفی کے دیگر نسخوں اور مخطوطات جو ہندوستان و بیرون ہند کتب خانوں میں محفوظ ہیں کی مدد سے اس کو ایڈٹ کر کے شائع کیا جائے تاکہ سلیقین و مومنین کرام ان اوراد کے ورد اور ان کے خواص کے فیوض و برکات حاصل فرمائیں۔

۳ اوراد فتحیہ

یہ اوراد حضرت میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ نے اپنے مریدوں کے لیے مرتب فرمائے ہیں اور خانقاہ معلی سری نگر کشمیر میں ان کا ورد جاری ہے۔ اوراد فتحیہ کا ایک قلمی نسخہ بطریق عقائد مذہب شیعہ اثنا عشری کتب خانہ سید شاہ خیرات علی ہمدانی علیہ الرحمہ واقع گڑھی قصبہ جلالی ضلع علی گڑھ میں محفوظ ہے یہ ایک قدیم مخطوطہ ہے۔ اس کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت تحریر ہے:

"تمت ہذہ اوراد الائمہ کہ مشہور بہ فتحیہ احقر العباد اضعف الناس بہ رحمت پروردگار واحمد مختار و آل الاطہار و صحبہ الکبار صلی اللہ علیہم اجمعین امام بخش بنی اسرائیل کرلوی۔"

امام بخش کاتب نے جس قدیم نسخہ اوراد فتحیہ سے یہ نسخہ نقل کیا ہے اس کا آخری ورق بھی آخر میں منسلک ہے جس کے آخر میں تحریر ہے:

"بید فقیر حقیر خاکپائے جمیع سادات و شیخان عطاء اللہ غفر اللہ لہ و الجمیع المومنین والمومنات بجا طرداشت میر صاحب سید جمال علی جیو تحریر یافت بروز یکشنبہ۔"

اس نسخہ پر تاریخ تحریر درج نہیں ہے لیکن شان کتابت و کاغذ کی نوعیت سے نسخہ کی قدامت واضح ہے۔ یہ نسخہ کرم

خوردہ ہے لیکن متن صاف جلی قلم سے تحریر کیا گیا ہے، لہٰذا صاف پڑھا جاتا ہے۔ اشارے ثلاثی دو چہار مرتبہ سہ ی دو سہ مرتبہ۔ بس بگوید دو بار وغیرہ سرخ روشنائی سے تحریر کیے گیے ہیں۔ ابتدا دیا فتاح سے کی گئی ہے اور اس کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر ہے۔ بسم اللہ کے بعد سہ مرتبہ گوید لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ علی ولی اللہ۔ آخر حقاً حقاً تحریر ہے۔ اصل دعا ریاون (۵۲) صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحات کی لمبائی ۲۰ چوڑائی ۱۲ ہے۔ اصل متن کی لمبائی ۱۵ چوڑائی ۹ اور سطور فی صفحہ سات ہیں۔

عقائد صفحہ ۴۳ تا ۴۴ حسب ذیل طور سے درج ہیں:

رضینا باللہ تعالیٰ ربّاً وبالاسلام دیناً ومحمدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیاً ورسولاً وبامیر المومنین علی ابن ابی طالب اماماً وبفاطمۃ وبالحسن والحسین وزین العباد علی والباقر محمد والصادق جعفر والکاظم موسےٰ والرضا علی والتقی محمد والنقی علی والزکی العسکری الحسن والمہدی الہادی اماماً وبالقرآن کتباً وبالکعبۃ قبلۃً وبالصلوٰۃ فریضۃً وبالمومنین اخواناً صلوات اللہ علیہم اجمعین

اوراد فتحیہ کا یہ قلمی نسخہ کشمیر کے مروجہ مطبوعہ نسخوں سے باعتبار عقائد مختلف ہے۔ اور اس سے واضح ہے کہ اوراد فتحیہ کا رواج اہل سنت میں عقائد اہل سنت کے مطابق اور شیعہ صوفیہ و عارفین میں بطریق عقائد شیعہ رواج ہوا۔

جلالی ضلع علی گڑھ میں جہاں سادات ہمدانی ہمایوں کے وقت سے آباد ہیں، اوراد فتحیہ بطریق مذہب شیعہ اثنا عشری مروج ہے اور اس قدیم مخطوطہ سے ماخوذ ہے۔

جلالی ضلع علی گڑھ میں اوراد فتحیہ کا یہ قدیم ترین مخطوطہ ہے جو سید عطا اللہ کے مخطوطہ کی نقل ہے۔ سید عطاء اللہ ہمدانی حضرت میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ کی نسل سے ہیں جیسا کہ نسب نامہ سادات جلالیہ موسومہ بہ خلاصۃ الانساب مرتبہ جناب افضل العلماء مولانا سید مکرم حسین صاحب قبلہ مجتہد اعلی اللہ مقامہ سے واضح ہے جو حسب ذیل ہے۔

سید عطاء اللہ ابن سید کمال الدین ابن سید احمد ابن سید عمر ابن سید محمد ابن حضرت میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ۔

۴ مقباس المصابیح

تصوف سے مراد طریقت ہے، اور طریقت اس علم کو کہا جاتا ہے کہ جس میں حقوق عبودیت اور شرائط ریاضت بیان کیے جاتے ہیں اور اس علم کو سلوک بھی کہا جاتا ہے اور راہ طریقت میں جو سعی کرے اسے سالک کہتے ہیں اور اس علم کا نتیجہ عرفان حق تعالیٰ ہے۔

ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ رسالہ اجوبہ میں حقیقت و بطلان طریق صوفیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ارقام فرماتے

ہیں۔ جاننا چاہئے کہ راہ دین ایک ہے اور حق تعالیٰ نے ایک پیغمبر بھیجا ہے اور آخر میں ایک شریعت قرار دی ہے لیکن انسان عمل اور تقویٰ کے مراتب میں مختلف ہوتے ہیں اور اہل اسلام کا ایک گروہ جو کہ ظاہر شرع شریف نبوی پر عمل کرتے ہیں اور سنت و مستحب کے عامل نہیں اور مکروہات و مشتبہات کو ترک کرتے ہیں اور امور دنیا میں توجہ نہیں کرتے ہیں اور ہمیشہ اپنے وقت کو عبادت و اطاعت میں صرف کرتے ہیں اور اکثر خلق سے جنکی معاشرت کہ باعث تضیع اوقات ہوتی ہے کنارہ کش رہتے ہیں ایسوں کو مومن، زاہد، متقی کہتے ہیں اور صوفی کہلاتے ہیں کیوں کہ وہ اپنی پوشش میں انتہائی غربت اور فاقہ کی وجہ سے صوف (اُون) پر قناعت کرتے ہیں جو کہ سخت سے سخت اور سستی سے سستی پوشش ہے۔ اور یہ لوگ خلاصۂ نسل انسان ہیں لیکن چوں کہ ہر جماعت میں ایسے لوگ بھی داخل ہوجاتے ہیں کہ ان کو ضائع کر دیتے ہیں اور ایسے لوگ شیعہ، سُنّی اور زیدی وغیرہ سب میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح صوفیوں میں شیعہ، سُنّی اور ملحد ہوتے ہیں

صوفیا سے اہل حق بھی تھے اور ہیں اور اس پر اکثر شہادتیں وارد ہیں۔ مُلّا محمد باقر نے رسالۂ اجوبہ میں صوفیائے شیعہ سے حضرت سلطان العارفین و برہان الواصلین شیخ صفی الدین نوّر اللہ برہانہٗ، سید بزرگوار علی بن طاؤس علیہ الرحمہ شیخ ابن فہد حلی، شیخ زین الدین رضوان اللہ علیہ کا ذکر خاص طور سے کیا ہے کہ جن کے تصانیف دقائق و حقائق صوفیاء میں مستند ہیں۔ نیز آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ طریقۂ خاص شیعیان اہل بیت علیہم الصّلوٰۃ والسّلام ہمیشہ ریاضت و مجاہدت و ذکر خدا و ترک دنیا و بیزاری اشریروں سے رہا ہے اور طریقۂ صوفیہ حقہ ان کا طریق ہے۔ صوفی صافی ضمیر اہل تشیع تسبیح و تہلیل اور توحید حق تعالیٰ اور توسل انوار ائمہ ہُدیٰ کے ساتھ وابستہ رہے اور کوئی بیہودہ و خلاف شریعت طریقہ ان میں نہیں ہے۔ حضرت شیخ صفی الدین رضوان اللہ علیہ نے اپنے مقالات میں اکثر جگہ اپنے مریدوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ متابعت شریعت مقدسہ کریں اور ان باتوں سے کہ جو مخالف شریعت ہیں پرہیز کریں۔

مُلّا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے طریقِ اذکار و ادعیہ ماثورہ کا انتخاب کتاب "مِفتاحُ المَصابیح" (چراغوں کا قُفل) میں پیش فرمایا ہے اور یہ ایک گرانقدر تصنیف عرفان حق تعالیٰ میں ہے۔

مُلّا محمد باقر بن علامہ آخوند محمد تقی مجلسی علیہ الرحمہ (۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء تا ۱۱۱۰ھ / ۱۶۹۸ء) اعلم وقت، فقیہہ، محدث اور صاحب تصانیف کثیرہ ہوئے ہیں آپ کا مزار پُرانوار اصفہان میں جامع عتیق کے بقعہ میں واقع ہے اور مرجع خلائق ہے۔ آپ کی تصانیف میں عرفان و تصوف سے متعلق اعمال و اوراد و ادعیہ کا گرانقدر ذخیرہ موجود ہے۔ اخبار و احادیث پر آپ کی جامع و مفصل کتاب "بحارالانوار" ایک بحر ذخار ہے جو لآلی آبدار سے مملو و مرصع پچیس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور اسی کا خلاصہ "مقباس المصابیح" ہے۔ جس میں علامہ مجلسی نے تعقیبات نماز سے متعلق مستند اوراد و وظائف کا انتخاب پیش کیا ہے۔

"مقباس المصابیح" کا ایک نستعلیق مخطوطہ کتب خانہ سید شاہ خیرات علی ہمدانی، (واقع امام باڑہ سید خیرات جلالی ضلع علی گڑھ وقف نواب آصف الدولہ بہادر) میں محفوظ ہے۔ یہ مخطوطہ تین سو چھہتر (۳۷۶) صفحات پر مشتمل ہے، اس کی لمبائی ۸-۱ انچ اور چوڑائی ۵ انچ ہے۔ عناوین سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ اس کے کاتب کرم علیؒ ہیں جنہوں نے اس نسخہ کی کتابت بمقام آستانہ سرائے میر تحصیل پھول پور ضلع اعظم گڑھ میں کی ہے۔ کتابت ششم ربیع الاول ۱۲۰۷ھ کو مکمل ہوئی ہے۔ اس کی جلد چرمی ہے اور بوسیدہ ہے۔

کتاب "مقباس المصابیح" کا مقصد تالیف علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے حسب ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

"اما بعد خامہ تقصیر آثار، خادم اخبار ائمۂ اخیار محمد باقر بن محمد تقی حشرہما اللہ مع موالیہما الاطہار بر الواح قلوب صافیہ وعقول زاکیہ سالکان مسالک عبادت و دعا و طالبان قرب جناب حق جل وعلا می نگارد کہ چوں اشرف عبادات بدنیہ نماز است وتعقیبات ماثورہ را در تکمیل صلوٰۃ مدخلی عظیم است و ایضاً موجب رفع درجات وحط سیئات وحصول مطالب درجات می گردند وہیچ راہ از طرف قرب رافع الدرجات بدعا ومناجات نمی رسد وکتب ورسائل کہ دریں مطلب تدوین شدہ، محیط بہمہ آنہا نیست وبسیارے از آنہا کہ باسانید صحیحہ منقول گردیدہ ایراد نمودہ اند وبعضے از آنہا کہ ایراد نمودہ اند خصوصیتی بتعقیب مطلق صلوات ایراد نمودہ اند چوں ایں قاصر جمیع آنہا را در کتاب بحار الانوار بہ طرق متعددہ ایراد کردہ ام بخاطر ماتر رسید کہ اکثر آنہا را در رسالۂ جدا جمع کنم، بفارسی احادیث آنہا را ترجمہ نمایم تا عامہ خلق از آں بہرہ مند توانند شد ودر ضمن نقل ہر یک آثار نصیحت وقوت ہر یک بحسب سند می شود کہ اگر ناقدۂ بصیر خواہد کہ بعضے را اختیار نماید معیار ز او اندو دعاہائے صبح وشام وسائر ساعات لیل ونہار را اضافہ نمودم وبر دہ فصل مرتب کردہ شدم وچوں ادعیہ را از کتب معتبرہ علمائے سلف رضوان اللہ علیہم ومصابیحا کہ در دعا تالیف نمودہ اند اقتباس بمقباس المصابیح مسمی گردانیدم۔

مذکورہ تحریر کی روشنی میں واضح ہے کہ علامہ مجلسی نے اس کتاب میں جملہ تعقیبات نماز پنجگانہ نیز صبح وشام اور ہر گھڑی میں ورد کرنے کے لیے اذکار وادعیہ کتب معتبرہ علمائے سلف رضوان اللہ علیہم سے اخذ کر کے جمع فرمائی ہیں اور اس لحاظ سے یہ مجموعہ اوراد برائے سلوک وعرفان الٰہی نیز رفع درجات انسانی وحصول مطالب وحاجات دنیاوی کافی ووافی ہے۔ اور آیہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ کے مطابق ہے۔

کتب سلوک وعرفان حق تعالیٰ میں یہ کتاب نہایت مستند ومقبول ہے اگر اس کتاب کا ترجمہ زبان اردو میں کیا جائے تو یہ عرفان وسلوک کی منزل میں اردو داں حضرات کے لیے نہایت مفید ومقبول ہوگی۔

تقسیم و ترتیب کتاب:-

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس کتاب کو دس فصول پر تقسیم کیا ہے۔

● فصل اوّل:- در فضیلت تعقیب و شرائط و آداب آن۔ صفحہ ۲ ● فصل دوم:- در بیان تعقیبات است کہ مستحب است کہ بعد از ہر نماز خواندہ شود صفحہ ۸ ● فصل سوم:- در تعقیب مخصوص فریضۂ ظہر۔ صفحہ ۹۶ ● فصل چہارم:- در تعقیبات مخصوص نماز عصر صفحہ ۸۵ ● فصل پنجم:- در تعقیب مخصوص فریضۂ مغرب صفحہ ۱۰۴ ● فصل ششم:- در تعقیب مخصوص نماز خفتن صفحہ ۱۳۶ ● فصل ہفتم:- در تعقیبات نماز صبح صفحہ ۱۴۹ ● فصل ہشتم:- در بیان فضیلت و کیفیت سجدۂ شکر صفحہ ۲۱۵ ● فصل نہم:- در بیان دعا کہ در صباح و مسا باید خواند صفحہ ۲۵۰ ● فصل دہم:- در دعاہائے کہ در ساعات روز باید خواند و دعاہائے ہر روز کہ خصوصیت بساعتے ندارد۔ صفحہ ۲۳۹

مذکورہ دس فصول میں علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے سلوک و عرفان حق تعالیٰ سے متعلق منتخب اور پُر تاثیر آیات قرآنیہ، اذکار اور ادعیہ انتخاب فرمائے ہیں۔ اگر انکو معانی و مطالب کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ ذخیرہ عرفان و تصوف حقہ کا ایک نادر خلاصہ انتخاب ہے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے حقیقت تعقیب کی وضاحت فصل اوّل میں اس طرح فرمائی ہے۔ واما حقیقت تعقیب ظاہرش آنست کہ قرآن و دعا و ذکر کہ متصل بہ نماز واقع شود عرفاً داخل تعقیب باشد ولیکن افضل آنست کہ با وضو باشد و نشستہ باشد رو بقبلہ و بہتر آنست کہ بر ہیئت تشہد نشستہ باشد و سخن نگوید در اثنائے تعقیب خصوصاً در عقب نماز شام و بعضے گفتہ اند کہ بہتر آنست کہ جمیع شرائط نماز در تعقیب رعایت کند و ظاہر آنست کہ بہر جائے کہ بعد از نماز مشغول قرآن و دعا و ذکر باشد ثواب تعقیب فی الجملہ داشتہ باشد اگرچہ در راہ رفتن باشد و در روایتے وارد شدہ کہ تا وضو داری ثواب تعقیب داری۔

مصادر و مراجع:-

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں جن مصنفین و مصنفات سے استفادہ فرمایا ہے اور اوراد و اذکار و ادعیہ اخذ فرمائے ہیں انکی فہرست حسب ذیل ہے۔

● بحار الانوار:- علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ ● کافی:- شیخ محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمہ ● ابن بابویہ:- ابوالحسن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ مجتہد اعظم قم ● شیخ طوسی:- شیخ نصیر الدین محقق طوسی مصنف اصاف الاشرف و اشارات وغیرہ۔ ● بلد الامین:- مصنف شیخ ابراہیم بن علی بن الحسین بن محمد العاملی معروف بہ شیخ

کفعمی • مصباح کفعمی :- (جنۃ الواقیہ وجنۃ الباقیہ معروف بہ مصباح کفعمی) • سید ابن طاؤس :-
سید رضی الدین علی ابن طاؤس مصنف مہج الدعوات وجمال الاسبوع واقبال ولہوف وغیرہ • علامہ حلیؒ :-
مصنف شرح تجرید المسمی بکشف المراد ومنہاج الکرامت وغیرہ • شیخ طبرسیؒ :- شیخ رضی الدین ابی نصر الطبرسی
مصنف مکارم الاخلاق وغیرہ • شیخ مفیدؒ :- مصنف کتاب مجالس وغیرہ • سید ابن باقی :- مصنف
کتاب اختیار وغیرہ • دیلمی :- مصنف اعلام الدین • سید ابن طاؤس :- کتاب فلاح السائل وغیرہ
• شیخ طوسی :- ابوجعفر محمد بن الحسن بن علی الطوسی مصنف مصباح التہجد وکتاب محاسن وغیرہ • عُدّۃ
الداعی :- مصنفہ جمال السالکین احمد بن فہد حلی علیہ الرحمہ • محمد بن ہارون :- در مجموع الدعوات • عیون
اخبار الرضا :- محمد بن علی بن الحسین معروف بہ شیخ صدوقؒ • فقہ الرضاؑ • ابن ادریس :- محمد بن احمد بن
ادریس الحلی فخر الدین ابو عبداللہ العجلی مصنف کتاب السرائر الحاوی لتحریر الفتاوی ومختصر تبیان الشیخ الطوسی۔
• شیخ شہید علیہ الرحمہ • شیخ ابن فہد :- شیخ احمد بن محمد ابن فہد حلی جمال السالکین مصنف
عُدّۃ الداعی • مہج الدعوات :- • شیخ تلعکبری :- مصنف مجموع الدعوات • کشف الغمہ
(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مصنفہ علی بن عیسیٰ بن ابی الفتح الاربلی) • امالی :- شیخ طوسی • ثواب الاعمال
• محاسن • قطب راوندی :- شیخ سعید بن ہبۃ اللہ بن الحسن المعروف بالقطب الراوندی۔

مذکورہ مصادر ومراجع تمام تر سلوک وعرفان حق تعالیٰ اور تصوف حقہ سے متعلق ہیں اور اس اعتبار سے کتاب مقباس المصابیح ان اوراد ووظائف اور اذکار الٰہی کا ایک نادر خلاصہ ہے کہ جن پہ عارفین وسالکین حق تعالیٰ عامل رہے ہیں۔

••

ڈاکٹر ظفر الاسلام
شعبۂ اسلامیات
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

ارشاد الطالبین

(شیخ جلال الدین تھانیسری)

عہد وسطیٰ کے صوفیا کی یہ روایت رہی ہے کہ وہ تصوف سے دلچسپی لینے والے لوگوں کے لیے بالعموم اور اپنے شاگردوں کی تعلیم کے لیے بالخصوص رسالے یا کتابیں تالیف کیا کرتے تھے۔ یہ کتابیں مختلف عنوانات کے تحت جن سے ان کی تالیفات کے اصل مقاصد کا اظہار ہوتا ہے پائی جاتی ہیں، مثلاً "آداب الطالبین"، "ہدایت الطالبین"، "ارشاد الطالبین"، "مصباح الطالبین"، "آداب المریدین"، "ارشاد المریدین"، "انوار السالکین"، "ارشاد السالکین" وغیرہ۔ ان تالیفات میں سے "ارشاد الطالبین" کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں "ارشاد الطالبین" نام کے پانچ[1] مخطوطے ہیں جو مختلف مصنفین کے ہیں یعنی شاہ برہان الحق شاہ کبیر شطاری، مخدوم آخوند درویش ننگرہاری (م ١٦٣٩ء)، قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ١٨١٠ء) اور شیخ جلال الدین تھانیسری بن محمود العمیری[2] (م ١٥٨٢ء) جن کا تعلق سلسلۂ چشتیہ کی صابری شاخ سے تھا۔

شیخ جلال الدین تھانیسری، شیخ عبد القدوس گنگوہی (١٤٥٦ء-١٥٣٧ء) کے اہم شاگردوں اور ممتاز خلفاء میں سے تھے۔ شیخ گنگوہی کے ساتھ آپ کے گہرے تعلقات کا ثبوت مکاتیب قدوسیہ سے ملتا ہے جس کے زیادہ تر خطوط کے مخاطب شیخ جلال الدین ہیں۔

مولانا آزاد لائبریری میں شیخ جلال الدین کے رسالہ "ارشاد الطالبین" کے تین نسخے ہیں جن میں سے دو ذخیرہ سلیمان (تصوف فارسیہ نمبر ١١٠/١٠، اور ١١١/١١) اور ایک یونیورسٹی کے ذیلی ذخیرہ (نمبر ٢٠) میں ہے۔ ذخیرہ سلیمان کے نسخے ١٨٦٤ء اور ١٨٠٨ء کے مکتوبہ ہیں۔ یونیورسٹی ذخیرہ کے نسخہ پر تاریخ کتابت درج نہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے قدیم نسخہ ہے۔ اس بات کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ ذخیرہ سلیمان کے ایک نسخے میں کاتب (سراج الدین قادری پانی پتی) نے یہ وضاحت کی ہے کہ اس نے اسے اپنے روحانی استاد سید غوث علی شاہ قادری پانی پتی (م ١٨٨٠ء) کے نسخے سے نقل کیا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ یونیورسٹی ذخیرہ کے غیر مطبوعہ نسخے کی جلد کے ساتھ تذکرہ غوثیہ کا ایک نسخہ بھی شامل ہے جو سید

---

[1] دو یونیورسٹی ذخیرہ میں (نمبر ٣٧/١٨، اور ١/١١) اور دو ذخیرہ سلیمان میں (نمبر ١١/١١، اور ١٢/١٢) اور ایک نسخہ ذخیرہ سبحان اللہ (نمبر ١/٢٩٧) میں ہے۔ [2] ذخیرہ سلیمان میں محفوظ "ارشاد الطالبین" کے نسخہ (نمبر ١١/١١) میں آپ کے والد کا نام محمد درج ہے۔ "نزہۃ الخواطر" کے مصنف نے غلطی سے محمد تھانیسری لکھ دیا ہے حالانکہ اصلاً یہ ان کے چچا کا نام ہے جیسا کہ خود شیخ جلال نے اپنے رسالہ "ربیع الاتقیاء" ذخیرہ شیفتہ (نمبر ٢٢/٢٦) ورق ٢ ب میں لکھا ہے۔

غوث کی سوانح ہے۔ یہ ان کے شاگرد گل شاہ کی تصنیف ہے۔ اس طرح یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یونیورسٹی[11] ذخیرہ کا یہ نسخہ وہی نسخہ ہے جس سے ذخیرہ سلیمان کے نسخہ کو نقل کیا گیا جس کا حوالہ اس نسخہ کے کاتب نے دیا ہے۔

یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ قدیم چشتی صوفیا کی طرح آپ سیاسی حکمرانوں سے تعلقات رکھنے کے مخالف نہیں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کم سے کم دو بار آگرہ کے شاہی دربار میں تشریف لے گئے تھے۔

شاہی دربار میں پہلی بار آپ شیخ عبدالقدوس[1] کے ایما پر ان کے فرزند کے ساتھ ہمایوں کے دربار میں بادشاہ سے عطیہ کی درخواست لے کر گئے تھے[2]۔ دوسری بار آپ تھانیسر کے عطیہ پانے والوں کا مقدمہ لے کر ۱۵۶۱ء میں اکبر کے دربار میں تشریف لے گئے تھے[3]۔ خود اکبر بھی ۱۵۸۱ء میں کابل جاتے ہوئے ابوالفضل کے ساتھ شیخ جلال کی خدمت میں آیا تھا اور تصوف سے متعلق چند اصولوں پر آپ سے گفتگو کی تھی[4]۔

شیخ جلال کا انتقال ۱۴ ذی الحجہ ۹۸۹ھ/ ۹ جنوری ۱۵۸۲ء میں تھانیسر میں ہوا[5]۔ نظام تھانیسری، عبدالشکور، قاضی محمد اور سلیم کیرانوی آپ کے قابل ذکر شاگردوں میں سے تھے۔ شیخ عبدالبشیر آپ کے اکلوتے بیٹے تھے جو غوثی شطاری[6] کے مطابق آپ کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ "ارشاد الطالبین"[7] کے علاوہ "رسالہ در بیع اراضی"[8] اور "رسالہ تفسیر والتین"[9] آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

بہت سے ماخذوں[9] میں ان کے ایک "مکتوبات کے مجموعہ" کا بھی حوالہ ملتا ہے لیکن ہمیں ایسا کوئی مجموعہ مخطوطہ یا مطبوعہ کسی شکل میں بھی دستیاب نہیں ہوا۔ "تذکرہ اولیائے ہند" کا مصنف "ارشاد الطالبین" کو ان کے مکتوبات کا مجموعہ بتاتا ہے[10]۔ جو ظاہر ہے غلط ہے۔ "نزہۃ الخواطر" کے مصنف نے "ارشاد اللطیف" نامی ایک تصنیف کو آپ سے منسوب کیا ہے[11]۔ لیکن کسی اور تذکرہ نگار نے اس کا حوالہ نہیں دیا ہے نہ ہی معروف لائبریریوں کے کیٹلاگ میں ایسے کسی مخطوطے کا تذکرہ ملتا ہے۔

---

[1] شیخ کی مکمل سوانح کے لیے ملاحظہ ہو، اعجاز الحق قدوسی کی تذکرہ شیخ عبدالقدوس، پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی کراچی۔ [2] مکتوبات قدوسیہ، دہلی ۱۳۱۰ھ، مکتوب نمبر ۱۲۸، ص ۲۲۹۔ [3] بدایونی "منتخب التواریخ" ص ۵۰۔ [4] ابوالفضل "اکبر نامہ" کلکتہ ۱۸۸۶ء جلد سوم، ص ۳۴۱-۳۴۲، معتمد خان، اقبال نامہ جہانگیری لکھنؤ ۱۲۸۶ھ، ص ۳۳۵۔ [5] آپ کی پیدائش کا سال مذکور نہیں۔ آپ کی عمر سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے گرچہ اس میں بھی اختلاف ہے۔ کہیں ۱۱۰، کہیں ۹۶، کہیں ۹۵، اور کہیں ۹۳ سال لکھا ہے۔ [6] غوثی شطاری، گلزار ابرار (مخطوطہ) ورق ۲۷۳ ب [7] اس کا ایک نسخہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کے ذخیرہ شیفتہ میں محفوظ ہے۔ ملاحظہ ہو فقہ عربیہ نمبر ۲۶/۲۲۔ اس تصنیف کے تنقیدی مطالعہ کے لیے ملاحظہ ہو میرا مقالہ "اراضی ہند کی شرعی حیثیت عہد مغلیہ کے علماء کی نظر میں" برہان (دہلی)، مارچ ۱۹۸۲ء، ص ۷-۳۲۔ [8] نسخے کے لیے ملاحظہ ہو کیٹلاگ، انڈیا آفس لائبریری ۱۹۲۳ء (۸) اور استوری جلد ۱، حصہ ۲، ص ۱۷۔ [9] مثال کے طور پر "اخبار الاخیار" ص ۲۲۵، "گلزار ابرار" (مخطوطہ) ورق ۲۷۳ ب، "انوار العارفین" ص ۳۶۴۔ "الثقافۃ الاسلامیہ" ص ۲۷۹۔ [10] محمد اختر ڈبائیوی، "تذکرہ علمائے ہند" دہلی ۱۹۰۶ء، ص ۹۱-۹۲۔ [11] ذخیرہ سلیمان کے ایک مخطوطہ میں (نمبر ۱۱/۱۱، ورق ۱ ب) اس کی وضاحت ملتی ہے۔

"ارشاد الطالبین" میں ۲۰ فصلیں ہیں۔ یہ رسالہ اصلاً مؤلف کے استاد اور مرشد شیخ عبدالقدوس (جن کے بارے میں مؤلف نے خود رسالہ کے آغاز میں واضح کر دیا ہے) کے ملفوظات اور تعلیمات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے بیشتر حصہ میں تصوف کے اصول وضوابط، ذکر کی اہمیت اور اس کے مختلف طریقوں، مراقبہ اور ورد کا بیان ہے، ساتھ ہی تقرب الٰہی کے سلسلے کی خاص عبادتوں اور ریاضتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مزید براں اس میں معرفت حق، مرشد کی اہمیت، شریعت کی پیروی کے سلسلہ میں صوفی کے فرائض، قرآن کی تعلیمات کی اہمیت اور عام لوگوں، صوفیاء اور علماء کے مختلف طبقات جیسے چند اہم مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں۔

معرفت حق پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے، شیخ جلال الدین فرماتے ہیں کہ انسان کی تخلیق کا اصل مقصد یہی ہے۔ چنانچہ انھوں نے قرآن کی مشہور آیت کی تفسیر اسی نقطۂ نظر سے پیش کی ہے۔ آپ کی نظر میں وہی لوگ سب سے زیادہ خوش قسمت ہیں جنھیں یہ دولت حاصل ہو گئی ہے۔ ("ارشاد الطالبین" اوراق ۱ ب - ۲ الف)۔ ایک روحانی مرشد سے منسلک رہنے کی ضرورت پر بھی آپ کی رائے بالکل واضح ہے کہ شریعت کی اتباع کرنے والے اور شریعت اور طریقت کے تقاضوں سے پوری طرح واقفیت رکھنے والے کسی شخص کی "ہدایت و صحبت" کے بغیر ایک طالب حق کا اپنے مقصد میں کامیاب ہونا بہت مشکل ہے۔ (ورق ۲ ب) اس بات کی تائید بھی انھوں نے قرآن کی ایک آیت سے کی ہے۔ شریعت کی اتباع کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ تصوف کے راستے کا پہلا قدم ہے۔ آپ کے خیال میں شریعت کے فرائض نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کی ادائیگی، خدا کی محبت اور فرماں برداری کی روح ہے اس لیے کہ یہ باتیں انسان کی باطنی وخارجی پاکیزگی کا باعث بنتی ہیں اور اسے گناہ اور برائیوں سے باز رکھتی ہیں (ورق ۲ ب)۔ سالک یا طالب کے لیے دوسری اہم بات جو شیخ جلال نے بتائی ہے وہ ہے دل کو بری عادتوں اور غلط قسم کے جذبات مثلاً حسد و جلن، دشمنی، غرور، لالچ، دنیاوی چیزوں کی لالچ اور جاہ و مرتبے کی خواہش سے پاک و آزاد رکھنا۔ (اوراق ۲ ب، ۳ - ۳ الف) یہ بات قابل ذکر ہے کہ شیخ جلال کے خیال میں شریعت اور طریقت کا اصل مقصد نفس کی پاکیزگی اور باطن کو اچھائیوں اور اعلیٰ اقدار سے سنوارنا ہے۔ (ورق ۳ الف) آپ کے خیال میں شریعت اور طریقت میں فرق کو "چھلکے" اور "گودے" کی حیثیت سے واضح کیا جا سکتا ہے (ورق ۳ ب)۔
یہ بات ذہن نشین رہے کہ آپ نے باطنی بیماریوں کے علاج کے لیے جو نسخہ تجویز کیا ہے وہ قرآن کی تعلیمات ہیں۔ اس نکتہ کی وضاحت آپ نے استعارۃً اس طرح کی ہے کہ انسان مریض ہیں، خدا کے پیغمبران ڈاکٹر ہیں اور قرآن مختلف قسم کی ادویہ کا خزانہ ہے۔ (اوراق ۴ ب - ۵ الف) یہاں وہ قرآن کی آیت کا حوالہ دیتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہاں بھی وہ اس دوا کے استعمال کے سلسلہ میں ایک روحانی مرشد کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ اس لئے کہ رسول اکرم صلعم کے

پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ (اوراق ۴ ب، ۵ الف و ب)۔ شیخ جلال یقیناً مسلم علما کی اس متفقہ رائے سے متفق تھے کہ علما انبیا کے وارث ہیں جیسا کہ واضح طور پر یہ بات ایک حدیث میں آئی ہے، لیکن وہ علما کو دو طبقوں میں تقسیم کرتے ہیں، یعنی علمائے آخرت اور علمائے دنیا۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ حدیث علمائے آخرت کے سلسلے میں ہے۔ (ورق ۵ الف)۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ وہ صوفیا کو بھی علمائے آخرت کے طبقے میں شمار کرتے ہیں۔ مزید براں علما کے مختلف طبقوں کے سلسلے میں آپ نے جو بحث کی ہے، اس سے سیاسی حکمرانوں کے ساتھ آپ کے رویے کے دلچسپ پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ وہ علما جو حکمراں بادشاہ (ملوک) کی صحبت اختیار کرتے ہیں اور ان سے تعلق رکھتے ہیں 'علمائے دنیا' کا ہی ایک حصہ ہیں (ورق ۵ الف)۔ اس طرح قدیم چشتی صوفیا کی طرح آپ سیاسی حکمرانوں کے ساتھ تعلق رکھنے کے حامی نہیں۔

بہر حال جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ آپ کم از کم دو بار شاہی دربار میں تشریف لے گئے تھے اور یہ کہ آپ نے اکبر سے ملاقات کی تھی جب وہ آپ کے پاس تھانیسر ابوالفضل کے ساتھ گیا تھا تو اس روشنی میں آپ کے خیال اور عمل میں ایک تضاد ملتا ہے۔ مزید براں اپنی کتاب "رسالہ در بیع اراضی" میں مغل ہندستان میں غیر منقولہ جائداد کی نوعیت پر بحث کرتے ہوئے آپ نے خیال ظاہر کیا ہے کہ ایسے معاملات ہیں جو فقہا کے درمیان مختلف فیہ ہیں، حکمراں بادشاہ کو اس میں اجتہاد کا حق حاصل ہے۔ آپ نے اپنی اس رائے کا اظہار تقریباً اسی انداز میں کیا ہے جیسا کہ اکبر کے دور حکومت میں جو مشہور 'محضر' ہوا تھا اس میں درج ہے۔[1] میرے خیال میں اس تضاد میں تطابق کی شکل یہ ہو سکتی ہے کہ شیخ جلال کے بارے میں یہ کہا جائے کہ آپ ان علما کے مخالف تھے جو بادشاہوں کا تقرب حاصل کیا کرتے تھے اور دربار کے کارندوں کا ایک حصہ بن گئے تھے۔ چنانچہ بسا اوقات حکمرانوں کو خوش کرنے کے لیے شریعت کے قوانین کا لحاظ کیے بغیر اپنی آرا کا اظہار کیا کرتے تھے۔ آپ معقول مقاصد کے لیے یا عوام کے مفاد میں حکمرانوں سے ملاقات کے مخالف نہیں تھے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ آگے چل کر ریاست اور اس کے نمائندوں کے سلسلے میں چشتی صوفیا کے رویہ میں ایک تبدیلی رونما ہوئی تھی اور وہ اس مسئلے پر اتنی زیادہ سختی سے کاربند نہیں تھے جتنی سختی سے قدیم صوفیا رہے تھے۔

جہاں تک تصوف کے بنیادی اصولوں کے سلسلے میں شیخ جلال کے خیالات کا تعلق ہے تو جیسا کہ ارشاد الطالبین سے پتا چلتا ہے آپ نے معرفت، محبت الٰہی، غور و فکر، تقرب الٰہی اور عبادت کو محض رضائے الٰہی و وسیلۂ حق کا ذریعہ بنانے پر زور دیا ہے۔ (اوراق ۵، الف ب، ۷، ۲، الف ب)

---

[1] ان کے رسالے کی روشنی میں شیخ جلال کے خیالات کے تفصیلی مطالعے کے لیے ملاحظہ ہو میرا مقالہ جو "برہان" (دہلی) مارچ ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا تھا۔

ان اصولوں کی حصول کے لئے آپ نے متعدد قسم کے اذکار، اوراد و وظائف اور خدا کی یاد میں اپنے دل کو مستقل طور پر مشغول رکھنے کے لئے مختلف طریقے تجویز فرمائے ہیں (اوراق ۶ الف۔ ۱۲ ب۔ ۱۸ ب۔ ۲۶ ب)۔ ان کے خیال میں ان اصولوں کی پابندی کرنے والے صحیح معنوں میں صوفی ہیں۔ آپ نے تصوف کے اصول و اعمال کی وضاحت بار بار مختلف مثالوں کے ذریعہ کی ہے اور یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مذہبی طبقہ کے جو مختلف گروہ ہیں ان میں سب سے زیادہ برتر صوفیا کا گروہ ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں یہی گروہ خدا کا محبوب اور اس کا مقرب گروہ ہے۔ اس بات کا اظہار اس حقیقت سے بھی ہوتا ہے کہ آپ نے طالب حق کے مختلف طبقات علماء اور عوام الناس کا تذکرہ کیا ہے اور ہر طبقہ میں صوفیا کو اس طبقہ کے دیگر لوگوں پر فائق رکھا ہے۔ (اوراق ۳۰ ب۔ ۲۷ الف ب) مثال کے طور پر آپ نے جانوروں، فرشتوں اور نبیوں سے مشابہت کی بنیاد پر عوام کو تین بڑے طبقے میں منقسم کیا ہے۔ وہ لوگ جو نبیوں سے مشابہت رکھتے ہیں، ان کی تعریف آپ نے اس طور پر کی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنکا مقصد صرف خدا ہے اور جن کے دلوں میں ذکر الٰہی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جو دنیاوی چیزوں سے اپنے دل کو موڑ کر مکمل طور پر خدا کے عشق میں ڈوب گئے ہیں۔ (ورق ۲۰ ب) ظاہر ہے ایسے لوگوں سے ان کی مراد صوفیا سے ہے۔

تصوف کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی بحث اور متعلقہ مواد پر خوبصورت طرز بیان کے نقطہ نظر سے ارشاد الطالبین ایک اہم رسالہ ہے۔ ایک اہم اور قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ مصنف نے قرآن اور حدیث کے حوالے بکثرت دیے ہیں اور اسلامی شریعت کے بنیادی ماخذوں کی بنیاد پر ہی اپنے نظریات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ —— ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کتاب کو تدوین و تعارف کے ساتھ شائع کیا جائے۔

(انگریزی سے ترجمہ و تلخیص)
(ترجمہ: ڈاکٹر سلیم الدین احمد)

●●

ڈاکٹر اقبال صابر
ریسرچ اسکالر
شعبۂ تاریخ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

رسائل الارشاد

رسائل الارشاد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کی ریسرچ لائبریری کی زینت ہے۔ اس مخطوطہ میں سلسلۂ نقشبندیہ کی تعلیمات اور ان کے طریقہ عبادت و ریاضت پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ اس طرح یہ تصوف کے مسائل سے متعلق نقشبندی نقطۂ نظر کو سمجھنے کیلئے ایک اہم ماخذ ہے۔

اس تصنیف میں سلسلۂ نقشبندیہ سے متعلق صوفیا کے عبادت و ریاضت اور روحانی تجربات پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے مزید برآں اس میں دوسرے سلسلوں سے تعلق رکھنے والے صوفیا کی عبادت و ریاضت پر بھی بحث کی گئی ہے اس میں ایک طرف روحانی ارتقا کے تمام مدارج پر بحث کی گئی ہے اور دوسری طرف نقشبندی سلسلے کے بنیادی اصول و ضوابط پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس مخطوطہ کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اس میں مختصراً توحید کے دونوں پہلوؤں یعنی توحید وجودی اور توحید شہودی پر بھی بحث کی گئی اور اس سلسلہ میں روحانی ارتقاء کے تمام اہم مسائل پر گفتگو کی گئی ہے اس طرح تصوف بالخصوص سلسلۂ نقشبندیہ پر ایک زبردست تصنیف ہے اور سلسلۂ نقشبندیہ کے طالب علم کیلئے ایک اہم ماخذ ہے۔

یہ مخطوطہ سید خلیفہ ابراہیم نقشبندی کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ اس کے مرتب سید محمد خلیل اللہ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرتب کا تعلق اٹھارہویں صدی کے نصف اول یعنی محمد شاہ کے زمانے سے ہے۔ مرتب نے غالباً ان ملفوظات کو اپنے چچیرے بھائی میر داد شاہ سے جو آپ کے پیر بھائی بھی ہیں، جمع کیا تھا۔ میر داد شاہ سید شاہ ولایت کے بیٹے اور خلیفہ تھے

مخطوطہ ۵۹ اوراق پر مشتمل ہے جس کا سائز ۲۹ × ۲۰ سینٹی میٹر ہے اور ہر ورق پر سترہ سطریں ہیں اگرچہ کچھ کرم خوردہ ہے لیکن قابل قرأت ہے۔ کتابت کی غلطیاں بہت کم ہیں۔

اگرچہ کتابت فارسی زبان میں ہے لیکن جا بجا عربی جملے بھی استعمال کیے گئے ہیں اور قرآن کی آیتیں بھی کثرت سے نقل کی گئی ہیں۔ کتابت خط نستعلیق میں ہے اور عربی اقتباسات پر لال سطریں کھنچی ہوئی ہیں ساتھ ہی عنوانات اور دوسری اہم آیتیں بھی لال روشنائی میں ہیں۔ عبدالکریم سندیلوی اس کے کاتب ہیں اور تاریخ کتابت ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۷۳ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۸۵۶ء ہے۔

کتاب چار ابواب جن کو "ارشاد" کا نام دیا گیا ہے پر مشتمل ہے اور آخر میں خاتمہ ہے۔ ہر ارشاد کو گیارہ سوالات میں منقسم کیا گیا ہے۔ اس طرح پوری کتاب ۴۴ سوالات پر مشتمل ہے:-

پہلا ارشاد درج ذیل سوالات پر مشتمل ہے:

• پیر اور مرید اور ان کے درمیان رشتہ • پیر اور مرید کے درمیان فرق • جذب محمود اور مذموم: وہ مدارج جن سے ایک صوفی

کو گذرنا پڑتا ہے۔ • مرید اور پیر کے درمیان تعلقات • فنافی الشیخ، فنافی الرسول، فنافی اللہ اور بقا باللہ کی کیفیتیں • عابد اور زاہد کی اہمیت • ایک صوفی کے اعلیٰ مقامات • عبد اور معبود • مخلوق اور بندہ • خدا کی صفات اور • خدا کے بڑے فرشتے، جبرئیل، اسرافیل، میکائیل اور عزرائیل کے حالات۔

دوسرے ارشاد میں درج ذیل سوالات پر بحث ہے:

جسم • روح • قلب مجازی • قلب حقیقی • روح مجازی • روح حقیقی • واقف • سالک • واصف • معترف • عارف • جاہل • عاشق • واصل • جذب کامل • صاحب مقام • صاحب راز • صاحب منزل • صاحب شریعت • صاحب طریقت صاحب حقیقت • صاحب معرفت • عالم ناسوت • عالم ملکوت • عالم جبروت اور • عالم لاہوت۔

تیسرے ارشاد میں درج ذیل سوالات ہیں۔

صاحب شہود ذات • صاحب شہود صفات • صاحب شہود اسمار • صاحب شہود عالم اشتغال • احدیت • وحدت • واحدیت • مقام تمکین • سکر • سہو • بیہوش • ہوشیاری • مکاشفہ قلبی • مکاشفہ روحی • مکاشفہ سری • نبوت • ولایت • روز حساب • سر شہود • سر قلب • جنت • اور دوزخ۔

اور چوتھے ارشاد میں درج ذیل سوالات زیر بحث آئے ہیں جو نقشبندی سلسلے کے اصول و ضوابط سے متعلق ہیں:

ہوش در دم • نظر بر قدم • سفر در وطن • خلوت در انجمن • یاد کرد • بازگشت • نگاہ داشت • یاد داشت • وقوف زمانی • وقوف عددی • وقوف قلبی • خاتمہ۔

آخر میں جو خاتمہ ہے اس میں توحید وحدت وجود اور وحدت شہود کے نظریوں پر دلچسپ بحث ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ و تلخیص)

••

ترجمہ: ڈاکٹر سلیم الدین احمد

جناب سید یوسف کمال بخاری

ادیب اردو، بھوپال

بھوپال کا مخطوطہ سلک السلوک اور دیگر نوادر

بھوپال کی مولانا آزاد سینٹرل لائبریری کی جب میں نے چھان بین کی تو ۲۰ مخطوطات تصوف کے موضوع پر نظر سے گذرے جن کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔ ۱۔ مثنوی درویش مصنف ضیا نخشبی تاریخ ۱۰۲۲ھ' ۲۔ انشار خلیفہ مصنف خلیفہ شاہ محمد' ۳۔ تحفۃ المجاہین' ۴۔ رسالہ خواجہ عبداللہ انصاری تاریخ تصنیف ۱۱۴۸ تاریخ نقل ۱۳۱۳ھ' ۵۔ راحت العباد' ۶۔ شمس المجالس مصنف عبداللہ انصاری' ۷۔ مناقب الاولیا' ۸۔ انیس العارفین مصنف حبیب اللہ' ۹۔ زاد المسافرین مصنف علی محمد تاریخ تصنیف ۹۲۹ھ تاریخ نقل ۱۰۳۴ھ' ۱۰۔ مکتوبات احمدی مصنف حضرت یحییٰ منیری' ۱۱۔ مکتوبات یحییٰ منیری مصنف حضرت یحییٰ منیری' ۱۲۔ مفتاح المعادن' ۱۳۔ محب الطالبین مصنف محمد عاقل تاریخ تصنیف ۱۰۷۹ھ' ۱۴۔ نزہت الارواح تاریخ تصنیف ۱۰۶۱ھ' ۱۵۔ اقوال صوفیہ مصنف وحید الدین تاریخ تصنیف ۱۱۰۴ھ' ۱۶۔ حسنات العارفین' ۱۷۔ کتاب سلک السلوک مصنف ضیاء الدین نخشبی ۱۸۔ رشد المجالس مصنف عزیز اللہ' ۱۹۔ صحائف اسرار مصنف صالح محمد کرمانی تاریخ تصنیف ۱۳۱۱ھ

ان ہی مخطوطوں میں چند ایک اہم اور غیر مطبوعہ قلمی کتابیں ہیں۔ راحت العباد، شمس المجالس، انیس العارفین، محب الطالبین، نزہت الارواح اور حسنات العارفین میری نظر میں سب سے اہم رسالہ "سلک السلوک" ہے۔ چنانچہ سلک السلوک پر تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

اول و آخر مکمل ہے ورنہ عموماً ناقص الطرفین ہوتے ہیں۔ اس کا طول ۸" اور عرض ۶" ہے۔ درمیانی سائز کی کتاب ہے ۶۷ اوراق پر مشتمل ہے دولت آبادی کاغذ پر تحریر ہے اور تین سو سال پرانی تحریر معلوم ہوتی ہے خط نستعلیق۔ مگر کھردرے خط میں لکھا ہوا ہے۔ ترقیمہ موجود ہے۔ ابواب کو تصوف کی اصطلاح سلک میں تقسیم کیا ہے اور ہر باب کا نام سلک رکھا ہے۔ ایک سو اکیاون سلکوں میں اس رسالہ کو منسلک کیا ہے اور اس طرح اس مجموعہ کا نام سلک السلوک رکھا ہے۔

ایک سو اکیاون سلوک میں سے ابتدائی ۵۰ میں درج ذیل کرتا ہوں تاکہ ایک اندازہ ہو سکے کہ کس قسم کے سلوک اس فہرست اور اس رسالہ میں جگہ پا سکے ہیں۔ سلک ۱ طالب توبہ کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔

سلک دوم بباید دانست کہ یکی از اصطلاحات این علم مقام است۔ بفتح المیم، سلک سوم بباید دانست کہ یکی از اصطلاحات این علم تواجد است، سلک چہارم بباید دانست کہ یکی از اصطلاحات این علم حالت الحال است، سلک پنجم بباید دانست کہ یکی از اصطلاحات این علم وجد است، سلک ششم قبض و بسط است، سلک ہفتم علم الیقین است، سلک ہشتم لوایح است، سلک نہم محو و اثبات است، سلک دہم صحو و سکر است، سلک یازدہم تلوین و تمکین است، سلک دوازدہم لسانِ حالت و بیان، سلک سیزدہم کمالیت است بباید دانست سالک تا راہ معرفت را سلوک میدارد و در اصطلاحِ سلوک یکی را سالک خوانند و دوم را واقف۔

سلک چہاردہم بباید دانست کہ یکے از اصطلاحات ہر چہ از آدمی برخرق قاعدہ اصلی ظاہر کرد و ائمہ این علم آنرا چہار مرتبہ نہادہ اند مرتبہ اول معجزہ گویند مرتبہ دوم را کرامت مرتبہ سوم را معونت مرتبہ چہارم را استدراج سلک پانزدہم، بباید دانست کہ نفس آدمی شہوانی است و سیر انسانی ملکوت الفنا و روح نورانی است۔

سلک شانزدہم معلوم عالمیان و مفہوم آدمیان باد سلک ہفدہم اہل بصیرت بدیدہ باطن آں بینند کہ اہل ظاہر ہرگز۔ آں نخواہند دید۔ سلک ہژدہم بباید دانست کہ خلق بر چہار نوع اند یکی آنست کہ در دنیا ہم در عقبیٰ فراخ روزی است آنرا صالح می گویند و دوم آنست در عقبیٰ و در دنیا ہم تنگ روزی است ہو الکافر و الفقیر سیوم آنست کہ در دنیا فراخ روز نیست اما در عقبیٰ تنگ روز نیست و ہو کافر الغنی چہارم آن کہ در دنیا تنگ روزی است و در عقبیٰ فراخ روز نیست و ہو المومن الفقیر۔ سلک نوزدہم بباید دانست کہ بعضے مرد مان از خدا تعالیٰ دنیا خواہند و بعضے عقبیٰ و بعضے از و ہم ورا۔ سلک بیستم بباید دانست کہ ہر چہ از دنیا دادند بر دو نوع است نوعی آنست کہ او پیش تو خواہد رفت نوعی دوم آنست کہ تو پیش از و خواہد رفت۔

سلک بیست و یکم مرداں دین و جوانمرداں یقین گویند چشمے کہ صفت گریہ دارد ہرگز جانب خندہ نہ بیند۔ سلک بیست و دوم در بیانِ علم الیقین، عین الیقین و حق الیقین۔ سلک بیست و سیوم در بیان قول و فعل است، سلک بیست و چہارم ای قدم در راہ مرداں نہادہ زنانی کہ در یں راہ مردانہ وار رفتند۔ سلک بیست و پنجم در شراب عشق الٰہی است سلک بیست و ششم در بیان تضاد عشق و عقل است۔ سلک بیست و ہفتم در معرفت الٰہی بعضے مرد ماں احرام از برائے کعبہ بندند و بعضے از برائے رب کعبہ۔ سلک بیست و ہشتم در بیان مرداں دنیا سلک بیست و نہم بیان معراج است سلک سی ام در بیان ضعف انسان کہ ہیچ مخلوق ضعیف تر از انسان نیست۔ سلک سی و یکم در بیان صحبت زندگانی کہ سالک را از مشغولی حق مانع باشد سلک سی و دوم در بیان سہ اقسام خلق است سلک سی و سوم

دربیان استغراق یادِ محبوب سلک سی و چہارم دربیان فلسفہ رنج و راحت سلک سی و پنجم دربیانِ مراتب انسان در نظر خدا
سلک سی و ششم دربیان فلسفہ صبر است سلک سی و ہفتم دربیان رزق است سلک سی و ہشتم دربیان ظلم است لیکن
ظلم بر نفس خویش تذکرہ شد سلک سی و نہم دربیان بندگی انسان و فلسفہ عبودیت سلک چہلم دربیان اتقاء۔

سلک چہل و یکم دربیان فلسفہ یقین۔ سلک چہل و دوم دربارہ اسباب و علل دنیا است سلک چہل و سوم
دربارہ دنیا کہ بر سہ اقسام است جزوی بمومن دارد جزوی بمنافق و جزوی بکافر سلک چہل و چہارم دربارۂ سہ
مصاحب است یکی تا بقبض روح باشد دوم تا لبِ گور سیوم تا قیامت سلک چہل و پنجم دربارہ خوردنِ گوشت
کہ از یاد اللہ غافل می کند۔ سلک چہل و ششم دربیان اطلاق محبت کہ بر کسے درست آید کہ او از محبوب ہیچ تمنا
ندارد سلک چہل و ہفتم دربیان باز ماندن از معصیت است۔ سلک چہل و ہشتم دربیان حق عبودیت و حق ربوبیت
است سلک چہل و نہم دربیان اجابت توبہ۔ سلک پنجاہ دربیان آں کہ با خداوند تعالیٰ باشد آں خوش است و خوشی
کہ با غیر باشد آں غرور است۔

اسی طرح ۱۵۱ سلک بیان کیے ہیں بحرِ طریقت کے غواصوں کے لیے ایک قابلِ قدر شرح ہے۔ آخر میں آخری
سلک یعنی ایک سو اکیاونویں سلک کی تفصیل بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ جن کی برکت نفس و قدم سے بقائے ملک
ہے ان کے مناقب بیان کیے گئے ہیں۔

بیان کیا ہے کہ مردانِ دین کے قدموں کی برکت سے بقائے عالم ہے کہتے ہیں کہ تین سو انسان اللہ تعالیٰ
کے وہ بندے ہیں کہ جن کے دل حضرت آدم کے دل ہیں اور ستر لوگ ایسے ہیں کہ جن کے دل حضرت نوح کے دل کی مانند ہیں
یعنی از آفتاب روشن تر اور چالیس لوگ ایسے ہیں کہ ان کے دل حضرت ابراہیم کی طرح ہیں اور پانچ لوگ ایسے ہیں کہ ان
کے دل حضرت جبریل کی طرح ہیں اور تین لوگ ایسے ہیں کہ ان کے دل حضرت میکائیل کی مانند ہیں اور ایک دل ایسا ہے
کہ حضرت اسرافیل کے دل کی طرح ہے۔ چوں کہ ان میں سے ایک بہتر اور برگزیدہ تر ہے جب ان میں سے کوئی ایک مرتا
ہے تو اللہ تعالیٰ ان تین جسموں میں سے ایک کو اس کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے اور اس کے بعد اگر تینوں میں سے کوئی ایک
مرتا ہے تو پچھلے ملا کر پانچوں میں سے ایک کو اس کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اسی طرح پانچوں میں سے کوئی ایک
مرتا ہے تو پچھلے جوڑ کر ساتوں میں سے کسی ایک کو اس کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے اور اسی طرح ساتوں میں سے جب کوئی مرتا ہے تو
پچھلے سب جوڑ کر چالیسوں میں سے ایک کو اسکے درجہ پر پہنچا دیتا ہے اور جب ان چالیس لوگوں میں سے کوئی مرتا ہے تو ستر جسم ہو جاتے ہیں ان میں سے
ایک اس کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے اور جب ستر لوگوں میں سے کوئی مرتا ہے تو وہ تین سو بن جاتے ہیں اور ان میں کا ایک اس کے

درجہ کو پہنچ جاتا ہے اور اگر ان تین سو میں سے کوئی مرتا ہے تو عام مخلوق سے ایک تین سو کے درمیان لایا جاتا ہے اور اصطلاحاً اس کو ان تین سو کا نقبا پکارتے ہیں کیوں کہ وہ نقیبان امت ہیں اور ان ستر کو نجبا کہتے ہیں کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں اور ان چالیس کو ابدال کہتے ہیں کیوں کہ وہ بدل انبیا ہیں اور ان سات کو اخیار کہتے ہیں کیوں کہ وہ بہترین خلق ہیں اور ان پانچ کو عمداً کہتے ہیں وہ ستون عالم ہیں۔

چنانچہ قوام خانہ ستون سے ہوگا کیوں کہ قوام عالم ان سے تھا اور وہ تین لوگ ہیں اوتاد کیوں کہ وہ دنیا کی میخ ہیں۔ لطیفۂ دنیا اور مدار دنیا ہیں۔ اور اس ایک کو غوث کہتے ہیں کہ وہ فریاد رس عالمیاں ہے جب دنیا میں حادثہ ظاہر ہوتا ہے وہ تین سو دعا کرتے ہیں۔ اگر دفع نہیں ہوتا تو وہ ستر دعا کرتے ہیں پھر بھی راحت میسر نہیں آتی تو وہ چالیس دعا کرتے ہیں پھر خاطر خواہ آرام نصیب نہیں ہوتا تو وہ سات دعا کرتے ہیں پھر وہ پانچ دعا کرتے ہیں پھر وہ تین دعا کرتے ہیں پھر بھی اگر ان میں سے کسی کی دعا کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا تو وہ ایک دعا کرتا ہے۔

ایسا کہتے ہیں کہ نقبا کا ہونا مصر اور اس کے نواح میں ہے اور نجبا کا ہونا مغرب اور اس کے نواح میں ہے اور ابدال کا ہونا ملک شام اور اس کے نواح میں ہے اور اخیار کا ہونا حجاز اور اس کے گردو نواح میں ہے اور عمد کا ہونا تمام دنیا اور اطراف عالم اور روئے زمین پر ہے اور اگر وہ دریا ہیں تو اوتاد ہند میں مسلمانوں کے درمیان مستغرق ہیں اور غوث مکہ میں کعبہ کی مجاوری کے لیے ہے۔

فخر دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک بندگان زندہ پوش وہ ہیں کہ جن کا ظاہر خلق سے جڑا ہے لیکن وہ مخلوق سے قطعی توقع نہیں کرتے بلکہ اپنے اللہ سے خواستگار ہوتے ہیں اور اپنے حال میں مست رہتے ہیں اور اللہ کی قربت چاہتے ہیں اور کہتے ہیں "اے خالق نوش و نیش و ای رازق شاہ و درویش بحرمت بندگان کہ توانہ ایشاں خوشنودی و ایشاں از تو خوشنود کہ خفتگانِ خواب غفلت را انتباہی کرامت کن و برہنگان عالم جہالت را خلعت علم و طاعت بپوشاں و تشنگان بادیۂ ضلالت را شربت عنایت بنوشاں بحق النبی"۔

ضیاء الدین نخشبی مصنف رسالہ خود عظیم شاعر بھی تھے ہر ملک کے آخر میں بیان کو اپنے قطعات سے مزین کیا ہے۔ ان کے قطعات کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اپنا تخلص قطعہ کے شروع میں پہلے لفظ کے طور پر استعمال کیا ہے پورے رسالہ میں یہ خصوصیت نمایاں ہے ان کے اشعار ایک مسلم الثبوت شاعر اور پختہ مشق کلام کی نمائندگی کرتے ہیں۔

●●

ڈاکٹر شعیب اعظمی
[illegible]
جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

عثمان نقشبندی کا رسالہ عشقیہ

رسالۂ عشقیہ[1] ایک گمنام نقشبندی صوفی مسمیٰ عثمان النقشبندی کی تصنیف ہے جو ۱۷×۱۰ کے سائز پر تقریباً ۵۳۴ صفحات یعنی ۲۶۷ اوراق (Folio) پر مشتمل ہے اور نستعلیق کا معمولی نمونہ ہے چونکہ اس نسخے کے آخری چند اوراق غائب ہیں اس لیے تلاش بسیار کے باوجود ترقیمہ کا پتہ نہیں چل سکا ہے۔ ہاں نسخے کے بیشتر اوراق کی ورق گردانی سے اور متن کے مطالعہ سے اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ اس کے مصنف نے اس کی تصنیف ۱۱ ویں صدی ہجری میں کی ہوگی۔ شروع کی سطریں اس بات کی مظہر ہیں کہ مصنف عثمان پہلے غوث الثقلین کے خلیفہ شیخ جلال کے مرید ہوئے۔ ان دونوں سے فیضیاب ہونے کے بعد نقشبندی پیر ولی کوہی کی صحبت میسر آئی اور فقط تین دن کی قلیل مدت میں لطف خاص سے مشرف ہوئے۔ اپنے ان پیر کوہی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی تحریر و تقریر کا احاطہ کرنے کے لیے صدیاں درکار ہیں۔ سب سے آخر میں وہ خواجہ باقی باللہ سے نسبت ارادت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے چنانچہ کہتے ہیں:

خادم الفقراء عثمان بی نوا کہ ریزہ چیں خوان اخوان الصفا ست بل خاک جرعہ نوش بزم خلان الوفا و للارض من کاس الکرام نصیب ہمیشہ دریوزہ استمداد از دلہا نمودہ والتماس دستگیری از پای مردی مرداں کردہ و در جستجوی این دولت و تگ و پوئی این سعادت از اعالم اقدام و از رستگان نیک و نام کحل الجواہر دیدہ، دیدہ بروقت حال حسب حال است: دولت فقر خدایا بمن ارزانی دار ۔ کیں کرامت سبب حشمت تمکین نیست۔

مصنف رسالہ عشقیہ کے حالات زندگی اور دیگر آثار کے بارے میں تفصیلات نہیں ملتی ہیں۔ ان کی نثری عبارت اور جگہ جگہ موزوں اشعار کے نمونوں سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ عثمان نقشبندی سلسلے کے عقیدت مند اور سچے پیرو تھے اور اپنے مشائخ، مرشدین اور مشاہیر نقشبند کی تعلیم سے بخوبی واقف تھے چنانچہ اپنی اس دولت پر ایک جگہ فخریہ کہتے ہیں:

در ضمیرم جز حضور یار نیست ۔ جز بسودای جہانم کار نیست
ہر طرف نقش جمالش ظاہر است ۔ ہیچ جائی نیست کان دلدار نیست

---

[1] یہ مخطوطہ ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں موجود ہے اور شمار نمبر ۳۰۹ ہے۔ ہر صفحہ ۱۵ سطری ہے اور تقریباً ہر سطر میں ۱۵ الفاظ ہیں۔

آں چناں محو خیالش گشتہ ام — کم خبر از خویش واز اغیار نیست
مفلس ماست گنج ایزدی — فقر ما را فخر آمد عار نیست
گشتہ عثمان خاک راہ نقشبند — کز وجودش در جہاں آثار نیست

اگرچہ عثمان نے اپنے وجود کے آثار سے انکار کیا ہے لیکن ان کا رسالہ عشقیہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ وہ ایک سچے نقشبندی صوفی تھے اور فقر و درویشی کا مکمل نمونہ تھے۔ خدا کی ذات سے بے پناہ عشق اور درویشی اور فقیری کی زندگی سے والہانہ لگاؤ کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

"این رسالہ مسمیٰ بہ عشقیہ دریائی معرفت شد تا عشاق را با این الفتی باشد ای عاشق دیوانہ افسر دولت سلطنت کونین بر فرق فقیر نہادہ اند چہ محقق است و غنا صفت خالق و اکمل علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ با آں بزرگی فقر اختیار کردہ و بداں افتخار نمودہ و گفتہ اللھم احینی مسکیناً وامتنی مسکیناً واحشرنی فی یوم القیٰمۃ فی زمرۃ المساکین الٰہی دولت فقر نصیب کن۔"

اپنی اس تصنیف کو عثمان نے جن چیزوں کا موضوع بنایا ہے انھیں بہت واضح کر دیا ہے اور جس طرح چار عنصر انسانی وجود کے لیے ضروری ہیں اسی طرح صوفی ہو یا عارف، فقیر ہو یا شیخ، ان سب کا وجود چہار آتش سے قائم ہے چنانچہ اس رسالہ کی غرض وغایت عثمان کی زبان میں ملاحظہ ہو:

"ای درویش دلریش تا بر چہار آتش گداختہ نگردی پختہ نشوی، اول آتش فقر دوئم آتش محبت سوم آتش دم، چہارم آتش از غم روزی بیغم بودن یعنی توکل ای درویش تا ازیں چہار عقبہ در نگذری ترا عاشق نخوانند۔ این تحفۃ القلوب و ہدیۃ الارواح بچہار فصل مفصل شد و ہر فصل بچہار باب مبوب گشت و ہر باب بکلام ربانی و حدیث مصطفوی و اہل اللہ آسائش یافت تا دوستان لائق و عاشقان صادق ازین بہرہ بگیرند۔"

چنانچہ پورا رسالہ چار فصلوں میں اس طرح تقسیم ہے۔

فصل اول: در بیان فقر و تسلیم و توکل و ذکر

فصل دوم: در ہدایت سلوک خصال درویشاں، ریاضت اہل اللہ و نصائح و رضائی خالق۔

فصل سوم: در خاموش و عزلت ذوق و محبت عشق اشتیاق جوانمردی و تواضع و مہربانی۔

فصل چہارم: در تضرع، فی التضرع فی النار و فی النصیحت و فی الخاتمہ۔

عثمان نے انھیں چار فصلوں کے ہر چہار ابواب میں جو عنوانات متعین کیے ہیں وہ تقریباً تمام مشہور سلسلہ کے

صوفیا اور خصوصاً نقشبندیہ سلسلہ کی تعلیمات و تربیت کا روشن جز ہیں اور عثمان ان سب پر تفصیل لکھنے سے پہلے اپنے آپ کو ان عنوانات کی تفسیر بنا کر پیش کرتے ہیں۔ وہ نثر میں مناجات کے بعد چند اشعار میں بندہ اور خدا کی حقیقت بیان کرتے ہیں اور اپنا حال یوں لکھتے ہیں:

در طلب در بدر ہمی رفتم — دم بدم یار یار می گفتم
ناگہاں فتح باب در بکشاد — غیر او ہر چہ بود رفت از یاد
وھو فی انفسکم در ہر دو — افلا تبصرون می گفتم
نحن اقرب الیہ شد بیقین — ہست حبل الورید لاتک ببین
فاذکرونی چو در ضمیر آمد — اذکرک دم بدم تعین آمد
فیض قدسی رسید از درگاہ — کل شی فثم وجہ اللہ
مژدہ در ہر طرف شدہ یاہو — وحدہ لاشریک الا ہو
دلم از شوق بس کہ شیدا شد — وحدہ لاشریک گویا شد
بیخود از نام او چناں شدہ ام — کہ عیاں گشتہ من نہاں شدہ ام
من نیم، من نیم، خدا حاضر — اولاً، آخراً خدا ناظر
چون ز خود رفتم و لقا دیدم — ہر طرف سو بسو لقا دیدم
نیست در مہر دو کون غیر از یار — لیس فی الدار غیرہ دیار
باطنش غیب و ظاہرش پیدا — در ظہور و بطون خداست خدا
ہست عثمان دوست دار نبی — دوست دار چہار یار نبی

عثمان فقر کے شیدائی ہیں۔ "الفقر فخری" پر نازاں ہیں۔ فقر ہر شخص کو میسر نہیں یہ راہ سلوک کا سرچشمہ ہے اختیاری ہے اور اخص الخاص دوست کا حصہ ہے۔ حضرت ابراہیم کو مال و دولت حضرت سلیمان کو بادشاہت اور حضرت یوسف کو حسن مگر محمد اور ان کی امت کو فقر۔ فقر نے تسلیم کا راستہ دکھایا اور تسلیم نے توکل کا پیشہ اختیار کرایا اور پھر بہترین عمل یعنی ذکر خدا کی توفیق دلوائی۔ ذکر لا الہ الا اللہ کی وہ حقیقت ہے جس سے دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔

اسی طرح عثمان ان تمام عبادات ریاضات اور مراتب کو درجہ بدرجہ بیان کرتے ہیں۔ قرآنی آیات سے اسے مستند کرتے ہیں احادیث سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ مشائخ کے اقوال، بزرگوں کی حکایات سے مسائل اور

موضوعات کو موثر بناتے ہیں اور اشعار سے دلگداز بناتے ہیں۔ انھوں نے ہر باب اور ہر موضوع کو انھیں مندرجہ بالا طرز القول سے بیان کرتے ہوئے مختلف پیرائے اختیار کیے ہیں۔ پیغمبروں میں حضرت محمد صلعم کی بیشتر حدیثیں حضرت علی کے دوازدہ کلمات اور واقعات تحریر کیے ہیں۔ مثلاً ایک حدیث قدسی کو درویشوں کے اعمال و احسان کے بیان کرتے وقت یوں پیش کیا ہے۔

یا احمد اعتنابی ۔ رزیلا دل الی اذا اشتہوا سکروا و اذا طربوا و اذا الطریق تالوا اذا بوا خضعوا و اذا اقبلوا وصلوا و اذا اصلوا اتصلوا و اذا اتصلوا الاذرق بینی و بینہم" اسی طرح ایک دوسری حدیث شیخ محمد غزنوی کا صحرا نوردی کرنا، گھاس کھانا مگر خدا کی تلاش اور دیدار سے باز نہ آنے کی کوشش پر لکھی ہے اور عارف اور سالک کو یہ حدیث یاد دلائی ہے۔

من طلبنی وجدنی و من عرفنی احبنی و من احبنی عشقنی و من عشقنی فانا عشقتہ و من عشقتہ قتلتہ و من قتلتہ فانا دیتہ۔

عاشقان حقیقی اور عارفان باللہ بقول عثمان "آنچہ در عالم صورت می نگرند تجلی صفات اوست ہو الاول و الآخر ہو الظاہر ہو الباطن فعل ایشان فعل حق گفتار شان گفتار حق و حقیقت اینہا عین حقیقت" ہے عثمان طالب راہ حقیقی سے مخاطب ہیں طلب تو طلب حق است و عشق تو عشق مولیٰ بیک چشم خود را نیست بگردان و بچشم دیگر حق را حاضر بنگر۔

با دوست کنج فقر بہشت است و بوستاں　　بی دوست خاکِ بر سر جاہ و توانگری

تا دوست در کنار نباشد بکام دل　　از ہیچ نعمتی نتوانی کہ برخوری

لیکن اس کے لیے صبر کی بے پایاں ضرورت ہے وہ صبر "کہ اگر بر سرت ارہ رانند چوں ذکریا دم بر نیاری و اگر در آتش اندازند چوں خلیل سوئی دیگر قدم بر نیاری و چوں گوشت و پوست ترا قوت کرمان سازند چوں ایوب صابر باشی" ذکر حقیقی آسان نہیں ہے اور جو صاحب تسلیم و رضا بننا چاہتا ہے اسے حق کی محبت کا درد ہونا چاہیے، مست الست ہونا چاہیے بے غم ہونا چاہیے، وقت کا قدر داں ہونا چاہیے اور صحیح مرشد کا پیرو ہونا چاہیے اور عثمان ہی کی زبان میں:

"باید کہ برضای حق سبحانہ و تعالیٰ راضی باشی تا حق تعالیٰ از تو راضی باشد و بدین وسیلہ در زمرہ صادقان داخل شوی و لسعادات فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی مشرف گردی و در مقام فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر عزت یابی و بتعظیم فقد فاز فوزاً عظیما معزز شوی"۔

رضا بدادہ بدہ وز جبیں گرہ بکشائی　　کہ بر من و تو در اختیار نکشادہ است

عثمان نثری نصائح پر ہی اکتفا نہیں کرتے اور دوسرے شعرا کے کلام سے ہی اسے مستند نہیں کرتے بلکہ خود اپنے اشعار سے بھی موثر اور دلنشیں بناتے ہیں۔ اگرچہ مشتاقان خدا کو شیخ ہروی اور شاہ قاسم کے اشعار سے سرمست کر چکے ہیں لیکن خود اپنے کلام کا جادو بھی چلاتے ہیں:۔

ناتوانی ناتوانی ناتوان　　جان فشانی جان فشانی جان فشان
ذرہ ذرہ خدا یابی اگر　　کامرانی کامرانی کامران
گر بروں آئی ز غمہای جہاں　　شادمانی شادمانی شادمان
چوں فنا گردی بقا یابی بحق　　جاودانی جاودانی جاودان
وز فنا فانی شوی با شوق ہو　　پہلوانی پہلوانی پہلوان
گر نداری زندگی شوق یار　　ہست نامت در شمار فردگان
دم بدم عثمان ز چشم از سوز دل　　خون فشانی خون فشانی خون فشان

اس کے لیے حضرت ابو ہریرہ کی طرح سحر خیز ہونا پڑے گا شبلی کی مانند بغداد کے بازار میں سر حقیقت بیان کر دینے کی جرأت کی ضرورت ہوگی اور حاتم اصم کی وصیت پر عمل کرنے والا بننا پڑے گا، سلطان ابراہیم کی مانند ذلت و رسوائی کی انتہا کو پہنچنا ہوگا۔ غوث الثقلین عبد القادر جیلانی کی مانند حیرت و استعجاب کی منزلیں طے کرنی ہوں گی۔ شیخ شرف الدین کے بقول من احب شیاً اکثر ذکرہ کا مفہوم سمجھنا ہوگا سیف الدین باخرزی اور مولانا روم کے اشعار پڑھے گا تب عثمان کی غزل کا مفہوم واضح ہوگا۔

دلا اسرار عشق خود ندانی　　جگر خوار یست ہردم جان فشانی
بیا در باز جان در عشق بازی　　اگر خواہی حیات جاودانی
تو دریائی درون تست گوہر　　بدست آری چو غواصی توانی
چو غواصان بدریا اندرون شو　　بدر کن کسوت دنیائی فانی
چو یونس گر تو باشی مرغ ماہی　　بر آری دُر ز بحر بی کرانی
کلیم اللہ بطور عشق بر شد　　بشد بیخود ز حرف لن ترانی
چو عشق از جان آدم شد ہویدا　　برون آمد ز ملک انس و جانی
خلیل اللہ بعشق حق تعالیٰ　　کند قرباں ہمیں محبوب جانی
چو یوسف ہر کہ آمد صادق ایں جا　　بود سلطان ملک دو جہانی
بدہ عثمان جان خود بجانان　　اگر خواہی تجلی دل نہانی

عثمان کے خیال میں فقر ہی سے خدا کی محبت میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ بشر حافی کا واقعہ بیان کیا ہے کہ گلیوں عبادت

میں محل ہو رہی تھیں اور سخت برہم تھے۔ منصور حلاج کی مثال دی ہے کہ قتل کے بعد بھی جلی ہوئی راکھ کے ذروں سے اور دریا میں بہنے والے پانی میں مل جانے کے بعد تک انا الحق کی صدا آتی رہی۔ بقول منصور حلاج فقر راصور تیست ہر گجا ظہور نماید و نقاب از جمال خود کشاید رختی اسمی تمام البشریت بسوزد" اور وہ وقت بھی آیا کہ در فقر بسوخت خود را ندید وہر کہ از خود رفت با حق پیوست"۔

ہوش در دم و نظر در قدم و خلوت در انجمن و سفر در وطن کے بارے میں بھی عثمان نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ سیر و فی الارض کو بھی بڑی اہمیت دی ہے۔ بڑے عارفوں اور صوفیا کے سفر اور ان کے مصائب کا ذکر کیا ہے یعنی "بعدم فرزانگی بگسل، بند دیوانگی در یاب، سر نہان را طواف کن گرد جہان را تا بدریوزہ مردی و صاحب تجربہ دردی شوی و بدیدن مغارات و مزارات و مقابر و منابر رخسارہ زرد شود و دنیا بردل تو سرد شود"۔ خواجہ یوسف ہمدانی شیخ علی دقاق، عبدالرحمان اسحاق سلطان ابراہیم اور دوسرے مشاہیر صوفیا کے سفر اور مصائب کے ذکر کے بعد اپنے اشعار سے انکو مستند کیا ہے اور اسکے استناد کے لیے پیر انصار کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

دلا دو کار میکن در نظر ہا — کہ در راہ تو می بینم خطر ہا
کشا از خواب غفلت چشم با من — بگوش و ہوش تو گویم خبر ہا
نگر در خلق گورستان فگندہ — زنیک تیر اجل جملہ سپر ہا
بسا شاہان مہر و بند در خاک — کز ایشان در جہاں ماندہ اثر ہا
معاصی زہر قہر است و نمودہ — بکام نفس تو ہمچون شکر ہا
گذر گاہیست ایں دنیائی فانی — نیاید مرد عاقل زیں گذر ہا
چو در پیش است مرگ ای پیر انصار — تماشائی جہان کن در سفر ہا

یہ سفر عبرت حاصل کرنے اور رنج و بلا سہنے کے لیے ہے۔ درویش کو از روئی اخلاص اس سے مفر نہیں ہے۔ عثمان متعدد نثری واقعات کے بیان کرنے کے بعد اپنا منظوم مفہوم پیش کرتے ہیں:

اگر خواہی ز حق ای دل کشایش — بباید داد اول ترک آسایش
برنج و محنت و غم یار بودن — ز شادی جہان بے زار بودن
چو آں درویش بجز غم نیست مرہم — بجز غم را بشادی دو عالم
بباید توشہ ایں راہ زاری — جگر خواری و ہر دم بے قراری

چو گوئی شو بچوگان رضایش — در کشور و قدر و قضایش

بیا ای دل رہا کن عیش و عشرت — بنہ سر در رہ چوگان قدرت

بیا عثمان دل از کونین بر کن — اگر می بایدت اصلی مسکن

لیکن عثمان یہ بات ذہن نشین کراتے ہیں کہ ان سب کے ساتھ حقیقت اور شریعت کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے کلام خدا وحدیث مصطفوی وسخنان مشائخ اور صحبت صالحین وترک لذات نفسانی وخواہش کُلّی اندر بند کردن ومرگ یاد کردن لازم است: خواجہ محمد پارسا کے "رسالہ القدسیہ" میں خواجہ انصار کا ایک اقتباس یوں نقل کیا ہے۔

"سرمایہ عمر را در طلب کردن طلا احمر حقیقت نباید فرسود وبا نقرہ ظاہر شریعت قناعت باید نمود کہ آنچہ در دار الضرب این دو این دو جوہری امام اعظم ابو حنیفہ کوفی وامام شافعی المطلبی ہست رحمۃ اللہ علیہ بسکہ قبول رسیدہ وفردا در دکان صرافی قیامت رنج دران خواہد بود"

چنانچہ طمع، قناعت، ورع، سخا، عدل، توکل سب میں حقیقت اور شریعت کو پیش نظر رکھنا لازم ہے اور پھر اس صورت میں عثمان اپنے ابیات کے ذریعہ درویش کی نظر میں حضوری قلب، رضائے الٰہی اور فنا اور بقا کی کیفیات کی اہمیت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

بیاد حق دلا می باش ہر دم — بدین مصطفی می باش ہر دم

فنا اندر فنا می باش فانی — بقا اندر بقا می باش ہر دم

بفرمان قضا سر بر نداری — رضا اندر رضا می باش ہر دم

توکل با خدا کن در ہمہ حال — ز غیرش با غنا می باش ہر دم

حضوری در حضوری باش بے خود — بعشقش مبتلا می باش ہر دم

بہجر عشق ہر دم جان فرو کن — بآہ و نالہا می باش ہر دم

ز شوق عشق جانان بی خود خواب — چہ ماہی غیر مائی باش ہر دم

یقین اندر یقین میدار محکم — امان اندر امان می باش ہر دم

فدا کن ہر چہ ہست در راہ جانان — وفا اندر وفا می باش ہر دم

بدرد عشق دایم باش رنجور — شفا اندر شفا می باش ہر دم

ملامت در ملامت خویش را کن — سلامت دایما می باش ہر دم

بچوگان ارادت راضی می باش   ہلا ہلا اندر می باش ہردم
حظوظ نفس را بگذار عثمان   بکا اندر بکا می باش ہردم

غرض ان نعمتوں سے بہرہ یاب ہو کر عشق میں سرشار ہو کر فقیر علم الیقین اور حق الیقین اور عین الیقین کی منزلیں طے کرتا ہے پھر کہیں جا کر فمن یہدی اللہ فہو المہتد کے قابل ہوتا ہے شیخ عبداللہ سری سقطی اور شیخ جنید بغدادی کی روایتیں اس کی شاہد ہیں۔ شیخ نظام الدین قطب العالم کے بقول شیخ الاسلام فرید الدین نے حضور صلعم کی نماز معکوس کی اتباع میں کنویں کے اندر چلہ معکوس کیا اور خواجہ نظامی سمرقندی نے سکندر نامہ میں صلوٰۃ معکوس کا ذکر کیا ہے۔ پھر بھی عثمان نے خسرو حافظ اور مسعود بیگ کے اشعار کے نمونوں کو پیش کرنے کے بعد عثمان اس غیر اطمینانی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

درد اکہ دریں واقعہ بسیار دویدیم   در خود نرسیدیم بجائی نرسیدیم
بسیار دریں بادیہ شوریدہ برفتیم   بسیار دریں واقعہ مردانہ جہیدیم
گر نعرہ زناں معتکف صومعہ بودیم   گر رقص کناں گوشۂ خمار گزیدیم
کردیم ہمہ چیز ولی ہیچ نکردیم   دیدیم ہمہ چیز ولی ہیچ ندیدیم

خاموشی و عزلت یہ سب ہو لیکن عزلت میں اور خاموشی کے ساتھ "زبان خود را از سخن لا یعنی نگہدارد۔ خاموشی دولتیست بے کراں، عزیمتی است در ہر دو جہان سلامتی است از شر فتنہائی جہان و قربت عزو کی حق سبحانہ بیہودہ گفتن نگہدار دروغ نگوئی، بخوردن حلال کوشش تنہائی و خود را در گوشہ آور" عثمان نے یہ کلمات حضرت عبداللہ عامر، حضرت سفیان اور حضرت رابعہ بصری کی زبان سے کہلائے ہیں۔ نجم الدین رازی، رومی، عراقی، حافظ اور اپنے اشعار کے بعد مولانا علاؤ الدین، شیخ عبدالکریم اور مولانا سعد الدین کے حوالے نقل کیے ہیں۔

ذوق و محبت بھی عزلت اور خاموشی ذوق اور محبت کی تشویق کرتی ہے۔ بقول کسی "در ہر دو عالم بہترین نعمت و کمال کرم و تمام سعادت و بہترین کار ذوق و محبت کرد گار دان اگر شیر مردی و شہبازی بجز این کار نپردازی" سلطان بایزید بسطامی اور شیخ جنید بغدادی نے یہی کیا۔ توکل، قناعت رضائی حق عثمان کے اشعار کا بیشتر حصہ ہیں۔

در توکل کوشش ببین در آیتہ   قول در قرآن و ما من دابتہ
بس قناعت پیشہ کن ای بو الفضول   حسبۃ للہ بگذر از طمع و فضول
در نظر مردان، مردان صفا   کل شیٔ ھالک الا خدا
نحن اقسمنا فہم لا تبصرون   وان یقین لا شک وہم لا یبصرون

گفتۂ عثمان اگر آری بگوشش ‎   ‎ در فنائی غیر حق ہر دم بکوشش

لیکن عثمان اس نکتہ پر بھی بہت زیادہ زور دیتے ہیں کہ راہ عشق اختیار کرنا معمولی چیز نہیں ہے، کھیل نہیں ہے — عاشقان خدا لاخوفٌ علیہم ولاہم یحزنون کا نشان ہیں "ہر چند زلال آب حیات معرفت مالا مال می نوشند تشنہ تر گردند و در آرزوی جرعۂ دیگر در خروش اند و خوف و اندوہ آں دارند نباشد کہ آں آب حیات معرفت منقطع شود۔ از نہاد شان ہل من مزید بر آید یعنی بیار بیار بدہ سوختم" عثمان خود اپنی غزل میں اس کیفیت کا دعوی کرتے ہیں۔

خوش وقت آں کسان کہ شبان روز و روز و شب ‎   ‎ در شوق او بیان شبان روز و روز و شب

نالند ہمچو نی و گدازند ہمچو موم ‎   ‎ فارغ نیند زمان شبان روز و روز و شب

غرند ہمچو رعد و شتابند ہمچو باد ‎   ‎ برند و وان دوان شبان روز و روز و شب

لرزند ہمچو بید زیاد غم فراق ‎   ‎ پرند زمان زمان شبان روز و روز و شب

مستند ز جام عشق طلب نی کنند جام ‎   ‎ گویند بدہ دہان شبان روز و روز و شب

از شوق روئی یار ندارند خبر ز جان ‎   ‎ فارغ ز این و آں شبان روز و روز و شب

دایم براہ او بتکاپوئی می روند ‎   ‎ فرصت نہ یکزمان شبان روز و روز و شب

عثمان شتاب در پی شان دم اسب گیر ‎   ‎ بر ہیچ بان نمان شبان روز و روز و شب

عاشق خدا اس دریائی بیکراں کے غواص اور شناور ہیں۔ غیروں کے لیے عریاں ہیں۔ اور لباس فقر سے آراستہ ہیں سفیان ثوری کی مانند خدا کے خوف اور عشق رسول میں جگر چاک ہیں۔ انا الحق سبحانی ما اعظم شانی اور من رانی فقد رای الحق نعرہ ہیں۔ ابراہیم خواص، شبلی، حسن بصری، معروف کرخی کی حکایات کے ساتھ فصوص الحکم، عماد فقیہ کرمانی، حافظ عطار، شرف الدین یحیٰی منیری اور عبدالقدوس گنگوہی کی عبارتیں، اشعار اور ملفوظات سے شہادت ملتی ہے کہ اسی قسم کے عرفا کرہ وغیرہ کی سیر کرتے ہیں۔ اپنی عبادت گاہوں میں حضور صلعم کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ خضر سے ملاقی ہوتے ہیں۔ بہشت اور ۱۸ ہزار عالموں کا راز جانتے ہیں۔ ولی اور قطب الاقطاب کا مرتبہ حاصل کرتے ہیں۔ از مشرق تا مغرب سیر کرتے ہیں بلکہ ہفت آسمان و زمین عرش و تحت الثری تک دیکھ لیتے ہیں یہی اشتیاق و جوانمردی عثمان کی آرزو ہے۔ ملاحظہ ہو:

ای شاہ شاہ لقا باگدا نما ‎   ‎ ای ماہ ماہ وفا باگدا نما

از محنت فراق چہ گویم درد دل ‎   ‎ از شربت وصال عطا باگدا نما

در دم زحد گذشت ندانم چہ کنم ‎   ‎ از مرہم لقاو شفا باگدا نما

دریاب حال دل وبی جبر و بی قرار	دین در درا ضما با گدا نما
هستم گدای کوی تو خواهم لقای تو	منتاها جمال خود زسخا با گدا نما
هم حاضری و ناظری در کل کائنات	انوار ذات عز و علا با گدا نما
عثمان مدام از تو تراخواهد از کرم	او را بجود کش و زعنایت لقا نما

تواضع و مہربانی: شب بیداری، تہجد، طاعت و عبادت خدا اور خلق کے ساتھ تواضع اور مہربانی کا سبق حضورؐ نے پڑھایا ہے اور اللّٰہم احینی فقیراً و امتنی فقیراً و احشرنی یوم القیٰمۃ فی زمرۃ المساکین کی دعا تمام عرفا کے لیے نشان راہ ہے۔ اویس قرنی نے جب حضرت عمرؓ سے نصیحت کی فرمائش کی تو خدا رسول کی محبت کے لیے طاعت اور عبادت کے ساتھ تضرع، تواضع اور درد خلق اللہ کو جاننا اور برتنا لازم قرار دیا۔ سیر الی اللہ کے ساتھ سیر فی اللہ بھی ضروری ہے۔ حضرت جنید بغدادی، شیخ ابو الحسن نوری، شیخ بہلول اور شیخ شبلی خلیفۂ وقت کی سزا کھنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کیوں لے جانا چاہتے تھے صرف اس لیے کہ عجز و زاری اور تضرع کا سراپا تھے۔ حضرت آدم کی تضرع و زاری دنیا کو گلزار بنا گئی۔ حضرت یونسؑ کی ندامت پر قوم نے آگ کے طوفان سے نجات پائی۔ غرض بقول عثمان:

"ہر چند عارف در کمالیت رسد شکست دنیا زبیشتر بود نہایت مراتب در قرب حق ہمیں شکست دنیا ناست۔ ہر کرا شکست دنیا ز است در عجز است و ہر کرا عجز است در درد است، محبت است آں کہ را محبت است سوز است آں کہ را کہ سوز است گداز است آں کہ را گداز است در ذوق است آں کہ را ذوق است ایمان است الایمان ذوق و شوق دانا غریق فیہما۔"

عارف کی اس خصوصیت کو عثمان کے عاشقانہ اور عارفانہ اشعار میں اس طرح پایا جاتا ہے:

گر دوست دار خفی دائم بشوق او باش	در محنت و فراغت قائم بشوق او باش
گر قدر عجز و زاری دانی بزرگواری	بل مرد شہسواری دائم بشوق او باش
محبوب حق بگردی شب روز گر بگردی	در ندر زمانہ فردی دائم بشوق او باش
شبہا ہزاری آور با عجز و نالہ ی بر	و ز ما سوز بگذر دائم بشوق او باش
گر نیست از محبت گردی مدار فکرت	جاوید گشت عمرت دائم بشوق او باش
گر وقت صبح خیزی و ز دیدہ اشک ریزی	در ملک جان عزیزی دائم بشوق او باش
از درد بیقراری و ز نالہا و زاری	خود را برون نیاری دائم بشوق او باش

از درو وز محبت گر دد نزول رحمت — یابی عطائی قربت دائم بشوق او باش
بهتر ز عجز و زاری تحفه دگر نداری — در بارگاه باری دائم بشوق او باش
دیوانه وار عثمان پیوسته زار نالان — با عجز و سوز و افغان دائم بشوق او باش

غـ ۵: غم خلق الله بخور، غم غیر حق مخور، دل را دریاد او خراب کن زیارت کعبه و گور بزرگان چه معنی دارد۔

دریاب دل خراب که دل حج اکبر است — بر گور مردگان بزیارت چه می روی
دل را خراب کرده نه نیکو بود مدام — دل عرش خالق است بکعبه چه می روی

عثمان گنجینۂ آخرت کی دولت کے خواہشمندوں میں فنا کے لیے وقت کی اہمیت، مراقبہ کی فضیلت اور توشۂ آخرت کی تیاری کی تلقین کرتے ہیں اور دنیاداری کو فراموش کرنے کا سبق دیتے ہیں۔ شیخ فضیل، شبلی، شیخ عبداللہ تستری، حضرت جنید بغدادی کے فرمودات اور حکیم سنائی تاج الاولیا کے اشعار کے ذریعہ منکر نکیروں سے نپٹنے اور پل صراط سے بآسانی گذر جانے کا طریقہ بتاتے ہیں اور اس سلسلہ میں ہر مصیبت کو برداشت کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ شیخ نجم الدین کبری کا یہ اقتباس نقل کرتے ہیں۔ کوئی محبت میں مردانہ وار داخل ہونے اور خوشی میسر ہونے کی بشارت دیتے ہیں۔ سالک کے سامنے نور و ظلمت کے ۷۰ ہزار پردے اٹھا دیتے ہیں۔ اسفل سافلین سے عرش علیین پر پہنچاتے ہیں۔ عارف کی شان ہی کچھ اور ہو جاتی ہے اور بقول عثمان از درختی بشنود انی انا اللہ و گاہی از حیوانی بشنود اشہد انک لا الہ الا اللہ و گاہی از انسانی شنود انا الحق و گاہی از دیگری شنود سبحانی ما اعظم شانی تا بجدی کہ نطق اشیا معلوم گردد۔

اور عثمان نے یہ سب بتا کر اپنے کسی عزیز شاعر کا یہ قطعہ نقل کیا ہے:

مرغان او هر آنچه از آن آشیان پرند — بی بی تو و ند جمله و بی بال و بی پرند
شهباز حضرت اند دو دیده بدوخته — تا جز بروئی دوست بکونین ننگرند
زان میل بهشت دانه جنت نمیکنند — کز مرغزار عالم وحدت همی چرند
ساقی شراب صاف تجلی چو در دهد — خمخانه وجود بیکدم فرد خورند
زان سوئی دامن حدثان سر برآورند — وقتی که سر بجیب تحیر فرو برند
جز مسکن جلال نسازند آشیان — چون زین نشیمن بشریت برون برند

چنانچہ وصال حاصل ہوتا ہے پھر فنا اور بقا کی منزلیں آجاتی ہیں۔ چرا و چوں کی گنجائش نہیں رہتی ہے مستغرق عبودیت ہو جاتا ہے اور ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ قول و فعل ہر چیز میں تمام مخلوقات پر غالب آجاتا ہے۔ اس کا

فعل فعل حق ہو جاتا ہے وقد قال اللہ تعالیٰ فی کلام القدیم فعل القدیم واللہ غالب علیٰ امرہ کی بات صادق ہو جاتی ہے اور عثمان نے اس باب کا خاتمہ اپنے ان منظوم اشعار پر کیا ہے:

عاشق دیوانہ ام آ د بیاری حبیب — از ہمہ بیگانہ ام آ د بیاری حبیب
ای نظرت آفتاب بر من مسکین بتاب — جان و جگر شد کباب آ بیاری حبیب
ای دل و دین جان من درد تو درمان من — ذکر تو سامان من آ بیاری حبیب
زان لب شیرین شکر بارہ دُرّ و گہر — ساز مرا بہرہ ور آ د بیاری حبیب
چند کشی کشتہ را عاشق آشفتہ را — بیدلم و بی نوا آ د بیاری حبیب
ای شہ مسکین نواز لطف کن سرفراز — با من مسکین نواز آ د بیاری حبیب
دم بدمم انتظار یک نظر وا گذار — عاشقم و خستہ زار آ د بیاری حبیب
ای تو کسے بیکسان مونس بیچارگان — غم خور آوارگان آ د بیاری حبیب
حکم ترا بندہ ام نزد تو شرمندہ ام — زار و سر افگندہ ام آ د بیاری حبیب
وقت شبابم گذشت کار نیامد ز دست — پشت زغمہا شکست آ د بیاری حبیب
روز و شبم انتظار دمبدمم بیقرار — دیدہ چو ابر بہار آ د بیاری حبیب
بر دل عثمان غریب رحمت خود کن نصیب — زانکہ تو ہستی مجیب آ د بیاری حبیب

اس رسالہ کا خاتمہ نصیحت کے باب پر ہوتا ہے۔ طرح طرح کی حکایتوں انبیا، صحابہ اور بزرگ مشائخ کے واقعات بیان کر کے نصیحت کو اثر انگیز بنایا ہے۔ سوز موسیٰ، رجا عیسیٰ، ترس یحییٰ، صبر ایوب، بکار مہتر شعیب و آہ ابراہیم و خلق محمدی کا واسطہ دے کر عراقی کے اور سعدی کے ناصحانہ اشعار کے بعد اپنے دل نشین اشعار یوں لکھے ہیں:

بہر دم حضوری خدا خوشتر است — بحکم الٰہی رضا خوشتر است
دمادم بزن تیغ لا نفس را — بریں نفس شیطان غذا خوشتر است
بیار خدا باش ہر دم حضور — حضور خدا را لقا خوشتر است
غنیمت شمر فرصت وقت را — کہ عجز و نیاز و دعا خوشتر است
اگر دست رس باید تا ای عزیز — حوائج فقیران روا خوشتر است
یکی دم با اخلاص آور بدست — کہ اخلاص از گنجہا خوشتر است

بدہ جاں بجاناں چو عثماں شتاب ‏ ‏ ‏ ‏ ز لذاتِ عالم رہا خوشتر است
فنا در فنا شو بیادِ خدا ‏ ‏ ‏ ‏ بس آنکہ بقا در لقا خوشتر است

غرض یہ رسالۂ عشقیہ کئی طرح سے گوناگوں خصوصیات کا حامل ہے اس میں کرامتوں اور خرقِ عادات کی لایعنی داستانوں کے بجائے حقیقت، شریعت اور طریقت کے وہ آداب برتے گئے ہیں جو خدا، رسول، دیگر انبیا، صحابۂ کرام مشاہیر صوفیا اور بزرگوں کی سیرت بیان کرکے صوفی کو، سالک کو، عارف کو صحیح معنوں میں راہ تصوف پر بے خطر گامزن ہونے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ مردانِ خدا، اہل اللہ اور اہلِ دل کو فقر، صبر، رضا، توبہ، قناعت، توکّل اور محبتِ خداوندی سے سرشار ہونے کی مثالیں دی گئی ہیں اور پھر فنا اور بقا کے مدارج پر پہنچ جانے کی بشارت سے مشرف کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ اپنی علمی اور ادبی خوبیوں کے لیے بھی ممتاز اور منفرد کہا جا سکتا ہے تفسیر، حدیث اور اخبار و روایت کے بعد علوم اسلامی کے میدان میں معروف اسلامی مفکرین مصنفین اور فارسی کے مسلم الثبوت شعرا کے موزوں اور برمحل اشعار کی سیکڑوں مثالیں ملتی ہیں مولانا روم، شاہ قاسم انوار، عین القضاۃ ہمدانی، خاقانی، سعدی، حافظ، خسرو، عراقی اور ظہیر، جامی، ناصر خسرو، احمد جام، مسعود بیگ کے متصوفانہ اشعار اور عاشقانہ کلام کے صدہا نمونے اس صوفیانہ عشقیہ رسالہ کی جان ہیں۔ یہی نہیں اس عہد تک خانقاہ اور مدارس میں مطالعہ کی جانے والی کتابوں کا ذکر ملتا ہے عین المعانی، رسالہ قدسیہ خواجہ محمد پارسا، سکندر نامہ، فصوص الحکم، اسرار العارفین، رسالہ قشیریہ مولوی مجلس کے علاوہ مکتوبات عین القضاۃ، مکتوبات خواجہ پارسا، مکتوبات عبدالقدوس، مکتوبات شرف الدین یحییٰ منیری اور مکتوبات شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی کے اقتباسات ہیں۔

عثمان خواجگان نقشبند کے سلسلے کے مرید تھے غوث الثقلین حضرت عبدالقادر جیلانی کے بعد خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اور خواجہ محمد پارسا نقشبندی کے اقوال اور کلمات جابجا صفحات میں ستاروں کی مانند روشن اور درخشاں ہیں۔ عثمان خود شاعر تھے دیگر شعرا میں مولانا جامی نقشبندی کا کلام بار بار لائے ہیں، اور پھر اس کے بعد اپنا کلام ضرور پیش کیا ہے۔ مندرجہ بالا صفحات میں ان کے شعری نمونوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کو صوفیانہ موضوعات پر سادہ اور موثر انداز میں شعر کہنے پر کس قدر کمال حاصل تھا۔ عثمان نے کئی جگہوں پر فارسی کلام کے ساتھ ساتھ ہندی دوہروں کی مثالیں پیش کی ہیں۔ یہ دوہرے ان کے اپنے کلام کا حصہ ہیں۔ اسی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عثمان کا یہ عشقیہ رسالہ اس دور کی تصنیف ہے جب ہندی، کھڑی بولی، قدیم اردو اور دکنی زبان کی ابتدا ہو رہی تھی۔ امیر خسرو، بوعلی قلندر پانی پتی نے اس زبان کے پودے کی آبیاری کی تھی مگر عثمان کے دوہرے اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ ان کی روایت ہی کا فیض تھا کہ بکٹ کہانی عاشورنامے اور

کربل کتھا جیسی اولین کتابیں وجود میں آسکیں ۔

اس تصنیف کا ذکر جب تک کسی اور مخطوطے میں نہ مل جائے یا عثمان نقشبندی کے مفصل حالات کہیں اور نہ مل جائیں یا عشقیہ کا کوئی اور مکمل مخطوطہ حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک یہی کہنا کافی ہوگا کہ عثمان نقشبندی کا یہ رسالہ گیارھویں صدی ہجری یعنی ۱۶ ویں صدی عیسوی کے آخر یا ۱۷ ویں صدی کی ابتدا کی تصنیف ہے ۔

بہر حال نثری حیثیت سے بھی یہ تصنیف اپنا ایک درجہ رکھتی ہے ۔ بامحاورہ زبان مقفیٰ اور مسجع عبارت اور انشا پردازی کے بیشتر نمونے اس کتاب میں جا بجا ملتے ہیں ۔ صرف ایک نمونہ پر اکتفا مناسب ہے لا الہ الا اللہ کا کلمہ عثمان کیلیے ہر نعمت سے بہتر ہے ۔ معشوق حقیقی کے ذکر کے فوائد میں ان کا قلم یوں گہر بار ہے :

الا اللہ کلمہ ایست کہ بدرقہ راہ طالبانست و سرمایہ درویشانست مرہم جراحت دردمنداں است کشندہ عاشقانہ ست مونس مشتاقاں است دوای درد دل سکینانست زنجیر شیفتگان است شربت بردبانست ہم نشیں بیدلانست آتش دل دیوانگان است انیس بیکسانست و دوست بی نامانست یار بی نشانانست مراد بی مرادانست ۔

ایک صوفی باصفا کی حیثیت سے عثمان نقشبندی نے اپنی اس تصنیف کی کامیابی کے لیے دعا مانگی ہے اور پڑھنے والے کے لیے دونوں جہاں کی نعمتوں سے نوازے جانے کی اور مخصوص بندوں میں شمار کیے جانے کی دعا کی ہے اور ان اشعار پر خاتمہ بالخیر کیا ہے ۔

” از مہر عبداللہ ہر سوختہ محبت و مشتاق دیدار پروردگار کہ دریں اوراق نظر کند و ایں شکستہ بدعا خیر ایمان یاد آورد درجا کہ سبحانہ حق تعالیٰ بدلہ آں نصرت ہر دو جہاں روزی گرداند و از زمرہ خاصاں درایں آیندہ داخل کند واللہ یختص برحمتہ من یشاء گرداند آمین و رب العالمین “

مدتی شد کہ من غم زدہ سودائی — میکشم یار فراق و ستم تنہائی

جرعہ زہر غریبی چو شکر می نوشم — از کف ساقی دور فلک مینائی

مدتی شد کہ بپابوس تو دارم ہوسی — جگرم خون شد و ایں راز نگفتم بکسی

ڈاکٹر محمود الحسن
ضلع بستی، یوپی

جامعہ ملیہ کی لائبریری میں

شیخ محمود چشتی کی تین اہم تصانیف

میرے پاس اس وقت تین رسالے، جو ترقیم میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، موجود ہیں۔ یہ رسالے چشتی نسبی سلسلے کے ایک صوفی شیخ محمود چشتی کے ہیں۔

شیخ محمود کی پیدائش کے سال کا علم نہیں ہو سکا مگر وہ پاک پٹن میں پیدا ہوئے۔ ان کے باپ کا نام خواجہ علم الحق تھا جو خود بھی صوفی تھے۔ شیخ محمود نے اپنی فارسی و عربی کی تعلیم غالباً باپ سے حاصل کی تھی، بعد میں انھیں کے مرید اور خلیفہ و سجادہ نشین ہوئے اور سید محمد گیسو دراز اور شیخ ابوالفتح سے بھی خلافت حاصل کی تھی، سہروردیہ سلسلے کی خلافت شیخ قازن سے حاصل کی تھی اور اس کے علاوہ شطاریہ سلسلے میں شیخ عزیز اللہ متوکل اور رکن الدین سے نسبت حاصل کی تھی، مغربی سلسلہ شیخ احمد کھٹو اور شیخ عزیز اللہ وغیرہ سے حاصل کیا تھا۔ ان سلسلوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کئی صوفی رشتوں سے منسلک تھے اس گیرائی سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اہم سلسلوں کے روحانی اقدار کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت کے بارے میں قابل اعتماد اطلاعات حاصل نہیں ہو سکیں تاہم تصنیف پر قدرت اس بات کی غماز ہے کہ انھیں فارسی و عربی دونوں زبانوں پر درک تھا۔ انھوں نے عربی کی عبارتیں بطور استشہاد کے اپنے رسالوں میں نقل کی ہیں۔ یہ احمد آباد چلے گئے تھے۔

شیخ محمود نے اپنے ہی پیشۂ آبا کو اپنایا یعنی تصوف میں گہری نظر پیدا کی اور اس فن کے نظری پہلوؤں پر اپنی باطنی تنا سخی تجربات کے ذریعہ روشنی ڈالی اس سلسلے میں انھوں نے چار رسالے تصنیف کیے۔ میرے علم کے مطابق پہلا رسالہ "معرفت سلوک" ہے۔ جو لکھنؤ سے منشی نولکشور نے ۱۸۸۲ء میں طبع کر دیا تھا۔ یہ رسالہ خاصا ضخیم ہے جس کا قلمی نسخہ اس مجموعہ رسایل میں بھی شامل ہے باقی تین رسالے یعنی "کشف المقامات" "مفتاح النور" اور "اشارۃ المعانی" ہیں۔ معرفت سلوک کی کتابت ۱۲۱۱ھ میں ہوئی ہے مگر اگلے تین رسالوں میں سال کتابت کا اندراج نہیں ملتا۔ کشف المقامات اور مفتاح النور کے اوراق پر نہ تو سال کتابت ہی درج ہے اور نہ کاتب کے نام کا اندراج ملتا ہے۔ لیکن آخری رسالہ اشارۃ المعانی کے آخر میں کاتب کا نام درج ہے جو محمد حیات پڑھا جاتا ہے اس کی کتابت ایلور نامی قصبہ میں ہوئی ہے۔ قلم کی یکسانی جو مایل بشکستہ ہے یہ رائے قایم کرنے میں مدد دیتی ہے کہ دیگر دو رسالوں کی کتابت بھی محمد حیات نے کی اور غالباً ایلور ہی میں کی تھی۔ سال کتابت کا معاملہ زیادہ محتاج توجہ ہے۔ دراصل اس معاملے میں قیاس سے مدد لی جا سکتی ہے، اس کے لیے مناسب بنیاد بھی موجود ہے۔ مثال کے طور پر جو کاغذ استعمال ہوا ہے وہ پہلے رسالے سے آخری رسالے تک ایک ہی نوعیت اور حیثیت کا ہے۔ کاغذ کی قدامت بھی ایک ہی معلوم ہوتی ہے۔ خارجی شواہد میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ سارے نسخوں کی جلد بندی ایک ہی ساتھ ہوئی ہے۔ سب کی سلائی مضبوط دھاگے کے ذریعے خاصا حاشیا چھوڑ کر ہوئی ہے۔ کیڑوں نے جو داغ چھوڑے ہیں وہ سب ایک ہی دور کے معلوم ہوتے ہیں۔ نیز سارے اوراق کا سائز ایک ہی ہے جو ہم زمانی کی طرف مثبت شہادت ہے۔ غرض کہ اندرونی اور خارجی شواہد کی بنا پر اگر یہ رائے قایم کی جائے کہ چاروں رسالے ۱۲۱۱ھ کے دوران ہی نقل کیے گئے ہیں تو اختلاف کی زیادہ گنجایش باقی نہیں رہتی۔

ان تینوں رسالوں کے نسخے کسی اور جگہ موجود ہیں اس کے بارے میں فی الحال کسی قطعیت کے ساتھ کہنا میرے لیے مشکل ہے۔ بنیادی وجہ تو یہی ہے کہ یہ رسالے منقول ہیں اور مصنف کے عہد سے تقریباً دو سو سال بعد کے ہیں اس لیے ان کے نادر ہونے کا شبہ تو اٹھتا ہی نہیں، البتہ میں نے ان تمام فہرستوں میں ان رسالوں کے وجود کے بارے میں دیکھا جو مجھے دستیاب تھیں تو یہ کہیں بھی نظر نہیں آئے۔ اس مسئلہ کے علاوہ اس بات کی بھی گنجایش ہے کہ یہ رسالے جنھیں میں غیر مطبوعہ سمجھ رہا ہوں وہ کہیں طباعت کے مرحلے سے بھی گذر چکے ہوں۔

شیخ محمود کا پہلا رسالہ جو زیر بحث لاتا ہوں وہ "کشف المقامات" ہے۔ اس رسالے کا آغاز حمد و ثنا سے ہوتا ہے یعنی الحمد للہ الذی ھو القایم بذاتہ و مقوم العالم والآدم ...... پھر متن کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"اما بعد چناں گوید خادم و مرید و مرشد زماں صاحب ذوق و وجدان محبوب الرحمٰن المخصوص بعنایت اللہ الملک السبحان الٰہی بندگی حضرت شاہ برہان قطب الآفاق قدس اللہ سرہ ابن حضرت شاہ میرانجی شمس العشاق قدس سرہ

العزیز و آنحضرت مرید حضرت شاہ کمال الدین بیابانی قدس سرہ العزیز و آں حضرت مرید از حضرت شاہ جمال الدین مغربی قدس اللہ سرہ العزیز و آنحضرت از مرید حضرت سید السادات رفیع الدرجات عاشق شہباز الی مع بین الحقیقۃ و المجاز قطب الحق والدین امام العارفین والعاشقین مشرق رب العلمین السید الصادق اولی الاکبر خواجہ صدر الدین ابو الفتح بندگی حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز المفتقر الی اللہ المعبود۔"

اس اعتراف عقیدت کے بعد شیخ نے اس ذہنی ماحول کا ذکر کیا ہے۔ جو اس رسالے کی تصنیف کا باعث ہوا۔ دیگر اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ سید محمد حسینی گیسو دراز کے مزار پر گئے جہاں انھیں اپنے ارادے کی تائید حاصل ہوئی۔ آگے چل کر انھوں نے اس مثالی مقصد کا ذکر کرکے یعنی دیدار حق کے بعد ان مدارج کا ذکر کیا ہے جو اس راہ میں سالک کو پیش آتے ہیں۔ سلوک کے مدارج کو طے کرنے میں دل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اسی لیے وہ انسان کامل کے دل کو جام جہاں نما سے تعبیر کرتے ہیں اس تشریح میں یہ رباعی نقل کرتے ہیں۔

جام جہاں نما دل انسان کامل است ۔۔۔ مرآۃ حق نما لحقیقت ہمیں دل است

دل مخزن خزاین سر الٰہی است ۔۔۔ مقصود ہر دو کون دل جو کہ حاصل است

یہ دل کن صفات کا حامل ہو اسی کی تشریح میں وہ لکھتے چلے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان شیوخ کا بھی ذکر کرتے ہیں جنھوں نے انھیں اپنے روحانی فیوض سے فایدہ پہنچایا۔ آخر میں جو رباعی انھوں نے پیش کی ہے اس کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

آں کاملاں کہ با دل خود حق رسیدہ اند ۔۔۔ اول قدم ز دنیا و دین بر کشیدہ اند

شیخ محمود کا یہ ۴۳ ورقی رسالہ تصوف کے فکری پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے جو ظاہر ہے معنوی نقطۂ نظر سے ممکن ہے اپنے اندر قدرت نہ رکھتا ہو مگر اپنے استدلال اور انداز فکر میں انفرادیت کا حامل ہے۔

ان کا دوسرا رسالہ جو اس مخطوطہ کا جز ہے یعنی "مفتاح النور" وہ صرف ۱۰ اوراق کا ہے صوفی فکر کے مجموعی خاکے میں نور کا ایک خاص مفہوم ہے۔ اس رسالے کا آغاز وہ عنوان کی رعایت کرتے ہوئے اس طرح کرتے ہیں:

"الحمد للہ الذی نور السموات والارض و نور الانوار و نور الارواح و نور العالم و الآدم والصلواۃ علی محمد رسولہ النبی الذی نور الحق المطلق۔ قال النبی اول ما خلق اللہ نوری و انا من نور اللہ و کل شیء من نوری۔"

اس کے بعد متن کا آغاز ہوتا ہے۔ پھر نور کے مفہوم کو جیسا کہ انھوں نے سمجھا اور صوفی فکر میں سمجھا و سمجھایا جاتا رہا ہے اس کو پیش کیا ہے۔ "اما بعد بر ضمیر منیر طالبان حق واضح باد کہ ہر چند خدائے تعالیٰ ذات خود آفریدہ است اول نور است و از آں نور جملہ عالم ظہور است زیرا کہ ذات حق خود علی نور است پس از نور چہ آید جز نور ہیں در ظاہر و باطن ہر چہ

است نور است در عالم روحانی و یا جسمانی نور یعنی آں نیستی است و بخود خود نمائی کہ او خود بخود وہ باشد وجد نمودن او حاجت بدیگری نہ انتد گر او علی روشن است بریں اشارت وجودات عالم ہمہ عالم نور است"۔

اس نور کا جس کا ظہور وہ سارے عالم مادی میں محسوس کرتے ہیں تعلق اس مادہ سے تخلیق کے ذریعہ قایم ہے وہ خود کوئی ایسی قوت نہیں ہے جو خود بخود موجود ہو۔ آگے چل کر شیخ جب اس خیال کی تشریح کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس نور کی معرفت دل کے ذریعے ہوتی ہے۔ اس کی معرفت اسی وقت ممکن ہے جب آدمی نور کامل یعنی خدا اور رسول جنھیں آفتاب و ماہتاب کا درجہ حاصل ہے پر یقین ہو۔ اس حقیقت کا ادراک کرنے کے بعد ہی انسان کے قلب کو نور کا شعور ہوگا۔ انھوں نے اس خیال کو مختلف انداز سے پیش کیا ہے اور اس کی تائید میں شعرا و صوفیا کے اقوال نیز آیات قرآنی و احادیث نقل کیا ہے۔ آخر میں وہ لکھتے ہیں:

"اے طالب ایں کار فقیری راہ خدا است صفا در کار است تا صفا کما حقہ نشود روی نماید۔"

شیخ محمود کا تیسرا اور آخری رسالہ "کشف المعانی" ہے جو ۱۲ ورق ہے۔ اس کا مواد جیسا کہ عنوان سے پتہ چلتا ہے بعض صوفی اصطلاحات کی تشریح پر ہے۔ شیخ نے اپنے انداز سے ان پر روشنی ڈالی ہے، ظاہر ہے یہ اصطلاحات نئے نہیں ہیں، بلکہ صوفیا نے اپنے اپنے باطنی احساسات اور ذہنی سمتوں کے فرق کے ساتھ ان پر اظہار کیا ہے۔ مثال کے طور پر سب سے پہلے وہ اس صوفی حدیث کو لیتے ہیں کہ کُنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ ان اُعرف فخلقتُ الخلق اس کی وضاحت کرتے ہوئے آگے چل کر لکھتے ہیں: "اول ما خلق اللہ نوری و آخرہ آدم"۔ آدم کی تخلیق کے پیچھے یہی راز پنہاں ہے کہ اس کے ذریعہ خداوند تعالیٰ نے اپنی منشا کو اس کائنات میں جاری کیا جس کی ذمہ داری کو انسان نے اپنی نادانی سے قبول کر لیا۔

اس خیال کے بعد وہ اللہ کی معرفت جسے وہ امانت الٰہی کا نام دیتے ہیں اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اللہ جو تمام اشیا پر حاوی ہے بالخصوص انسان پر جو ذات و صفات کا مرکب ہے، انسان کی ذات و صفت مستعار ہے اللہ کی ذات سے۔ آگے چل کر اس کی تشریح کرتے ہوئے وہ خدا کی معرفت و محبت الٰہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس معرفت کو حاصل کرنے میں انسان مادہ سے جس قدر اور جس درجہ آزاد ہوگا۔ اسی حد تک اسے یہ معرفت حاصل ہوگی اس سلسلے میں عبادۃ و تزکیہ نفس کی بڑی اہمیت ہے۔ عبادت و تزکیہ نفس کے عمل میں داخل ہونے کا صوفیا کا ایک متعین نظم ہے۔ اس نظم کو اپنانے اور اس پر سختی سے عمل کرنے سے آدمی معرفتِ الٰہی کے مقصد کی طرف آگے قدم اٹھاتا ہے۔ ظاہر ہے جب وہ اسی راہ کی پابندی و سلوک میں وقت گذارے گا تو اسے ان ذریعوں سے اجتناب کرنا پڑے گا جو معرفت کے لیے پردہ بن جاتے ہیں۔ یعنی غیر مذہبی علوم سے اسے سخت اجتناب کرنا ہوگا۔ اس خیال کی تائید میں یہ شعر نقل کرتے ہیں ؂

علم دین فقہ است و تفسیر و حدیث ہر کہ خواند غیر ازیں گردد خبیث

اسی مضمون کو اشعار کے ذریعہ مزید پھیلاتے ہیں۔ آگے چل کر تزکیۂ نفس کی راہ سخت ریاضت کو توفیق الہٰی سے وابستہ رکھتے ہیں کیونکہ ہو سکتا ہے ایسا وقت آئے جب شریعت کی پابندی محض رسم بن جائے اور اس کے عمل میں جس روح کی ضرورت ہے وہ باقی نہ رہے ایسی صورت حال ظاہر ہے ناپسندیدہ ہے جس سے انھوں نے پناہ مانگی ہے۔ اسی ضمن میں نبی صاحب کے قول کو نقل کیا ہے۔ مثنوی کے اشعار بھی نقل کیے ہیں، مزید لکھتے ہیں اگر طالب معرفت کے دل میں طلب کی تڑپ ہے اور وہ اس میں مخلص ہے تو خدا اپنی مہربانی اور مرشدان کامل کی عنایت و برکت سے اس معرفت کی کرن کو انسان کے دل پر نازل کر دیتا ہے کیونکہ ایسے انسان نے اپنے نفس کو ریاضت شاقہ کے ذریعے اس قابل کر لیا ہے کہ یہ اپنے رب کو پہچان لے۔ اس لیے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ انسان حقیقت ذات و صفات کو پہچانے جب وہ اپنی شناخت کرے گا تو پھر حق کی معرفت حاصل ہو جائے گی۔ اس کی مثال ایسی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ابن آدم کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ اس ٹکڑے میں دل، دل میں روح اور روح میں راز راز میں نور اور نور میں میرا وجود میرا نور اللہ کا نور ہے۔ اس کے بعد نور کی تشریح کرتے ہوئے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں جس میں کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور و روح پیدا کیا۔ روح و نور ایک ہی معنی میں ہیں پھر بھی عارفوں نے ان دونوں میں تمیز پیدا کیا ہے۔ "باطن روح نور است و ظاہر نور روح"۔ انسانی روح و نور کی اس وجودی حیثیت کو عرش الہٰی سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس کیفیت کی تائید میں کئی اشعار نقل کیے گئے ہیں۔

لیکن الٰہ مراتب کا شعور کوئی آسان کھیل نہیں چنانچہ یہ کھیل بغیر مرشد کامل کے کھیلا جانا مشکل ہے۔ مرشد کی رہبری کا ایک رویہ ہوتا ہے جس کی ابتدا ذکر سے ہوتی ہے قرآن میں آیا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم تعلمون۔ ایک دوسری آیت کا ٹکڑا ہے۔ فاذکرونی اذکرکم۔ جب ذکر الہٰی یا دوسرے لفظوں میں ذکر نور ہوگا تو پھر دل معرفت نور الہٰی کا مرکز بن جائے گا اور جو دل ذکر الہٰی کا مرکز ہو تو پھر اس پر روحانی ارتقا کے تمام مدارج کشف ہوں گے جیسا کہ نبی صاحب نے فرمایا ہے: "الشریعۃ اقوالی و الطریقۃ افعالی و الحقیقۃ احوالی والمعرفۃ راس مالی والعقل دینی والحب اساسی والشوق مرکبی والخوف رفیقی والعلم سلاحی والحلم صاحبی والصدق منزلی والیقین ماوائی والتوکل ردائی والقناعۃ کنزی والفقر فخری وبہ افتخر علی سائر الانبیاء"۔ اس صدق حدیث کے بعد شیخ محمود فقر کی تعریف کرتے ہیں جس کی تائید اس شعر سے کرتے ہیں۔ ؎

ہر آنکہ با خداوند گشت واصل　　　　او ذوق فقر فخری کرد حاصل

خدا میں مل جانا یعنی فنا فی اللہ ہو جانا ایک مقام ہے اس مقام پر پہنچ جانے سے مقام فقر حاصل ہوتا ہے۔ شیخ نے وصال کا تعین کیفیتوں اور صفات کے ذریعہ کیا ہے اس سلسلے میں یہ قطعہ نقل کرتے ہیں۔ ؎

فانی ز خود و بدوست باقی　　　　ایں طرفہ کہ نیستند و ہستند

این طائفہ اند اصل توحید ۔۔۔ باقی کہ ہم اند خود پرستند

اسی خیال کو معنی کے ایک نئے پہلو سے ظاہر کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ رباعی نقل ہے۔ ؎

آں کاملاں کہ با دل خود حق رسیدہ اند ۔۔۔ اول قدم ز دنیا و دیں بر کشیدہ اند

آنگاہ گشتہ اند عدم از وجود خویش ۔۔۔ از جام ہستیش می وحدت چشیدہ اند

فنا فی اللہ کا شعوری ارتقاء ایک ایسے نفسیاتی مقام تک لے جاتا ہے جہاں سالک راہ ذات خدا کو محبوب کی شکل میں جلوہ گر خیال کرنے لگتا ہے۔ ما رأیتُ شیئاً الا رأیت اللہ فیہ؛ اسی مفہوم کو اس شعر کے ذریعہ ادا کرتے ہیں۔ ؎

آں لطافت کہ ہست در معنی ۔۔۔ صورتش صد ہزار می بینم

پس بہر صورتے کہ می نگرم ۔۔۔ از ہمہ وجہ یار می بینم

اس مشاہدۂ حق کا ذریعہ بغیر مادی محبوب کے یعنی رسول کے مشکل ہے یعنی رأیت ربی بربی و عرفت ربی بربی پہلے رب سے مراد نبی صاحب ہیں۔ اسی نکتہ پر پہنچ کر یہ رسالہ کشف المقامات ختم ہو جاتا ہے۔ آخر میں یہ عبارت ہے:

"یھدی من یشاء الی صراط مستقیم صراط الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا ذالک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیما غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔" ●●

جناب مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی
دار العلوم دیوبند

کتبخانہ دار العلوم دیوبند کے چند اہم مخطوطات تصوف

(۱) فصل الخطاب

خواجہ پارسا حن کا نام محمد بن محمد بن محمود الحافظی البخاری ہے، ان کی کتاب "فصل الخطاب" کا قلمی نسخہ کتب خانہ دار العلوم دیوبند میں اچھی حالت میں ہے، مسائل تصوف اور قرآن وحدیث کے مضامین پر مشتمل ایک عمدہ کتاب ہے، اولیا اللہ کے واقعات اور تذکرے بھی درمیان درمیان میں مصنف نے نقل فرمائے ہیں۔ پارسا ان کا نام ان کے مرشد حضرت شاہ نقشبندؒ نے رکھا تھا۔ اور پہلی نظر پڑتے ہی یہ نام تجویز فرمایا تھا۔ اس کا قصہ مورخین نے اس طرح لکھا ہے:

"در روز اول کہ خواجہ پارسا بخدمت خواجہ نقشبند حاضر شد خواجہ اندرون خانہ خود تشریف داشت، بر دہلیز دروازہ رفتہ دستک زد، و خود بیرون در استاد، در ین اثنا خادمان از کنیزاں حضرت شاہ از بیرون اندرون خانہ بخدمت خواجہ رسید، خواجہ از وے پرسید کہ بیرون در کیست، عرض کرد کہ شخصے بصورت متقی و پارسا بیرون در استادہ است فرمود کہ فی الحقیقت پارسا است، و نام او ہم پارسا خواہد بود، بعد ازاں بیرون تشریف آورد، گفت کہ نام شما پارسا نہادیم، ان شاء اللہ اسم با مسمی خواہید بود، از آں روز خواجہ محمد مخاطب بخطاب پارسا گشت و ہمیں نام اشتہار یافت" (سفینۃ الاولیاء ص ۵۹)۔

خواجہ پارسا پہلے دن جب شاہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوئے، دستک دے کر باہر کھڑے ہوگئے۔ اتنے میں خواجہ کی ایک خادمہ باہر سے آکر حویلی میں داخل ہوئی، حضرت شاہ نقشبندؒ نے دریافت فرمایا کہ باہر سے کس نے دستک دی ہے، کون ہے؟ اس نے عرض کیا ایک متقی پارسا صورت آدمی باہر کھڑا ہوا ہے اور آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ خادمہ کی بات سن کر آپ نے برجستہ ارشاد فرمایا کہ واقعی وہ شخص پارسا ہی ہے اور اب اس کا نام بھی پارسا ہی ہوگا، اسی نام سے لوگ اسے یاد کریں گے۔ چنانچہ آپ اندر سے باہر جب تشریف لائے تو خواجہ محمدؒ سے فرمایا کہ آج سے تمہارا نام پارسا رکھتے ہیں، تم ان شاء اللہ اسم با مسمی ثابت ہوگے، ہوا بھی ایسا ہی، سبھوں نے ان کو اسی پارسا کے نام سے یاد کرنا شروع کر دیا اور اسی نام سے مشہور ہوگئے۔ اصل نام خاص خاص لوگ ہی جانتے تھے، عوام و خواص میں خواجہ پارسا کے نام ہی سے پہچانے جاتے تھے۔

خواجہ پارساؒ کے بہت سارے کشف و کرامات مشہور ہیں، زیر نظر کتاب آپ کی ہی تصنیف لطیف ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے آپ نے یہ کتاب بڑی توجہ اور محنت سے لکھی ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ خواجہ پارسا کا مطالعہ بہت عمیق اور عمدہ تھا، پوری کتاب کتب حدیث، اور قرآن پاک کی آیتوں کے حوالہ سے لبریز ہے، تاریخی واقعات نے اس کو اور بھی آئینہ کر دیا ہے، خود اس کتاب کا

مقدمہ ملاحظہ کیا جائے۔ لکھتے ہیں:

"اما بعد چنیں گوید العبد المفتقر الی اللہ تعالیٰ الودود محمد بن محمد بن محمود الحافظی وفقہ اللہ عز و جل لما یحبہ و یرضاہ من القول و العمل و روح ارواح اسلافہ و اعاد علیہ خصائص الطافہ"

اس تمہید کے بعد فرماتے ہیں:

"بشنک اللہ عز و جل ایانا علی السداد فی القول و العمل و الاعتقاد کہ مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کبراء دین و مقتدایان اہل یقین اند، جامع اند میان علوم ظاہر و علوم باطن، و ارباب احوال و اصحاب کمال اند عقاید صافیہ ایشان بناء اصول صحیحہ موضوعہ است از کتاب و سنت و اجماع امت و موید است بدلائل نقلیہ و مشاہد عقلیہ۔"

اس کا حاصل یہ ہے کہ مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارھم دین کے بڑے لوگوں اور اہل یقین کے پیشواؤں میں ہیں، یہ علوم ظاہر اور علوم باطن دونوں کے جامع ہیں، اور ارباب احوال اور اصحاب کمال میں ان کا شمار ہے۔ ان کے عقاید کتاب و سنت اور اجماع امت کے مطابق پاکیزہ اور صاف ستھرے ہیں، جن کی دلائل عقلیہ سے تائید ہوتی ہے اور جو مشاہدات عقلی سے ثابت شدہ ہیں۔

مشائخ طریقت کی خواجہ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھرپور مدح و ستائش کی ہے، اور ان کے مراتب عالیہ کو ذہن نشین کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔ لکھا ہے کہ یہ مومنوں کے طبقہ خواص سے تعلق رکھتے ہیں، اور اہل سنت والجماعت کے عقیدے پر مضبوطی سے عمل پیرا ہیں ابدعات و خرافات سے کوسوں دور ہیں، اور کوئی شبہ نہیں کہ راہ سلوک طے کرنے والے صوفیا و مشائخ کا بڑا مرتبہ ہے اور ان کے احوال قابل رشک ہوتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ پر جتنا مضبوط اعتقاد ہوتا ہے، عوام کے لیے اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ زیر نظر فصل الخطاب نامی کتاب، مصنفہ خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک مسلمان کے پڑھنے کے لائق ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کا بکثرت حوالہ ہے صحاح ستہ کی حدیثیں جگہ جگہ حوالہ میں پیش کرتے ہیں، تفسیر میں معالم التنزیل امام بغوی، تفسیر امام رازی، حقائق التفسیر کا حوالہ ہر ہر مسئلہ پر آپ دیکھیں گے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد یقین کرنا پڑتا ہے کہ اللہ والوں کی نگاہ دوررس و دوربین ہوتی ہے، اور تخلیق انسانی کے منشا کو ان حضرات نے خوب سمجھا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ وہ عمل میں سبھوں سے آگے نظر آتے ہیں، زہد و تقویٰ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر اس کتاب میں روشنی ڈالی نہ گئی ہو۔

کتاب میں ایک جگہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر بحث کرتے ہوئے یہ آیت شریفہ نقل فرمائی ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر۔ اس آیت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ظاہر در آیت برائے تبعیض امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرض کفایہ است، یاداء بعض از دیگران ساقط شود، و دیگر معنی تبعیض در آیت آنست کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کار ہر کس نیست، کار کسی است کہ معروف را از منکر داند، و مراتب مشروعات تا مشروعات بشناسد، و ترتیب در امر و نہی نگاہ دارد، اگر بنرمی مقصود حاصل شود، درشتی نہ کند۔"

فرماتے ہیں کہ ولتکن منکم میں "من" حرف جار تبعیض کے لیے آیا ہے یعنی تبلیغ دین اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر شخص پر فرض عین نہیں ہے، بلکہ اگر کچھ لوگ بھی اس فریضہ کو ادا کرلیں گے تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے، گویا یہ فرض کفایہ ہے بعض لوگوں پر ہی یہ فریضہ عاید ہوتا ہے۔ من تبعیض کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر شخص کا کام نہیں ہے بلکہ اس کے لیے کچھ شرائط و قیود ہیں جن میں یہ شرائط پائی جائیں گی، وہی اس فریضہ کو ادا کرنے کے اہل قرار پائیں گے، پہلی شرط یہ ہے کہ وہ شخص ایسا ہو جس کو معروف و منکر کی تمیز حاصل ہو کہ بھلی بات کونسی ہے اور بری بات کسے کہتے ہیں اور وہ کیا ہے؟ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ شخص جائز و ناجائز کو جانتا ہو، کہ کہاں امر بالمعروف کرنا چاہیے، اور کہاں منکرات سے منع کرنا چاہیے۔ تیسری شرط یہ بھی ذہن نشیں رہنی ضروری ہے کہ نرمی اور محبت سے مقصد حاصل ہو رہا ہے تو ایسی جگہ میں سختی اور درشتی ہرگز اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو جب تبلیغ دین کے لیے روانہ فرماتے تو نصیحت کرتے، ایک دفعہ دو صحابی کو روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "بشّرا ولا تنفّرا، یسّرا ولا تعسّرا"، تم دونوں خوشخبری سنانا یعنی ایسی باتیں کہنا کہ ان کو رغبت ہو، نفرت پیدا نہ کرنا، یعنی ایسی بات نہ کرنا کہ وہ تم سے نفرت کرنے لگیں یا دین سے ان میں نفرت پیدا ہو جائے۔ مخاطب کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا، دشواری اور سختی میں ڈالنے کی سعی نہ کرنا، اس طرح کہ دین اور دینی باتوں سے وہ خوش ہوں۔

ہمارے اس ملک ہندوستان میں صرف صوفیاء اور اولیاء کرام نے اشاعت دین کا فریضہ غیر مسلموں میں پورے طور پر ادا کیا، ان کا معاملہ ان کے ساتھ اُنس و محبت کا رہا، اسی لیے ان کے ہاتھوں پر بکثرت لوگ ایمان لائے۔ عام لوگوں کی طرح پہلے مرحلے میں ہی ان کے عیوب گنانا شروع نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح بیجا تنقید و تبصرہ نہیں کرتے بلکہ اس سے گریز کیا کرتے تھے۔

خواجہ محمد پارساؒ امر بالمعروف کے سلسلے میں آگے لکھتے ہیں:

"واگر داند کہ عاصی بکفر در افتد، بگذارد، و نیت او طلب رضائے خدا تعالیٰ باشد، و اعزاز دین حق باشد، و شفقت بر عاصی صبر و حلم ورزد، از غضب انواع شوائب طبع خود را دور دارد، و از این راہ چیزی باو رسد تحمل کند، و امر بالمعروف والنہی عن المنکر واصبر علی ما اصابک در آیت دیگر فرمود۔"

یعنی اگر یہ اندازہ ہو کہ کسی گنہ گار کو امر بالمعروف کریں گے، تو اس کی زبان پر اس کے جواب میں ایسے جملے آجائیں گے، جس سے اس پر کفر کا فتویٰ عاید ہو جائے گا، تو ایسی صورت میں اس کو نہ چھیڑے، کہ خدا نخواستہ وہ کفر تک نہ پہونچ جائے اور اس کی عاقبت بننے کے بجائے خراب ہو جائے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جو اس فریضہ تبلیغ و تذکیر کو ادا کر رہا ہے۔ وہ ریا، شہرت اور نام و نمود کی طلب سے کوسوں دور رہے۔ اس کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور دین حق کو اعزاز بخشنا ہو، اپنی عزت و شوکت کا شائبہ قلب میں نہ آنے پائے، چونکہ یہ مرحلہ بڑا نازک ہوتا ہے، لہذا غصہ اور غضبناکی سے اپنے کو بچائے رکھے اور اس راستہ میں اگر کوئی اذیت پیش آئے تو اس کو برداشت

کرے۔ اس لیے کہ قرآن پاک میں آیا ہے خواجہ پارسا علیہ الرحمۃ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"کتاب اللہ علی اربعۃ اشیاء العبارۃ والاشارۃ واللطائف والحقائق فالعبارۃ للعوام والاشارۃ للخواص واللطائف للاولیاء والحقائق للانبیاء"

اللہ کی کتاب میں چار چیزیں ہوتی ہیں، عبادت، اشارہ، لطائف اور حقائق، عبارت عوام کے لیے ہے کہ وہ اس کو سمجھ کر عمل کرے، اور ظاہر معنی کو اختیار کرے، اشارہ خواص امت کے لیے ہے جس کو علماء کرام اور ارباب فضل و کمال سمجھتے ہیں اور اس میں غور و فکر کرتے ہیں، تیسری چیز لطائف ہے، جو اولیاء کرام کے لیے مخصوص ہے، وہ اپنے ذوق کے مطابق اس سے لذت اندوز ہوتے ہیں اور چوتھی چیز حقائق ہے ان کا تعلق انبیاء کرام سے ہوتا ہے، کہ ان کے پاس براہ راست وحی آتی ہے۔ اور ان کا تعلق رسالت اللہ تعالیٰ سے قائم رہتا ہے۔

ایک جگہ ایک حدیث نقل کی ان اللّٰہ طیب لایقبل الا الطیب، کہ رب العالمین خود پاک و صاف ہے اور وہ بندوں سے پاک و صاف ہی چیز کو قبول فرماتا ہے اسکے بعد لکھتے ہیں کہ رب العالمین نے حلال و پاک کے استعمال اور کھانے کا جس طرح انبیاء کرام کو حکم فرمایا ہے اسی طرح مومنوں کو بھی حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ "یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا" یہ انبیاء کے لیے ہے۔ مومنوں کے لیے ارشاد ہے۔ "یا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم"۔ پھر وہ حدیث نقل کی ہے جس کا کھانا پینا اور پہننا اوڑھنا بھی حرام کے طور پر ہوتا ہے، اور وہ حرام غذاؤں سے پیٹ بھرتا ہے پھر وہ دعا کے لیے ہاتھوں کو اٹھاتا ہے اور آہ و زاری کرتا ہے مگر اس کی دعا قبول نہیں کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ حلال غذا سے محرومی ہوتی ہے اور حرام غذا سے دلچسپی۔

پوری کتاب اسی طرح کے عمدہ مضامین سے بھری ہوئی ہے۔ سخت سے سخت دل آدمی بھی ان مضامین کو پڑھنے کے بعد سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اسے اس زندگی میں کیا کرنا چاہیے، اور ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ان ذمہ داریوں کا ادا کرنا کس قدر ضروری ہے۔

مختصر یہ کہ پوری کتاب میں کتاب و سنت کے حوالے سے ہی لکھا گیا جو کچھ لکھا گیا ہے، پھر دلائل جا بجا بھی جگہ جگہ لائے ہیں اس کا پوری کتاب میں اہتمام ہے، جہاں اور جس کتاب سے مضمون اخذ کیا، اس کا حوالہ ظاہر کر دیا ہے۔ پوری کتاب تین سو اوراق میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہر صفحہ میں ۱۷ سطریں ہیں۔ کاغذ موٹا چکنا لگا ہوا ہے جدولیں خوشنما ہیں، یہ نسخہ ۱۰۲۰ھ کا کتابت شدہ ہے۔ اور اس نسخہ سے منقول ہے، جو مصنف کے زمانہ ۸۰۱ھ کا کتابت شدہ تھا۔

خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ سمرقند میں ایک حدیث کا حوالہ دیا، حاسدین نے وہاں کے بادشاہ کو یہ باور کرا رکھا تھا کہ خواجہ پارسا صحیح حدیث نقل نہیں کرتے ہیں، چنانچہ جب آپ نے کسی مسئلہ میں ایک حدیث نقل کی تو وہاں کے علماء نے کہا کہ

کہ اس کا حوالہ دکھائیں، وہ سمجھ رہے تھے حوالہ دکھانا ان کے بس میں نہیں ہے، خواجہ نے ان علماء کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر فلاں کتاب میں یہ حدیث دکھا دی جائے تو آپ مان لیں گے۔ سبھوں نے کہا ضرور تسلیم کریں گے۔ آپ مراقب ہو گیے پھر سر اٹھا کر شیخ الاسلام عصام الدین کو خطاب کر کے فرمایا، تم اپنے کتب خانہ سے فلاں کتاب لے آؤ، وہ فلاں جانب کی الماری میں سات کتابوں کے نیچے رکھی ہے، شیخ الاسلام کو اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اپنے ایک خادم سے کہا "فلاں الماری میں فلاں جو کتابوں کا ڈھیر ہے۔ اس میں نیچے جو کتاب ہے، لے آؤ" وہ گیا اور لے آیا۔ حضرت خواجہ کتاب کھول کر وہ حوالہ دکھا دیا۔ لوگ حیرت زدہ رہ گیے اور اس دن سے خلاف میں پروپگنڈہ کرنے والوں کی زبان بند ہو گئی۔ وہاں کا بادشاہ بہت خوش ہوا اور معتقد ہو گیا۔

۱۲۰۰ھ میں آپ نے مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ عمر ۷۲ سال پائی۔

② کلمات الحق

بارھویں صدی ہجری میں تصوف کا کافی چرچا تھا، اور بہت سارے اہل اللہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں اپنی خانقاہوں کے اندر بیٹھے ہوئے تزکیہ قلوب اور تصفیہ باطن کی خدمت انجام دے رہے تھے، اور لوگ دور دراز سے چل کر ان کے پاس پہونچتے تھے، اور ان کی خدمت میں رہ کر فیض باطن حاصل کرتے تھے، اس دور میں بہت ساری کتابیں اس فن میں لکھی گئیں اور لوگوں نے ان کا مطالعہ کیا، جس سے ان کے باطن کی اصلاح ہوئی۔

علم تصوف میں ایک مسئلہ وحدت وجود اور وحدت شہود کا بھی ہے، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی وحدت وجود کے قائل تھے، اور ان کے پیروکاروں نے اسی کی اشاعت کی۔ لیکن بعد میں صوفیا وحدت شہود کے قائل ہوئے، اور اس کی اشاعت شروع کی، اخیر دور میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ وحدت شہود کا اپنے مکتوبات میں تذکرہ کیا، اور آپ کے ماننے والوں میں اس کا کافی چرچا ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) سے کسی نے دریافت کیا کہ ان میں کون سا قول راجح ہے، اور ان دونوں مسئلوں کی حیثیت کیا ہے، حضرت شاہ صاحبؒ نے اسکے جواب میں ایک لمبا خط لکھا، جس میں ان دونوں نظریات کی وضاحت فرمائی، اور یہ ثابت فرمایا کہ دونوں نظریے الگ الگ نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ہیں، صرف تعبیر کا فرق ہے۔ یہ رسالہ وحدت وجود وحدت شہود کے نام سے اس زمانہ میں پھیل گیا۔

اسی دور میں ایک جید الاستعداد معقولی عالم دین مولانا سید غلام یحییٰ بہاری (م ۱۱۸۸ھ) بھی تھے، جو علم معقولات میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے، اور لکھنؤ میں ان کی درسگاہ طلبہ کی مرجع عام بنی ہوئی تھی، مولانا کا درس کافی مقبول تھا، اور مختلف

گوشے گوشے سے اہل علم کھنچ کھنچ کر ان کے درس میں پہنچ رہے تھے' انھوں نے اپنے زمانہ تدریس میں میرزاہد رسالہ پر ایک قیمتی حاشیہ "لوامع الہدیٰ فی اللیل والدجیٰ" کے نام سے تصنیف کیا تھا' جو علماء وقت میں بہت زیادہ مشہور بھی ہوا اور مقبول بھی' اس سے ان کی شہرت میں کافی اضافہ ہوا' اور میرزاہد رسالہ کے ساتھ حاشیہ مولانا غلام یحییٰ بہاری عام طور پر پڑھایا جانے لگا۔

مولانا غلام یحییٰ بہاریؒ پر ایک ایسا دور آیا کہ باوجود اس کے کہ وہ مشہور و مقبول استاذ تھے۔ انکی درسگاہ کا عام طور پر چرچا تھا' سب سے کنارہ کش ہو کر مرشد کامل کی تلاش میں دہلی پہنچے اور وہاں کے مشہور و مقبول بزرگ حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ) سے منسلک ہوگئے اور کافی عرصہ ان کی خدمت میں رہے' پہلے ان کا ارادہ تھا کہ چھ ماہ میں راہ سلوک طے ہو جائے گی اور وہ پھر واپس ہو کر تدریس کے فرائض کی انجام دہی میں مشغول ہو جائیں گے' مگر ایسا نہ ہوا۔ ان کا جی وہاں لگ گیا' اور راہ سلوک کی ساری منزلوں کا طے کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا۔

حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک بڑے اونچے پایہ کے عالم دین تھے' لہٰذا ان کی مجلسوں میں علمی گفتگو ہوتی رہتی تھی' جس میں مولانا غلام یحییٰ بہاری رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک ہوا کرتے تھے' اور کبھی کبھی پیر بھی مرشد کے کہنے پر علمی مباحث میں حصہ لیتے تھے' ذہین و ذکی بھی تھے۔ اور علم معقولات پر عبور رکھتے تھے' اس لیے خوب بولتے تھے۔

ایک دفعہ "وحدت وجود اور وحدت شہود" کا مسئلہ بھی سامنے آیا' اور اس پر بھی مرشد کی مجلس میں بحث ہوئی' مرشد نے فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا اگر تم ان مسائل پر اختصار کے ساتھ کوئی رسالہ تحریر کر دیتے' طبیعت میں علمی مناسبت تو تھی ہی آمادہ ہو گئے' اور ان مسائل پر ایک عمدہ رسالہ تحریر فرما دیا' اسکا نام مولانا موصوف نے کلمات الحق تجویز فرمایا۔

کوئی شبہ نہیں یہ رسالہ بہت ہی جاندار ہے' اور وحدت وجود اور وحدت شہود کے مسائل کو نکھار کر رکھ دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ مولانا نے بغیر نام لیے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے رسالہ کی کہیں کہیں سے عبارت لے کر اس پر تنقید کی' یعنی حضرت شاہ نے دونوں میں تطبیق کی جو سعی فرمائی تھی اس کو انھوں نے تسلیم نہیں کیا' اور دونوں کے فرق کو واضح کیا' اس اتحاد کے قائل نہیں ہوئے جس کا ذکر حضرت شاہؒ نے اپنے رسالہ میں کیا تھا۔

مولانا غلام یحییٰ بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے حمد و نعت کے بعد اپنے اس رسالہ کو یہاں سے شروع کیا ہے "اما بعد محرر ایں مطالب علیا و عبارات نارسا فقیر غلام یحییٰ کہ از آغاز شباب بعد تحصیل علوم منقول و معقول باچندا ز طلبہ علم در مقام لکھنؤ بہ تعلیم و تدریس مشغول بود کہ ارادہ ازلی ہمت حق طلبی را بر او مسلط گردانید و قائد توفیق بجانب قبلہ خدا پرستاں قدوۂ حقیقت شناساں دائرۂ ارشاد و ہدایت صاحب اندراج النہایہ فی البدایہ حضرت مرزا جان جاناں سلمہ الرحمٰن رسانید و در محروسہ دہلی ملازمت گرامی یافتہ بکسب کمالات طریقہ عالیہ محمدیہ کہ بنائے آں بر اتباع شریعت سنت

سنیہ محمدیہ است علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ ملتزم گردید۔"

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نوجوانی سے پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت غالب آئی، اور تدریسی فرائض چھوڑ کر دہلی آگیا اور حضرت مرزا جان جاناں کی خدمت میں رہنا طے کر لیا، جہاں کمالات طریقہ مجددیہ کے حصول میں منہمک ہو گیا، یہ طریقہ سنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق ہے۔

اس کے بعد مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت مرزا جان جاناں کی مجلس خاص میں روز و شب علمی مباحث چلتے رہتے تھے، اور حضرت اقدس ان مسائل پر روشنی ڈالا کرتے تھے، ہم شرکاء مجلس اس گفتگو میں برابر بغرض استفادہ شریک رہتے تھے، بعض مواقع میں حضرت کے ایماء سے مجھے بھی کبھی کبھی بولنا پڑتا تھا، اور حضرت اسے پسند بھی فرماتے تھے۔

ایک دن وحدت وجود اور وحدت شہود کا مسئلہ مجلس میں آگیا اور اس مسئلہ خاص میں صوفیاء متقدمین ومتاخرین کا باہم جو اختلاف ہے، اس کا تذکرہ بھی آیا، حضرت مرزا صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ان مسائل پر کوئی مختصر واضح تحریر مرتب ہو جائے تو بہت بہتر ہے، مولانا نے اس کو اپنے لفظوں میں اس طرح ادا کیا ہے۔

"ازاں جملہ سخن در مسئلہ توحید وجودی وشہودی نیز معرفت و ذکر اختلاف محققین از متقدمین ومتاخرین صوفیاء درآں باب بمیاں می آید واکثر اشارت تمام اشارت بتحریر زبدہ ایں مطالب و خلاصہ ایں مآرب بفقیر می فرمودند"

گویا رسالہ کلمات الحق کی تالیف از خود نہیں کی بلکہ اپنے مرشد عالی مقام کے حکم سے قلم اٹھانا پڑا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ ایک مرید کا فرض ہوتا ہے کہ پیر کی فرمائش پوری کرے بالخصوص اس وقت جبکہ وہ خالص علمی مسئلہ ہو، یہ عرض کیا جا چکا ہے ہے کہ مولانا بہاری رحمۃ اللہ علیہ کو علم معقولات پر پوری دسترس حاصل تھی، اور وہ ان کا طبعی مسئلہ بن گیا تھا۔

اور کوئی شبہ نہیں کہ مسئلہ وحدت وجود و شہود کا معقولات سے گہرا تعلق ہے، اور سچ پوچھئے تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلہ تطبیق سے اختلاف کی وجہ علم معقولات میں غلو یا مہارت تامہ بنا جس میں مولانا بہاریؒ کا ذہن ڈھل سا گیا تھا، آگے تحریر فرماتے ہیں:

"بحسب الامر در سنہ ہزار و صد و ہشتاد و چہار ہجری بتالیف ایں رسالہ کہ مشتمل است بر تبصرہ در مسئلہ و تکملہ دیگری بکلمات الحق موفق شد، امید از مستعدان منصف کہ از معائب و مناقص ایں بضاعت مزجات اغماض فرمایند بلکہ اصلاح آں نمایند و فقیر بدعای خیر بخوانند"

ان جملوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا ذہن کبر و فخر سے بہت دور ہے، اور اس کا بھی اعتراف ہے کہ بشریت کی وجہ سے غلطیوں کا بھی امکان ہے، لہٰذا اس کی اصلاح فرمائیں۔

مصنف کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہے کہ انھوں نے یہ قیمتی رسالہ ۱۱۸۲ھ میں لکھا ہے جو لوگ مولانا غلام یحییٰ بہاری کا سنہ وفات ۱۱۸۰ھ لکھتے ہیں اس عبارت سے اس کی تردید ہوتی ہے، اندازہ یہ ہے کہ یہ ۱۱۸۸ھ ہے کیونکہ دہلی سے واپس آنے کے بعد عرصہ تک زندہ رہے اور مخلوق خدا آپ کے فیوض و برکات سے متمتع ہوتی رہی۔

رسالہ کے ابتدا ہی میں مولانا موصوف نے اس مسئلہ کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ وحدت وجود اور وحدت شہود کا مسئلہ عقائد دینیہ ضروریہ سے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ ایک خالص کشفی اور علمی مسئلہ ہے لہٰذا ان مسائل پر زیادہ ردو قدح کی قطعاً ضرورت نہیں ہے اور نہ عوام کے سامنے بیان کرنے کی ضرورت ہے، اس سے دلچسپی اگر صوفیا اور اہل علم لیتے ہیں تو ان کی شان کے مطابق ہے، اور غالباً یہی وجہ ہے کہ انھوں نے بہت اختصار کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے یہ بھی اشارہ فرمایا ہے کہ دراصل ان مسائل کا تعلق حادث وقدیم کے درمیان جو ربط خاص ہے اس ربط خاص سے ہے، اور یہ ایک کیفیت ہے جو مشائخ اور صوفیا پر وارد ہوتی ہے، مولانا موصوف کے الفاظ یہ ہیں۔

"باید دانست کہ مسئلہ وحدت وجود و وحدت شہود از مسائل عقائد دینیہ ضروریہ کہ بناء ایمان و اسلام بر آنہا باشد نیست زیرا کہ ایں ہر دو مسئلہ متعلق اند بکیفیت ربط حادث بالقدیم، و آنچہ از ظاہر کتاب و سنت در کیفیت ایں ربط ثابت شدہ ہمیں قدر ہست و بس کہ ایں عالم تمامہا حادث است و مصنوع او تعالیٰ شانہ و او صانع است و قدیم"

یعنی کتاب و سنت سے بس اس قدر ثابت ہے کہ سارا عالم حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے، اور رب العالمین پیدا کرنے والا ہے، اور قدیم ہے لہٰذا ان دونوں میں تعلق عینیت کا نہیں ہو سکتا ہے بلکہ غیریت کا ہوگا۔

مؤلف موصوف نے اس پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ وحدت وجود کا مسئلہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کے زمانہ میں پیدا ہوا ہے، اور انھوں نے اور ان کے ماننے والوں نے اس مسئلہ پر بہت کچھ اہل علم کے ذہن نشین کرنے کے لیے لکھا ہے، اور عام طور پر اسی زمانہ کی کتابوں میں اس مسئلہ پر بحث بھی ملتی ہے۔ اور وحدت شہود کا مسئلہ اولاً علاء الدولہ حضرت سمنانیؒ کے دور میں پیدا ہوا، اور اخیر میں اس کی اشاعت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہوئی۔

"توحید وجودی از زمانہ شیخ اکبر و لقران و اتباع ایشان رضی اللہ عنہم باید شیوع یافتہ کتب و رسائل در تحقیق مبادی و مقاصد ایں مسئلہ مدون گشتہ ـــــ و توحید شہودی از حضرت علاء الدولہ سمنانی اولاً و از حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہما اخیراً تدوین یافتہ۔"

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بھی کھل کر بیان فرما دیا ہے، ان دونوں مسئلوں کا تعلق اولیاء اللہ کے مکشوفات سے ہے راہ سلوک کے طے کرنے والوں میں کچھ پر وحدت وجودی منکشف ہوا اور کچھ بزرگوں پر وحدت شہودی کا ظہور ہوا۔

اس کائنات اور مخلوقات کا تعلق ذات باری تعالیٰ سے بعض بزرگوں کی نظر میں وجودی ہے اور بعضوں کی نظر میں شہودی یعنی بعضوں کے یہاں کائنات مخلوقات میں ذات خداوندی پائی جاتی ہے، اور بعضوں کے نزدیک مخلوقات و ممکنات میں فیضان خداوندی پایا جاتا ہے۔

یہ مسلّم ہے کہ ساری کائنات رب العالمین کے پیدا کرنے سے وجود کی نعمت سے مستفیض ہوئی ہے خود بخود وجود کی نعمت سے بہرور نہیں ہوئی۔ لیکن وحدت وجود اور وحدت شہود کی حقیقت کیا ہے؟ موصوف نے واضح کر کے لکھا ہے کہ یہ اولیاء اللہ کے مکشوفات میں ہے یہ کوئی عقاید دینیہ کا مسئلہ نہیں ہے۔

"پس نیست مگر ایں کہ از مکشوفات اولیاء اللہ است کہ بعض ایشاں را در اثنائے سیر و سلوک وحدت وجودی مکشوف شدہ بعض آخر وحدت شہودی واضح گشتہ"

اسے بھی واضح فرمایا ہے کہ ان مسائل کا تعلق عہد صحابہ، عہد تابعین یا تبع تابعین سے نہیں ہے بلکہ بہت بعد میں یہ مسائل صوفیاء کرام میں پیدا ہوئے، متقدمین کی کتابوں میں یہ مسائل کہیں نہیں ملتے ہیں۔

"واز صحابہ و تابعین و اتباع ایشاں رضوان اللہ علیہم اجمعین و ہم چنیں از قدمائے صوفیاء کہ اہل صحو و افاقہ بودند تکلم نہ کردہ بیچ یکی از ایں ہر دو مسئلہ تصریحاً بہ ثبوت نرسیدہ"

صوفیاء متقدمین میں بھی صراحتاً یہ مسائل وحدت وجودی و شہودی نہیں ملتے ہیں۔ مؤلف نے یہ بھی لکھا ہے کہ امت کا مقصد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی ہے کہ دنیا و آخرت کی فلاح اسی سے وابستہ ہے، اور الحمدللہ سنن نبویہ میں کوئی گنجلک قطعاً نہیں ہے، جو چاہتا ہے کہ وہ سعادت سرمدی سے تمتع اندوز ہو تو اس کا فریضہ یہ ہے کہ بس وہ اپنا تعلق کتاب و سنت سے رکھے۔ ان مسائل صوفیانہ میں نہ الجھے، اور نہ اپنا وقت ضائع کرے۔

"نمی داند کہ اتباع کمال اعظم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم است و فوز سعادت سرمدی باو متعلق است"

ضمنی طور پر آپ نے یہ بھی مشورہ دیا ہے کہ طالب حق کو چاہیے کہ کسی ایسے کامل و مکمل شیخ کی صحبت اختیار کرے جس کا ظاہری حال کتاب و سنت کے مطابق ہو اور اس کا باطن غیروں پر موثر ہو، اس راہ کے لیے اکسیر اعظم اسی طریقہ کو جانے، انشاء اللہ اس کی صحبت اور ظاہر کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے سے حق دلوں میں راسخ ہو جائے گا اور اطمینان قلب کی دولت سے مالا مال ہو جائیگا۔

"پس طالب حق را باید کہ اگر دست دہد صحبت شیخ کامل و مکمل کہ ظاہرش موافق کتاب و سنت باطنش موثر باشد اکسیر اعظم داند و از فیض صحبتش براو واضح سازند، ہماں مختار خود گرداند"

اسی کے ساتھ مولف محترم نے اس کی بھی تاکید کی ہے کہ کسی فریق پر زبان طعن و تشنیع ہرگز دراز نہ کرے کہ یہ محرومی کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

"ولیکن باید کہ زبان طعن وتشنیع بر طرف ثانی نکشاید۔"

موصوف کا یہ علمی رسالہ بڑی تقطیع کے ۴۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، اوپر جو کچھ لکھا گیا اس سے یہ بات ذہن نشین ہو چکی ہوگی کہ مصنف معتدل المزاج تھے، اور کسی سے ان کو کوئی شکایت نہ تھی۔ اور اس مسئلہ کو انھوں نے علمی بحث تک محدود رکھا ہے۔

لیکن جب یہ رسالہ کلمات الحق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی کی نظر سے گزرا، اور یہ دیکھا کہ رسالہ ہٰذا میں ان کے والد بزرگوار کے رسالہ پر تنقید وتبصرہ ہے، تو انھوں نے اس کا جواب لکھنا شروع کیا، اور ۴۲ صفحات کے رسالہ کا جواب ۲۶۵ صفحات پر لکھا، اس کا نام انھوں نے "قیض الحق موسوف بہ دفع الباطل" رکھا، ایک طرف مولانا بہاری کا یہ اختصار وایجاز ہے اور دوسری طرف شاہ رفیع الدین دہلوی کا اطناب، یہ دونوں بزرگ اپنے علم وعمل میں ممتاز تھے۔ مولف کلمات الحق کے شیخ حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی اس رسالہ پر توقیع بھی ہے وہ بھی پڑھنے کے لائق ہے اور اس سے بھی مولانا غلام یحیٰی بہاری کی عظمت علم کا ثبوت ہوتا ہے، توقیع حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ۔

"نحمد اللہ ونصلی علی رسولہ۔ سرگروہ علماء فحول وجامع علوم معقول ومنقول سید غلام یحیٰی اوصلہ اللہ الی ما تمنی کہ نسبت اخوت طریقہ بایں ہیچمدان یعنی جان جاناں دارند بحسب ایماء ایں فقیر رسالہ مختصرہ در تصویر مسئلہ وحدت وجود ووحدت شہود تحریر نمودہ از نظرم گذرانیدند حق آنست کہ ایں ایجاز قدر کافی است بہ بیان وافی جزاھم اللہ خیر الجزاء۔ اما التعرض بمسئلہ تطبیق ضرور نداشت کہ توفیق بین المکشوفین اگرچہ خالی از تکلفی نیست، لیکن متضمن مصلحت عمدہ است، وہی الاصلاح بین الفئتین العظیمتین فرحم اللہ عبد الضعیف ولم تعسف والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔"

اس توقیع میں حضرت مرزا صاحب نے مولانا بہاری کے ایک بڑے عالم دین ہونے کی بات کہی ہے، کہ وہ جماعت علماء میں بڑا مرتبہ رکھتے ہیں اور علم معقول ومنقول دونوں میں بلند مقام کے مالک ہیں، دوسری یہ بات بھی فرمائی ہے کہ مولانا موصوف ان کے سلسلہ میں داخل ہیں، تیسری بات یہ کہ انھوں نے یہ رسالہ حضرت والا کے ایماء سے تحریر فرمایا ہے، چوتھی بات یہ کہ رسالہ مختصر ہونے کے باوجود اپنے موضوع پر کافی ووافی ہے، اور اسے وہ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اس کے بعد اس طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ مولف نے ان دونوں مسئلوں میں تطبیق دینے کو ضروری نہ سمجھا کیونکہ یہ دونوں کشوفات ہیں، اور تطبیق کی صورت تکلف سے خالی نہیں ہے، باقی تطبیق دینے میں ایک مصلحت پوشیدہ ہے اور وہ ہے دو عظیم الشان جماعتوں کی اصلاح، تاکہ اختلاف کی کوئی بات زبان پر نہ آسکے، یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے دونوں میں تطبیق کی جد وجہد فرمائی ہے، اور دونوں نظریات میں جو اختلاف ہے اس کو دور کرنا چاہا ہے۔

مولانا سید غلام یحیٰی بہاری باڑھ ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے، اور ان کی تعلیم سندیلہ ضلع لکھنؤ میں ہوئی آپ کے

استاذ کا نام مولانا باب اللہ جونپوری ہے اور جس مدرسہ میں تعلیم پائی اس کا نام مدرسہ منصوریہ تھا، بڑے ذہین تھے اور علم معقولات سے طبعی مناسبت تھی، ابتدا میں بیعت حضرت شیخ بدر عالم ساداموی سے ہوئے تھے اور آخیر میں حضرت مرزا جان جاناں سے، اور وہیں سے خلافت حاصل ہوئی۔ اور اس کے بعد لکھنؤ واپس ہوکر ارشاد و بیعت کی خدمت میں مشغول ہوئے اور بہت سارے عوام و خواص آپ سے مستفیض ہوئے، اس زمانہ میں آپ کا قیام پیر محمد لکھنوی کی خانقاہ میں رہتا تھا، جو شیخ محمود قلندر کی بغل کے پاس تھی، شیخ غلام علی دہلوی نے مقامات مظہریہ میں لکھا ہے کہ حضرت مرزا جان جاناں کی خدمت میں رہ کر انھوں نے کافی محنت کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے «وصل فی السیر والسلوک الی التجلی الذاتی اللازمی فاستخلفہ الشیخ الذکور فاشتغل فی المراقبۃ والتلقین الذکر واشاعۃ الطریقۃ وترک الاشتغال بالتدریس حتی ذہل عن العلوم الحکمیۃ۔»

اور آپ کو تجلی ذاتی دائمی تک وصول حاصل ہوگیا، شیخ نے خلافت سے نوازا، اس کے مراقبہ اور تلقین ذکر میں دن رات مشغول ہوگئے اور سلسلہ کی اشاعت فرمائی اور تدریس اور تعلیم کا سلسلہ ترک فرمایا۔"

علم معقول سے بے رغبتی کا عالم یہ تھا کہ بقول مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی اپنے حاشیہ میر زاہد سے بھی مناسبت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ ایک دفعہ بعض طلبہ اس حاشیہ کا مشکل مقام حل کرنے کے لیے پہنچے، تو آپ اس کے حل پر قادر نہ ہوسکے۔

کلمات الحق کے علاوہ حاشیہ میر زاہد رسالہ اور حاشیہ حمد اللہ بھی آپ نے تصنیف فرمایا، لکھنؤ میں ہی انتقال فرمایا اور وہیں پیر محمد لکھنوی کی خانقاہ میں دفن کیے گیے۔

(۳) مرصاد العباد من المبدأ الی المعاد

تاتاری فتنہ تاریخ کا نمایاں باب ہے، اس فتنہ نے مسلمانوں کی آبادی کو تہ و بالا کر دیا تھا کتنے ہی مسلمان ممالک برباد ہوگئے، اور وہاں کے باشندے خاک و خون میں ڈوب گئے، ہزارہا مسلمان غلام اور باندی بنائے گئے۔ جس طرف نگاہ اٹھتی آگ و خون کی بارش موسلا دھار برستی نظر آتی تھی، مسلمانوں کے لیے بڑا سخت اور نازک وقت تھا۔

زیر نظر کتاب کے مصنف عبداللہ نجم الدین صوفی اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں، یہ پیدا ہوئے خوارزم میں اور وفات پائی بغداد میں، ان کا سنہ پیدائش ۵۶۴ھ ہے اور سنہ وفات ۶۵۴ھ، اس طرح وہ کم و بیش نوے سال زندہ رہے، اپنے زمانہ کے مشہور عالم ربانی شمار ہوتے تھے، صاحب کشف و کرامات تھے، علم میں اونچا مقام تھا، اور اپنی زندگی میں کئی کتابیں انھوں نے تصنیف کیں اور ماشاء اللہ ساری کتابیں معیاری ہیں، اس فتنہ تاتار کے زمانہ میں یہ وطن سے باہر سیر و سیاحت میں تھے، اور اسی دوران ان کو بتایا گیا کہ تاتاری فتنہ آپ کے شہر پر بھی ٹوٹ پڑا۔ ابتدا میں لوگوں نے

مقابلہ کیا، لیکن تاتاری سیلاب انھیں بہالے گیا، اور سارا شہر برباد ہوگیا، اور ان کے سارے اعزہ واقارب بھی شہید کرڈالے گئے، انھوں نے اسی کتاب میں جس کا تعارف کرانا چاہتا ہوں، لکھا ہے کہ صرف شہر رے میں سات لاکھ آدمی یا تو قتل وشہید ہوگئے، یا ان کو گرفتار کرلیا گیا "یک شہری ری کہ مولد ومنشا ایں ضعیف است قیاس کردہ اند کہ کم وبیش ہفت صد ہزار آدمی بقتل آمدہ است واسیر گشتہ" (مرصاد العباد) اپنی اسی کتاب کی تمہید میں لکھتے ہیں:

"در تاریخ سنہ سبع عشر وستمائہ لشکر مخذول کفار تتار خذلہم اللہ ودمرہم استیلا یافت برآں دیار آں فتنہ وفساد وقتل واسیر وہدم وحرق کہ ازاں ملاعین ظاہر شد، ہیچ عصر در بلاد کفر واسلام نشان ندادہ است ودر ہیچ تاریخ نیامدہ"

یہ واقعہ بھی ہے کہ تتاری فتنہ نے مسلمانوں کو جس قدر نقصان پہنچایا، اس کی پوری تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی، جس شہر میں پہنچے اسکو تباہ وبرباد کرکے چھوڑا۔

"در شہور سنہ ثمان عشر وستمائہ براہ اربیل وبر عقب ایں ضعیف خبر چناں رسید کہ ملاعین در ہمدان آخرہم بشہر رے رسیدند واہل آں بقدر وسع کوشیدند چوں طاقت مقاومت نماند کفار دریا فتند وشہر بستدند خلق بسیار را شہید کردند واقربا ایں ضعیف کہ در شہر بودند شہید کردند" (مرصاد العباد)

یہ حالات تھے جن سے مصنف دوچار تھے، آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کا کیا حال ہوگا جب وطن ومسکن مالوف منقطع ہوگیا اور وہاں واپسی کی کوئی امید باقی نہیں رہی، تو کچھ دنوں عراق کے مختلف شہروں میں پھرتے رہے، اور حالات کا جائزہ لیتے رہے، بالآخر یہ طے کرلیا کہ اب ایسے شہر میں قیام اختیار کیا جائے جہاں اطمینان بخش زندگی مل سکے، اور وہاں کوئی بھی ایسا جھگڑا رگڑا نہ ہو جس سے چین اور سکون ناپید ہوجائے، اور کوئی علمی کام کا موقع باقی نہ رہے، چنانچہ طے یہ کیا کہ شہر قیصریہ میں قیام مناسب ہوگا، یہاں وہ ماہ مبارک رمضان میں پہنچے اور تصنیف وتالیف کا کام شروع کردیا، اور لوگوں کے مطالبہ پر فارسی زبان میں یہ کتاب لکھی۔

چونکہ مصنف تتاری فتنہ سے کافی متاثر تھے، رجوع الی اللہ ایسے وقت میں کافی ہوتا ہے چنانچہ یہ پوری کتاب اس کا مظہر ہے، خود تحریر فرماتے ہیں۔

"چوں امید از وطن ومسکن مالوف منقطع شد صلاح دین ودنیا دراں دید کہ مسکن در دیاری سازد کہ درآں اہل سنت والجماعت باشند واز آفت بدعت وہوا وتعصب پاک باشند..... ودراں دیار بادشاہ دیندار وحق اہل فضل شناسد"

اس کتاب کے نام سے کتاب کا مضمون ظاہر ہے "مرصاد العباد من المبدا الی المعاد" دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی سرمدی زندگی کا نقشہ سامنے آجائے انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک کے حالات پر روشنی ڈالنے کی سعی کی ہے اور اس میں مصنف بڑی حد تک کامیاب ہیں۔ انسان پیدا ہوکر نشو ونما حاصل کرتا ہے پھر جب عاقل وبالغ ہوتا ہے اور اس پر گھر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تو قدرتاً فکر معاش

میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ دنیا میں خوشگوار زندگی حاصل ہو سکے اور بڑا محور و مرکز انسان کا یہی فکر معاش ہوتا ہے، اور آخر میں آخرت کا دھیان آتا ہے اور بعض نیکوں کو جوانی سے ہی آخرت کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔

پوری کتاب پانچ ابواب اور چالیس فصلوں پر مشتمل ہے، خود لکھتے ہیں:

"برجملگی کتاب پنج باب و چہل فصل می افتد"

مصنف کے حالات زندگی تاریخ کی کتابوں میں بہت مختصر ملتے ہیں، ان کی اس کتاب سے البتہ تھوڑی تفصیل معلوم ہوتی ہے "معجم المولفین" میں صرف اس قدر ہے "ولد بخوارزم وتوفی ببغداد و من آثارہ مرصاد العباد من المبدأ الی المعاد" (جلد ص ۲۱۲) "شذرات الذہب" میں ہے، "کان حافظاً غزیر العلم صاحب المقامات والکرامات" (جلد ۵ ص ۲۶۵) ابواب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

باب اول در دیباچہ مشتمل بر سہ فصل، باب دوم در مبدأ موجودات مشتمل بر پنج فصل باب سوم در معاش خلق مشتمل بر بست فصل باب چہارم در بیان معاد نفوس مشتمل بر چہار فصل، باب پنجم در بیان سلوک و طرق مختلف آں مشتمل بر ہشت فصل۔

④ مکتوبات حضرت شاہ خوب اللہ الہ آبادی

ہندوستان نے مختلف دور میں بڑے بڑے اولیاء اور صوفیاء کو جنم دیا، ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا، اور وہ بن سنور کر اپنے دور میں آفتاب و ماہتاب بن کر آسمان علم و عرفان پر چمکے، اور ملک و ملت کو اپنے فیض و برکات سے مالامال کیا۔

ان صوفیاء کرام میں ایک شیخ محمد یحییٰ معروف بہ شاہ خوب اللہ الہ آبادی (م ۱۱۴۴ھ) بھی ہیں، ان کی تعلیم و تربیت اپنے چچا محمد افضل (م ۱۱۴۴ھ) کی خدمت میں ہوئی، جو خود ایک باخدا بزرگ تھے، اور بہت سارے عوام و خواص آپ سے متعلق تھے، درسیات ختم کرنے کے بعد شاہ خوب اللہ اپنے استاد مکرم اور چچا شیخ محمد افضل سے بیعت ہو گئے، اور ان کی خدمت بابرکت میں رہ کر انھوں نے مدارج سلوک طے کیے، اور اپنے مرشد سے خلافت پائی، اور مرشد کی وفات کے بعد ان کے سجادہ نشیں قرار پائے۔

شاہ خوب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علم دوستی کا نتیجہ تھا کہ تمام مشاغل کے باوجود تصنیف و تالیف سے غافل نہ ہوئے، اور وہ مریدان باصفا جو اہل علم تھے، ان کے کچھ دریافت کرنے پر مکتوب کی صورت میں مضامین عالیہ کتاب و سنت کی روشنی میں لکھ کر ان کی تشفی فرمائی اور اہل علم مریدوں نے ان خطوط کو ضائع نہ ہونے دیا، بلکہ مکتوب الیہم سے لے کر کتابی صورت میں جمع کیا تاکہ آنے والی نسل بھی ان سے مستفید ہو سکے۔

شاہ خوب اللہ صاحب الہ آبادی کے خطوط کی چار جلدیں مورخین لکھتے ہیں کہ تیار ہوئیں، اخاکسار کے پیش نظر

اس کی تیسری جلد ہے، جو کتب خانہ دار العلوم دیوبند کے ذخیرہ مخطوطات میں محفوظ ہے۔

خطوط پر کچھ لکھنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ شاہ خوب اللہ کا علم میں کیا درجہ تھا اور ان کی سرپرستی کس بزرگ نے کی۔ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی (م ۱۲۰۰ھ) اپنی کتاب مآثر الکرام میں لکھتے ہیں:

"شیخ محمد یحییٰ المعروف بہ شیخ خوب اللہ الہ آبادی برادر زادہ حقیقی و داماد و سجادہ نشین شیخ محمد افضل بحر مواج علوم شریعت و طریقت بود۔" (جلد ۱ ص ۲۱۲)

یعنی شیخ خوب اللہ علوم شریعت و طریقت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھے، علوم ظاہری و باطنی دونوں کے جامع تھے جس طرح ان کی نگاہ علوم دینیہ پر وسیع و عمیق تھی، اسی طرح علوم باطنی کے بھی باکمال شناور تھے، یہ بھی لکھا ہے۔

"مدتہا مدارج سلوک در نوردید و بشرف کمال و تکمیل عروج نمود و بخلافت و دامادی شیخ اختصاص یافت و بعد ارتحال شیخ نائب مناب گشت و قبول عظیم یافت۔" (ایضاً)

زمانہ تک مدارج سلوک طے کرنے میں انھوں نے محنت و مشقت سے کام لیا اور کمالات باطنی و ظاہری کے لیے جدوجہد جاری رکھی، اور بالآخر اپنے شیخ سے خلافت بھی پائی، اور شیخ کے داماد ہونے کا شرف بھی حاصل کیا، اور اپنے دور میں عوام و خواص دونوں طبقوں میں مقبول ہوئے۔

شاہ خوب اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے خوارق عادات (کرامتیں) بھی ظاہر ہوئیں، چنانچہ عوام کے لیے یہ چیزیں اور بھی رجوع عام کا باعث بنیں۔ مولانا غلام علی آزاد نے لکھا ہے:

"و خوارق عادات بسیار سرزد و علوم ظاہر و باطن شانے بلند داشت۔" (ایضاً)

یہ تیسری جلد باون مکتوبات اور ۴۶۳ صفحات پر مشتمل ہے، یہ سارے خطوط کافی لمبے لمبے ہیں، مختصر دس پانچ سطروں کا کوئی خط نہیں ہے یہ ان کے علوم دینیہ میں وسعت نظری اور جامعیت کی دلیل ہے، مولانا آزاد بلگرامی نے بھی لکھا ہے:

"و کتب و رسائل کثیرہ تصنیف کرد۔"

اس جلد کے مرتب شاہ خوب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید محمد اسلم صاحب ہیں، اور مرتب کے تمہیدی جملوں سے ظاہر ہے کہ یہ جلد شیخ کی زندگی میں مرتب ہوئی ہے، تمہید کے الفاظ یہ ہیں۔

"شیخنا و مولانا و مرشدنا حضرت شیخ محمد یحییٰ المعروف بخوب اللہ، متع اللہ المسلمین بطول بقاء و بقاء اولادہ الکرام واقف مواقف علوم و اعمال دینیہ و کاشف اسرار و رموز معارف یقینیہ۔"

متع اللہ المسلمین بطول بقایہ کا جملہ واضح دلیل ہے کہ شیخ زندہ سلامت تھے، اور مرتب ان کے کشف و کرامات اور علم د

عرفاں سے اچھی طرح واقف و باخبر تھے۔

"اما بعد میگوید مفتقر الی اللہ الاکرم محمد اسلم عفی اللہ عنہ، عن سیاتہ وتجاوز عن تقصیراتہ، دو جلد مکتوبات مبارکات آنجناب فیضیاب جمع نمودہ اند، من ہم نقل مکاتیب دیگر کہ بدیگاں اشرف صدور یافتہ گرفتہ، جمع کنم، و عنوان جلد سوم مکتوبات تقدس آیات موسوم نمایم۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ کے مکتوبات کی دو جلدیں اس تیسری جلد سے پہلے مرتب ہو چکی تھیں، اور ان کی زندگی ہی یہ تیسری جلد بھی انکے ایک مرید نے مرتب کر ڈالی، یہ خطوط مرتب نے مکتوب الیہم سے لے کر جمع کیا تھا۔

کوئی شبہ نہیں کہ حضرت خوب اللہ صاحب کے خطوط اہل علم کے مطالعہ کے لائق ہیں، بالخصوص ان لوگوں کے لیے جن کو تصوف سے لگاؤ اور رغبت ہے، باقی جنکو تصوف سے دلی رغبت نہیں ہے وہ ان خطوط کو پڑھ کر زیادہ خوش نہیں ہوں گے کیونکہ ان کا تعلق روح کی اصلاح اور عمل صالح سے ہے۔ نمونہ کے طور پر ایک خط کی چند سطریں نقل کی جاتی ہیں:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ فرزند دینی محب و مخلص یعنی خواجہ محمد عاصم سلمہ اللہ تعالیٰ برضیات ایزدی موفق باشند، ای فرزند می دانی کہ مرضی رب قدیر عز اسمہ چیست و چگونہ، شاہد راہ جناب راہ نیست، تدبیر دانستن آن اینست کہ بدانی کہ امور وی کہ دوراں بار رضائے رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام ارتکاب آں موجب رضائے حق جل جلالہ است۔"

پھر اس مضمون پر آیات قرآنی اور حدیث نبوی سے استشہاد پیش کرتے چلے گئے ہیں مرتب محمد اسلم صاحب نے اس تیسری جلد کو ۱۱۳۹ھ میں جمع کیا ہے، پرانے قاعدہ کے مطابق ہر خط کے شروع میں مکتوب الیہ کا نام اور بقدر تعارف پتہ دیا گیا ہے اور خط کے موضوع کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔

خطوط کے مطالعہ کے بعد اس کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ شیخ کی نظر کتابوں پر بہت وسیع تھی، اس جلد کے آخر میں سید علی اکبر اجملی الہ آبادی کی مختصر تحریر اور ان کے دستخط ہیں جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ غازی پور و بنارس کے سفر کے دوران دس دنوں میں اس جلد کا میں نے مطالعہ کیا، دستخط کے نیچے تاریخ کی جگہ رجب ۱۲۴۲ھ ہے، اس جلد کی ضخامت ۱۸۲ اوراق ہیں، ہر صفحہ میں (۲۷) سطریں ہیں۔ صاحب نزہۃ الخواطر نے الشیخ الامام العالم الکبیر العلامہ یحیی بن امین العباسی الہ آبادی کے ساتھ تعارف کرایا ہے، اور لکھا ہے۔

"احد فحول العلماء لم یکن فی عصرہ و مصرہ مثلہ فی سعۃ العلم وکثرۃ الافادۃ" (ص ۴۲۰ جلد ۶)

یہ اپنے دور کے بڑے علماء میں تھے اور انکے زمانہ میں ان کے شہر کے اندر کوئی دوسرا عالم اس درجہ کا نہیں تھا، جس کا علم وسیع ہو اور لوگ بکثرت ان سے فائدہ حاصل کر رہے ہوں، ان کے مکتوبات کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"من مصنفاته مکاتیبه فی اربع مجلدات ضخام تدل علی سعة نظره وغزارة علمه"

مکاتیب کے علاوہ دوسری تصنیفات بھی ہیں جیسے مآخذ الاعتقاد، اعانۃ القاری فی شرح ثلاثیات البخاری، اخراج الخبایا فی شرح الوصایا، بسط الکلام فی وفیات الاعلام، تزئین الاوراق، توضیح المنفعۃ الکلام المفید، ان کے علاوہ بیسیوں کتابیں آپ کی اور ہیں یہ ۱۷ر محرم ۱۰۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۱۴۳ھ میں انتقال فرمایا، ان کے شیخ علامہ محمد افضل الہ آبادی سید پور ضلع غازیپور میں ۱۰۳۸ھ میں پیدا ہوئے، درس فراغت کے بعد تدریس کے فرائض انجام دینے لگے، یہ بھی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں ۱۱۲۴ھ میں وفات پائی۔

⑤ مکتوبات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

امام العلماء حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کا نام نامی علمی دنیا میں آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن ہے، اس وقت برصغیر کے علماء کرام کے جس قدر بھی مکتب فکر ہیں، سب کا تعلق حضرت شاہ صاحب سے قائم ہے اور سبھوں کا علمی نسب نامہ حضرت شاہ صاحب سے جا کر ملتا ہے۔

ہندوستان بلکہ پورے برصغیر میں علم حدیث کا چرچا باضابطہ آپ کی ذات سے شروع ہوا ہے، آپ کے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیم دہلوی (م ۱۱۳۱ھ) بھی اپنے دور میں صف اول کے علماء میں شمار ہوتے تھے، مگر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شہرت ان سے بھی زیادہ ہوئی، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دور میں کتاب و سنت کی جو عظیم خدمات آپ نے انجام دی ہیں، اس کی کوئی مثال نہیں، ہندوستانی علماء کرام میں قرآن پاک کا فارسی ترجمہ سب سے پہلے آپ نے کیا جو زبان اس وقت کی سرکاری اور دفتری زبان تھی، اور عوام و خواص دن رات کا کام اسی زبان میں انجام دیا کرتے تھے۔ پھر آپ نے حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفا، شرح تراجم ابواب بخاری، امام موطا کی شرح مسوّی و مصفّی اور دوسری بیسیوں کتابیں تصنیف فرمائیں، جن کو ملک و بیرون ملک کافی مقبولیت حاصل ہوئی، اور علماء نے ان سے بھرپور استفادہ کیا۔

آپ کے چار صاحبزادے تھے، آپ کے بعد انھوں نے علوم دینیہ کی خدمت انجام دی، بڑے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تھے، (م ۱۲۳۹ھ) علم حدیث کی اشاعت میں ان کا بڑا حصہ ہے، اور آپ نے بھی بہت ساری کتابیں لکھیں، شاہ رفیع الدین (م ۱۲۳۳ھ) اور شاہ عبدالقادر دہلوی (م ۱۲۳۰ھ) ان دونوں صاحبزادوں نے سب سے پہلے قرآن پاک کا اردو ترجمہ کیا، ایک نے تحت اللفظ ترجمہ کیا اور دوسرے نے با محاورہ، ساتھ ہی انھوں نے مختصر اردو میں تفسیر بھی لکھی، چوتھے صاحبزادے شاہ عبدالغنی کی کوئی علمی خدمت سامنے نہیں، مگر قدرت نے ان کے صاحبزادے شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی (م ۱۲۴۶ھ) سے بڑی اہم خدمت لی، اور ان کی کافی شہرت ہوئی حضرت سید احمد بریلوی

شہید رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں جہاد کیا، اور کئی عمدہ کتابیں بھی لکھیں، اس طرح خاندان ولی اللہی کا برصغیر کے مسلمانوں پر بڑا احسان ہے۔

انہی حضرت ولی اللہ محدث دہلوی کے خطوط کا ایک قلمی مجموعہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں محفوظ ہے، اس مجموعہ میں ۲۸۲ خطوط حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، اور ۳۴ خطوط آپ کے پدر بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم کے ہیں، یہ نسخہ کتب خانہ دارالعلوم میں حضرت مولانا سید مرتضیٰ احسن چاندپوری کے کتب خانہ کے ساتھ آیا ہے، مکتوبات کا یہ مجموعہ دو سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

مولانا محمد عاشق صاحب پھلتی (م ۱۱۸۷ھ) کے فرزند ارجمند مولانا عبدالرحمٰن (م ۱۱۶۸ھ) کی محنت و خدمت کا یہ ثمرہ ہے، جو اس صورت میں یکجا ہمارے ہاتھوں میں پہونچا ہے، اور یہ مجموعہ حضرت شاہ صاحب کی زندگی میں تیار کیا گیا ہے، مولانا عبدالرحمٰن ابھی اسی کام میں ہمہ تن مصروف تھے کہ ان کا آخری وقت آگیا اور وہ راہی ملک بقا ہوئے، ان کے والد بزرگوار نے اس مجموعہ کو ضائع نہ ہونے دیا، بلکہ اس کی حفاظت فرمائی اور حضرت صاحب کے مزید کچھ خطوط شامل فرما کر امت پر احسان کیا، اس مجموعہ کی تمہید میں لکھتے ہیں:

"اما بعد فقیر احمد عباد اللہ الخالق محمد عاشق واضح می نماید کہ ولد مرحوم عبدالرحمٰن غفرلہ اللہ وادخلہ الجنان بجمع و تالیف مکتوبات مبارکات حضرت مرشد الانام قطب العصر فرد الزمان حضرت شیخ ولی اللہ مد اللہ ظلہ العالی فی الدوران چوں بمکتوب اثنین وثمانین بعد المائتین رسید، در سنہ یک ہزار و یک صد و شصت و ہشت داعی اجل لبیک گفت۔ پس این فقیر آں جلد بہماں مکتوب شروع نمود حسبی اللہ ونعم الوکیل"۔

یعنی جو خط حضرت شاہ نے مولانا محمد عاشق صاحب کو ان کے فرزند دلبند عبدالرحمٰن مرحوم کی موت پر لکھا تھا، اس خط کو اس مجموعے کے ابتدا میں منسلک کر دیا ہے، اور پہلا مکتوب اسی کو قرار دیا ہے، چنانچہ اس کا عنوان یہ ہے۔

"مکتوب اول بنام مولف تعزیت ولد مغفور مرحوم شرف صدور یافت" اس مکتوب کی چند ابتدائی سطریں یہ ہیں۔

"حقائق آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ، از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام محبت ..... خبر وحشت اثر رسید، ندانم کہ برآں چہ نویسم زیرا کہ حادثہ واقع شدہ کہ در عالم بشریہ حادثہ شدید تر از ان نمی باشد، عزانگہ آنکہ در نکتہ از فرو دینیات علم الشافت ہم برائے ایشاں یاد دادہ شود" (مکتوبات شاہ ولی اللہ)

مختصر یہ کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب کا یہ مجموعہ ان کی زندگی میں ۱۱۶۸ھ میں تدوین پایا، اول مرتب کا اثنائے ترتیب ہی کے زمانہ میں انتقال ہو گیا، تو مرحوم کے والد بزرگوار نے اس کو نظر ثانی کر کے مرتب کیا۔

اس مجموعہ میں زیادہ خطوط اصلاحی ہیں اور تصوف اور زہد و اتقا سے متعلق ہیں مکتوب الیہم یعنی جن کے نام خطوط

ہیں، وہ متعدد ہیں، زیادہ خطوط مولانا محمد عاشق صاحب کے نام ہیں جو آپ کے عزیز شاگرد تھے، اور انکے علاوہ ان حضرات کے نام ہیں۔

۱۔ محمد ابراہیم مدنی، ۲۔ تاج محمد، ۳۔ عبداللہ، ۴۔ شاہ نوراللہ، ۵۔ خواجہ محمد صالح، ۶۔ محمد فضل اللہ، ۷۔ خواجہ محمد حاجی، ۸۔ حکیم ابوالوفا، ۹۔ نجیب الدولہ، ۱۰۔ مجد الدولہ ان میں سے بھی ہر ایک کے نام کئی کئی خطوط ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی خطوط کا ایک مجموعہ شائع ہو چکا ہے، جس کو عرصہ ہوا، لیکن تصوف سے متعلق میری معلومات کی حد تک شائع نہیں ہوا ہے۔

حضرت شاہ صاحب اپنے دور کے سب سے بڑے عالم دین اور مرجع خلائق تھے آپ کا کوئی خط علمی معلومات سے خالی نہیں ہے۔

افسوس یہ ہے کہ اس مجموعہ کا بیشتر حصہ کیڑوں نے کھا رکھا ہے یا ایسا کر دیا ہے کہ اس کا پڑھنا اور سمجھنا مشکل ہو گیا ہے اس مجموعہ میں حضرت شاہ صاحب کے کچھ مختصر رسالے بھی مختلف موضوع پر ہیں، ساری چیزیں کار آمد ہیں، لیکن اس پر کافی محنت کی ضرورت ہے۔ اخیر میں حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی والد محترم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے خطوط بھی ہیں۔ وہ بھی ایک قیمتی ذخیرہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اور سارے خطوط علمی نایاب خزانوں سے معمور ہیں۔

شیخ محمد عاشق پھلتی جن کے نام بیشتر خطوط ہیں آپ کے ممتاز شاگرد اور پھوپھی زاد بھائی تھے حضرت شاہ صاحب کے ساتھ ۱۱۴۳ھ میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور وہاں کے اساتذہ اور علماء سے حدیث کی اجازت حاصل کرنے حضرت شاہ صاحب کے ساتھ رہے حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ میں کوئی انکے مرتبہ کو نہیں پہنچا، نہ علم میں اور نہ معرفت میں، یہ شاہ صاحب کے علم و معرفت کے آئینہ تھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مولانا محمد عاشق کے شاگردوں میں ہیں، کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے، یہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی حکومت کا زمانہ تھا، ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی (م ۱۱۳۱ھ) سے حاصل کی اور پھر متوسطات و اعلیٰ تعلیم بھی اپنے والد ہی کی خدمت میں رہ کر حاصل کی، والد سے ہی بیعت ہوئے اور مدارج سلوک طے کیا، شیخ محمد افضل سیالکوٹی سے بھی علم حدیث میں استفادہ کیا۔

پھر ۱۱۴۳ھ میں حرمین شریفین تشریف لے گئے اور مسلسل دو سال رہے، اور محمد طاہر مدنی سے شرف تلمذ حاصل کیا، اور یہاں آکر درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا، تفسیر، حدیث، فقہ اور علم کلام تمام میں مہارت حاصل کی۔

اس دور کے تمام علماء کرام نے آپ کی مدح و ستائش کی اور آپ کی علمی روحانی خدمات کے معترف ہوئے۔

۱۱۷۶ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی اور آپ کے صاحبزادوں اور اہل خاندان کی تدفین درسگاہ شاہ ولی اللہ (مہندیان) میں ہوئی۔ تفصیلی حالات نزہۃ الخواطر جلد سادس کا مطالعہ فرمایا جائے۔

●●

ڈاکٹر عبدالرزاق فاروقی
صدر شعبہ اردو
گلبرگہ یونیورسٹی گلبرگہ

شوامل الجمل در شمائل الکمل

"شوامل الجمل در شمائل الکمل" بیدر (کرناٹک) کے مشہور بزرگ حضرت ابوالفیض من اللہ کی تصنیف ہے۔ حضرت ابوالفیض خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (متوفی ۸۲۵ھ) کے پوتے تھے۔

فارسی زبان کا یہ نسخہ ۲۸۰ اوراق پر مشتمل ہے اور ہر ورق پر ۱۲ سطریں ہیں۔ زبان سادہ اور سلیس ہے۔ نسخہ سترہویں صدی کا مکتوبہ ہے۔ اگرچہ نسخہ فارسی زبان میں ہے لیکن کاتب نے عربی خط میں کتابت کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سترہویں صدی میں فارسی عربی خط میں ہی لکھی جاتی تھی۔ مزید یہ کہ یا تو نستعلیق کا رواج بعد میں شروع ہوا یا جو لوگ نستعلیق کو پسند نہیں کرتے تھے وہ عربی خط میں لکھا کرتے تھے۔

یہ کتاب تصوف کی تعلیمات پر مشتمل ہے چونکہ مصنف خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے پوتے ہیں اس وجہ سے آپ بھی چشتی سلسلے کے صوفی ہیں۔

اس نسخے کی تاریخ بڑی دلچسپ ہے۔ بہمنی سلطنت کی بنیاد ۳ اگست ۱۳۴۷ء میں پڑی۔ ۱۴۲۲ء میں فیروز شاہ کے انتقال تک اس کا دارالسلطنت گلبرگہ رہا۔ جب احمد شاہ بہمنی سلطنت کا حکمراں بنا تو دارالسلطنت گلبرگہ سے بیدر منتقل ہو گیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور ان کے ہزاروں مریدین جو گلبرگہ کی خانقاہ سے متعلق تھے، پریشانی میں پڑ گئے۔ گیسو دراز کے پوتوں، حضرت یداللہ حسینی اور ابوالفیض من اللہ حسینی کے درمیان بھی اختلاف رائے ہو گیا کہ آیا انھیں گلبرگہ کی خانقاہ ہی میں رہنا چاہیے یا حکومت کی مدد کی حصول کے لیے بیدر منتقل ہو جانا چاہیے۔

اس کتاب میں بادشاہ کی حمایت کے سلسلے میں ایک مسلمان کے کیا فرائض اور اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں اس پر گہرائی سے بحث کی گئی ہے۔ مصنف کتاب کا خیال ہے کہ اسلامی اصولوں کا تعلق محض خانقاہ سے علیحدگی یا اس میں شمولیت ہی سے متعلق نہیں ہے۔ بہمنی سلطنت کی تاریخ میں احمد شاہ بہمنی کا دورِ حکومت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ احمد شاہ نے نہ صرف اپنے بھائی فیروز شاہ کو تخت سے اتارا بلکہ اس نے گوا اور وجے نگر کے خلاف اعلانِ جنگ بھی کیا تھا۔ بہمنی فوج میں دارالسلطنت سے باہر حبشیوں اور ایران اور عراق سے آنے والے غیر ملکی باشندوں نے 'ملکی' اور 'آفاقی' کا مسئلہ کھڑا کر دیا تھا۔ اس مشکل وقت میں آپ کی تعلیمات نے یقیناً احمد شاہ کی پالیسیوں کی حمایت میں گرانقدر رول ادا کیا ہو گا۔

تصوف کے نقطہ نظر سے روزمرہ کی زندگی سے متعلق ابوالفیض جیسے بڑے صوفی کے نظریات کیا تھے۔ اس مخطوطے سے اس دلچسپ پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ آپ نے تصوف کو ایک طریقہ زندگی کی حیثیت سے اپنانے کا تصور دے کر ایک نئی راہ اور ایک نیا نقطہ نظر پیش کیا تھا۔ تصوف کا مطلب یہ نہیں کہ ان سماجی اور سیاسی ذمہ داریوں سے جو ایک مسلمان پر عاید ہیں، خواہ وہ کسی خانقاہ سے منسلک ہو یا نہیں، علیحدگی اختیار کرلی جائے۔

مخطوطہ دس ابواب پر مشتمل ہے اگرچہ کسی باب کا کوئی مخصوص عنوان نہیں دیا گیا ہے۔ صرف باب اول، باب دوم، باب سوم وغیرہ لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اس طرح جن موضوعات پر بحث کی گئی ہے ان کیلئے بھی موضوع، نام یا عنوان نہیں دیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوالفیض نے اپنے وعظ اور تبلیغ کے دوران جن باتوں کو لکھوالیا تھا یہ انہیں کا ایک مجموعہ ہے۔ مخطوطہ کا سب سے دلچسپ حصہ وہ ہے جہاں اس عہد کے سیاسی واقعات پر بحث کی گئی ہے۔ آپ نے احمد شاہ، اس کے درباریوں اور فوجیوں کو کافی اہمیت دی ہے۔ اس طرح یہ مخطوطہ چشتی سلسلے کے ایک صوفی جن کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے ملتا ہے، کی سیاست پر اور تصوف سے متعلق معلومات کی ایک دستاویز ہے۔

میرے خیال میں اگر اس مخطوطے سے ان بحثوں کو جو اس عہد کی سیاست اور تاریخی واقعات سے متعلق ہیں، الگ کرلیا جائے تو یہ مخطوطہ عہد وسطیٰ کے کرناٹک کی تاریخ کا ایک اہم ماخذ بن جائے گا۔

(انگریزی سے ترجمہ و تلخیص)

(ترجمہ: ڈاکٹر سلیم الدین احمد)

●●

ڈاکٹر پروین رخسانہ
شعبہ تاریخ
گلبرگہ یونیورسٹی

ارشاد الطالبین

(سید محمد حسینی گیسو دراز)

میں جس مخطوطہ کو اہل نظر اصحاب کی خدمت میں پیش کرنا چاہتی ہوں وہ حضرت خواجہ گیسو دراز سے منسوب ہے مشائخ چشت میں حضرت موصوف کی شخصیت کافی جانی پہچانی ہے۔ آپ کو دکنی کے اولین ادیبوں میں بھی شامل کیا جاتا ہے۔ ان کے اکثر تذکرہ نگار یہ بتلاتے ہیں کہ آپ کی عمر شریف ۱۰۵ سال کی تھی اور اتنی ہی کتابیں اور رسائل بھی آپ سے منسوب کیے جاتے ہیں مثلاً رسالہ شکار نامہ، رسالہ "دل آرام" وغیرہ وغیرہ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے ارشادات کو آپ کے بڑے صاحبزادہ حضرت اکبر حسینی اور دیگر ارادت مند ترتیب دے لیتے تھے۔ ایسے ہی مرتب کردہ رسالوں میں سے ایک "ارشاد الطالبین" بھی ہے۔

"ارشاد الطالبین" نہایت مختصر رسالہ یا مقالہ ہے۔ یہ صرف ۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ روضہ شیخ علاالدین جنیدی گلبرگہ شریف کے سجادہ نشین صاحب کے ذاتی ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے۔

(۱) میرے نزدیک اس کی یہ اہمیت ہے کہ یہ غیر مطبوعہ ہے۔ (۲) دوسری بات یہ ہے کہ نہایت اچھی حالت میں ہے۔ ہر چند اس کے دو صفحات کے کنارے تباہ ہو گئے ہیں۔ (۳) تیسری اہمیت یہ ہے کہ مختصر انداز میں حضرت خواجہ گیسو دراز کی تعلیمات اس رسالہ میں مل جاتی ہیں۔

حکایات اور تمثیلات، کے ذریعہ بیان کو طول نہیں دیا ہے۔ اس کے بجائے ہر بیان کی بنیاد یا تو قرآن شریف کی متعلقہ آیت پر ہے یا اس بیان سے متعلق حدیث شریف کو تائید میں پیش کیا ہے۔

اس مخطوطہ میں حسب ذیل Topics یا موضوعات پر خواجہ گیسو دراز کے ارشادات عالیہ ہمیں ملتے ہیں۔

(۱) عرفان (۲) ایمان (۳) اسلام

ان تین باتوں کی تشریح نہایت مختصر مگر جامع انداز میں ہے اس کے بعد (۱) مقام ناسوت (۲) مقام ملکوت (۳) مقام جبروت ان امور کی تشریح کے بعد (۱) ذکر سری (۲) ذکر خفی سے متعلق طالب کو ضروری ہدایات دی گئی ہیں۔

(۱) اصل مخطوطہ نواب صاحب کلیانی، ضلع بیدر کے ذخیرہ کتب میں ہے۔

(۲) میں نے جس نسخہ سے استفادہ کیا ہے وہ کلیانی والے نسخہ کی نقل ہے۔

(۳) کلیانی والے نسخہ پر ۱۲ شعبان ۱۳۵۸ھ کے ساتھ ساتھ کتب خانہ اسٹیٹ کلیانی محفوظ است لکھا ہے۔

ارشاد الطالبین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ب العالمین علیٰ کلِّ حالٍ وکلِّ حینٍ

وة والسّلامُ علیٰ خیرِ خلقهٖ محمّدٍ وآلهٖ واصحابهٖ

اجمعین ۞

ما بعد انکہ این رسالہ ایست ارشاد الطالبین در خانوادہ چشت

زحضرت بندگی مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز بندہ نواز چشتی

قدس اللہ سرہ العزیز برائے طالب صادق فرمودند کہ اول سہ مرتبہ بداند

یکے عرفان دوم ایمان سوم اسلام۔ عرفان آنکہ اول یقین بر خدای تعالیٰ

چنان بیارد کہ ہست دانا و توانا و قادر و مالک بر ہمہ عالم از قدرت خود در

یچ باب عاجزی در خداوندی او نیست و او را بر قدرت و صفت و حکمت او

شناسد این عرفان شد بعدہٗ بر وے ایمان آوردن لازم است و ایمان چگونہ

بیارد چنانچہ در قرآن مجید فرمودہ است اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یَفْعَلُ اللّٰہ

مَا یَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ بر حکم اینکه آن خداوند تعالیٰ ہر چہ خواہد کند
واگر خواہد قہر کند واگر خواہد لطف کند قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الایمان
بَیْنَ الخَوْفِ وَالرَّجَاءِ دریں باب حضرت شاہ پیر ابجی شمس الدین
قدس اللہ سرہٗ دوہرہ فرمودہ اند دوہرہ

اللہ کرے سو ہوئے صحیح یہی توجہ ایمان کرنا رہنا ہو گر
در دانستن شک نباشد بعد ازاں تسلیم باید کرد کہ معنی ا
فرمودہ است سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کہ عبارتست بر حکم لا
محمد رسول اللہ تسلیم چنان باشد کہ ہر چہ خدای تعالیٰ بر و
است بطاعت و عبادت و معرفت ہمہ را بجا آرد بر شرع محمدی صلی
علیہ وسلم مستقیم باشد قولہ تعالیٰ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ
اَطَاعَ اللّٰہَ یعنی ہر کہ طاعت رسول کرد او طاعت خدا کرد یعنی بر حکم خدا و رسو
تسلیم باشد تا اسلام حاصل شود بداں اے طالب اگر ایں قدر معرفت
در دل حاصل آید دل او در راہ باطن روشن شود مگر ایمان با عرفان و اسلام
در دل طالب قرار گیرد بعد ازاں بر ذکر مشغول گردد تا او را حالت نماید انشاء اللہ
تعالیٰ بعد ازاں ذکر شروع کند بر طالبان صادق ذکر اول بر اعضائے ظاہر
اسم اللہ ثابت کند بر حکم وَاذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا

در هر دمی و در هر رگی بدیدن و شنیدن بحرکت و سکنت و در هر حال بمقام
الله موجود نماید و در ظاهر زبان و گوش و چشم و دست و قدم خواه ساکن
باشد تا دریں حال صفات مقام ناسوت حاصل
گویند که حدیث نبی صلی الله علیه وسلم ذکر اللسان
رجلی است بعد ازاں ذکر قلبی چنانچه در دل شروع کند
ی الله علیه واله وسلم ذِكْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَةٌ
ن جز یاد الله هیچ چیز نماید و بجز او کسی را نداند الله الله
بیان قرار دارد که مستغرق شود و مست گردد تا همه غیر را فراموش
اینجا مقام ملکوت حاصل شود انشاء الله تعالی بعد ازاں ذکر روحی شروع
بر حکم حدیث نبی صلی الله علیه واله وسلم ذِكْرُ الرُّوحِ مُشَاهَدَةٌ آں
ر روحی تعلق بروح است که نور خدای تعالی مشاهده کند بریں طریق که
اول در باطن نظر باطن بر مشاهده پیر عین بعین صورت ظاهر مرشد را
بیند تا ازاں تصور صورت ظاهر در نظر باطن گشاده شود و نور را مشاهده کند
ازاں نور خدای تعالی را بیند بصورت باطن کسی را که توفیق بخشد دریں
مقام جبروت حاصل شود قوله تعالی يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ
بعد ازاں ذکر سری شروع کند بر حکم حدیث نبی صلی الله علیه وآله وسلم
اِنَّ ذِكْرَ سِرّي مُعَايَنَةٌ یعنی سری محل محبت است تا دریں مشاهده

نور در دل بندہ گردد و در جان بندہ لقای حضرت رب العالمین
زیادہ شود و بروے اشتیاق و عشق روی نماید اچنانکہ از خودی خود بخود
شود و طاقت نیارد تا سطلق محبت محبوب را بیند در ہر لحظہ
حاصل شود و حال بسیار و اسرار بے شمار پیدا آید
لقای جمال عنایت شود و صاحب ولایت گردد انشاء
ازاں ذکر خفی باید و وصل ذات بدست آید بر حکم حدیث
آلہٖ وسلم اَلذِّكْرُ الْخَفِيُّ مُعَايَنَةٌ يعنی خود را در فنا
کند و ایں از ارادت خدای تعالیٰ است کہ محبت و عشق او در
جذبہ کند وے را باید کہ در خود مخفی کند تا وصال ذات را بیابد تا اند
توحید حقیقت و مقام قرب حاصل شود کہ در توحید حقیقت
لَا رَبَّ وَلَا عَبْدَ است درینجا از خودی خود چناں فنا شود کہ
نداند من و ما و تو و از ذوق او پر شود در ہر طرف روی او نماید قولہ تعالیٰ
فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ خبر حال او شود درینجا کمال حالت
ظہور ذات و صفات معاینہ کند و تسلی شود انشاء اللہ تعالیٰ ۔
دربیان مقام سیر و طیر بدانکہ طالب باید کہ بوجود روحانی سیر کعبہ و طیر
بر عرش برابر سیر خود نماید تا شیطان راہ نزند اینجا اشارتست کہ

هر که عارف باشد فهم کند و هر عبادت که کند بوجود نورانی کند نیت بوجود خاکی
ندارد و این سیر طریقت است چون طالب را سیر و طیر حاصل شود یعنی
کمه... ت پدید آید پنهان نماند و سیر حقیقت آنکه لقای پیر خود
ر ذاتِ خدای تعالیٰ موجود عین بعین ذاتِ مطلق را
بماند و طالبِ صادق را دل آئینه شود تا در پیر خود
نماید و در خود تصور کند بر شاهد خود و عارف تسلیم شود و
ما بهٔ اوست چون بر اعضا شاهد روح است و در این
همه و بی همه ذاتِ خدا حاصل شود و منتهی و کامل گردد و درمیان
او الله جمع شود و مقام محمد صلی الله علیه و آله و سلم حاصل آید و محبوب
گردد انشاء الله تعالیٰ

تمت

منقول از رسالهٔ ارشاد الطالبین که در
کتب خانهٔ اسٹیٹ کلیانی
محفوظ است

المرقوم
۱۲ شعبان ۱۳۵۸ھ

ڈاکٹر سید وحید اشرف
مدراس یونیورسٹی، مدراس۔

جنوبی ہند کے دو اہم مخطوطاتِ تصوّف

(۱) ملفوظات محمد مخدوم ساوی

جس وقت شمالی ہندوستان میں شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) نے شریعت و طریقت کی بزم آراستہ کی انھیں دنوں جنوبی ہند میں محمد مخدوم ساوی (م ۱۱۶۶ھ) نے یہاں کی فضا کو علم و عرفان اور نور ہدایت سے منور کر رکھا تھا۔ محمد مخدوم جنوب میں عبدالحق ساوی اور دستگیر کے القاب سے معروف ہیں۔ آپ ایک کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ایک سو تک بتائی جاتی ہے۔ "کتب خانۂ دیوان صاحب باغ مدراس" میں ان کی بیس کتابوں اور رسائل کے نام ملتے ہیں۔ لیکن ان کی کتابوں میں سے ایک بھی اب تک شائع نہ ہو سکی۔ اس مختصر مضمون میں راقم الحروف نے آپ کے ملفوظات کا تعارف کرایا ہے لیکن ملفوظات پر کچھ کہنے سے پہلے کے حالات کے بارے میں ضروری اطلاعات خارج از بحث نہ ہوں گی۔ محمد مخدوم ساوی کی پیدائش گیارھویں صدی ہجری کے اواخر میں بیجاپور میں ہوئی۔ صحیح تاریخ پیدائش معلوم نہیں۔ تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے یعنی ۱۱۶۳ھ، ۱۱۶۵ھ اور ۱۱۶۶ھ۔ اگر تاریخ وفات کم سے کم یعنی ۱۱۶۳ھ بھی مان لی جائے تب بھی یہ ممکن ہے کہ آپ کی پیدائش بارہویں صدی ہجری کی ابتدا میں ہوئی ہو۔ مدت حیات بھی نامعلوم ہے۔

سلسلۂ نسب کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں دو مختلف روایات ملتی ہیں۔ مخدوم ساوی کے بیٹے محمود ساوی نے اپنا سلسلۂ نسب بیجاپور کے عادل شاہی خاندان سے ملایا ہے انھوں نے اپنا سلسلۂ نسب یوں تحریر کیا ہے۔

"اما بعد میگوید فقیر الی اللہ شاہ محمود ساوی ابن محمد مخدوم ساوی القادری و ہو عن اولاد یوسف عادل شاہ ساوی البیجاپوری ابن سلطان مراد و ہو عن اولاد سلطان عثمان الترکمان جد السلاطین الروم"

آخری جملہ جد السلاطین الروم کی ترکیب بھی محل نظر ہے۔ ممکن ہے اس میں کاتب کا کچھ تصرف ہو۔ یہ تحریر جس رسالہ میں ہے اس کا نام ہے دعا رانبیا فی حصول جمیع المدعا اور اس کا سنہ تالیف ۱۱۹۹ھ ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دیوان صاحب باغ مدراس میں ہے۔

لیکن مخدوم ساوی کے عزیز ترین خلیفہ سید ابوالحسن قربی (م ۱۱۸۶ھ) نے ملفوظات شیخ مخدوم ساوی کی

تمہید میں ان کے آباؤ اجداد کا تعلق ساوہ سے بتایا ہے جو کبھی وہاں سے منتقل ہو کر بیجاپور میں متوطن ہو گیا۔ وہ لکھتے ہیں۔

"بدانکہ حضرت شیخ مادر اصل از شہر ساوہ اند و اجداد ایشان از آں جا بر آمدہ بہ بیجاپور مسکن اختیار نمودند۔ ایشان در آنجا متولد شدہ، چوں جوان شدند طلب الٰہی دامن گیر شدہ در شہر بسونت (نزد نظام آباد) بخدمت تاج المحققین زبدۃ المدققین شیخ تاج الدین قدس سرہ آمدہ، مدتی در خدمت ایشان بود، بکمال عرفان فائز گردیدہ، بعد وفات ایشان بخواہش سیادت پناہ و نجابت دستگاہ شاہ میر قدس سرہ متوجہ کرناٹک شدند و در دار السرور میلاپور کہ بر ساحل دریا چشمہ سرور است سکونت فرمودند۔ و اکثر طالبان از جمیع اقالیم آمدہ بحضور پر نور مشرف شدہ توبہ از الحادی از جاہای دیگر حاصل داشتند بہرہ ای از عرفان الٰہی موافق نصیب ازلی یافتند" (تمہید ملفوظات)

سید ابو الحسن قربیؔ ۱۱۳۷ھ میں مخدوم ساوی کی ارادت میں داخل ہوئے۔ (تمہید ملفوظات) اور اس کے بعد اکثر اوقات مرشد کی خدمت میں رہتے تھے۔ ملفوظات سے شیخ ساوی کے بعض ذاتی حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا۔ مخدوم ساوی کے بیٹے محمود ساوی کے بیان پر اعتماد کیا جائے جو اپنا سلسلۂ نسب عادل شاہی خاندان سے بتاتے ہیں یا ان کے عزیز ترین خلیفہ قربی کا بیان جو ان کے آباؤ اجداد کا تعلق مقام ساوہ سے بتاتے ہیں جو ایران میں ہے۔ ہمارے نزدیک قربی کا بیان لائق اعتبار ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بیٹے نے دانستہ طور پر غلط بیانی سے کام لیا ہے بلکہ یہی کہنا پڑتا ہے کہ بیٹے کو صحیح اطلاع نہ مل سکی۔ اس نتیجہ تک پہنچنے کے لیے ہمارے قرائن حسب ذیل ہیں۔

عبد الحق ساوی نے تین شادیاں کی تھیں۔ ان کے بیٹے شاہ محمود نے والد کے انتقال کے ۳۲ سال بعد ۱۱۹۹ھ میں اپنا رسالہ لکھا یعنی جب وہ باشعور ہو چکے تھے۔ کسی نے یہ تصریح نہیں کی ہے کہ شاہ محمود کس بیوی کی اولاد سے ہیں قرینہ یہ بتاتا ہے کہ وہ آخری بیوی کی اولاد سے ہوں گے اور غالباً زمانۂ بلوغ میں انھوں نے والد کا زمانہ نہ پایا ہو۔ ان کی معلومات بربنائے شہرت ہوگی یعنی بطور افواہ جیسا کہ اب تک مشہور ہے۔ اس ملفوظ کی اطلاع اس کی اشاعت سے پہلے کسی کو نہ تھی۔ یہ راقم کی دریافت ہے۔ قربی نے جو کچھ لکھا ہے وہ خود اپنے مرشد سے سن کر لکھا ہے۔ قربی خود ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ محض کسی افواہ پر اعتماد کر لینا ان جیسے بزرگ کے لیے زیب نہیں دیتا۔ (قربی کے حالات ان کے مشہور شاگرد باقر آگاہ نے اپنی کتاب "مناقب تحفۃ الحسن" میں بیان کیے ہیں۔)

دوسرے یہ کہ اگرچہ محمود ساوی کا بیان ہے کہ ان کے والد کی پیدائش شاہی گھرانے میں ہوئی لیکن مخدوم ساوی کی ابتدائی زندگی جس افلاس اور تنگدستی میں گزری ہے اس سے یہ یقین نہیں ہوتا کہ وہ کسی امیر گھرانے میں پیدا ہوئے (عادل شاہی حکومت کا خاتمہ ۱۰۹۷ھ میں ہوا۔ اسی کے آس پاس مخدوم ساوی کی تاریخ پیدائش ہو سکتی ہے)

عادل شاہی حکومت کے انقراض کے فوراً بعد یہ تنگدستی نہیں آسکتی تھی۔ مخدوم ساوی کی ابتدائی زندگی میں معاشی دشواریوں اور افلاس کا حال خود ان کے ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے (لفظ ۱۲)

تیسرے یہ کہ نام کے ساتھ ساوی کی نسبت بھی بلاوجہ نہیں ہے۔ البتہ یہاں ایک بات کھٹکتی ہے کہ ساوہ کے رہنے والے ساوَجی کہلاتے ہیں جیسے سلمان ساوجی لیکن محمد مخدوم کو ساوی کہنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ چوں کہ ان کی پیدائش ہندوستان میں ہوئی اور یہاں کے لوگوں کو ساوجی کا علم نہ رہا ہوگا اس لیے ساوہ کی نسبت سے وہ ساوی مشہور ہو گئے۔ پھر ساوَجی کے مقابلہ میں ساوی زیادہ سہل الادا ہے۔ اسی عدم واقفیت کے سبب ساوی کے بجائے کہیں کہیں یہ لفظ محمد مخدوم کے نام کے ساتھ ساوائی بھی ملتا ہے۔

حضرت قربی کے بیان سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ابتدا میں عربی کی تعلیم مکمل کرنے سے پہلے شیخ ساوی نے اپنے مرشد تاج الدین سے سلوک کی تعلیم حاصل کر لی تھی۔ اسکے بعد حضرت شاہ میر سے عربی کی تحصیل مکمل کی۔ اس طالب علمی کے زمانہ میں استاد خود طالب علم کا جس قدر لحاظ کرتے تھے اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت تک حضرت مخدوم ساوی سلوک کے بہت سے مدارج طے کر چکے تھے البتہ سلوک کی تعلیم اور عربی کی تعلیم دونوں جاری تھیں اور مرشد کے انتقال کے بعد بھی عربی تعلیم کچھ دنوں تک جاری رکھی۔ ملفوظ میں ہے۔

"می فرمودند کہ در خدمت شیخ قدس سرہ بتوکل می گزرانیدم و حالت شیخ نیز بفقر و فاقہ بنہایت رسیدہ بود من نیز بہمان حالت در خانہ ایشان می بودم و پیش شاہ میر علیہ الرحمہ برای خواندن علم عربی می رفتم شش ماہ بود کہ در خانہ فاقہ سہ و چہار روزی می گذشت و کسی را اطلاع براین حالت نبود، شاہ میر را لباس دنیوی بسیار بود و با من محبت کامل و مودت مفرطی داشت چنانکہ ساعتی بے دیدن من آرامی نداشت و من ہمیشہ برای تعلیم علوم پیش او آمد و رفت می داشتم و در آن ایام در بدن من بسبب فقر لباس نبود جز دامن نیمہ کہنہ خود کہ کفنی آں ساختہ بودم و در پا کفش ہم نبود وقتیکہ نزد ایشان میرسیدم پا را شستہ بر بساط می آمدم" (لفظ ۱۲)

بعد میں شاہ میر ہی کے اصرار پر مخدوم ساوی آرکاٹ آ گئے اور شاہ میر خود اپنے شاگرد کے حلقۂ ارادت میں آ گئے۔

مخدوم ساوی نے مدراس میلاپور محلہ میں اپنا مستقر بنایا لیکن سیر و سیاحت میں بھی کافی وقت گذارا۔ سفر کی مدت اور تاریخ کا ذکر نہیں ہے۔ بعض کتابیں ملا یا میں لکھیں۔ شمال میں دلی اور لاہور کے سفر کا پتہ ملفوظ سے چلتا ہے۔ سفر کا اصل مقصد بزرگوں سے ملاقات کرنا اور ان سے استفادہ کرنا تھا۔ لاہور میں ایک بزرگ محمد سعید سے ملاقات کا موقع ملا۔ مخدوم ساوی نے ان کی بہت تعریف کی ہے۔ ملفوظ میں ہے۔

"در شہر لاہور قدوۃ المحققین محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ بیان جامع در توحید فرمودند کہ عقل مبہوت میشد و روح از التذاذ تمام مسرور و محظوظ گشت، بعد اتمام فرمودند کہ شما بوطن خود بروید و بجای خود ساکن شوید" (لطفۃ ۱۵) لیکن شاہ ولی اللہ یا مظہر جانجاناں کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

مدراس میں مخدوم ساوی کا زمانہ نواب محمد علی والاجاہ کا زمانہ ہے۔ نواب والاجاہ آپ کے نہایت معتقد تھے۔ آپ کی وفات کے بعد مزار پر انھوں نے ایک گنبد تعمیر کرایا۔

مخدوم ساوی کی ساری تصانیف تصوف پر ہیں۔ ان کی تصانیف جو موجود ہیں اور مدراس میں کتب خانہ دیوان صاحب باغ میں محفوظ ہیں، ان کے نام یہ ہیں:

١۔ رسالہ میزان المعانی، ٢۔ رسالہ غایت التمثیل، ٣۔ رسالہ بیان واقعی، ٤۔ دلیل محکم، ٥۔ رسالہ الطریقۃ القویم فی طلب صراط المستقیم، ٦۔ رسالہ اصطلاحات صوفیہ، ٧۔ رسالہ جوامع الاسرار، ٨۔ رسالہ صحبت، ٩۔ کشف الایمان، ١٠۔ رسالہ فیض، ١١۔ رسالہ ولایت، ١٢۔ رسالہ مفاتیح الغیب، ١٣۔ رسالہ حیات السالکین، ١٤۔ رسالہ مفتاح التفاسیر، ١٥۔ رسالہ زاد الطالبین، ١٦۔ رسالہ حیات جان، ١٧۔ رسالہ غنیمت الوقت، ١٨۔ رسالہ قبض و بسط، ١٩۔ رسالہ در تنزلات ٢٠۔ رسالہ سلوک و تصوف۔

اگرچہ ان کتابوں میں تصوف کے وہی مسائل ملتے ہیں جنھیں عام طور پر صوفیہ بیان کرتے ہیں اور ان کتابوں کو دیکھنے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان پر سید اشرف جہانگیر کے ملفوظات لطائف اشرفی کا گہرا اثر ہے۔ انھوں نے کئی جگہ لطائف اشرفی کا ذکر بھی کیا ہے۔ خصوصاً وحدۃ الوجود پر ان کی کتاب دلائل محکم لطائف اشرفی ہی سے مستفاد ہے، لیکن بعض پیچیدہ مسائل کی تشریح میں مخدوم ساوی نے کچھ مختلف طریق استدلال اختیار کیا ہے جس سے ان کی ذہانت اور ژرف بینی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان مسائل میں خاص وحدۃ الوجود، تجدد امثال و حرکت جوہری اور مسئلہ کل شیئ فی کل شیئ ہے۔

وحدۃ الوجود پر لکھنے کا سبب یہ ہے کہ عام طور پر لوگ اس مسئلہ کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا تھے۔ صوفیہ نے ابتک جو اس مسئلہ کی توجیہات کی ہیں وہ لوگوں کی عقلوں میں آتے نہ تھے اور ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق ان سے مفہوم نکال لیتا تھا۔ ملفوظات ہی سے ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی روح کو خدا کہتا تھا اور کوئی خالق و مخلوق میں کوئی امتیاز نہیں کرتا تھا۔ مخدوم ساوی نے ایسا طریق استدلال اختیار کیا ہے جس سے عام لوگوں کو گمراہی سے بچایا جا سکے۔ مخدوم ساوی کا یہ کارنامہ سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ ان کی کتابیں تو نہ چھپ سکیں لیکن انکے

خلفاء نے ان کی تعلیمات کو عام کیا۔ ان خلفاء میں حضرت قربی کا نام سب سے زیادہ ممتاز ہے۔ حضرت قربی نے ان کی شرح میں خود متعدد مختصر رسالے لکھے اور اپنے مرشد کے اقوال کو مزید شرح کر کے لکھا۔ یہ رسالے دائرۃ المعارف حضرت مکان ویلور سے شائع ہوئے ہیں۔

مخدوم ساوی نے تصوف کے جن مسائل کو اپنی مختلف کتابوں میں تفصیل سے بیان کیا ہے وہ مسائل اجمال کے ساتھ ملفوظات میں بھی آگئے ہیں اور چونکہ جامع ملفوظات ابوالحسن قربی خود ایک نہایت ذہین اور خدا رسیدہ بزرگ تھے اس لیے ملفوظ میں مسائل کی زیادہ تشریح و توضیح کی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے ان مسائل کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے مخدوم ساوی کی دوسری کتابوں کے مطالعہ کی بھی ضرورت ہے اس کے ساتھ ان کے شارح ابوالحسن قربی کے رسائل بھی ملفوظ کی تفہیم میں معاون ہوں گے۔

وحدت الوجود، تجدد امثال و حرکتِ جوہری اور کلُّ شیءٍ فی کلِّ شیءٍ

ان تینوں مباحث کا تعلق وجود سے ہے یعنی آج سائنس کے موضوعات کا جو مرکز ہے اس پر صوفیہ بہت پہلے کشفی اور نظری طور پر بحث کر چکے ہیں۔ ہر عملی تجربہ سے پہلے کوئی نظریہ ذہن میں آتا ہے اور سائنس اپنے تجربہ سے اس کی تصدیق یا تردید کرتی ہے۔ سائنسی انکشافات 'ایٹم' 'انرجی' وغیرہ کا وجود کائنات کی وحدت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اسی طرح کلُّ شیءٍ فی کلِّ شیءٍ کا مطلب مخدوم ساوی نے یہ بتایا ہے کہ ایک وجود میں جو مراتب پائے جاتے ہیں وہ مراتب کائنات کی ہر شے میں پائے جاتے ہیں۔ درخت میں بھی قوت سماعت ہے اور پتھر میں بھی وہ مراتب ہیں جو انسان میں ہیں۔ سائنس ابھی صرف اتنا تصدیق کر سکی ہے کہ درختوں میں بھی جان ہے۔ گویا صوفیہ کے انکشافات سے ابھی سائنس بہت پیچھے ہے اور صوفیہ کے انکشافات سائنس کے لیے نظری استدلال فراہم کرتے ہیں۔

یہاں اس پر پوری بحث کا موقع نہیں ہے۔

تجدید امثال اور حرکت جوہری بھی بہت قدیم مسئلہ ہے جس پر حکماء، متکلمین اور صوفیہ نے بھی بحثیں کی ہیں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شے ایک آن بھی اپنی ایک حالت پر نہیں ہے اس میں ہر وقت تغیر ہوتا رہتا ہے۔ اس نظریہ کے وجود کا سبب یہ ہے کہ ثبات صرف خدا کو ہے اور وہ غیر متغیر ہے اور ہر حادث ہر آن متغیر ہے۔ اس اصول کو تسلیم کرنے میں بہت سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں جن کے جواب متکلمین اور صوفیہ نے دیے ہیں۔ مخدوم ساوی نے بھی اس مسئلہ کو بیان کرنے کے بعد اس پر اعتراضات کے جوابات دیے ہیں۔ حرکت جوہری لازمی نتیجہ ہے تجدد امثال کا۔ یہ حرکت دو طرح کی ہوتی ہے اور اسی حرکت پر زندگی کا مدار ہے۔ صوفیہ کے مہتم مسائل

میں یہ مسئلہ بھی ہے اور سائنس دانوں کو دعوت فکر دیتا ہے۔

اسی طرح صوفیہ بہت پہلے کہہ چکے ہیں کہ مادہ کو فنا نہیں۔ عدم کا لفظ مجازی ہے کوئی شے اس طرح معدوم نہیں ہوتی کہ اس کا وجود بالکلیہ ختم ہو جائے بلکہ وہ صرف اپنی شکل بدل دیتی ہے۔ سائنس بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔

غرضیکہ وجود کے بارے میں صوفیہ کے نظریات جتنا پہلے اہم تھے، سائنسی دور میں ان کی اہمیت اور زیادہ ہو گئی ہے۔ ملفوظ میں تصوف کے ان اہم مسائل کے علاوہ کچھ ایسے بیانات بھی پائے جاتے ہیں جن کی افادیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ خود مخدوم ساوی کے حالات کے بارے میں اس میں کچھ اطلاعات ملتی ہیں جو اس ضمن میں مستند ترین ہیں۔ بعض دوسرے بزرگوں کے بارے میں بھی کچھ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "اب مومن وکافر سب کے اخلاق بگڑ چکے ہیں اور صحیح بات لوگ سننا بھی نہیں چاہتے۔ اب اگر کوئی طاقت سے ان کو درست کر سکا تو فبہا ورنہ حالات اور ابتر ہو جائیں گے" اور آخر کار یہی ہوا یعنی سلطان ٹیپو جیسے لوگ کامیاب نہ ہو سکے اور انگریزوں کا تسلط بڑھتا ہی گیا۔

کتاب کی زبان اور انداز بیان ادبی نقطۂ نظر سے قابل توجہ نہیں ہے۔ لیکن موضوعات کی اہمیت میں زبان وبیان حارج نہیں ہے۔ البتہ اگر یہ کتاب شائع کی جائے تو بغیر شرح ووضاحت کے اس کی اشاعت زیادہ مفید نہ ہو سکے گی۔ نسخۂ ملفوظ میں کل ۹۷ صفحات ہیں، ہر صفحہ میں سترہ سطریں ہیں۔ مسودہ بڑی تقطیع پر ہے۔ ہر قول کو لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کل ۹۴ لفظ ہیں۔ اس کا واحد نسخہ کتب خانہ دیوان صاحب باغ مدراس میں محفوظ ہے مسودہ کے آخر میں یہ ترقیمہ ہے۔

تمت بالخیر ملفوظ شریف حضرت جد امجد حضرت مخدوم شاہ ساوی القادری قدس اللہ سرہٗ العزیز تالیف شاہ ابوالحسن قربی بتاریخ ہفدہم جمادی الثانی ۱۲۴۹ھ سید بہاء الدین۔

(۲) جواہر السلوک

جواہر السلوک ویلور کے مشہور بزرگ سید محی الدین نقوی الملقب بہ قطب ویلور کی تالیف ہے۔ قطب ویلور کے جد امجد سید ابوالحسن قربی ۱۱۲۲ھ میں اپنے والد کے ہمراہ بیجاپور سے ویلور آئے۔ یہاں انھوں نے فخرالدین بھکری اور اس کے بعد محمد مخدوم ساوی سے سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں اردو و فارسی شاعری اور سلوک کی تعلیم میں ترقی کی خدمات نہایت قابل قدر ہیں۔ ان کے بیٹے سید عبداللطیف ذوقی بھی ایک بلند پایہ صوفی اور شاعر تھے۔ قربی نے ۱۱۸۶ھ میں اور ان کے بیٹے ذوقی نے ۱۱۹۴ھ میں وفات پائی۔ ذوقی کے بیٹے قطب ویلور تھے جن کی تالیف جواہر السلوک کا تعارف پیش نظر ہے۔

جواہر السلوک فولس کیپ سائز کے ۴۰۲ صفحات پر مشتمل ہے اس میں چالیس ابواب ہیں ہر باب کو فائدہ کے نام سے موسوم کیا ہے، ہر فائدے کے تحت مزید فصلیں ہیں ۔کتاب کا ایک چوتھائی حصہ یعنی دس فوائد چھپ چکے ہیں ۔ راقم کی نظر سے یہی دس مطبوعہ فوائد گذرے ہیں ۔ ان فوائد کو دیکھنے سے نیز کتاب کی ابتدا میں ابواب کی تفصیل پر ایک نظر ڈالنے سے پوری کتاب کے طرز کا اندازہ ہوجاتا ہے ۔

یہ کتاب امیر الدولہ بہادر کی فرمائش پر لکھی گئی جیسا کہ مصنف نے خود اس کی تصریح کردی ہے ۔ مصنف کا بیان ہے کہ قارئین اس میں میرا کوئی کارنامہ نہ سمجھیں اور مجھے سخن چین سے زیادہ مرتبہ نہ دیں اور نکتہ چینی بھی نہ کریں کیونکہ یہ نکتہ چینی اور عیب جوئی اکابر پر ہوگی نہ کہ مجھ پر یہ صحیح ہے کہ مولف نے تصوف کی بہت سی کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور انھیں کے مطالب کو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے لیکن ان مطالب کی تفہیم و ترتیب میں مولف نے جس شعور اور ژرف بینی کا ثبوت دیا ہے وہ آسان کام نہیں ہے ۔ یہ ایک ایسا صوفی ہی کرسکتا ہے جو راہ طریقت کا سالک ہو سائل کے تحلیل و تجزیہ کی پوری صلاحیت رکھتا ہو اور اپنے مخاطب یعنی جن لوگوں کے لیے اور جس دور میں یہ کتاب لکھی گئی ہے ان کا فہم کے مطابق طرز تفہیم اختیار کرسکتا ہو ۔ اپنی خاکساری کے باوجود مولف کو ان دشواریوں اور ان مقتضیات کا پورا احساس تھا چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"ایں جواہر یست چند در سلوک معنوی کہ در سلک حروف و کلمات منسلک گردید و فوائد یست بلند در سیر و سفر انسانی کہ از مکمن غیب بجلوہ گاہ شہادت رسید، مقاصد ایں فوائد تا وسع در طی اسناد مطوی است و رعایت افہام عوام در وی مرعی"

ترجمہ: "سلوک معنوی میں یہ چند جواہر ہیں جو حروف و کلمات کی لڑی میں پرو دیے گئے اور یہ سیر و سفر انسانی میں بلند فوائد ہیں جو نہاں خانہ غیب سے جلوہ گاہ شہادت میں لائے گئے ہیں ان فوائد کے مقاصد حتی المقدور اسناد پر مبنی ہیں ۔ اس میں عوام کے فہم کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے ۔"

اس کتاب کی تالیف میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان میں سے اہم کتب تصوف مندرجہ ذیل ہیں ۔

فصوص الحکم و فتوحات مکیہ (ابن عربی) حل الرموز (عز الدین عبد السلام) الانسان الکامل (عبد الکریم الجیلی) عوارف المعارف (شہاب الدین سہروردی) شرح فصوص (قیصری) شرح قصیدہ فارضیہ، مکتوب شیخ احمد سرہندی، تبصرۃ المبتدی (صدر الدین القونیوی) اشعۃ اللمعات (جامی) شرح فصوص الحکم (جامی) شرح فصوص الحکم (محب اللہ الہ آبادی) گلشن راز (محمود شبستری) شرح گلشن راز موسوم بہ مفاتیح الاعجاز، مثنوی مولانا روم، فتوح الغیب (حضرت شیخ عبد القادر جیلانی) عشرۃ الوصول (شیخ نجم الدین کبریٰ) الطاف قدس، مکتوب قدس، حسن عقیدہ

اور ہمعات (شاہ ولی اللہ دہلوی) عقائد صوفیہ اور فتح الطریق (شیخ فتح محمد محدث برہانپوری) تفسیر عزیزی و فتاویٰ عزیزیہ (عبد العزیز محدث دہلوی)۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان تمام کتابوں میں جواہر السلوک کا کیا مقام ہے اور اس کی وہ کیا خصوصیات ہیں جس کی وجہ سے یہ کتاب تصوف کی اہم کتاب بن گئی ہے۔ اس کے لیے ہمیں ان اہم کتب تصوف کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو جواہر السلوک سے پہلے لکھی جا چکی ہیں۔

ہندوستان میں لکھی گئی تصوف کی اہم ترین کتابوں میں کشف المحجوب، فوائد الفواد، مکتوبات شیخ شرف الدین یحییٰ منیری، لطائف اشرفی، مکتوبات شیخ احمد سرہندی، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کشف المحجوب میں مسائل تصوف کے جزئیات کو علیحدہ علیحدہ ابواب کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔ مکتوبات شیخ احمد سرہندی اور شیخ منیری میں تصوف کے مسائل پر نہایت عالمانہ بحث کی گئی ہے۔ اور یہ اعلیٰ درجہ کی تصانیف ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے تصوف کے بعض مسائل پر الگ الگ کتابیں لکھی ہیں اور ایک کتاب میں سلوک کی مختلف حالتوں اور مدارج کا بیان کیا ہے۔ لطائف اشرفی تصوف کے مختلف سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے جو دراصل مصنف کے ملفوظات ہیں جنھیں ان کے ایک مرید نے جمع کر دیا اور پھر موضوعات کے اعتبار سے مواد کو مرتب کر دیا۔ اس لیے بڑی حد تک یہ تصوف کی ایک مرتب کتاب ہے لیکن اس میں بھی ہر باب ایک علیحدہ کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کے علاوہ بھی دوسرے اکابر صوفیہ نے بہت سی کتابیں تصوف کے مختلف مسائل پر لکھی ہیں۔ لیکن جواہر السلوک سے پہلے کوئی ایسی کتاب نظر نہیں آتی جو فنی اعتبار سے اس طرح مرتب ہو کہ اس کا ہر باب دوسرے باب سے بتدریج مربوط ہو اور اس طرح کتاب فنی حیثیت رکھتی ہو۔ قطب ویلور کا یہ پہلا کارنامہ ہے کہ انھوں نے تصوف کے مسائل کو اس طرح مربوط و مرتب کر دیا ہے کہ ان کی کتاب فن تصوف پر ایک جامع کتاب بن گئی ہے۔ جس کی وجہ سے کتاب بڑی حد تک عام فہم بن گئی ہے۔ یہی نہیں بلکہ تصوف کے اکثر دقیق مسائل کو بھی عام فہم بنا دیا ہے۔

صلاحیتوں اور ذوق کے مراتب کے سبب انسان کے مراتب مختلف ہوتے ہیں۔ ہر انسان اپنی فطری استعداد کے مطابق ہی ترقی کر سکتا ہے۔ اس لیے اس کتاب میں پہلا باب انسان کے مراتب پر ہے۔ دوسرا باب معرفت نفس پر ہے کہ روحانی ترقی معرفت حق پر موقوف ہے اور معرفت حق معرفت نفس پر موقوف ہے۔ پھر یہ معرفت بغیر اخلاق حسنہ کے حاصل نہیں ہو سکتی ہے اس لیے اس کے لیے نفس کو تمام برائیوں سے پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں جو کوشش کرنی پڑتی ہے اسے روحانی سفر سے تعبیر کیا ہے اور تیسرے باب کو انواع سفر سے تعبیر کیا ہے۔ چوتھے باب میں

ان روحانی مسافروں کی اقسام بتائی ہیں۔ پھر چند ابواب میں اس سفر پر مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے اس طرح بحث آگے بڑھتی جاتی ہے۔ ہر بحث کو ایک فائدہ کے تحت بیان کیا ہے اور ہر فائدہ دوسرے فائدے سے مربوط ہے۔ اس میں وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود، تجدد امثال، مقامات سلوک، ولایت وغیرہ پر بھی بحثیں ہیں۔ ابتدائی ۲۸ فوائد میں علمی اور نظری بحثیں ہیں اس کے بعد عملی فوائد بیان کیے گئے ہیں۔ آخر میں سلوک کے طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ اس طرح پوری کتاب اس طرح مربوط ہے کہ فن تصوف پر یہ ایک ایسی جامع کتاب بن گئی ہے کہ بطور نصاب پڑھنے پڑھانے کے لیے یہ کتاب بہت موزوں ترین کتاب ہے یا اگر کوئی شخص تصوف کو سمجھنا چاہے تو سب سے پہلے اس کتاب کا مطالعہ سب سے زیادہ معاون ہوگا۔

اس کتاب میں مولف نے اپنے نظریات نہیں پیش کیے ہیں۔ اس کے دلائل متقدمین کے اقوال پر مبنی ہیں۔ منقولات کے علاوہ بقدر ضرورت معقولات کو استعمال کیا ہے۔ جہاں تک وجودی مسلک کا تعلق ہے قطب ویلور کا خانوادہ محمد مخدوم ساوی سے متاثر ہے جو کہ وجودی تھے اور مخدوم ساوی پر سید اشرف جہانگیر کا گہرا اثر تھا چنانچہ مخدوم ساوی کی کتاب "دلائل محکم" میں وجودی نظریہ پر ساری بحث لطائف اشرفی سے ماخوذ ہے اور اس کتاب کے حوالے بھی اس میں ملتے ہیں۔ البتہ مخدوم ساوی کا خاص کارنامہ یہ نظر آتا ہے کہ عینیت اور غیریت کے ثبوت کے لیے انھوں نے نیا طریقہ استعمال کیا اور اس کے لیے انھوں نے کچھ نئی اصطلاحیں بھی وضع کیں۔ ان کے اس طریقہ استدلال کو ان کے مرید اور خلیفہ سید ابوالحسن قربی نے قبول کیا جو سائل قربی میں منقول ہے اور سلسلہ بہ سلسلہ خانوادہ قطب ویلور میں منتقل ہوتا رہا۔ ●

سوال و جواب

● جناب شمس الدین . . . یہ حضرت خواجہ مخدوم کے فرزند تھے اور اورنگ زیب نے اپنی بہن کا نکاح بھی ان سے کر دیا تھا۔ چنانچہ اورنگ زیب کی وہ شہزادی کشمیر میں ہی کسی مزار کے قریب ہی مدفون ہیں۔ تو یہ گنج سعادت نہیں ہے، گنج سعادت ہے۔ ●●

لوشاکرہ بیگم
جامعہ عثمانیہ لائبریری، حیدرآباد

معرفۃ السلوک

یہ نسخہ طبع ہو چکا ہے لیکن اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

عام طور سے صوفیائے کرام حضرت علیؓ کے اس قول کے پابند تھے۔ "یہ دیکھو کہ کیا کہا گیا ہے یہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا ہے۔" یہی وجہ ہے کہ صوفیا کے اقوال، ملفوظات اور تصانیف دور دراز علاقوں میں مل جاتے ہیں مگر خود ان کی ذات، حسب نسب، پیدائش کی تاریخ، تعلیم، پیشہ، وصال کی تاریخ اور جائے تدفین کے بارے میں کم تر معلومات محفوظ رہتی ہیں۔ یہی حال بیجاپور کے معروف سلسلہ صوفیا خانوادہ چشتیہ امینیہ کا ہے۔ اس سلسلے کے بزرگوں کے ہزاروں ہزار مرید اور عقیدت مند دکن کے گوشہ گوشہ میں موجود تھے اور عام طور سے اس سلسلہ کی ہدایت تھی۔ "اللہ محمدؐ کے راز و رمز کے بابان کسی نامحرم سے نابولنا بولیں گے سو کافر ہوویں گے وہیں گے سو دیوانہ ہوویں گے ان کو دیوانے بھی نا کرنا اپنے کافر بھی نا ہونا۔"[1] اس احتیاط کے باوجود اس سلسلہ کے اکابر کی تصانیف کے نسخے آج بھی نہ صرف دکھن بلکہ سارے ہندوستان اور دوسرے ممالک میں بھی دستیاب ہیں گو ان رسالوں کے مصنفین کی ذات بابرکات کے بارے میں بہت کم معلومات ملتی ہیں۔ انھیں اکابرین میں ایک نام شیخ محمود چشتی المعروف محمود خوش دہاں کا بھی ہے جن کی تصنیف معرفت السلوک کا تصوف کی کتابوں میں ایک اہم مقام ہے۔

اس کتاب کی مقبولیت کا ایک ثبوت یہ ہے کہ آج اہم کتب خانوں میں اس کے نسخے محفوظ ہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل کتب خانوں میں اس کے نسخے ملتے ہیں۔

(۱) جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد (۲) ادارہ ادبیات اردو، حیدرآباد (۳) کتب خانہ سالار جنگ، حیدرآباد (۴) ڈاکٹر حسینی شاہد صاحب، حیدرآباد (۵) اکبر الدین صدیقی صاحب، حیدرآباد (۶) نیشنل میوزیم کلکتہ، مطابق فہرست مرتبہ نظام الدین احمد کاظمی صفحہ ۱۲۹ پیش کردہ سیمینار (۷) کتب خانہ خانقاہ پھلواری شریف بہار (۸) رضا لائبریری، رامپور (۹) آصفیہ حیدرآباد (مطابق فہرست مرتبہ۔ خدابخش لائبریری پٹنہ، پیش کردہ سیمینار) (۱۰) پاکستان، مطابق

---

[1] سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ مصنفہ ڈاکٹر حسینی شاہد ۱۹۷۰ء صفحہ ۲۳

فہرست مخطوطات مرتبہ :۔ احمد منزوی (۱۲) کتب خانہ انجمن ترقی اردو ہند، مرتبہ :۔ تنویر احمد علوی، پیش کردہ سیمینار۔

کتاب کی اہمیت کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ تصنیف سے تقریباً ڈھائی سو سال بعد اور آج سے ۲۵۵ سال پہلے، ۱۱۴۰ھ میں ایک صاحب دل ولی اللہ قادری کالاستوفی ۱۱۵۰ھ نے اپنے والد شاہ حبیب اللہ قادری (خود بھی معروف صاحب دل) کے حکم سے اس کا ترجمہ کیا تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیے۔

کتاب کی مقبولیت اور اہمیت کا تیسرا ثبوت یہ ہے کہ یہ کتاب دو بار طبع ہو چکی ہے[1]۔ دوسرا ایڈیشن ۱۸۹۸ء میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شایع ہوا جس میں پہلے ایڈیشن کی اشاعت کا ذکر ہے۔ دوسری اشاعت کو اب پورے ستاسی سال ہو چکے ہیں اور برسوں گزرے یہ اشاعت سے باہر ہو چکا ہے۔ ۸۷ سال کی مدت ایک مطبوعہ کتاب کو نایاب (RARE) بنانے کے لیے کافی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تصوف کی یہ بے حد اہم و کارآمد کتاب اب گم شدگی کی منزلوں میں پہنچ چکی ہے۔ مصنف کے مرتبہ اور کتاب میں اصول سلوک و تصوف کی تشریح و تفہیم زبان کی سلاست اور انداز بیان کی دل نشینی کے لحاظ سے یہ مخطوطہ اس قابل ہے کہ آج کے سیمینار میں شامل کیا جائے۔ پوری محنت، ترتیب و تشریح کے ساتھ شایع کیا جائے اور دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا جائے۔ مخطوطہ کی تفصیل سے آپ سب بھی اسی نتیجہ پر پہنچ سکیں گے۔

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے کتب خانہ میں مخزونہ معرفت السلوک کی تفصیل ڈاکٹر محمد غوث کی تیار کردہ فہرست مخطوطات (غیر مطبوعہ) کے مطابق حسب ذیل ہے :۔

نشان داخلہ :۔ ۷۵۰۲، مجموعہ نمبر :۔ فق۔ تصوف نمبر :۔ ۲۲۹۲، ۲۹۔ مخطوطہ کا نام :۔ معرفت السلوک (ورق ۲ ب)، مصنف کا نام :۔ شیخ محمود چشتی (ورق ۱ ب)، عرف خوش دہان ترقیمہ۔ موضوع :۔ تصوف، سلوک۔

مشمولات :۔ اس میں مشہور مقولہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی تشریح کی گئی ہے۔ کتابیاتی تفصیل :۔ خط شکستہ آمیز واضح نستعلیق جس کو آسانی سے پڑھا جا سکتا ہے۔ تقریباً صحیح اوراق ۱۵، سایز :۔ $8 \times 5\frac{1}{2}$، سطور :۔ فی صفحہ ۱۸۔

عنوانات سرخ میں۔ دستی چمکدار کاغذ، کیڑوں سے کسی قدر نقصان پہنچا ہے۔ مرمت شدہ مجلد۔

کاتب :۔ شاہ غلام اسد اللہ۔ تاریخ کتابت :۔ یکشنبہ ۸، شوال۔ ۱۲۱۰ ہجری مطابق ۱۷۹۵ء مقام کتابت کا اندراج نہیں ہے۔

آغاز :۔ حمد بے غایت و شکر بے نہایت بر واجب الوجود ذیرا کہ ممکن الوجود را در دائرہ ممتنع الوجود پیدا کرد۔

اختتام :۔ تا او را در علم معرفت و وحدت خود دریابد جملہ تماشائی علم را ظاہر و باطن خود را بنماید بدینے حبیب خود کہ

---

[1] اصحاب سلسلہ بندہ نواز کا علمی خدمات گمشدہ نگھتے چراغ مصنفہ اکبر الدین صدیقی ص ۴۹۔ معرفت السلوک قلمی کہ اکبر الدین صدیقی مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۸ء

محمد الرسول اللہ علیہ وسلم صلی الہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ترجمہ:۔ تمام شد نسخہ معرفت السلوک من تصنیف حضرت شاہ محمود خوش دہاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز بروز یکشنبہ ہشتم شوال المکرم۔ سنہ یک ہزار دو صد دہ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ۱۲۱۰ ہجری۔[۱]

ماخذ: ہم عصر اور بعد کے تذکروں میں بھی محمود خوش دہاں، محمود چشتی اور محمود دکھنی کے نام سے مصنف کے بارے میں ذکر ملتا ہے۔ (تفصیل کتابیات میں شامل ہے) شجرہ ہائے سلسلہ میں نام شامل ہے۔

عبدالجبار ملکاپوری کے تذکرہ محبوب ذی المنن حصہ دوم میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔ موجودہ ماخذوں میں ڈاکٹر زور نے ادارہ ادبیات کی مخطوطات کی فہرستوں میں موجود مخطوطات کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ڈاکٹر حفیظ قتیل کی کتاب "میراں جی خدا نما" میں خوش دہاں اور خدا نما کے رشتہ پر نظر ڈالی گئی ہے۔ اکبر الدین صدیقی نے جو خانوادہ امینیہ چشتیہ کے اکابر کی کتابوں کے بارے میں لکھ چکے ہیں، خوش دہاں کے بارے میں بر موقعہ لکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ حمید الدین شاہد رسالہ محمود خوش دہاں مطبوعہ کراچی، سعادت مرزا (اردو نامہ کراچی) عبدالقیوم تاریخ ادب اردو، فہرست مخطوطات اردو انجمن ترقی اردو پاکستان۔ قاموس الکتب حصہ اول (انجمن ترقی اردو پاکستان ۱۹۶۱ء) میں بھی ان کا ذکر اور ان کی تصانیف کے نام ملتے ہیں۔ معرفت السلوک کے علاوہ مصنف کی اور کتابیں بھی مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ زیادہ تفصیلی اور اجمالی کام ڈاکٹر حسینی شاہد کا ہے۔ اپنے مقالہ[۲] میں قابل مصنف نے تلاش بسیار مستند ماخذوں سے محمود خوش دہاں کے حالات، تصانیف اور تصوف کی تفصیل بہم پہنچائی ہے۔

پس منظر:۔ گیارھویں صدی ہجری کا زمانہ ہے۔ عادل شاہی دکن کے ایک بڑے حصے پر حکمراں ہیں۔ ایک طرف یہ حکمراں سمندر پار سے افراد اور خیالات کو درآمد کر رہے ہیں اور دوسری طرف مقامی تہذیب سے رشتہ استوار کر رہے ہیں۔ دکھنی کو سرکاری زبان بناتے ہیں۔ لباس اور رہن سہن میں دکھنی تہذیب و ثقافت کو اپناتے ہیں۔ سیاست میں مرہٹوں سے اشتراک کرتے ہوئے حکومت دہلی سے ٹکر لے رہے ہیں۔ دہلی کی روحانی سیاست و تاجداری باقی ہے۔ دہلی کے نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید و خلیفہ سید محمد حسینی گیسو دراز کا فیض جاری تو ہے مگر خانوادہ میراں جی روحانی اجتہاد بھی شروع کرتا ہے چنانچہ بیجاپور کے میراں جی شمس العشاق، برہان الدین جانم اور امین الدین علی اعلیٰ دیس کی دھرتی یا یہاں کے خیالات سے رشتہ استوار کرتے ہوئے خانوادہ امینیہ چشتیہ کی تشکیل کرتے ہیں۔ جس میں خالص اسلامی توحید کی ہندوستانی فلسفہ ویدانت سے رنگ آمیزی کی گئی ہے۔ سنسکرت اصطلاحوں کو عربی اصطلاحوں کے نگینوں میں جڑ دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر حسینی شاہد کے الفاظ میں

---

[۱] نصیر الدین ہاشمی فہرست مخطوطات فارسی جامعہ عثمانیہ ایڈیشن مرتبہ ڈاکٹر محمد عزت دیگر مطبوعہ۔ [۲] سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ ڈاکٹر حسینی شاہد۔

سنگیت محل کی تانوں اور برہان صوفیہ کی تلاوت الوجود نے بیجاپور کی ذہنی تربیت میں برابر کا حصہ لیا ہے۔[۱]

محمود خوش دہان معرفت السلوک کے مصنف اسی خانوادہ امینیہ چشتیہ کے اکابر میں سے ہیں شجرہ نسب اس طرح ہے۔[۲]

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی

سید عبدالقادر یوسف

بدرالدین بدر عالم

میراں شاہ سید مصطفیٰ قادری معشوق الٰہی | میراں شاہ ابوالحسن قادری | میراں شاہ سید قاسم قادری | صاحبزادی[۲]

بی بی جمال بنت شمس الدین ملتانی

بی بی میمونہ زوجہ برہان الدین جانم

امین الدین علی اعلیٰ

(زوجہ شیخ داؤد قریشی)

شیخ محمود چشتی

اس شجرہ کے مطابق وہ سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی کی اولاد تھے۔ ان کے نانا بدرالدین بدر عالم کے والد سید عبدالقادر یوسف بغداد سے دکھن آئے اور بیدر میں سکونت پذیر ہو گئے۔ محمود خوش دہان کے پدری سلسلہ کی تفصیلیں ابھی سامنے نہیں آئی ہے۔ روضۃ الاولیا مصنفہ ابراہیم زبیری کے مطابق وہ اپنے نانا کے مرید تھے[۳] اور صاحب مشکوٰۃ (شاہ غلام علی) کے مطابق خلافت قادریہ اپنے ماموں شاہ ابوالحسن سے ملی تھی[۴]۔ ان کی زندگی کا ابتدائی دور بیدر میں بسر ہوا لیکن بعد میں بیجاپور چلے آئے۔ شاہ برہان الدین جانم سے خانوادہ چشت میں بیعت و خلافت حاصل کی۔ اسی بارے میں مشکوٰۃ النبوۃ روضۃ الاولیا، تذکرۃ القادری، حدیقہ رحمانی اور سیر محمدی متفق ہیں کہ ان سے قادریہ اور چشتیہ دونوں طریقے چلے ہیں۔ وہ رشتہ میں سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ کے ماموں اور پیر تربیت اور استاد صحبت تھے۔ ان کا سلسلہ بیعت حسب ذیل ہے۔ شاہ محمود، شاہ میراں جی شمس العشاق، شاہ کمال الدین بیابانی، شاہ جمال الدین مغربی، سید محمد حسینی گیسو دراز[۵]

خوش دہان ان کا لقب تھا۔ ایک روایت یہ مشہور ہے کہ لقوے کی وجہ سے ان کا منہ کچھ ٹیڑھا تھا۔ ایک بار

---

۱ سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ۔ ڈاکٹر حسینی شاہد۔ انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش ۱۹۷۲ء ص ۱۲۔ ۲ سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ مصنفہ ڈاکٹر حسینی شاہد ص ۲۳ بحوالہ خلاصۃ الارشاد۔ ۳ روضۃ الاولیا مصنفہ ابراہیم زبیری مخطوطہ ۲۶۶ تذکرہ کتب خانہ آصفیہ دیوان اورینٹل مینسکرپٹ لائبریری اے۔ پی ۴ مشکوٰۃ النبوۃ مصنفہ شاہ غلام علی مخطوطہ ۹۱۰ تذکرہ کتب خانہ آصفیہ دیوان اورینٹل مینسکرپٹ لائبریری اے۔ پی ۵ معرفت السلوک جامعہ عثمانیہ ۲۹۷/۲۷ تف

برہان الدین جانم نے محمود کو لانے کی ہدایت کی۔ پوچھا گیا کہ وہاں کو جواب ملا انہیں خوش دہاں کر تبھی سے ان کا لقب خوش دہاں ہو گیا۔[۱]

دوسری روایت[۲] یہ ہے کہ انھوں نے کم عمری میں امین الدین علی اعلیٰ کو کچھ نصیحت کی ان کی ناخوشی کے نتیجہ میں چہرہ کچھ ٹیڑھا ہو گیا بعد میں اپنی ماں کی سفارش سے انھوں نے معاف کر دیا اور دعا دی جس کی وجہ چہرہ ٹھیک ہو گیا۔[۳] ڈاکٹر حسینی شاہد کو اس روایت سے اختلاف ہے وہ اس لقب کی وجہ شیخ محمود خوشتی کی خوش کلامی کو ثابت کرتے ہیں۔

محمود خوش دہاں اپنی تصنیف معرفت السلوک میں اپنا نام یوں لکھتے ہیں: "الراجی فقیر حقیر بلطف معبود محمود خوش دہاں۔"

مستند ماخذوں کے مطابق محمود خوش دہاں باخدا، خوش سیرت، نیک سیرت، صاحب کرامات و مکاشفہ تھے۔ ان کی توجہ اور نسبت کی برکت سے اکثر گمراہ راہ راست پر آئے اور طلبہ باخدا ہو گئے۔ روضۃ الاولیا کے مطابق یکے از بزرگواران و عارفان صاحب دل تھے۔ پیدائش کا سنہ دستیاب نہیں ہوا۔

__وفات:__۔ محبوب ذی المنن حصہ دوم ص۹۶، مصنفہ عبدالجبار ملکاپوری کے مطابق ۹۶۵ھ۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر حسینی شاہد کو وفات کے دو مادہ تاریخ ملے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) کلید طریقت بہ لطف معبود ۱۰۲۶ھ (بیاض کتب خانہ کچی محل بیجاپور)۔

(۲) محمود خوش دہاں نام مبارک (بیاض کتب خانہ کچی محل بیجاپور)

__مزار__ :۔ مجمع الانساب کے مطابق ان کا مزار اسی ٹیلے پر ہے جس پر حضرت امین الدین کی درگاہ واقع ہے جنت مالہ (غالباً جنت معلیٰ کے نام پر) اسی جگہ کا نام تھا۔

__اولاد__:۔ ان کے ایک صاحبزادے کا پتہ چلا ہے۔ جن کا نام شیخ مصطفیٰ تھا جو صاحب علم، صاحب تصرف اور شاعر تھے

__خلفاء__:۔ شیخ حسن گوشہ نشین، شیخ صدر الدین، شیخ نصیر اللہ، سیف اللہ، شیخ نور الدین، حسین خان، سید صدر الدین بخاری، میراں جی خدا نما، سید محمد، شیخ احمد برقع پوش، سید ہاشم، شیخ مصطفیٰ۔

__تصانیف__:۔ (۱) معرفت السلوک (جامعہ عثمانیہ، سالار جنگ لائبریری۔ اے پی مینسکرپٹ لائبریری، ادارہ ادبیات، نیشنل میوزیم وغیرہ وغیرہ)۔ (۲) علم الحیات (ادارہ ادبیات اردو جلد چہارم ص۲۱۵)۔ (۳) خلاصۃ الارشاد (محزونہ درگاہ شریف بیجاپور) روح الحق (ڈاکٹر حسینی شاہد، ادارہ ادبیات اردو جلد دوم ص۹۳) کشف الحقائق رسالہ نور جلوۃ العاشقین، مناجات اسرار الحق، نامکمل رسالہ تصوف (حمید الدین شاہد کا مرتب کیا ہوا کراچی انجمن ترقی اردو۔ جامعہ عثمانیہ میں یہ

---

[۱] روضۃ الاولیا مصنفہ ابراہیم زبیری۔ [۲] مشکوۃ النبوۃ مصنفہ شاہ غلام علی۔ [۳] سیرت شاہ امین الدین علی اعلیٰ مصنفہ ڈاکٹر حسینی شاہد ص۱۲۳

مکمل موجود ہے مگر مصنف کا نام موجود نہیں) کشف المقامات (جامعہ عثمانیہ) رسالہ محمود نمبر ۱۱۶ ادارہ ادبیات اردو حقیقت تصوف (۲۹).

معرفت السلوک کا موضوع :۔ امین الدین علی اعلیٰ کی شخصیت اپنے خانوادہ کی قد آور شخصیت ہے۔ انھوں نے تصوف میں اجتہادی خیالات شامل کیے جس میں ہندوستانی روحانیت کا رچاؤ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا طریق ان کے والد شاہ برہان الدین جانم کے خیالات کا پرتو تھا۔ محمود خوش دہاں لکھتے ہیں کہ معرفت السلوک ان کے خیالات میں بلکہ ان کے پیر دستگیر کے خیالات میں "بجز متابعت خود راہ نمی برم"۔ معرفت السلوک کے بغور مطالعہ سے نئے خیالات کی چاپ سنائی دیتی ہے۔ مصنف کے الفاظ میں:

خانوادہ چشت اہل بہشت کے مسلک کے مطابق ان کے مرشد برہان الدین جانم (جن کا نام وہ بڑے ادب و احترام سے لیتے ہیں) نے جو کچھ فرمایا تھا اس کو قلم بند کر دیا ہے۔ مصنف کے الفاظ میں ان کے پیر دستگیر نے من عرفہ نفسہ کو بطرز خوب اور بطور مرغوب بیان فرمایا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ ان کے مرشد شاہ برہان الدین جانم کا ارشاد کردہ تصوف و سلوک ہے خوش دہاں کے الفاظ میں[1]:

" اما بعد چنیں گوید کمترین مریداں و کہترین طالبان و خادم خاکسار درگاہ شاہ مریداں طالبانِ دستگاہ مقبول حضرت اکمل الاولیا و افضل الانتیا صدر نشین محفل محمد مصطفےٰ صلی اللہ صاحب شریعت و طریقت بحر الحقیقت و معرفت مہدی دین و ہادی المومنین والسالکین والمسلکین امام العاشقین والعارفین کامل الانسان محقق زماں مظہر ذات و صفات سبحان اعنی بندگی حضرت شاہ برہان معظم شاہ میراں جی شمس العاشقین محبوب رب العالمین قدس اللہ سرہ العزیز صاحب مقام شاہ پیر الفقیر والمستقر الی اللہ المعبود شیخ محمود چشتی طیب اللہ انفاسہ معروض می دارد"

جانم کی تصنیف کلمۃ الحقائق[2] شائع ہو چکی ہے۔ معرفت السلوک کا اس سے مقابلہ معلومات آفریں ہوگا۔

معرفت السلوک کی فارسی رواں ہے۔ مسائل کی واضح تفہیم کی گئی ہے کہ معمولی فارسی پڑھے ہوئے اشخاص بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں نقشوں سے موضوع کی مزید وضاحت ہوئی ہے۔

اس دور میں دکھنی زبان مستحکم ہوئی تھی اور دکھنی الفاظ میں فارسی اسماء و افعال کی ہمنات ملتی ہے مگر معرفت السلوک کی فارسی پر دکھنی کا اثر نا معلوم ہے۔ کتاب برہان الدین جانم کے انتقال کے بعد لکھی گئی ہے جیسا کہ ان کے نام کے ساتھ قدس سرہ کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ تاہم امین الدین علی اعلیٰ کا نام یا تذکرہ اس میں نہیں ملتا اور نہ ان کے بیان کردہ پانچ خانقاہوں کی تصوف کا صراحت سے ذکر ہے۔

معرفت السلوک میں بیان کردہ منازل سلوک کی تشریح ڈاکٹر حسینی شاہد نے اجمال سے دلنشین الفاظ میں

---

[1] "معرفت السلوک" مخزونہ جامعہ عثمانیہ [2] ایضاً "کلمۃ الحقائق" مرتبہ اکبر الدین صدیقی

کی ہے۔ اس کا ایک خلاصہ اس کتاب کو سمجھنے کے لیے پیش ہے۔[1] شامل شدہ نقشہ اصل کتاب معرفت السلوک (مخزونہ جامعہ عثمانیہ) سے لیا گیا ہے۔

معرفت السلوک میں وجود کے چار مراتب بیان کئے گئے ہیں جو چار وجود اور چار دائروں میں محیط ہے۔ (۱) واجب الوجود (۲) ممکن الوجود (۳) ممتنع الوجود (۴) عارف الوجود۔ سالک کا روحانی ارتقا ان وجودوں میں ہوتا جاتا ہے۔ اس سلوک کو ایک نظام کی صورت میں مرتب کرنے اور لوازم و شرائط کی بکھری ہوئی کڑیوں کو جوڑنے ان میں ربط، تسلسل، ترتیب و ہم آہنگی پیدا کرنے سالک کی سہولت کے لیے مزید لوازم و شرائط کا اضافہ کرنے، ہر مرتبہ کے اشغال تجویز کرنے اور ان سب کو درجہ بدرجہ متعین کرنے کا سہرا برہان الدین جانم کے سر ہے۔ اصطلاحیں جانم کی ہیں۔ قلب روح اور توحید کا ذکر بھی جانم کا ہے۔ عالم، عاشق، واصل، عارف، تجرید، تفرید کی اصطلاحیں بھی جانم کی ہی وضع کردہ ہیں۔ ہر مرتبہ کے ہفت شغل بھی انھیں کے بیان کردہ ہیں اور یہ سب مربوط انداز میں محمود خوش دہاں کے الفاظ میں بہ وجہ احسن اور طریق روشن تر سے بیان ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر حسینی شاہد کا کہنا ہے کہ جانم اور حضرت امین کے تصوف اور سلوک کو سمجھنے کیلئے خوش دہاں کے رسالہ "معرفت السلوک" کا مطالعہ ضروری ہے۔ خوش دہاں نے اپنے پیر کے نظام فکر کو اس قدر مرتب منظم اور مربوط انداز میں سپرد قلم کیا ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد جانم کی تحریروں کے مطالب پوری طرح اور حضرت امین کے تعلیمات کے مفاہیم بڑی حد تک آئینہ ہو جاتے ہیں۔ "معرفت السلوک" کے مطالعے کی روشنی میں ایک مبتدی بھی جانم اور حضرت امین کے تصوف کو سمجھ سکتا ہے اور ان کے رسائل کے موضوع اور مضامین کو متعین کر سکتا ہے انھوں نے ہر مرتبے ان کے شرائط اور لوازم کو بڑی شرح اور بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان کے ربط کو اس خوبی سے واضح کیا ہے کہ ان کا منطقی اور معنوی تسلسل واضح ہو گیا ہے اور ان مدارج سے پردے ہٹ گئے ہیں جن پر جانم اور امین کے نظام السلوک کی عمارت کھڑی ہے۔ صوفیائے متقدمین نے حدیث قدسی "ان فی جسد آدم لمضغۃ" کا نظریہ پیش کیا ہے۔ یعنی سالک کو معرفت من عرف کے لئے نفس، دل، روح اور نور کے مراتب سے گذرنے کی تلقین کی ہے لیکن جانم کی روش عجیب اور غریب الامثال (بقول خوش دہاں) ہے۔ سالک کے لیے ضروری ہے کہ وجود کے چار مراتب کو —— اپنے وجود میں پہچانے۔ فقد عرف ربہ کے اسرار پانچویں مرتبہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ذات مطلق کا مرتبہ ہے جس کو واحد الوجود کہا جاتا ہے

واجب الوجود:- صوفیہ متفقہ طور پر خدا تعالیٰ کے وجود کو واجب الوجود کہتے ہیں جو اپنی ذات سے قائم ہے اور مخلوقات کو الفرض کہتے ہیں۔ اس کے برخلاف جانم نے چند حیثیات کے سوا اس اصطلاح کو وجود خاکی کیلئے

---

[1] سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ مصنفہ ڈاکٹر حسینی شاہد۔ ۱۹۷۳ء، ص ۲۲۲۔

استعمال کیا ہے اس لیے کہ یہ جسمانی وجود روحانی وجود کے لیے لازم اور واجب ہے اور اس کو لازم الوجود کا ہم معنی ٹھہرایا ہے اور اس کی مثال "جیوں چاول کا موڑ پھوٹتا بھوسے سوں تعلق ہے بھوسے باج موڑ پھوٹتا نہیں۔" ذات کے اظہار کے لیے وجود خاکی لازم اور واجب ہے۔ اس لیے بندہ کے لیے واجب الوجود کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

معرفت السلوک میں ہر وجود کے تمام لوازم و شرائط کی تفصیل کا پتہ چل جاتا ہے۔ یعنی ہر وجود کا موکل، اس کی روح، اس کا قلب، نفس، اسم، توحید، راہ، ذکر، منزل، شہادت اور صفت مشتمل جن میں متعلقہ حروف سے شامل ہونے والی دعائیں شامل ہیں۔

معرفت السلوک میں عناصر کے گن بھی بیان کیے گئے ہیں مگر ان کی تعداد امین الدین علی اعلیٰ کی بتائی تعداد سے کم ہیں۔ خاک کے پانچ، آب کے چار، آتش کے تین، باد کے دو، خاکی کا ایک یعنی کل پندرہ (اس کی تفصیل و تشریح ڈاکٹر محمد حسینی شاہد کی تصنیف سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ صفحہ ۱۸۹ پر دی گئی ہے) خاکی کو برہان الدین جانم عنصر نہیں تصور کرتے بلکہ چند عناصر میں سے ہر ایک کا ایک گن مانتے ہیں۔ اس کے برخلاف امین الدین علی اعلیٰ پانچ عناصر اور پچیس گن کو مانتے ہیں۔

ممکن الوجود۔ دوسرا وجود ممکن الوجود بھی جسم خاکی کا ہی عکس ہے۔ اس حالت میں وجود کو تمام لوازم وجود کو بالکلیہ ترک کرنا ہوتا ہے۔ جب کہیں اس کو کمال حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ ممتنع الوجود میں بدل جاتا ہے۔ ممکن الوجود قائم بالغیر ہے۔ جسم میں حرکت پیدا کرتا ہے۔

ممتنع الوجود۔ وجود کے اس مرتبہ کو ممتنع الوجود اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں کسی شے کو وجود نہیں بلکہ تاریکی اور فراموشی ہے لیکن اس تاریکی سے نور کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ اس ظلمت سے چشمہ حیوان رواں ہوتا ہے اشیا نیست ہو جاتی ہیں۔ نہ یہ اپنے سے قائم ہے اور نہ قائم بالغیر اس مرتبہ کو ذات کی نسبت سے لا امکان کہتے ہیں ورنہ صفات کی نسبت سے یہ تمام اشیا کا امکان ہے۔ تمام موجودات و ممکنات اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ ممکن الوجود کے بعد اس کا درجہ ہے۔ اس میں روح قدسی ہے جو پرتو ذات حق ہے۔ یعنی علینا روح قدسی ہے۔

عارف الوجود۔ اس میں ہستی اپنا آپ ادراک کرتی ہے اور تمام ہستیوں سے منزہ ہوتی ہے۔ یہ اپنی ہستی سے آپ قائم ہے وجود کے دوسرے مرتبے اس کے تابع اور محتاج ہیں۔ یہ مرتبہ سب مرتبوں سے مخفی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کا شبہ مثل و اطلاق رکھتا ہے۔ وجود کا یہی مرتبہ دراصل نور محمدی ہے ہر شے کا اصل یہی ہے اسی کی طرف ہر ایک کو لوٹنا ہے۔ کنت کنزاً مخفیا کا نشان اسی سے ملتا ہے۔ من عرفہ نفسہ فقد عرف ربہ اسی سے عبارت ہے۔

واحد الوجود۔ وجود کے جس مرتبہ کے لئے خانوادہ امینیہ کی اصطلاح واحد الوجود استعمال ہوتی ہے۔

دوسروں کے ہاں مرتبہ توحید، مرتبہ ذکر خفی، مرتبہ مقام قرب، مرتبہ نور مطلق، مرتبہ وراء الورا، مرتبہ احدیت، مرتبہ لا کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ معرفت السلوک میں ایک دائرے کے ذریعہ مراتب وجود اور ان کے لوازم کے متداول نظاموں کو پیش کیا گیا ہے جس سے بیک نظر تمام اصطلاحوں کو سمجھا جا سکتا ہے۔

بحیثیت مجموعی میرے مطالعہ کی حد تک سلوک امینیہ چشتیہ کا مقصد سالک (واجب الوجود) کو مرتبہ عارف الوجود تک پہنچاتا ہے۔ وجود کا یہ درجہ دراصل نور محمدی ہے۔ محمود خوش دہاں کے الفاظ میں: "سالک را باید کہ علی الدوام توفیق از حق سبحانہ تعالیٰ خواہد تا بہ مرتبہ محمدی علیہ السلام برسد" دوسرے الفاظ میں خاکی جسم والے واجب الوجود کو نوری وجود عارف الوجود تک پہنچانا ہے۔ معرفت السلوک کے اس نظریہ ارتقا کے مطالعہ کے ساتھ مجھے ڈاکٹر رضی الدین کی کتاب "اقبال کا فلسفہ زمان و مکاں" کی یاد آجاتی ہے (طبع دوم ۱۹۴۴ء صفحہ ۲۲-۲۳) جس میں انھوں نے مادہ اور نور (توانائی) کے بارے میں جدید ترین نظریہ کی تشریح کی ہے۔ چنانچہ اقبال کے فلسفہ زمان و مکاں کی تفہیم یوں کرتے ہیں۔ "اپنے نظریہ اضافیت کی بنا پر آئن اسٹائن نے بتایا ہے کہ توانائی بھی ایک جمود رکھتی ہے جس کو عرف عام میں وزن کہا جاتا ہے آئن اسٹائن نے ثابت کیا ہے کہ مادہ اور توانائی دو مختلف اشیاء نہیں بلکہ ایک ہی شے کی دو مختلف شکلیں ہیں جس طرح برف اور پانی ایک ہی شے کی دو مختلف حالتیں ہیں۔ نظریہ اضافیت اور کوانٹم نظریہ نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کائنات کی ہر شے میں دوئی پائی جاتی ہے۔ ایک ہی شے کبھی ذرہ کے خواص کا اظہار کرتی ہے، کبھی موج کے خواص کا مادہ اور توانائی میں کوئی اساسی اختلاف نہیں"۔

اس جدید انکشاف نے مادیت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ مادہ پرستوں اور دہریوں کا خدا کی ہستی کے خلاف یہ استدلال تھا۔ ایک غیر مادی خالق مادہ اشیا کو کس طرح پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن اب ہم جانتے ہیں مادہ اور توانائی میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے "اللہ نور السموات والارض" نور کا یہی تصور معرفت السلوک میں بیان کردہ وجود کے آخری مرتبہ میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔

رضی الدین صاحب کی کتاب کو لکھے گئے ۴۰ سال گزر چکے ہیں۔ اس دوران سائنس نے کئی جستیں بھریں اور چھلانگیں لگائی ہیں۔ جدید ترین سائنٹفک نظریات کے تقابلی مطالعہ کی آج روح آدم کو ضرورت ہے۔

معرفت السلوک کا ترجمہ: معرفت السلوک کی اہمیت کے پیش نظر تصنیف کے تقریباً ڈھائی سو سال بعد اور آج سے دو سو چھپن سال پہلے ۱۱۴۰ھ میں حیدرآباد کے ولی اللہ قادری (متوفی ۱۱۵۰ھ) جو خود بھی صاحب دل

بزرگ تھے اپنے والد شاہ حبیب اللہ قادری (جو عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی کی اولاد میں تھے اور خود بھی صاحب دل و کشف کرامات بزرگ تھے)، کے حکم سے معرفت السلوک کا اردو میں ترجمہ کیا۔ ولی اللہ قادری چند سال تک گلبرگہ کی رنگین مسجد میں مقیم رہے پھر حیدرآباد آئے۔ ایک روز خواب دیکھا کہ چلتے سے پاؤں تھک گئے ہیں۔ صبح میں مریدوں سے تعبیر پوچھی کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اتفاق سے اسی روز ایک امیر صندل خاں مرید ہونے کے لیے آئے اور پالکی نذر دی اور کہاروں کی تنخواہ بھی اپنی سرکار سے مقرر کر دی۔ ارکاٹ کے نواب انورالدین خاں اور محمد علی والا جاہ ولی اللہ قادری کے معتقد تھے۔ نظام الملک آصف جاہ ۱۱۲۷ھ میں حیدرآباد آئے تو ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ حیدرآباد کے مشائخین و علما بھی ان کے علم و فضل کے باعث ان کی عزت کرتے تھے۔ ولی اللہ قادری نے ۲۹ محرم ۱۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ اور حیدرآباد سے باہر باغ گوردھن سے متصل بالائے چبوترہ مدفون ہوئے۔ بعد میں نواب محمد علی خاں سراج الدولہ والاجاہ نے ان کی قبر کا احاطہ سنگ سیاہ سے بنا دیا۔

ولی اللہ قادری نے کئی رسالے بھی لکھے جن میں سے اب تک صرف معرفت السلوک کا پتہ چلا ہے؎۱ اردو معرفت السلوک کے کسی نسخہ کا کسی اور کتب خانہ میں اب تک پتہ نہیں چلا سوائے ادارہ ادبیات کے نسخے کے اور قاموس الکتب حصہ اول کے حوالے فہرست کتب خانہ سردار الحکما کے۔

زور صاحب کے مطابق یہ عہد آصفی کی اردو نثر میں پہلی کتاب ہے۔ اس مترجم معرفت السلوک میں ولی اللہ قادری نے سبب تالیف / ترجمہ بیان کیا ہے۔ جس کا اقتباس پیش ہے۔ اس سے کتاب کی زبان و بیان کا اندازہ ہو سکتا ہے "بولتا ہے کم ترین مرید ہور و اپس ترین شاگرد جاروب کش درگاہ عالی ہور بارگاہ لاابالی عاجز فقیر الحقیر محمد ولی اللہ قادری کہ حکم کئے مجکوں حضرت شہباز ولایت معدن ہدایت آفتاب عالم تاب بزرگ اولیا کے بڑے اتقیا کے ہور صدر نشیں محمد مصطفیٰ کے صاحب شریعت ہور طریقت کے دریا حقیقت و معرفت کے وارث محمد رسول اللہ حضرت شاہ حبیب اللہ قادری باقی رکھے اللہ تعالیٰ انھوں کوں ہمارے سر اور انکھیاں پر جب تلک کہ آفتاب چمکتا ہور جھمکتا ہے کہ کتاب معرفت السلوک جو تصنیف حضرت پناہی ہور شیخ الشیوخ بندگی معروف شیخ محمود بلطف معبود قدس سرہ العزیز کی ہے۔ فارسی زبان میں سوا دے ہندی زبان سو بیان کر ہور آیت ہور حدیث کے معنی یک یک عیاں کرتا کہ تا کہ ایسے طالبان حق کے ہیں جو د منا عربی جانتے ہیں ہور نا فارسی پچھانتے ہیں ولیکن اپنے مطلوب کی طلب میں سچے ہیں ہور ظاہر عالم کی نظر میں کچے ہیں"؎۲

؎۱ زور، محی الدین قادری۔ فہرست مخطوطات ادارہ ادبیات اردو۔ جلد سوم ص ۲۸ - ۱۲۵

؎۲ - معرفت السلوک مخزونہ ادارہ ادبیات اردو۔

ولی اللہ قادری اپنے مندرجہ بالا بیان میں اپنی زبان کو ہندی کہتے۔ اس بارے میں ڈاکٹر زور لکھتے ہیں کہ ترجمہ کا زبان اپنے عہد کی فصیح و بلیغ اردو وجو در اصل دکھنی ہے، ہے۔[1]

آغاز کتاب :- صفت اور سراپا بے غایت اور شکر کرنا بے نہایت ثابت ہے۔ اوس واجب الوجود کوں جو خلق الوجود کوں ممتنع الوجود کے دائرے میں پیدا کیا ہور اپنے واجب الوجود کوں اس دونوں وجود سوں موجود ہور ظاہر کیا۔ بزرگ ہے بزرگی اوس کی ہور عام ہے۔ نعمت اوس کی اختتام۔ اس تھے اوپر مذکور رہیا ہے۔ اس روشنی سلوک وجوداں کا دائراں کی تمام شرطاں سات ہور منزلاں ہور باتاں ہور مقاماں کی۔ تمام معرفت سات بجالیا وے تا دو حضرت حق سبحانہ جو ارحم الراحمین ہے۔ اپنے تمام کرم سوں ہور قدیم احسان سوں سالک کو جذبہ اپنی محبت کا ہور عشق کا بخشیا یا اوس کوں اپنی معرفت کے علم میں ہور وحدت میں لیجاوے ہور تمام اپنے ظاہر ہور باطن کے عالم کے تماشے دکھلا دے اپنے حبیب کی دوستی سوں۔"

یہ نسخہ بڑے اہتمام سے واضح نستعلیق میں بڑی تقطیع پر لکھا گیا ہے۔ پہلے صفحے کے اوپری حصے کو سنہرے نقش و نگار سے مزین کیا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں درج ہیں۔ عربی آیتوں پر بھی سرخی میں خط کھینچے گئے ہیں۔ اس نسخہ کے کاتب شیخ غلام علی بیدری ہیں۔ جنھوں نے مصنف کے قریبی زمانے میں ہی یا زندگی ہی میں اس کتاب کو نقل کیا ہے ترقیمہ میں غالباً سال کتابت لکھنا فراموش کر گئے۔ غالباً وہ مترجم ولی اللہ قادری ہی کے مرید تھے۔ کتاب اپنے ذاتی استعمال کے لیے نقل کی ہے۔ ترقیمہ حسب ذیل ہے:

> "تمام ہوئی یہ کتاب پیر کے دن تیسرے پہر کے وقت اکیسوئیں (۲۱) تاریخ ماہ مبارک رمضان کے مہینے کی حق سبحانہ تعالیٰ کے کرم ہور فضل ہوں۔ پڑھتے ہارا اور لکھن ہارا۔ اس کا کمینہ بندہ سب بزرگ واراں کا ہور نہ تھا۔ غلام سارے بڑیاں کا غلام علی کاتب رہنے ہارا محمد آباد بیدر کا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایمان نصیب کرے اور بخشے سارے گناہاں اس کے ہور اوس کے ماں باپ کے ہور بھرپور کرے۔ سینہ اوس کا اپنے ذوق ہور شوق سوں صدقہ اپنے حبیب کا جو محمد رسول اللہ ہیں، درود بھیجو اللہ تعالیٰ کی اون کے ہور اوپر آل ہور اصحاباں اون کے۔"

کتاب میں ۸۵ اوراق ہیں۔ سائز "۷ × "۱۲ سطر ۱۳ فی صفحہ

---

[1] فہرست ادارہ ادبیات اردو حصہ سوم ص ۱۲۵-۱۲۷

صفحہ ۶ معرفت السلوک

عالم	واجب الوجود	عارف
	مؤکل میکائیل	
	روح نامیہ	
مراقبہ	قلب مصفا	فنا
	نفس امارہ	
تجرید	توحید اقوالی	تفرید
	فہم قیاس	
	راہ شریعت	
مشاہدہ	ذکر جلیے	حال
	منزل ناسوت	
	شہادت مبدا	
	ہفت شغل	
عاشق	ی ھی و ن م ل ک	واصل

صفحہ ۱۸ معرفت السلوک

عالم	ممکن الوجود	عارف
مراقبہ	مؤکل اسرافیل	
مراقبہ	روح متحرکہ	فنا
	قلب منیب	
	نفس لوامہ	
	فہم وہم	
تجرید	توحید افعالی	تفرید
	راہ طریقت	
	ذکر قلبی	
مشاہدہ	منزل ملکوت	حال
	شہادت وجدا	
	شغل ہفت	
عاشق	ق ت غ ع ظ ط ص	واصل

صفحہ ۲۶ معرفت السلوک

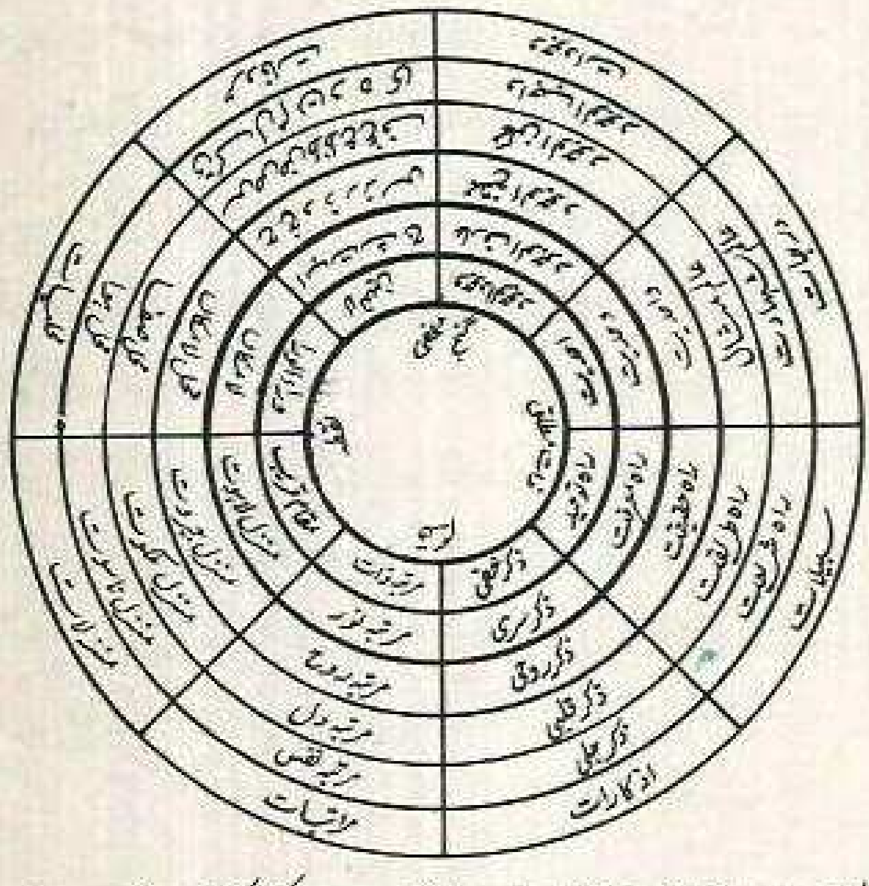
عالم	ممتنع الوجود	عارف
	مؤکل عزرائیل	
	روح ناطقہ	
	قلب سلیم	
مراقبہ	نفس مطمئنہ	فنا
	فہم کامل	
تجرید	توحید احوالی احوالی	تفرید
	راہ حقیقت	
	ذکر روحی	
	منزل جبروت	
مشاہدہ	شہادت محمدا	حال
	ہفت شغل	
عاشق	ص ش س ز ر ذ د	واصل

صفحہ ۲۶ معرفت السلوک

عالم	عارف الوجود	عارف
	مؤکل جبرئیل	
	روح قدسی	
مراقبہ	قلب شہید	فنا
	نفس ملہمہ	
	فہم آگاہ	
تجرید	توحید ذاتی	تفرید
	راہ معرفت	
	ذکر سری	
	منزل لاہوت	
مشاہدہ	شہادت شہدا	حال
	شغل ہفت	
عاشق	خ ح ج ث ت ب ا	واصل

معرفت السلوک کے مطبوعہ نسخے:۔ معرفت السلوک دوبار زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔ پہلے اڈیشن کے بارے کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ دوسرا اڈیشن ۱۸۹۸ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شایع ہوا جس میں پہلے اڈیشن کا ذکر ہے۔ اس دوسرے اڈیشن کو بھی شائع ہوئے پورے ستاسی سال ہو چکے ہیں۔ اس کا ایک نسخہ حیدرآباد میں اکبر الدین صدیقی صاحب کے پاس موجود ہے۔ اس کے سرورق پر حسب ذیل عبارت طبع ہوئی ہے۔

"بہ عون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زماں رسالہ عزیز الوجود کہ در واشگافی نکات معارف تصوف و سلوک بے ہمتا و بے نظیر است یعنی شرح ارشاد حضرت امیر المومنین حیدر کرار من عرف نفسہ فقد عرف ربہ دافع ریب و شکوک مسمٰے "رسالہ معرفت السلوک"۔ از تصنیف سالک مسالک حق پژوہی شاہ شیخ محمود خوش دہاں چشتی مرید خاص اکمل الاولیا افضل الاتقیا عارف شریعت و طریقت واقف حقیقت و معرفت بندگی حضرت شاہ برہان معظم شاہ میراں جی۔ در مطبع نامی منشی نول کشور بطبع مزین مقبول جہاں شد۔



کتابیات:۔ (۱) ابراہیم زبیری محمد، روضۃ الاولیا مخطوطہ ۳۶۶ تذکرہ، کتب خانہ آصفیہ (حال A.P.Oriental MSS Library Hyderabad (۲)۔ امین الدین علی اعلیٰ سید شاہ خلافت نامہ بابا شاہ حسینی مملوکہ سید امین الدین قادری جاگیردار جمال (۳) غلام علی شاہ، مشکوٰۃ النبوۃ مخطوطہ ۱۹۳ تذکرہ کتب خانہ آصفیہ (A.P.Oriental MSS Library) (۴) محمود خوش

دہاں، خلاصۃ الارشاد مخطوطہ درگاہ شریف بیجاپور۔ (۵) محمود خوش دہاں کے خلفا سید میراں حسینی، خداوند بادی میراں جی خدانما اور تخت نشین کے شجرے (مندکرہ ڈاکٹر حسینی شاہد۔ سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ ۱۹۵۳ء (۶) محی الدین قادری، سید مجمع الاخبار (۷) عبدالجبار ملکاپوری۔ محبوب ذی المنن حصہ دوم ص۴۹۶ (۸) بیاض کتب خانہ درگاہ شریف بیجاپور۔ (۹) بیاض کتب خانہ بگی محل بیجاپور۔ (۱۰) بشیر الدین واقعات مملکت بیجاپور حصہ دوم ص۱ (۱۱) مقبرہ درگاہ امین الدین علی اعلیٰ کا کتبہ (مندکرہ حسینی شاہد، سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ (۱۲) شجرہ خلفائیہ، مرتبہ: سید محمد قادری۔ (۱۳) خلافت نامہ مخزونہ درگاہ شریف بیجاپور (۱۴) خلافت نامہ بابا شاہ حسینی مخزونہ جامعہ عثمانیہ (رسائل کتاب ص۱۱۶) (۱۵) محمود خوش دہاں۔ رسالہ نور (۱۶) محمود خوش دہاں۔ ردیت الحق مملوکہ حسینی شاہد۔ مخزونہ ادارہ ادبیات اردو (۱۷) محمود خوش دہاں کشف الحقائق (۱۸) محمود خوش دہاں علامات مخزونہ ادارہ ادبیات اردو جلد چہارم ص۲۱ (۱۹) محمود خوش دہاں۔ معرفت السلوک (مختلف نسخوں کی تفصیل مضمون میں شامل ہے) (۲۰) محمود خوش دہاں رسالہ محمود مخزونہ ادارہ ادبیات اردو حصہ پنجم ص۱۱۲ (۲۱) محمود خوش دہاں صلواۃ العاشقین۔ (۲۲) محمد ولی اللہ، ترجمہ معرفت السلوک مطابق قاموس الکتب (۲۳) محمد ولی اللہ۔ ترجمہ معرفت السلوک مخزونہ کتب خانہ درگاہ ہاشم پیر بیجاپور (مندکرہ ہاشم علی۔ میراں جی شمس العشاق (۲۴) برہان الدین جانم۔ کلمۃ الحقائق مرتبہ اکبر الدین صدیقی (۲۵) شجرہ منظوم کتب خانہ درگاہ ہاشم پیر (مندکرہ ہاشم علی۔ میراں جی شمس العشاق (۲۶) حمید الدین شاہد رسالہ محمود خوش دہاں (مخزونہ حیدری گشتی کتب خانہ حیدرآباد)۔ (۲۷) "رسالہ تصوف" مخزونہ کتب خانہ آصفیہ (مندکرہ رسالہ محمود خوش دہاں (۲۸) زور، سید محی الدین قادری، تذکرہ مخطوطات ادارہ ادبیات اردو حصہ دوم، سوم، چہارم، پنجم۔ (۲۹) حفیظ قتیل میراں جی خدانما۔ (۳۰) مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان جلد اول ص۱ افسر امروہی۔ (۳۱) سخاوت مرزا، مضمون اردو نامہ کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۶۲ء شیخ محمود خوش کی نظم دفتر (۳۲) عبدالقیوم تاریخ ادب اردو مرتبہ عبدالقیوم کراچی۔ (۳۳) اکبر الدین صدیقی۔ چراغ۔ مضمون اصحاب سلسلہ بندہ نواز کی علمی خدمات ۱۹۷۵ء (۳۴) اکبر الدین صدیقی کشف الوجود (۳۵) ہاشم علی۔ میراں جی شمس العشاق۔ شالیمار پبلیکشنز۔

●●

ڈاکٹر رحمت علی خاں
انچارج مخطوطات
سالار جنگ میوزیم حیدرآباد

معرفۃ السلوک اور مجمع البحرین[1]

معرفۃ السلوک یوں تو ایک مختصر رسالہ ہے جو ۴۰ اوراق پر حاوی ہے اور بظاہر اس میں مشہور احادیث قدسیہ "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" اور "کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق" کی تشریح کی گئی ہے۔ نیز یہ کہ یہ کتاب چھپ بھی گئی ہے، لیکن جیسے جیسے قاری رسالے کو پڑھتا جاتا ہے، اس کی حیرت بڑھتی جاتی ہے۔ مختصراً اس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:

اس میں پہلی بار پانچ عناصر کا ذکر ہے چار مشہور عناصر یعنی آگ، ہوا، پانی اور خاک تو سبھی کو معلوم ہیں لیکن مصنف نے ایک نئے عنصر "باؤ" کا ذکر کیا ہے اور ہمارے خیال سے ہندو دھرم کا اثر ہے کیونکہ اس کے مطابق دنیا کی مخلوق کا وجود پانچ تتوؤں یا پانچ بھوت سے ہوا ہے۔ یہ پانچواں عنصر جس کو "باؤ" کا نام دیا گیا ہے "آکاش" ہے یعنی مادی فضا۔ ان ہی پانچ عناصر یا صفتوں سے انسان وجود میں آیا ان عناصر کا کامل گیان ہی معرفت ہے اسی طرح ہر عنصر کی اپنی خوبیاں ہیں۔

دوسری اہم بات یہ کہ وجود کی چار قسموں کو بالکل نئے طریقے سے پیش کیا گیا ہے یعنی تمام صوفیہ کی متفقہ رائے ہے کہ واجب الوجود خدا کی ذات ہے مگر اس رسالہ کا دعویٰ ہے کہ واجب الوجود خود انسان ہے کہ جسم کے بغیر روح عالم غیب سے عالم شہود میں نہیں آسکتی۔ روحانی وجود کے لیے لازم ہے کہ جسد خاکی میں آئے۔ اس کے بعد ممکن الوجود ہے یعنی روحانی جسم۔ ہمارے خواب اور ابدی نیند اسی کی محتاج ہیں۔ اس مرتبے میں آنے کے بعد انسان راہ شریعت سے نکل کر منزل طریقت پر پہنچ کر بالآخر منزل ملکوت کو پالیتا ہے۔ تیسرا مرتبہ ممتنع الوجود ہے یعنی دور خود فراموشی۔ یہ لا الہ الا اللہ کی منزل ہے۔ اس میں انسان راہ حقیقت سے ہوتا ہوا منزل جبروت پر پہنچ جاتا ہے۔ یہ مقام منفو ہے۔ چوتھا درجہ عارف الوجود کا ہے اس میں انسان اپنے آپ کو جان کر خدا سے مشابہ کرتا ہے۔ مذکورہ بالا سارے وجود اس کے تابع ہیں۔ ذات الٰہی سے کلام اور اس کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ اس میں انسان راہ معرفت سے ہوتا ہوا منزل لاہوت میں فائز ہو جاتا ہے۔ یہ انا کی خطرناک منزل ہے جس سے گزرنے کے بعد ہی کامیابی قرب حاصل ہوتی ہے۔ آخری مرتبہ واحد الوجود کا ہے یعنی درجۂ ذات الٰہی اور یہ درجہ محض خدا کی خوشنودی پر منحصر ہے۔ یہ مقام قرب ہے۔

---

[1] یہ دونوں مخطوطے طبع ہو چکے ہیں تاہم ان کی اہمیت کے پیش نظر یہ مقالہ شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

اگلا اہم نکتہ یہ ہے کہ خدا نے خیر، شر اور اختیار تینوں کو پیدا کیا۔ اب بندہ جو بھی عمل اختیار کرے گا وہی اس کی ذمہ داری ہوگی۔ روح کی غفلت دور کرنا ہمارا فرض ہے۔ اسی سلسلے میں ذکر، مراقبے، مشاہدے اور ضرورت مرشد پر بھی زور دیا ہے۔ اس رسالے کا کمال یہ ہے کہ مصنف نے ہر مسئلہ پر مکمل بحث کی ہے اور منطقی اور معنوی دلائل سے ثبوت پیش کیے ہیں۔

اس رسالے کے مصنف حضرت شیخ محمود چشتی خوش دہان بیدری و بیجاپوری ہیں جو خود حضرت برہان الدین جانم کے مرید و خلیفہ ہیں۔ خوش دہان نے معرفۃ السلوک شاید ۹۹۰ یا ۱۰۳۶ھ کے درمیان ترتیب دی مگر ہمارے مخطوطے کی کتابت ۱۱۷۰ھ/ ۵۶-۱۷۵۷ء میں ہوئی ہے بمقام رستم آباد۔ اس کا کیٹلاگ نمبر ۲۳۳۲ ہے۔

اس میں مصنف نے بڑے دلچسپ اور دلنشین انداز میں روحانی زندگی کے مراتب کا ذکر کیا ہے اور بتلایا ہے کہ کس طرح راہ شریعت اور مقام شیطانی سے ترقی کرتے ہوئے سالک اعلیٰ سے اعلیٰ ترین منزل واحد الوجود تک پہنچتا ہے۔ ہر مقام و مرتبے کی کیفیات، اس کے خطرات، مشاغل، موکل، نفس اور ذکر کا بیان ہے۔ اسی نظام تصوف کو ان کے مرید سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ نے مزید واضح اور صاف کیا ہے۔

کسی بھی مخطوطے کی ترتیب اور اشاعت سے قبل ہمارے لیے یہ غور کرنا بھی ضروری ہے کہ ہماری آج کی ضرورت کیا ہے؟ آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں یہ دور اخلاق کے تنزل، باہمی نفرت اور فسادات کا دور ہے۔ اس باہمی نفرت اور غلط فہمیوں کو اس طرح بھی دور کیا جا سکتا ہے کہ ہم دو یا اس سے زیادہ اہم قوموں یا مذاہب کی یک جہتی کو اجاگر کر کے پیش کریں۔ کتاب کے ساتھ اس کا ترجمہ ہندی، اردو اور انگریزی میں بھی ہو۔ اس سے ہر قوم اور مذہب کے افراد کو علم ہوگا کہ ہم کتنی فضول اور چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے آپس ہی میں ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ ایسی ہی ایک تالیف کا ذکر ہو چکا ہے، مزید اور ایک مخطوطے کا ذکر میں یہاں ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اس امر کی وضاحت ہو جائے کہ تصوف نے جہاں ہندوستانیوں کو متاثر کیا وہیں اس نے ہندو مت اور خصوصاً بدھ مت کی تعلیمات کو اپنایا بھی!

مجمع البحرین — شہزادہ دارا شکوہ ابن شہنشاہ شاہ جہاں کی ایک مختصر تصنیف ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ فلسفۂ ویدانت اور اسلامی تصوف میں کس قدر اشتراک موجود ہے۔ مصنف نے پہلی دفعہ کھلے الفاظ میں لکھا ہے کہ تصوف کی اولین تشریح اپنشدوں میں ملتی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ دونوں کی منزل ایک ہے یعنی خدائے واحد یا بالفاظ دگر منزل قرب لیکن زبان و بیان کی الجھنوں، تشریحات و تفاسیر اور غلط فہمیوں نے حقیقت پر پردہ اتنا گہرا کر دیا ہے کہ دونوں قوموں اور مذہبوں میں ایک عظیم خلیج حائل ہو گئی ہے۔ لہٰذا کوشش یہ کی گئی ہے کہ

ہردو کے خیالات کا تنقیدی جائزہ لے کر ان کی سچائی اور عظمت کا پتہ لگایا جائے۔ اور یہ کام اسی وقت دور ہوں گے جب تقابلی مطالعہ کیا جائے۔

مثال کے طور پر داراشکوہ نے عنصر کا بیان کیا ہے۔ ہنود پانچ عناصر کو مانتے ہیں یعنی آکاش' باد' آتش' آب' اور خاک۔ موخر الذکر چار تو مسلمان صوفی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ رہ گیا آکاش تو اہلِ شریعت کے نزدیک یہ عرشِ اکبر ہے۔ چت آکاش (عرش) کو فنا نہیں اور اس سے وجود میں آیا عشق جس کے زیب میں ساری دنیا ہے اسی عشق سے جو آتما یعنی "روحِ محمدی" نکلی اور یہ ساری تفسیر ہے۔ "کنت کنزاً مخفیا" کی تمام چیزیں فنا کے گھاٹ اتر جائیں گی بجز مہا آکاش یعنی ذات خداوندی۔ اسی طرح وہ بھی حواسِ خمسہ کو مانتے ہیں اور ہم بھی۔ جو ہندی تصوف میں "دھیان" ہے وہ ہمارے یہاں "پاس انفاس" ہے۔ حواسِ باطنی کا بھی یہی حال ہے۔ عقل و دل کی لڑائی ہر دو تصوف میں جاری ہے۔ ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن اور اللہ الصمد دونوں کے پاس مشترک ہیں۔ حتیٰ کے روح القدس یعنی جبرئیل امین دونوں جگہ تسلیم کیے جاتے ہیں۔ ان کا اوم من ہمارا ذکر ہو اللہ ہے۔ میکائیل اور اسرافیل کو بھی وہ لوگ مانتے ہیں مگر اوصاف خداوندی کے ساتھ۔ ہمارے یہاں جو خدائی صفات جلال اور جمال ہیں وہ ہنود تصوف میں غلط فہمی یا آسانی تبلیغ کے لیے خود خدا بنا دیے گئے ہیں۔ منازل ناسوت و جبروت و ملکوت و لاہوت کو دونوں مذاہب کے صوفیہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور انا بدی اور نور کو بھی دونوں مانتے ہوئے دیدار الٰہی پر یقین رکھتے ہیں۔ اللہ کے کئی اسمائے حسنیٰ دونوں جگہ مشترک ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ یہ ہر نام اور ہر صفت کو اوتار قرار دیتے ہیں جس سے شرک کا واضح تصور ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس جب مسلمان صفات یا فرشتوں کا ذکر کرتے ہیں تو انھیں دیوتا یا اوتار نہیں قرار دیتے مگر بے حد محدود کر دیتے ہیں۔ وحی' حوروں اور شیطان کا اقرار ہر دو کرتے ہیں۔ ہم سات سیارے اور سات آسمان مانتے ہیں مگر ہنود رشی یہ اضافہ کرتے ہیں کہ وہ آسمان جس میں یہ سارے آسمان اور سیارے ہیں؟ آٹھواں آسمان ہے یعنی فلکِ ثوابت ہو سکتا ہے کہ یہ آٹھواں آسمان ہمارے "کرسی" کا تصور ہے۔ لیکن سات طبقات زمین دونوں مانتے ہیں۔ البتہ ہنود صوفی جنت و دوزخ کو الگ سے نہیں تسلیم کرتے ہیں بلکہ دنیا میں ہی انھیں قرار دیتے ہیں۔ اچھے اور برے اعمال کا نتیجہ اور سوال جواب دونوں کے یہاں برابر ہے۔ قیامت بھی دونوں کے پاس قدرِ مشترک ہے۔ "ہر شے میں حقیقت کو کارفرما دیکھنا" دونوں مذاہب کے صوفیا کا مذہب ہے۔ "شرک" بھی دونوں کے نزدیک گناہِ عظیم ہے۔ معرفتِ الٰہی دونوں جگہ اعلیٰ کارنامہ ہے۔ حضرت جبرئیل کے شاہ پر دونوں مانتے ہیں کہ ایک الٰہی دن ہمارے کئی ہزار سال کے مساوی ہے۔

"معرفۃ السلوک" اور "مجمع البحرین" کے قطع نظر' دونوں مذاہب کے صوفیائے کرام کی زندگی پر ایک

طائرانہ نظر خود بخود واضح کرتی ہے کہ ہر دو تصوف میں کس قدر مماثلت ہے۔ بطور نمونہ آپ ہمارے موجودہ سماع اور حال پر نظر ڈالیے تو لگتا ہے کہ موسیقی اور رقص کا یہ امتزاج ہندوستان کی دین ہے۔ قصہ سکھ دیو، واقعہ ابراہیم سے ملتا جلتا ہے۔ زیارت قبور میں ہمارا احترام پارسی اور ہندی اثر ہے۔ تسمیہ خوانی اور اسی طرح کے کئی رسوم ہم نے ہندؤوں سے لیے ہیں۔ ترک دنیا اور ریاضت شاقہ عیسائیت اور ہندو رشیوں کی ہی دین ہے۔ ہمارے کئی صوفیا عقیدہ فنا فی اللہ کے قائل ہیں جس کی تعلیم پہلے پہل اپنیشد نے دی تھی "حبس دم" ہندی جوگیوں کا طریقہ ہے "تصور شیخ" کا ماخذ بھی وید اور بدھ مت ہے اصطلاحات اور خیال کی اس یکسانیت کو کم کرنے کے لیے مسلمان علما اور صوفی شریعت پر زور دیتے ہیں تاکہ بہکنے اور بھٹکنے کا امکان نہ رہے۔ خانقاہی نظام بھی دیکھا جائے تو ایران اور بدھ مت کی دین ہے۔ خواجہ اجمیر اور حضرت نظام الدین اولیا کے کئی ہندو معتقد تھے اور جن میں سے اکثر نے اسلام قبول کیا۔ اس کی وجہ سے بھی کئی ہندوستانی اشغال مسلمانوں میں آ گئے۔ "ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے" کا فلسفہ آج تک مقبول ہے۔ اسی طرح کئی ہندوستانی قصے اخلاقی تعلیم کے لیے استعمال ہوئے۔ اکبر اعظم، ابراہیم عادل شاہ ثانی اور محمد قلی قطب شاہ نے مذہبی رواداری اور وسیع المشربی کی جڑوں کو مضبوط کر کے انھیں دلوں کی گہرائیوں تک پہنچا دیا۔ کئی مسلمان صوفیوں مثلاً شاہ محمود غوث وغیرہ نے ہندومت کی مشہور و مستند کتابوں کے فارسی ترجمے کیے۔ سیاحت بھی انہی کے ذریعہ داخل ہوئی۔ کئی شعرا و عرفا نے شیو عقائد کا پرچار کیا۔ وشنو تحریک کی وجہ سے بھی کئی عقائد مسلمانوں میں رواج پا گئے۔ شطاری سلسلے نے بھی جوگیوں، ہندومت اور بدھ مت سے مختلف طریقے اپنائے۔ ان تمام تحریکات کا اثر یہ ہوا کہ دارا شکوہ نے بڑی محنت و لگن کے ساتھ دونوں فرقوں کے صوفیانہ عقائد کا مطالعہ کیا اور اپنے نتائج "مجمع البحرین" کی صورت میں پیش کیے معرفۃ السلوک اور مجمع البحرین کے فلسفیانہ خیالات کو آگے چل کر حضرت امین الدین علی اعلیٰ اور ان کے خلفا اور قبیل وغیرہ نے کافی حد تک عام کر دیا۔ گو مجمع البحرین ۱۰۶۵ھ/۱۶۵۵ء میں تالیف ہوئی مگر سالار جنگ میوزیم لائبریری میں ۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ء اور اس کے بعد کا نسخہ موجود ہے۔ اوراق (۴۵) ہیں اور کیٹلاگ نمبر ۳۳۴۰ ہے۔

کتابیات: ۱۔ مخطوطات عربی کی فہرست سالار جنگ میوزیم حیدرآباد جلد پنجم (زیر طبع) ۲۔ فہرست مخطوطات فارسیہ سالار جنگ میوزیم حیدرآباد جلد ہشتم، ۱۹۸۳ء۔ ۳۔ مخطوطہ "معرفۃ السلوک" مملوکہ سالار جنگ میوزیم لائبریری حیدرآباد۔ ۳۔ مخطوطہ "مجمع البحرین" ایضاً ۴۔ بجھتے چراغ از محمد اکبر الدین صدیقی صاحب، حیدرآباد ۵۔ ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر از محمد عمر صاحب، دہلی ۱۹۷۵ء ۶۔ کلمۃ الحقائق از برہان الدین جانم مرتبہ محمد اکبر الدین صدیقی صاحب، حیدرآباد، ۱۹۶۱ء ۷۔ سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ از ڈاکٹر حسینی شاہد حیدرآباد، ۱۹۶۷ء۔

●●

ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری
سری نگر، کشمیر

تحفۃ الاحباب

تحفۃ الاحباب صوفیائے کرام کا وہ اولین تذکرہ ہے جس میں مشہور و معروف شیخ المشائخ حضرت میر سید شمس الدین محمد عراقی کے حالات زندگی اور ان کے بلند کارنامے قلم بند کیے گئے ہیں۔ موصوف کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے نویں صدی ہجری میں تاریخ کشمیر کا رخ موڑ کر تصرف و عرفان کے پردے میں ایک نئی سلطنت قائم کی جو چک خاندان کے نام سے مشہور ہے۔ وہ بڑے مبلغ اور بہادر تھے۔ اسلام کی اشاعت میں انھوں نے ایک مثالی کردار پیش کیا جس کی وجہ سے بت شکن اور مکسر الاصنام ان کا خطاب بھی ہوا تھا۔ ان کے ہاتھ میں قلم کے ساتھ ساتھ تلوار علم بھی ہوتی تھی۔ یہ وہ خداداد استعداد ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

میر شمس الدین اور ان کے درویش نوربخشیہ مسلک کے پیروکار تھے وہ دیگر صوفیا کشمیر کی طرح تجرید و تفرید کی زندگی نہیں گزارتے تھے اور نہ وہ اس زمانے کے دستور کے مطابق رشیوں کی طرح غاروں میں رہتے تھے۔ رشیوں کے لیے ترک دنیا کا امر ضروری تھا۔ وہ اللہ کی نعمتوں سے محروم ہو کر گھاس پات کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ برعکس اس کے میر موصوف اور ان کے مرید ازدواجی زندگی بسر کرتے تھے۔ مرغن غذائیں بھی کھاتے تھے اور بقدر ضرورت تلوار سے بھی کام لیتے تھے کتاب میں میر عراقی اور ان کے خلفا کے کمالات اور آداب و قواعد کے بارے میں کئی اہم باتوں کا انکشاف کیا گیا ہے۔

مصنف کتاب نے اپنے والد کا نام مولانا ملا جمال الدین لکھا ہے۔ وہ ایک جلیل القدر صوفی اور عالم تھے۔ خود بھی وہ صوفی تھا لیکن اپنا نام کتاب میں کہیں نہیں ظاہر کیا ہے، وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس نے مرزا حیدر کاشغری کے تسخیر کشمیر اور یہاں کے لوگوں کے قتل عام کے چشم دید واقعات بیان کیے ہیں۔ کاشغری نے عوام الناس کے ساتھ ساتھ تمام صوفیوں اور درویشوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اگر کوئی اکا دکا بچ بھی گیا تھا تو اس کی بڑی توہین کی گئی تھی۔ اس نے کشمیر میں نوربخشیہ، ہمدانیہ، اور شافعیہ مسلک کے لوگوں کا بھی صفایا کیا تھا اور میر شمس عراقی کے صاحبزادے جو درویش کامل اور عالم فاضل تھے ان کو بھی بڑی بے رحمی سے قتل کیا۔ مصنف کے مطابق ان کا حادثہ قتل ۲۴ صفر ۹۵۷ھ کو رونما ہوا۔ اس کے کچھ

جیسے بعد ۸ ذی قعدہ ۹۵۰ھ کو مرزا کاشغری کا انتقال ہوا۔ کتاب میں اس کی موت اور بعد کے واقعات نہیں ملتے ہیں۔ اس لحاظ سے کتاب کا سالِ تصنیف صفر ۹۵۰ھ اور شوال ۹۵۰ھ کے درمیان قرار دیا جا سکتا ہے۔

کتاب کا صرف ایک نسخہ دستیاب ہے اور وہ بھی میر شمس الدین کے خاندان کے ایک بزرگ آغا سید یوسف موسوی کے کتاب خانے میں محفوظ ہے، راقم کے پیشِ نظر یہی نسخہ ہے۔

کتابوں میں میر شمس الدین کے حالات ناکافی بلکہ نہ ہونے کے برابر ملتے ہیں۔ کشمیری تذکرہ صوفیا کا بھی یہی حال ہے۔ علامہ شوستری نے "مجالس المومنین" میں ان کا ذکر نہایت ہی مختصر بیان کیا ہے۔ تحفۃ الاحباب میں ان کے نام کے ساتھ یہ القاب درج ہیں:

"حضرتِ قطب المتحققین، مکمل الکاملین، مربی الواصلین، آفتابِ فلکِ سیادت، خورشیدِ سپہر دوریِ حالِ ولایت، مظہرِ آثارِ معارفِ الٰہی، منبعِ مناشرِ حقائقِ نامتناہی، حامیِ قواعدِ شریعتِ مصطفیٰؐ......

بود دریں گنبدِ فیروزہ فام | قطبِ زماں شمس فلک احترام
محرمِ رازِ حرمِ کبریا | محیِ رسم و روشِ اولیا
عارفِ حق شیخ ولایت پناہ | سینۂ او مخزنِ اسرارِ حق "

میر شمس الدین موسوی سید اور امام موسیٰ کاظم کی ۲۲ویں پشت میں تھے۔ موضع کُنِ متصل سلطانیہ میں پیدا ہوئے۔ والد بزرگوار کا نام درویش ابراہیم تھا۔ میر موصوف سلطان حسین مرزا والی خراسان کی طرف سے پہلی مرتبہ ۸۸۲ھ میں بطور سفیر کشمیر آئے تھے۔ یہاں انہوں نے کوہ ماراں کے دامن میں ایک وسیع خانقاہ اور عبادت گاہ تعمیر کی۔ وہ خانقاہ میں چلّے کھینچا کرتے اور اوراد و اذکار میں مصروف رہتے تھے۔ اس زمانے میں شیخ الاسلام ملا اسمٰعیل کبروی کا کشمیر میں طوطی بول رہا تھا۔ میر عراقی نے ان کے خلیفوں کو اپنا گرویدہ بنایا۔ یہاں آٹھ سال کے عرصے میں اپنے نقوش چھوڑ کر جب ۸۹۰ھ میں خراسان واپس چلے گئے تو وہاں سلطان حسین مرزا کی ملازمت ترک کر دی۔ اس کے بعد خراسان میں سید محمد نور بخش (متوفی ۸۶۹ھ) کے فرزند ارجمند شاہ قاسم فیض بخش کے پاس رہنے لگے۔ اور ان کے دوش بدوش نوربخشیہ تحریک چلانے میں پیش پیش رہے۔ پھر بارہ سال کے بعد دوسری مرتبہ ۹۰۲ھ میں اپنے پیر و مرشد شاہ قاسم فیض بخش کی ہدایت کے مطابق تبلیغِ اسلام کے سلسلے میں بڑے جاہ و جلال اور ترک و احتشام سے درویشوں کے ایک بڑے قافلے کے ہمراہ عراق سے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ مخدرات، اطفال اور خاندان کے دوسرے لوگ محملوں اور عماریوں میں سوار تھے۔ جب خراسان پہنچے تو خیمے نصب کئے۔ اور تھوڑی دور آگے بڑھے تو سامنے سے:

"مردے پیدا شد با محاسنِ سفید نورانی و جاہتے در غایت صباحت و جوانی و چوں نزدیک من رسید سلامے

باو کردم۔ جواب سلام باز دادہ، پرسید کہ از کجا می آئید؟ گفتم از عراق آمدہ ام۔ باز پرسید کہ قصد بکجا دارید؟ گفتم کہ بکشمیر خواہم رفت باز پرسید کہ بکشمیر چہ کار دارید و بکدام می روید؟ گفتم کہ حضرت شاہ قاسم فیض بخش کہ فرزند ارجمند حضرت امام محمد نور بخش است مرا بولایت کشمیر جہت ارشاد مردم آں ممالک و ایں دیار فرستادند۔"

اس بزرگوار نے میر شمس الدین کے حق میں دعائیں دیں اور کہا کہ تمہارے رشد و ہدایت سے کفار مذہب اسلام قبول کریں گے اور تمہاری کوششوں سے دین اسلام کی اشاعت و ترویج ہوگی۔ بزرگ نے کچھ نصیحت بھی کی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوار جناب خضرؑ تھے۔ میر موصوف اسی سال شیوراتری کے دن بارہمولہ کشمیر پہنچے۔ یہاں پر بابا اسماعیل اور دوسرے صوفیوں نے ان کا شایان شان استقبال کیا۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ لوگ سلطان زین العابدین کی غیر اسلامی پالیسی کی وجہ سے اب بھی کفر و الحاد اور گوناگوں فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ علما برائے نام مسلمان ہیں۔ لوگوں کا ایمان متزلزل ہو رہا ہے تو انھوں نے اس کا سدباب کیا اور نوربخشیہ تحریک کا دائرہ وسیع تر کرنے لگے۔ ان کی تحریک میں سلاطین، وزرا، امرا کے علاوہ صوفیوں اور درویشوں کی ایک بڑی جماعت شامل ہوگئی۔ انھوں نے ہر قصبے، ہر گاؤں اور ہر محلے میں مسجد و مکتب بنائے اور موذن و مبلغ مقرر کیے جو مردوں اور عورتوں کو تعلیم اسلام کا درس دیتے تھے۔

میر شمس الدین جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے میدان جنگ کے بہترین اور آزمودہ کار سپاہی تھے۔ جب لڑتے تھے تو کوہ گراں کی طرح رزم گاہ میں قدم گاڑتے تھے اور مانند شیر ببر کفار گوسفند ان پر حملہ کرتے تھے۔ ان کے مرید جان کی بازی لگا کر ان کے ارد گرد پروانوں کی طرح رہتے تھے اور تیر و شمشیر اور سنان کے پھل خوشی خوشی کھا لیتے تھے۔ کیا مجال تھی کہ ان کا بال بیکا ہونے دیتے۔ جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتے تھے میدان سے قدم ہٹانا گوارا نہیں کرتے تھے۔ ان کی سب سے بڑی لڑائی ۹۱۲ھ میں زال ڈگر سری نگر میں ہوئی۔ یہ کفار کا مرکز تھا اور یہاں باہر سے لوگ آکر برے کاموں کا ارتکاب کرتے تھے۔ جب لڑائی میں دشمن کا صفایا کیا گیا تو پھر زال ڈگر کا نام اسلام پور رکھا گیا۔ لڑائی میں دوسرے درویشوں کے علاوہ ملک موسیٰ رینہ ملک علی رینہ، میر سید یداللہ، قاضی محمد قدسی اور مصنف تحفۃ الاحباب کے والد مولانا جمال الدین بھی تھے۔ یہ لوگ اس معرکۂ عظیم میں زخمی بھی ہوگئے تھے۔ قاضی محمد قدسی درویش ایک بلند پایہ شاعر تھے۔ انھوں نے زال ڈگر کی جنگ سے متاثر ہو کر ایک طویل مثنوی کہی جو تحفۃ الاحباب میں شامل ہے۔ چند شعر یہ ہیں: ؎

آں مرشد مقتدائے ایام　　آں زبدۂ اولیائے ایام

آں بحر معارف و معانی　　آں عارف سر آسمانی

آں شمس کہ نور معرفت یافت — از مطلع نور بخش بر تافت
تا آں کہ ز ہجرت محمدؐ — ہشتاد و سہ سال رفت و ہشتصد
سلطان ممالک معانی — شاہ ہمداں علیؓ ثانی
ہم رایت شرع را بر افراخت — ہم آیت کفر را بر انداخت
تاریخ چو شد صد و چہل سال — زد شرع نبی بقرع فال
شیخے کہ شیخ فانی آمد — ثانی علی ثانی آمد

ہر سال دراں مقام سہ بار — جشنے شدے از طریق تجار
چوں از سن نبیؐ مرسل — شد نہصد و سیزدہ مکمل
فرمود عمارتے دراں جا — زیبا و مزین و دل آرا
می خواست طہارت ہمانا — کز حکمت صانع توانا
پس آمد و بر و اصل خاکش — ز آلائش کفر ساخت پاکش

میر شمس الدین عراقی نے خانقاہ میر سید علی ہمدانی کو جس کی بنیاد سلطان سکندر بت شکن نے اپنے عہد میں ۷۹۹ھ میں سید محمد ہمدانی فرزند سید علی ہمدانی کے ہاتھوں رکھوائی تھی، اور جو بہت ہی مختصر عمارت تھی اس کو از سر نو تعمیر کر کے کافی وسعت بخشی۔ خانقاہ کے ساتھ ایک لنگر بھی تھا جس میں روزانہ صوفیوں درویشوں اور دوسرے لوگوں کے لیے بڑی مقدار میں کھانا اور گوشت پکتا تھا۔ خانقاہ اب تک جہلم کے کنارے مرجع خاص و عام ہے۔ اس کا سارا انتظام میر شمس کے ہاتھ میں تھا مجاوروں کے تقرر اور برخاستگی اور انصرام و اہتمام سے متعلق تمام امور انھی کے حد اختیار میں تھا۔ وہ خانقاہ کے مختار کل تھے سلطان محمد شاہ نے ایک فرمان کے تحت انھیں خانقاہ کے کلّی اختیارات دیئے تھے۔

میر موصوف نے تولیت کے زمانے میں درویشوں اور صوفیوں کی ایک جماعت کو خانقاہ ہمدانیہ میں کئی برس تک اربعین میں بٹھایا اور ایک عالم فاضل اور صوفی صافی مولانا حاجی شمس کو جماعت کا پیشوا مقرر کیا تھا۔ انھیں آئین تصوف کے تحت خرقہ کبود اور عمامۂ سیاہ تفویض کیا تھا۔ وہ حاجی کے ظاہر و باطن سے واقف تھے۔ اور ان کی تعلیم و تربیت کیلئے خاص توجہ فرمائی تھی

خانقاہ زڈی بل اور سفر بلتستان:

جب پہلی مرتبہ میر عراقی بطور سفیر کشمیر آئے تھے تو انھیں موضع زڈی بل سری نگر کی آب و ہوا شادابی اور ترو تازگی کے اعتبار سے مرغوب آئی تھی اور وقتاً فوقتاً وہاں جایا کرتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ یہاں کوئی خانقاہ یا مسجد بھی

تعمیر ہو۔ اس زمانے میں ملک موسیٰ رینہ صاحبِ اقتدار تھے جو بعد میں وزیرِ اعظم ہوئے تھے۔ انھوں نے خانقاہ کی تعمیر کیلئے اپنی جائداد منقولہ و غیر منقولہ یعنی اراضی مکانات باغات زر و جواہرات اور بیش بہا زیورات میر موصوف کو تحائف و ہدایا کے طور پر پیش کیے۔ وہ اور درویشوں کی ایک جماعت جن میں ملا سلطان ملا حاجی تلامیذ حضرت بابا علی، مولانا محمد امام، مولانا نصرت، مولانا سید، مولانا جمال الدین پدر مصنف تحفۃ الاحباب، مولانا خلیل اللہ، مولانا قاضی محمد قدسی، مولانا عثمان گنائی، مولانا سیف اور مولانا عبدالرحمٰن قابل ذکر ہیں، وارد زڈیبل ہوئے۔ خود میر عراقی اپنی مخدرات، اولاد اور سامان سمیت ملک موسیٰ رینہ کے گھر میں اترے۔ انھوں نے درویشوں کے لیے ایک سرائے بنائی۔ باغ وغیرہ بھی لگوائے اور خانقاہ کی تعمیر میں مصروف رہے اور اس کا سنگ بنیاد ۹۰۲ھ میں ہی ڈالا گیا۔ تحفۃ الاحباب میں سال تاریخ اس طرح درج ہے ؎

چو بتائید کردگار علی — حیّ قادر حکیم لم یزلی

نوربخشِ قلوبِ اہلِ صفا — ہادیِ سالکانِ راہِ ہدیٰ

قاسمِ فیض و واہبِ توفیق — رہنمائے معارجِ تحقیق

طلعت افروز شمسِ دینِ نبی — شمسہ افرازِ کاخِ مطلبی

در بلاد ممالکِ کشمیر — عرست عن طوارق اللہ میر

غوثِ اعظم امامِ روئے زمین — قطبِ آفاق شیخ شمس الدین

پرتو شمعِ نوربخش افروخت — دیدۂ حاسدانِ منکر سوخت

ہمتِ این بزرگِ صاحب خیر — فی الحقیقت بغیر منتِ غیر

خانقاہے چناں عمارت کرد — گر فرشتہ درو زیارت کرد

بر رواقش نوشتہ روح الامین — سالِ تاریخ کاشفِ امتین (۹۰۲ھ)

بر در این مقام ہمچو بہشت
خرد اللہ ذوالبقا نوشت

خانقاہ کی تعمیر میں سلطان محمد شاہ اور ان کے وزیر اعظم سید محمد بیہقی نے بھی اول اول دلچسپی کا اظہار کیا۔ لیکن بعض ملاؤں کو میر عراقی کی بڑھتی ہوئی شہرت و ہر دلعزیزی پسند نہیں آئی انھوں نے ان کی مخالفت کرنا شروع کی۔ اس پر وہ خانقاہ کی تعمیر ادھوری چھوڑ کر تبت یعنی لداخ (بلتستان) ساتھ درویشوں کے ساتھ چلے گئے۔ یہاں اشاعتِ اسلام میں انھوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ وہاں کے بودھ راجا، امراء اور عوام کو مشرف بہ اسلام کیا۔ لداخ میں چند ماہ قیام کرنے

کے بعد جب ملک موسیٰ رینہ ۹۰۹ھ میں سید محمد بیہقی کے انتقال کے بعد وزیر ہوئے تو انھوں نے باعزت طور پر انھیں تبت سے واپس بلالیا۔ ان کی واپسی پر سلاطین کشمیر امرأ اور وزرأ نے ان کا گرمجوشی سے استقبال کیا اور انھیں بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ زڈی بل میں اتارا۔ موصوف نے پھر خانقاہ کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ اور ایسی پرشکوہ اور وسیع عمارت بغیر ستون کے تعمیر کی جس کی نظیر روئے زمین پر نہیں تھی۔ خانقاہ ایک بڑے احاطے پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے اردگرد ایک مضبوط حصار بنائی گئی تھی اور یہ خانقاہ نوربخشیہ" کے نام سے ۹۱۰ھ میں مکمل ہوئی۔ ایک مشہور صوفی اور منجم مولانا کمال الدین گنائی نے تاریخ اتمام "شیخ" کہی۔ خانقاہ کی پوری تفصیلات تحفۃ الاحباب میں درج ہیں۔ بقول مصنف :

"مردم از اقطار و اکناف و از جوانب و اطراف می آمدند۔ و آں خانقاہِ منوّر را می دیدند و می گفتند کہ چندیں بلاد و امصار گشتیم و تمام ممالک و دیار کہ مسافرت نمودیم ہیچ جا عمارتے بایں روشنی و ہوا و خانقاہے بایں نور و صفا نہ دیدیم۔ و حضرت امیر شمس الدین آں را بہ خانقاہ نوربخشیہ موسوم ساختند۔ و مردم اقارب و اجانب می گفتند کہ بمجرد تماشا دیدن ایں منزلِ منوّر معلوم و مفہوم می شود کہ خانقاہ نوربخش است۔"

قاضی محمد قدسی نے میر شمس الدین کی فرمائش پر ۹۰ شعر کی ایک مثنوی "سلسلۃ الذہب" کے نام سے نظم کی تھی جو خانقاہ کی دیواروں پر مشائخ عظام اور اولیائے کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ ملا ولی گنائی اور ملا حاجی گنائی سے کتبہ کرائی۔ یہ دونوں درویش فنِ خطاطی خاص کر ثلث نویسی کے ماہر تھے۔ مثنوی کے چند شعر یہ ہیں ؎

عارفِ حق، ولی، روئے زمین	قطبِ آفاق، شیخ شمس الدین
قبلۂ خلق و قدوۂ اقطاب	شدہ قاسم شہ بلند جناب
نوربخش آں محمدِ ثانی	غوث اعظم امام ربّانی
نسبتِ او بآفتاب ہدیٰ	خواجہ اسحاق، زبدۃ الشہدا
نسبتِ او بہ پیر ربّانی	قطبِ عالم، امیر ہمدانی
ذاتِ او منبع معانی دان	نام او را علی ثانی دان
نسبت او بہ قطب یزدانی	شیخ عالی علاءِ سمنانی
نسبت او بہ مرشدِ دینی	عبدالرحمٰن اسفراینی
نسبت او بہ سالکِ والا	شیخ عالم علی بن لالا
نسبت او بہ بونجیب آمد	آنکہ در کارِ دیں لبیب آمد

نسبتِ او بہ عارفِ عالی — شیخ دین احمد است غزالی

نسبتِ او بہ شیخ ابوبکر ست — کہ ز قیدِ تردد و شک ست

نسبتِ او بہ پیرِ ربّانی — شیخ ابوالقاسم است جرجانی

نسبتِ او بہ مرشدِ مطلق — شیخ عمار یاسر است الحق

نسبتِ او بہ معدنِ عرفاں — مرشدِ راہ، شیخ ابو عثماں

نسبتِ او بہ عارفِ رحمٰں — بو علی پیر رود یاری داں

نسبتِ او بہ مقتدائے انام — شاہِ عالی رضا امام ہمام

نسبتِ او بہ موسیٰ کاظمؒ — کہ رشد احکام شرع را ناظم

نسبتِ او بہ حجّتِ ناطق — جعفر بن محمّد صادق

نسبتِ او بہ کامل ماہر — مظہرِ حق محمّد باقر

نسبتِ او بہ مجمع فضائل — قدوۃ الاولیا حسین شہید

نسبتِ او با بن عم رسول — وارث مصطفیٰ و زوجِ بتول

خانقاہ پہنچنے تک تین بڑے دروازے تھے۔ (۱) باب الطریقت (۲) باب الشریعت۔ (۳) باب السلام زائرین خانقاہ کا طواف مسجد حرم کی طرح کرتے تھے۔ اس میں روزانہ نماز پنجگانہ ہوتی تھی اور صوفی اکابر خلوت نشینی میں درود و وظائف میں ہمہ تن محو رہتے تھے۔ خود میر موصوف خانقاہ میں باب الطریقت کے بائیں طرف اپنی نشست گاہ میں تشریف رکھتے تھے اور وہیں سلاطین و امرا اور عوام قدمبوسی کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ خود میر عراقی کا قول تھا کہ جو کوئی مومن مخلص ہماری خانقاہ کی زیارت کرے اس نے گویا حج بیت اللہ انجام دیا۔ چنانچہ تحفۃ الاحباب میں درج ہے کہ:

"صوفی بود از صوفیان آنحضرت، و اورا دغدغۂ زیارت بیت اللہ پیدا شدہ و برائے زادِ راہ و خرچیاتِ سفر خود پارۂ زر جمع کردہ پیش آنحضرت آمدہ، رخصت و اجازت طلبید۔ آنحضرت فرمود کہ برائے زاد و خرچی راہ چیزے داری؟ گفت، ایں قدر مبلغ زر برائے خرچی راہ جمع دارم، آنحضرت فرمود کہ برو آں زرہا را پیش من بیار۔ آں صوفی چوں مخلص خاص و مرید با اخلاص بود۔ فی الحال رفتہ و آں زرہا را پیش نظرِ آنحضرت حاضر ساخت، و آنحضرت فرمود کہ ایں زرہا پیش من بنہ و ہر روز خانقاہِ مارا ہفت طواف بکن۔ خدائے تعالیٰ ترا ہر روز ثواب بیت اللہ خواہد داد۔ و در دیوانِ اعمالِ تو ہر روز یک حج ثبت خواہد کرد۔ و ایں سخنِ آنحضرت بعینہٖ سخنِ حضرت بایزید بسطامی است کہ در کتاب،

مسطور و مشہور است"۔

میر شمس الدین کی قیادت میں خانقاہ زڈی بل میں صوفیوں اور درویشوں کی بہت بڑی جماعت رہتی تھی۔ یہ سب کے سب عالم و فاضل اور صاحب نظر تھے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں :۔

مولانا جمال الدین پدر مصنف تحفۃ الاحباب، مولانا سلمان، مولانا عثمان، مولانا سیف، ملّا عبدالرحمٰن، مولانا کمال، مولانا جنید، مولانا زیرک، مولانا بابا شمس گنائی، مولانا حاجی بایزید، مولانا خلیل اللہ، مولانا میر حسین، مولانا حضرت بابا علی، ملّا درویش قاضی محمد قدسی، مولانا سید احمد، مولانا سعید، مولانا سعد اللہ، ملّا جویر، ملّا محمد امام، خواجہ رفیق، مولانا سید افضل، مولانا حافظ محمد کیانی، مولانا ملّا حسن عودی، ملّا دلّو صوفی، مولانا حاجی علی، صوفی جمال تاج الدین خادم، مولانا محمد گنائی، مولانا ناصر، مولانا حافظ بصیر، مولانا امیر سید بدلا۔

تمام صوفی امیر موصوف کی سربراہی میں خانقاہ میں چلّے میں بیٹھتے تھے اور سالکان تربیت پاتے تھے۔ مدّت معینہ کے بعد وہ درویشوں کے اجلاس میں حاضر ہوتے تھے اور پھر انھیں حجرے کے باہر خانقاہ میں بٹھا کر چلے جاتے تھے۔ اس کے بعد رات کے پچھلے پہر خانقاہ میں آکر نماز پڑھتے، بعد نماز اوراد فتحیہ پڑھنے میں مصروف رہتے تھے۔ تحفۃ الاحباب میں ان کے اذکار اور دوسری سرگرمیوں کے بارے میں منقول ہے کہ :

"بعد از فراغ اوراد بیرون می آمدند و جماعتِ صوفیاں کہ بکار باغ و باغات اشتغال داشتند سرکار ہا می نمود و بوقت نماز پیشین باز بخانقاہ درآمدہ نماز بجماعت می گزارد از وظائف باقیہ فارغ شدہ باز بیرون برآمد و تا نماز دیگر بار دمی کہ بزیارت و ملاقاتِ آنحضرت می آمدند و صحبت می داشت و بحرف و حکایات و کلام و کلمات اشتغال می نمود و باز بہ نماز دیگر بجماعت حاضر شدہ می گزاردند و بہ اوراد عصر می نشست و بعد از نماز شام و خفتن بخلوۃ خود می درآمد و بعد از طعام دعائے ختم طعام آنحضرت می خواند و بعد از ادائے چند تسبیح و وظیفہ بحجرۂ بیرونی می رفت و در پاس آخر بخلوت اربعین می درآمد و بدیں نہج و طریقہ قریب پانزدہ شانزدہ سال گزاردند و درویشان اربعینا درویشان قواعد و آدابِ اربابِ عزت و ارکان شرائط اہل خلوت محافظت می نمودند و آنحضرت قواعد اعتکاف مرعی می داشت و تمام اہل اربعین و سائر درویشان چلہ نشین در حرکات و سکنات بحکم "موتوا قبل ان تموتوا" مانند اہل قبور و محض اموات بودند و ہیچ کس سخن جز بضرورت نمی کردند۔ و اگر بضرورت سخن بہ کسے می کردند مانند مریض متضرع سخن بطریق نجو ہمی می گفتند و ہرگز آواز بلند نمی کردند"۔

جو نئے لوگ پہلی مرتبہ نوربخشیہ طریقہ اختیار کرتے تھے ان کے لیے لازم تھا کہ وہ تمام رات خانقاہ میں محو عبادت رہیں۔ ان کو غزالی بسطامی اور جنید کی کتابوں کے اقتباسات سنائے جاتے تھے۔ مصنف کتاب ایک مشہور درویش اور ماہر موسیقی مولانا ملا حسن عودی کے حوالے سے لکھتا ہے کہ خانقاہ نوربخشیہ میں صوفی اور درویش محفل سماع جوش و خروش سے منعقد کیا کرتے تھے اور وہ اپنی اصطلاح میں اسے سنت رسولؐ کہتے تھے۔ ایک مرتبہ رات میں مولانا سید افضل اور مولانا حافظ محمود کیانی جو بے مثل خوش آواز اور غزل خوان تھے حالت وجد میں تھے اسی وقت ایک عرب میر شمس الدین کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ موصوف اپنے حجرے سے برآمد ہوئے اور محراب خانقاہ میں اس عرب کے پہلو میں تشریف فرما ہوئے۔ انھوں نے ملا حسین کو جن کے ذمہ ساز بجانے کا کام بھی تھا بلایا اور حکم دیا کہ تمام صوفیوں کو محفل سماع میں بلالاؤ۔ ملا عودی نے قاعدہ و آداب کے مطابق "بسم اللہ" کی آواز بلند کی اور تمام صوفیا حاضر ہوئے۔ پھر ملا عودی سے کہا گیا کہ تم شیخ عرب کو برائے سماع اٹھالو۔ عرب نے سر اٹھا کر اٹھنے سے انکار کیا۔ پھر ملا نے پوری قوت سے دونوں ہاتھوں سے اس کو اٹھالیا۔ اس نے میر موصوف کو بھی اٹھالیا اور پھر دونوں پر وجد میں حال کی کیفیت طاری ہوئی اور:

" ہر درویشے پر شوق و ذوق درمیان اہل سماع مانند نیرین درمیان ثوابت و سیارات می گردیدند و چوں سپہر شان صوامع گردوں و ازرق لباسان خوانق بے ستون رقص او گردش ہا می نمودند و جملہ درویشان عالی شان مانند روشنان آسمان و تمام صوفیان ملک صفات چوں نیرات سموات دایرات بعضے از مشرق روے بہ مغرب داشتند و بعضے از مغرب بطرف مشرق قدم سماع بر می داشتند و جمع از شمال بجنوب می گشتند و برخے از جنوب بہ شمال می گرشتند ۔"

یہ وجد و سماع کی محفلیں خانقاہ میں میر شمس الدین عراقی کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے میر دانیال نے بھی جاری رکھی تھیں۔ وہ بھی صوفیوں کی صدائے بسم اللہ سنتے ہی وجد میں آتے تھے اور ان پر عجیب و غریب کیفیت طاری ہوتی تھی یہی حال حضرت بابا علی اور دوسرے درویشوں کا رہتا تھا۔ بقول مصنف کتاب:

" حضرت شیخ دانیال و حضرت بابا باہم در وجد و سماع بدرویشان عالی شان موافقت نمودند و چناں وجد و سماعی بہ سوز و گداز و شوق و نیاز واقع شدہ کہ در غلغلہ جوش و خروش اہل اللہ از صوامع ملک و ملکوت در گزشتہ و ولولۂ شوق و ذوق درویشاں را بہ سماع کروبیان رسیدہ و حضرت شیخ شہید و حضرت بابا اگرچہ در اول سماع واتباع تواجد با خبر و با ہوش بودند اما در اثنائے وجد و سماع آنچناں بے خود و بے ہوش شدند کہ بجز ارباب فنائی حقیقی کسے را آں بے خودی دست نمی دہد و بجز از سکر آں شراب طہور لایزالی

آں مستی و بے ہوشی دیدہ نمی شود۔

جب میر موصوف کسی درویش کو نائب یا خلیفہ بناتے تھے تو اس کے لئے ایک خاص رسم انجام دی جاتی تھی۔ انھوں نے ۹۰۷ھ میں تبت جانے سے قبل حضرت بابا علی کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ رسم یہ تھی کہ اپنا عمامہ سیاہ با طاقیہ سرخ ان کے سر پر رکھا اور فرمایا کہ یہ تاج کرامت ہے جو حضرت سلیمان نے ہدہد کے سر پر رکھا اور پھر ان کا عمامہ اپنے سر پر رکھا۔ یہ بھی فرمایا کہ تم کو اب اجازت ہے اپنے مریدوں کی بیعت قبول کرو۔ اس کے بعد خانقاہ میں مریدوں اور درویشوں نے ان کے ہاتھ بیعت کی۔ پھر چلے میں بیٹھ گئے۔

خانقاہ زڈی بل میں صوفیوں اور درویشوں کو طہارت اور پاکیزگی کے آداب بھی سختی سے سکھلائے جاتے تھے۔ چنانچہ کتاب میں لکھا ہے کہ ایک درویش مُسمّٰی تاج الدین میر عراقی کے لنگر خانے میں بیس سال سے زیادہ باورچی تھے اور ہمیشہ "لا یمسہ الا المطہرون" کے حکم کے مطابق باوضو پکاتے تھے اور بغیر وضو کسی برتن یا کھانے پینے کی چیزوں حتیٰ کہ ہیزم (لکڑی) کو بھی نہیں چھوتے تھے۔ اس طہارت و پاکیزگی کے باوجود میر موصوف درویش کو زدوکوب کرتے تھے۔

میر شمس الدین کا انتقال ۲ رمضان ۹۳۲ھ کو ہوا۔ مادۂ تاریخ وفات "یا ہادی انفضل" ہے۔ اپنی خانقاہ میں دفن ہیں۔ ان کی خانقاہ کے آثار اب تک موجود ہیں۔ مرزا حیدر کاشغری نے حرم مسجد کی طرح اس کا طواف کیا تھا اور پھر اپنی حکومت کے استحکام کے لیے ۹۵۰ھ میں اسے نذر آتش بھی کیا۔

سوال و جواب

● **ڈاکٹر اقتدار حسین صدیقی:** پروفیسر محمد شفیع نے بھی اورینٹل کالج میگزین میں اس کا تعارف کرایا ہے کیا اس کے علاوہ بھی کوئی اور ماخذ ہے؟

● **جواب:** پروفیسر محمد شفیع نے بھی تعارف کرایا لیکن جس نہج سے میں نے تعارف کرایا ہے وہ اس تعارف سے مختلف ہے۔ انھوں نے تاریخی واقعات بیان کیے ہیں۔ ہم نے تصوف کے ایک نئے رنگ کو پیش کیا کہ وہ کیا کرتے تھے اور انکا مقصد کیا تھا

● **ڈاکٹر محمد ذکی:** شیخ موصوف کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ان کی خانقاہ کی زیارت کرنا گویا حج اکبر ہے۔ یہ کن صاحب کا قول ہے۔؟

● **جواب:** یہ خود مصنف نے لکھا ہے۔ اور اس زمانے میں سیاست کی غرض سے بادشاہ تک وہاں جاتے تھے۔ طواف کرتے تھے۔ وہ دوسرے صوفی کی طرح نہیں تھے۔ انھوں نے اپنی شناخت آپ بنائی اور ایک سے ایک کارنامے انجام دیے۔

● **جناب شمس الدین:** یہ تو آپ حضرات کو معلوم ہے کہ ان سے پہلے یعنی میر شمس الدین عراقی سے پہلے بہت پہلے جناب میر سید علی ہمدانی تشریف لائے تھے۔ اور ڈاکٹر حیدری کے ذہن میں بھی یہ بات ہے کہ میر سید علی ہمدانی کو احتراماً شاہ ہمدانی کہتے ہیں۔ وہ بھی غار نشیں نہیں تھے، وہ بھی اپنے وطن کو چھوڑ کر شمس الدین عراقی ہی کی طرح بہت جگہ گھومے۔ خصوصاً کشمیر میں انھوں نے اسلام کی تبلیغ کی۔ تو یہ ایک حقیقت ہے کہ جتنے بھی مبلغین کشمیر سے باہر کے تشریف لائے وہ یقیناً غار نشیں نہیں تھے۔

● **جواب:** میں نے یہاں ریشیوں کا ذکر کیا اور ریشی لوگ غاروں میں رہتے تھے، اللہ کی نعمتوں سے محروم رہتے تھے۔ گھاس، پات کھاتے تھے، اور کہتے تھے نفس کشی، اور میں اس نفس کشی کو خودکشی سمجھتا ہوں۔

● **جناب محمد احمد:** اس خانقاہ کا حکومت کے ساتھ کیا رویہ تھا؟

● **جواب:** جب میر شمس الدین عراقی کا انتقال ۹۳۲ھ میں ہوا تو ان کے انتقال کے بعد، ۹۴۸ھ میں مرزا حیدر کاشغری نے حملہ کیا۔ اب جب دیکھا کہ یہاں سب لوگ نوربخشی ہیں تو بغرض سیاست وہ وہاں گئے اور سجدہ کیا اور جب ضرورت پڑی، اپنی ضرورت پوری ہوگئی تو اس خانقاہ کو نذر آتش بھی کیا۔

●●

ڈاکٹر شمس الدین احمد
شعبۂ فارسی
کشمیر یونیورسٹی سرینگر

حضرت شیخ یعقوب صرفی کی دو اہم تصانیف

① رسالہ ذکریہ

حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ ۹۲۸ھ[1] میں سرینگر میں پیدا ہوئے۔ آپ کشمیر کے ایک مشہور و معروف صوفی شاعر اور عالم شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا اصلی نام یعقوب تھا۔ صرفی آپ کا تخلص تھا۔ اس کے علاوہ آپ کے القاب میں "حضرت ایشان" "شیخ" "گنائی" اور "عاصمی" بھی شامل ہیں۔ صرفی تخلص رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یہ ہدایت اپنے گرامی استاد حضرت مولانا رضی الدین نے فرمائی جس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں

سہ
بہ رسم تخلص بہ نظم کلام — مرا صرفی آن نامور ماند نام
بہ سن صغیرم بکبری نظر — مرا در تصوف شدہ راہبر[2]

چونکہ آپ کو علم صرف و نحو پر ید طولیٰ حاصل تھا اس لیے آپ کے استاد گرامی نے آپ کو صرفی تخلص رکھنے کی ہدایت کی۔[3]

"ایشان"[4] وسط ایشیائی محاورہ میں استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی "علامہ" کے ہیں۔ اور چونکہ آپ نے اُس زمانے کے تمام علوم یعنی فقہ، حدیث، تفسیر، فلسفہ، منطق، عروض اور تصوف وغیرہ میں پوری دستگاہ پا کر بین الاقوامی شہرت پائی تھی جس کے نتیجے میں یہ لقب پایا تھا۔

شیخ کے لقب سے مشہور ہونے کے بارے میں یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ آپ ابتدائی زندگی سے زاہد و پرہیزگار تھے۔ بلکہ خداترسی اور خداشناسی کا جذبہ آپ کے دل میں بچپن ہی سے موجود تھا۔

"گنائی" آپ کو شاہان وقت کی طرف سے خطاب ملا تھا جس کی وجہ یہی تھی کہ آپ کے خاندان کو خوشنویسی اور مراسلہ نویسی میں کمال حاصل تھا۔ "گنائی" سنسکرت زبان کا لفظ ہے اور "گن" سنسکرت میں قلم کو کہتے ہیں اور گنائی منشی کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری

---

[1] تاریخ کبیر مصنف حاجی محی الدین مسکین (ص ۱۰۰)، ب فتوحات الکبرویہ از عبد الوہاب نوری ص ۲۱۹، ج "تاریخ حسن" حصہ سوم ۱۹۲۔ د) حیات صرفی (ص ۹۹) تصنیف مولوی محمد شاہ سعادت۔ جس میں آپ کی تاریخ ولادت "شیخ صفی" درج ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۱۱۔ [2] طبع ھ۔ [3] مغازی النبی (دیباچہ) ص ۱۔ حیات صرفی

[3] اپنے دیوان اشعار میں صرفی اس تخلص کے بارے میں اپنی زندگی کو راہ عشق میں صرف کرنے پر ملال کرتے ہوئے فرماتے ہیں سہ

چون کرد صرف راہ تو نقد حیات خویش — یعقوب راز عشق تو صرفی شدست نام

[4] ڈاکٹر محی الدین صوفی اپنی تحقیق "کشمیر" (KASHIR) میں اس کے بارے میں یوں لکھتا ہے کہ "ایشان" کا لفظ ترکستان میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا مفہوم استاد، مرشد، پیر، شیخ اور رہنما۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۲۰۷، میں نے خود تاجکستان میں آج کل بھی بزرگ علما کے بارے میں اس لقب کا استعمال ہوتے سنا ہے۔

نے اپنی تصنیف میں گنائی کا مفہوم سمجھانے کے لیے یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ :

" گنائی در عرف آنوقت نویسندہ را می گفتند۔ از مفتی تا بتواری ہمیں لقب بود[1]"

عاصمی کہلانے کی وجہ یہ تھی کہ آپ نسبتاً عاصمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور اس خاندان کی نسبت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس خاندان کے افراد حضرت عاصم بن حضرت عمر فاروقؓ تک اپنا نسب نامہ پہنچاتے ہیں۔ اس پہلو کی طرف کشمیر کے ایک معروف شاعر مولانا عبد الوہاب شائقؔ نے درج ذیل اشعار میں اشارہ کیا ہے :

زہی مظہر لطف پروردگار   در علم و عمل عارف نامدار

از احفاد عاصم کہ آن نیک خو   بدُہ ابن فاروق اعظم نکو

ز شیخ حسن بود این خوش نسب   کہ اعیان کشمیر بودش لقب

حضرت صرفیؔ بچپن سے ہی علم و عرفان کے شائق تھے جس کے نتیجے میں انھوں نے ابتدائی عمر میں ہی قرآن مجید کو حفظ کر لیا اور مروجہ علوم میں سرگرم عمل رہے اور اپنے زمانے کے فاضل استاد مُلا محمد آنیؔ کے درس میں شریک ہوئے۔ ملا محمد آنیؔ مولانا عبد الرحمٰن جامیؔ کے مشہور و معروف فارغ التحصیل شاگردوں میں سے تھے۔

مولانا صرفیؔ سات سال کے تھے کہ شعر کہنے لگے اور اپنے والد بزرگوار جو اپنے زمانے کے اعلیٰ پایہ کے عالم، خوشنویس اور شاعر تھے، سے شعر کی اصلاح لینے لگے۔ خود فرماتے ہیں ؎

چو در سال ہفتم نہادم قدم   ز طبعم روان گشت شعر عجم

پدر کردی اصلاح اشعار من   باصلاح بودی مددگار من[2]

اس کے علاوہ ان سے اپنی ابتدائی تعلیم بھی پائی جس کے بارے میں کہتے ہیں ؎

پدر بسکہ مشفق بمن بودہ است   ز علم و آداب فرمودہ است

بہ تعلیم خود بندہ را کرد خاص   ز تشویق استاد مکتب خلاص[3]

حضرت صرفیؔ جب تعلیم سے فارغ ہوئے تو والد بزرگوار نے ان کو زمینداری کا کام سنبھالنے کے لیے گاؤں بھیجدیا اور گاؤں میں رہ کر جوانی کا زمانہ عیاش نوجوانوں نے آگھیرا لیکن والد نے خبر پا کر صرفیؔ کو تنبیہ کی اور والد کی طرف سے ہوئی ملامت پر اپنی ندامت اور مایوسی کا اظہار کیا اور بہت ہی عاجزی اور انکساری کی حالت میں خانقاہ معلےٰ میں نماز ادا کی۔ پھر شاہ ہمدانؒ کا فیض ہوا اور اپنے کیے پر پشیمان ہوئے اور اُسی وقت سے دل میں علم و عرفان حق کا شوق پیدا ہوا جس کے زیر اثر اپنے ملک سے

---

[1] واقعات کشمیر از خواجہ محمد اعظم دیدہ مری۔ [2] مغازی النبی از صرفیؔ۔ [3] ایضاً

بابر سفر کی ٹھانی اور اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ باتھال کے رستے خراسان اور ماوراءالنہر کی طرف روانہ ہوئے۔ بدخشان، بلخ، اور دیگر شہروں سے ہوتے ہوئے سمرقند میں پہونچے اور شیخ کمال الدین حسین کی خدمت میں حاضر ہو کر روحانی تربیت حاصل کی جس کا ذکر صرفی نے مسلک الاخیار میں ان اشعار میں کیا ہے ؎

بار چوں در خدمت اویافتم　　روی دل از غیر خدا تافتم
چوں نظری کرد بایں خاکسار　　زورقم محیط آمد از کنار
تا مدہ زورق بمحیط المستقم　　بلکہ محیط آمدہ در زورقم
محو بدریا شدہ ام قطرہ وار　　بلکہ محیط است مرا در کنار

حضرت صرفی ان کی خدمت میں رہ کر ہی عارف کامل بن گئے حتیٰ کہ آپ اپنی روشن ضمیری کو انہی کا صدقہ سمجھتے ہیں۔ ریاضت و چلہ کشی کے بعد ہدایت اور ارشاد کی اجازت پاکر وطن واپس آگئے۔ اپنے مرشد سے ملنے کا دوسری بار جب شوق پیدا ہوا تو پھر سے سمرقند پہونچے معلوم ہوا کہ آپ کے مرشد حج بیت اللہ کے لیے چلے گئے تھے۔ اپنے پیر و مرشد کی جدائی اور فراق نے انھیں اس قدر بیقرار کر دیا کہ وہاں سے سیدھے خانہ کعبہ کی راہ لی تاکہ اپنے مرشد کی خدمت میں مشرف ہونے کے ساتھ ساتھ فریضۂ حج بھی ادا ہو۔ وہاں پہنچ کر مشہور محدث ابن حجر مکی سے درس حدیث کی سند حاصل کی۔ ابن عربی کی فصوص الحکم شیخ محمد حسن شافعی مکی سے درساً پڑھی اور شیخ فتح اللہ مدنی سے فتوحات مکیہ کے اسرار و رموز سیکھے۔ واپسی پر ہندوستان کے علماء اور صوفیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے جس کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

سیاحت بہ عالم بسی کردہ ام　　ملاقات با ہر کسی کردہ ام
دریں راہ ہر جا کہ بودہ است کس　　نگاہی از و کردہ ام ملتمس

اس بات سے خود ہی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت صرفی صغر سنی سے ہی عرفان حق کے طلبگار تھے۔ اپنے معاصر علماء اور صوفیاء کی رہنمائی میں آپ ایک بلند پایہ سالک بن گئے تھے۔ ملک سے باہر دیگر ممالک کی سیر و سیاحت کے دوران صوفیاء کرام اور علماء عظام کی صحبت میں رہ کر آپ نے علم صوری اور علم معنوی پر دسترس حاصل کی جس کے نتیجے میں آپ ایک عالم، فاضل، شاعر، ادیب محدث اور عارف کی صورت میں سامنے آگئے۔ حضرت صرفی نے اپنی زندگی کے دوران کئی منظوم اور منثور تصانیف باقی چھوڑی ہیں جن میں سے بیشتر تصانیف تصوف سے متعلق ہیں۔ خمسۂ نظامی کی تقلید میں آپ نے مسلک الاخیار، وامق و عذرا، لیلیٰ و مجنوں، مغازی النبی اور مقامات مرشد جیسی مثنویاں رشتۂ تحریر میں لائی ہیں۔ اس کے علاوہ شرح ثلاثیات بخاری، شرح صحیح بخاری، مناسک الحج دعوی، حاشیہ توضیح، رباعیات، شرح رباعیات، تفسیر مطالب الطالبین، شرح اربعین، روائح، دیوان صرفی، تقریظات بر سواطع الالہام

مناقب الاولیا، تفسیر صرفی (فارسی) اور رسالہ ذکریہ بھی آپ کی تصانیف میں شامل ہیں۔

حضرت شیخ نے ۱۰۰۳ھ میں وفات پائی اور "فخر الامام" سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ سرینگر کے محلہ زینہ کدل میں دریائے جہلم کے کنارے پر آپ کا جسد مبارک سپرد خاک کیا گیا۔ جو یہاں کے عقیدتمندوں کی مقدس زیارت گاہ مانی جاتی ہے اور یہ زیارت گاہ حضرت ایشان صاحب کے نام سے لوگوں میں مشہور ہے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر شریف ۷۵ سال بتائی جاتی ہے جس کا ذکر آپ کے شاگرد خاص خواجہ حبیب اللہ حبی نے اس شعر میں کیا ہے۔ ؎

یافتم بہر سال تاریخش   پنج و ہفتاد سالہ آن شاہ [1]

سر دست میرا موضوع بحث رسالہ ذکریہ ہے جو کشمیر یونیورسٹی کے شعبہ مخطوطات میں زیر نمبر اندراج (۲۷) موجود ہے حضرت صرفیؔ کے دیگر تصانیف کے چند قلمی نسخے بھی اس شعبے میں موجود اور محفوظ ہیں۔

رسالہ ذکریہ کشمیر یونیورسٹی لائبریری کے شعبہ مخطوطات میں زیر نمبر ۲۷ موجود ہے۔ اس کے کل اوراق ۳۶ یعنی ۷۲ صفحات ہیں ہر صفحہ کی سطور کی تعداد اوسطاً ۱۵ ہے لیکن صفحہ اول کے سطور کی تعداد صرف گیارہ اور صفحہ آخر کے سطور کی کل تعداد آٹھ ہے اور ہر سطر کے الفاظ کی تعداد اوسطاً چودہ ۱۴ ہے۔ نسخے کی کتابت آج سے ساٹھ ۶۰ سال پہلے کی گئی ہے اور سال کتابت غرہ ماہ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ ہے نسخے کا سائز ۶" × ۹" ہے۔ جلد پر نیلے رنگ کا کپڑا اور چمڑا لگا ہوا ہے۔ اس نسخے کے کاتب کا نام میر محمد سعید اندرابی ہے اور خط نستعلیق ہے جس کو آسانی سے پڑھا جا سکتا ہے۔

مصنف نے یوں تو یہ نسخہ فارسی نثر میں لکھا ہے مگر عبارت میں اکثر جگہوں پر اشعار بھی لائے ہیں۔ جا بجا اور جگہ جگہ مصنف نے اپنی رباعیات بھی درج کی ہیں اور بعض جگہوں پر مصنف کی اپنی غزلیں بھی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ نسخہ منظوم بھی کہلایا جا سکتا ہے اور منثور بھی۔ اس کے علاوہ مصنف نے اس میں کئی جگہوں پر عربی عبارت بھی درج کی ہے جو بعض جگہوں پر خود اس کی اپنی عبارت ہے اور اکثر جگہوں پر دوسری کتابوں سے بھی نقل کی گئی ہے۔ کئی جگہوں پر آیات قرآنی اور احادیث نبوی اور صحابہ کبار اور بزرگان دین کے اقوال زریں بھی درج کیے ہیں۔ اس لحاظ سے اگر نسخے کا نام منثور عربی اور فارسی رسالہ رکھا جائے تو بیجا نہ ہوگا جس کے لیے یہ بات بھی ملحوظ رکھنا ہوگا کہ رسالہ مذکور کے آخری صفحات پر بیشتر عربی عبارت ہی درج ہے جو احادیث نبوی اور بزرگوں کے اقوال زریں سے منقول ہے۔

مصنف نے کتاب کا آغاز حمد رب العالمین کی یاد میں ان اشعار سے کیا ہے ؎

مرا یاد تو یارب قوت جان باد   بہ ذکر تو دلم رطب اللسان باد
چہ در ظاہر چہ در باطن ہمیشہ   دلم را نام تو ورد زبان باد

---

[1] رسالہ تصوف ص ۷۰ (حبی)

بہر جا و بہر وقت و بہر حال　　زبان مانذکر تو روان باد
ز درد و محنت عشقت ہمیشہ　　دلم پُرخون و چشم خونفشان باد
دل پُر خون صد چاکم و سادم　　زیاد تو بفریاد و فغان باد
وجود ہر چہ جز مذکور باشد　　زپیش دیدہ ذاکر نہان باد
چو از ذکر تو خوشتر نعمتی نیست
بکام صرفی بیچارہ آن باد

رسالہ ذکریہ کا موضوع جیسا کہ اس کے دیباچہ سے ظاہر ہے چند اذکار و مراقبات پر مشتمل ہے جو انھوں نے صوفیائے کرام، علمائے اعظام اور سالکانِ راہِ حق سے اپنے سفر کے دوران سیکھے اور پھر ان پر عمل پیرا ہوئے۔ عین عبارت یوں ہے:

"این سطری چند است بعضی منثور و بعضی منظوم بقلم نیاز مسطور نامہ ایجاز مرقوم در بیان بعضے از اذکار و مراقبات کہ در اثنای استفادہ از صاحبدلان و ذوی الابصار باین فقیر حقیر خاکسار یعنی گوشہ نشین زاویہ مسکنت و فقیری یعقوب صرفی ابن حسن کشمیری اصلح اللہ تعالی شانہما و سائر ما شانہما رسیدہ و این فقیر کثیر التقصیر اکثر آنرا بجد و اہتمام تمام ورزیدہ ہر یکی خاصیتی و تاثیری دیگر در اضمحلال آثار امکانی و کشف حقائق معانی در خور حال بقدر استعداد دیدہ بامید و آنکہ چنان است فیوض و برکات این مراقبات و اذکار شامل حال سائر اخوان طریقت شعار کرد۔"

اس کے بعد نسخہ مذکور میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بندۂ مومن کو سب سے پہلے اللہ تعالے کو پہچاننے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اس ذات احدیت کو پہچاننے کے بعد اس کی تعظیم اس کے لیے لازمی ہے، اگرچہ اللہ نے کئی عالم پیدا کیے اور ان میں کئی قسم کی مخلوق پیدا کی مگر بنی آدم کی تخلیق کا مقصد محض یہی تھا کہ یہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے شعور تفکر عطا کیا اپنے خالق کو پہچاننے کی کوشش کرے جن کے بارے میں ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"تعظیم معرفت حق تعالے المقصود است از ایجاد عالم و شناسائی او مراد است از خلقت بنی آدم۔"

کتاب کے موضوع سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مومن کے لیے یادِ حق کے دو طریقے ہیں۔ "اذکار و مراقبات" یعنی ذکر جلی اور ذکر خفی اور جو شخص ذکر لاالٰہ الا اللہ سے محروم رہا اور جس کے دل میں شیطانی وسوسوں کا نقش پڑا ہو اس کے دل کی مثال ایک زنگ آلود آئینے کی ہے اور وہ معرفت حق سے ہمیشہ محروم اور نا امید ہوتا ہے۔

در چشم دلت چو نقش اغیار بود　　نظارۂ روی یار دشوار بود
ہرگز نبود بہ ہیچ روی عکس پذیر　　مادام در آئینہ زنگار بود

اس کے علاوہ جو شخص ذکر "اللہ" یا "لا الٰہ الا اللہ" کا ورد کرے اس کے دل کا زنگ اسی کلمۂ طیبہ کے بار بار ورد کرنے سے مٹ جاتا ہے اور مقامات فقر و فنا حاصل کرنے کا ذریعہ بس یہی "لا الٰہ الا اللہ" ہے جس کے بارے میں فرماتے ہیں:

"مفتاح در خزاین فقر و فنا جز کلمۂ تحقیق لا الٰہ الا اللہ نیست۔"

مصنف نے دینی اور شرعی نقطۂ نگاہ سے اس طریق معرفت کے لیے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کیا ہے یعنی (۱) افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ سے مراد کلمۂ طیبہ کا اعادہ کرنا اور دل میں اس کو جگہ دینا (۲) فاذکرونی اذکرکم یعنی خدا کہتا ہے تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کرتا ہوں (۳) انی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان" یعنی میں قریب ہوں جب کوئی پکارتا ہے۔ اور قرآن و حدیث کی روشنی میں صوفیا کا یہی نظریہ اور خیال ہے کہ انسان کی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ وہ ذکر کے سبب رب السموات والارض کے قریب پہونچے اور اس کے سوا کسی کو اپنا معبود اور خالق تصور نہ کرے۔ اور ایک صوفی کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی یاد میں ظاہری اور باطنی دونوں صورتوں میں ہمہ تن مصروف ذکر رہے جو تمام صوفیائے کرام کے اپنایا ہے۔ اس مختصر سے رسالے میں حضرت عراقیؔ اپنے محبوب حقیقی سے غافل نہ رہنے کی سخت تلقین کرتے ہیں:

"یک لحظہ چشم از مشاہدۂ محبوب حقیقی نپوشی و یکدم شراب غفلت از خم کثرت ننوشی و یک لحظہ از مقصود اصل غافل نہ باشی و یک ساعت بما سوی او مایل نشوی و یک نفس از ذکر او باز نمانی و ریاض رضوان و نعیم جاودانی جز مجالس ذکر ندانی و شرف مجالسۂ اہل و اصحاب ذکر از دست نگذاری و صحبت ارباب جمعیت غنیمت شماری۔"

رسالہ ذکریہ کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عراقیؔ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں جس زہد و تقویٰ اور ذکر و مراقبہ کو اپنا شعار بنایا تھا اور جس کے زیر اثر اپنے حقیقی محبوب کے عشق و محبت نے اُن کے دل کو اس قدر گھیر کر ان کو ہر دو جہان سے بے نیاز کر رکھا تھا، یہ کہنا پڑا ؎

عراقیا از ہر دو عالم فارغم — تا شدم دیوانہ و شیدائے عشق
مساز جز بدل خویش منزل غم عشق — بہ عشق کوش خوش عالمی است عالم عشق

اس بات کی طرف اشارہ ہو چکا کہ حضرت عراقیؔ نے اس رسالے میں ذکر جلی اور خفی کو اپنانے کا ذکر کیا ہے جس کے دائرے میں شریعت اور طریقت دونوں آتے ہیں۔ ایک جگہ اھدنا الصراط المستقیم کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ راہ صراط مستقیم کا مقصد یہی ہے کہ حضرت اللہ کے حکم کے علاوہ حضرت رسولؐ کی سنت کی اطاعت اور پیروی کر کے زندگی کے ہر قدم پر اس کو مشعل راہ بنائے۔ اور کئی مفسرین کے حوالے سے اہل السنت والجماعت کے گروہ کو راہ مستقیم اپنانے والا گروہ قرار دیا ہے اور ان اشعار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

گر خود نسبت عبادت نبود | یا اللہ عبادت تو عبادت نبود
راہ صراط مستقیم گوید | جز مذہب سنت و جماعت نبود

اسی نسخے میں آگے چل کر بعض مفسرین کے حوالے سے سُنت رسول مقبول صلعم ترک کرنے والے گروہ یعنی شیعہ فرقے کو اہلِ بدعت قرار دیا ہے۔ مفسرین کا حوالہ دینے کے ساتھ ساتھ حدیث نبوی کی روشنی میں بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ آنحضور صلعم کا ارشاد گرامی ہے کہ میری اُمت کے بہتر گروہ ہو جائیں گے جن میں سے صرف ایک جماعت راہ مستقیم پر گامزن ہوگی وہ وہی گروہ اور جماعت ہے جو خدا کے حکم اور میری سنت کی اطاعت اور پیروی کرے گی اس کے ماسوا باقی سب بدعتی ہیں ؎

ہر کسکہ ز بیعت او گردن تافت | در گردن خویش طوق از لعنت یافت

حضرت صرفیؔ نے جہاں اس نسخے میں ایک صوفی کو یادِ حق میں ہشت پہر محو رہنے کی تلقین کی ہے۔ وہاں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ وہ حلال کی روزی کھائے اور کم مقدار میں غذا کھائے۔ اور ایسی چیزوں کو ہاتھ نہ لگانے کی تلقین کی ہے جو خلاف سنت ہوں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ رزق حلال کی روٹی ملنے کے باوجود بھی بادشاہوں کی دعوت قبول نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان کے دسترخوان کے کھانے سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ ان کے دلوں میں شیطانی وسوسہ پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ جو شاید "نفی خاطر" کا باعث بن جائے اور ایک سالک کو اس سے بچنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے:

"آنکہ بہ نفی خاطر چہار رکعت نماز گذارد و در ہر رکعتی، فاتحہ با چہار قل قرأت کند و در سجدہ بعد فراغ ہفت بار یا حی یا قیوم برحمتک استغیث آنگہ در ہر نفسی مراعات دل از اہم مہمات داند و پیوستہ محاسبہ انفاس بر خود واجب و لازم گرداند...... آنگہ دایم در صلوٰۃ القلب قیام نماید انشاء اللہ العزیز خواطر بالکلیہ منتفی شود"

اور اسی کے ساتھ وصف الصلوٰۃ القلب کا طریقہ یہ بتایا ہے:

"نیت بدایں طریق کند نویت ان اودی رکعت، بوجہک الکریم الباقی انت الباقی لا الہ الا انت الباقی اللہ اکبر آنگاہ ارکان صلوٰۃ یعنی قرأت و رکوع و سجود بدل ادا کند و ہر چہ داند بخواند پس سلام بسوی قبلہ دہد"

نفی خاطر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"و تکبیر کعبہ قایم نشستہ گذارد و در قرأتش بعد از فاتحہ قُل ھُوَ اللہُ اَحَد بسیار بخواند بشرط فرد باشد نہ زوج، پس سلام سوی قبلہ دہد و محققان کبار فرمودند کہ نماز از خواص بسیار است و فواید بے شمار"

طریق نفی و اثبات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تصوف کے اور طریقوں میں سے یہ طریقہ بھی ہے جسے مشایخ عظام اور صوفیائے کرام

سے سیکھا ہے اور اس پر عمل کیا ہے۔ وہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے یعنی "کچھ بھی نہیں ماسوائے اللہ کے" اور اس کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ "این کلمہ طیبہ سکنجبین است کہ مرکب از سرکۂ نفی و شکر اثبات تا مادۂ صفراوی نسیان را کہ بیماری فی قلوبہم مرض ازانست قطع کند و علت کفر و خذلان بصحت ایمان و ایقان تبدیل یابد۔"

فرماتے ہیں کہ اس کلمہ طیبہ کے اپنانے کے کئی طریقے ہیں جن میں سے ایک طریقہ ذکر "چہار ضرب" ہے جو آنحضرت صلعم سے گذر کر کئی سلسلوں سے ہوتے ہوئے حضرت شاہ ہمدانؒ اور پھر حضرت مخدوم کمال الدین حسین خوارزمی تک پہونچا اور جنہوں نے اس کی تعلیم و تربیت بندہ حقیر کو دی۔ طریقہ یہ ہے کہ "ذکر رو بہ قبلہ کردہ مربع بنشیند و اول فاتحہ و آیۃ الکرسی برای ترویح ارواح مشائخ سلسلہ شریفہ..... اسرارہم بخواند و دہ بار درود حضرت رسالت مآبؐ فرستد و چشم خود فرو بندد و احضار شیخ کند پس اللہ گویان بہ شد و مد بہ پستان چپ اشارہ کند...... و بدل محمد رسول اللہؐ بگوید و احضار صورت خود کردہ یعنی لا الہ الا اللہ تصور کند..."

اسی طرح اس کے اور بھی طریقے بھی بیان فرماتے ہیں جو رسالہ مذکور میں درج ہیں۔ ذکر جلی اور ذکر خفی کے علاوہ حضرت صرفیؒ نے ذکر حلقی کا بھی ذکر فرمایا ہے اور اس کے سات مختلف طریقے بتائے ہیں۔ "طریق اول۔ ذکر جلی و ضرب جلی کہ آنرا ذکر جہریہ گویند دوم ادای خفی و ضرب خفی کہ آنرا ضرب چشتیہ گویند۔ سوم ادای جلی و ضرب خفی کہ آنرا ذکر انفاسیہ گویند۔ چہارم ادای خفی و ضرب جلی کہ آنرا ذکر احمدیہ گویند۔ پنجم ادای وہمی و ضرب وہمی کہ آنرا ذکر اسرافیلیہ گویند۔ ششم ادای خفی و ضرب وہمی کہ آنرا ذکر عزرائیلیہ گویند۔ ہفتم ادای وہمی و ضرب خفی کہ آنرا محمدیہ و مطلوبیہ نامند و حلقیہ و قاب قوسیہ خوانند۔" اور ذکر حلقی جس کے یہ سات طریقے ہیں اس کو بذات خود میکائیلیہ و مرشدیہ کہتے ہیں۔

حضرت شیخ صرفیؒ کے اس مختصر سے رسالے میں ابھی تک جن اذکار کا ذکر ہوا وہ محض قرآن و حدیث کی روشنی میں ملتے ہیں اور ان میں محض اللہ کی ذات کو واحد اور شاہد جان کر اُسی سے مدد حاصل کرنا مطلوب ہے۔ مگر بعض ایسے وظائف بھی درج ہیں جن میں خدا کے سوا دوسروں کو بھی مدد کے لیے پکارا جاتا ہے مثلاً "یا احمدؐ یا محمدؐ یا علیؓ یا فاطمہؓ یا حسنؓ یا حسینؓ یا جبرئیلؑ یا روح القدس" کا نام لے کر مقصد دل پورا ہوتا ہے۔ ایک جگہ شیخ نے اس کا ذکر کیا ہے جس کو ذکر قلندریہ کہتے ہیں۔ اس ذکر کا طریقہ یہ ہے: "یا حسنؓ میان زانو یا حسینؓ بر ناف۔ یا فاطمہؓ بر کتف راست و یا علیؓ بر کتف چپ یا محمدؐ گویان در خود ضرب کند۔" اور جس کے زیر اثر ان کی ارواح قدس حاضر ہو کر اس شخص کو امداد کر کے اس کا مقصد دل پورا کرتی ہیں۔

اسی طرح کا ایک اور وظیفہ بھی درج کیا ہے جس سے کمانے والے شخص کو کشف القبور اور کشف الارواح حاصل ہوتا ہے۔ وظیفہ یہ ہے "یا روح اللہ، یا روح القدس، یا روح الامین یا جبرئیل۔"

ذکر جہر یعنی اللہ تعالٰی کو آواز دے کر پکارنے سے قرآن اور حدیث نبویؐ اور اقوال مشائخ کی رو سے مانع نظر آتے ہیں۔

ایک جگہ قرآن کریم کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں :

"سورہ الاعراف   واذکر ربک تضرعا وخیفۃ ودون الجہر ادعو ربکم تضرعا وخفیہ"

اور نبی کریم صلعم کی عظمت اور شان کو برقرار رکھنے کے واسطے اور آپ کی تعظیم کے واسطے قرآن مجید کے حوالے کی روشنی میں بھی ذکر جہر کو ناجائز قرار دیا ہے۔ یاایہا الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ یہ لوگ رسول خدا کے حضور بات کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھتے ہیں اور در حقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم (القرآن سورہ الحجرات مدنی ۴۹ اور پارہ خمس ۲۶ اور آیت ۲ تا ۳)۔ اسی طرح حضرت صمدیت کی بارگاہ میں حاضر ہو کر خضوع اور خشوع کی حالت میں یاد کرنا امر خداوندی بھی ہے اور فرمان رسول بھی۔

مراقبہ کے بارے میں جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا کہ اس کتاب کی بنیاد دو اہم باتوں یعنی ذکر اور مراقبہ (ذکر جلی اور ذکر خفی) پر رکھی گئی ہے۔ حضرت مرقی نے اس ذکر کو صوفی کے لیے بہت ہی اہم قرار دیا ہے اور اس کی تاثیر اور اس کی عظمت کے بارے میں امام ابوالقاسم قشیری کے فرمودات کو یوں قلمبند کیا ہے :

"المراقبہ علم العبد بدوام اطلاع الحق علیہ ارشارۃ بمعنی مراقبہ است "بقول حضرت خواجہ بزرگ" از طریق نفی و اثبات اعلیٰ و اقرب است از طریق مراقبہ بمرتبہ وزارت و تصرف در ملک ملکوت رسد۔"

اسی طرح اور بزرگوں کے اقوال بھی مراقبہ کی عظمت کے بارے میں نسخہ مذکور میں قلمبند کیے ہیں۔

تنقیدی تبصرہ

رسالہ ذکریہ کی عبارت سادہ، رواں اور واضح ہے۔ اس کے جملوں میں ایجاز و اختصار پایا جاتا ہے جیسا کہ پہلے بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ اس میں فارسی کے علاوہ عربی عبارت بھی پائی جاتی ہے اور مصنف نے جہاں کہیں بھی اپنی عبارت قلمبند کی ہے وہ بالکل مختصر جملوں میں پیش کی ہے۔ مگر اس کے برعکس احادیث نبوی کے علاوہ بعض صحابہؓ اور بزرگوں کے جن اقوال کو بھی نقل کیا ان میں طول کلام کی وجہ سے پیچیدگی آتی ہے اور قاری کو مفہوم کے سمجھنے میں دقت محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ مصنف نے بیشتر عربی عبارت دوسری کتابوں سے مستعار لی ہے لیکن معلوم پتہ چلتا ہے کہ مصنف نے نسخہ ذکریہ کو ترتیب دیتے وقت قرآن، حدیث اور تصوف کی دوسری کتابوں کا بغور مطالعہ کر کے ان سے استفادہ کیا ہے جس سے اس کی اہمیت میں اضافہ ہوا ہے اور جہاں کہیں بھی قرآن و حدیث کے علاوہ ایک صوفی کو شریعت اور طریقت کی تعلیم دیتا ہے وہاں ساتھ ساتھ

ان مصنفوں کے نام اور ان کی تصانیف کا بھی حوالہ دیتا ہے یعنی جوبیات پیش کی ہے اس کے لیے جگہ جگہ دعویٰ کے ساتھ دلیل بھی پیش کی ہے۔ اس کی ایک اور خوبی یہ بھی ہے کہ مصنف نے بیشتر جگہوں پر نثر کے ساتھ اشعار بھی درج کیے ہیں جس سے عبارت کی چاشنی بڑھ گئی ہے۔ اور ایک جگہ سعدیؔ کا شعر بھی تمثیلاً پیش کیا ہے۔ مثلاً تصفیۂ دل اور بصارت قلبی کے حاصل کرنے سے متعلق سعدیؔ کا یہ شعر لایا ہے ؎

سعدیؔ حجاب نیست تو آئینہ پاک دار　　　زنگار خوردہ کے بنماید جمال دوست

سادہ نویسی کی مثال یہ ہے :

" اگر بہ این ہمہ مندفع نشود چند نوبت بجہر گوید۔ واللہ را مدد و بدد و بدل فرد بردہ و ہمان قدر مشغولی کند کہ ملول نشود چوں ملول نشود بس کند آنکہ طعام و شراب بی اشتہا نخوردو در وقت خوردن نیت شہوت و ہوای نفس نکند۔"

یا یہ عبارت ملاحظہ ہو :

" یک ساعت از مقصود اصلی غافل نباشی یک ساعت بما سوی اوبل نشوی و یک نفس از ذکر او باز نمانی و شرف مجالست ذاکر از دست نگذاری و صحبت ارباب جمعیت غنیمت شماری "

اس نسخے کی ادبی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس کی خامیوں کا بھی ذکر ہونا چاہیے۔ اس کے باریک اور عمیق مطالعے سے معلوم ہوا کہ مصنف نے اس میں ایک ایسا واقعہ قلمبند کیا ہے جس سے راقم کو اتفاق نہیں ہے۔ اور یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب کیا ہے اور وہ دعا جو حضرت موسیٰ سے منسوب ہے یوں ہے

یعنی اے اللہ مجھے حضرت محمد صلعم کی امت میں سے اٹھا[1] دوسری بات یہ کہ حضرت عمرقیؒ نے "ذکر جہر" کو رسالہ ذکریہ میں جابجا قرآن

---

[1] (الف) صحیح بخاری، ترمذی اور مسلم شریف میں اس طرح درج ہے کہ حضرت عیسیٰؑ پیغمبر آخرالزمان جناب محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں آسمان سے اتر کر مکہ شریف کی سرزمین پر دوبارہ ظاہر ہونگے (جو مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق آسمان پر زندہ ہیں) اور یہ زمانہ امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ ہوگا اور حضرت عیسیٰؑ امام مہدیؑ کے پیچھے مقتدی کی حیثیت سے نماز پڑھیں گے۔ اور آخر کار مدینہ منورہ میں حضرت عیسیٰؑ امام مہدیؑ کے پہلو میں دفن ہونگے دراصل یہ اسی دعا کا اثر ہوگا جو آپ نے اللہ کے حضور مانگی تھی۔ یہاں پر اس بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ جہاں تک حضرت عمرقیؒ کے تبحر علم اور عالم ہونے کا تعلق ہے اس سے کسی بھی عالم اور فاضل کو انکار نہیں جیسا کہ ہم اس مضمون کے ابتدائی صفحات میں اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت عمرقیؒ عربی اور فارسی زبان کے اعلیٰ پایہ کے عالم تھے اور انھوں نے عربی اور فارسی زبان میں کئی کتابیں لکھیں جن کو عربی اور فارسی ادب میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اس لحاظ سے ایسے عالم جید کا یہ حدیث حضرت موسیٰ سے منسوب کرنا بھی کوئی تعجب انگیز بات نہیں ممکن ہے (باقی حاشیہ صفحہ ۲۴۲ پر)

واحادیث کی رو سے ممنوع قرار دیا ہے لیکن اس نسخے کے آخر میں اس حقیقت کی تردید کی ہے اور بعض بزرگوں اور صوفیوں کے اقوال کے پیش نظر ذکر جہر کو درست قرار دیا ہے۔ عین عبارت یہ ہے[1]:

"آنچہ در ذکریہ فارسیہ فرمودہ اند قرار داد اند و معتقد برآن حضرت ایشانؒ نیست زیرا کہ حضرت ایشانؒ ذکر جہریہ جایز داشتہ اند و عربیہ بار تقاضائے صوت واضح کردہ اند کامیفست آنچہ در رسالہ اورادیہ گفتند دلیلی دائی مر برهان شافی وحق آنست ذکر جہر ہم جایز است ولیکن ذکر خفی اجر وافضل واعلی است کما قال حضرت ایشانؒ"

مصنف نے اس مختصر سے نسخے میں مندرجہ ذیل مشائخ کے اقوال زریں اور انہیں کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

(۱) رسالہ ذکریہ فارسیہ از حضرت امیر کبیرؒ (۲) رسالہ اورادیہ عربیہ از حضرت امیر کبیرؒ (۳) تفسیر زاہدی ابوالمقاصد (۴) سیر الاحکام (۵) فصوص الحکم شیخ محی الدین ابن عربی (۶) در تکملہ نفحات الانس جامی از عبدالغفور لاری (۷) تصانیف سید علاؤ الدولہ سمنانی (۸) لطایف قشیری (۹) الاالتفسیر (۱۰) علاؤ الدولہ سمنانی کا رسالہ اجر الوحی فی ذکر الخفیہ (۱۱) امام ابوالقاسم قشیری (۱۲) نوادر الفتاوی۔

مصنف نے ان کا نام مذکورہ نسخے میں مختلف جگہوں پر پیش کیا ہے۔

(۲) مسلک الاخیار

حضرت شیخ یعقوب صرفی کی اگرچہ متعدد تصنیفات ہیں لیکن ان کے خمسہ کو ان کی تقریباً تمام تر تصنیفات پر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۱: کہ انھوں نے اپنے مطالعہ کے دوران کسی شرعی کتاب میں یہ حدیث دیکھی ہوگی اور چونکہ راقم کی نظر اتنی وسیع نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں کوئی حتمی رائے پیش نہیں کی جا سکتی ہے۔ البتہ اتنا تو ضرور کہہ سکتا ہوں کہ ناقل نے نسخہ مذکور کو نقل کرتے وقت "عیسیٰ" کے بجائے "موسیٰ" لکھا ہوگا۔ (ب) ڈاکٹر ظہور الدین احمد نے اپنی کتاب "پاکستان میں فارسی ادب" جلد اول کے صفحہ ۴۹۰ پر اس واقعہ کی تنقید ان الفاظ میں کی ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔ یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک پیغمبر خدا کا پیغام اپنے بندوں تک پہنچا کر اس دنیا سے رحلت کر جائے اور پھر وہ آرزو کرے کہ وہ کسی آنے والے پیغمبر کی امت بن جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں زندہ ہو کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بننا چاہتا ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص دنیا میں دو دفعہ آئے خدا نے کہیں اس امر کی توضیح نہیں کی۔ حدیث و صحیح ہے

[1] اندازہ ہوتا ہے کہ کاتب نے یہ عبارت حضرت صرفیؒ کی دیگر تصانیف سے ذکر جہر کی تائید میں بطور ثبوت پیش کی ہے۔

برتری حاصل ہے۔ یہ خمسہ انھوں نے نظامی گنجوی کی تقلید میں کہا ہے۔ اس میں "مسلک الاخیار"، "وامق عذرا"، "لیلیٰ مجنوں"، "مقامات مرشد" اور "مغازی النبیؐ" پانچ مثنویاں ہیں۔

مسلک الاخیار سے اس کی تاریخ تصنیف نکلتی ہے چنانچہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صرفیؔ فرماتے ہیں:

"در ختم ایں رسالہ کہ مسمی است بہ مسلک الاخیار کہ ایں عبارت ہم ایں مختصر را نام است و ہم تاریخ اختتام۔"[1]

حسب ذیل شعر سے اس مثنوی کے مکمل ہونے کی تاریخ نکلتی ہے ؎

مسلک الاخیار چو کردم رقم　　نام رسالہ شد و تاریخ ہم[2]

مسلک الاخیار سے بحروف ابجد سنہ ۹۹۳ھ اخذ ہوتا ہے یعنی صرفیؒ نے یہ مثنوی اپنی وفات سے تقریباً دس سال پہلے مکمل کی تھی۔

کشمیر کے میرواعظ خاندان سے حاصل شدہ شیخ یعقوب صرفیؔ کی پانچ مثنویوں پر مشتمل ایک ہی جلد میں یہ خمسہ نہایت خوش خط نستعلیق میں کشمیر یونیورسٹی کے شعبۂ مخطوطات میں زیر شمارہ ۱۲ محفوظ ہے نسخے کے ابتدائی ۶۰ اوراق پر مثنوی مسلک الاخیار درج ہے۔ نسخے میں سنہ کتابت اور کاتب کا نام درج نہیں البتہ کاغذ، روشنائی، اس کی ساخت اور قدامت سے پتہ چلتا ہے کہ اس مخطوطہ کی کتابت تقریباً ایک سو پچاس سال قبل کشمیر میں ہو چکی ہوگی۔ کاغذ کشمیری عمدہ بہ رنگ سفید، ہر صفحہ چار ستونی، ہر صفحے میں تقریباً ۲۲-۲۵ سطریں، جلد چمڑے کی بہ رنگ حنائی، نسخے کی لمبائی ۱۱½ اور چوڑائی ۷½ (۲۹ر۵×۲۰ر۷) ہے۔ مسلک الاخیار کے کل اشعار کی تعداد تخمیناً ۱۸۰۰ ہے اور اس مثنوی کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　سرِ خط منشور عطائی عظیم[3]

مثنوی کے آخری دو شعر یہ ہیں ؎

مسلک الاخیار چو کردم رقم　　نام رسالہ شد و تاریخ ہم
وفقنی اللہ بختم الکلام　　ایدنی رحمۃ و السلام[4]

مسلک الاخیار بحر رمل مسدس محذوف مقصور میں ہے اور اس کا وزن مولانا جلال الدین رومیؒ کی مثنوی معنوی کی طرح فاعلاتن فاعلاتن فاعلن ہے جو کہ فارسی ادب میں عام طور پر عرفانی اور متصوفانہ مثنویوں کے لیے

۱۔ ۲۔ مسلک الاخیار ص ۵۲ – ۳۔ مسلک الاخیار ص ۱۔

متداول ترین وزن مانا جاتا ہے اور خاص طور پر شور انگیز صوفیانہ احساسات وجذبات کے اظہار کے لیے موزوں اور مناسب وزن بھی ہے۔ اس مثنوی کا آغاز مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات، نعت رسول مقبول صلعم، منقبت چہار یار باصفا (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) منقبت حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ، منقبت شیخ کمال الدین خوارزمیؒ، نثر پر منظوم کلام کی فوقیت، دل کی پاکیزگی اور اپنے پیر طریقت شیخ کمال الدین حسین خوارزمی کے ساتھ تین مجلسوں کے بعد ہوتا ہے "مسلک الاخیار" میں دراصل بیس مسلکوں کی وضاحت کی گئی ہے اس طرح سے یہ بیس مقالوں پر مشتمل ایک ایسی مثنوی ہے جس میں نیکوکار لوگوں کے بیس مسلکوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان مقالوں میں بہت سی حکایات کو اخلاقی اور عرفانی معانی سے آراستہ اور مزین کیا گیا ہے۔

صرفی کی نظر میں سالک کا پہلا اور ابتدائی مسلک یقظہ یعنی بیداری ہے کیوں کہ صرفی اسے شہود کے حصول کا پہلا زینہ اور وحدت الوجود کے مراحل طے کرنے کی پہلی منزل قرار دیتے ہیں۔

دوسرا مسلک صرفی کی نظروں میں توبہ ہے جو ایک گناہگار بندے کے لیے تطہیر کا موجب بنتا ہے۔

تیسرا مسلک اخلاص ہے جس کو صرفی ہر خاص و عام کے لیے اولین فرض تصور کرتے ہیں جس طرح علامہ اقبالؒ کے بقول ؏ طی شود جادۂ صد سالہ بہ آہی گاہی۔

اسی طرح صرفی کے یہاں سالک اخلاص کی بدولت سیر افلاک کر سکتا ہے فرماتے ہیں[1]

سیر بیک لحظہ کنی عالمی — راہ دو صد سالہ روی در دمی

چشمۂ اخلاص چو گردد رواں — بحر فتوحات زند موج ازاں[2]

صرفی کے یہاں چوتھا مسلک محاسبہ ہے جو مراقبہ کے اہم ارکان میں شامل ہے

پانچواں مسلک تفکر ہے جس کی فضیلت قرآن مجید میں بھی درج ہے۔ چونکہ عالی ہمتان عرش نشین اور سربلندان اوج گزین کا شیوہ تواضع ہے اس کو صرفی چھٹا مسلک قرار دیتے ہیں۔

اہل صفا و صلحا کا ایک مسلک رضا ہے جس کو صرفی راہ سلوک کا ساتواں مسلک قرار دیتے ہیں[3]۔

آٹھواں مسلک جس کی وضاحت قرآن کریم کے آیۂ کریمہ یعنی "وقلیل من عبادی الشکور" میں ہو چکی نواں مسلک توکل، دسواں قناعت، گیارہواں نماز، بارہواں زکوٰۃ، تیرہواں روزہ، چودہواں جہاد

---

[1] مسلک الاخیار ص ۵۲ [2] مسلک الاخیار ص ۱۲۷ [3] بقول حافظ شیرازی ؎

رضا بداده بده وز جبین گره بگشای — که بر من و تو در اختیار نگشاد است

پندرہواں حج، سولہواں ذکر، سترہواں اصحاب معارف و ارباب حقائق کا صمت و سکوت، اٹھارہواں عزلت، انیسواں طریقت اور بیسواں ربطِ قلب اور ضبطِ نفس۔

"مسالک الاخیار" میں صرفی کا اسلوب نگارش سبک خراسانی اور سبک عراقی کے بالکل قریب ہونے کے باوجود بھی نرالا ہے۔ چونکہ صرفی طبعاً صوفی منش ہیں لہٰذا فطرتاً تصوف و عرفان ہی ان کا جان کلام ہے خدائے قادر کی وحدانیت اور اس کے لاشریک ہونے کے دلائل کو اسرار و رموز کے ساتھ اس طرح موثر انداز میں بیان کرتے ہیں ؎

آری الف ہست یکی و یکی | باہمہ اعداد بود بیشکی
ہر چہ ز اعداد مقرر شود | ہست یکی لیک مکرر شود
گر دو سہ چار است و اگر صد ہزار | یافتہ بہ تکرار یکی اعتبار
گشتہ ز اللّٰہ و رحمن عیاں | لیک ز نظارہ مردم نہاں[۱]

صوفیائے کرام راہ سلوک میں منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے علم و عقل دونوں کو مانع تصور کرتے ہیں اور اکثر صوفی شعرا کے یہاں دونوں موضوعات پر کثرت کے ساتھ اشارے ملتے ہیں صرفی نے ظاہری علم پر باطنی علم کی فضیلت کو جس طرح سے بیان کیا ہے اور باطنی علم کی برتری و فوقیت کو اصل الاصول مانا ہے، اس کا اندازہ ان اشعار سے ہو سکتا ہے ؎

علم نہ آنست کہ بر تن تند | علم ہمانست کہ بر دل زند
علم کہ بر تن تند آن مار ِست | علم کہ بر دل زند آں یار ِست

علم تو معلوم کہ تو دتا کجاست | از سر بینی تو تا پشت پاست
علم کہ شد موجب کبر و غرور | ظلمت جان و دلت آمد نہ نور[۲]

۱۔ مسالک الاخیار ص۔ ۱۹

۲۔ مسالک الاخیار ص۔ ۱۴۔ اقبال کے اس شعر کا نفس مضمون بھی یہی ہے ؎

علم را بر تن زنی ماری بود | علم را بر دل زنی یاری بود

صرفی اور اقبال دونوں نے مولانا کی تقلید کی ہے مولانا نے کہا ہے ؎

علم ہای اہل دل حمال شان | علم ہای اہل تن احمال شان

گویا جس علم کا درس صرفی اپنے ان اشعار میں دیتے ہیں معرفت حق تعالیٰ کا زینہ قرار پاتا ہے لیکن اس معرفت کو حاصل کرنے کی غرض سے راہ سلوک پر گامزن ہونے کا سرمایہ ایک سالک کے ہاتھ فقط عشق ہے یہی وجہ ہے کہ سالک بارگاہ ایزدی میں سر بسجود ہے کہ خون جگر سے لبریز معرفت کا ساغر پی کر خدا کے ہی عشق میں مست و مدہوش رہے[1]

یارب از اندوہ خودم شاد کن — ملک دلم راز غم آزاد کن
بادہ ام از خون جگر بس بود — ساغرم از دیدۂ تر بس بود
عشق تو خواہم کہ بود کار من — ہم نفس و مونس و غمخوار من
عشق تو خواہم کہ بود دین من — ملتِ من کیش من آئین من[2]

معرفت کو حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ اگر سالک کے ہاتھ میں معبود کی بے پناہ مہر و محبت اور عشق ہے تو سلوک کے مدارج طے کرنے کے لیے سالک ایک ایسے پیر و مرشد کی رہنمائی کا طالب ہے جو اس کو اس راستے میں بھٹکنے سے نجات دلا سکے یہی وجہ ہے کہ صرفی اپنے مرشد کی والہانہ محبت اور فنا فی مرشد کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

بودہ ام اندر تگ و پو روز و شب — پای ز سر کردہ برای طلب
عاقبت از عالم غیبم ندا — آمد کای طالب راہ خدا
راہ نمائیکہ تو داری ہوس — ہست ہمیں مرشد خوارزم و بس
جانب آں میکدہ او رہنماست — خاک رہش خوشتر از آب بقاست[3]

جب ایسے مرشد کی رہنمائی سے صرفی بہرہ ور ہو جاتے ہیں تو کرسی فلک کو زیر پا رکھ کر سراب میں آب حیوان ڈھونڈ کر اسے پیدا کرنے کی مساعی میں عمل پیرا ہو جاتے ہیں ؎

بس کہ شدم مست شراب سرور — گشت مساوی رہ نزدیک و دور
بر فلک صدر نشاندم قدم — پای ز شادی بزمین کم زدم
گر بنمودی برہش قحط آب — آب خضر یافتمی از سراب
قائدِ توفیق مرا رہنما — شد سوی آن قبلۂ ارض و سما[4]

---

[1] تحقیقی مقالہ "اکبر اور جہانگیر کے دور میں کشمیر کا فارسی ادب" از محمد صدیق ص ۳۰۲
[2] مسلک الاخیار ص ۷، [3] مسلک الاخیار ص ۱۵، کشمیر میں اکبر اور جہانگیر کے دور کا فارسی ادب ص ۳۰۳
[4] مسلک الاخیار ص ۱۶

جب صرفیؔ نے اپنے پیرِ طریقت کے روحانی کمالات کے طفیل تدریجاً تصوف کے منازل طے کیے اور عطار کے "سیمرغ" کا ادراک کرنے میں کامیاب ہو گئے تو دنیا کے ذرّے ذرّے میں اسے قدرت کے ہی جلوے نظر آئے۔ فطرت کے انگ انگ میں اسی کا راز مضمر دکھائی دیا اور لالے کی حنابندی میں قدرت کی ہی رعنائی نظر آئی۔ یہی وجہ ہے کہ صرفیؔ کبھی عاشق وار اپنے سینے کو شرحہ شرحہ کرنے لگے اور کبھی پروانہ وار فطرت کے گلدستوں کو سینے سے لگاتے رہے اور عندلیب وار اپنی حساس طبیعت سے درد بھرے نغموں کو یوں الفاظ کا جامہ پہنانے لگے ؎

ای ز تو آموختہ معشوق ناز وی ز تو اندوختہ عاشق نیاز

در رخِ معشوق جمالت عیاں واز غمت در دلِ عاشق نہاں

سینۂ عشاق ز سوزت کباب دیدۂ معشوق ز مہرت پر آب

شمع کہ پروانہ صفت سوختہ آتشِ عشقت بدل اندوختہ

لیلیٰ از اندوہ تو مجنونِ عشق قیس ز سودای تو مفتونِ عشق

پیرہنِ گل بہوای تو چاک بلبلِ نالاں ز غمت دردناک

سنبل از اندوہِ تو در پیچ و تاب در قدحِ لالہ می از خونِ ناب

لالہ کہ داغت بدلش جا گرفت از غمِ تو دامنِ صحرا گرفت[1]

صرفیؔ فصاحتِ کلام سے بخوبی آشنا ہیں اس لیے وہ مسالک الاخیار کے اشعار میں فصاحت کو کسی بھی طرح اثر انداز ہونے نہیں دیتے۔ ان کے نزدیک فصاحت شعر و شاعری کی جان ہے اور یہی وہ ذریعہ ہے جو کلام کے موثر بننے میں مددگار ثابت ہوتا ہے لیکن صرفیؔ کی نظر میں کلام کی استواری کے لیے تنہا فصاحتِ کلمہ یا کلام ہی ضروری رکن نہیں بلکہ مفہوم و معنی کی استواری بھی اشد ضروری ہے گویا فصاحت اور مفہوم و معنی کی مضبوطی اور تخیل کی بلندی کلام کے ضروری اجزا ہیں فرماتے ہیں ؎

گر سخن لفظا نباشد فصیح کی بود آں نزد سخنداں صحیح

عاری از اسبابِ فصاحت سخن نزد خواست چو صورت ز غن

تن سخن و معنی خوش جان آں

غیر فصاحت نبود قوت جاں[2]

---

[1] مسالک الاخیار ص ۱۶

[2] ایضاً ص ۱۸

جناب شاہ احمد حسین نعیمی سلونی
سلون، رائے بریلی

حضرت شاہ پیر محمدؒ سلونی کے ملفوظات و مکتوبات

حضرت شیخ پیر محمد سلونی دسویں صدی ہجری کے آخر ۹۹۶ھ میں قصبہ سلون میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم شیخ عبدالنبی جونپور سے ترک وطن کر کے سلون تشریف لائے اور یہیں اپنے سسرالی اعزا کے اصرار پر مقیم ہو گئے۔ آپ کے اجداد فاروقی النسل ہیں اور سلسلۂ نسب قاضی حمیدالدین ناگوری سے جا ملتا ہے۔ آپ کا نسب نامہ مندرجہ ذیل ہے۔

شیخ پیر محمد بن عبدالنبی بن ابوالفتح بن مولانا اللہ داد بن منّ اللہ بن شیخ بہاؤالدین جونپوری بن خلق اللہ بن شیخ مبارک بن شیخ احمد بن ابوالخیر بن نصر اللہ بن شیخ محمود بن شیخ محمد بن قاضی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ۔

دسویں صدی ہجری ہندوستان میں مغل حکومت کے عروج کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں اودھ کے قصبات کی بڑی اہمیت تھی اور ہر بڑے قصبے میں ایک مدرسہ اور خانقاہ تھی، سلون، مانکپور، امیٹھی، خیرآباد، جائس، دیوہ، بلگرام وغیرہ اس عہد کے بڑے قصبات ہیں جہاں مدارس کے علاوہ خانقاہیں موجود تھیں، اور اس وقت کے سلاطین، امرا ان مدارس کے اساتذہ اور خانقاہوں کے مشائخ سے نیازمندانہ تعلق رکھتے تھے۔

حضرت پیر محمد نے عمر کی ابتدائی منزلیں طے کرنے کے بعد حصول علم کی غرض سے مانکپور کا سفر کیا اور اس کے لیے تمام مساعی وقف کر دیں یہاں تک کہ بحث و اشتغال میں اونچے درجے کو پہنچ گئے، قیام مانکپور کے زمانے میں ایک روز اپنے مدرسے کو جا رہے تھے کہ راستے میں شیخ عبدالکریم مانکپوری سے ملاقات ہو گئی، آپ مخدوم شیخ حسام الدین مانک پوری کی اولاد امجاد میں اور ان کی خانقاہ عالم پناہ کے سجادہ نشین تھے، شیخ عبدالکریم نے شیخ پیر محمد سے پوچھا "کون سی کتابیں پڑھتے ہو؟" کہا "ہدایۃ الفقہ اور تفسیر بیضاوی" شیخ نے فرمایا میرے پاس آجاؤ میں تم کو پڑھاؤں گا۔ لیکن شیخ پیر محمد چونکہ شیخ عبدالکریم کے مرتبہ علم و مقام سے واقف نہ تھے لہٰذا ان کی بات کو کوئی اہمیت نہ دی اور سیدھے مدرسے چلے گئے، لیکن جب استاد سید احمد کی خدمت میں پہنچے تو نہ استاد پڑھانے پر قادر اور نہ شاگرد پڑھنے پر، چنانچہ استاد جناب سید احمد شاگرد کو ہمراہ لیکر شیخ عبدالکریم کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے معذرت وعفو کی درخواست کی۔

بعد ازاں شیخ پیر محمد سلونی چھ مہینے شیخ عبدالکریم مانکپوری سے وابستہ رہے اور ان سے باقاعدہ ہدایہ اور بیضاوی کا درس لیا اور ساتھ میں طریقت وسلوک سے بھی متمتع ہوئے۔

شیخ عبدالکریم نے شیخ پیر محمد کو تصوف وطریقت کی منزلیں طے کرانے کے بعد سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سراجیہ میں خلافت خاصہ عطا فرمائی اور اپنے سگے بھتیجے شاہ بایزید کی موجودگی میں اپنا خرقہ کوچیہ اور سجادہ مخدومیہ عطا فرمایا اور مندرجہ ذیل کلمات ارشاد فرمائے۔ ؎

تو گوئیم کہ از عالم جدا باشی   بہر جائیکہ باشی با خدا باشی
ہمی خواہم کہ ہمچو خاک گردی   مگر در زیر پائے پاک گردی
ہزاراں درود و ہزاراں سپاس   کہ گوہر سپردہ بگوہر شناس

شیخ پیر محمد کو شیخ عبدالکریم مانکپوری سلون میں اذن قیام دے کر خود مانکپور سے بنگال و آسام کی طرف تشریف لے گئے روانگی کے وقت جانشین کو دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

پیرن رستا تھام کے کر مسکینی بھیس   میٹھے بول تے چلو سبھی تہارا دیس

۹۷۰ھ میں شیخ عبدالکریم کا انتقال ہوگیا، آپ کا جنازہ آسام کے قصبہ کامروپ سے مانکپور لایا گیا جہاں روضۂ حضرت شاہ حسام الحق قدس اللہ سرہ کے پائیں مدفون ہوئے۔ آپ کے انتقال کا قطعہ تاریخ ذات اللہ ہے

شیخ پیر سلونی ہندوستان کے مشہور مشائخ میں شمار کیے جاتے ہیں اور سلسلہ نظامیہ چشتیہ کے عظیم المرتبت بزرگ حضرت اخی سراج (م ۷۵۸ھ) کے خلیفہ خاص شیخ علاؤالحق گنج نبات (م ۸۰۰ھ) اور ان کے نامور فرزند و جانشین شیخ نور قطب عالم پنڈوی کے روحانی سلاسل کی عظیم ترین کڑی ہیں۔ آپ اپنے عہد کی نہایت موثر شخصیت تھے اور دعوت و ارشاد و تلقین میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے۔ آپ کے وعظ ونصیحت اور توجہ خاص سے بے شمار غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ اس دور میں سنیاسیوں کا ایک گروہ ہندوستان میں برابر گشت کر رہا تھا، شیخ پیر محمد سے بھی ان کی گفتگو ہوئی شیخ نے ان سے پوچھا "تم کس کی عبادت کرتے ہو؟" انھوں نے جواب دیا "ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔" یہ سنکر شیخ پیر محمد نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور اس کی اچھائیاں بیان کیں جس سے متاثر ہو کر وہ لوگ مسلمان ہوگئے، بہر حال شیخ پیر محمد سلونی نے عمر بھر تلقین وارشاد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ آپ نے اپنے عہد کے تقریباً تین سو علما کی تربیت کا فریضہ انجام دیا جن میں سید عبدالستار علی پوری مولف فوائد کریمیہ، سید سعداللہ سلونی ثم صورتی

شاہ اشرف سلونی، سید علاؤ الدین سندیلوی، سید بدرالدین بریلوی، شیخ ابوالنجیب قلندر امیٹھی، شیخ معز الدین کرجوی بہاری اہم ترین حضرات ہیں۔ بادشاہ ہند اورنگ زیب عالمگیر کو شیخ پیر محمد سلونی کی نیکی صلاح و تقویٰ کا علم ہوا تو ان کی خدمت میں اشتیاق ملاقات کا رقعہ بھیجا جو مندرجہ ذیل ہے۔

"سالک مسالک طریقت واقف مواقف حقیقت زاد عرفانہ، بعد اہداء اسلام مسنون خلاصۃ المرام آنکہ دریں وقت ہمت والا معروف بر استقبال مہم دکن است، ارسید ما بدولت اقبال برائے ملاقات آں زبدۃ العارفین معقرات اگر خود برائے زیارت پیران خود کہ در دھلی آسودند تشریف آرند استفادہ برکات از ملاقات آں ملکی صفات کردہ آید والسلام۔"

حضرت شیخ پیر محمد سلونی نے اس خط کا جو جواب ارسال فرمایا وہ مندرجہ ذیل ہے:

"شاہان دین پناہا، فقیر را این حوصلہ نماندہ، این دھقانی را با بزم سلطانی چہ کار؟ گاہے گاہے کسی از رائے می آید، در کرم باز است و کریم ما نیاز است کریمی دارم کہ چوں گرسنہ می شوم بھانی می کند و چوں می تیم با سبانی می کند و چوں گناہ کنم مہربانی، کریم ما بس باقی ہوس۔"

غیر معمولی استغنا اور شان فقر محمدی سے بھرپور اس خط کے ملنے کے بعد اورنگ زیب عالمگیر کی عقیدت بہت بڑھ گئی جو بعد میں آپ کے خلفاء اور آپ کی خانقاہ سے بھی قائم رہی۔ سلطان اورنگ زیب نے حضرت شیخ پیر محمد کی خدمت میں ایک گاؤں کا فرمان بھیجا جس میں لفظ "مدد معاش" کا استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ اس بات سے حضرت شیخ کے مرتبہ عالی کا پتہ چلتا ہے۔ ورنہ مغل عہد حکومت کے اکثر فرامین میں لفظ "مدد معاش" کا ذکر ملتا ہے اور ماسوائے اس فرمان کے شاذ و نادر ہی کوئی فرمان ارسال ہوگا جس میں "مدد معاش" کا ذکر نہ ہو۔

حضرت پیر محمد سلونی کی خدمت میں بھیجے جانے والے اس فرمان پر انگریزی میں ایک مقالہ ہسٹری کانگریس ۱۹۷۹ء منعقدہ والیٹر میں میرے چھوٹے بھائی سید ظہیر حسین جعفری نے پیش کیا تھا جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی آزاد لائبریری میں موجود ہے۔ ۱۰۹۹ھ میں محرم الحرام کی ۱۲ تاریخ کو نبوی کمالات کی حامل یہ ذات رفیق اعلیٰ سے جا ملی اور اپنے پیچھے عشق و محبت، صدق و اخلاص، علو ہمت و عزیمت، خدمت خلق، ایثار و قربانی، بذل و عطا، فقر و زہد، علم و معرفت کی روشن شمع خانقاہ سلون میں چھوڑ گئی۔ آپ کے خلفاء و جانشینوں نے اس شمع سے کئی شمعیں روشن کیں اور اس میں کامیاب رہے۔

حضرت پیر محمد سلونی نے اپنا خرقہ ولایت شاہ اشرف سلونی کو عطا فرمایا۔ آپ کے انتقال کی قطعہ تاریخ "ذات محمد" ہے۔

حضرت شیخ کے خلیفہ ارشد سید عبدالستار علی پوری نے آپ کے ملفوظات کا مجموعہ بزبان فارسی "فوائد کرمیہ" کے نام سے مرتب کیا ہے۔ اس میں چالیس مجالس ہیں اور فوائد الفواد کے طرز پر جمع کی گئی ہیں تقریباً ڈھائی سو صفحات پر مشتمل یہ نسخہ قلمی ہے۔ ایک نقل اس کی میرے پاس خانقاہ سلون کے کتب خانے میں ہے دوسرا نسخہ پاکستان میں ہے حضرت شیخ کی تعلیمات کا دوسرا مجموعہ "الواح

کرشمۂ کے نام سے سید عبدالستار صاحب عسل پوری نے مرتب کیا ہے۔ یہ نسخہ بھی قلمی ہے اور فارسی زبان میں ہے۔ ان کے علاوہ حضرت شیخ پیر محمد سلونی نے اپنے عہد میں علماء ہند کو جو خطوط لکھے تھے۔ اس کا ایک نسخہ قلمی میرے یہاں خانقاہ سلون میں ہے دوسرا نسخہ آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے حبیب گنج کلکشن میں ہے۔

ملفوظات اور تعلیمات کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے یہ بات بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ صاحب ملفوظ و مکتوب کی شخصیت کو پہلے سمجھنا چاہیے، ان کی نفسیاتی کیفیت سے واقفیت حاصل کی جائے، ان احوال و واردات کو سمجھنا چاہیے جو عام سطح کے انسانوں کو نہیں پیش آتے ہیں بلکہ اس خاص ذہنی و فکری آبگینے کی پیداوار ہوتے ہیں جس کو پتھر سے کچلا جاتا ہے اور اس کی چمک گھسنے اور پسنے کے بعد ہی نمودار ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ مسئلہ خالص نفسیاتی بنتا ہے اور نفسیات کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ حضرات صاحبان ملفوظ و مکتوب نہایت ذکی، ذہین حساس اور نازک طبع ہوتے ہیں۔ مصائب و مشکلات ریاضات و مجاہدات سے ایک خاص قسم کی نفسیات وجود میں آتی ہے۔ جس کے ادراکات و احساسات کسی ایک حالت پر قائم نہیں رہتے ہیں بلکہ اس کے اضطراب و بے قراری میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، چنانچہ اس خاص قسم کی نفسیات کا میلان جب علم کی طرف ہوتا ہے تب حکمت و دانائی اور رموز و نکات کے وہ گوہر نایاب نکال کر باہر لاتی ہے جو کیفیت و کمیت ہر لحاظ سے اہل علم کی سطح سے بلند و برتر ہوتی ہے۔ اور جب دعوت و تبلیغ اور وعظ و تلقین کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے تو اثر و تاثیر کے علاوہ محیر العقول کارنامے انجام پاتے ہیں جنھیں دیکھ کر لوگ حیران رہ جاتے ہیں اور کبھی اس کا میلان احساس برتری کی طرف ہوتا ہے تو اس کے اظہار میں ایسی ایسی تعبیرات اور تاویلیں سامنے آتی ہیں جن میں شرعی حدود و قیود کا بھی پاس لحاظ نہیں ہوتا ہے بلکہ توحید کے نازک مقامات تک سامنے آجاتے ہیں۔

قدرت کے اس نفسیاتی نظام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کے مزاج کو طاقتور بنانے اور عام انسانی گروہوں کو فائدہ پہونچانے کے لیے اس کا وجود ناگزیر ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تاریخ ان بلند و بالا شخصیتوں سے محروم رہتی جنھوں نے اپنے عظیم الشان کارناموں سے تاریخ انسانی کو زندگی اور تابندگی بخشی ہے لیکن تجربات سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ یہ خاص قسم کی نفسیات اپنے رجحانات میں ہمہ وقتی عدل و توازن نہیں برقرار رکھ سکتی ہے، یہ صرف انبیاء کرام کا حصہ ہے جن کے قول و عمل میں ہمیشہ عدل و توازن ملے گا۔

ہم عاجز و بے بضاعت انسان اتنا جانتے ہیں کہ جن صوفیا بزرگوں کی نفسیات اور ان کے ملفوظات زیر بحث ہیں انھوں نے انبیاء کے اسوۂ حسنہ سے غذا حاصل کی ہے اور اس سے اپنی نفسیات کو پروان چڑھایا اور عالم انسانیت کو سنوارنے کی کوشش کی ہے۔

اب ہم فوائد کریمیہ کی مجالس میں سے ایک مجلس کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت قدوۃ العارفین نے فرمایا ہے کہ "اللہ تبارک و تعالیٰ سے ملنے کے بہت سے طریقے ہیں اور سب سے بہتر طریقہ وصول موتوا قبل ان تموتوا کا ہے۔ یعنی مر جاؤ قبل اس کے کہ تم کو موت آئے"۔ یہ طریقہ تمام طریقوں کا جامع ہے۔ اس کلام شریف سے دس اصول نکلتے ہیں، اصل اول توبہ اور خدائے عز و جل کی جانب رجوع ہے، دوسری اصل زہد یعنی پرہیزگاری اور دنیا کی محبت اور اسکی چیزوں کی خواہشات کی محبت سے نکلنا اور بچنا ہے تیسری اصل توکل اور بے نیازی ہے اور وہ باہر آنا ہے اپنی طاقت اور حول سے اور اپنے جملہ امور کو خالق کارساز کے سپرد کر دینا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ گناہوں سے بچنے اور عبادت کی قوت اللہ کی مدد سے بغیر نہیں ہو سکتی ہے یہی توکل کرنے والوں کی غذا ہے۔ افوض امری الی اللہ یعنی میں اپنے جملہ کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، نیک لوگوں کا اسی پر بھروسہ ہے۔ ؏ خدا خود میر سامان است ارباب توکل را۔

؎ دنیا اگر دھند نہ خیزم ز جائے خویش   من بستہ ام حنائے توکل ز پائے خویش

چوتھی اصل قناعت ہے اور یہ خواہشات اور شہوتوں کو چھوڑ دینا ہے جیسا کہ موت آنے پر یہ سب چیزیں چھوٹ جاتی ہیں پانچویں اصل عزلت یعنی گوشہ نشینی ہے، چھٹی اصل ملازمت الذکر ہے اور یہ اللہ کے سوا ہر چیز سے نکل جانا ہے جیسا کہ موت سے ہوتا ہے۔ "واذکر ربک اذا نسیت" یعنی جب تو اللہ کے سوا سب چیزوں کو بھول جائے تو اللہ کو یاد کر، ساتویں اصل توجہ الی اللہ بالکلیہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو چیز غیر اللہ کی طرف بلائے اس کو بھول جائے اور چھوڑ دے جیسا کہ موت کے ساتھ ہوتا ہے اور ماسوائے خدائے بزرگ و برتر کے کوئی چیز محبوب و مقصود نہ رہ جائے۔" لا معبود الا اللہ لا مقصود الا اللہ لا مطلوب الا اللہ لا محبوب الا اللہ لا موجود الا اللہ لا الہ الا اللہ"۔ آٹھویں اصل صبر ہے اور وہ نفس کی لذتوں کو چھوڑ دینا ہے جیسا کہ موت سے ہوتا ہے، حضرت قدوۃ العارفین اس مقام پر ایک نکتہ تحریر فرماتے ہیں: اعلم ان الشھوات تصیر الملوک عبیداً والصبر یصیر العبید ملوکاً۔ الا تری فی قصۃ یوسف و زلیخا۔ یعنی خواہشات نفسانی بادشاہوں کو اپنا غلام بنا دیتی ہیں، اور صبر کی صفت یہ ہے کہ وہ غلام کو بادشاہ بنا دیتا ہے۔ کیسی اچھی بات فرمائی ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "ولمن صبر و غفر ان ذلک من عزم الامور" یعنی جس نے صبر کیا اور اپنے نفس کی لذتوں کو چھوڑ دیا اور معاف کیا تو یہ کام ہمت کے ہیں۔ قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ فرمایا ہے "واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ" صبر اور نماز سے مدد چاہو"۔ نویں اصل مراقبہ ہے اور وہ اپنی خودی سے نکل جانا اور خالصتاً مولیٰ کی مرضی پر راضی ہو کر اپنی خودی کو ترک کر دینا ہے یہ وہ اصول ہیں جن پر کاربند ہو کر وصال باری تعالیٰ حاصل ہوتا ہے۔ حضرت زبدۃ العارفین نے ایک دوسری مجلس میں فرمایا کہ گذشتہ مشائخ صوفیا نے ننانوے [99] منزلیں سلوک کی قرار دی ہیں اور یہی اسمائے الٰہی کے اعداد ہیں اور ہمارے چشتیہ پیران بہشتیہ اور پاکیزہ خصلت والوں نے پندرہ منزلیں سلوک کی مقرر فرمائی ہیں اور اس فقیر نے تین منزلیں اختیار کی ہیں پہلی منزل

"حاسبوا قبل ان تحاسبوا" کی ہے یعنی اپنے اوقات کا حساب کر و اس سے پہلے کہ تم سے حساب مانگا جائے "بروز قیامت" دوسری منزل "من استوی یوماہ فی الدین فھو مغبون" یعنی جس کے دو دن برابر رہے اور ترقی نہ کی، وہ ٹوٹے اور گھاٹے میں رہا۔" تیسری منزل "عبادت الفقیر نفی الخواطر" ہے یعنی فقیر کی عبادت خطرات کا مٹانا ہے، انھیں اعمال سے سالک کا کام پورا ہو جاتا ہے اگر اللہ پاک چاہے گا۔ حضرت قدوۃ العارفین نے ان تین منازل سلوک کی تشریح فرماتے ہوئے فرمایا حق کے طلب کرنے والے کے تین کام ہیں۔ پہلے اپنا حساب خود کرنا چاہیے کہ اپنے اندر شرع کی منہیات اور قول و فعل میں نفس کی خواہش کی کوئی چیز نہ باقی رکھے، حاسبوا قبل ان تحاسبوا" حساب دینے کا طریقہ یہ ہے کہ صبح سے سونے کے وقت تک جو کچھ کہے اور کرے یا یاد رکھے اور جو بات کہ خلاف شرع اور نفس کی خواہشات کی نظر آئے اسکو اپنے سے دور رکھے، چالیس روز تک اس طریقے پر مداومت کرے پر حق تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے۔

دوسرے طریق کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ دین کے کاموں میں زیادتی کی کوشش کرے یعنی نماز روزہ، نفل، تلاوت قرآن مجید اور ذکر باری تعالیٰ زبان و دل سے جتنی انسانی طاقت ہو، بجا لائے، چاہیے کہ چالیس روز تک اس پر مداومت کرے۔ اور شکر بجا لائے "من استوی یوماہ فی الدین فھو مغبون" چاہیے کہ ہر روز عبادت میں زیادتی کا قصد کرے۔ اس لیے کہ مشائخ کرام کے نزدیک دو روز کا برابر رہنا نقص ہے۔

تیسرے طریق تخلیۂ باطن کے متعلق فرمایا ہے کہ باطن کو غیر حق کے خطرات سے خالی کرنا ناگزیر ہے اگرچہ وہ خیالات اچھے ہی کیوں نہ ہوں اور اپنے اندر ظاہری و معنوی ذکر کو ثابت رکھے اور مراقبوں کے چلوں پر مداومت کرے تاکہ خداوندی کے لائق ہو جائے اور اس کا شمار طالبوں کے زمرہ میں ہو اس لیے کہ طالب رضائے الٰہی کا کام بس اتنا ہی ہے اس کے بعد فضل خداوندی پر منحصر ہے۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین　　بیشک اللہ محسنوں کے اجر ضائع نہیں کرتا

پاک شو رہ خدا وند گیر　　گرچہ پلیدم ز من این پند گیر

خطرات کی نفی کے لیے حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں، "ان اللہ خلق آدم علی صورتہ ومن رآنی فقد رای الحق" "اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی شکل پر پیدا کیا ہے جس نے مجھ کو دیکھا پس اسنے حق تعالے کو دیکھا"

گر نشان ذات خواہی صورت انسان ببین　　ذات حق را آشکارا اندر خزانہ ببین

مرشد طریقت کی صورت جو ظاہر میں دیکھی جاتی ہے وہ درحقیقت اللہ پاک کا دیدار ہے۔ مٹی اور پانی کے درمیان میں اور ہر حال تنہائی میں جو ظاہر ہوتا ہے حق تعالے کا دیدار ہے مٹی اور پانی کے پردے کے بغیر انسان کی صورت اللہ پاک کے کمالات

کا مظہر ہے جیسا کہ شعر میں ہے ؎

مظہرِ تام غیرِ انساں نیست　　　　که همه کون را مسخر کرد

اللہ پاک کا پورا مظہر انسان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے جس نے ساری دنیا کو مسخر کر لیا ہے "ان الانسان سری وصفتی" انسان میرا بھید اور میری صفت ہے۔ یہ کلام قدسی ہے اور جو خوش قسمت کہ ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور قول و فعل و حال میں ان کی پیروی کرتا ہے۔ ان کے جمال کی روشنی اس کے دل کے آئینے میں چمک اٹھتی ہے اور ان کے چہرے کی رونق کی وجہ سے اپنے کو عین مرشد پاتا ہے۔ جو فیض و بخشش مشائخؒ کو پہونچتی ہے۔ طالب کو بھی پہونچتی ہے اور جو ذوق ان سے ظاہر ہوتا ہے طالب سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق کی بابت فرمایا ہے "ماصب اللہ فی صدری شیئاً الا صببتہ فی صدر ابن ابی قحافۃ" ترجمہ:۔ میرے سینے میں اللہ پاک نے جو کچھ ڈالا اس کو میں نے ابوبکر صدیق کے سینے میں انڈیل دیا ہے اور حضرت علی کے متعلق فرمایا ہے "انا مدینۃ العلم و علی بابہا"

بہر حال انسان کامل کو دیکھنے سے اللہ پاک کی یاد آتی ہے اور اولیاء اللہ کی نشانیوں میں یہ آیا ہے۔ اذا رؤا ذکر اللہ جب وہ دیکھے پڑیں خدا یاد آئے۔ حضرت برہان العاشقین فرماتے ہیں اپنے ایک مکتوب میں کہ شیخ کی صورت کا مشاہدہ مجھ پر اس قدر غالب رہتا ہے کہ ان کی شکل کے علاوہ کوئی چیز آنکھوں کے سامنے نہیں آتی ہے۔ ؎

در ہر چہ نظر دارم غیر از تو نمی بینم　　　　غیر از کسے باشد حقا کہ محال است

جس چیز پر نظر ڈالتا ہوں تیرے سوا کسی کو نہیں دیکھتا، تیرے سوا اور کوئی ہو خدا کی قسم یہ ناممکن ہے۔

جناب قدوۃ العارفین امواج کریمیہ میں فرماتے ہیں کہ شروع میں جب مرشد کی صورت پر نظر ڈالتا ہر طرف و مقام میں حاضر پاتا تھا۔ اسی وجہ سے بیتابی میں مبتلا ہو کر بھاگتا تھا اور کسی کونے میں جا پڑتا تھا، وہاں بھی آنکھ کھولتا تو موجود پاتا تھا یہاں تک کہ اس حالت کو پہنچ کہ اگر آنکھ بند کروں تو موجود، اگر آنکھ کھولوں تو مرشد کو موجود پاؤں۔

امواج کریمیہ میں ایک دوسری جگہ جناب قدوۃ السالکین نے فرمایا کہ ایک طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی، آپ نے شغل برزخ کی تعلیم دی، وہ شغل اس پر ایسا ظاہر ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کر دوسری جگہ تشریف لے گئے، وہ سچا طالب آپ کی صورت شریفہ کے تصور میں وہیں بیٹھا رہا، لوگوں نے اس طالب سے کہا آنحضرت یہاں سے اٹھ کر چلے گئے ہیں، تم بھی اٹھو، اس نے کہا کہاں تشریف لے گئے؟ اب بھی میرے سامنے موجود ہیں، سبحان اللہ کامل و مکمل تعلیم کس قدر اثر رکھتی ہے اور جو بزرگان دین فنافی الشیخ کے طریقے سے پورا حصہ پاتے ہیں اور لا موجود الا الشیخ کا نعرہ لگاتے ہیں۔ وہ اسی منزل میں فنافی الرسول اور فنافی اللہ کے جام نوش فرماتے ہیں۔

قطب العارفین جناب شاہ پیر محمد سلونی فرماتے تھے کہ شاہ من کریم من ماہ من کریم من معبود من کریم من مقصود من کریم من پیر من کریم من رسول من کریم من۔ مقصود یہ ہے کہ پیر کی صورت میں مشغولی اس راستے میں اصل الاصول ہے اور خدائے عزوجل تک لے جانے والا ہے۔

ہر کس کہ کمال اولیا را نہ شناخت   دیں نعمت خاص بے بہا نہ شناخت

پس شکر نہ گفت وحب ایشاں نہ گزید   میداں بہ یقین کہ او خدا را نہ شناخت

حضرت قدوۃ العارفین اپنی تعلیمات میں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ ذکر الٰہی ولایت کا خاص فرمان ہے، جس کو ذکر کی توفیق بارگاہ خداوندی سے دی گئی اسے ولایت کا فرمان عطا کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

"واذکر ربک اذا نسیت" (اس وقت اپنے رب کو یاد کرو جس وقت کہ اپنے نفس اور اللہ کے سوا ہر چیز کو بھلا دو) اور نفس کا بھلانا اس کی مخالفت کرنا ہے اور نفس کی مخالفت تمام عبادتوں کی سردار ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: "قد افلح من زکھا" جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ کامیاب ہو گیا۔ اسکے بعد مراقبہ کرے یعنی دل کی حفاظت کرے اللہ پاک کے سوا کسی کا خیال دل میں نہ آوے ؎

پاسبانِ دل شو اندر کل حال   تا نیاید ہیچ دزد آنجا محال

(ہر حالت میں دل کی حفاظت کرو   تاکہ کوئی چور دل میں داخل نہ ہو سکے)

ہر خیال غیر حق را دزد داں   ایں ریاضت سالکاں را فرض داں

(اللہ کے خیال کے علاوہ ہر خیال کو چور سمجھو   ریاضت سالکوں کو فرض ہے)

حضرت پیر محمد سلونی نے اسوابہ کرنکیہ میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا جو بھی گفتگو کی جائے وہ لہو ولعب ہے اور جس خاموشی میں اس کا خیال نہ ہو وہ سہو ہے۔ کبھی کریم کے ذکر میں، کبھی کریم کے فکر میں بسر کرے کہ ناگاہ اللہ پاک کی طرف سے فیض ظاہر ہو لیکن یہ چیز خبردار دل والے کو حاصل ہوتی ہے ؎

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشیم   ترسم کہ نگاہے کند آگاہ نباشیم

اس چاند سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں رہتا ہوں کہ جس وقت میری طرف نظر کرے تو میں غائب رہوں اس مقام پر آگے چل کر حضرت قدوۃ العارفین فرماتے ہیں: "الرفیق ثم الطریق والموصل الی المطلوب ھو اللہ الکریم۔" یعنی پہلے ساتھی پیر رہنما پھر راستہ اور مطلوب و مقصود تک پہونچانے والا وہی کریم ہے ؎ چہ قدر راہ فنا ہموار است۔

فنا کا راستہ اتنا ہموار اور برابر ہے کہ اس پر آنکھیں بند کر کے بے خطر چل سکتے ہیں۔

مختصر آیہ کلمات میں نے حضرت پیر محمد سلونی کے ملفوظات اور مکتوبات سے ملخص کر کے آپ حضرات کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔

ڈاکٹر یعقوب علی خاں
کوٹہ، راجستھان

مولانا ضیاء الدین جے پوری کے ملفوظات

۱۔ فوائد ضیائیہ

فوائد ضیائیہ راجستھان کی مذہبی اور سماجی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس میں اٹھارہویں اور ۱۹ ویں صدی کے صوفیا کے گرانقدر اور دلچسپ حالات ملتے ہیں۔ اس میں صوفیا کی خانقاہوں اور ان کی سماجی زندگی سے متعلق بہترین معلومات ہیں۔

اس مخطوطہ میں شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت، حب الٰہی، دیدار الٰہی، روح کی ماہیت، خدمت خلق اور جبر و اختیار کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ساتھ ہی موسیقی (سماع) اور پیر و مرید کے تعلقات پر بھی بحث کی گئی ہے۔

مخطوطہ ۱۰۲ مجلسوں پر منقسم ہے۔ یہ ایک نادر مخطوطہ ہے جو ابھی تک پردہ خفا میں ہے۔ اس میں مولانا ضیاء الدین کے روحانی مرشد اور ان کے خلفا کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

اس مخطوطہ کے مولف سید مہدی علی حسین ہیں جو مالدہ (بنگال) کے رہنے والے تھے اور مولانا ضیاء الدین کے شاگرد تھے۔ انہیں مولانا ضیاء الدین نے حکم دیا تھا کہ وہ ان کے اقوال اور ملفوظات کو نوٹ کر لیا کریں۔ مولانا خود اسے دیکھ لیا کرتے تھے۔ مولانا اسے کرامات کی کتاب بنانا نہیں چاہتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ سید مہدی علی کے قلم پر سختی سے نگرانی رکھا کرتے تھے۔ آپ نے وقت کی قدر و قیمت پر تفصیل سے بحث کی ہے کہ یہ ایک درویش کی سب سے زیادہ قیمتی شے ہے جس سے اسے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ (ورق ۱۶)

مولانا کو اپنے پیر و مرشد سے شدید محبت تھی جس کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ جب کبھی مجلس میں گانے والے ان کے مرشد کی تعریف میں گانا گاتے تو آپ محویت کے عالم میں ایک ہی شعر کو بار بار گانے پر اصرار کرتے اور اپنے پیر و مرشد کی خوبیوں کے حصار میں گم ہو جاتے۔

مولانا کہتے ہیں کہ خدا جابر بھی ہے اور اس کی پکڑ بڑی سخت ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی وہ بڑا رحم دل اور معاف کرنے والا بھی ہے چنانچہ اس کی رحمتیں مسلسل انسان پر نازل ہوتی رہتی ہیں لیکن یہ دونوں باتیں جداگانہ انداز میں ساتھ ساتھ نازل ہوتی رہتی ہیں جس کی بنا پر ایک مومن ہمیشہ امید و یاس اور خوف و رجا کی حالت میں رہتا ہے۔ (ورق ۱۹۹)

مولانا کو اپنی پاک اور فقیرانہ زندگی دینی اور سماجی معاملات میں سادگی، انسان دوستی، بے غرضی، محبت و خدمات

اور ذات پات اور اونچ نیچ جیسے مہلک نظام نے صدیوں سے اس ملک کو اپنے آپ میں جکڑ رکھا تھا، سے مکمل اعراض کی بنا پر عوام کا اعتماد حاصل تھا۔

مولانا سماجی خدمت پر زور دیا کرتے تھے۔ آپ اپنے شاگردوں کو مشورہ دیا کرتے تھے کہ وہ جنگلوں کا رخ نہ کریں بلکہ سماج میں رہیں اور پریشان حال لوگوں کی کلفتوں اور مصیبتوں کے بوجھ کو برداشت کریں (ورق ۱۱۴-۱۱۵)۔ ایک صوفی کو اپنی روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک اس ارادے سے پہنچنا چاہیے کہ وہ اپنے شاگردوں اور اپنے ارد گرد کے لوگوں کو مخفی علوم کی تعلیمات سے آراستہ کر سکیں۔ (۳۰)

مولانا اپنے یہاں آنے والوں کی بڑی عزت کرتے تھے اور مسلمانوں کو بالخصوص ان لوگوں کو جنکے ساتھ کسی نہ کسی حیثیت سے آپ کا کوئی تعلق تھا انسانیت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ آپ کا اپنے ساتھیوں اور احباب کے ساتھ ایسا ہی شفیقانہ تعلق تھا جیسا ایک ماں کا اپنے بچے کے ساتھ ہوتا ہے۔

چشتی سلسلے کے صوفیا کے نزدیک پیشہ کی حیثیت ایک آلائش کی ہے انکا کہنا ہے کہ آدمی کے پاس صرف وہ چیزیں ہونی چاہیئے جو بالکل ضروری اور ناگزیر ہیں مثلاً ستر پوشی کے لیے کپڑے، بقیہ چیزوں کو بانٹ دینا چاہیے ان کا قول ہے کہ اصل خوشی خرچ کرنے میں ہے نہ کہ جمع کرنے میں۔ (ورق ۱۹۰)

مولانا کا خیال تھا کہ دولت کو جمع کرنے کا مطلب خدا پر ایمان اور بھروسہ کی کمی ہے اور توکل کے اصول کی تردید ہے (ورق ۱۹۰-۱۹۵) جے پور اور ٹونک کے حکمراں مولانا کی خانقاہ کے مرید تھے۔ ٹونک کا نواب مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور اپنی ٹوٹی تلوار مولانا کے قدموں میں ڈال کر آپ کا مرید ہوا تھا۔ مہاراجہ جے پور پرتاپ سنگھ کا صدر نشیں بخاری صوفیا پر ایمان رکھتا تھا چنانچہ وہ مولانا کی خدمت میں ہر دوسرے دن آیا کرتا تھا۔ (۲۱۰)

جب مولانا کا انتقال ہوا تو پورے جے پور شہر میں تین دنوں تک سوگ منایا گیا۔

۲- مرآۃ ضیائیہ

اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے چشتی سلسلے کی تاریخ میں مرآۃ ضیائیہ ایک اہم تصنیف ہے یہ مولانا ضیاء الدین جے پوری کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ مولانا ضیاء الدین جے پوری شیخ نظام الدین اورنگ آبادی جن کی کوششوں سے شمالی ہند میں سلسلہ چشتیہ کا فروغ ہوا، کے روحانی خلیفہ شیخ فخر الدین دہلوی کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔

مرآۃ ضیائیہ کے مؤلف شیخ رحمت علی شاہ ہیں جنکے اسلاف حیدر آباد کے نوابوں کی فوجی ملازمت میں رہے تھے۔

رحمت علی مولانا کی روحانی شخصیت سے بہت متاثر تھے چنانچہ مولانا کے جے پور میں سکونت اختیار کرنے سے قبل ان کے پاس دہلی آگئے۔ یہ تالیف مولانا ضیاالدین کی خانقاہ میں مخطوطہ کی شکل میں محفوظ ہے۔ مولانا کی خانقاہ چہار دروازہ رام گنج جے پور میں ہے۔ میرے خیال میں مرآۃ ضیائیہ کا یہ واحد نسخہ ہے جو محفوظ ہے

اس مخطوطہ میں مولانا ضیاالدین کے حیات و آثار پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ آپ کا شجرۂ نسب نبی اکرم حضرت محمد صلعم سے ملتا ہے۔ مخطوطہ میں آپ کی تعلیم، حدیث، تفسیر، فقہ اور تصوف میں آپ کی گہرائی و گیرائی روحانی علم و عرفان کے اعلیٰ مدارج اور خدا تک پہنچنے، آپ کے شوق، شاہ فخرالدین کی شاگردی اختیار کرنے اور شاہ فخرالدین کی جانب سے آپکو سند خلافت عطا ہونے اور عشق الٰہی کی آگ کو روشن کرنے اور انسانیت کی خدمت کرنے کے لیے انہیں جے پور بھیجے جانے کی ساری تفصیلات درج ہیں۔ مزید اس میں اس بات کی تفصیل بھی درج ہے کہ شاہ فخرالدین اپنے شاگردوں کی تعلیم و تربیت کس طرح کرتے تھے اور انہیں ممتاز صوفیا کی صف تک کس طرح پہنچا دیتے تھے۔ گرچہ مولانا ایک چشتی صوفی تھے تاہم انہیں اپنے استاد کی اجازت حاصل تھی کہ وہ نقشبندی، قادری اور سہروردی سلسلے سے تعلق رکھنے والوں کو بھی اپنے حلقۂ شاگردان میں شامل کر سکتے ہیں۔ اس مخطوطہ میں مولانا کی بزرگی، انکے اکتسابات روحانی، ان کی پاکیزگی قلب، ان کی سادہ اور فقیرانہ زندگی، انکے توکل اور انکی خانقاہ میں آنے والوں کے ساتھ انکے مشفقانہ برتاؤ اور انکی بھرپور مدد کے بارے میں بھی اشارے ملتے ہیں۔ ساتھ ہی اس مخطوطہ میں یہ بھی درج ہے کہ آپ اپنے شاگردوں کو کس شفقت و محبت سے بلاتے تھے اور انہیں کس طرح عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے کی اور خدا پر بھروسہ کرنے کی ایسی صلاحیت و خوبی پیدا کرنے کی نصیحت فرماتے تھے کہ خدا کا قرب حاصل ہو سکے اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ کر دائمی خوشی حاصل ہو سکے۔

اس مخطوطہ میں مولانا کے خانقاہ کی سماع کی مجلسوں کی تفصیلات بھی درج ہیں۔ آپ سماع پر اصرار کرتے تھے انکا کہنا تھا کہ سماع سننے والوں کے دل کو متاثر کرتا ہے اور ان میں محبت کا چراغ روشن کرتا ہے۔ آپ نے اس سلسلہ میں چشتی صوفیا کی روایت کی پابندی کی تھی چنانچہ ہر منگل اور سنیچر کو سماع کی مجلس منعقد کیا کرتے تھے۔

یہ کتاب عالم اسلام میں تصوف کے ارتقا کی تاریخ پر ایک اہم تصنیف ہے۔ راجپوتانہ کی سماجی اور تہذیبی زندگی پر ساتھ ہی حیدرآباد اور ٹونک کے نوابوں کی زندگی پر بھی بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے ایک اہم بات یہ ہے کہ اس میں اس رد عمل کا تذکرہ بھی ملتا ہے جسکا اظہار جے پور میں مولانا ضیاالدین کی سکونت پذیری کے نتیجہ میں غیر مسلموں میں ہوا۔

یہ تصنیف عہد وسطیٰ کے ہندستان کے علم و فضیلت کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ جو مضامین کی ہمہ گیری کے ساتھ ساتھ جامعیت کا بھی حامل ہے۔

(انگریزی سے تلخیص و ترجمہ)
(ترجمہ: ڈاکٹر سلیم الدین احمد) ●●

جناب قاضی اطہر مبارکپوری
مبارک پور اعظم گڑھ

اخبارُ الاَصفیا

ہندوستان کے علماء و مشائخ کی مستقل سوانح نگاری کا سلسلہ آٹھویں صدی میں شروع ہوا، اور ان کے حلقہ میں اہل کمال کی طرف خصوصی توجہ کی گئی، امراء و سلاطین کی سرپرستی میں لکھی جانے والی تواریخ و طبقات کی کتابوں میں جن علماء و مشائخ اور دانشوروں کے حالات درج کیے گئے، ان کا تعلق کسی نہ کسی حیثیت سے شاہی دربار سے تھا، یا وہ غیر معمولی شخصیت رکھتے تھے ان کی سوانح نگاری میں احوال و ظروف کی رعایت ہوتی تھی اور ایک خاص نقطۂ نظر سے ان کے حالات درج کیے جاتے تھے، اس لیے ان کی شخصیت کے اصل خد و خال سامنے نہ آسکے، اور جب خود طبقۂ علماء و مشائخ میں تذکرہ نویسی کا ذوق پیدا ہوا تو بڑی حد تک یہ کمی پوری ہوگئی۔

چونکہ اس دور میں علم و دانش کے مقابلہ میں زہد و تصوف کا مزاج و رواج عام تھا، اس لیے دانش گاہوں اور مدرسوں پر خانقاہی رنگ چھایا ہوا تھا، اور تذکرہ نگاروں نے علماء کو بھی صوفیہ کے رنگ میں پیش کیا، اصحاب درس علماء اور دانشور بھی اس دور میں عام طور سے کسی نہ کسی روحانی سلسلہ سے منسلک ہوا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے اہل درس اور صاحب تصانیف علماء کے کارناموں اور خدمات اور ان کی درسگاہوں اور مدرسوں کی تفصیلات بہت کم سامنے آسکیں، اور صوفیہ و مشائخ کے احوال و افکار کشوف و کرامات اور ان کی خانقاہوں اور مزاروں کی تفصیلات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔

ابتداء میں یہاں کے اہل علم و فضل کے حالات میں جو کتابیں لکھی گئیں ان میں شیخ محمد بن مبارک کرمانی متوفی ۷۷۰ھ کی سیر الاولیاء اور شیخ شعیب جمال منیری متوفی ۸۰۲ھ کی مناقب الاصفیاء قابل ذکر ہیں، شیخ وجیہ الدین بن سید نظام الدین نے ۹۲۶ھ میں ایک ضخیم کتاب مصباح العاشقین لکھی نیز اس دور میں اور کئی کتابیں اسی موضوع پر مرتب کی گئیں جن میں عام طور سے صوفیہ اور مشائخ کے احوال تھے، حتی کہ دسویں صدی کے آخر میں شیخ عبدالحق محدث متوفی ۱۰۵۲ھ نے ۹۹۹ھ میں عالمانہ اور محققانہ انداز میں اخبار الاخیار تصنیف کی، اور شیخ عبدالقادر عیدروس گجراتی متوفی ۱۰۳۸ھ نے النور السافر عربی زبان

میں لکھی یہ کہنا بجا ہے کہ یہ دونوں کتابیں یہاں کے علما کے حالات میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار کے علاوہ مشائخ کے حالات میں دو اور کتابیں "الانوار الجلیۃ" اور "زاد المتقین" لکھیں۔

ان کتابوں کے بعد گیارھویں صدی میں علما و مشائخ کے حلقہ میں تذکرہ نویسی کا عام سلسلہ چل پڑا اور متعدد علمی اور روحانی خانوادوں اور سلسلوں پر بہت سی کتابیں معرض وجود میں آئیں۔ اسی دور میں شیخ عبدالصمد بن افضل محمد انصاری اکبرآبادی نے ۱۰۱۴ھ میں اخبار الاصفیا لکھی، شیخ محمد بن حسن غوثی منڈوی نے ۱۰۲۲ھ میں گلزار ابرار لکھی، مرزا محمد صادق ہمدانی نے ۱۰۲۳ھ میں کلمات الصادقین لکھی، شیخ الہدیہ بن عبدالرحیم کیرانوی نے ۱۰۳۶ھ میں سیر الاقطاب لکھی، شیخ عبدالرحمن چشتی نے ۱۰۴۵ھ میں مرآۃ الاسرار لکھی، نیز انھوں نے مرآۃ الولایت اور مرآۃ المداری لکھی، جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہاں نے ۱۰۴۹ھ میں مونس الارواح لکھی، شیخ غریب اللہ بن کبیر الدین احمد قادری نے ۱۰۵۰ھ میں ملفوظات قادریہ گجرات لکھی، مولانا شاہ ابوالخیر بن شاہ ابوسعید فاروقی نے ۱۰۵۶ھ میں شیر و شکر لکھی، شیخ نظام الدین احمد بن محمد صالح صدیقی نے ۱۰۶۵ھ میں کرامات الاولیا لکھی، اسی زمانہ میں محمد دارا شکوہ متوفی ۱۰۶۹ھ نے سفینۃ الاولیاء اور سکینۃ الاولیا لکھی، ان کتابوں کے علاوہ گیارھویں صدی میں بہت سے ارباب علم و فضل کے تذکرے مرتب ہوئے اور متعدد طرق و سلاسل میں علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھی گئیں، ذیل میں گیارھویں صدی کے ابتدائی دور کی ایک اہم کتاب اخبار الاصفیا (فارسی) کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

اس کتاب کے مصنف شیخ عبدالصمد تیمی انصاری اکبرآبادی علم و فضل میں مجمع البحرین اور نجیب الطرفین بزرگ ہیں، شیخ عبدالصمد بن شیخ افضل محمد متوفی ۱۰۰۳ھ بن شیخ یوسف متوفی ۹۹۴ھ بن شیخ عبداللہ دانشمند متوفی ۹۳۶ھ بن شیخ یعقوب بن شیخ نصیرالدین تیمی انصاری اکبرآبادی کے آبا و اجداد علم و فضل اور مشیخت میں صف اول کے بزرگوں میں سے ہیں، شیخ نصیرالدین سلطان بہلول لودی کے ابتدائی دور سلطنت میں ملتان سے آگرہ آئے اور یہیں سکونت پذیر ہوگئے۔ وہ روحانیت و مشیخت میں علوئے مرتبت کے ساتھ صاحب درس و تدریس اور نامور عالم دین تھے، فقہ و فتویٰ میں خاص مہارت و شہرت رکھتے تھے۔ شیخ عبدالصمد کے جد مادری شیخ مبارک بن خضر ناگوری متوفی ۱۰۰۱ھ ہیں اور ان کے صاحبزادے ابوالفیض فیضی اور ابوالفضل جیسے اہل علم و دانش اور فضلائے روزگار کے ماموں ہیں۔ ابوالفضل نے اپنے خواہرزادہ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی تھی۔

شیخ عبدالصمد نے کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ریعان شباب سے ان کو بزرگوں کے احوال و اقوال سے شغف تھا وہ "پاک بہادران ہندوستان" کے حالات لکھنا چاہتے تھے مگر ادب مانع تھا، ایک صاحب دل متوکل بزرگ نے اس کی ترغیب بھی دی، اس کے باوجود حالات کی ناسازگاری اس کام سے مانع رہی یہاں تک کہ سلطان جہانگیر کی تخت نشینی ۱۰۱۴ھ کے وقت یہ کام شروع

ہوا اور جس کام کو دوسرے اہلِ علم سالہا سال میں انجام نہیں دے سکتے تھے مصنف نے تھوڑی مدت میں اسے پورا کر دیا۔ مصنف اس کتاب کو دانشورانِ دشوار پسند کے ذوق و معیار کے مطابق لکھنا چاہتے تھے، مگر چونکہ مقصود ذکرِ "احوالِ مشائخِ ہندوستان" تھا اس لیے نگارشِ مدعا میں صرف "رنگ آمیزیِ انشا" پر اکتفا کیا اور اپنی "نکتہ دانی و سخن طرازی" پر اعتماد نہ کرتے ہوئے ایسے صاحب کی تلاش میں رہے جو نبضِ سخن اور مزاجِ معنی کو دیکھ کر "عباراتِ سقیم و مضامینِ عقیم" کا علاج کرے مگر ناکامی رہی اس لیے خود ہی یہ کام بھی کیا اور "احوالِ پاکانِ ہندوستان" مرتب کر کے اس کا نام اخبار الاصفیاء رکھا، ہندوستان کے بزرگوں کا تذکرہ اس داعیہ پر لکھا کہ جس قدر اولیاء اتقیاء اس اقلیم میں آسودۂ خواب ہیں دوسرے شہروں میں ان کا نشان نہیں ملتا ہے۔ خصوصاً "مصر السعادۃ" آگرہ میں جو چہار دانگ ہندوستان کا مرکز اور مصنفِ کتاب کا وطن ہے۔

۹۹۹ھ میں دہلی میں شیخ عبدالحقؒ نے اخبار الاخیار تصنیف کی اور اس کے پندرہ سال کے بعد آگرہ میں شیخ عبدالصمد نے اخبار الاصفیاء لکھی، دہلی اور آگرہ کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ دونوں مصنف معاصر بھی ہیں، عجب کیا ہے کہ اخبار الاخیار کے تتبع اور تاسی میں اخبار الاصفیاء لکھی گئی ہو اس کا انداز بڑی حد تک اخبار الاخیار سے ملتا جلتا ہے، دونوں کتابوں کے تقابلی مطالعے بعد اس کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ اندازِ بیان بڑا دلکش اور سادگی میں رنگینی لیے ہوئے ہے۔ دشوار پسندی سے بچنے کے باوجود انشا و عبارت میں لطیف رنگ آمیزی اور ہلکے پھلکے بدائع و صنائع کی آمیزش نے بڑا حسن پیدا کر دیا ہے، مناقب و فضائل کے ذکر میں عقیدت مندانہ غلو کے بجائے واقعیت ہے۔ پوری کتاب میں ۲۶۰ سے زائد علماء و مشائخ کا ذکر ہے جن کا تعلق ہندوستان سے ہے۔ تذکروں کی ترتیب زمانی ہے یعنی سنین کے اعتبار سے تقدم و تاخر ہے۔ ابتدا میں تبرکاً حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا ذکرِ خیر ہے اس کے بعد پہلا تذکرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ متوفی ۶۳۳ھ کا اور آخری تذکرہ سید احمد بہاریؒ متوفی ۱۰۱۵ھ کا ہے۔ اس کے بعد چند معاصر بزرگوں کے حالات ہیں۔ عام طور سے تذکروں میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ بعض تذکرے خاصے طویل ہیں۔ کئی اہم تذکروں میں صاحبِ تذکرہ کے بعض مکتوبات نقل کیے گئے ہیں۔ کہیں کہیں فوائد الفواد اور بعض دوسری کتابوں کے حوالے ہیں اور عام طور سے "گویند" اور "نقل است" لکھ کر واقعات درج ہیں۔

اخبار الاصفیاء کا میرا مملوکہ قلمی نسخہ متوسط سائز کے ۱۵۶ ورق یعنی ۳۱۲ صفحات پر مشتمل ہے بخطِ فارسی ہر صفحہ میں پندرہ سطریں ہیں۔ خط مناسب ہے۔ اس کے کاتب اور مالک شیخ ناصر الدین محمد بن نظام الدین احمد بن محمد عبداللہ بن نظام الدین ہیں، تاریخِ کتابت روز چہار شنبہ ۲۵ ذی القعدہ ۱۱۶۰ھ بمقام ارکاٹ، جنوبی ہند ہے۔ ●●

ڈاکٹر سید محمد عزیز الدین حسین
شعبہ تاریخ، جامعہ ملیہ اسلامیہ
نئی دہلی

اسرار یہ کشفِ صوفیا

اسراریہ، کمال محمد سید واسطی کی تالیف ہے۔ کمال محمد سید واسطی نے اس کام کا آغاز اپنے شیخ خواجہ محمد عبید اللہ کے ایماء پر کیا تھا۔ اس کی تکمیل میں ایک سال کا وقت لگا تھا۔ اس کا نسخہ نیشنل میوزیم دہلی کی زینت ہے۔

مؤلف نے اس کتاب میں اپنی سوانح سے متعلق کوئی زیادہ تفصیل نہیں دی ہے تاہم ورق ۸۶ ا پر اپنی زندگی کا ایک خاکہ دیا ہے جس کے مطابق اس کی پیدائش ۳ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ/۱۶۰۲ کو یعنی مغل بادشاہ اکبر کے زمانے میں ہوئی۔ مقام پیدائش کا تذکرہ نہیں دیا ہے۔ مؤلف کے والد کا نام سید علی تھا۔ شجرۂ نسب میں جیسا کہ دستور تھا ماں کا نام درج نہیں کیا جاتا تھا چنانچہ کتاب کے آخر میں مؤلف کا جو شجرۂ نسب درج ہے اس میں مؤلف کی ماں کا نام نہیں ملتا۔ مجھے معلوم نہیں کہ شجرۂ نسب میں ماں کا نام کیوں حذف کر دیا جاتا تھا؟ مؤلف کی بسم اللہ کی رسم ۱۶۱۱ء میں نو سال کی عمر میں ہوئی۔ یہ رسم مہرولی (دہلی) میں خواجہ بختیار کاکی کے مزار سے متصل مسجد میں شاہ عالم کے ذریعہ ادا ہوئی۔ مؤلف نے ۱۶۱۳ء میں گیارہ سال کی عمر میں روزہ رکھا اور ۱۶۱۸ء میں سولہ سال کی عمر میں اپنے شیخ خواجہ محمد عبید اللہ سے اس کا تعلق پیدا ہوا۔ اپنے خاندان کا جو شجرہ مؤلف نے دیا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ اس کا نسب خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ مؤلف نے صرف سولہ سال کی عمر تک کا اپنا خاکہ دیا ہے۔ اس کے بعد پھر کوئی تفصیل نہیں دی گئی۔ اس نے پھر کیا کیا اور کہاں زندگی بسر کی۔

کمال محمد نے اسراریہ کی تالیف ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۷ء میں شروع کی، یعنی اپنی عمر کے اندازاً ۵۵ ویں سال میں، مغل بادشاہ شاہجہاں کے دورِ حکومت میں۔ اس کی تکمیل ۱۰۶۹ھ/۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب کے دورِ حکومت میں ہوئی۔

یہ تالیف ان صوفیا کے تذکرے پر مشتمل ہے جن سے مؤلف بلاواسطہ یا بالواسطہ واقف تھا۔ اس نے اس میں معاصر اور غیر معاصر سبھی صوفیا کی شرح شامل کی ہے۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مؤلف نے صرف اپنے سلسلے کے صوفیا کا تذکرہ ہی نہیں کیا بلکہ چشتیہ، سہروردی، نقشبندی اور دیگر سلسلے کے صوفیا کا تذکرہ بھی شامل کیا ہے۔ اس نے غیر مسلم صوفیا مثلاً نارائن بیراگی وغیرہ کا بھی تذکرہ شامل کیا ہے۔ ساتھ ہی اس تذکرہ میں صرف مرد صوفیا کے حالات ہی نہیں بلکہ صوفی عورتوں کے حالات بھی، کتاب کے آخری باب میں، شامل کئے گئے ہیں۔ اس میں تقریباً ۲۰۳ صوفیا کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ جن کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) خواجہ محمد عبید اللہ (۲) خواجہ حسام الدین احمد (۳) شیخ مرتضیٰ (۴) شیخ الہداد (۵) شیخ حسین (۶) خواجہ عبد اللہ (۷) خواجہ حجت اللہ (۸) خواجہ نعمت اللہ (۹) خواجہ کلمت اللہ (۱۰) خواجہ سلام اللہ (۱۱) خواجہ غلام بہار الدین محمد (۱۲)

خواجہ عبدالقدیر (١٣) خواجہ محمد عاشق (١٤) شیخ الہ داد (١٥) شیخ رستم (١٦) شیخ مرتضیٰ (١٧) حافظ جلال الدین (١٨) سید محمد (١٩) شیخ عبدالغفور
(٢٠) شیخ نعمت اللہ (٢١) خواجہ محمد صادق (٢٢) خواجہ محمد قلیچ (٢٣) شیخ رفیع الدین (٢٤) میر محمد زاہد (٢٥) شیخ جعفر (٢٦) شیخ ہاشم (٢٧) شیخ ابابکر
(٢٨) شیخ محمد طاہر (٢٩) شیخ موسیٰ (٣٠) شیخ عثمان (٣١) شیخ محمد سعید (٣٢) شیخ محمد معصوم (٣٣) شیخ محمد یحییٰ (٣٤) سید قطب الدین (٣٥) محمد
صادق (٣٦) حافظ صادق (٣٧) شیخ بیکاری (٣٨) شیخ علی (٣٩) خواجہ محسن (٤٠) خواجہ عبدالسلام (٤١) خواجہ حاجی (٤٢) خواجہ ابوالخیر (٤٣)
خواجہ فولاد (٤٤) شاہ منیر (٤٥) خواجہ لالوری (٤٦) شیخ جلال (٤٧) سید نظر محمد (٤٨) شیخ عبدالحق (٤٩) مولانا شبیر محمد (٥٠) شیخ
عبداللہ (٥١) شیخ پیر (٥٢) شیخ قطب عالم (٥٣) خواجہ محمد (٥٤) خواجہ عبدالرزاق (٥٥) محمد شریف (٥٦) شیخ محمد یوسف (٥٧) شیخ
عبدالوہاب (٥٨) شیخ عبدالرحمان (٥٩) شیخ عبدالمنعم (٦٠) خواجہ سراج الدین (٦١) خواجہ جلال (٦٢) شیخ نور الحق (٦٣) مولانا محسن،
(٦٤) محمد حافظ (٦٥) شیخ سلیم (٦٦) شیخ معظم (٦٧) شیخ جلال (٦٨) شیخ بہاء الدین (٦٩) مولانا عوض وجیہ (٧٠) میر ابراہیم
(٧١) شیخ بدیع الدین (٧٢) شیخ آدم (٧٣) شیخ وجیہ (٧٤) شیخ عثمان (٧٥) شیخ عثمان (٧٦) شاہ بدیع الدین (٧٧) شیخ عبدالمجید
(٧٨) شیخ رکن الدین (٧٩) شیخ امین (٨٠) شیخ وزیر محمد (٨١) شیخ شاہ محمد (٨٢) شیخ شاہ محمد (٨٣) شیخ جالو (٨٤) شیخ شاہ محمد (٨٥)
شیخ احمد (٨٦) شیخ صالح (٨٧) شیخ حبیب (٨٨) شیخ عبدالوہاب (٨٩) شاہ حسین (٩٠) شیخ سراج الدین (٩١) سید غلام محمد (٩٢)
میر اخلاص (٩٣) میر محمد مراد (٩٤) شیخ حاجی محمد (٩٥) شیخ ابوالقاسم (٩٦) سید محمد (٩٧) سید محمد (٩٨) میر محمد جان (٩٩) حافظ صالح
(١٠٠) سید محمد (١٠١) سید محمد (١٠٢) میر ابراہیم حسین (١٠٣) شیخ اشرف (١٠٤) خواجہ محمد محسن (١٠٥) شیخ جلال (١٠٦) سید عظمت اللہ
(١٠٧) شیخ فاضل (١٠٨) شیخ عبدالکریم (١٠٩) شیخ تاج الدین (١١٠) شیخ جمال (١١١) ابو رضا (١١٢) شیخ محمد (١١٣) شیخ یار محمد (١١٤) شیخ
کریم اللہ (١١٥) شیخ قاسم (١١٦) شیخ اللہ بخش (١١٧) حاجی میر درست (١١٨) میر جنید (١١٩) شیخ درست (١٢٠) میر صالح (١٢١) شیخ جان محمد
(١٢٢) سید یوسف (١٢٣) شیخ عیسیٰ (١٢٤) شیخ حسن (١٢٥) شیخ حسین (١٢٦) شیخ بلال (١٢٧) عبدالوحید (١٢٨) شیخ محمود (١٢٩) شیخ
بہاء الدین (١٣٠) شیخ اسماعیل (١٣١) سید خضر (١٣٢) شیخ احمد (١٣٣) شیخ عبدالرحیم (١٣٤) محمد مقیم (١٣٥) شیخ عبدالوحید (١٣٦) شیخ
ابدال (١٣٧) شیخ منور (١٣٨) شیخ عیسیٰ (١٣٩) عبداللطیف (١٤٠) سید ابو یاد (١٤١) سید شرف الدین (١٤٢) شیخ عبدالحکیم (١٤٣) شیخ
طیب (١٤٤) شیخ فتح اللہ (١٤٥) غوث عالم (١٤٦) شیخ حسین (١٤٧) ملا صاحب (١٤٨) شیخ دوست (١٤٩) شیخ داؤد (١٥٠) شیخ فرخ
(١٥١) شیخ بایزید (١٥٢) سید ضیاء الدین (١٥٣) شیخ عبدالعزیز (١٥٤) سید شاہ محمد (١٥٥) شیخ محمد (١٥٦) محمد صالح (١٥٧) عالم جان
(١٥٨) ابوالمکارم (١٥٩) شیخ مصطفےٰ (١٦٠) شیخ ابراہیم (١٦١) شیخ ابراہیم (١٦٢) شیخ نور محمد (١٦٣) شیخ نور محمد (١٦٤) شیخ عبدالوحید (١٦٥)
شیخ عطا محمد (١٦٦) شیخ حمید الدین (١٦٧) شیخ نظر علی (١٦٨) شیخ حسین محمد (١٦٩) شیخ شاہی (١٧٠) خواجہ عطاء اللہ (١٧١) شیخ محمود (١٧٢)
شیخ عبدالرحیم (١٧٣) شیخ بایزید (١٧٤) شیخ حبیب محمد (١٧٥) شیخ قائم محمد (١٧٦) شیخ محمد (١٧٧) شیخ جان محمد (١٧٨) شیخ کریم محمد

(۱۷۹) شیخ محمد (۱۸۰) شیخ پیر محمد (۱۸۱) شیخ حاتم (۱۸۲) عبداللطیف (۱۸۳) سید عریب (۱۸۴) سید صادق (۱۸۵) شیخ ابو تراب (۱۸۶) شیخ فیروز (۱۸۷) شیخ رفیع (۱۸۸) شیخ بدرالدین (۱۸۹) درویش مجہول (۱۹۰) شاہ جیوانی (۱۹۱) شاہ دولہ (۱۹۲) شاہ جہانگیر (۱۹۳) شیخ الہ بندہ (۱۹۴) شاہ پرویز (۱۹۵) بھیکا (۱۹۶) نارائن بیراگی (۱۹۷) شاہ آدم (۱۹۸) شیخ ... (۱۹۹) بی بی ساتی (۲۰۰) بی بی ہیلی (۲۰۱) بی بی راہی (۲۰۲) بی بی فقیرا (۲۰۳) بی بی دیدہ حال۔

اس مخطوطہ میں ان صوفیا کے حالات درج کیے گئے ہیں جو درج ذیل قصبات سے تعلق رکھتے تھے: سنبھل، حسن پور، امروہہ، سرسی، سہارن پور، مرادآباد، بلگرام، ردولی، فریدآباد، میرٹھ، مہرگاؤں، بریلی، متھرا، گوپامئو اور سندیلہ۔

اس تالیف میں صوفیا کے تفصیلی حالات درج ہیں، کہاں کہاں گئے، کن کن لوگوں سے ان کا تعلق رہا، کن کن قصبات میں انھوں نے درس و تدریس کے فرائض انجام دیے، ان کے شاگردوں کا نام کیا تھا اور ان کے مرید کون کون تھے چنانچہ اس مخطوطے سے عہد وسطیٰ کے ان مراکز کی تاریخ و ترقی کے مطالعے میں کافی مدد ملے گی۔ مخطوطے کے آخر میں اس نے حاتم سنبھلی کے ان اشعار کو نقل کیا ہے جو انھوں نے اس شہر کی تعریف میں کہے تھے۔ انھوں نے سنبھل کو دہلی اور بخارا سے تشبیہ دی ہے۔ انھوں نے سنبھل کے ۱۸ صوفیا کے حالات لکھے ہیں۔ میرے خیال میں سنبھل کے اتنے صوفیا کا تذکرہ کہیں اور نہیں ملے گا۔

مخطوطہ ۱۴۰ اوراق پر مشتمل ہے۔ مخطوطہ کا سائز ۱۰×۸ ہے۔ ہر ورق پر ۲۱ سطریں ہیں۔ کتابت خط شکست میں ہے۔ تاریخ کتابت درج نہیں اسلیے ایسا لگتا ہے کہ یہ مولف کا خود نوشت نسخہ ہے۔ مخطوطات کے کیٹلاگ میں اس سلسلے میں خاموشی اختیار کی گئی ہے۔

اہم سلسلۂ صوفیا پر اور عہد وسطیٰ کے صوفی تحریک کے مراکز پر تو مواد مل جاتے ہیں لیکن، اس مخطوطہ میں علاقائی یا مقامی نوعیت کے اہم صوفیا اور اہم مراکز پر روشنی ڈالی گئی اس لحاظ سے اس مخطوطہ کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ و تلخیص) ●●

ڈاکٹر مودود اشرف
اجمل خاں طبیہ کالج
مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

مکتوباتِ سید شاہ اشرف جہانگیر سمنانی کا ایک نادر قلمی نسخہ

مخدوم صاحبؒ کے مکتوبات گرامی کا مطالعہ تصوف اور تعلق مع اللہ کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس میں صوفی کے قلب کا سوز و گداز بھی ملتا ہے اور تحقیق و تدقیق کی چاشنی بھی۔ خط کا بڑا حصہ اسی موضوع کی توضیح و تشریح پر مبنی ہے۔ اس میں تصوف کے باریک مسائل کو اپنے طور پر بھی سمجھایا گیا ہے اور علمائے وقت کے تقاضے پر بعض صوفیہ کی دقیق باتوں اور ان کے مشکل اشعار کی عقدہ کشائی بھی کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو مخدوم صاحبؒ نے جو خط تحریر کیا ہے وہ دراصل ان کے اس سوال کے جواب میں ہے کہ فصوص الحکم میں فرعون کے بارے میں جو اشارات ملتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے۔ یہ خط طویل بھی ہے اور اعتدال کا بہترین نمونہ بھی۔ اسی طرح قیام الدینؒ کے جواب میں جو خط مرقوم کیا گیا ہے اس کا عنوان ہے "در حل ابیات مشکلہ بطیق ارباب تصوف و اصحاب تعرف"۔ غرض خاصی تعداد میں ایسے خطوط ملتے ہیں جو علمائے وقت کی طرف سے تصوف سے متعلق اٹھائے گئے اعتراضات یا اشکالات کے جواب میں ہیں۔ اس سے اس مخطوطہ کی علمی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔

تعارف مصنف

مخدوم سید اشرف جہانگیرؒ کی ذات ستودہ صفات مجموعہ کمالات تھی۔ آپ اپنے وقت کے جدید عالم، پائے کے محقق اور اعلیٰ درجہ کے صوفی تھے۔ مورخین نے ان الفاظ میں آپ کی صفات کو رقم کیا ہے:

"آپ یگانۂ روزگار تھے۔ شان رفیع، ہمت بلند، کرامات وافر کے مالک تھے۔ سلطان المشائخؒ کے بعد شخصیت اور ہدایت کے سلسلہ کو آپ نے از سر نو زندہ کیا۔ حقائق بیانی میں آپ کلام الٰہی، احادیث نبوی، اقوال مرتضوی اور اصحاب کرام کے ترجمان تھے۔" (مرآۃ الاسرار)

گلزار ابرار کے مصنف محمد غوثی شطاری تحریر فرماتے ہیں:

"کشف و کرامات اور منازل و مقامات کے آپ مالک تھے۔ آپ کے بیان سے عرفان کا آب حیات بہتا

تھا اور آپ کے دل سے شوق و محبت کی آگ کے شعلے اٹھتے تھے۔" (اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار)

ملک محمد جائسی فرماتے ہیں:

"در صد تحقیق امت محمدی صلعم دو کس بہ سبب ترک سلطنت بر جمیع اولیاء اللہ فضیلت دارند حضرت سلطان العارفین ابراہیم بن ادھم و سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی" (اشرف سمنانی شمیم اشرف)

آپ کا نام سید محمد اشرف یا سید اوحد الدین اشرف لقب جہانگیر تخلص اشرف تھا اور شہرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کے نام پائی۔ جائے ولادت سمنان (ایران)، تاریخ پیدائش ۷۰۹ھ جائے وفات روح آباد کچھوچھہ (فیض آباد یوپی) سال وصال ۸۰۸ھ یا ۸۳۲ھ کے قریب قریب۔

تعلیم حافظ قرآن، قاری قرأت سبعہ، عالم معقول و منقول۔

تربیت اس مبارک کام میں تین اکابر صوفیہ کا نام سرفہرست ہے۔ ۱۔ شاہ علاؤ الدین علاء الحق پنڈوی ۲۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت۔ ۳۔ میر سید علی ہمدانی۔

بیعت و خلافت شاہ علاء الحق کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے وہیں خلافت میں جہانگیر کا لقب عطا ہوا فی البدیہہ آپ نے یہ شعر کہا ؎

مرا از حضرت پیر جہاں بخش   خطاب آمد اے اشرف جہانگیر

تصنیف و تالیف نزہۃ الخواطر جلد ثالث میں ۲۲ کتابوں کا نام بنام ذکر ملتا ہے۔ شمیم اشرف نے اشرف سمنانی نامی کتاب میں ۲۹ کتابوں کا ان کے نام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔

تفسیر قرآن نور بخشیہ، فصوص الحکم کی شرح، خود حضرت کا ایک دیوان مراۃ الحقائق، کنز الدقائق وغیرہ تصانیف میں مختصر رسائل بھی ہیں اور ضخیم کتابیں بھی ان میں سے کچھ موجود ہیں کچھ نایید۔

مکتوب گرامی مکتوبات کا یہ مجموعہ جناب سید شاہ ظفر الدین اشرف سجادہ نشین درگاہ کچھوچھہ شریف کے ذاتی ذخیرہ میں موجود ہے۔ وہیں اس کے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پورا مجموعہ مقدمہ مکتوبات اور مرتب کے گرانقدر اضافات پر مشتمل ہے۔ ان اضافات کا تعلق تاریخ انساب اور اسماء الرجال سے ہے۔

مقدمہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس کی ترتیب و تدوین کا کام دو اصحاب کے ہاتھوں مختلف اوقات میں ہوا ہے۔ اس کے جامع اول حضرت نظام الدین یمنی (خلیفہ و مرید حضرت اشرف جہانگیرؒ) تھے۔ اس کام سے فراغت پر آپ نے جو قطعہ تاریخ کہا ہے اس کا آخری شعر یہ ہے ؎ چو ملفوظات عرفان جمع کردہ۔ بر تاریخ ملفوظات آوردہ ۸۰۷ھ

مکتوبات کے جامع ثانی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے جانشین اول حضرت حاجی شاہ عبدالرزاق صاحبؒ تھے۔ آپ نے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے بعد جو قطعہ تاریخ کہا ہے اس کا آخری شعر اس طرح ہے ؎

مؔ چوں مکتوب ثانی یافت ترکیب ۔۔۔ پے تاریخ مکتوبات آمد ۸۶۹ھ

گویا پہلی بار اس کی ترتیب و تدوین مخدوم صاحبؒ کے حیات میں اور دوسری بار آپ کی رحلت کے بعد شاہ عبدالرزاقؒ کی وفات سے صرف چند سال پہلے ہوئی۔

مقدمہ میں چھتّر مکتوبات کی مکمل فہرست موجود ہے۔ ساتھ ہی نمبر شمار مکتوب الیہ کا نام اور خط کے موضوع کو بھی درج کر دیا گیا ہے۔ فہرست اس انداز میں رقم کی گئی ہے۔

مکتوب پانزدہم بجانب شیخ الاسلام گجراتی از خلفا اثنا عشریہ مشتمل بر بودن سالک در راہ حق و آراستن خود را بکار ملحق از طہارت ظاہر و باطن و مشغول در راہ سلوک و نوعے از اذکار و دیدن انوار اگرچہ از وضوء او باشد۔ خط کے مضمون کے اعتبار سے عنوان مفصل بھی ہے اور مختصر بھی جیسے مکتوب بست سویم در جواب نامہ سلطان ابراہیم کہ استفسار معنی بیت حضرت امیر خسرو دہلوی کردہ اند۔

مکتوبات کے اختتام پر مرتب ثانی کے قلم سے جو اضافات ملتے ہیں، مقدمہ میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے اور فہرست بھی دیدی گئی ہے چنانچہ مرتب ثانی شاہ عبدالرزاقؒ تحریر فرماتے ہیں "در مکتوبات از خامہ..... حضرت قدوۃ الکبریٰ کہ از پرتو ولایت غوثیہ صادر شدہ بندہ راد ران تصرفے نیست اما ہر جا کہ سلاسل مشائخ و دوائر اکابر..... در بحر الانساب و طبقات ملوک مذکورہ بعد از تتبع و پیروی کتب صوفیہ و رسائل طائفہ بتخصیص در لطائف، و تواریخ چنانچہ طبری و طبقات ناصری و امثالہا یافت در دوائر و جدول درج کردہ۔ اگر در مربان قلم سہوے رفتہ باشد قلم اصلاح دریغ ندارند۔" حاصل کلام یہ نکلتا ہے کہ مکتوبات کی حد تک کوئی تصرف نہیں کیا گیا ہے۔ نیز اپنے اضافات میں مرتب نے اپنے ماخذ کو بھی بیان کر دیا ہے۔

اضافات کی فہرست جو خود مرتب نے تحریر کی ہے اس کی تلخیص درج ذیل ہے۔

"خاتمہ مشتمل بر اندراج سلاسل مشائخ و اندراج آسامی رواسخ بر سبیل دوائر ملوک مجدول و تواریخ از زمان کیومرث تا فرمان خواجہ رشید الدین کردہ..... سلاسل اولیاء روزگار از خلفاء الراشدین الی یوم الآخر ساختہ..... تتمہ مشتمل بر بحر الانساب تکملہ بہ اسماء متبرکہ انبیاء مرسل و اولو العزم تا خاتم النبیین صلعم و ذکر حکماء پیش از بعثت علیہ السلام آسامی خلفاء الراشدین والتابعین و تبع التابعین و خلفاء بنو عباسیہ و بنو امیہ۔"

گویا اس اضافے کا زیادہ تر تعلق تاریخ انساب اور اسماء الرجال سے ہے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

سوانح کے ضمن میں خود مخدوم صاحب نور اللہ مرقدہ کی زندگی، سفر کے واقعات تصانیف کا ذکر خیر کچھ اس طرح آگیا ہے کہ کتاب کب اور کن حالات میں لکھی گئی کچھ روشنی اس پر بھی پڑتی ہے چنانچہ مرتب نے لکھا ہے کہ "فتاویٰ اشرفیہ میری درخواست پر تحریر کی گئی"۔ مخدوم صاحبؒ کی تصانیف کا ذکر ان الفاظ سے شروع کیا گیا ہے۔

"القصہ در ہر علم حضرت قدوۃ الکبریٰ را تالیفات مخصیص در علم تصوف۔"

اس سے یہ پہلو نکلتا ہے کہ مخدوم صاحبؒ کی یہ پہلی مرتب سوانح ہے جسے آپ کے جانشین اول نے قلمبند کیا۔

کتاب کے آغاز میں ایک طویل نظم ہے جو سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اس میں مخدوم صاحبؒ کی جدائی کو درد بھرے انداز میں رقم کیا گیا ہے۔ اس کے تین اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیں ؎

کجا است تخت سلیماں کہ بر ہوا میرفت — نشاں نہ ماند بعالم کلاہ دارا را
اگر چہ دین و دل و عمر صرف تو کردم — نہ قدر بیش تو شد ایں متاع اعلیٰ را
کنوں جانست بلب آرزوئے دیدار است — کہ دیدن تو کند دفع کہنہ غم ما را

یہ مخطوطہ[1] ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے سجادہ نشینوں کی ملکیت رہا ہے کیونکہ کتاب کے آخر میں تملیک کی جگہ یہ تحریر ملتی ہے۔ "مالک مکتوب شریف ہذا فقیر حقیر سید حسین ....." آگے اسی قلم میں تحریر ہے کہ: "خطائے رفتہ در کتاب صحیح آنست کہ اوحد الدین اشرف بن ابراہیم شاہ" پھر مخدوم صاحبؒ کا پورا شجرہ درج کیا گیا ہے۔ اس کے آگے پھر اسی قلم میں یہ تحریر ملتی ہے۔ "نسب نامہ حضرت قدوۃ الکبریٰ شاہ حاجی عبدالرزاقؒ" اس ضمن میں ان کا مکمل شجرہ قلمبند کیا گیا ہے۔

حضرت شاہ حسینؒ تملیک میں جن کا ذکر آیا ہے یہ حضرت شاہ عبدالرزاقؒ کے جانشین تھے۔ اغلب یہ ہے کہ آپ کی جانشینی کے بعد یہ گرانقدر مخطوطہ انھیں وراثت میں ملا ہوگا۔ اور اب بھی یہ سجادہ نشین کی ملکیت ہے۔ اگر یہ تخمینہ صحیح ہے تو اس مخطوطہ کی قدامت پانچسو سال سے زیادہ قرار پاتی ہے کیونکہ شاہ عبدالرزاقؒ کا وصال ۸۷۲ھ میں ہوا تھا اس کے بعد ہی شاہ حسینؒ جانشین قرار پائے۔ گویا یہ مجموعہ تمیع اکابر وقت کی بیش قیمت تحریر کا ایک دلکش مرقع ہے۔

مکتوبات پر محمد غوثی شطاری کا تبصرہ آپ کے مکتوبات بھی ہیں جن میں درویش مسلک کی حقیقتیں اور دقیقے کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں عرفان کی کونسی ایسی گفتگو ہے اور ولولہ پیدا کرنے والی کونسی ایسی باتیں ہیں جو ہر ایک مکتوب کی سطر سطر میں نہیں ہیں خدا کرے یہ مکتوبات دوستوں کے مطالعہ سے گذریں۔ (اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار لاہور ص ۱۴۵)

---

[1] بارہ مکتوبات مطبع احمدی لکھنؤ سے [illegible]ھ میں طبع ہو چکے ہیں۔

مکتوب شریف کا ایک اقتباس

اے عزیز پیش ازین تغافل کردن و حیات دنیا مغرور شدن نہ دلیل سعادت بود مگر خطاب ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخرہ بگوش جان تو نرسیدہ است من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرہ اعمیٰ و اضل سبیلا ہیچ خوف نہ داری و از تہدید اقترب للناس حسابہم وہم فی غفلۃ معرضون ہیچ اندیشہ نمی کنی و از توبیخ من کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا و ما لہ فی الآخرۃ من نصیب ہیچ یاد نمی آری فاما من طغیٰ و آثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماویٰ ہیچ انتباہ نمی گیری ... بلسان صدق و اخلاص برخوان کہ انی وجہت وجہی للذی فطر السموات حنیفا تا انفاس اسرار و ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ و یعفو عن السیئات از خزائن الطاف ان اللہ غفور الرحیم برتو منکشف شود...

پروفیسر ولی الحق انصاری
شعبۂ فارسی
لکھنؤ یونیورسٹی

ملا شاہ اور انکی مثنویاں

ملا شاہ بدخشی مشہور بزرگ میاں میر (م ۱۰۴۵ھ) کے شاگرد تھے۔ یہ وہی میاں میر ہیں جنھوں نے گولڈن ٹمپل (Golden temple) کی بنا ڈالی تھی اور جو دارا شکوہ کے روحانی رہنما و استاد تھے۔

بحر زخار کے مطابق ملا شاہ کے والد کا نام قاضی عیدو تھا لیکن اپنی ایک مثنوی میں آپنے اپنے والد کا نام عبد احمد اور والدہ کا خاتون لکھا ہے۔ بدخشاں سے آپ کشمیر آئے اور یہاں تین سال قیام کر کے لاہور چلے گئے جہاں آپنے شاہ میر کی شاگردی اختیار کی اور پھر ان کے ممتاز ترین خلیفہ بن گئے۔ لاہور کی آب و ہوا آپ کو راس نہ آئی لہذا آپکے پیر نے اپنی زندگی ہی میں انھیں چار ماہ لاہور میں اور موسم بہار کے آغاز سے آٹھ ماہ کشمیر میں رہنے کی اجازت دیدی تھی۔ شاہ میر کے انتقال کے بعد وہ مستقل طور پر کشمیر میں سکونت پذیر ہو گئے جہاں ہری پہاڑ پر دارا شکوہ نے ان کیلیے ایک عمارت بنوادی تھی جس کا نام میر محل تھا لیکن بعد میں وہ میری محل کے نام سے مشہور ہو گئی۔ دارا شکوہ کے قتل کے بعد اورنگ زیب نے بلوا بھیجا لہذا جب وہ لاہور پہنچے تو اپنے محافظین سے اجازت لے کر اپنے پیر کی قبر پہ گئے جہاں سے وہ واپس نہیں لوٹے۔ جب انھیں تلاش کیا گیا تو انھیں اورنگ زیب کے نام ایک خط کے ساتھ وہاں مردہ حالت میں پایا گیا۔

بحر زخار کے مطابق انکا انتقال ۱۰۷۲ھ میں ہوا۔

ملا شاہ کے صوفیانہ خیالات متنازع فیہ رہے ہیں۔ درج ذیل شعر ان سے منسوب کیا جاتا ہے۔

پنجہ در پنجہ خدا دارم   من چہ پروای مصطفےٰ دارم

لیکن جیسا کہ بحر زخار کے مصنف نے لکھا ہے کہ جب ایک شخص نے اس شعر کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ اس شعر کو ان سے منسوب کرنا سوائے الزام تراشی کے اور کچھ نہیں۔ ان کے شعری مجموعوں کے مطالعے سے بھی ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا شعر ان کا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو ہمیشہ ہی رسول اللہ صلعم کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہے ہیں۔

ملا شاہ کی تصانیف بہت کم دستیاب ہیں اور میری معلومات کے مطابق صرف چند نامکمل مثنویاں ہی رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہیں۔ ملک کی بقیہ کسی دوسری لائبریری میں ان کی ایک نظم بھی نہیں ملتی[1]۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میرے پاس ان کی سات مثنویوں کا مکمل سیٹ موجود ہے یہ ۴۱۳ صفحات پر مشتمل ہے جس کے ہر صفحہ پر ۲۵ لائنیں ہیں۔ اور ہر لائن میں عموماً دو اشعار ہیں۔ اس طرح یہ ساتوں مثنویاں بیس ہزار پانچ سو سے زائد اشعار پر مشتمل ہیں۔ یہ نہایت اہم اور نایاب نسخہ ہے کہ پوری دنیا میں ملا شاہ کی تصنیف کا یہ مکمل واحد نسخہ ہے۔ مزید برآں یہ ملا شاہ کی تصانیف کا سب سے قدیم نسخہ ہے اور ملا شاہ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے نسخے سے انھیں کے زمانے میں نقل کردہ ہے جیسا کہ نسخے کے سرورق پر لکھا ہے۔

"من واردات قطب الاقطاب غوث الآفاق قدوۃ المحققین برہان العاشقین عارف باللہ محبوب الاحضرت مولانا شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ از روی نسخہ اصل کہ بدستخط مبارک حضرت تحریر یافتہ است مقابلہ نمودہ شد۔"

پہلی مثنوی کا آغاز درج ذیل نثری عبارت سے شروع ہوتا ہے۔

"حمد رب العالمین ونعت الانبیاء المرسلین خصوصاً ... ایں کتاب را کتاب حمد و نعت۔"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا عبارت تمام مثنویوں کے تعارف کے طور پر لکھی گئی ہے۔ مذکورہ بالا عبارت کے بعد اصل مثنوی شروع ہوتی ہے۔ صفحہ ۲۸ تک ۵۰۱ اشعار حمد کے ہیں صفحہ ۲۹ سے نعتیہ کلام شروع ہوتا ہے جس کا آغاز درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے۔

"شروع در تمہید نعت ... در اصلاح سخن ایں معذور کوشید"

نعت کے اشعار اصلاً صفحہ ۳۴ سے شروع ہوتے ہیں۔ پہلے مختلف انبیا مثلاً آدم وحوا علیہما السلام، حضرت شیث، نوح، ادریس، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، ہود، صالح، شعیب، موسیٰ، یوشع، خضر، عیسیٰ، سلیمان، لوط، عزیر، یونس، یعقوب، یحییٰ، لقمان، زکریا، الیاس، یسع، ہارون اور خالد علیہم السلام کی شان میں اشعار کہے گئے ہیں۔ اس کے بعد صفحہ ۵۵ سے رسول اللہ کی شان میں اشعار ہیں۔ جن کی تعداد ۳۰ ہے

---

[1] خدا بخش لائبریری میں کلیات ملا شاہ (تین جلد) محفوظ ہے۔ جلد اول تفسیر قرآن پر مشتمل ہے جبکہ جلد دوم و سوم مثنویات، غزلیات، قصائد، رباعیات اور کلام عربی پر مشتمل ہے۔ توضیحی کیٹلاگ جلد سوم ص ص ۱۱۲ - ۱۱۶، ملا شاہ تفسیر قرآن اور عربی کلام سید شاہ محمد اسمٰعیل مطبوعہ خدا بخش لائبریری جرنل شمارہ ۱۴۵ ص ص ۸۳ - ۱۰۳ (ادارہ)

صفحہ ۶۵ سے منقبت کے اشعار شروع ہوتے ہیں جن میں خلفائے راشدین اور ائمہ معصومین کی منقبت بیان کی گئی ہے۔
صفحہ ۷۰ سے صوفیا کی تعریف میں اشعار ہیں ان صوفیا کی تعداد جن کی شان میں اشعار کہے گئے ہیں پندرہ ہے۔ چند کے نام یہ ہیں:۔ حضرت بایزید، جنید، شبلی، منصور، شیخ عطار، مجدالدین، بہاءالدین زکریا، بوعلی (قلندر؟) ابوسعید خراز، مولانا روم، شیخ عبدالقادر، شیخ محی الدین عربی اور چند مزید جن کے نام مخطوطے کے کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے پڑھے نہ جا سکے۔ صفحہ ۷۵ سے تصوف کی مختلف کیفیات پر روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً سلوک جس کے تحت شاعر نے توبہ، توکل، تحمل، صبر اور رضا پر روشنی ڈالی ہے اس کے بعد پھر سلوک باطنی پر بحث ہے جس کے تحت عالم مثال، عالم ملکوت عالم جبروت، عالم لاہوت اور انسان کامل جو ملا شاہ کے مطابق وہ ہے جس کے اندر مذکورہ چاروں عالم موجود ہوتے ہیں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد آخر میں کشف کے مختلف پہلوؤں مثلاً کمال زہد، کمال سلوک، کمال معرفت وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے اور مثنوی درج ذیل رباعی پر ختم ہو جاتی ہے۔

حمد و نعت و منقبت و تعریفم حق باز بیان و ختم این تصنیفم
در سال هزار و پنج تمام شد شش گنج چیست ذکر تکلیفم

صفحہ ۸۰ پر اس کا نام "رسالہ حمد و نعت" بتایا گیا ہے جو ۱۰۵۵ھ میں مکمل ہوا۔

دوسری مثنوی صفحہ ۸۲ سے شروع ہوتی ہے اور صفحہ ۱۷۲ پر ختم ہوتی ہے۔ خاتمہ ایک رباعی پر ہوتا ہے جس کے بعد ایک ترقیمہ ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ مثنوی بھی ۱۰۵۵ھ میں مکمل ہوئی۔

یہ مثنوی پوری کی پوری عرفان اور تصوف سے بحث کرتی ہے۔ ملا شاہ نے اپنے نقطہ نظر کو پیش کیا ہے۔ حمد کے اشعار کے بعد درج ذیل عنوانات کے تحت اشعار ہیں:۔ سخن افلاک، سخن زمین، سخن شاہ، سخن انبیا، حرف اصحاب وغیرہ۔ صفحہ ۸۶ سے توحید پر بحث ہے جس پر "تعریف توحید"، "سر شیدن وحدت"، "نوبت توحید" کے ذیلی عنوانات کے تحت روشنی ڈالی گئی ہے۔ صفحہ ۸۸ سے "بیان معرفت" کے عنوان سے اشعار ہیں جس کے تحت "حرف معرفت"، "تعریف عارف" اور اقسام معرفت سے بحث کی گئی ہے۔ صفحہ ۹۱ سے تنزیہ کا باب شروع ہوتا ہے جس کا مطلب مختلف عنوانات اور مختلف مثالوں سے واضح کیا گیا ہے۔ صفحہ ۹۲ سے "بیان تشبیہ" کا آغاز ہوتا ہے جس کے تحت "بیان حرف عین"، "بیان جمع تنزیہ و تشبیہ"، "بیان جمع" کے عنوانات سے بحث ہے۔ صفحہ ۹۳ سے الٰہیات کا باب شروع ہوتا ہے جو "بیان ربوبیت" کے عنوان سے ہے جس کے تحت چند اشعار کشمیر کے بارے میں بھی ہیں جو "چونکہ در شہر کشمیر بسیار وقت بودیم بنام احد" کے عنوان کے تحت ہیں۔ اس کے بعد مختلف فصلیں ہیں جن کے عنوانات یہ ہیں:۔ بیان عظمت، بیان جلال، بیان جمال، بیان یقین، بیان تحقیق

بیان تمکین، بیان عشق، بیان حسن، بیان وصال۔ صفحہ ۱۱۹ پر یہ عنوان ہے: "بیان ہفت وہشت صفت کہ علم وقدرت وارادت وبصر وسمع وکلام وتکوین وحیات باشد"۔ بیان علم۔ اس کے تحت بیان علم یقین، بیان عین الیقین اور بیان حق الیقین کے بیانات ہیں۔ پھر تینوں قسم کے علوم کو درج ذیل عنوان کے تحت واضح کیا گیا ہے۔

"مثال علم الیقین وعین الیقین وحق الیقین دود آتش وروی آتش وحقیقت آتش"۔ اس کے بعد صفحہ ۱۲۴ پر بیان قدرت، صفحہ ۱۲۷ پر بیان بصر، صفحہ ۱۲۹ پر بیان سمع، صفحہ ۱۳۱ پر بیان کلام صفحہ ۱۳۲ پر بیان تکوین، صفحہ ۱۳۴ پر بیان حیات ہے۔ بیان حیات کو پھر قسم اول حیات، بیان برزخ کا انسان، اور قسم دوم حیات میں منقسم کیا گیا ہے صفحہ ۱۴۴ پر بیان ایمان اور صفحہ ۱۴۷ پر بیان زہد ہے، جس کے بعد بیان تقویٰ، بیان ورع، بیان طلب، بیان مجاہدہ، بیان مشاہدہ، بیان محویت، بیان عینیت ہے۔ ان میں سے بیشتر کو پھر چھوٹی چھوٹی ذیلی فصلوں میں بھی منقسم کیا گیا ہے۔

صفحہ ۱۶۳ پر بیان بقا ہے جس کے تحت "بیان فنا بعد از بقا"، بیان بقا بعد از فنا وغیرہ پر بھی بحث ہے۔

یہ مثنوی بدایت اور نہایت پر "بیان نہایت اور بیان بدایت" کے عنوان کے تحت بحث کرکے ختم ہوجاتی ہے۔

صفحہ ۱۷۳ پر مثنوی کے خاتمہ پر درج ذیل ترقیمہ ہے۔

"گفتم تاریخ سال او ختمیہ کردم نامش رسالہ شاہیہ

اصلاح کن از فضیلت واجیہ کر رفتہ ز دست و ...

آغاز وانجام رسالہ شاہیہ ورسالہ حمد ونعت وانجام رسالہ نسبت درسال ہزار وپنجاہ وپنج شد"۔

تیسری مثنوی صفحہ ۱۷۶ سے شروع ہوتی ہے۔ حمد ونعت کے بعد ذات اور ذات مطلق پر بحث کی گئی ہے اور ذات اور صفات کے درمیان تعلق کو مختلف مثالوں سے واضح کیا گیا ہے۔ صفحہ ۱۸۲ پر شریعت کی تعریف "در تعریف شریعت غرای رسول اللہ صلعم" کے عنوان سے بیان کی گئی ہے۔ ساتھ ہی اس بات پر بھی بحث کی گئی ہے کہ کیوں 'اہل ظاہر' اس کی تعریف وتشریح مختلف انداز سے پیش کرتے ہیں اور توحید کا صحیح مطلب سمجھے بغیر 'اہل توحید' کو طنز کا نشانہ بناتے ہیں۔ ان امور پر سیر حاصل گفتگو کے بعد وہ صوفیا کو مشورہ دیتے ہیں کہ انھیں ذات مطلق، کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ صفحہ ۱۸۸ سے علم اور جہل کی فصل شروع ہوتی ہے۔ جس پر نظم ونثر دونوں میں بحث کی گئی ہے اور ان لوگوں کی مذمت بھی کی گئی ہے جو خود تو الٰہیات کا علم حاصل نہیں کرتے لیکن ان صوفیا سے بغض وعناد رکھتے ہیں جو معرفت، کی منزل حاصل کرلیتے ہیں۔ اس کے بعد مثنوی ختم ہوجاتی ہے۔

چوتھی مثنوی علم اور اشیا پر بحث کے لیے مختص کی گئی ہے جس میں درج ذیل عنوانات کے تحت بحث کی گئی ہے۔

در تعریف گوش شنوی، در تعریف چشم بینا، در تعریف قلم، در تعریف نے (جس سے قلم بنتا ہے)، در تعریف زبان، در تعریف محقق۔ ۲۲۰ـ۲۲۱ پر علم اور خدا پر نثری عبارت میں بحث کی گئی ہے۔ جس کا آغاز درج ذیل جملے سے ہوتا ہے۔

"سخن آنست کہ جمعی برانند کہ ایزد تعالیٰ را علمی نیست بر اشیاء یعنی دانستن او تعالیٰ
اشیاء را بذات خود است نہ بعلم زائد در حقیقت نفی زیادتی علم کردہ باشند۔"

صفحہ ۲۲۸ پر "گرسنگی اور سیری" پر بحث کرنے کے بعد علم کے تعلق سے انسان پر بحث کی گئی ہے اور یہ کہ انسان کا مقام اس کی "تربیت" کے مطابق طے کیا جانا چاہیے۔ اور یہ کہ ہر انسان کو اس کے علم کے مطابق پہچانا جا سکتا ہے۔ اس نظم کا آخری حصہ عجوبے کے مختلف پہلوؤں کے بیان پر مبنی ہے۔

پانچویں مثنوی بھی حمد سے ہی شروع ہوتی ہے جسمیں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ شرع کے اصول و ضوابط کی بہر صورت پیروی کرنی چاہیے اور انسان کو ہمیشہ خدا کی مرضی کے آگے جھک جانا چاہیے۔ اس کے بعد 'وحدت' اور 'کثرت' پر بحث ہے جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

"بدانکہ روز و شب کثرتند در ہفتہ و ہفتہ وحدت این و دو اینہا ہمہ کثرتند در ماہ
و ماہ وحدت این ہمہ کثرتند در سال و سال وحدت این ہمہ باز این ہمہ کثرتند در قرن و قرن
وحدت این ہمہ باز این ہمہ کثرتند در دہر و دہر وحدت این ہمہ سرسری و سرمد این ہمہ۔"

صفحہ ۲۶۵ سے "حکایت چہار عنصر" شروع ہوتی ہے اس کے بعد 'علم' کی مختلف شاخوں کی تعریف "فصل فی بحث العلوم" کے عنوان کے تحت کی گئی ہے۔ اس فصل میں علم کی مختلف شاخوں پر مثلاً صرف، نحو، حکمت، ہیئت، کلام، معرفت، عالم، حقائق اشیاء، صفات، تکلیف، افعال بد، عذاب قبر و آخرت، معانی، بیان، بدیع، طب، اصول فقہ اور فقہ، حدیث و تفسیر وغیرہ پر الگ الگ بحث کی گئی ہے۔ صفحہ ۲۸۷ تا ۲۹۰ مختلف پھولوں کا بیان ہے اور صفحہ ۲۹۰ سے ساقی نامہ شروع ہوتا ہے لیکن صفحہ ۳۰۰ پر "تعریف شین شہید" اور "شین شراب" کے ذیلی عنوان کے بعد "تعریف شہید حقیقی" پر بحث ہے۔ صفحہ ۳۲۱ تا ۳۳۲ پر خود نوشت سوانح پر مبنی اشعار ہیں جس کے بعد لیلیٰ اور مجنوں کے عشق کی داستان بیان کی گئی ہے۔ پھر علم کی مختلف شاخوں پر دوبارہ بحث ہے۔ صفحہ ۳۶۴ پر ترقیمہ کی عبارت ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مثنوی میں چھ ہزار اشعار ہیں اور جو ۱۰۵۵ھ میں مکمل ہوئے۔

چھٹی مثنوی ایک چھوٹی مثنوی ہے جو صفحہ ۳۶۷ سے شروع ہوتی ہے اور صفحہ ۳۸۰ پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس مثنوی کے اشعار زیادہ تر اخلاقیات سے متعلق ہیں۔ مخطوطہ کا یہ حصہ بہت زیادہ کرم خوردہ ہے اور اسے مرمت کی

خاطر کاغذ چپاں کر مزید ناقابل قرأت بنا دیا گیا ہے۔

ساتویں مثنوی صفحہ ۳۸۲ سے شروع ہوتی ہے اور اسی مثنوی پر صفحہ ۴۱۳ پر مخطوط ختم ہو جاتا ہے۔ اس مثنوی میں "عشق و محبت" کی معصیت کا بیان ہے جو انسان پر اس کی پیدائش کے ساتھ ہی نازل ہوئی۔ اس کے علاوہ بھی چند دیگر عنوانات ہیں مثلاً نہال، حقہ و گوہر، کمان وغیرہ کی مدح 'مزید برآں' 'ازل' اور 'ابد' کی مدح اور 'در تعریف آتش' 'تعریف صبر' 'در تعریف قرار وغیرہ۔ یہ حصہ بھی کرم خوردہ ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا یہ مخطوط مختلف حیثیتوں سے بڑا اہم اور نادر ہے۔ یہ مصنف کے زمانے کا مخطوط ہے اور اس کے اصل مسودے سے نقل کردہ ہے اس میں مصنف کی ساتوں مثنویاں موجود ہیں اور ابھی مکمل صورت میں ہیں اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ سنائی کی "حدیقۃ الحقیقت" سے کسی طرح بھی کم نہیں اور یہ ایک افسوس ناک امر ہے کہ شاعر کی حیثیت سے ملا شاہ غیر معروف رہے صرف اس وجہ سے کہ ان کی مثنویاں دستیاب نہیں۔ چنانچہ اس مخطوط کی تدوین ہونی چاہیے اور اسے شائع ہونا چاہیے۔ اشاعت کے بعد میرا خیال ہے کہ اس کی حیثیت مثنوی معنوی کے برابر ہو جائے گی۔

(انگریزی سے ترجمہ و تلخیص)

ترجمہ: ڈاکٹر سلیم الدین احمد ●●

جناب شاہ امین اللہ
خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے نوادر

کتب خانہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کو بھی کثرت کتب بالخصوص مخطوطات کی وجہ کر اہمیت حاصل ہے مخطوطات کے ان گرانقدر سرمایہ میں تصوف کی ایک سو ستانوے کتابیں ہیں، ان میں سے چند اہم کتابوں کا تعارف حاضر ہے۔

سب سے پہلے فصوص الحکم کی حل و تشریح اور اشکالات و جوابات پر مبنی کتاب "تحلیل المعضلات" سے متعلق تفصیلی باتیں۔ یہ کتاب پھلواری شریف کی بلند پایہ علمی شخصیت ملا امر اللہ جعفری پھلواروی متوفی ۱۱۶۸ھ کی تصنیف ہے۔ ملا امر اللہ ایام شباب میں بغرض تعلیم وطن سے کافی دور دہلی تشریف لے گئے (وہاں ان کا رشتہ تلمذ کن اساتذہ سے قائم ہوا اور وہ کس طرح تعلیمی مراحل سے گزرے پھلواری کی تاریخ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔) تعلیمی دور ختم کرنے کے بعد درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت دین کی غرض سے وہ دہلی ہی میں مقیم ہو گئے، مقدمہ کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وہاں مصائب سے بھی دوچار ہوئے اور اسی حالت میں کتاب کی تصنیف بھی ہوتی رہی، شاید یہی خستہ حالی سبب بنی ہو گی کہ بعض قول کے مطابق وہ محمد شاہ کی فوج میں ملازم ہو گئے، مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا انتقال ۲۰ محرم ۱۱۶۸ھ کو ہوا اور مقبرۂ حضرت نور الدین ملک یار پراں میں مدفون ہوئے۔

وہاں ان کی دینی و علمی خدمات کیا کیا تھیں تاریخ کے اوراق ان تفصیلات سے خالی ہیں، صرف یہی ایک کتاب "تحلیل المعضلات" سامنے آئی ہے لیکن اس کے مقدمہ میں انھوں نے اپنی ایک اور تصنیف "اشعۂ ربانیہ" کا بھی تذکرہ اس طرح پر کیا ہے۔ "ولما فرغت عن تالیف رسالۃ اشعۃ ربانیۃ فی تائید وحدۃ الوجود" گویا وہ رسالہ وحدت الوجود کے اثبات و تائید میں تھا۔

یہ کتاب "تحلیل المعضلات" دہلی کی کسی لائبریری سے برٹش لائبریری لندن منتقل ہو گئی، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی اپنے سفر لندن کے دوران جب لائبریری تشریف لے گئے تو اس کتاب پر ان کی نظر پڑی، مصنف کے نام کے بعد

پھلواروی البھاری وطناً لکھا دیکھ کر وہ بہت متحیر ہوئے، واپس آنے کے بعد اپنے استاد حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قادری پھلواروی ؒ سے بذریعہ خط اس کتاب کا تذکرہ کیا، اور مصنف کے تفصیلی حالات بھی دریافت کیے، پھلواری کے اکابر اس کتاب کی نقل کے لیے اس وقت سے کوشاں رہے۔ بالآخر ۱۳۸۰ھ میں جناب مولانا شاہ محمد امان اللہ پھلواروی مدظلہ کی سعی سے اس پوری کتاب کی نقل حاصل کر لی گئی، کتب خانہ مجیبیہ میں یہی منقول نسخہ موجود ہے

یہ کتاب عربی میں ہے اور علامہ محی الدین ابن عربی کی فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے بعض ادق مضامین اور پیچیدہ دعویں عبارتوں کے حل و تشریح پر مشتمل ہے اور ان اشکالات و شبہات کے دفع کرنے پر محیط ہے جو ابن عربی کے مختلف اقوال سے پیدا ہوتے ہیں۔

یہ کتاب چار مضامین کو محتوی ہے جن میں پہلا مقدمہ ہے۔ اس میں مصنف وجہ تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں بہت زمانہ تک ان کتابوں کی تلاش و جستجو میں مشغول رہا جو معضلات تکفیریہ کی تحلیل میں اہل عرفان نے لکھی ہیں چنانچہ اپنے بعض سفر کے دوران اس موضوع پر بعض کتابوں کے مطالعہ کا موقع ملا لیکن کوئی ایسی کتاب جو اس موضوع پر جامع ہو اور علماء رسمیہ کی طرف سے ابن عربی پر لگائے گئے الزامات سے اہل خرد کو خاموش کر سکے، نہیں ملی"۔ شاید اسی تشنگی نے انھیں اس تصنیف پر آمادہ کیا۔ فرماتے ہیں "دامت تحلیل تلک المعضلات تحلیلاً عجیباً و تسہیل ھولاء العویصات تسہیلاً غریباً" اس کے بعد اپنی تصنیف کی تکمیل اور اس کی خوبیوں کا اس طرح تذکرہ کرتے ہیں "کہ باوجود خستہ حالی کے تشنگان علم کے لیے سیرابی کا سامان اور فرماں برداروں کے لیے دوسروں سے بے نیاز کرنے والی طاقت کا سامان آ گیا"۔ مقدمے کے آخر میں مصنف اپنی کتاب کو صمصام اللہ امیر الامراء کے نام سے معنون کرتے ہیں۔

مقدمے کے بعد معضلات ابن عربی اور اس کی تحلیلات کا بیان ہے جو اصل وجہ تصنیف ہے، کتاب جن خوبیوں کی حامل ہے ان میں سے ایک مصنف کا اسلوب بیان بھی ہے جو عام شارحین فصوص سے منفرد ہے، پہلے وہ ان دشوار فہم عبارتوں کو نقل کرتے ہیں جو مورد اشکال ہیں بعد میں الاعتصال لکھ کر اشکالات و شبہات کا تذکرہ کرتے ہیں پھر التحلیل لکھنے کے بعد ان سارے شبہات کا محققانہ انداز میں جواب دیتے ہیں، کتاب دو حصوں میں منقسم ہے قسم اول اور قسم ثانی۔ قسم اول میں ان معضل اور عویص عبارتوں کی تحلیل و تشریح ہے جو مسائل وحدت الوجود سے متعلق نہیں ہیں قسم ثانی میں وحدت الوجود سے متعلق ان عبارات کی تحلیل و توضیح ہے جن پر اشکالات و شبہات وارد کیے گئے ہیں۔

قسم اول کی ابتدا مصنف فصوص الحکم کی ایک عبارت سے اس طرح کرتے ہیں "ما قال الشیخ الاکبر فی فص آدمی و ھو الحق ما ترید الانسان العین من العین الذی یکون النظر" یہاں شیخ اکبر نے اللہ کے نزدیک انسان کو انسان العین کے مرتبہ میں کہا ہے، انسان العین آنکھ

کے سیاہ حصہ کو کہتے ہیں جس سے دیکھا جاتا ہے۔ ابن عربی کے اس قول سے کیا شبہات پیدا ہوتے ہیں صاحب تحلیل المعضلات نے اس طرح تذکرہ کیا ہے۔ "یلزم من هذا ان یکون الانسان الله لنظر الحق بل لینظر الا به فکونه بصیرا موقوف على الانسان" شیخ اکبر کے اس قول سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ انسان ایک آلہ ہے نظر حق کے لیے دوسروں پر گویا اللہ تعالےٰ کا بصیر ہونا انسان پر موقوف ہوا جو بظاہر موہم کفر ہے۔

مصنف کتاب نے اس عبارت فصوص کے صحیح مفہوم کو بہت خوبی سے واضح کیا ہے فرماتے ہیں کہ "انسان علت غائیہ ہے وجود عالم کے لیے حدیث میں ہے "ولولاک لما خلقت الافلاک ولا الجنة ولا النار" اس حدیث کی روشنی میں انسان کامل سبب ہوا وجود عالم کا جب وجود کا سبب ہوا تو اسکی طرف اللہ تعالےٰ کی نظر کرنے کا بھی وہ سبب بنا گویا انسان علت غائی ہوا اللہ تعالےٰ کی نظر کرنے کے لیے دوسروں پر، جس طرح آنکھ علت غائی ہے دیکھنے کے لیے، اسی علت کی وجہ کر شیخ اکبر نے انسان کو حق کے لیے بمرتبہ انسان العین کہا ہے۔

مصنف اس تفصیلی بحث کے آخر میں لکھتے ہیں "وعلى هذا لا یلزم من هذا الکلام کفر ولا قدح اصلاً" اسی طرح نص ابراہیمی کی ایک عبارت جس میں حمد و عبادت کا صدور دونوں جانب سے ہونے کا مفہوم پیدا ہوتا ہے "فیحمدنی واحمده ویعبدنی واعبده" بظاہر اس قول سے علامہ ابن عربی پر الزامات کا دروازہ کھل جاتا ہے، مصنف تحلیل نے اس عبارت فصوص کو بہت خوبی سے حل کیا ہے اور ان الزامات کا جواب دیا ہے جو ابن عربی پر وارد کیے گئے ہیں، پہلے الاعضال لکھ کر اس اشکال کا تذکرہ اس طرح پر کرتے ہیں۔ "یلزم من هذا حمده وعبادته تعالى للعبد وهو کفر صریح" اس عبارت سے ہمارے لیے اللہ تعالےٰ کا حمد و عبادت کرنا بھی لازم آتا ہے اور یہ کفر صریح ہے، اس کے بعد مصنف تحلیل نے عبارت فصوص سے اشکال کو اس طرح دور کیا ہے کہ علامہ ابن عربی الزامات تکفیر سے پوری طرح محفوظ رہے، فرماتے ہیں "ان حمده تعالى لنظاهر لانه عبارة عن اظهار الکمال فلا اشکال" حمد عبارت ہے، اظہار کمال سے یعنی کسی کے کمال کا اظہار کرنا یہ حمد ہے، آگے فرماتے ہیں "اولیاء اللہ کے مقرب بندے ہیں جب انھوں نے امر حق کی کما حقہ بجا آوری کی تو اللہ تعالےٰ نے بھی ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور انھیں ان کے مقاصد میں کامیابی عطا کی تو یہ قبولیت اور کامیابی دراصل بندے کے اس کمال کا اظہار ہے اور یہی اظہار کمال معنی حمد کو شامل ہے، اسی طرح قبول قول اور انجاح مطلوب بھی بلا شک اطاعت ہے، مصنف نے اس قول کی تائید میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں اطاعت رب اطاعت عبد دونوں کا ذکر ہے "قال ابو طالب للنبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الطوع لک ربک یا محمد فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انت یا عمی ان اطعته اطاعک" حضور نے ابو طالب کو جواب میں فرمایا "اے میرے چچا اگر آپ اس کی اطاعت کریں گے تو وہ بھی آپ کی اطاعت کرے گا، مصنف اس تحلیل کے آخر میں فرماتے ہیں "وعلى هذا لا اشکال الا عند الجهال" فصوص کی اس عبارت سے کوئی

اشکال پیدا نہیں ہوتا ہے اور نہ شیخ اکبر پر کوئی الزام وارد ہوتا ہے۔

کتاب کی قسم ثانی ابن عربی کے فلسفۂ وحدت الوجود پر اشکالات و جوابات سے متعلق ہے، اس کی ابتدا اختتام تک اس عبارت سے ہوتی ہے "سبحان من اظہر الاشیاء وھو عینھا" مصنف نے اس کے اشکالات و شبہات کو واضح کرتے ہوئے تحلیل میں اس کا تفصیلی جواب دیا ہے جو چند اوراق پر محیط ہے۔ بحث کو ختم کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں اعلم جعلک اللہ وایاک من اھل التجلی ان الشیخ الاکبر اشرف وانزہ من ان یعلم ممکنات عین الواجب تعالی ویدعو العبد باسم اللہ جل جلالہ بل مرادہ من العینیۃ ما ذکر فی النتیجۃ الثالثۃ اس کے بعد آخر میں لکھتے ہیں وھذا من کلام الشیخ الاکبر محقق او مطابق للایمان لا لکفر والاثم۔

کتاب کی تحلیلات سے واضح ہوتا ہے کہ مصنف علامہ ابن عربی کے غالی عقیدت مند اور ان کے فلسفۂ وحدت الوجود سے نہ صرف متاثر ہیں بلکہ اس کے پرجوش حامیوں میں سے ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت کتاب میں جا بجا ابن عربی کے شایان شان عقیدتمندانہ کلمات بیان کیے ہیں۔ ایک جگہ مقامات ولایت اور صاحب مراتب کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف نے ان کو خواتم الولایت میں خاتم اصغر شمار کیا ہے، ان خواتم الولایۃ اربعۃ خاتم اکبر عیسی بن مریم علیہ وخاتم اصغر الشیخ الاکبر ابو عبد اللہ محی الدین بن عربی وخاتم کبیر علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وخاتم صغیر محمد الذی ھو مھدی آخر الزمان

کتاب کے آخر میں خاتمہ ہے جس میں مصنف نے خود کو شیخ اکبر کا خادم کہا ہے، اور اپنے آپ کو علامہ ابن عربی کے گنجینۂ معارف کے اشکال کے تالوں کو اخلاص کی کنجیوں سے کھولنے کا ذریعہ بتایا ہے، بظاہر اسما خدمت سے ان کا اشارہ اسی حل اشکالات کی طرف ہے، فرماتے ہیں فاتح اقفال اشکال خزائن معارفہ بمفاتیح الاخلاص" اور یہ کھولتا ہے خزائن معارف کے اشکال کے تالوں کو اخلاص کی کنجیوں سے

اور اس خاتمہ میں تین فصلیں ہے، فصل اول میں فضائل شیخ اکبر اور ان کی تصنیفات کا ذکر ہے۔ ایک جگہ اظہار فضیلت ان الفاظ سے کرتے ہیں۔ "انہ قدس سرہ خاتم الولایۃ الخاصۃ محمدیۃ وھذہ الفضیلۃ اعظم فضائلہ عند اھل المعرفۃ" مصنف کے نزدیک شیخ اکبر کو جو درجہ خاتم الولایۃ الخاصہ حاصل ہے وہ اہل عرفان کے نزدیک عظیم فضیلت کی علامت ہے۔ اسی ذکر فضائل میں مصنف نے علامہ ابن عربی اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے درمیان ملاقات کا واقعہ بھی لکھا ہے۔ کہ شیخ سہروردی جب ملک شام تشریف لائے تو شیخ اکبر سے بھی شرف ملاقات کے لیے حاضر ہوئے مگر ان دونوں کے درمیان نہ کوئی مخاطبت ہوئی اور نہ کوئی مکالمہ ہوا۔ پھر کچھ دیر کے بعد دونوں علیحدہ ہو گئے، شیخ شہاب الدین سہروردی سے لوگوں نے دریافت کیا: "ماذا رأیت محی الدین ابن عربی" "قال: ابحر الحقائق" اور جب محی الدین ابن عربی سے لوگوں نے شیخ شہاب الدین سہروردی کے متعلق دریافت

گیا تو فرمایا۔ "رأیت رجالا سودا من ستة من رأسه الی قدمیه" اور بعض روایت میں اس طرح ہے۔ "رأیت طستا من ذهب مملوا من السنة" فصل ثانی میں شیخ اکبر کے سلاسل روحانی کا تذکرہ ہے، اس میں چند شیوخ کے نام ہیں اور ان کے لباس خرقہ کا ذکر ہے۔

فصل ثالث میں شیخ اکبر کے عقائد کا بیان ہے جو بطریق اجمال ہے بقول مصنف "تحلیل المعضلات" ولو شرحت عبارة الشیخ الاکبر فی ہذا الباب یجرّ الی الطول، اس میں چھ عقائد ہیں جو بہت مختصر مضمون کے ساتھ ہیں، ان میں پہلا ہے اعتقاد الشیخ الاکبر فی الباری تعالےٰ یعنی ذات باری تعالےٰ میں دوسرا نبوۃ میں ہے۔ تیسرا اعمال کے متعلق ہے۔ چوتھا حشر و نشر کے بارے میں ہے۔ پانچواں امور اخرویہ میں ہے اور چھٹا تکلیف شرعی کے بیان میں ہے۔ اس اعتقاد کا مضمون تکلیفات شرعیہ کے سقوط کی نفی پر ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہر بندۂ مومن خواہ وہ ولی کامل ہو یا عارف مشاہد یا صاحب تجلی "لا یصل قط مرتبة یسقط عنه التکلیف" ایسے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا ہے جہاں اس سے تکلیف شرعی ساقط ہو جائیں، مگر غیر عاقل، مجنون اور صاحب جذب یہ تینوں مستثنیٰ ہیں، اس کے بعد شیخ اکبر کے یہ الفاظ نقل ہیں۔ "وکل من اعتقد غیر ہذا یکون کافرا و ملحدا و زندیقا"

خاتمہ کے بعد وصیت ہے اس میں مصنف نے قارئین اہل عرفان سے التماس کیا ہے کہ وہ بصر جدید اور قلب شہید سے اس کتاب پر غور کریں، اگر اس میں کچھ مخالف دینیہ کی باتیں پائیں تو تعجب نہ کریں اور سمجھیں کہ یہ شیطان کی جانب سے ہے، اور درگزر سے کام لیں، اس لئے کہ عفو و درگزر اور چشم پوشی رحمٰن کی صفات سے ہے، اس کے بعد مصنف نے اپنے قارئین کو ابواب فتوحات، مصنفات غزالیہ اور مولفات رازیہ کی طرف مراجعت اور مطالعہ کا مشورہ دیا ہے اور ان کتابوں کو بہترین اخوان کہا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے ملا امر اللہ جعفری کا علامہ ابن عربی کے ساتھ جس نظریاتی تعلق اور عقیدت کا اظہار ہوتا ہے یہ کوئی تعجب خیز نہیں ہے اور نہ وہ اس میں تنہا ہیں اکثر صوفیائے کرام بھی اس بادہ پیمائی میں شریک اور اپنے انداز فکر میں علامہ ابن عربی کے افکار و خیالات سے بہت زیادہ قریب نظر آتے ہیں۔ خاص کر فلسفہ 'وحدۃ الوجود' کو ان لوگوں کے یہاں ایک بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔

ہر چہ آید در نظر غیر تو نیست　　　یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

کتب خانہ کی دوسری اہم کتابوں میں ملفوظات و تصنیف حضرت مخدوم حسام الدین مانکپوری بھی ہے۔ ان میں ایک ملفوظ "رفیق العارفین" سے موسوم ہے، اس کے جامع سالار محمد بن محمد عراقی ہیں، سنہ تحریر ۸۱۲ھ درج ہے، اس ملفوظ کا ذکر اخبار الاخیار میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے بھی کیا ہے۔ اس میں چالیس فصلیں ہیں، پہلی فصل توبہ سے متعلق ہے اور چالیسویں فصل فوائد متفرقہ پر مشتمل ہے۔ دوسرا ملفوظ جامع الفوائد کے نام سے ہے، مرتب کون ہیں یہ واضح نہیں ہے۔ اگرچہ سرورق پر

ملفوظات حضرت حسام الدین مانکپوری تحریر ہے مگر مطالعہ کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ چند بزرگوں کے اوعیات و وظائف کا یہ مجموعہ ہے لیکن اس کا زیادہ حصہ حضرت حسام الدین مانکپوری کی تعلیمات و اذکار پر ہی مشتمل ہے۔ مقدمہ کے الفاظ سے بھی کچھ اسی طرح ظاہر ہوتا ہے "مدتے عزم داشتم کہ وردے مختصر از اوراد مشائخ کبار رضی اللہ عنہم بجہت بعضے اعزہ از اصحاب علم التقاط کنم و بعضے فوائد کہ در حضرت ملک رفعت اعنی شیخ الاسلام شیخ حسام الدین مانکپوری از زبان در بار شیریں گفتار استماع شدہ است"۔ کتاب میں سنہ تحریر درج نہیں ہے۔

تیسری کتاب "انیس العاشقین" ہے۔ یہ حضرت حسام الدین مانکپوری کی تصنیف ہے، اس میں اسرار و معارف کی باتیں ہیں، تصوف کی تعریف اور بزرگوں کے اقوال اور ان کے مقامات کا تذکرہ ہے، مقدمہ میں مصنف نے خود کو اس طرح ظاہر کیا ہے۔ "فقیر حقیر خاکپائے صغیر و کبیر حسام طالب العلم یکے از خاکروبان آستانہ قطب العالمین شیخ نور الحق والدین" اس کے بعد وجہ تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں نے جب طالبان دین کو معرفت و محبت رب العالمین میں چست و چالاک دیکھا تو شوق پیدا ہوا کہ عاشقان صادق اور طالبان حضرت خالق کے لیے ایک رسالہ تصوف و حقیقت کی معرفت میں لکھنا چاہیے "کہ از تصوف کجا است و اول صوفی در جہان کہ شدہ و خرقہ و مقراض از سنت کیست و عشق چیست و عاشق کیست" ان سب باتوں کو مصنف نے چار فصلوں میں بیان کیا ہے، فصل اول در بیان معرفت تصوف و حقیقت آں فصل دوم در بیان محض عشق و ماہیت آں فصل سوم در بیان صفت عاشق و سیر آں، فصل چہارم در بیان وصول الی اللہ۔

کتاب کا سنہ تحریر ۱۰۷۱ھ ہے۔ ناقل کا نام ہے سید حبیب اللہ عبید اللہ خلیل اللہ بیجاپوری۔ کل کتاب شخص واحد کی تحریر کی ہوئی معلوم ہوتی ہے، اس لیے گمان غالب ہے کہ ناقل نے ناموں کے درمیان بن یا ولد کا لفظ حذف کر دیا ہے۔

دوسری نادر کتابوں میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی ہے، اس کا سنہ تحریر ۱۰۲۵ھ ہے یعنی حضرت مجدد الف ثانی کے انتقال سے قریب تین سال قبل لکھی گئی ہے، اس میں تین سو تیرہ مکتوبات ہیں۔ اس کے جامع ہیں یار محمد بدخشی طالقانی اور کاتب کا نام ہے عبد الحی۔ مکتوب اول کا عنوان اس طرح شروع ہوتا ہے "مکتوب اول در بیان احوالی کہ مناسبت باسم الظاہر وارند و ظہور قسم خاص از توحید" یہ کتاب حضرت شاہ نعمت اللہ قادری پھلواروی کی خریدی ہوئی ہے، جلد پر خریداری کی تحریر بطور یادداشت شکستہ کاغذ پر اس طرح ہے "عرض داشت و مکتوبات حضرت احمد سرہندی قدس سرہ ماہ جمادی الاول ۱۲۳۵ھ بمعرفت میاں نور اللہ صاحب ساکن چشام خریدہ شد" اگرچہ یہ مکاتیب طبع ہو چکے ہیں لیکن اس کی ترتیب و تحریر خود حضرت کی خانقاہ میں اور ان کی حیات میں ہوئی۔ اس لیے اس کے نادر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

●●

ڈاکٹر انوار احمد
شعبۂ فارسی
پٹنہ یونیورسٹی پٹنہ

مجموعۂ رسائل کے مشتملات کا ایک تعارف

مجموعۂ رسائل کتاب خانۂ خدابخش کے قلمی ذخیرے کا حصہ ہے جو موضوع تصوف پر لکھے گئے متنوع مضامین پر محتوی ہے۔ اس مجموعہ میں کل تیرہ رسائل ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے: رسالۂ سر قضا و قدر و حل خیر و شر (۲) رسالہ اخص الخواص (۳) رسالہ در بیان توحید (۴) لطائف المعانی (۵) رسالہ در بیان معرفت (۶) رسالہ در بیان ذات وجہ نفس باری تعالیٰ (۷) شجرۃ القادریہ (۸) نسخۂ مرقع حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی (۹) فواید رکنی حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری (۱۰) رسالہ در بیان معرفت شاہ ابوالعلی (۱۱) رسالہ والدیہ خواجہ عبید اللہ احرار (۱۲) تعبیر نامہ خواب منظوم (۱۳) امواج البحار فی سر الانہار شاہ رکن الدین عشق مندرجہ بالا رسائل میں سے سات کی بابت اس مضمون میں تعارف پیش کیے گئے ہیں ان میں وہ رسالے جو کبھی چھپ چکے ہیں ان کو میں نے اپنے مطالعہ کا مورد نہیں بنایا ہے۔ ان رسالوں کو بھی میں نے چھوڑ دیا ہے جو ناقص اور نامکمل حال میں ہیں۔ ان رسالوں میں حضرت مخدوم شرف الدین کا رسالہ فواید رکنی اور حضرت مخدوم حسن دائم جشن بسر حضرت حسین نوشہ توحید کا رسالہ لطائف المعانی زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ فواید رکنی کا بیشتر حصہ ترجمہ کی صورت میں سید شاہ محمد شفیع فردوسی کی کاوش سے ۱۹۲۷ء میں رسالہ الامین بہار شریف میں قسط وار چھپتا رہا ہے۔ مخدوم حسن دائم جشنؒ کی تصنیف لطائف المعانی ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۰۰ھ میں مطبع قیصری محلہ گوبند عطار پٹنہ سے شائع ہوا تھا۔ لیکن مطبع نے سہواً اس تصنیف کو حضرت مخدوم شرف الدین سے منسوب کیا تھا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ رسالہ حضرت مخدوم حسن دائم جشن کی تصنیف ہے جس کا ثبوت مخدوم شاہ شعیب کی تصنیف مناقب الاصفیا سے ملتا ہے۔ حضرت شاہ شعیب لکھتے ہیں: "شیخ الاسلام شیخ حسن ابن شیخ حسین بلخیؒ در رسالہ لطیف المعانی آوردہ است و درجات و ترقیات سالکان را شیخ درجہ نہادہ اند" یہاں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ ان رسالوں کے کاتب سید مسیح اللہ نے لطائف المعانی کے علاوہ رسالہ اخص الخواص، رسالہ در بیان توحید، رسالہ قضا و قدر، رسالہ در بیان ذات وجہ نفس باری تعالیٰ کو بھی مخدوم حسن دائم جشن کی تصنیفات بتایا ہے۔ ان نسخوں کے ترقیمات میں کاتب نے من تصنیف حسین نوشہ توحید لکھ کر چھوٹ جانے کی علامت سات سطر کے اوپر حسن بسر کا اضافہ

کیا ہے۔ اس طرح کاتب مسیح اللہ نے مندرجہ بالا رسائل کو مخدوم حسن دائم جشن برادرزادۂ توحید کی تصنیفات بتایا ہے، لیکن کاتب کا یہ انتساب مشکوک ہے۔ تاریخ سلسلۂ فردوسیہ کے مؤلف معین الدین دردائی نے ان رسائل کو یعنی قضا وقدر، توحید، اخص الخصوصاص اور رسالۂ معرفت کو حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید کی تصانیف کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ البتہ لطائف المعانی کو حسن دائم جشن کی تصنیف بتایا ہے۔ سید مسیح اللہ کے یہ مکتوبہ نسخے بہت قدیم نہیں ہیں۔ یہ نسخے تیرھویں صدی ہجری کے نصف دوم کی مختلف تاریخوں میں لکھے گئے ہیں اور ممکن ہے کہ معین الدین دردائی نے ان رسالوں کے قدیم تر نسخوں کو دیکھ کر تصنیفات کی فہرست مرتب کی ہو۔ اس لیے میں کاتب کے واضح اشارات کے باوجود لطائف المعانی کو چھوڑ کر مندرجہ بالا رسائل کو حضرت حسین نوشہ توحید کی ہی تصنیفات سمجھتا ہوں۔

نسخۂ مرقعہ میں تصنیف شاہ کلیم اللہ دہلوی ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ اقسام صلوٰۃ کے فوائد کی بابت لکھا گیا ہے۔ اقسام صلوٰۃ کو صاحب رسالہ نے اوراد پہ مقدم رکھا۔ اس میں نماز کی دوسری قسموں کے علاوہ نماز برائے صحت النفس، نماز برائے ادائے حاجات، نماز حفظ الایمان، صلوٰۃ العاشقین، نماز طول العمر، نماز رضائے مادر و پدر، نماز برائے صفائی دل اور نماز عشق کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ مشائخ کبار کے معروف اوراد و اذکار کو اس رسالے میں شامل کیا گیا ہے۔ مجھے اس رسالے کو بالاستیعاب دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔ اسلئے میں نے اسے تفصیلی تعارف کے لیے منتخب نہیں کیا ہے۔ شجرۃ القادریہ اور حسین نوشہ توحید کا رسالہ در بیان ذات وجہ نفس باری تعالیٰ ناقص حال میں ہیں۔ رسالۂ منظوم تعبیرنامۂ خواب چار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس منظوم رسالے کے مصنف کا پتہ نہیں چلتا۔ ترقیمہ پر بھی تصنیف کی بابت کوئی اشارہ نہیں ہے۔ رسالے میں مختلف اشیا کو خواب میں دیکھنے کی تعبیریں منظوم پیرایہ میں پیش کی گئی ہیں۔ مثلاً دیدن ماہ وخورشید وستارہ درخواب کی تعبیر اس طرح پیش کی گئی ہے۔

بخواب ار ماہ وخورشید است برآید	شقاوت باز گردد دولت یابد
رسد بسیار نعمت از خداوند	دگر در خانہ آید نیک فرزند

اسی طرح دیدن حج کردن بہ خواب، نماز کردن بہ خواب، زندہ بصورت مردہ، مردہ بصورت زندہ، لعل وجواہر، گریہ کردن درخواب، ہیکل سعید درخواب، دیدن تودۂ پراں درخواب وغیرہ کی منظوم تعبیریں اس رسالے میں ملتی ہیں۔ اب میں ان سات رسالوں کی بابت قدرے تفصیل کے ساتھ کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جنکو میں نے اس مقالے میں ہدف بررسی بنایا ہے۔

(۱) رسالۂ توحید دربیان توحید :-

حضرت حسین نوشہ توحید کا لکھا ہوا مختصر رسالہ توحید کے اسرار و رموز پہ محتوی ہے ۔ حضرت نوشہ توحید حضرت معز الدین بلخی کے فرزند اور حضرت مولانا مظفر بلخی کے برادر زادہ تھے ۔ تاریخ تولد کا پتہ نہیں چلتا جائے پیدائش ظفر آباد ہے ۔ حضرت توحید مولانا مظفر بلخی کے تربیت یافتہ تھے اور ان کے خلیفہ بھی ہوئے ۔ حضرت نوشہ توحید اپنے وقت کے اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے ۔ مولانا مظفر بلخی کے علاوہ حضرت نوشہ نے مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری سے بھی اکتساب فیض کیا تھا ۔ حضرت مظفر بلخی کے بعد خانقاہ فردوسیہ بہار شریف کے سجادہ نشین ہوئے ۔ ۲۴ ذی الحجہ ۸۴۴ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی ۔

حضرت توحید نے بھی اپنے نیاگان کے نقش قدم پہ چل کر تصنیف و تالیف کی دنیا میں بیش بہا آثار چھوڑے ہیں مکتوبات کے علاوہ تصوف کے مختلف موضوعات پہ گراں مایہ رسائل ہیں مثلاً حضرت خمس، رسالہ توحید، رسالہ دربیان ہشت خبر رسالہ اخص الخواص اور گنج لا یخفیٰ ۔ حضرت توحید فارسی کے ایک معروف و ممتاز شاعر تھے ۔ ان کے دیوان کے قلمی نسخے دستیاب ہیں پیش نظر رسالہ رسالہ توحید خاص حضرت نوشہ توحید کے علمی تبحر اور روحانی عرفان و آگہی کی نشان دہی کرتا ہے رسالے کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے " آنچہ سوال کردی کہ چندیں سخن در توحید خاص بنویسی قلم گرفتم وبتائید ربانی در کتاب آمدم تا شمۂ اجابت سوال تو کنم و زخ شک و شبہ از دامن یقین تو آب تحقیق بشویم ۔ "

حضرت توحید بیان کرتے ہیں کہ موحدوں کی نظر میں موجودات کی دو توجیہیں ہیں ۔ عالم صورت اور عالم معنیٰ ۔ عالم صورت ظاہر ہے اور عالم معنی کا تعلق باطن سے ہے ۔ غیر صورت کے معنی کو دیکھنا سمجھنا محال ہے ۔ ظاہر و باطن میں جملہ صورتیں الٰہی ذات ایزد متعال کی ہے ۔ نور باری تعالیٰ واحد ہے لیکن اس نے اپنے آپ کو گوناگوں کسوتوں اور پیراہنوں میں ظاہر کیا ہے لیلیٰ کی صورت میں بھی وہی ہے جو مجنوں کی نگاہ بن کر جمال لیلیٰ میں خود اپنے آپ کو دیکھ رہا ہے ۔ پس اس دنیا میں جسے بھی تم دوست رکھتے ہو وہ الٰہی نور کبریائی کی علامت ہے جس نے تمہارے قلب میں رقت و گداز کی کیفیت پیدا کی ۔ اس کی تجلیات کے رنگ و نور کی صورتیں حد و حساب کے احاطے سے بیرون ہے ۔ لیکن توحید کے نکات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو خود شناس ہو اور دل کے جنت زار کی سیر کی ہو ۔ صوفی وہ ہے جو نمک زار حقیقت میں گر کر نمک بن گیا ہو " عوام گاو خراند وصوفیان باخبر اند ، متصوفان راہ زن و صوفیان رسیدگان حق اند " توحید مطلق کی بابت حضرت نوشہ فرماتے ہیں " توحید مطلق آن ست کہ چیزی از چیزی وکاری از کاری وآہی از آہی جدا نکنی " جب تم اپنا رخ ایک سمت کروگے تو اپنی پشت دوسری طرف کرنی ہی ہوگی ۔ مسلمان حقیقی وہ ہے جو توحید مطلق کے مقام کو پہنچا ہوا ہو اور وہ جو توحید مقید کی وادیوں میں سیر کر رہا ہو وہ مسلمان مجازی ہے ۔

حجاب نورانی اور حجاب ظلمانی کی بابت لکھتے ہیں کہ نماز و روزہ، تلاوت قرآن، لذت عبادت اگر ذکر و مراقبہ محبوب میں حایل ہوں تو یہ حجابہائے نورانی کی مثال ہیں اور حجابہائے ظلمانی ہوائے نفس کی مختلف نوعیتوں کی پیروی ہے۔ محبوب سے تغافل و بے توجہی سالک کو حجاب کی نکبت و نحوست سے قریب کر دیتا ہے۔ سالک کو غفلت سے توبہ کرنی چاہیے تاکہ وہ دوئی کی قید سے باہر آجائے اور توحید مطلق کے خلوت کدہ میں اس کی رسائی ممکن ہو سکے۔

دوی را نیست رہ در حضرت تو　　ہم عالم توئی و قدرت تو

ساحت دل سے دوئی کی پرچھائیاں محو و معدوم ہو جاتی ہیں اور یہ جب شعشۂ وحدت سے جگمگا اٹھتا ہے تو اس کی زبان اس طرح گویا ہوتی ہے۔

روزت جو بودم و نمیدانستم　　شب با تو غنودم و نمی دانستم
ظن بردہ بودم کہ من من بودم　　من جملہ تو بودم و نمی دانستم

اختتامیہ اشارہ اس طرح ہے: از حضرت شاہ حسن پسر مخدوم شاہ حسین نوشۂ توحید قدس سرہٗ تمام شد۔

(۲) رسالہ دربیان معرفت:

حیات و کائنات کی معرفت کے موضوع پہ دس صفحات پہ مشتمل یہ رسالہ افکار و معانی کے اعتبار سے نہایت وقیع و پر ارزش ہے۔ رسالہ کا آغاز حمد و درود و صلوٰۃ کے کلمات کے بعد اس طرح ہوتا ہے: "بدانکہ سخن چند در معرفت عالم از دانش و فہم خود در قید کتاب آرم و گویم کہ اتفاق جملہ سالکان است وجود عالم و بدایت و نہایت ہمچنیں است کہ در تحریر آید۔"

صاحب رسالہ کہتے ہیں کہ عالم ملک، ملکوت اور جبروت سے عبارت ہے۔ ملک موجودات حسی کا نام ہے، ملکوت موجودات عقلی سے عبارت ہے اور جبروت جوہر اول کا نام ہے۔ ملک و ملکوت جبروت کے لیے وجہ کی منزلت رکھتے ہیں۔ جوہر اول کو اصطلاحاً ابوالارواح اور احمد بھی کہتے ہیں۔ جو کچھ بھی ہوا ہے اور جو کچھ ہونے کو ہے وہ اسی جوہر اول کی وجہ سے ہے۔ جوہر اول بسیط اور اپنے آپ مالامال ہے۔ حد و نہایت سے منزہ ہے پھر اس جوہر اول کی دو شاخیں ہوئیں، ایک شاخ سے عالم ارواح کی تخلیق ہوئی اور دوسری شاخ سے بدایت عالم اجسام کا امر انجام پذیر ہوا۔ اس طرح جوہر اول کی تجلی نوع سے ہوئی: تجلی لطیف، تجلی کثیف۔ آسمان و زمین پہلے پیوستہ تھے۔ یعنی جوہر اول کی دونوں شاخیں جڑی ہوئی تھیں۔ ان کو جدا کر دیا گیا۔ اور اشیاء عالم کی تخلیق آب سے کی گئی۔ وجعلنا من الماء کل شیٔ
جوہر اول جب یک جز اور ناشکافتہ تھا وہ ایک دوات کی مثال تھا پھر شکافتہ ہو کر دوات و قلم کی جدا جدا حیثیتوں

میں آیا۔ ایک شاخ سے چہار دوات وجود میں آئیں جو طبایع اربعہ میں حرارت و رطوبت و یبوست و برودت اور ایک شاخ سے اقلام اربعہ کی تخلیق کی گئی یعنی عناصر اربعہ آب و آتش، خاک و باد۔ اقلام اربعہ اور طبایع اربعہ چہار عناصر کی خاصیتوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ اربعہ عناصر کوزہ خالی کی مثال ہے اور طبایع نور آفتاب کی طرح جس کی شعاعوں سے چمک کر یہ کوزہ حیات و حرکت کی علامت بنا۔ وہ شاخ جس نے صورت عنصری اختیار کی اس کا میلان اسفل کی جانب ہے اور اس کی طلب میں دوزخ ہے اور یہ نامرضی ہے اور وہ شاخ جس نے بیکو طبعی اختیار کیا اس کا رجحان اعلیٰ کی جانب ہے اور اس کی آرزو میں بہشت ہے اور یہ مرضی ہے۔

پس اگر کسی سالک پہ صفات شاخ عنصری غالب ہو اور صفات شاخ طبعی مغلوب ہو تو یہ سالک شیطان ہے جس نے عبودیت کو ربوبیت پہ مستولی کر لیا ہے۔ محبوب ازلی اپنی خلوت گاہ میں اکیلا تھا، نام سے بے نیاز کیوں کہ نام امتیاز کے لیے ہوتا ہے تاکہ ایک کو دوسرے سے جدا کیا جا سکے اور یہاں دوئی کا وجود نہیں تھا لیکن اپنے حسن و رعنائی کے تماشا کے لیے قبائے جبروت پہن لی اور وہ کچھ اور تھا مگر اپنے آپ کو کچھ اور دکھایا اب نام کی ضرورت پیدا ہوئی اور احمد کے نام سے موسوم ہوا۔ پھر دوسری قبا پہنی جس کا نیم پیش سفید اور نیم پس سیاہ تھا اور دو ناموں سے موسوم ہوا۔ محمد و ابلیس، حق و باطل، نور و ظلمت، بہشت و دوزخ، وحدت و کثرت۔

آں دھان پر نمک بر ہیچ کس پیدا نبود خندہ ای کردی و شوری در جہاں انداختہ

ہر شئی جو مرضی کی بنا پر وجود میں آتی ہے اس کی نسبت محمد سے ہے اور جو شئے نامرضی کی علامت ہے اس کا تعلق ابلیس سے ہے آخر میں صاحب رسالہ صحابہ کی فضیلت کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ حضرات محمد کے تمثل و تصور کو عالم جبروت کے آئینہ میں دیکھتے تھے اور ہم بدنصیب لوگ تمثل محمدی کو ابلیس کے آئینہ میں دیکھتے ہیں لیکن نگاہ حق بیں وحدت کو کثرت کی صورتوں میں بھی دیکھ لیتی ہے، موم اپنے مختلف الوان و اوضاع میں بھی موم نظر آتا ہے۔ یہ اہل کمال کا شیوہ ہے۔ اس قلمی نسخے کے کاتب بھی سید محمد اسحاق بن سید مسیح اللہ بن سید تیم اللہ ہیں۔

(۳) رسالۂ قضا و قدر (حسین نوشہ توحید):

رسالۂ قضا و قدر گیارہ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس نسخے کے سرورق پر ابتدائی کلمات اس طرح مندرج ہیں "از مخدوم شاہ حسن پسر حسین نوشہ توحید قدس سرہ بہاری" اور صفحۂ اول پر کاتب کا ابتدائی اشارہ اس طرح آیا ہے۔ "این رسالہ مسمیٰ بہ قضا و قدر رمز خیر و شر از حضرت حسن خلف مخدوم شاہ حسین نوشہ توحید بلخی قدس سرہ خلیفہ حضرت مولانا مظفر بلخی خلیفہ مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ العزیز" اور صفحۂ آخر پر کاتب کے اختتامیہ کلمات

اس طرح لکھے ہوئے ہیں: "تمام شد ایں رسالہ باسرار قضا و قدر و خیر و شر من تصنیف شاہ حسن پسر حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی بہاری قدس سرہ بخط خام سید محمد اسحاق ولد سید مسیح اللہ بن سید تیم اللہ مرحوم از فرزندان سید احمد جاجنیری قدس سرہ واقع تاریخ ۴ ذی قعدہ سن ۱۲۰۲ ہجری مطابق ماہ چیت ۱۲۰۵ فصلی روز سہ شنبہ۔

یہ رسالہ پانچ تمہیدات پہ محتوی ہے۔ تمہید اول فی بیان حقیقۃ الخیر و الشر تمہید ثانی فی بیان الحکمۃ فی خلق الشر تمہید ثالث فی بیان اخراج الشر عن حد الرضا، تمہید رابع فی بیان اختیار العبد و افعالہ اور تمہید خامس فی بیان حکمۃ الانقیاد۔

موضوع تحریر کا آغاز اس طرح ہوتا ہے "ایں رسالہ ایست در سر قضا و قدر و در رمز خیر و شر کرات و مرات از حکمت آں سوال کردی، اکنوں چنانکہ زبان بہ وقت املا کند بگویم و گرد شبہت از دامن یقینت بشویم کہ خدائے تعالیٰ می فرماید قل کل من عند اللہ خیرا کان وشرا (آپ کہہ دیجیے کہ تمام چیزیں اللہ کی طرف سے آتی ہیں خیر ہو یا شر) و جای دیگر فرمود ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک، (جو اچھائی تمہیں ملتی ہے وہ اللہ کی جانب سے اور جو برائی تمہیں ملتی ہے وہ تمہارے نفس کی طرف سے) ان دونوں آیات مذکورہ میں جو ظاہری تناقض و تضاد نظر آتا ہے اور اس کے سبب جو قاری کے دل میں شکوک و شبہات رونما ہو سکتے ہیں ان کو صاحب رسالہ نے بڑی وضاحت و صراحت کے ساتھ معنوی حقائق کو روشن کر کے دور کر دیا ہے۔ جبریہ و قدریہ و ثنویہ عقاید کی بنیاد اس وجہ سے پڑی کہ ان کے پیروؤں نے ان آیتوں کے معنوی رموز کو نہیں سمجھا۔ صاحب رسالہ کہتے ہیں کہ ان مذاہب میں بعضوں نے بندہ کے اختیار کو سلب کر لیا ہے اور بندہ کے فعل کو خدا کا فعل سمجھتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک جو شر بھی انسان سے سرزد ہوتا ہے اس میں وہ بے اختیار ہے لہٰذا مواخذہ کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور کچھ ایسے لوگ ہیں جو بندہ کے فعل کو یکسر بندہ سے ہی متعلق کرتے ہیں۔ اور تصور کرتے ہیں کہ بغیر خلق خدا کے اس سے کوئی بھی فعل وجود میں آتا ہے۔ اور کچھ لوگ اثبات خالقین کرتے ہیں۔ ایک خالق کو خیر سے منسوب کرتے ہیں اور دوسرے سے شر کو متعلق ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ خیر و شر میں تضاد ہے اس لیے خیر آفریں شر آفریں نہیں ہو سکتا۔ پھر خیر و شر کے مسئلہ کی بابت صاحب رسالہ مدلل پیرایہ میں آیات قرآنی کی روشنی میں طریق اہل سنت و جماعت کو حق ثابت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جملہ اشیاء بندہ فعل بندہ، خیر و شر کا خالق ذات باری تعالیٰ ہے۔ لیکن اس کے ہر فعل میں حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ جملہ مخلوقات عالم خواہ وہ بر بنای خیر ہوں یا بر بنای شر ہوں ان میں حکمت ایزدی شامل ہے۔ کیوں کہ جس فعل میں حکمت نہیں وہ فعل

عبث ہے اور عبث سفہ کا نتیجہ ہے اور باری تعالیٰ سفہ سے یکسر منزہ ہے۔ اور حکمت فی نفسہٖ خیر ہے۔ لیکن وہ شر جو حکمت کے خلاف ہو وہ حکیم کا فعل نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ شر کی حقیقتوں کو بغیر حکمت کے وجود میں نہیں لاتا اور حکمت فی نفسہٖ خیر ہے لہٰذا خلق شر شر نباشد۔ جس طرح خلق ظلم ظلم نہیں ہوتا۔ قال اللہ تعالیٰ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ۔ اگرچہ ظلم مخلوق ہے لیکن خلق ظلم کے سبب خدا کو ظالم نہیں کہہ سکتے کیونکہ ظلم کی خلقت میں حکمت پوشیدہ ہے۔

لہٰذا شر نظر الی الخلق شر نباشد نظر الی الکسب شر بود' اور خلق کا تعلق خدا سے ہے اور کسب کا تعلق بندہ سے حکمت فی خلق الشر کے بیان میں کہتے ہیں کہ اگر شر کا وجود نہ ہو تو خیر کی صفت ظاہر نہیں ہو سکتی۔ یعنی اظہار خیر شر کے وجود پر موقوف ہے۔ مصنفؒ نے خیر و شر کی نسبت کو خد و خال کے تعلق کی مثال سے مبرھن کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اگرچہ خال کوئی حق نہیں رکھتا لیکن خد سے خال کو جدا کر دیا جائے تو قبیح پیدا ہوگا۔ لہٰذا وہ شئ جو فی نفسہٖ قبیح ہے دوسرے کی آرائش حسن و جمال کا موجب بھی ہو سکتا ہے۔ شر اس طرح مظہر خیر ہے۔ اسی طرح ناز کبریا کے ظہور و نمود کے لیے نیاز کا وجود ضروری ہے۔ اشیائے عالم نیاز کی صورتیں ہیں جو تجلی ناز کبریائی کو قبول کرنے کے لیے عالم ظہور میں آتی ہیں۔ نیاز اگرچہ بہ نفس خود قبیح ہے لیکن جب وہ تجلیات ناز کو قبول کرتا ہے تو حسن ہو جاتا ہے اخراج الشر عن حد الرضا کے زیر عنوان صاحب رسالہ کہتے ہیں کہ شر مکروہ ہے اور خیر محبوب شر بہ نفس خود کراہیت رکھتا ہے لہٰذا وہ مراد محض نہیں ہو سکتا بلکہ وجود خیر کے ظہور کا ایک وسیلہ ہے۔ خیر مراد محض ہے اس لیے یہ مرضی ہے لیکن شر نا مرضی ہے، مکروہ ہے اور بہ نفس خود مراد نہیں ہے۔ لیکن وجود مکروہ قبول حسن کا محل ہے اسلیے اس کی خلقت میں حکمت ہے۔

اختیار العبد فی افعالہٖ کی بابت کہتے ہیں کہ ایزد متعال نے ذوی العقول کو مختار بنایا ہے۔ اختیار مرد عاقل کی جبلی فطرت ہے جس طرح آگ کی خاصیت میں گرمی ہے۔ یہ اختیار کی لیاقت عقل کی بدولت ہے جو خیر و شر کے مابین ممیز ہے۔ اگر عاقل اختیار کی نفی کرتا ہے تو گویا وہ اشیا کی حقیقتوں سے انکار کرتا ہے۔ مختار کو خیر و شر کے مابین امتیاز کرنا لازم ہے۔

اور آخر میں حکمۃ الانقیاد کے رموز کی عقدہ کشائی کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ خداوند عالم انسان کو عالم قول سے عالم فعل میں لایا ہے اور اسے مختار بنایا ہے تاکہ سعادت و شقاوت جو مقدر ازل ہیں انکے فعل کی وساطت سے ظہور میں آئے لہٰذا اس دنیا میں انسان کو فعل سے رستگاری نہیں اور فعل بغیر ارادہ کے ظاہر نہیں ہوتا اور ارادہ علم کے تابع ہے۔ انسان جب تک کوئی چیز جانتا نہیں اس کی بابت ارادہ نہیں کر سکتا اس لیے علم کے بغیر انسان کو چارہ نہیں۔ شریعت کے ضوابط و اصول اسی بنا پر بنائے گئے اور فرائض اسی وجہ سے انسان پر عائد کیے گئے۔ تاکہ بوقت

ارادہ انسان کی نظر اوامر و نواہی پر رہے۔

(۴) رسالہ اخص الخواص:۔

یہ رسالہ چوبیس ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحۂ آخر پر کاتب کے اختتامیہ اشارات اس طرح مندرج ہیں:

رسالہ اخص الخواص من تصنیف حضرت مخدوم شاہ حسن خلف حضرت مخدوم شاہ حسین نوشہ توحید بلخی بہاری قدس سرہ العزیز بتاریخ ۲۲ شہر ذیقعد ۱۲۸۴ ہجری مطابق ۱۱ چیت ۱۲۷۵ فصلی روز پنجشنبہ ۱۹ مارچ ۱۸۶۸ء بخط خام سید محمد اسحاق ولد سید مسیح اللہ۔

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رسالہ حضرت مخدوم شاہ حسن دائم کی تصنیف ہے جو حضرت شاہ حسین نوشہ توحید کے فرزند اور خلیفہ تھے۔ اس رسالے میں مسئلہ وحدت الوجود کے دقیق رموز و غوامض کو مختلف دلائل و براہین کے ذریعہ وا شگاف کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اس کا موضوع دقیق و عمیق ہے مصنف نے اسے عرفا اور خاصان میخانۂ تصوف کے لیے لکھا ہے۔ عامیان اس سے کماحقہ استفادہ نہیں کر سکتے۔ وحدت الوجود کے نکات کے افہام کے لیے صاحب رسالہ نے خواجہ فریدالدین عطار، جلال الدین رومی اور فخرالدین عراقی کے بہت سارے اشعار شواہد کے طور پر پیش کیے ہیں۔ رسالے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: "بنام خدا کہ یک بود و یک است و یک تو اہد بود بلکہ خود ہمہ او ست شاید گفت" اس کے بعد خواجہ عطار کا مندرجہ ذیل شعر بطور مثال لایا گیا ہے۔

منم بود و باشم ہمیشہ منم   وجودی ندارد کسی جز کہ من

رسالہ کی غایت و مقصود کی بابت حضرت توحید لکھتے ہیں "ایں رسالہ را اخص الخواص نام نہادہ شد تا سالکان اللہ و متصوفان درگاہ بہ یقین دل مطالعہ کنند حق تعالیٰ بہ فضل عظیم سبب وصول شان گرداند"۔

ابتدا میں تخلیق کائنات کا مقصود بیان کیا گیا ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک کے مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے "اگر تو نبودی ای محمد سر آئینہ نمی آفریدیمی آسمانہا را"۔ کہتے ہیں کہ سالک راہ عشق پہ گامزن رہ کر ایک مقام کو اس وقت پہنچ پاتا ہے جب اس کی بصیرت حجابات ماسوا سے یکسر وارستہ ہو جاتی ہے۔ تخلیق عالم کے متعلق کہتے ہیں کہ ایزد باری نے یہ چاہا کہ وہ اپنے جمال کا مشاہدہ کرے اور یہ بغیر آئینہ کے ممکن نہیں تھا لہٰذا کیہان اعظم کی تخلیق کی گئی۔ غرضیکہ کائنات کو معرض وجود میں لانے میں حکمت یہ تھی کہ یہ جمال معشوق ازلی کے انعکاس کے لیے آئینہ بنے۔ صاحب رسالہ اس ضمن میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک واقعہ کو نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت داؤد نے مراقبت کی انتہا کو پہنچنے کے بعد حق تعالیٰ سے سوال کیا لم خلقت الخلق فنودی من وراء سرادقات العزت کنت کنزاً مخفیاً فاحببت

ان اعرف الخ ——— یعنی اے رب تو نے خلق کو کیوں کر پیدا کیا پس سراپردہ کبریا سے یہ آواز سنی کہ میں ایک گنج نہاں تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اپنی چاہت کے لیے میں نے عالم کی تخلیق کی۔ کائنات ایک پیکر بے جان کی مثال تھی۔ مرات جلا جب اسے عطا کیا گیا تو یہ مرئی ہو گئی اور اس طرح یہ انوار ایزد متعالی کا مظہر بنی۔ جب یہ عالم آب وگل معرض خلقت میں آچکا تو باری تعالیٰ عالم میں منبسط ہو گیا جس طرح جسم میں روح منبسط ہے۔ چنانچہ آیت قرآن حکیم شاہد ہے... وفی انفسکم افلا تبصرون. نور محمدی کو حق تعالیٰ نے اپنی ذات سے معرض وجود میں لایا۔ پھر وہ نور محمدی دو نیم ہو گیا۔ ایک نیم سے خداوند عالم نے عرش و کرسی لوح و ملک و ارواح کی تخلیق فرمائی اور نیم دیگر کو لطافت سے کثافت کے حال میں لایا اور اس سے زمین اور اجسام عالم کو عالم وجود میں لایا۔ اس طرح نصف لطیف سے ارواح کی تخلیق فرما کر اسے اجسام کی جان کا موجب بنایا نفخت فیہ من روحی اور لا وجود الا اللہ کے یہی مفہوم ہیں۔

گویم بہر زباں وبہر گوش بشنوم — ایں طرفہ تر کہ گوش وزبانم پدید نیست

چوں ہر چہ ہست در ہمہ عالم ہمیں منم — مانند در دو عالم ازانم پدید نیست (عراقی)

باطن وجود میں اس طرح وہی نور ہے اور علم وارادت وقدرت اسی نور کی بدولت ہے بینائی شنوائی گویائی طبیعت وخاصیت افعال واشیا اسی نور کے سبب ہے۔ یہ صفات وحدت ایزدی سے یہ عین عالم موصوف ہے۔ از روی باطن حق تعالیٰ وحدت کی صفت سے موصوف ہے۔ لیکن از روی ظاہر کثرت کی صفات سے موصوف ہے۔ از روی حقیقت وہ ایک ہے لیکن تجلیات کے اعتبار سے وہ بے حد وحساب ہے عالم کے یہ جلوہ ہای صد رنگ یہ ہر آن بدلتی صورتیں تجلیات باری تعالیٰ کی امواج نشاں ہیں۔ ہر آن وہ شئی جو موجود ہے معدوم ہوتی ہے اور اور پھر اس کی مثال اسی آن میں وجود اختیار کرتی ہے۔ حق تعالیٰ کی مثال ایک دریائے بیکراں کی ہے اور یہ صور و نقوش عالم اس دریا کی لہریں ہیں۔ دریا میں جس طرح لہروں کا سلسلہ ٹوٹتا نہیں اسی طرح حق تعالیٰ کے انوار کی تجلیات عالم پہ پیہم جاری ہیں۔ عراقی کہتے ہیں:

آفتابی در ہزاراں آبگینہ تافتہ — ہر یکی بر وصف خود رنگ دگر یافتہ

جملہ یک نورست لیکن رنگہای مختلف — اختلافی درمیان ایں وآں انداختہ

پس جس نے اپنے آپ کو پہچانا خدا کو پہچانا۔ پھر کہتے ہیں کہ اسماء وافعال کی حیثیت اضافی ہے۔ اگر وجود باطن کو سمجھنا چاہتے ہو تو اضافتوں کو ترک کرنا ہوگا۔ وحدت حق تعالیٰ کے افہام کے لیے موم کی مثال پیش کرتے ہیں کہتے ہیں

کہ موم اصل ہے لیکن اس سے نعبت ساز مختلف صورتیں بناتا ہے۔ اور مختلف اسموں سے یہ صورتیں مسمی ہوجاتی ہیں۔ تو وہ خر و گو سفند و آہو سے یہ صورتیں موسوم ہوتی ہیں لیکن اگر ان صورتوں کو محو کردو تو یہ وہی موم ہے جو پہلے تھا۔ اضافت غیر کا اسی طور ظہور ہوتا ہے۔ اور اختلافات رونما ہوتے ہیں۔

عطار کہتے ہیں :

همان لحظہ کز غیر بینی خطا است یقین داں کہ در ہر دو گیتی خدا است
ہر چہ بینی ذات پاک او بود ایں چنیں دیدن ترا نیکو بود

پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رأیت الاشیاء کما ھی یعنی دیدم من چیز ہا چنانچہ آں چیز است یا مارأیت شیئاً الا رأیت اللہ فیہ یعنی ندیدم چیزی را مگر آں کہ دیدم خدای را در آں چیز میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے :

خواجہ شفیق سے مروی ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی نے ان سے توحید کے معنی بیان کرنے کو کہا۔ خواجہ نے شکر منگوائی اور اس شخص سے پوچھا کہ یہ کیا ہے اس نے کہا شکر ہے۔ خواجہ کے حکم سے اس مرد نے شکر سے کچھ صورتیں بنائیں گائے، گھوڑا، ہرن وغیرہ کی صورتیں۔ خواجہ نے سوال کیا کہ یہ کیا ہے۔ اس مرد نے صورتوں کا الگ الگ نام بتایا۔ خواجہ نے جملہ صورتوں کو مٹا دینے کو کہا اس شخص نے ایسا ہی کیا اور پھر خواجہ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے کہا کہ شکر ہے۔ خواجہ نے کہا توحید کا بیان میں نے تمام کر دیا۔

آخر میں کہتے ہیں کہ ایک ہی نور ہے جس کے لمعات سے سارا عالم روشن ہے۔ وہی قدیم بھی ہے حادث بھی ظاہر بھی ہے باطن بھی، ساجد بھی ہے مسجود بھی شاہد بھی مشہود بھی، حامد بھی ہے محمود بھی۔

منم عاشق خویشتن غیر من کسی نیست اندر میاں جز کہ من
دو گیتی چو آئینہ ساختم یقیں داں کہ در ہر دو گیتی منم

اگر کلاہ فقر سر پر رکھنا چاہتے ہو تو چہار ترک کو ہمیشہ یاد رکھو، ترک دنیا، ترک نفس، ترک دین اور ترک خویش۔

(۵) رسالہ در بیان مراتب فنا :

یہ مختصر رسالہ خواجہ ابو العلی نقشبندی کے باطنی دقت و تامل کا نتیجہ ہے۔ خواجہ ابو العلی میر ابو الوفا حسینی کے صاحب زادے تھے۔ اکبر آباد کے رہنے والے تھے۔ خواجہ صاحب کی پیدائش ۱۵۸۲ء مطابق ۹۹۰ ہجری میں ہوئی تھی۔ جد بزرگوار میر عبد السلام سمرقند سے ہندوستان آئے تھے۔ راجہ مان سنگھ جب حاکم بنگالہ ہوا تو خواجہ صاحب سر براہی

کے درجہ پر ممتاز تھے۔ بعد کو ترک امارت کر کے عبادت میں مشغول ہوئے۔ اجمیر پہنچ کر روحانیت خواجہ معین الدین چشتی سے اویسی طریقہ پر فیضان حاصل کیا۔ بعد کو خواجہ امیر عبداللہ سے بیعت ظاہری بھی کی۔ خواجہ صاحب کی وفات بروز جمعہ ۹ صفر ۱۰۶۳ ہجری مطابق ۲۱ جنوری ۱۶۶۱ء میں اکبر آباد میں ہوئی وفات کے وقت ان کی عمر ۷ سال کی تھی۔ آگرہ میں کربلا کے قریب مدفون ہیں۔ حضرت ابوالعلیٰ خواجہ عبداللہ احرار کی اولاد میں ہیں

خواجہ صاحب نے فنا کے مراتب و مقامات کا جائزہ بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ لیا ہے۔ مسائل نکات کے اثبات کے لیے مختلف شاعروں کے حسب حال اشعار بھی شواہد کے طور پر پیش کیے گئے ہیں۔ حمد واجب الوجود اور درود بر پیغمبر محمد صلی اللہ تعالیٰ کے بعد خواجہ صاحب اس رسالے کے موضوع و معتمد کی بابت اس طرح رقمطراز ہیں "اما بعد می گوید فقیر حقیر دل شکستہ واز خود رستہ ابوالعلیٰ احرار الحسینی کہ این رسالہ ایست دربیان مراتب فنا و وصول الی اللہ تعالیٰ، ہر طالبی کہ بدیں طریق سلوک نماید دستی بلیغ پیش گیرد امید قوی است کہ بمقصود حقیقی کہ وصول بہ حق است مشرف گردد۔"

خواجہ صاحب فنای اعظم کے تین مراحل بتاتے ہیں۔ اول فنا فی الافعال دوم فنا فی الصفات اور سوم فنا فی الذات:

فنا فی الافعال سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنے اختیار اور جمیع عالم کے تصور سے باہر ہو جائے اور ان حرکات وسکنات و افعال کو اس سے پہلے جو اپنی ذات اور دوسروں سے منسوب کرتا تھا انہیں حق سے منسوب کرے اپنے افعال کو حق سے اس طرح نسبت کرے جس طرح مردہ کی حرکات کی نسبت غسال سے ہوتی ہے۔ ہر حال میں کسی شے یا حرکت کو کسی سے منسوب ہرگز نہ کرے۔ ایسا کرنا صاحب رسالہ کی نظر میں شرک ہے۔

ناوک اندر کمان خود دارد   شاہدان را بہانہ در ابرو

فنا فی الصفات کا مفہوم یہ ہے کہ سالک اپنی جملہ صفات اور دوسروں کی صفات کو حق کی صفات سمجھے۔ اپنی اور دوسروں کی تمام صفتوں کو مثلاً علم وارادت، قدرت اور سمع و بصر و کلام کو حق سے منسوب کرے اور حق کی صفات سمجھے۔

گویم بہر زبان وبہر گوش بشنوم   ایں طرفہ ترکہ گوش وزبانم پدید نیست

اس سلسلے میں خواجہ صاحب نے حضرت بایزید بسطامی سے متعلق ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت بایزید جب واصل بہ حق ہوئے تو حق تعالیٰ نے ان سے سوال کیا کہ بایزید تم نے میرے لیے کیا لایا۔ حضرت بایزید نے کہا کہ خدا وند میں توحید لے کر آیا ہوں۔ حق تعالیٰ نے کہا کہ اس رات کو یاد کرو جب تم نے دودھ پیا تھا اور تم درد شکم میں مبتلا ہو گئے تھے۔

ایک درویش نے جب تم سے درد شکم کا سبب دریافت کیا تو تم نے کہا "امشب شیر خوردہ بودم بنابریں شکم درد می کند" اسی طرح تم نے درد شکم کی نسبت شیر سے کی پھر بھی کہتے ہو کہ توحید لایا ہوں۔ خواجہ ابو العلا کہتے ہیں جب حضرت بایزید نے ایک نسبت غیر حق سے اپنا جام توحید توڑ ڈالا تو دوسروں کا کیا حال ہوگا۔ طریق توحید پر چلنے والے نسبتوں کو یکسر ترک کر دیتے ہیں۔

یکو گوی نکو گفتست بے لذات
کہ التوحید اسقاط الاضافات

فنافی الذات کے معنی یہ ہیں کہ سالک اپنی ذات اور تمام عالم کو خدا کی ذات سمجھے اور یہ یقین کے ساتھ تصور کرے کہ حق تعالیٰ نے مرتبۂ اطلاق سے نزول فرمایا اور اس طرح اس عالم کے اشکال متنوعہ میں ظاہر ہو گیا ہے۔

ہر چہ بینی یار است اغیار نیست
غیر او جز وہم و جز پندار نیست

خواجہ صاحب معرفت فنا کے کچھ اصول بتاتے ہیں۔ سالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان اصول و ضوابط کی پیروی کرے تاکہ خدا شناسی اور وصول الی اللہ حاصل ہو سکے۔ اول یہ کہ سالک کو چاہیے کہ عالم کو ایک آبگینہ فرض کرے جس میں عکس رخ معشوق ازلی کا وہ ہر آن مشاہدہ کرتا رہے۔ اس خیال میں اسے اس درجہ سرگرم چالاک، مایل اور متوجہ ہونا چاہیے کہ ایک لحظہ کے لیے بھی اس کا دیدہ و دل تماشائے حق سے غافل نہ ہونے پائے۔

ای خنک حالی کہ در ہر آئینہ
دید روی یار خود ہر آئینہ

اگر وہ متصلاً اس خیال میں غرق رہے گا تو اسے گوناگوں لذتیں حاصل ہوں گی پھر اسی مقام سے برتر مقام پر جا پہنچے گا۔ جہاں وہ تمام عالم کو حق کے قریب پائے گا اور یہ تصور کرے گا کہ یہ سب حق ہے جو ان انگنت صورتوں اور شکلوں میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ پس سالک کو چاہیے کہ اسی تصور میں وہ پیہم ڈوبا رہے اور کوئی لمحہ بھی اس خیال سے خالی نہ رہے۔ اس لیے قیل و قال کے جھمیلے میں نہیں الجھنا چاہیے تاکہ اس کا دیدہ و دل تصور جاناں میں ہر آن مستغرق رہے۔ پھر اس مقام سے ترقی پا کر بہر مرتبہ کو پہنچے گا جہاں وہ اپنی ہستی کو مٹانے کی سعی کرے گا۔ اپنے وجود کی نفی اور اثبات حق کی کوشش کرے گا۔ آنکھیں موند کر سالک یہ تصور کرے کہ میں جسے میں کچھ رہا تھا وہ میں نہیں بلکہ عین حق ہے جو اس صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ اس خیال میں مواظبت و مداومت کی صورت پیدا کرے اور اپنے آپ کو یکسر بھول جائے خود کو اور عالم کو حق جانے اور حق دیکھے۔ جب اسے ایسے تصور کی سعادت نصیب ہوگی تو یہاں تک کہ اپنے آپ کو وہ بھلا دے گا تو سمجھو کہ حجاب اٹھ گیا اور وصول میسر آیا۔

بیخودی از خود رفتگی اور نیستی کا مفہوم یہی ہے اور طالبانِ حق کا مقصود و مطلوب یہی ہے۔ جو اس مقام کو پہنچا اسے فنافی اللہ حاصل ہوا۔

صوفی وہ نہیں جو چلے کھینچے اور خلوت گزیں ہو کر ریاضتوں میں اپنے اوقات صرف کرے صوفی وہ ہے جو فنافی اللہ کا مرتبہ حاصل کرے۔ اس رسالہ کے صفحۂ آخر پر کاتب کے اختتامیہ اشارے اس طرح ہیں:

فقط بتاریخ یازدھم شہر ربیع الثانی مطابق ماہ اگھن ۱۲۶۵ فصلی روز یکشنبہ بخط خام سید مسیح اللہ ولد تیم اللہ بن سید بساون بن سید محمد یوسف بن حاجی سید شمس از فرزندان سید احمد جاجنیری قدس اللہ سرہ العزیز و ساکن محلہ شاہ علی من محلات قصبہ بہار

⑥ نسخۂ والدیہ:

نسخۂ والدیہ خواجہ عبید اللہ احرار کے روحانی غور و فکر کے مطالب و مفاہیم پر مشتمل ایک گراں قدر رسالہ ہے۔ اس مختصر رسالہ میں سلوک کے مراتب عالیہ اور وصول الی الحق کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ خواجہ احرار اپنے پدر بزرگوار کے حکم پر اس رسالہ کو معرض تحریر میں لائے تھے۔ خواجہ عبید اللہ احرار کی پیدائش ۸۰۶ھ رمضان ۸۰۶ ہجری میں بخارا میں ہوئی۔ خواجہ محمد یعقوب چرخی سے خلافت پائی تھی۔ خواجہ صاحب سلسلہ نقشبندیہ کے ایک جلیل القدر صوفی تھے۔ بابر بادشاہ کا دادا سلطان ابوسعید پاپیادہ ان کی خدمت میں جایا کرتا تھا۔ بابر کے والد عمر شیخ کو بھی خواجہ احرار سے بڑی عقیدت تھی۔ خواجہ عبید اللہ احرار کے اخلاف میں سے ایک بزرگ خواجہ یحیٰ اکبر کے زمانۂ سلطنت میں ہندوستان آئے تھے۔ ۲۱ ماہ ربیع الاول ۸۹۵ ہجری میں بروز شنبہ وفات پائی۔ مرقد مبارک سمرقند میں ہے۔

اس رسالہ کے سبب تحریر کی بابت خواجہ صاحب ابتدا میں اس طرح لکھتے ہیں:

"ایں مختصر آں بود کہ والد ایں فقیر بنا بر حسن ظنی کہ ایشاں را بایں فقیر بود امر کردند کہ باید کہ برای ما چیزی نویسی از سخنان اہل اللہ کہ عمل بہ آں سبب وصول مقاماتِ عالیہ و حصول علوم حقیقت کہ خارج از طور نظر و اقامت لالات است گردد"

خواجہ صاحب آداب ربوبیت کو فرض جانتے ہوئے اپنے پدر بزرگوار کے حق میں عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کی ربوبیت کا اولین اثر ان کی وساطت سے ہے اور امر پدر بزرگوار کو امر حق تعالیٰ سمجھ کر اس کی تعمیل کو واجب سمجھتے ہیں پھر خوانندگان رسالہ سے عجز و انکسار کے احساسات کے ساتھ التماس کرتے ہیں کہ اس رسالہ میں جو کچھ بھی تحریر ہوا ہے

اس کا باعث و موجب ان کو نہ سمجھیں اس لیے کہ حق تعالیٰ کے قبضۂ تصرف میں ان کی مثال قلم در دست کاتب جیسی ہے۔ ایسا وہ کریں گے تو اہل اللہ کے اس زمرہ میں شامل ہوں گے جنہوں نے بلاواسطہ حق تعالیٰ کے علوم حاصل کیے۔

کہتے ہیں کہ عبادت سے مراد معرفت ہے۔ عبادت کا تعلق گرچہ اعمال ظاہر سے بھی ہے لیکن اعمال ظاہر کو معرفت کے تابع ہونا ضروری ہے۔ صوفیا قولِ حق تعالیٰ ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون کو اپنے سلوک کا شعار بناتے ہیں۔ ان کی عبادات میں اعمال ظاہر و اعمال باطن ممزوج ہوجاتے ہیں۔ اس طرح ان کے اوراد و وظائف معرفت کے تابع ہوتے ہیں اور معرفت کا حصول متابعت پیغمبر کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ متابعت پیغمبر کی تین صورتیں ہیں، قولی فعلی اور حالی۔ متابعت قولی یہ ہے کہ خلاف شرع کوئی بات زبان پر نہ لائے۔ دروغ و ایذارساں کلمات سے اجتناب کرے اور تلاوت قرآن اور متابعت شریعت کی ترغیب و تشویق کے لیے اپنی زبان کا استعمال کرے، اور فعلی متابعت یہ ہے کہ اپنے اعمال ظاہری کو شریعت سے قریب کرے اور آداب و سنن کو کسی طرح ترک نہ کرے۔ اور اپنے دست اور سایر جوارح سے برادران مومن کی معاونت کرے۔ خصوصاً ان فقیروں اور درویشوں کی اعانت ہونی چاہیے جن کی توجہات علی الدوام جانب حق ہوتی ہیں۔ ان کے قلوب گرچہ آئینہ جمال حق ہیں لیکن تقاضای بشریت کے سبب اکل و شرب مسکن و لباس کی احتیاج بھی درپیش ہوتی ہے جس سے اس کے مراتِ دل میں اغبار پڑجاتا ہے اور اس کے سبب وہ مشہور جمال محبوب سے دور ہوجاتے ہیں۔ صاحب دولت کو ان کی احتیاجات بشری کی کفایت و کفالت کرنی چاہیے۔ مرتبہ نفس میں پیغمبر صلعم کی متابعت یہ ہے کہ جو ہوا و ہوس خلاف شرع ہو اس کی مخالفت کی جائے۔ اس حال پر مداومت ثابت رہے گی تو سالک کا نفس متابع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس سے مناسبت حاصل کرسکے گا۔ اور مناسبت کے مقدار کے مطابق ان کے نفس کی صفات سے کچھ جذب کرے گا۔ جس طرح فتیلے میں بارود ہوتی ہے اور اس بارود کے واسطہ سے اسے آگ سے مناسبت ہوتی ہے فتیلہ میں جیسی اور جتنی بارود ہوگی آگ اس کے مطابق اس پر اثر انداز ہوگی۔

سالک کی متابعت جب کمال کو پہنچتی ہے تو حق تعالیٰ اسے اپنا بنالیتا ہے اور اسے اپنے اسرار کا محرم بناتا ہے لیکن حق تعالیٰ کی یہ دوستی سالک کا صفات نبوی سے اتصاف کے سبب ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ خود کے بجز کسی کو دوست نہیں رکھتا۔ وہ صاحب جمال ہے اور دوستی اس کی اپنے حسن و جمال سے ہے جسکا وہ خود مشاہدہ چاہتا ہے۔ حق تعالیٰ نے مرات انبیاء و اولیا میں مختلف قدروں کی استعداد بخشی اور بعض کو بعض پر اس کے آئینہ استعداد کے مطابق

فضیلت عطائی۔ محمد رسول کریم کا آئینۂ استعداد جمیع انبیاء سے افضل ترتھا اس لیے ذات و اسماء و صفات کی تجلیات کا ظہور سبھوں سے زیادہ ان کی ذات کے واسطے سے ہوا اور اسی بنا پر رسول کریم کی امت کو خیر امت کا مرتبہ حاصل ہوا۔

غرضیکہ رسول کریم کی متابعت کے بغیر سالک کسی مرتبہ پر نہیں پہنچ سکتا اس لیے ضروری ہے کہ سالک ان کی متابعت علی حسب کمال حاصل کرے اس طرح کہ اس کا دل غیر حق سے تعلق نہ رکھے لیکن علائق و عوائق سے انقطاع کامل طور پر بغیر محبت کے حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ اگرچہ محبت ایک وہبی سعادت ہے لیکن سالک اگر سعی کرے تو اس کا ظہور محال نہیں۔ لیکن اس سعادت کا حصول ایک طریقہ پر منحصر ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ ابتداً وہ محبوب کا ذکر کرے اور ایک لحظہ کے لیے بھی اس کی یاد سے غافل نہ رہے۔ اس کا قلب خیال غیر سے یکسر خالی ہو جائے اور صرف اندیشۂ جانان اس پر حاوی ہو جائے۔ اور اس حال کو قائم و دائم رکھنے کی سعی کرے۔ یہاں تک کہ ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ اس کا دل جملہ لذات سے بیگانہ ہو جائے اور ہر آن ذکر جانان کی لذتوں سے حظ حاصل کرتا رہے۔ اس کا دل محبوب کی یادوں میں ہر آن اس طرح مشغول رہے۔ چنانچہ اگر تکلفاً اپنا دل کسی اور سے وابستہ کرنا چاہے تو یہ ممکن نہ ہو سکے۔ ایسے مرتبہ پر پہنچ کر اس کی گویائی شنوائی اور بینائی کا مرجع محبوب ہوگا اور اس طرح اسے ہر آن حضوری کا مرتبہ حاصل ہوگا۔ اسی صورت میں اشتغال ظاہری علاقہ معنوی کے لیے مانع نہ ہوگا۔ اس کا باطن حق سے پیوستہ ہوگا اور ہمیشہ وہ مناجات کے حال میں ہوگا۔ جس صاحب دل کا حق سبحانہ تعالیٰ سے ایسا رشتہ استوار ہو جاتا ہے تو اس کی روح جب بند کالبد سے آزاد ہو جاتی ہے تو اسے اتصال حاصل ہوتا ہے۔ اس کا دل اگرچہ معرض حیات میں حق تعالیٰ سے نہایت قریب رہتا ہے لیکن تقاضائے بشریت کے سبب ایک حجاب حائل رہتا ہے۔ روح کا انقطاع و انفعال جب جسم سے ہو جاتا ہے تو اسے اتصال بے مانع حاصل ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ خواجہ صاحب کا خیال یہ ہے کہ حصول محبت محبوب کے نام کا ذکر و ورد کرنے سے ہوتا ہے۔ اور ذکر لا الٰہ الا اللہ جملہ اذکار میں افضل ہے۔ یہ کلمہ نفی و اثبات سے مرکب ہے۔ کائنات کے نقشہائے رنگ رنگ۔ سالک کے لیے حجاب کے اسباب ہیں۔ ان صورتوں میں اثبات غیر مترشح ہوتا ہے اور حق کی نفی ہوتی ہے۔ سالک اگر حضوری چاہتا ہے تو اسے ماسوا کو ترک کرنا ہوگا۔ ذکر لا الٰہ میں مشغول ہونے سے غیر حق کا اشتغال اس کے دل سے دور ہو جائے گا اور الا اللہ کے ورد سے مشاہدہ حق حاصل ہوگا۔ لیکن اس مشغولیت میں مداومت ہونی چاہیے اس درجہ کہ اگر کبھی سہواً غافل ہو جائے اور پھر اسے یاد آئے تو وہ ایسا محسوس کرے کہ اس نے ایک در بیش بہا گم کر دیا ہے۔ جب سالک کا دل غیر حق سے منقطع ہو جاتا ہے تو متصلاً وہ حق تعالیٰ سے راز و نیاز کے حال میں ہوتا ہے اس کے دل پر عشق حق کا ایسا استیلا ہوتا

اور عشق کا ایسا مفرد نتیجہ ظہور میں آتا ہے کہ ذاکر کی ہستی موہوم مذکور کی حقیقی ہستی میں گم ہوجاتی ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں ذاکر عین مذکور ہوجاتا ہے۔ کلّ شیٔ ھالک الا وجھہ کا راز اس پر منکشف ہوجاتا ہے۔ آخر میں ان مراتب کے حصول کے لیے خواجہ احرار، ہمنشینی معاشرت و محاورت با مردان حق کو بھی ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ان کی توجہ سے سالک کی متابعت ثابت اور استوار رہے۔ (اتمام شد نسخہ والدیہ من تصنیف خواجہ عبد اللہ احرار)

(۷) امواج البحار فی سر الانہار (مولانا رکن الدین عشق)

مولانا رکن الدین عشق کا یہ رسالہ ۶۱ صفحہ پر مشتمل ہے ۵ امواج اور ۵ انہار کے تحت عنوان اس رسالہ کی طبقہ بندی کی گئی ہے۔ بزرگان سلف کے اقوال و ارشادات کو مصنف نے انہار کے طبقات میں شامل کیا ہے اور اپنے واردات قلبی اور لمعات ذہنی کو امواج کے ابواب میں رکھا ہے۔

شیخ رکن الدین عشق ۱۱۳۷ھ میں اپنے نانا شاہ محمد فرہاد ابو العلائیؒ کے گھر میں دہلی میں متولد ہوئے۔ ان کے والد شیخ محمد کریم فاروقی تھے۔ عشقؔ بخنہ کے ایک جلیل القدر شاعر تھے۔ ان کے اشعار اردو پر محیط ہیں، کلیات حیات و شاعری پر تحقیقی تبصرہ کے ساتھ ڈاکٹر قریشہ حسین سابق پرنسپل مگدھ مہیلا کالج کی کوشش سے زیور طبع سے آراستہ ہوچکی ہے۔

شیخ رکن الدین علوم ظاہری میں کامل دسترس رکھنے کے باوجود علوم باطنی سے بھی بطریق احسن بہرہ مند تھے۔ حضرت عشق سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک تھے۔ طریقۂ ابو العلائیہ کی تعلیم عشق کو مولانا برہان الدین خدانما سے ملی تھی۔ حضرت عشق کی روحانی تربیت ان کی ذاتی توجہ سے ہوئی۔ ان کی رہنمائی میں حضرت عشق نے مراتب سلوک کے اسرار و دقائق سے آگہی حاصل کی اور بارہ سال کی مدت تک حضرت عشق مولانا برہان الدین کی کامل شخصیت کے گوناگوں محاسن و مکارم سے استفاضہ کرتے رہے۔ بعد کو حضرت مخدوم منعم پاک کے رشتہ روحانی کے زیر اثر طریقۂ فردوسیہ کی بھی تربیت حاصل کی۔ حضرت عشق ایام شباب میں احمد شاہ درانی کی فوج کے ہاتھوں قتل و کشتار اور غارت گری کے واقعات سے بددل ہوکر شہر دہلی کو ترک کرکے مرشد آباد چلے آئے اور یہاں نواب میر قاسم کی فوج میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز ہوئے، کچھ دنوں تک اطمینان و عافیت کی زندگی گزارتے رہے۔ بعد کو زمانے کے بدلے ہوئے تیور نے عشق کو عیش و عافیت کی زندگی سے یکسر بے پروا بنادیا۔ ان کی طبیعت میں تبدیلی رونما ہوئی اور ترک ملازمت کرکے دیار وطن کی طرف لوٹ آئے۔ مولانا رکن الدین عشق کی تصانیف میں اردو کلیات، ایک دیوان فارسی اور تصوف کے موضوع پر چند رسالے تھے لیکن کلیات اردو اور رسالہ امواج البحار کے علاوہ دوسری

تصنیفیں نہیں ملتی ہیں حضرت رکن الدین کی تاریخ وفات مرزا فدوی کے قطعہ تاریخ کے مطابق ۱۲۰۲ ہجری متعین ہوتی ہے۔ رسالہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے "الحمد للہ رب العالمین ۔ ہستی موہوم عاشقان را از تجلی احدیت نیست گردانیدہ وددوی موحدان را از نور وحدت پوشانیدہ ونظری عنایت کرد کہ وجود واحد مشاہدہ نمودند و کاملان را خلعتی از ہستی خویش بخشید کہ در فرق وجمع خود را مشاہدہ فرمودند والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین" یہ رسالہ مولانا رکن الدین کے وسیع وعمیق مطالعات اور وجدانی وروحانی ملاحظات کا نتیجہ ہے۔ اپنے ذہن وقلب کے ترشحات کو موصوف نے بڑے ہی وجد آفریں اور دل انگیز انداز میں پیش کیا ہے۔

سبب تصنیف کی بابت مولانا ارشاد فرماتے ہیں:

قوالی در عرس امیر علیہ السلام چند شعری از مثنوی مولوی معنوی قدس سرہ بزبان راندند ومعانی آن بر قلب پرتو افگند پیش احبان گفتہ شد مکرر بزبان آوردند کہ در قید تحریر باید آورد وتا محسوس را محسوس باید کرد چنانچہ از کاوش مکرر ایشان تسطیر نمودم وسنبان قلم فکر را بہ صفحہ دل بسودم واین را مسمّیٰ بہ امواج البحار فی سر الانہار نہادہ ہر عبارتی کہ از بزرگان سلف در آوردیم نہر نوشتیم وہرچہ از دریای قلب موج زدہ موج گفتیم الیوم سنہ یک ہزار ویک صد وہشتاد ہجری وتاریخ بست ودوم ماہ رمضان المبارک است بزمان دقت املا کردہ می آید۔

مندرجہ بالا عبارت سے مستنبط ہوتا ہے کہ مولانا جلال الدین رومی کے کچھ برگزیدہ اشعار کے معانی ومفاہیم حضرت رکن الدین کے آئینہ قلب پر منکشف ہوئے تھے ان کو موصوف اپنے اعزہ واحباب کے پیہم تقاضا واصرار پر معرض تحریر میں لائے اور اس نتیجۂ فکر کا نام "امواج البحار فی سر الانہار" رکھا۔ اس عبارت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۱۸۰ ہجری کی تصنیف ہے لہٰذا موصوف نے اسے اپنی وفات سے ۲۲ سال پہلے قلمبند کیا تھا۔

پہلے عرض کیا گیا کہ مولانا نے طبقۂ "امواج" کے تحت اپنے قلبی مشاہدات ومحسوسات کو بیان کیا ہے اور "انہار" کے زیر عنوان بزرگان ومشائخ کے کلمات کو نقل کیا ہے۔ حضرت عشق فرماتے ہیں کہ راہ تقرب الی اللہ میں جو بھی غیر دیوانگی ہے وہ بیگانگی ہے۔ شورش ایک دولت عظمیٰ اور فضیلت کبریٰ ہے۔ شورش وبیخودی ایک ہی شے ہے۔ صرف مراتب کا فرق ہے۔ بیخودی کا مفہوم یہ ہے کہ اس میں خودی شریک نہ ہو اور شورش ووجد میں بھی خودی کا وجود باقی نہیں رہتا۔ شورش زدہ شخص سے جو حرکات ظہور میں آتے ہیں وہ دراصل اس کے باطن پر غلبات مخفیہ کے سبب ہوتے ہیں۔ حضرت فریدالدین عطار وجد وشورش کے حال کو آگاہی کا مرتبہ سمجھتے ہیں اور خواجہ محمد پارساؒ

نے اسے استغراق کہا ہے۔ خواجہ عبید اللہ احرار شرح مقامات میں لکھتے ہیں کہ جسے نسبت ذوقیہ نصیب ہوتا ہے۔ وہ ایک جگہ مطمئن و مقیم نہیں رہ سکتا۔ کچھ لوگ سوال کرتے ہیں مومنوں کی حرکات ظاہرہ کس چیز کا نتیجہ ہے از خود رفتہ ہونے سے کیا فائدہ ہے اس کا جواب حافظ شیرازی کا یہ شعر ہے:

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی   تا بی خبر بمیرد در عین خود پرستی

واذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم ای اضطرب قلوبہم کا مفہوم بھی یہی ہے۔

غرضیکہ شورش و دیوانگی تمام اشغال و اکساب کا نتیجہ ہے اور اس کا نتیجہ حصول حق تعالیٰ ہے۔ حدیث نبوی سے بھی استنباط ہوتا ہے کہ شورش و وجدان مشاہدہ تجلیوں کے سبب ظہور میں آتا ہے۔ مشاہدہ تجلیوں سے انسان حیران ہو جاتا ہے۔ تجلیات: تجلیوں کو عرفا نے چار قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ ۱۔ تجلی علمی عینی ۲۔ تجلی وجودی ۳۔ تجلی شہودی ۴۔ تجلی علمی اعتقادی۔

تجلی علمی عینی اشیاء موجودات کی صورتیں معلومات و موہومات کے لباس میں ظاہر ہوتی ہے۔ تجلی وجودی اشیاء موجودات کی صورتوں میں شواہد کے پیکر میں ظاہر ہوتی ہے۔ تجلی شہودی ارباب تجلی کی نظر شہود کی وساطت سے ظہور میں آتی ہے۔ تجلی علمی اعتقادی فکر کے پردے اعتقادات مقیدہ کی صورتوں میں اصحاب قلوب پر ظاہر ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ رسول اکرم انسان کامل ہیں۔ ذات محمد اسم اللہ کا مظہر کل ہے۔ اور ذات و مرتبہ کے مطابق اسی انسان کامل کا ظہور جمیع اسمای عالم میں ہوا ہے۔ جمیع مراتب موجودات جو اسمائے الٰہی کے مظاہر ہیں وہ انسان کامل یعنی ذات محمد کا مظہر ہیں۔

ز احمد تا احد یک میم فرق است   جہانی اندراں یک میم غرق است

اور حرف میم چالیس عدد پہ محتوی ہے اور مراتب موجودات اگرچہ از روی جزیہ بے حد و حساب ہیں لیکن از روی کلیہ مجموع ہیں اور چہل مراتب پہ محتوی ہیں اور یہ چہل مراتب مظہر حقیقت محمدی ہیں اور رسول کریم من حیث الحقیقت جملہ مراتب میں ظاہر و متجلی ہیں۔ اس طرح جمیع مراتب کو یہ اجزای محمدی ہیں اور یہ چہل مراتب اس طرح ہیں۔ عقل کل جو تعین اول، و روح اعظم ہے جسے ام الکتاب بھی کہتے ہیں، نفس کل جو لوح محفوظ ہے جسے کتاب مبین کہتے ہیں۔

ہیولی جو کتاب مسطورہ ہے جسے ورق منشور کہتے ہیں، طبیعت کلیہ جو اسماء و افعال کے مبداء و آثار ہیں۔ فلک اطلس جو عرش ہے کرسی جو فلک ثوابت ہے۔ فلک ہفتم، فلک ششم، فلک پنجم، فلک چہارم، فلک سیوم، فلک دوم اور فلک اول زحل جسے کیوان کہتے ہیں مشتری جس کا نام برجیس بھی ہے، مریخ جسے بہرام کہتے ہیں، آفتاب جو نیر اعظم ہے، ناہید جو زہرہ

ہے۔ تیر جس کا عطارد نام ہے قمر جو نیر اصغر ہے، حمل ثور جوزا، سرطان، اسد سنبلہ میزان عقرب، قوس جدی دلو حوت، کرہ نار، کرہ ہوا کرہ آب کرہ خاک، جماد نبات، حیوان، انسانی حقیقت کل انسان کامل کے لباس میں ظاہر ہوتی ہے۔ پس بہ صورت عالم صغریٰ تو ئی پس بہ معنی عالم کبریٰ تو ئی۔

جامی کہ مئے دو کون را جاست منم وآں قطرہ کہ صد ہزار دریاست منم

حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری کتاب ارشاد الطالبین کے حوالہ سے حق تعالیٰ کے ظہور کی بابت فرماتے ہیں کہ جب ذات کبریا نے چاہا کہ اپنے آپ کو ظاہر کرے اور اپنی صفات کا مظاہرہ کرے تو اس نے اپنے نور کو عالم کی تمثیلات کی وساطت سے ظہور میں لایا اور خود کو خلعت کا لباس پہنایا۔

چو اظہار گشتن ہمی خواستم صفتہای خود را خود آراستم

نور مذکور کا تعلق عالم لاہوت سے ہے۔ عالم جبروت میں آ کر کسوت جبروتی اختیار کیا اور اپنا نام ارواح رکھا پھر عالم ملکوت میں آ کر اپنا نام قلب و جسم رکھا۔

کہتے ہیں کہ اگرچہ حق تعالیٰ کا وجود صورت و شکل و رنگ سے بے نیاز ہے لیکن وجود حقیقی کا ظہور کسوت اشیا موجودات کی وساطت سے ہوا ہے۔ جس طرح کلام الٰہی حرف و صوت ترکیب سے منزہ ہے لیکن قرآن کریم میں کلام حق مسطور ہے، اور اس سے کسی کو انکار نہیں اسی طرح وجود عالم موجودات کی بابت کوئی انکار کرے کہ اس کا وجود نہیں تو وہ منکر حق ہو گا لیکن حق تعالیٰ نے عالم موجودات کے تشکلات میں اپنے آپ کو ظاہر کیا تو اس کی ذات و صفات میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا۔

وھو الآن کما کان ولا یتغیر فی ذاتہ بحدوث الاکوان (وہ اس وقت بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ اس کی ذات میں کوئی تغیر نہیں ہوتا ہے۔ موجودات کے تغیر کے سبب) کا یہی مفہوم ہے۔ ایک بزرگ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عالم عبارت ہے عین واحد میں اعراض مجتمعہ سے حقیقت ہستی یہی ہے اور اس میں ہر آن تبدل و تجدد درونما ہوتا رہتا ہے ہر لحظہ ایک عالم معدوم ہو جاتا ہے اور اسی آن اسکی مثال وجود میں آجاتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ بل ھم فی لبس من خلق جدید (بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے محض بے دلیل شبہ میں ہیں) کا یہی معنی ہے۔ کشف عوالم کی بابت لکھتے ہیں کہ مولانا عبد الغفور نے ایک بزرگ سے سوال کیا کہ ایسا کیوں ہے کہ کشف عوالم کسی کو ہوتا ہے اور کسی کو نہیں بھی ہوتا ہے اور ان دونوں میں بہتر مرتبہ کس کا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ سلوک کی دو نوعیتیں ہیں ایک ترتیب السلوک ہے اور ایک تو حد وجد خاص

کی طریق ہے۔ تراتیب السلوک میں کشف عوالم ضروری ہے اور توجہ بوجہ خاص کی طریق میں کشف عوالم ضروری نہیں۔ سالک کو اگر توجہ بوجہ خاص حاصل ہے تو اسے کشف عوالم نہیں بلکہ کشف حقائق غیبیہ حاصل ہوتا ہے اور وحدت و واحدیت اس پہ مشہود ہوتی ہیں۔ چونکہ بہ وجہ خاص اسے توجہ حاصل ہوتی ہے اس لیے اپنے آئینہ قلب میں وہ اسی ذات بیچوں اور اس کی احاطت کا تصور کرتا ہے اور اس طرح عوالم کو غیر سمجھ کر اس سے اجتناب کرتا ہے لہٰذا ایسی اشیا، جنکو اس نے ترک کر دیا ہو ان کا انکشاف اس پہ نہیں ہوتا وہ ہر آن حقائق ذات باری اور اس کی وحدت و واحدیت میں مستغرق رہتا ہے۔

حضرت مسعود محمود نے مرات العارفین میں بیان کیا ہے کہ وحدت کا مفہوم یک دیدن ہے۔

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزی نیست   بی نشان است کز و نام و نشان چیزی نیست

اور واحدیت یک شدن کو کہتے ہیں:

منم در جملہ موجودات پیدا   منم در کسوت آدم ہویدا

سماع کی بابت حضرت رکن الدین لکھتے ہیں صاحبان وجد و حال سماع کے دلدادہ ہوتے ہیں بلکہ اسے عبادات میں شمار کرتے ہیں صرف اس بنا پر کہ سماع شورش و دیوانگی کا سبب ہوتا ہے لیکن یہ درست نہیں کہ بغیر سماع کے شورش و دیوانگی کی صورت مرتب نہیں ہو سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ سالک صادق کے اندرون قلب میں آتش شوق کی چنگاریاں اس طرح دبی ہوتی ہیں جیسے خاکستر کی تہہ میں آگ۔ جو ہوا کی موجوں سے شعلہ زن ہو جاتی ہے۔ سماع کی مثال موج ہوا جیسی ہے جو سالک کے قلب کی دبی چنگاریوں کو التہاب آشنا بنا دیتی ہے۔ لیکن آتش کا وجود نہ ہو تو ہوا کی یہ لہریں کسے ہیجان میں لائینگی۔ پس ضروری ہے کہ آتش شوق کی آرزو ہونی چاہیے۔ جس سالک کو یہ آگ میسر نہیں اسے مرشد سے رجوع کرنا چاہیے۔ مرشد روحانی طبیب ہوتا ہے وہ اس مرض کا علاج بتائے گا اس سلسلہ میں شیخ اکبر قدس سرہ نے درست فرمایا ہے کہ جس شخص کا وجدان سماع پر موقوف ہو اس کا قلب بیمار ہے جس کا علاج ضروری ہے ورنہ دیوانے کو بس ایک ہو کافی ہے۔ اس رسالے میں انہار کی فصلوں کے تحت مصنف نے جن مشائخ کے اقوال زریں کو نقل کیا ہے ان میں حضرت خواجہ حسن البصری، خواجہ عبداللہ احرار، شرف الدین یحییٰ منیری، امام غزالی، شیخ محی الدین عربی، مولانا عبدالغفور زیادہ معروف ہیں۔

تمام شد این نسخہ بتاریخ بستم ذی قعدہ ۱۲۰۴ ہجری روز شنبہ وقت چاشت نسخہ امواج البحار فی سر الانہار تصنیف قدوۃ الکاملین زبدۃ العارفین وخلاصۃ الواصلین سر حلقہ صوفیان اہل الیقین حضرت مولانا شاہ رکن الدین الملقب بہ عشق قدس سرہ بخط خام بیرنگی شاہ المعروف مسیح اللہ ولد تمیم اللہ بن سیاہ بہادر متوطن محلہ شاہ علی من محلات قصبہ بہار ہر کہ خواند دعا طمع دارم زانکہ من بندۂ گنہگارم۔

حکیم خالد جاوید شمسی
لٹریری اسسٹنٹ یونٹ (یونانی)
ہمدرد نگر، دہلی

کتب خانہ خانقاہِ عمادیہ، پٹنہ کے

دو اہم مخطوطات

(۱) وجودِ العاشقین

سید محمد حسن الحسنی بندہ نواز گیسو دراز کی تصنیف وجود العاشقین کا ایک قلمی نسخہ خانقاہ عمادیہ پٹنہ میں محفوظ ہے۔ جس کا سال تصنیف "دو شنبہ بوقت چاشت تاریخ پانزدہم شہر ربیع الاول سنہ احد جلوس حضرت ظل سبحانی فرماں روائے کارکشا ظل اللہ ہے" صفحہ کا سائز: ۹" × ۵" متن کا سائز: ۷" × ۴" تعداد اوراق سات۔ ابتدا اس طرح ہوتی ہے: "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سپاس بے حد ستائش بے عدد بر قادر مطلق و حاکم برحق و جانان و عاشقان و صاحب جملہ جہاں در وصف بے قیاس مر احمد حق شناس را کہ محب درگاہ و محبوب شہنشاہ و معین العاشقین و مفید المحققین و التابعین المقربین باد علی آلہ الامجاد سخن چند از عشق بے پایاں خاک و صفوت جان پاک در قلم آوردہ شود تا محباں را محنت بیفزاید و دوستاں را دوستی نماید" عبارت کا متن اس بات پر شاہد ہے کہ یہ نسخہ بندہ نواز کی ذاتی تصنیف ہے۔

آخری عبارت اس طرح ہے: "ایں مختصر را وجود العاشقین نام نہادہ بر تصنیف سید محمد حسن الحسینی بندہ نواز گیسو دراز تمام رسید روز دوشنبہ بوقت چاشت تاریخ پانزدہم شہر ربیع الاول سنہ احد جلوس حضرت ظل سبحانی فرمانروا کارکشا عالم کبریائی۔ ظل اللہ"

پورے رسالے میں عشق، عاشق اور معشوق کے بارے میں خبریں دی گئی ہیں۔

اے عزیز دریں جہاں ... سہ خبر است عشق، عاشق، معشوق معتبر ایں دیگر ہمہ فانی و ایں ہر سہ باقی و عبادت ظاہر را خلق نامند و باطن را خالق و ایں ہر دو در ذات برابر اند ... بکرم خود دو در صفات فرق می نماید چنانچہ احد حرف است الف عشق حی عاشق و دال معشوق۔ و توحید ہر سہ مانند دریا و موج و کف در حقیقت ہر سہ دریا است۔

کتاب جا بجا کرم خوردہ ہونے کے باعث کہیں کہیں پڑھی نہیں جا سکی تاہم ورق گردانی کے ذریعہ کچھ چیدہ چیدہ عبارات نقل کی جاتی ہیں

"عشق آتش است و چوں افروختہ شود ہر چہ غیر حق باشد آں را بسوزاند"[1]

"عشق سہ حرف است عین نفی نمودن عقل و شین نفی کردن شرم و شرک و قاف نفی نمودن قالب چو عشق غالب آید ایں ہر سہ خبر فنا گرداند"[2]

"عقل و وہم و روح و جان و علم و ہر پنج را حقیقت گویند و ایں ہر پنج پنج شاخ ظاہر شدہ انداز عقل بینائی و از وہم شنوائی و از روح گویائی و از علم دانائی و از جان توانائی ایں را طریقت نامند"[3]

"ایں درخت فنا است کہ بقا گویند وجہ اللہ و ذات اللہ نامند فلئے ما بہ فنا سر کشید باقی شد فنا شدہ یعنی در ایں بقائے ما وجہ ربک ذو الجلال والاکرام و ایں فنا بمعنی بقا است"[4]

"پس اے عزیز او خود بخود نگرانست چنانچہ بزرگے فرمودہ اند

اے خدا جوں توئی غم و شادی　　تہمت ماؤ تو چہ بر بادی[5]

مخطوطہ کا اختتام کلام منظوم پر ہوتا ہے اشعار بغیر کسی نسبت کے نقل کیے گئے ہیں اس لیے اغلب یہ ہے کہ یہ اشعار حضرت بندہ نواز کے ہوں گے نظم سے پہلے ایک قطعہ بھی ہے۔ جس قدر پڑھا جا سکا نقل کیا جاتا ہے۔

سلطان اول چوں سایہ برما انداخت　　چوں مہ پر تو بلاغ و صحرا انداخت
. . . . بر بزم حال اہل دل را　　نا اہلاں را وعدہ وعدہ بفردا انداخت

عشق گوہر بے بہا و بے نشاں　　بہر عشقش ہر دم تو جاں فشاں
عشق تخم و نخل گشتہ گلعذار　　عشق نور و عشق نار و عشق دار
عشق آتش عشق باد و آب و خاک　　در حقیقت عشق باشد جان پاک
عشق اول عشق آخر جاوداں　　با وجود خود بماند دائما
عشق در صورت حال خود نمود　　ایں ہمہ عالم ز عشقش رو نمود
بود ایں عالم ز نور او شدہ　　از نمود خویش ماؤ تو شدہ
ماؤ تو فانی واؤ قائم مقیم　　بود او قائم ہمیشہ مستقیم

اور یہیں یہ مخطوطہ اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

---

[1] ورق ۲ الف سطر ۳ ۔ [2] ورق ۱۵ ب سطر ۱ ۔ [3] الف سطر ۱۶ ۔ [4] ورق ۱۶ الف سطر ۱۶ ۔ [5] ورق ۱۵ سطر ۲

۲ نادر نکات

اسی خانقاہ عمادیہ (پٹنہ) کے ایک نادر نسخے مسمّیٰ "بہ نادر نکات" کے بارے میں جو ۵" × ۹" اور ۸ × ۳" سائز کے گیارہ اوراق پر مشتمل ہے۔ خطِ شکستہ میں یہ کرم خوردہ نسخہ جادو داس کا مرتبہ ہے۔ کاتب کا نام مذکور نہیں ہے۔
آغاز: کتاب بسم اللہ سے شروع ہوتی ہے لیکن درمیانِ کتب کوئی مذہبی نسبت نہیں ملتی۔ مرتب و کتاب کے بارے میں مندرجہ ذیل معلومات اندرونِ کتاب موجود ہیں۔

"ارفع درجات فائض فضل کمالات نادر نکات زبدۂ ارباب حقائق و حال آراستہ از قیل و قال ...

ہوش افزا لال دیال است: زمن سجدہ دم بدم لال را، شہ کز وے یافتم لذت حال را" بہ سعادت مرید با اخلاص و معتقد تمام اختصاص عقیدت اساس جادو داس مہیرہ ساکن اکبر آباد و دارا شکوہی کہ دم و قدم بادشاد مرشد شاد است از لطف نیک نہادان صاحب سخن عرصۂ سخن وری از قبیح .... عفو و التماس دارد نام و خطاب این نسخہ نادر نکات یعنی نکتہ ہائے نادر انتخاب کہ بر زبان حقیقت ترجمان رفتہ رفتہ پذیر گشت از دو عالم فقط کہ بر لوح صافی از سواد قلم و زبان بر آں نہاد"

چوتھے صفحہ پر مندرجہ ذیل عبارت سبب تالیف کو ظاہر کرتی ہے۔

"مخزن انوار سبحانی معدن رحم رحمانی پیشوائے گروہ انسانی راز دار رموز یزدانی واقف رمز ربانی.... سوامی لال دیال دہیان پور آستانی کلانور مکانی من مضافات صوبہ دار السلطنت لاہور بہ پنجاب کہ بر صفائے آب و تاب در عالم و عالمیان عیان است و از غایت و نہایت امن و امانے است از آنجا کہ نواب قدس جناب مقدس القاب حقائق پژوہ محمد دارا شکوہ عرف شاہ بلند اقبال صاف صفت درویش دوست بودند خصوصاً بخدمت سراسر سعادت ایشاں نیاز مندی می داشت کمترین بندہ ہائے عقیدت اساس جادو داس مہتری مہیرہ متوطن صوبہ اکبر آباد مشرف غسل خانہ آں بارگاہ علیا بود و نسبت مریدی بصدق محبت و مودت اعتقاد بخدمت آں مرشد مرید نواز داشت و بخلوت خانہ والا قیام می نمود و امر لازم الاذعان شدہ بود کہ ہر گاہ انجمن آرائے زبدۂ ارباب حقیقت و حال با تخند جواب و سوالے کہ درمیان آید سر رشتہ آنرا بوجود احسن نگاہ دارد و نہند بر طبق حکم حکیم ارفع درجات کہ جانہائے معتقدان عقیدت اندوز فدائے آں باد گہر ماہ مجلس سعادت بزم افروز گشتہ آنچہ شنیدہ می نوشت و در بیاض خاص می نگاشت۔

سال تصنیف کی نشاندہی مندرجہ ذیل متن سے ہوتی ہے۔

"چنانچہ روزلیست کہ جشن وبہار روزگار است چہارم بہمن ماہ۔۔۔ سنہ بیست ویکم جلوس سمبت مانوس عہد ظل سبحانی دورصاحب قران ثانی حضرت شاہ جہانی بود زبدۂ ارباب حقائق وحال الخ"

ابتدائی چار اوراق مقدمہ کے طور پر ہیں جس میں مرتب نے حقیقی تصوف کے بارے میں دلکش خیالات کا اظہار کیا ہے واردات قلب کو الفاظ کے پیرایے میں بیان کرنا ممکن نہیں یہ وہ دنیا ہے جہاں سخن ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔

"چوں رہ روان سبیل حقیقت ومعرفت آنچہ گفتہ اند کردہ اند وآنچہ کردہ اند نگفتہ اند، دریں صورت از صحبت نیک سیرت مطلوب۔

نہ ہے برتا کے دریا ٔ مبرم — کہ مجرم شود از لفظ محرم
خموشیدن بجائے نکتہ داں را — شفا انگیز بر ہر مرض جبرم

"دراصل گویائے حروف از لفظ واقع شد۔۔۔ اما ہر سخن داخل سخن ونہ ہر زبان سخنور سخن درسخن بسیار است وسخن بے شمار؟

بلکہ روح کی گہرائیوں کا ساتھ دینے سے عقل بھی قاصر ہو جاتی ہے۔

"ہر چند مہر سکوت بر زبان دانشوراں مخزن اسرار است کہ عقل از راز نقل نکند باوجود آنکہ حقیقت را ارم ساز است بل چراغ ہم از دم فروغ گیرد چوں افروز شد دم نامحرم است۔۔۔ الخ

قومی مذہب سے بے نیاز ہو کر "انسان" اور "انسانیت" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں علوم عقلی پر روحانی کی فضیلت بیان کرتے ہوئے مرقوم ہے۔

"وآشنائی آنست کہ آں را بینائی گویند وعالم ازیں علم وعمل نابینا است والا آشنائی آں است کہ کار آشنایان را باعث مزید درجات خویش داند وخود را آشنا خواند نہ آشنائی کہ از فروغ خود صفائے نداشتہ باشد حاکہ روشنائی آں ست کہ دیگر آدمیم بر بحر بیست کہ از اذیت دست دہد نہ کہ انسانیت را از دست دہد انسان را انسانیت وآدم را آدمیت مطلوب است ولغیر از ایں خصلتے انسانیت بہ نسبت حیوان را شریف از و باید دانست معذ لیست۔

اصل متن ان سوالات وجوابات پر مشتمل ہے جو لال دیال کے بارے میں سنے گئے ہیں۔

"گفتم وگفتا یعنی سوال وجواب باصواب۔۔۔ طرفین وفریقین کہ قواعد فقر است مشہود بضمیر منیر صاف

سیر تاں .... مکشوف باد در ذکر سوال و جواب :

سوال و جواب مختلف مجلسوں کے حوالوں سے دیے گئے ہیں ملاحظہ ہو۔

مجلس اوّل

گفتم کہ اوّل و آخر فقر چیست : گفتا اوّل فنا و آخر آں بقا۔ گفتم کہ سربلندی فقر چیست : گفتا کہ سر نگونے گفتم کہ خردمندی فقر چیست : گفتا کہ دل بجز دلبر با ہیچکس نہ بندی۔ گفتم کہ توانائی فقر چیست : گفتا کہ ناتوانی۔ گفتم کہ ناتواں بینی در فقر چیست : گفتا کہ خود توانائی۔ گفتم کہ روسیاہی در فقر چیست : گفتا کہ خودستائی۔ گفتم کہ رنگینی در فقر چیست : گفتا خدادانی۔ گفتم کہ روشنائی فقر چیست : گفتا کہ مستغرق مراقبہ حق و بس۔ گفتم کہ بر سر فقر چیست : گفتا کہ سایۂ خدا۔ گفتم کہ پیش فقر چیست : گفتا کہ پیش ہر کس رزق است۔ گفتم کہ پس ہر کس چیست : گفت کہ موت الخ۔

خطِ شکست کے متن میں بے شمار چھوٹے چھوٹے سوال و جواب چھپے ہوئے ہیں جس کی گنتی متن کے بالاستیعاب مطالعہ سے ہی ممکن ہے تاہم اس ذیل میں گوناگوں مسائل زیر بحث آئے ہیں۔ مثلاً فقر، کاہلی فقر، خدمت پیر، زر و دوری۔ گوشہ نشینی، توکل، وجود، معاش، لالچ، مفلسی، شجاعت، مجلس آرائی، عبادت و ریاضت، جلال و جمال، ثواب و عذاب، بدعت وغیرہ وغیرہ۔

اشتباہِ آخری (غالباً پانچویں مجلس) میں سود کے بارے میں ایک دلچسپ سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

گفتم کہ فرض قرض چیست : گفتا کہ ادائے قرض۔ گفتم کہ اگر نماند : گفتا عاقبت مرض است و در پریشانی دوانند۔ گفتم کہ گر قرض دام و گر قرض بودن بر اہل اسلام حرام است و بر مردم ہنود حلال چوں حلال شدہ گفتا کہ بر ہنود بدتر از حرام است، گفتم کہ چوں میگیرند : گفتا کہ رواج یافتہ ایں ہمہ از بے خبری است گفتم کہ رواج از کجا یافت گفتا کہ در ملت خود بہر عذاب مکافات خیرات و عبادات است و ریاضات گفتہ اند کہ از وز اہل شود والا قرض کہ غیر آزادی مالک نجات عاقبت نیست و سود چوں حرام محض است بجہت تاکید ادائے آں سعین بر آں نمودہ اند کہ بمقدور نگاہ دارند و الحال عالم در غفلت شعار عودہا ساختہ در روزگار قرار دادہ۔" اور بس یہ مخطوط اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

نوٹ : مذکورہ بالا مخطوط ایک مجموعہ میں مجلد کیا گیا دیگر شمولات کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ تینوں کے کاتب مختلف ہیں۔

۱۔ فصوص الحکم ۲۔ رسالہ حق نما ۳۔ نسخہ وجود العاشقین۔

سہروردی

ڈاکٹر ذکی الحق
پٹنہ

طرب المجالس از میر حسینی ہروی

میر حسینی ذکریا ؟

ایک تعارف

احمد منزوی کی فہرست مشترک کے مطابق یہ مخطوطہ طبع ہو چکا ہے تاہم اسکی اہمیت کے پیش نظر یہ مقالہ شائع کیا جا رہا ہے۔

"قرآن کریم میں صوفی کا اسم کہیں نہیں آیا ہے۔ اس اسم کو ترک کر کے اس کے لیے لفظ مقرب استعمال کیا گیا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ مقرب کے لیے لفظ صوفی بلاد اسلامیہ شرقی و غربی میں کہیں استعمال نہیں ہوتا بلکہ صرف رسمی لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی جس نے صوفی کا لباس پہن لیا وہ صوفی کہلانے لگا۔ بہت سے مقربین حضرات بلاد عرب، ترکستان اور ماوراءالنہر میں اس وقت موجود ہیں۔ اور وہ صوفیا کے نام سے مشہور نہیں ہیں کیونکہ وہ رسمی صوفی کا لباس نہیں پہنتے ۔ ۔ ۔ پس یہ خیال رکھنا چاہیے کہ صوفیا سے ہماری مراد حضرات مقربین الٰہی ہیں[1]۔"

حضرات! مذکورہ چند جملے جو پیش کیے گئے وہ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی (ولادت ۵۴۲ھ/ وفات ۶۳۲ھ) کی تصنیف "عوارف المعارف" سے ماخوذ ہیں۔ نفس مطلب بہت ہی واضح ہے، ان پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ اس مقالے کی ابتدا مذکورہ جملوں سے کی گئی ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ صوفیا اور مقربین الٰہی کی نسبت واضح ہو جائے۔ اسلامی معاشرے میں لفظ "تصوف" "قربت الٰہی" یا مقربین الٰہی کی نسبت کے سبب تقدس کا حامل رہا ہے۔ ایسی کل تصانیف جن کا تعلق تصوف کی پاکیزہ اور اصلاح نفس کی عمدہ تعلیمات سے ہے، ہمارے قابل فخر ورثے ہیں۔ ہمیں اس ورثے کی قدر کرنی چاہیے۔ تصوف سمینار کی غرض اسی اعتراف قدر اور احساس تقدس کا اظہار ہے۔ راقم الحروف کے ذاتی ذخیرہ کتب میں تصوف سے منسلک ایک مخطوطہ "طرب المجالس" مکتوبہ ۸۹۶ھ ہے۔ اس قلمی نسخہ کی اہم خصوصیات پیش خدمت ہیں۔ "طرب المجالس" کے مصنف کا نام میر حسینی سادات ہے۔ ان کا سال ولادت ۶۰۰ھ[2] اور سال وفات ۸۷۱/۱۴۶۷ء ہے[3]۔ "گنجینہ سروری" میں

[1] "عوارف المعارف" از حضرت شہاب الدین سہروردی (صفحہ ۵۶) ۱۹۵۱ء ترجمہ اردو۔ ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔ [2] گنجینہ سروری مطبوعہ ۱۳۰۷ھ صفحہ ۸۹ [3] ایضاً صفحہ ۹۰۔

ولادت اور وفات کے قطعات تاریخ درج ہیں، اور حاشیہ پر مختصر احوال بھی پیش ہوئے ہیں!

"نام وے حسن بن سید عالم بن ابی الحسن و اصلش از گردیز است و از علمائے وقت بود، و ارادت بخدمت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی داشت، شاعر اجل است کتاب کنز الرموز و زاد المسافرین و نزہت الارواح، و روح الارواح و صراط مستقیم و دیوان حسینی منظوم و کتاب گلشن راز از تصانیف وے است۔ بعد تکمیل در ہرات مامور شد و مزارش در ہرات است۔"

سیکڑوں سال قبل کے اکثر فقہائے دین، علمائے عظام اور شعرائے کرام کے اصل نام، جائے ولادت، سالِ ولادت اور سالِ وفات کے بارے میں مختلف روایات اور متضاد بیانات نقل ہوتے رہے ہیں۔ اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ القاب کو نام کا جزو قرار دیا گیا ہے۔ میر حسینی سادات کے سلسلے میں بھی اس طرح کے اختلافات ملتے ہیں تحقیق کے مرد میداں اس طرح کی اختلافی گتھیوں کو سلجھانے کے اہل ہیں۔ آج کی اس صحبت میں حضرت میر حسینی سادات کی طرف ایک تصنیف "طرب المجالس" مکتوبہ ۸۹۶ھ کے مندرجات کی نشاندہی منظور ہے۔ پیشِ نظر نسخہ کی عبارت خاتمہ اس طرح ہے:

"فرغ من تحریر ہذا الکتاب بہاالدین بن مرشد بن محمد درویشی فی شہر رجب المرجب ۸۹۶ھ"

کتاب زیر نظر کے آخری صفحہ کے حصۂ زیرین (بجانب دست راست) کے ایک گوشہ پر شاہجہاں بادشاہ کی مہر ہے اور اس کے قریب ہی ۲ نادر عرض دیدہ تحریر ہے۔ (عرض دیدہ ۹ محرم سنہ ... ہشتم ربیع الاول سنہ ۳، ۹ ذی قعدہ سنہ ...) صفحات کی جملہ تعداد ۲۲۸ ہے۔ یعنی ۱۱۴ اوراق ہیں۔ ہر صفحہ پر ۱۲ سطریں درج ہیں۔ تقطیع خرد، قلمی خوشخط مطلاّ، و مذہب ہے۔

"طرب المجالس" یعنی پیشِ نظر نسخہ کا صفحہ اول و دوم مطلا ہے ان دونوں صفحات پر صرف چار چار سطریں تحریر ہوئی ہیں۔ مذکورہ دو صفحات کے باقی ماندہ حصے نقش و نگار سے مزین ہیں اور جو مطلاّ ہیں نسخہ ہذا کے پہلے دو صفحات کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و ثنائی مر خدائی جل جلالہٗ، و عم نوالہٗ آں صانعی کہ ذرۂ خاک کثیف را از حضیض مرکز جہل طبیعت بہ نظر لطف دائرہ نقطہ علم گردانید آں مبدعے کہ قطرہ آب ضعیف را در قعر دریائے ظلمت بشریت بنور رحمت صدف، درِ معرفت ساخت جسم سقیم حیوانی مزاج را از دار الشفا کرم بواسطہ عقل صحیح مرتبہ انسانی بخشید نفس خسیس شیطانی صفت

از کارخانۂ فضل بمدد روح قدس مسرت ملکی ازلی داشت صحیفۂ دل را کہ دفتر آیات.....[۱]

"طرب المجالس" کے مرکزی موضوع کی طرف میر حسینی سادات کا یہ اشارہ قابلِ توجہ ہے:

"بتوفیق حق فصلے چند در بیان آمد کہ شرف انسان بر جمیع حیوانات معین و مقرر شود، از روے تحقیق نہ از روے تقلید ارباب خود را معلوم گردد کہ مردم بمجرد صورت از حقیقت انسانی نصیب نیا مند، آں بہ تبدیل اخلاق و اوصاف واصل و فرع آنرا روشن اصناف خلق نسبت دادہ اند تا در حقیقت و مجاز ایں معانی ہیچ دقیقہ مہمل نماند۔"

میر حسینی سادات، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید اور ان کے ارشد خلفا میں تھے۔ وہ سلسلہ سہروردیہ سے منسلک تھے۔ حضرت زکریا ملتانی، شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے۔ میر حسینی سادات خود بھی ایک بلند مرتبہ شخصیت کے مالک تھے ڈاکٹر مزوع حکمت نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

"میر ہرات، یکے از گرانمایہ ترین حکیمان و عارفان و ادیبان پارسی زبان ایران است.....

.....بر پیشوایان و پیران خام دین ظاہر خردہ گرفت و نکوہش و ملامت نمود، در مذمت "علماء مجازی و فقراے صوری" در کتاب طرب المجالس کہ گران ترین نامہ ہائ اوست، در حکمت و دانشہائ خردمندی و روانی، و فضائل آدمی در از ہائ آفرینش جہان، و ہم چنین سرزنش و نکوہش بر اوضاع اجتماعی و سیاسی زمان است........ میر مخصوصاً در کتاب طرب المجالس، در سخن از اصول اخلاق و ملکات پسندیدۂ انسانی، در چند فصل خاص، بنکوہش سران طبقات اجتماع، از امیران و عالمان، و زاہدان و واعظان می پردازد، و آشکارا، نیک و بد خوئی و کردار ایشان را خردہ ہائے گران می گردد......... سر بسر سخنانش با آیات قرآنی و اخبار و احادیث، اما بر موازین اندیشہ ہائے خردمندیِ حکیمان کہن ایران، و یونان، و نو افلاطونیان و خداوندان دانشہائے عقلائے اسلامی مستدل است۔"

"طرب المجالس" پند و نصیحت، اور اخلاقیات کے موضوع پر ایک عمدہ کتاب ہے۔ فارسی زبان میں اس موضوع پر بیشمار کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن انشا اور اندازِ پیشکش کے اعتبار سے سعدی شیرازی کی گلستان و بوستان کے ہم پلہ ہے، سعدی شیرازی اور میر حسینی سادات دونوں طریقت سہروردیہ سے وابستہ تھے۔ سعدی شیرازی

---

[۱] رہنمائے کتاب جلد ہشتم سال ۶۵-۱۹۶۴ء تہران، ایران

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی صحبت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کیا اور آدمی کو انسان بنانے کی فکر میں اپنی پوری زندگی صرف کی۔ میر حسینی سادات نے بھی "طرب المجالس" کے اندر "مردم" "کمالانسانیت" کا بلند مرتبہ حاصل کرنے کیلئے تبدیل اخلاق کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا ہے۔ اس تصنیف کی مختلف فصلوں میں درج ذیل عنوانات سے بحث کی ہے، آغاز و آفرینش عالم، حقیقت دنیا، صفت دنیا، مذمت و نصیحت اہل دنیا، آفرینش ابلیس، احوال ابلیس، آفرینش انبیا، آفرینش علمائے بعث، آفرینش مشائخ طریقت در صفت علما مجازی در صفت فقرائے صوری، در صفت مذکران تحقیقی، در آفرینش امرا و در مراتب قوت امارت، در بیان امرا عادل، در صفت عوام الناس، در صفت زنان، در شرف فضیلت انسان بر جمیع حیوانات، اس سلسلے میں چند دلچسپ ذیلی عنوانات قابل ذکر ہیں۔ مثلاً مناظرہ شیر با حکیم حجاز، مناظرہ مور با حکیم شام، مناظرہ روباہ با حکیم ترک، در مناظرہ عنکبوت با حکیم روم، مناظرہ طاؤس با حکیم ہند مناظرہ ہمامی با حکیم خراساں، اس میں اخلاقیات کے موضوعات جدا جدا زیر بحث آئے ہیں۔ مثلاً علم، حلم، حیا، جود، عفو، صدق، عدل، شفقت، تواضع اسی طرح اوصاف ذمیمہ سے بھی بحث ملتی ہے۔ مثلاً ہوا، عجب، کبر، حسد، بغض، حرص، بخل، اسراف، ریا، طمع وغیرہ۔

آدمی کو انسان بنانے کے سلسلے میں اہل تصوف نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ ایک حقیقت ہے۔ اور اس سے انکار ممکن نہیں۔

"طرب المجالس" کے موضوعات و عنوانات کی نشاندہی کے بعد آخر میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ طرب المجالس کے دیگر نسخے کہاں کہاں دستیاب ہیں۔ میرے محدود علم میں اس اہم کتاب کے دیگر خطی نسخے درج ذیل ہیں۔

(۱) ایک نسخہ ملا فیروز لائبریری میں ہے۔ اس کا سال کتابت ۱۲۰۷ھ ہے۔

(۲) دوسرا نسخہ کتب خانہ انڈیا آفس میں ہے۔ اس نسخہ میں سال کتابت شاید نہیں ہے۔

(۳) تیسرا نسخہ برلن میں ہے، اس کا سال کتابت ۸۲۰ھ ہے۔

(۴) چوتھا نسخہ مصر کے کتاب خانہ الخدیویہ میں ہے۔

(۵) پانچواں نسخہ کتاب خانہ مجلس شورای ملی میں ہے۔

(۶) منتخب فارسی از طرب المجالس تالیف منشی یوسف علی، ہے۔ یہ مطبوعہ ہے اور آگرہ

میں طبع ہوئی۔ سال طباعت ۱۸۸۴ء ہے۔

اہل علم وفن جمع ہیں، ان سے گذارش ہے کہ اگر "طرب المجالس" طبع نہیں ہوئی ہے تو خاکسار کو اس کی اطلاع پہنچائیں، تشکر گذار رہوں گا۔ مضمون کی طوالت کے خیال سے میر حسینی سادات کی دیگر تصانیف کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ میرا مقصد صرف "طرب المجالس" کے سلسلے کی معلومات فراہم کرنا تھا۔ اور اس سلسلے کی معلومات حاصل کرنا بھی خاکسار کا ایک مقصد تھا۔ امید ہے کہ اہل علم اور اہل بصیرت حضرات میری رہنمائی فرمائیں گے۔

آخر میں یہ عرض کر دوں کہ "طرب المجالس" کے مذکورہ ۶ نسخوں کی اطلاع مجھے کتب خانہ خدا بخش کی مختلف فہرستوں سے حاصل ہوئی ہے۔

●●

پروفیسر سید حسن
پٹنہ

رسالہ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری

آج سے تقریباً تیس سال پہلے صوفیانہ لٹریچر کی کئی کتابیں ایران میں شائع ہوئیں، اور ان کی طباعت و اشاعت میں روز افزوں ترقی ہونے لگی، اس رجحان کو دیکھ کر اہلِ علم حضرات کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ رجعت پسندانہ رجحان نہ ہو اور لوگوں میں خانقاہی زندگی کا میلان نہ پرورش پانے لگے، اسی اندیشے کے تحت ایران کے ایک موقر رسالے (راہنمائے کتاب) نے پانچ برس بعد ایک سوال شائع کیا وہ یہ کہ متون صوفیانہ کی طباعت و اشاعت اور ان کا مطالعہ مضر ہے یا مفید؟ رسالے نے اپنے قارئین کو اس مسئلے پر اظہارِ رائے کی دعوت دی، چنانچہ ایران کے کئی ممتاز ادیبوں اور دانشوروں نے اس بحث میں حصہ لیا اور ان میں سے اکثر نے یہ رائے ظاہر کی کہ بعض اعتبار سے صوفیانہ لٹریچر کی اشاعت مفید ہے کیوں کہ ادبیات متصوفہ سے نہ صرف اخلاقِ حسنہ کی تعلیم و تبلیغ ہوتی ہے بلکہ ادبیات فارسی کی تاریخ میں بھی ان کی خاص اہمیت ہے۔

یہ تمہید میں نے اس لیے قلم بند کی ہے کہ اس کے پیشِ نظر اس وقت صوفی ادب کے اہم مخطوطات کو متعارف کرنے کی خاطر جو سیمینار ہو رہا ہے وہ یقینی فائدہ مند ثابت ہوگا اور سیمینار کا منصوبہ تیار اور اس کی تنظیم کرنے والوں کو مبارکباد پیش کرتے ہیں

آمدم بر سر مطلب میرا یہ مختصر سا مقالہ جس کی طرف سامعین کرام کی توجہ منعطف کر رہا ہوں ایک مختصر سے رسالے سے متعلق ہے یہ رسالہ ہرات کے مشہور عارف اور معروف صوفی حضرت خواجہ عبداللہ انصاری کے متعلق ہے۔ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری شافعی مسلک کے پیرو تھے اور ہرات میں انھوں نے اپنے مریدوں کا ایک بڑا حلقہ بنا لیا تھا جن کو وہ روزانہ صوفیانہ عقاید کا درس دیا کرتے تھے، حضرت انصاری آٹھویں صدی ہجری کے سر بر آوردہ عارف باللہ تھے، ان کا مزار مبارک ہرات میں واقع ہے، یہ شہر تیمور صاحبقران کے پوتے شاہرخ مرزا کے زمانے میں علم و ادب کا مشہور مرکز تھا اور اس کے حلقۂ صحبت و ملازمت میں مشاہیر شعرا، ادبا اور اہلِ علم وغیرہ اکٹھا تھے
ہرات پہلے مملکت ایران میں شامل تھا لیکن اب وہ مملکت افغانستان کا ایک مشہور شہر ہے جو ملک کے مشرقی سرحد پر واقع ہے۔ سنہ ۱۹۷۶ء کے اپریل مہینے میں حکومت افغانستان نے حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی کے سال ولادت کا جشن منایا اور اس موقع پر بیرون افغانستان کے دانشوروں کو شرکت کے لیے دعوت دی، ہندوستان کے انڈین کاؤنسل فور کلچرل ریلیشنز نے مجھے بھی نمائندہ ملک بنا کر شرکت کے لیے بھیجا تھا، چنانچہ میں نے اس سیمینار میں شرکت کی سعادت حاصل کی اور مہمانوں کو جب ہرات لے جایا گیا تو میں

بھی ان کے ساتھ ہرات گیا اور وہاں حضرت خواجہ پیر انصار اور ان کے جانشیں بزرگوں کے مقبروں کی زیارت کی اور ان پر فاتحہ پڑھا واپس آنے پر حضرت خواجہ کے متعلق میں نے ایک مبسوط مضمون لکھا تھا جو اعظم گڈھ کے رسالہ معارف کے دو شماروں میں (ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۶۹ء) شایع ہوا ہے لہٰذا اس مضمون کو طول نہ دینے کی خاطر میں ارباب سیمنار کو اس مضمون کے مطالعے کی طرف بشرطیکہ وہ اس سے دلچسپی رکھتے ہوں توجہ مبذول کرتا ہوں جو مقالہ اس وقت آپ کے زیر سماعت ہے وہ بہت ہی مختصر ہے کیوں کہ حضرت پیر انصار کے ایک مختصر رسالے کے متعلق تحریر ہوا ہے۔ یہ رسالہ کتابخانہ خدابخش پٹنہ کی ملکیت ہے، اس نسخے کا ACC NO 305-8 ہے اس میں ۱۳ صفحات ہیں اور ہر صفحہ ۱۲ سطروں پر مشتمل ہے، تقطیع چھوٹی ہے کاغذ اور انداز تحریر سے شکستہ خط میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ مخطوطہ سترھویں صدی میں استنساخ ہوا ہے، افسوس یہ کہ اگرچہ اس میں ایک ترقیمہ آخر میں موجود ہے لیکن اس میں تاریخ کتابت تحریر نہیں ہوئی ہے۔ ترقیمہ کا مضمون یہ ہے۔ تمام شد رسالہ عبداللہ انصاری بقلم (ناخوانده) میر قاضی میاں صاحب خداوند نعمت فیاض دوراں فیض رسان عالیان میر نجیب اللہ خاں صاحب دام اقبالہ و افضالہ ...... مرقوم بخط خام شکستگی ...... (ناخوانده) تمام یافت۔

می نویسم آں چہ دیدم در کتاب
عاقبت اللہ عالم بالصواب

میں نے اس رسالہ کو ارباب نظر اور اہل علم کے سامنے اس لیے متعارف کرنے کی جراءت کی کہ اس کی ایک خاص اہمیت ہے۔

یوں تو پیر انصار متعدد رسالوں کے مولف ہیں، ان کی مشہور تصانیف میں "منازل السالکین" ایک مشہور صوفیانہ تالیف ہے، اور ایک اہم کتاب "طبقات صوفیہ" ہے جو ہروی لہجے میں لکھی گئی ہے اور جسے حضرت نے املا کرایا تھا، اس کتاب کو حضرت جامی نے فارسی میں ترجمہ و ترمیم کر کے مرتب کیا اور اس کا نام نفحات الانس رکھا۔ حضرت خواجہ کی ایک خاص مشہور و مقبول "مناجات" تالیف ہے کابل میں جشن ولادت کے موقع پر خواجہ کی بعض تالیفات طبع کر کے ان کی کاپیاں مہمانوں میں تقسیم کی گئیں، چنانچہ مناجات خواجہ کا بھی ایک مختصر ایڈیشن شایع کیا گیا تھا خدا بخش لائبریری میں بھی چند جلدوں میں خواجہ ؒ کی مناجات خوب صورت خط میں مرقوم ہیں، لیکن جو مناجات زیر نظر رسالے میں موجود ہیں وہ نہ تو کابل کے مطبوعہ رسالے میں درج ہیں اور نہ وہ جلدوں پر مرقوم ہیں اس لحاظ سے میں نے اس رسالے کو اپنے مقالے کے لیے منتخب کیا ہے

حضرت خواجہ انصار ہروی کی مناجات نہ صرف یہ کہ روحانی و عرفانی کیفیت کی حامل ہے، ان میں جو الحاح و زاری کا انداز ہے ان کی دل انگیزی و اثر آفرینی ناقابل تقلید ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ کے اعماق قلب سے نکلی ہوئی صدا ہے جو آفریدگار کی درگاہ میں لگائی گئی ہے اس روحانی و عرفانی خصوصیت کے علاوہ مناجات کی ادبی اہمیت بھی ہے، چھوٹے چھوٹے جملے، ہم آہنگ ٹکڑے اور موزوں الفاظ سے پڑھنے اور سننے والوں کا دل بے اختیار کھنچا چلا جاتا ہے۔

مخطوطہ زیر نظر کے شروع میں سات اشعار ہیں جو ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں

ای ز درد ست سیدلان رابوی درمان آمده
یاد تو مر عاشقان را مونس جان آمده

صد ہزاران ہم چو موسیٰ مست در ہر گوشۂ　　رب ارنی گو شدہ دیدار خوبان آمدہ
سینہ ہا بینم ز سوز ہجر تو گریان شدہ　　دیدہ ہا بینم ز درد عشق گریان آمدہ
عاشقانت نعرۂ الفقر فخری می زنند　　بر سر کوی سلامت پای کوبان آمدہ
صد ہزاران عاشقان سرگشتۂ بیم و اُمید　　در بیابان محبت اللہ گویان آمدہ
پیر انصار از شراب شوق خوردہ جرعہ ای　　ہم چو مجنون گرد عالم مست و حیران آمدہ

ان اشعار کے بعد نثر کا حصہ شروع ہوتا ہے نمونۂ تحریر ملاحظہ ہو:

"ای کریمی کہ بخشیدہ عطایی و ای حکیمی کہ پوشیدہ خطائی و ای صمدی کہ از ادراک ما جدائی و احدی کہ در ذات و صفات بی ہمتائی و ای خالقی کہ راہ نمائی و ای قادری کہ خدائی را سزایی کہ جان ما را روشنائی خود دہ و چشم ما را بینائی خود دہ و دل ما را صفائی دہ"۔

تحریر کا ہر جگہ یہی انداز ہے۔ اکثر مقامات پر رباعیاں نقل کی گئی ہیں۔ ایک رباعی ملاحظہ ہو۔

یا رب دل ما را از رحمت جان دہ　　دردی ہمہ را بہ صابری درمان دہ
این بندہ چہ داند ہر چہ می باید خواست　　دانندہ توئی ہر آنچہ خواہی آن دہ

ایک دعا اور ملاحظہ ہو۔

"الٰہی عذر ما بپذیر بر عیب ما منگر، الٰہی عمر خود را برباد کردم" اس کے بعد رباعی ذیل۔

پیوستہ دلم دم رضای تو زند　　جان در تن ہر نفس برای تو زند
بر سر خاک سالہا گیاہی روید　　ہر برگ بوی وفای تو زند

ایک مقام پر یہ رباعی نقل ہوئی جو خیام سے منسوب ہے۔

من بندہ عاصیم رضای تو کجاست　　تاریک دلم نور صفای تو کجا است
من بد کردہ ام تو بد مکافات دہی　　آن مزد بود لطف و عطای تو کجاست

میری رائے ہے کہ اگر مناجات خواجہ کا کوئی مکمل ایڈیشن شایع ہو تو اس مذکورہ بالا رسالے کے منتخبات کو بھی اس میں شامل کیا جائے۔

جناب سید شمیم منعمی

خانقاہ منعمیہ قمریہ
پٹنہ سٹی، پٹنہ

الہامات منعمی

الہامات منعمی زبان فارسی میں ۱۰۰ الہامات پر مشتمل ایک رسالہ ہے۔ موضوع تصوف ہے۔ وجہ تصنیف بزبان مصنف۔

"اکثر اوقات کہ جذبات الوہیت برانیت من غالب می آمد از خود بیخودی می شدم و در جلوہ گہ فیض خلوت می یافتم از افاضۂ روح القدس بقدر استعداد من تلمیذ الرحمٰن واردات علم لدنی رحمانی بر دل می شد و در سینہ سفینہ می ساختم بر سفینہ آوردم و بالہامات منعمی موسوم کردم۔ تا یادگار بر صفحۂ روزگار باشد از حضرت مجیب الدعوات و سامعین آں کلمات امید قبول دارم۔"

مصنف نے سنہ تصنیف کے لیے قطعہ تاریخ بھی کہا ہے۔ ؎

اشعار کلام دل کہ از فیض صمد	با فضل محمدی شدہ مستند
از درگہہ فیاض خداوند احد	الہام الغیب یافت تاریخ خرد

الہام الغیب سے سنہ تصنیف ۱۱۲۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

اب تک میرے علم میں الہامات منعمی کے چھ نسخے ہیں۔[1] تین نسخے خدا بخش لائبریری میں ہیں، ایک نسخہ خانقاہ قادریہ اسلامپور میں ہے، ایک نسخہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں ہے اور ایک نسخہ خانقاہ منعمیہ قمریہ آستانہ حضرت مخدوم منعم پاکؒ میتن گھاٹ میں ہے۔

خدا بخش لائبریری کے تین نسخوں میں ایک نسخہ خوش خط نستعلیق میں ہے۔ اس نسخہ کو میں اپنے مقالہ میں نسخہ اول سے تعبیر کروں گا۔ نسخہ اول میں حاشیہ سونے کے پانی سے بنایا گیا ہے۔ الہام کی ذیلی سرخیاں بھی سنہرے حروف میں ہیں بہ نسبت دوسرے نسخوں کے نسخہ اول زیادہ صحیح اور واضح ہے۔ پورے نسخے میں نہ کہیں پر کاتب نے اپنا نام دیا ہے اور نہ سنہ کتابت اور نہ ہی کاتب نے مصنف رسالہ موصوف پر کوئی روشنی ڈالی ہے۔ بقول خدا بخش خاں صاحب:

---

[1] مقالہ کی تیاری کے بعد طبع شدہ فہرست کے ذریعہ تین (۳) اور نسخوں کا علم ہوا۔ پہلا نسخہ نیشنل لائبریری میں، دوسرا نسخہ آصفیہ میں اور تیسرا نسخہ رضا لائبریری رامپور میں ہے۔

"گمان قویست کہ بخط شاہ عزالدین خوشنویس است کہ یکی از مسترشدان حضرت منعم پاک قدس اللہ سرہ العزیز بودہ"

لیکن حضرت منعم پاکؒ اور ان کے مسترشدین میں تلاش بسیار کے باوجود ابھی تک شاہ عزالدین کا نام کہیں نہیں ملا ہے۔ مشائخین سلسلۂ منعمیہ میں ایک نام حضرت سید شاہ عزیز الدین حسینؒ کا ملتا ہے۔ ان بزرگ کی کئی نقل کردہ کتابیں خانقاہ مٹھن گھاٹ میں موجود ہیں۔ ممکن ہے نام کے لکھنے میں تسامح ہوا ہو۔

لیکن محمد علی خاں انصاری نے اپنی تصنیف "تالیف محمدی" میں ایک شاہ اعزالدین فیض رقم قدس سرہٗ کا تذکرہ کیا ہے۔ جو محمد اشرف کے بیٹے تھے۔ اور ان کو بیعت شاہ ناصر نقشبندیؒ سے تھی۔ ان کے خوشخطی کی صاحب تالیف محمدی نے کافی تعریف بھی کی ہے۔ ان کا زمانہ بارھویں صدی ہجری تھا لیکن ان کا کوئی ارادتی تعلق مخدوم منعم پاکؒ سے بھی تھا اس کی کوئی سند نہیں ملتی ہے۔

نسخۂ اول کے ابتدا میں ایک سادہ صفحہ کے درمیان میں ایک قدیم کاغذ کا ٹکڑا چسپاں ہے جس پر نوشتہ عبارت خط شکستہ میں ہے اور پوری کتاب کے خط سے مختلف ہے۔ عبارت یہ ہے:

"اشارات چند بعبارات سودمند آوردہ شد از صاحب بصیرتان اولو الابصار چشم اصلاح دارم۔ آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند + آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم"

اس عبارت کے بارے میں خدا بخش خاں صاحب "محبوب الالباب" میں لکھتے ہیں کہ:

"بر ورق اول ایں نسخہ عبارتی است بخط شکستہ پر زور از قلم حضرت مصنف۔"

کتب خانہ خدابخش میں جو دو اور نسخے ہیں ان میں عبارت مذکورہ نہیں ہے۔ پھلواری شریف اور خانقاہ منعمیہ کے نسخوں میں بھی یہ عبارت نہیں ہے۔ لیکن خانقاہ اسلام پور کے نسخہ کے شروع میں یہ عبارت موجود ہے۔

خانقاہ اسلام پور کا نسخہ مکمل ہے لیکن الہامات کے شمار میں نسخۂ اول کے پہلے الہام کو مقدمہ میں شامل کر دیا ہے جس کی وجہ کر ۹۹ الہام ہوتے ہیں۔ اس نسخہ پر بھی نہ تو کاتب نے اپنا نام لکھا ہے اور نہ سنۂ کتابت۔ شاہ عبدالقادر صاحب سجادہ نشین خانقاہ اسلام پور مصنف انوار ولایت کے زمانہ میں جب خانقاہ کے کتب خانہ کو از سر نو ترتیب دیا گیا تو ہر مخطوطہ پر کتب خانہ کی مہر لگائی گئی۔ اس مہر میں بھی کاتب اور سنہ کتابت کا خانہ خالی ہے۔ جہاں مصنف کے خانہ میں حضرت مخدوم شاہ منعم پاکؒ لکھا ہے۔ یہ نسخہ تقریب ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے میں ۹ سطریں ہیں۔

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کا نسخہ چھوٹے سائز کے ۱۷ اوراق پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ میں گیارہ سطور ہیں۔ الہامات منعمی کے ساتھ اسی مصنف کے دو اور رسالے ایک ہی کاتب کے لکھے ہوئے موجود ہیں۔ یہ بالترتیب الہامات منعمی، مکاشفات

منعمی" اور "مشاہدات منعمی" ہیں۔ مکاشفات کے اخیر اور مشاہدات کے شروع میں دو دو مہریں ہیں۔ پہلی مہر جو شاید دوسری کا سے قبلک ہے بالکل غیر واضح ہے، یا غیر واضح کر دی گئی ہے۔ لیکن دوسری مہر بہت صاف ہے اور پہلی مہر سے بڑی ہے۔ اس میں "محمد وصی احمد تقی پھلواروی (قلواروی)" کندہ ہے۔ ہر رسالے کے مادہ تاریخ تصنیف کو حاشیہ میں مع سنہ تصنیف کے لکھا گیا ہے اور اس کے اوپر تینوں رسالہ میں یہ لکھا ہوا ہے:

"سنہ انتقال حضرت شاہ محمد منعم ۱۱۸۵ھ"

مکاشفات کے اختتام میں یعنی اختتام جلد میں یہ عبارت نوشتہ ہے:

"ایں جلد رسالہ ثلثۃ الہامات و مشاہدات و مکاشفات منعمی بوجہ الارشاد بملک فقیر است۔ بحضور پر نور اقدس مرشدی و مولائی حضرت سیدنا و مولینا شاہ محمد علی حبیب صاحب مدظلہ العالی نذر گردانیم گر قبول افتد زہے عز و شرف التحریر بہ پنجشنبہ ہفتم ماہ مبارک رمضان ۱۲۹۰ھ"

لیکن یہ نسخہ بھی کاتب کے نام اور سنہ کتابت سے محروم ہے۔ لیکن اس کے اوراق اس کی قدامت کے شاہد ہیں۔ الہامات منعمی کا پہلا ورق پوری کتاب سے مختلف حرف میں ہے اور اس کا کاغذ بھی دوسرا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ پہلا صفحہ ضایع ہو گیا ہو تو بعد میں کسی دوسرے نے اس کو مکمل کیا ہو۔ اس نسخہ میں وہ تمام الہام موجود ہیں جو نسخہ اول خدا بخش خاں میں موجود ہیں۔ یعنی یہ بھی مکمل نسخہ ہے۔

میتن گھاٹ خانقاہ منعمیہ قمریہ کا نسخہ عمدہ کاغذ پر خوش خط نستعلیق میں ہے، نسخہ اول خدا بخش، پھلواری شریف اور اسلام پور کے نسخوں میں الہامات منعمی کے خاتمہ کے بعد ایک مختصر سا مضمون ہے۔ (ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ یہ بھی الہامات ہی کا جزو ہے) جسے میتن گھاٹ کے نسخہ میں لکھنا ضرور شروع کیا گیا ہے لیکن اختتام سے تقریباً ۲ سطور قبل ہی لکھنا چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس نسخہ میں بھی نہ تو کاتب کا نام ہے اور نہ سنہ کتابت۔ لیکن ایک بات جو بڑی توجہ طلب ہے وہ یہ کہ خدا بخش لائبریری میں الہامات منعمی کا جو دوسرا نسخہ ہے اس کا خط اور خانقاہ منعمیہ میتن گھاٹ کے نسخہ کا خط بالکل ایک ہے یہاں تک کہ سطریں، کاغذ اور روشنائی بھی بالکل یکساں ہے، اور یہی نہیں بلکہ دونوں نسخوں میں الہامات کے بعد والا مضمون تقریباً ۲ سطروں کے لیے نامکمل ہے۔ میتن گھاٹ خانقاہ منعمیہ کی خاندانی روایت کے مطابق یہ اعلیٰ حضرت سید شاہ قمرالدین حسین منعمی برکاتی رح کے صاحبزادے حضرت سید شاہ مبارک حسین قمری منعمی خواجگی عظیم آبادی کے دست خاص کا لکھا ہوا ہے۔ اس کی تصدیق خانقاہ موصوف میں کاتب موصوف کی نوشتہ دوسری کتابوں کے خط کے موازنہ سے بھی ہو جاتی ہے۔ اس نسخہ میں ایک خاص بات یہ ہے کہ جیسا کہ دوسرے تمام نسخوں میں الہام کے شروع ہونے پر الہام لکھا گیا ہے۔ لیکن اس

نسخہ میں ہر الھام کے شروع میں الھام کی ذیلی سرخی نہیں لکھی گئی ہے صرف ہر الھام کے شروع میں ہلکا سا خلا ہے۔ شاید اس خلا میں سرخ روشنائی سے الھام لکھنے کا ارادہ رہا ہو جو کسی وجہ سے پورا نہ ہو سکا واللہ اعلم۔

خدا بخش لائبریری میں الھامات منعمی کا جو تیسرا نسخہ ہے اس کے ساتھ دو اور رسالے ہیں، حضرت سیدنا امیر ابوالعلی نقشبندیؒ کا رسالہ "فنا و بقا" اور "رقعہ یا مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین احمد یحییٰ منیری فردوسیؒ" تینوں رسالے ایک ہی کاتب کے حرف میں ہیں۔ لیکن دیگر نسخوں کی طرح اس میں بھی نہ تو کاتب کا نام ہے اور نہ سنہ کتابت لیکن اختتام رسائل کے بعد دو صفحات میں شجرہ لکھا گیا ہے پہلے صفحے میں سیدنا امیر ابوالعلیؒ سے بواسطہ مخدوم منعم پاکؒ حضرت شاہ یحییٰ علی تو آبادی خلیفۂ مخدوم شاہ حسن علی منعمی تک کا شجرہ غلط ترتیب سے لکھا گیا ہے۔ دوسرے صفحے میں مخدوم منعم پاک، مخدوم حسن علی منعمی اور شاہ یحییٰ علی کے خلفاء کے اسمائے گرامی ہیں ان دونوں صفحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کاتب کا ارادتی تعلق حضرت شاہ یحییٰ علی منعمیؒ سے تھا۔ ایسا بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے آگے بھی صفحات رہے ہوں گے جو امتداد زمانہ کی نذر ہو گئے کیوں کہ آخری جملہ یہ ہے:

"حضرت شاہ قمرالدین داناپوری اگرچہ بیعت نداشتند مگر روزے چند در حلقہ حضرت شاہ یحییٰ علی
و زاں بعد لبس از ......"

اس نسخہ میں ۱۹۲ الھام ہیں، یہ کاتب کا اپنا نمبر شمار ہے۔ نمبر ۹۲ الھام بھی النصف کے قریب نقل کیا گیا ہے۔ یہ نمبر ۹۲ الھام نسخۂ اول خدا بخش کا الھام نمبر ۹۹ ہے۔ یہ نسخہ یہیں تک ہے۔ یعنی اس کے آگے یا تو لکھا چھوڑ دیا گیا ہے یا صفحات ضائع ہو گئے ہیں۔

الھامات منعمی میں الہامات کے سلسلہ کے شروع ہونے سے پہلے ایک مختصر خطبہ یا مقدمہ ہے جو اس طرح ہوتا ہے:

"الحمد للہ الذی اصطفیٰ نبیا علی سائر المرسلین بالعلم علم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ الطیبین

الطاہرین واصحابہ اتباعہ اجمعین۔"

اب تک تحقیق شدہ تمام نسخوں میں یہ عبارت اور پورا خطبہ بلا کم و کاست موجود ہے۔ لیکن خدا بخش خاں نے اپنی کتاب "محبوب الالباب فی تعریف کتب الکتاب" میں اس عبارت کو مندرجہ ذیل فرق یا اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے،

"الحمد للہ الذی اصطفیٰ محمدن المصطفیٰ علی سائر المرسلین بالعلم علم الاولین والآخرین".....الخ

خدا بخش لائبریری کے نسخۂ اوّل کے مطابق پہلا الھام قطعہ تاریخ کے بعد سے شروع ہوتا ہے یعنی "یارب افعل بنا ما انت اللہ اہل ولا تفعل بنا یا مولانا ما نحن لہ اہل"۔ خدا بخش لائبریری کے نسخہ سوم میں اسے مقدمہ کے ساتھ

شامل کر دیا گیا ہے۔ جبکہ خانقاہ مجیبیہ کے نسخہ میں اسے الہام مناجات کی سرخی دی گئی ہے۔

خدابخش کے نسخہ اوّل اور پھلواری کے نسخہ کے الہام نمبر ۲ کو بھی نسخہ سوم میں مقدمہ کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

پھلواری اور خدابخش لائبریری کے نسخہ اول میں تیسرا الہام "سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی" سے شروع ہوتا ہے۔ خدابخش لائبریری کے نسخہ سوم میں اس الہام کو پہلا الہام شمار کیا گیا ہے۔

پانچویں الہام میں مثنوی کے کچھ اشعار ہیں، خدابخش کے نسخہ اول میں اسے صرف مثنوی لکھا گیا ہے جبکہ نسخہ سوم میں اسے مثنوی لمصنفہ اور نسخہ پھلواری میں اسے لمولفہ لکھا گیا ہے۔

نسخہ اول کا الہام نمبر ۱۷، ۲۱ اور ۴۱ پھلواری شریف کے نسخہ میں بھی علیحدہ الہام ہے جبکہ نسخہ سوم خدابخش میں الہام نمبر ۱۷ کو ۱۶ کے ساتھ الہام نمبر ۲۱ کو ۲۰ کے ساتھ اور الہام نمبر ۴۱ کو ۴۰ کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

نسخہ سوم میں الہام نمبر ۲۲ کا ایک شعر غائب ہے جبکہ یہ شعر نسخہ اول، پھلواری اور میتن گھاٹ وغیرہ میں موجود ہے

نسخہ سوم میں الہام نمبر ۲۶ بالکل ہی غائب ہے۔

ان واضح ترفرقوں کے علاوہ مختلف جگہوں پر چھوٹی چھوٹی پھیربدل دیکھنے کو ملتی ہے جو انشاء اللہ کسی تفصیلی مقالے میں تفصیل سے پیش کروں گا۔

خوشگو اپنے "سفینہ" میں صمصام الدولہ اپنے "ماثر الامراء" میں اور نظامی بدایونی "قاموس المشاہیر" جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ الہامات منعمی منعم خاں خانخاناں کی تصنیف ہے۔ جبکہ شاہ عبدالقادر صاحب منعمی اسلامپوری "انوار ولایت" اور "نفحات نامیہ" میں، شاہ امین احمد ثبات بہاری فردوسی المتمی "روضۃ النعیم" میں، مولوی حبیب اللہ عمادی "تذکرۃ الصالحین" میں، شاہ محمد کبیر ابوالعلائی داناپوری "تذکرۃ الکرام" میں خدابخش خاں صاحب "محبوب الالباب" میں، مولانا عبدالحی "نزھۃ الخواطر" میں اور شاہ حسین الدین احمد منعمی گیاوی پھلواری میں ابوالعلائی "فیضان" میں رقمطراز ہیں کہ "الہامات منعمی" حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاک دہلوی ثم عظیم آبادیؒ کی تصنیف ہے۔

منعم خاں یا بروایت سراج الدین علی خاں آرزو منعم بیگ، سلطان بیگ برلاس کا بیٹا تھا۔ اس کا باپ سلطان بیگ اکبر آباد کا کوتوال تھا۔ شروع ہی سے سلطانی خدمات سے متعلق رہا کہتے ہیں کہ شروع شروع میں روح اللہ خاں میر بخشی عالمگیر کے مصاحب میں شامل ہوا پھر بہادر شاہ محمد معظم کے دور شہزادگی میں ہی شہزادہ سے متعلق ہو گیا یہاں تک کہ اپنی خدمات شبانہ روز سے شہزادہ کو خوش کر دیا۔ شہزادہ نے وعدہ کر لیا کہ بروقت تخت نشینی اسے عہدۂ وزارت دیا جائے گا۔ چنانچہ حسب وعدہ بہادر شاہ نے تخت نشینی کے بعد عہدۂ وزارت عطا کیا۔ ۱۱۱۹ھ میں اعظم شاہ کے خلاف بہادر شاہ کی طرف سے جی جان سے لڑا یہاں تک کہ فتح نصیب ہوئی۔ اس جنگ میں منعم خاں کافی زخمی ہوا کہتے ہیں کہ آدھی رات کو بہادر شاہ کے حضور میں پہنچا تو

زخم قبیح کی وجہ کر اسے غش آگیا۔ اسی مہینہ یعنی ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو اسے خانخاناں بہادر ظفر جنگ کا خطاب، سات ہزاری ذات سات ہزاری سوار اور بادشاہ کے حضور سے ایک کروڑ روپیہ نقد اور ایک کروڑ روپیہ کا ساز و سامان مرحمت ہوا۔

سلطنت تیموریہ کے آغاز سے کسی امیر کو اتنا بڑا عطیہ نہیں ملا تھا۔

تیسرے سال بہادر شاہی میں اسے نوبت بجانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ چوتھے سال بہادر شاہی میں اسے بقول صمصام الدولہ گرو بندا بیراگی یا بقول صاحب سیر المتاخرین گرو گوبند کے دفع شر اور گرفتاری کے لیے شہزادہ رفیع الشان کے زیر سرداری روانہ کیا گیا۔ اس مہم میں گرو جی کی چالاکی کے سبب منعم خان کو دھوکا ہوا جس کی شرمندگی اور غصّہ کی وجہ کر وہ بیمار ہوگیا اور کہتے ہیں کہ سلطان کی جانب سے مورد عتاب بھی ہوا۔ بیماری روز بروز ترقی ہی کرتی گئی۔ یہاں تک کہ دماغی مادہ ڈھلنے اور کان کے راستے بہنے لگا اور لاھور میں اسی زمانہ ۱۱۲۳ھ مطابق ۱۷۱۱ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔

مخدوم شاہ محمد منعم پاکؒ صوبہ بہار کے قصبہ بہیہ ضلع مونگیر کے صوفی خاندان میں باختلاف روایت رمضان یا شعبان ۱۰۸۲ھ میں تولد ہوئے۔ آپ کے جد اعلیٰ حضرت مخدوم شاہ شمس الدین حقانی اپنے زمانہ کے مشہور بزرگوں میں تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد قصبہ باڑھ آئے اور یہاں حضرت دیوان ابو سعید محمد جعفر بن مبارک پیر جلال قادریؒ کے حلقہ درس و ارشاد میں شامل ہوگئے۔ تکمیل علوم ظاہری کے بعد جناب جعفر قادری کے صاحبزادے حضرت دیوان سید خلیل الدین قطبی قادریؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے پھر خلعت خلافت سے بھی نوازے گئے۔ چونکہ آپ کا استعداد عالی تھا لہٰذا بمطابق اجازت پیر و مرشد ۱۱۱۲ھ کے لگ بھگ دہلی کے لیے روانہ ہوئے اور کہتے ہیں کہ تقریباً ۱۲ سالوں تک دار الخلافہ کے مختلف مدارس علمیہ سے متعلق رہے اسی زمانہ میں آپ نے اپنے واردات قلبی کو جو کہ الہام، کشف اور مشاہدے کی شکل میں تھے سفینہ کی شکل دیا چنانچہ ۱۱۱۹ھ میں "مکاشفات منعمی" ۱۱۲۰ھ میں "الہامات منعمی" اور ۱۱۲۲ھ میں "مشاھدات منعمی" عالم وجود میں آئی۔

پھر شاہ فرہاد ابو العلائی قدس سرہٗ کے شہرۂ نیاضی کو سنا، طبیعت مائل ہوئی۔ ان کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو پھر وہیں کے ہو رہے۔ ان کے وصال کے بعد ان کے جانشین حضرت سید اسد اللہ ابو العلائی کی خدمت میں حاضر رہے۔ یہاں تک کہ منظور نظر ہوئے اور اس بارگاہ سے بھی جوہر شناسی کے بعد خرقہ خلافت عطا ہوا اور جانشین نامزد کیے گیے۔ شاہ اسد اللہؒ کے وصال کے بعد سجادہ پر بیٹھے۔ ایک عالم آپ سے سیراب ہوا۔ قطبیت کے مرتبہ پر فائض رہے۔ ۱۱۶۲ھ میں عظیم آباد منتقل ہوگئے اور یہاں سید بدیع الدین عالمگیری المعروف بہ ملا میتن کی مسجد میں سجادہ بچھایا۔ علمائے عصر اور صوفیائے زمانہ نے آپ کی طرف رجوع فرمایا اور مستفید ہوئے۔ خلفاء اور مریدین کی تعداد کثیر ہوئی، شاہ رکن الدین عشق عظیم آبادی، مخدوم شاہ حسن علی، مولانا شاہ حسن رضا، صوفی دائم اللہ ڈھاکوی، شاہ غلام حسین داناپوری، شاہ بہادر عظیم آبادی، شاہ وجیہ اللہ طالب عظیم آبادی

شاہ محمد عظیم دہلوی اور شاہ غلام حیدر غازی پوری مشہور خلفا میں ہیں۔ باختلاف روایت ۱۱ یا ۱۲ یا ۱۳ رجب ۱۱۸۵ھ کو وصال فرمایا۔

منعم خان خدمات سلطانی سے وابستہ کوتوال کا بیٹا تھا۔ اس نے اسی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور جیسا کہ مختلف تذکروں میں اس کی سوانح سے ظاہر ہے کہ اس نے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب کی تگ و دو میں زندگی گزاری۔ ہاں ایک روایت یہ ملتی ہے یعنی سراج الدین علی خاں آرزو مجمع النفائس میں لکھتے ہیں کہ ”تحصیل علوم در مدرسہ جناب افادت مآب ولایت دستگاہ حضرت کلیم اللہ قدس سرہ نمود“ اور تب اردوئے عالمگیری سے وابستہ ہوا۔ اگرچہ حضرت کلیم اللہ شاہجہاں آبادی ہیں تو ان کا کوئی مدرسہ یا خانقاہ ۱۱۰۱ھ کے قبل دہلی میں تھا یا نہیں؟ اس کی سند نہیں ملتی ہے۔ کیوں کہ حضرت شیخ کلیم اللہ قدس سرہ خود ۱۱۰۱ھ کے بعد بیعت ہوئے ہیں (بقول ظہور الحسن شارب) اور تب سجادہ بچھایا ہے۔ اور اس دور میں منعم خاں پختہ عمر رہا ہوگا اور ظاہر ہے برسر روزگار تھا تب ”تحصیل علوم در مدرسہ“ کیا معنی؟

اور جن لوگوں نے اس کو تصوف سے متعلق بتایا ہے یا میدان تصوف کی علمی و قومی شخصیت بتایا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ الہامات منعمی کو اس کے نام کے ساتھ فٹ کرنے کے لیے اس کی حیات میں ایسا پہلو پیدا کیا گیا ہے۔

یہ بڑی قابل غور بات ہے کہ بارہویں صدی ہجری سے آج تک جتنے بھی تذکرے تصوف سے متعلق یا صاحبان تصوف کے لکھے گئے ان میں بحیثیت صوفی یا بحیثیت مرید یا خلیفہ منعم خان خانخاناں کا تذکرہ نہیں ملتا ہے۔ منعم خان کا تذکرہ یا تو امرا کے تذکرے میں ملتا ہے یا کسی ادبی تذکرے میں۔ صاحب مآثر الامرا لکھتے ہیں:

> ”وہ (منعم خان) کسبی کمالات کا بھی مالک تھا کہ جس کو قابلیت اور استعداد سے تعبیر کرتے ہیں۔ تصوف کا بھی ذوق رکھتا تھا۔ اس نے ایک رسالہ الہامات منعمی کے نام سے لکھا تھا۔ اس کے مطالب کچھ زیادہ عمدہ نہ تھے۔ بعض نکات کو حسب حال برجستہ اشعار میں بیان کیا تھا بعض چرب زبان معترضین نے الحاد کا اور بعض نے دعویٰ معراج کا اتہام لگایا حالانکہ ان باتوں سے وہ بالکل بری ہے۔ جس الہام میں کہ بہشت کی سیر اور وہاں سے عرش کے نیچے تک پہنچنے کا بیان کیا ہے اور اس میں لفظ رویا کا استعمال کیا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں اگر ہم لفظ الہام کو اولیا کے لیے مخصوص سمجھیں تو بے معنی دعویٰ ہے اور اس سے بے ادبی کا گمان ہوتا ہے۔“

الہام کا مطالعہ یہ ثابت کر دیتا ہے یہ کوئی تصوف کا ذوق رکھنے والا نہیں لکھ سکتا ہے بلکہ یہ بے معنی دعویٰ ہے بلکہ بے ادبی ہے۔ یہ ایک بلند مرتبہ منعم اللہ کے الہامات کا مجموعہ ہے۔ اب جہاں تک اس کے مطالب کے عمدہ نہ ہونے کا سوال ہے تو یہ ایک طرف الہامات کو دیکھیے اور دوسری طرف منسوب مصنف کو جن کے بارے میں خود صاحب مآثر الامرا لکھتے ہیں کہ:

"اگرچہ وہ رفاہ کوش اور کم آزار تھا لیکن اس کو حرص اور لالچ بہت تھا۔ چاہتا تھا کہ میرا نام دنیا میں ہمیشہ باقی رہے"

تو خود بہت اچھے مطالب برے معلوم ہونے لگتے ہیں۔ یہ بڑا اہم نکتہ ہے کہ الہامات منعمی کے مصنف نے خود کو اتنا زیادہ مخفی رکھا ہے جو تصوف میں انتہائے انکسار کی معراج ہے کہ آج اس کتاب کی تصنیف کے ایسے دعویدار بھی نکل آئے جو شہرت اور نام کے بھوکے تھے۔ جب کہ پوری الہامات توکل سادگی اور راہ سلوک کے طے کرنے میں مندرجہ بالا خواہشات سے قطع تعلق کی تعلیم دے رہی ہے۔

صاحب مجمع النفائس کے مطابق منعم خاں شیخ محمدی سے بیعت تھا۔ ممکن ہے کہ وہ ان حضرت سے بیعت ہوا ہو۔ اس کے برعکس حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاکؒ ایک صوفی خاندان میں پیدا ہوئے صوفیانہ ماحول میں تعلیم پائی، گھر سے صوفی زادہ نکلے اور صوفی و صافی نکلے تصوف کی دنیا میں رہے۔ بیعت ہوئے، خرقہ خلافت عطا ہوا۔ سجادہ پر بیٹھے، ایک عالم کو سیراب کیا۔ دنیائے تصوف میں ان کا بلند مقام ہے۔ صوفیائے عصر نے ان کو تسلیم کیا۔ وہ حیات تھے تو صوفی کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے اور بعد وصال ایک خاص صوفیانہ روش، مزاج اور تعلیمات ان کی یادگار ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ کچھ الہام کا تخاطب بھی صاحب الہام کی شخصیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ اکثر الہام میں مریدوں، عزیزوں اور سالکان راہ شریعت کو مخاطب کیا گیا ہے۔ جس سے صاحب الہام کا شیخ وقت اور مرشد مریدان ہونا ثابت ہوتا ہے۔

الہام نمبر ۳۰ اس طرح شروع ہوتا ہے۔ "در مدرسہ علما ظاہر عمری صرف کردم، یا فتی نیافتم"۔ مخدوم منعم پاکؒ کے احوال میں صاحب کیفیت العارفین، سیدہ شاہ عطا حسین فانی منعمی گیاوی لکھتے ہیں:

"تا مدت دوازدہ سال در مدرسہ ہائے بصحبت عالمان ظاہر حاضر بودہ علم آموختند و در سینہ گنجینہ درس کتب فقہ و فرائض اندوختند آخر الامر چو از دنیا دیدہ طمع دوختند، خرمن ناموس را در آتش حقیقی سوختند"۔

الہام نمبر ۲۲ پر مخدوم شاہ شرف یحییٰ منیری کا تذکرہ آیا ہے۔ جبکہ پورے رسالے میں کہیں پر کسی بھی بزرگ کا تذکرہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ کثرت سے حافظ شیراز اور مثنوی مولانا روم کے اشعار استعمال ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے صرف مخدوم جہاں کا تذکرہ مصنف سے مندرجہ ذیل رابطہ کی وجہ سے ہے جو مخدوم منعم پاکؒ کے بارے میں شاہ عطا حسین فانی منعمی گیاوی نے لکھا ہے:

"وہم باعث قیام در ولایت وہم جواری حضرت مخدوم شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کہ از آنحضرت عقیدت واثق بود و بسیار عقدہ ما لا ینحل از روح طیبہ حضرت مخدوم الملک حل یافت فیض روحی بودہ"۔

الہامات منعمی اور مشاہدات منعمی میں یہ درود شریف بھی موجود ہے۔ "اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل محمد

بعد وکل ذرة الف الف مرة — یہ درود شریف سلسلہ منعمیہ میں شامل وظیفہ ہے۔ بلکہ بعضوں نے اسے درود سلسلہ منعمیہ کہا ہے۔ یہ درود شریف مخدوم کے دستِ خاص کے لکھے ہوئے دیگر سفینوں میں بھی موجود ہے۔

الھامات منعمی میں تقریباً ۸۲ اشعار شامل ہوئے ہیں۔ ان میں کچھ اشعار مکرر سہ کرر استعمال ہوئے ہیں۔

الھامات منعمی کے موضوعات کے صف میں بحث حقائق الاشیا نزد اہل تصوف مصدر تشبیہ ارواح انسانی نزد اہل تصوف اور تجدد امثال نمایاں ہیں۔

سالک طریقت کی ہدایت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں،

"ای سالک طریق ہدایت در اول سلوک محنت خلوت و مجاہدات و ریاضات باید کشید و تنہائی و گرسنگی و درد و الم و محنت و غم باید ساخت والذین جاہدوا فینا لنہدینھم سبلنا تا غول نفس سرکش از طریق بر نخیزد سالک بیچارہ بمنزل مقصود نرسد ؎

نفس خود را کش جہانی زندہ کن — خواجہ را کشتہ است او را بندہ کن

لا واللہ ان یکون لصاحب النفس الیہ سبیلا۔ آخر کار اے عزیز از خود تا بحق دو قدم راہ بیش نیست قدم اول از خود گذشتن و دوم بحق پیوستن ؏ نفسک و تعال ؏ تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز تا کل از خود نگذری لیکل نرسی تا موی از خود داری بوی از خدا نیابی المکاتب عبد ان بقی علیہ درہم والسلام۔"

صاحب الھامات منعمی تصوف کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تصوف خود را صاف کردن است یعنی صاف کردن نیت و قول و فعل خود از ماسوی اللہ و ایں مرتبہ حاصل می شود بقرب نوافل و فرایض و مرتبہ کہ از قرب نوافل و فرایض برتر است قلم در بیانش نامحرم و کاتب محروم و ھو العلیم الحکیم۔"

●●

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق
شعبۂ فارسی
ایچ ڈی جین کالج، آرہ

جواہر الانوار

جواہر الانوار علم تصوف میں ایک بیحد اہم و پر ارزش رسالہ ہے جس کے مصنف بستان ابوالعلائیہ کے گل شاداب ہمارے اعلیٰ حضرت میر سید شاہ قمر الدین حسین فرحتی البرکاتی المنعمی ہیں جن کی پیدائش آج سے دو سو سال قبل اسی شہر عظیم آباد میں ہوئی تھی۔ آپ حضرت سید شاہ شمس الدین حسین داناپوری قدس سرہ کے فرزند تھے اور حضرت سید شاہ عبدالمنان قادری دہلوی کے نواسے۔ رسالہ جواہر الانوار تقریباً پونے دو سو سال قبل کی تصنیف ہے مگر اب تک زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکا۔ خدا بخش لائبریری، ندوۃ العلماء کے علاوہ اس خانوادے کے اکثر گھرانوں میں اس کی نقلیں محفوظ ہیں، مثلاً خانقاہ منعمیہ قمریہ پٹنہ، خانقاہ چشتیہ نظامیہ داناپور، خانقاہ منعمیہ گیا وغیرہ۔ خدا بخش کا نسخہ بخط مصنف ہے۔ پیش نظر نسخہ داناپور کے سید شاہ محمد امین داناپوری قدس سرہ کے دست خاص کا نقل شدہ ہے۔ شاہ محمد امین صاحب مصنف جواہر الانوار کے بھانجے اور سید شاہ واجد حسین داناپوری کے صاحبزادے ہیں۔ یہ نقل ۱۲۷۳ھ کی کتابت شدہ ہے۔

جواہر الانوار اپنے موضوع و مواد کے لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں ۲۵ جوہر ہیں اور ہر جوہر کے تحت تصوف کے نکات و مسائل شرح و بسط سے بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً جوہر در بیان توجہ مبتدیان و طریق نشستن آنہا۔ جوہر در بیان کیفیات، جوہر در بیان صاحب کیفیت، جوہر در بیان اوقات معمولات سالکان، جوہر در بیان واردات، جوہر در بیان مراقبات، جوہر در بیان اذکار و جوہر در بیان سماع و آداب آں وغیرہ۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ شغل و مراقبہ، ذکر و ضرب، نشست و برخاست نیز دیگر طرق و قواعد جو طریقت و تصوف میں درپیش آتے ہیں ان کی عملی تصویر لفظوں میں کھینچ کر رکھ دی ہے۔ مثلاً طریق ذکر باشراکت دست "چوں لا گوید ہر دو دست بردارد و دو سنگ زند چنانچہ ہر دو دست برابر سینہ خود آرد و چوں الٰہ گوید ہر دو دست را بطرف ہر دو زانو برد و بقوت دستک زند الا اللہ را باز دست بالا بردہ بطور اول دست بر دست زند و اگر خواہد ہر دو دست را جداگانہ بر ہر دو زانو ضرب دہد و کلمۂ آخر گوید باز اعادہ نماید و اگر خواہد از اسمائے الٰہی با ایں طور عمل آرد۔"

"دیگر طریق ذکر بوسیلۂ ہر دو پائے استادہ شود و پائے راست را بردارد و گوید لا و پائے چپ را برداشتہ بقوت تمام ضرب دہد و الٰہ گوید و باز اعادہ کند و اگر خواہد پیش و پس نماید و اگر خواہد یکجا ایستادہ ذاکر باشد و در ہر دو صورت فہم و

زبان را موافق دارد... مگر بہمہ حال تنہائی ضرور است"۔

"چہار زانوی نشیند و انگشتان پای راست را بزانوے چپ می برند و انگشتان چپ را بطرف راست و رگ کیماس از ہر دو انگشتان بقوت گیرد و ہر دو دست را بر زانو نہد و لا را از زانوے چپ بدر آرد و از دوش راست بر دق رسانیدہ بزور بر قلب ضرب رساند و دیگر ایں کہ دو زانو نشستہ لفظ لا را از ناف بردارد و بدماغ رساند و از آنجا لفظ الہ را بر لطیفۂ روحی ضرب دہد و الا اللہ را بر قلب اگر خواہد از لطیفۂ روحی گشتے کند و بر قلب صنوبری رساند"۔

الغرض مصنف نے پاس انفاس، اثبات ذات، نفی اثبات، تصور الہ، ترکیب ذکر اسم اللہ، ذکر خفی و جہری وغیرہ کی عملی صورت سے بحث کرتے ہوئے اس کے مجرب اثرات پر روشنی ڈالی ہے۔

مصنف جواہر الانوار تصوف میں مسلکاً وجودی مع الشہودی تھے آپ نے ان دونوں نظریوں کی خوبصورت تطبیق کی ہے۔ وہ اس باب میں کسی کے مقلد نہ تھے، بلکہ موجد۔ فرماتے ہیں:

"باید دانست در مقام مراقبہ و مشق توحید و معمولات اوقات کہ بحسب ظاہر خلاف کتب ما تقدم کردہ ام موجب ایں است کہ بسبب اقتضائے بسیار کہ از تفرقہ حضوری شیخ پیش آمدہ بود ناچار اتفاق ایجادی گشتے آں مفید شد... ہمیں طور موجد نوع دیگری گردیدم"

وہ لکھتے ہیں کہ ان کے استاد مولانا سید شعیب الحق مسافرؒ وحدت الوجود کے قائل تھے اور بطور متکلمین شہود فقط ظاہر کرتے لہٰذا آٹھ برس ان کی صحبت میں آپ بھی ویسا ہی تقلیدی عقیدہ رکھتے تھے اور بزرگان عرفاں کے حلقے میں آجانے کے بعد بھی وحدت الوجود پر دل سے یقین نہ ہوتا تھا مگر آخر الامر صاحب دعوٰی ہوئے چند سال بعد شہودیوں کا عقیدہ دل پر غالب آیا اور مدت تک یہی حال رہا کہ وحدت الوجود کفر معلوم ہوتا تھا۔ پھر شیخ کے طفیل ان مہلکات سے نجات پائی اور عقیدہ وجود مع الشہود دل پر ثابت ہوا۔ جوہر شانزدہم میں توحیدات کے بیان میں توحید ذاتی اور توحید صفاتی سے نہایت عقلی منطقی اور مشق توحید کی عملی بحث کی ہے جو یقیناً ندرت و انفرادیت کی حامل ہے۔ ۷۲ سال کی عمر میں جواہر الانوار کے مصنف نے ۱۲۰۵ھ میں بکیفیت میں انتقال فرمایا۔ اس مصرعہ پر آپ کو وجد تھا۔ "ترے در پہ جو بیٹھے تو خوب ہوا کہ کشاکش دیر و حرم سے چھٹے" وفات سے کچھ دیر پہلے امیر خسروؒ کے اس شعر کی تشریح بیان فرمائی جو نبی بخش قوال نے حضرت ولی نعمت کی فرمائش پر شروع کر دی تھی:

سلطان خوباں میرود ہر سو ہجوم عاشقاں
چابک سواراں یکطرف مسکین گدایاں یکطرف

صاحب کیفیت العارفین لکھتے ہیں کہ "حضرت میر قمر الدین حسینیا قدس سرہٗ خود ایں شعر بر زبان شریف آوردند و کیفیت در آمدند و معنی بیان فرمودند۔ اے عزیزاں سلطان خوباں چیست یعنی روح است چوں روح از جسم برود ہر سو ہجوم عاشقاں گردد و ہجوم عاشقاں مراد از اعضائے ہست چابکسواراں یکجانب و مسکین گدایاں یکجانب، چابکسواراں مراد از اعضائے رئیسہ و مسکین گدایاں از غیر موروثہ رئیسہ مراد ا"

(کیفیت العارفین ص ۲۶۶) ●●

ڈاکٹر عبدالرشید
شعبۂ عربی
پٹنہ یونیورسٹی۔

خلاصت السلوک فی نیل الرفعت والسموک

یہ کتاب حاجی بن سعید القیسی کی تالیف ہے۔ کتاب کے خطبہ میں مولف نے اپنا نام اسی طرح درج کیا ہے۔ تذکرہ کی بہت سی کتابوں میں تلاش و جستجو کے باوجود مولف کی زندگی کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ کشف الظنون اور ایضاح المکنون وغیرہ میں اس کتاب کا تذکرہ نہیں ملتا ہے۔ رضا لائبریری رامپور، جواہر میوزم اور آندھرا پردیش کے ایک کتابخانہ میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ خدابخش لائبریری میں اس کے دو قلمی نسخے موجود ہیں۔ ایک نسخہ ۲۱۵۹ نمبر کے تحت محفوظ ہے مگر یہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ وائٹ پیپر دونوں جانب چپکانے کی وجہ سے اکثر صفحات ناقابل خواند ہیں۔ اس نسخہ کے کاتب عبدالرحیم بن شیخ فتح محمد ہیں، سنہ کتابت ۱۱۱۵ھ ہے۔ ٹائٹل پیج پر یہ عبارت درج ہے "مکتوبہ ۱۱۱۵ھ عہد جلوس عالمگیر الغازی" اور ترقیمہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر اورنگ زیب کے مسند نشینی کے ۴۷ویں سال میں اس کی کتابت ہوئی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس نسخہ کی کتابت ہندوستان ہی میں ہوئی ہے۔ تحریر بہت باریک مگر خوشخط ہے۔

دوسرا نسخہ ۴۳۹۱ نمبر کے تحت محفوظ ہے حروف نسبتاً جلی ہیں اور خوشخط ہے۔ ۷۹، اوراق پر مشتمل ہے — سنہ کتابت مذکور نہیں ہے۔ صفحہ عنوان پر چار قدیم مہریں ہیں۔ دو مہر محو کردہ ہیں۔ ایک مہر میں "محمد عبدالوہاب" اور دوسرے مہر میں غالباً "محمد عاقل" درج ہے۔ کتاب کے آخر میں ملک ادریس بن شیخ مدار خاں درج ہے۔ پہلا نسخہ دوسرے نسخہ کے مقابلہ میں زیادہ صحیح ہے۔

پوری کتاب ۵۸ ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کا آغاز ان الفاظ میں ہوتا ہے:

الحمد للہ رب العالمین والعاقبت للمتقین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وبعد فقال المفتقر الی رحمۃ اللہ القوی حاجی بن سعید القیسی غفر اللہ لہ ولوالدیہ انی الخلصت هذا الکتاب من الحقائق لیکون ذریعۃ للمعرفت الدقائق وسمیت خلاصۃ السلوک فی نیل الرفعت والسموک، ورتبت بنیف خمسین بابا

حمد و صلوٰۃ کے بعد مولف نے اپنا نام اور کتاب کا نام بتلایا ہے۔ پھر حسب ذیل ۵۸ ابواب بیان کیے ہیں —

۱۔ عقل کے بیان میں ۲۔ عقلا کے بیان میں، ۳۔ علم کے بیان میں، ۴۔ علماء کے بیان میں ۵۔ معرفت کے بیان میں ۶۔ عارف کے بیان میں، ۷۔ نیت کے بیان میں، ۸۔ ادب کے بیان میں، ۹۔ زہد کے بیان میں ۱۰۔ زاہد کے بیان میں۔ ۱۱۔ ورع کے بیان میں، ۱۲۔ محبت کے بیان میں، ۱۳۔ شوق کے بیان میں، ۱۴۔ عشق کے بیان میں ۱۵۔ وجد کے بیان میں، ۱۶۔ جوع کے بیان میں، ۱۷۔ ریاضت کے بیان میں، ۱۸۔ مجاہد کے بیان میں، ۱۹۔ خوف کے بیان میں، ۲۰۔ رجا کے بیان میں، ۲۱۔ توبہ کے بیان میں، ۲۲۔ انابت کے بیان میں، ۲۳۔ فقر کے بیان میں، ۲۴۔ غنا کے بیان میں، ۲۵۔ قنوت کے

بیان میں، ۲۶۔ رضا کے بیان میں، ۲۷۔ اخلاص کے بیان میں، ۲۸۔ یاد کے بیان میں، ۲۹۔ عزلت کے بیان میں، ۳۰۔ خلوت کے بیان میں، ۳۱۔ اولیاء کے بیان میں، ۳۲۔ کرامت کے بیان میں، ۳۳۔ توکل میں، ۳۴۔ تواضع میں، ۳۵۔ قناعت میں، ۳۶۔ استقامت میں، ۳۷۔ امر بالمعروف میں، ۳۸۔ بلا میں، ۳۹۔ قرب میں، ۴۰۔ عبودیت میں، ۴۱۔ یقین میں، ۴۲۔ تقویٰ میں، ۴۳۔ اکل حلال میں، ۴۴۔ ذکر میں، ۴۵۔ تفکر میں، ۴۶۔ فراست میں، ۴۷۔ دنیا میں، ۴۸۔ حرص میں، ۴۹۔ حسد میں، ۵۰۔ تصوف میں، ۵۱۔ مراقبہ میں، ۵۲۔ حسن خلق میں، ۵۳۔ بکاء میں، ۵۴۔ ارادہ میں، ۵۵۔ غض بصر میں، ۵۶۔ حریت میں، ۵۷۔ رزق میں، ۵۸۔ حفظ جوارح میں۔

مذکورہ بالا ابواب سے یہ بات واضح ہے کہ مؤلف نے اپنے اس مختصر کتاب میں تصوف کے اکثر و بیشتر بنیادی مسائل پر گفتگو کی ہے۔ یہ گفتگو بہت مفید اور ایسے دلچسپ انداز میں کی گئی ہے جس سے پڑھنے والے کے دل و دماغ میں عمل کا شوق اور داعیہ پیدا ہو۔ تصوف کے پرپیچ اور نزاعی مسائل پر مؤلف نے ایسا انداز بیان اختیار کیا ہے جس کے پڑھنے پر کسی طرح کی اُلجھن یا خلجان محسوس نہیں ہوتا۔

پوری کتاب احادیث، آثار صحابہ اور صوفیا کرام کے ملفوظات سے بھری ہوئی ہے۔ بہت سے محدثین نے فضائل پر مشتمل احادیث کے جمع کرنے میں بہت زیادہ احتیاط سے کام نہیں لیا ہے۔ عام طور پر یہی حال تصوف کی کتابوں میں ذکر کردہ احادیث کا ہے۔ مگر ہمارے مؤلف نے کافی احتیاط سے کام لیا ہے۔ پھر بھی بعض ایسی حدیثیں موجود ہیں جن پر گفتگو کی جاسکتی ہے۔ کہیں کہیں انبیاء سابقین کا بھی تذکرہ ملتا ہے، مثال کے طور پر تیسرے باب میں (جو علم سے متعلق ہے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے!

"قال عیسیٰ علیہ السلام: عجبت لقانع بالجهل ویعلم آن اللہ تعالیٰ لایقبل الاعمال الا بالعلم" مجھ کو جہالت پر قناعت کرنے والے انسان پر حیرت و تعجب ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی ایسے عمل کو قبول نہیں کرتا ہے جس کو علم کی روشنی میں نہیں کیا گیا ہو۔ اسی باب میں حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے:

وقال بعض السلف: اوحی اللہ تعالیٰ الی داؤد علیہ السلام فقال یا داؤد ان الزهد لایصلح الا بالعلم کما ان الجسد لایصلح الا بالروح والعلم لایصلح الا مع العمل کما ان الزرع لایصلح الا بالماء۔

بعض سلف نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی اور ارشاد فرمایا: کہ اے داؤد زہد بغیر علم کے صحیح نہیں ہو سکتا جس طرح جسم بغیر روح کے صحیح نہیں ہوتا اور علم بغیر عمل کے درست نہیں ہوتا جس طرح کھیتی پانی کے بغیر ٹھیک نہیں ہو سکتی۔

چوتھا باب علماء کے بیان میں ہے اس باب میں حضرت لقمان علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے "وقال لقمان اقتدوا بعلم العلماء ولا تقتدوا بفعلهم واقتدوا بفعل الزهاد ولا تقتدوا بجهلهم"

حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ: تم علماء کے علم کی اقتدا کرو اور ان کے ہر عمل کی اقتدا نہ کرو، اور تم زاہدوں کے عمل کی اقتدا کرو اور ان کے جہالت کی اقتدا مت کرو۔

معرفت کے باب میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق یہ روایت ملتی ہے "وفی الخبر ان داؤد علیہ السلام ناجی ربہ فقال ما جزاء من عرفک وسلم نفسہ الیک قال اللہ تعالیٰ یا داؤد جزاءہ عندی شیئان أن أجعل البلاء قیدہ والصبر صیدہ"

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے سرگوشی کی اور دریافت کیا کہ: اس شخص کو کیا پاداش ملے گا جس نے تمہاری معرفت حاصل کی اور اپنے نفس کو تمہارے حوالہ کر دیا۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے داؤد میرے نزدیک اس کا بدلہ دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ ابتلاء و آزمائش کو میں اس کی بیڑی بنادوں گا اور دوسری یہ کہ صبر کو اس کا شکار بنادوں گا۔ آخری باب میں جو "حفظ جوارح کے بیان میں ہے" یہ عبارت ملتی ہے۔

"وعن یحیی بن کثیر قال قال سلیمان بن داؤد صلوات اللہ علیہما ثلاثۃ لاتکون فی بیت الانزعت منہم البرکۃ الخیانت والزنا والسرقۃ"

یحییٰ بن کثیر سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں جب کسی گھر میں پائی جاتی ہیں تو فرشتہ رحمت اس گھر سے الگ کر دیے جاتے ہیں، خیانت، زنا اور چوری۔

اس کتاب میں چند اسرائیلی واقعات بھی مذکور ہیں۔

صحابہ تابعین اور صوفیاء کرام میں حسب ذیل شخصیتوں کے اقوال بکثرت ملتے ہیں۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ، حضرت ابو درداءؓ، جعفر بن محمد الصادقؒ، عمر بن عبد العزیزؒ، حسن البصریؒ، شبلیؒ، ابو یزید البسطامیؒ، جنید بغدادیؒ، ذو النون مصریؒ، السری سقطیؒ، ابراہیم بن ادہمؒ، فضیل بن عیاضؒ، سہل بن عبد اللہ التستریؒ اور ابو بکر الواسطیؒ وغیرہ۔

کتاب کی ترتیب کے متعلق یہ بات قابل ذکر ہے کہ مؤلف نے ہر باب یا ہر عنوان کے ضمن میں تین فصلیں قائم کی ہیں، فصل اول میں ہر عنوان کی تعریف بیان کی گئی ہے اور فصل دوئم میں صفات محمودہ کیلئے فضائل اور صفات مذمومہ مثلاً حرص وحسد وغیرہ کے لیے مذمت بیان کیے ہیں۔ اور اس فصل میں بالعموم احادیث، آثار اور ملفوظات صوفیاء سے استدلال کیا ہے، فصل سوئم میں اشارات ہیں۔ فصل دوئم کی طرح اس فصل میں بھی احادیث و آثار اور ملفوظات اور کہیں کہیں مختلف واقعات پیش کیے گئے ہیں جن سے ہر عنوان کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

نمونہ کے طور پر اب ہم مختلف مقامات سے چند ابواب نقل کرتے ہیں تاکہ کتاب کی صحیح تصویر ہمارے سامنے

آجائے۔ اس کتاب کا پہلا باب "عقل" سے متعلق ہے اور اس باب کی تینوں فصلیں بہت دلچسپ اور معلوماتی ہیں اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اسی باب کو پیش کیا جائے۔

باب اول عقل کے بیان میں | فصل اول تعریف میں: اہلِ عقل کا قول ہے کہ عقل ایک ایسا نورانی جوہر ہے جس کو اللہ نے دماغ میں پیدا کیا اور اس کا نور قلب انسانی میں رکھا تاکہ وہ غائب اشیاء کا ادراک کر سکے۔

اہلِ زبان نے عقل کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ عقل ایک ایسی دولت ہے جو صاحب عقل کو دنیا کی ملامت اور آخرت کی لغزش سے بچاتی ہے۔ ایک حکیم صاحب کا قول ہے کہ عقل روح کی حیات ہے اور روح جسم کی حیات ہے۔

دوسری فصل فضیلت کے بیان میں | نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے جب عقل کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا کہ اے عقل بیٹھ جا تو بیٹھ گئی۔ پھر ارشاد ہوا کہ کھڑی ہو جا تو کھڑی ہو گئی۔ پھر ارشاد ہوا کہ سامنے آ تو آ گئی پھر ارشاد ہوا کہ پیچھے چلی جا تو چلی گئی، پھر ارشاد ہوا کہ بول تو بول پڑی، پھر ارشاد ہوا کہ چپ تو چپ ہو گئی پھر ارشاد ہوا کہ دیکھ تو دیکھنے لگی۔ تو پھر ارشاد ہوا کہ مڑ تو مڑ گئی، پھر ارشاد ہوا کہ سمجھ تو سمجھ گئی۔ پھر ارشاد ہوا کہ تمام مخلوقات پر میری عزت وجلال عظمت و کبریائی اور قدرت کی قسم میں نے کوئی ایسا مخلوق پیدا نہیں کیا جو تمہارے مقابلہ میں میرے نزدیک زیادہ مکرم ہو، تجھی سے میں پہچانا جاتا ہوں۔ تجھی سے میں عبادت کیا جاتا ہوں اور تجھی سے میں اطاعت کیا جاتا ہوں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرا ارشاد ہے کہ انسان کا قوام یا اصل جوہر اس کی عقل ہے اور اس شخص کا کوئی دین نہیں جس کا قوام مفقود ہو۔ بعض صحابہ کرام کا ارشاد ہے کہ قابل مبارکباد ہے وہ شخص جس کی عقل اس کا امیر ہو اور ہوائے نفس اس کا اسیر ہو۔ ایسا شخص دنیا میں عزیز اور آخرت میں شریف ہوگا۔ قابل ہلاکت وبربادی ہے وہ شخص جس کی عقل اس کا اسیر ہو اور ہوائے نفس اس کا امیر ہو۔ ایسا شخص دنیا میں ذخیرہ اندوز اور آخرت میں خسارہ والا ہوگا۔

دوسرا باب عقلا کے بیان میں | فصل اول تعریف میں: اہل معرفت کا قول ہے کہ عاقل وہ ہے جو اپنے رب سے خوف کھائے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرے ـــــ کہا گیا ہے کہ عاقل وہ ہے جو قدم رکھنے سے پہلے قدم رکھنے کی جگہ کو دیکھ لے ـــــ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عاقل وہ ہے جو اپنی دنیا کو آخرت کے لیے قربان کر دے۔

فصل دوئم فضیلت کے بیان میں | نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے کہ جس کی زبان سچی ہو، جس کی خاموشی دیر تک رہتی ہو اور جس کے شر سے لوگ محفوظ ہوں وہ عاقل ہے۔ اگرچہ وہ کتاب اللہ کو پڑھنا نہیں جانتا ہو۔

حضرت جعفر بن محمد الصادق کا ارشاد ہے کہ آدمی کی سعادتمندی کی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا دشمن عقلمند ہو اور میرا دشمن عقلمند نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس سے حضرت جعفر کی مراد ان کا نفس ہے۔

حضرت ابو درداء کا قول ہے کہ عاقل وہ ہے جو اپنے سے بڑوں کے لیے تواضع اور انکساری کرے اور اپنے سے کمتر کی تحقیر و تذلیل نہ کرے۔ اپنے فضل کو اپنی زبان سے بچائے رہے یعنی اپنے فضل و شرافت کا اظہار اپنی زبان سے کر کے اپنے منہ میاں مٹھو نہ بنے۔ اور لوگوں کی شان کے مطابق ان سے خوش اخلاقی سے پیش آئے۔

فصل سوئم اشارات کے بیان میں: عاقل وہ ہے کہ جو دنیا کو ترک کر دے اس سے پہلے کہ دنیا اسکو ترک کرے۔ قبر کو آباد کرے اس سے پہلے کہ وہ اس میں داخل ہو اور اللہ کو راضی کرے اس سے پہلے کہ وہ اس سے جا ملے۔

اہلِ معرفت کا قول ہے کہ جب کسی آدمی میں علم عمل اور ادب تینوں چیزیں جمع ہو جائیں تو اس کو عاقل کہا جائیگا۔ اور جب کوئی صاحب علم با عمل نہ ہو یا صاحب علم با ادب نہ ہو یا ادب کے ساتھ باعمل ہو مگر وہ صاحب علم نہ ہو تو وہ عاقل نہیں ہو گا۔

۴۳واں باب تقویٰ کے بیان میں فصل اول تعریف میں: جعفر الصادقؒ نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ تم اپنے دل میں خدا کے سوا کسی اور کو نہ دیکھو۔ کہا گیا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ تم اپنے باطن کو خدا کے لیے ٹھیک اسی طرح سے آراستہ کرو جس طرح تم اپنے ظاہر کو مخلوق خدا کے لیے آراستہ کرتے ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ تقویٰ خدا کے علاوہ ہر شے کو ترک کر دینا ہے۔

فصل دوئم فضیلت میں علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ دنیا میں لوگوں کے سردار سخی لوگ ہوتے ہیں اور آخرت میں لوگوں کے سردار متقی لوگ ہوں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسی چیز سب سے زیادہ جنت میں داخل کرے گی۔ فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اور حسن خلق۔

فصل سوئم اشارات میں بیان کیا گیا ہے کہ بعض صوفیاء سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی کب تقویٰ کے مقام تک پہنچتا ہے تو فرمایا کہ جب وہ اس مقام پر پہنچ جائے کہ اس کے دل کی تمام چیزیں اگر ایک طشت میں ڈال دیا جائے اور اس طشت کو پورے بازار میں پھرایا جائے تو اس کو طشت کی کسی چیز سے شرم و حیا محسوس نہ ہو۔

اور نصر آبادی کا قول ہے کہ نفس کا توشہ تقویٰ ہے قلب کا توشہ معرفت ہے اور روح کا توشہ محبت ہے۔ پس جو شخص تقویٰ کو حاصل کرے تو وہ دنیا سے الگ ہونے کا مشتاق ہو گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور یقیناً آخرت کا گھر سب سے بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں کیا تم اس بات کو نہیں سمجھتے ہو۔

عمر بن عبد العزیزؒ کا قول ہے کہ تقویٰ دن کا روزہ رکھنا اور رات کا قیام کرنا اور دونوں کے درمیانی اوقات کو عبادت میں ملانا نہیں ہے بلکہ تقویٰ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو ترک کرنا اور اس کے فرض کردہ اشیا کو ادا کرنا ہے۔ پھر جو شخص اس کے بعد اس کے فضل و کرم سے فیضیاب ہو تو وہ خیر کی طرف خیر کا اضافہ ہے۔ ●●

جناب عطا خورشید
خانقاہ منعمیہ، خانقاہ روڈ، رام ساگر، گیا

خانقاہ منعمیہ ابو العلائیہ گیا
کے
چند اہم مخطوطاتِ تصوف

دقیقۃ السالکین

حضرت سید شاہ عطا حسین منعمی ابو العلائی قدس سرہ داناپور کے ایک مشہور صوفی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۲۲ ر رمضان المبارک ۱۲۴۱ھ کو گوری گلی پٹنہ سٹی میں ہوئی۔ آپ کے والد کا سایہ ایام طفولیت ہی میں سر سے اٹھ گیا تھا۔ آپ نے درسیات کی تکمیل اپنے چچا حکیم سید شاہ مراد علی قدس سرہ سے کی۔ اور اپنے جدامجد سید شاہ غلام حسین داناپوری قدس سرہ خلیفۂ اکمل حضرت مخدوم منعم پاکباز قدس سرہ سے پندرہ سال کی عمر میں بیعت کی۔ پیر و مرشد کے وصال کے بعد اپنے بڑے ماموں حضرت سید شاہ قمر الدین حسین قدس سرہ جو کہ حضرت رکن الدین عشق قدس سرہ کے جانشین حضرت شاہ ابو البرکات قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور علوم باطنیہ اور اوراد و اشغال کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ۲۹ رسال کی عمر میں۔ ۱۲۷۰ھ میں حج کے ارادے سے سیاحی اختیار کی۔ اثنائے راہ میں مختلف بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے رہے اور فیض سے معمور ہوئے۔ ۱۲۷۲ھ میں وطن واپس لوٹے اس کے بعد ۱۲۶۵ھ میں شہر گیا میں تشریف لائے اور حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت کے اشارے سے اسی شہر میں خدمت خلق پر مامور کیے گئے۔ اور یہیں ۱۳۱۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت سید شاہ عطا حسین قدس سرہ کو ابتدا ہی سے تصنیف و تالیف کا ذوق تھا۔ چنانچہ مختلف موضوعات پر آپ کی ۳۵ اردو و فارسی تصنیفات ہیں۔ کچھ تو زمانہ کی دستبرد سے ضائع ہو گئیں اور کچھ آج بھی خانقاہ منعمیہ ابو العلائیہ (گیا) میں موجود ہیں۔ ابھی تک آپ کی صرف تین کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہیں (۱) کنز الانساب (۲) مثنوی سر حق اور (۳) کیفیت العارفین۔ بقیہ تمام تصانیف غیر مطبوعہ ہیں۔ انہیں غیر مطبوعہ تصانیف میں ایک تصنیف "دقیقۃ السالکین" ہے جو اس وقت میرا موضوع ہے۔

علم تصوف اور اس کے متعلقات پر یہ ایک مبسوط کتاب ہے۔ جہاں تک راقم السطور کی واقفیت ہے۔ یہ ایک ہی نسخہ ہے جو خانقاہ منعمیہ ابو العلائیہ (گیا) میں خود مصنف کے دست خاص کا لکھا ہوا موجود ہے اس لیے کافی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ نسخہ ۲۰۴ اوراق پر مشتمل ہے اس کی لمبائی "۱۱ اور چوڑائی ۷" ہے۔ مسطر ۱۹ سطری ہے اور خط شکستہ

میں تحریر ہے۔ سنہ کتابت کہیں بھی درج نہیں ہے لیکن مقدمہ اور سبب تالیف کے مطالعہ سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ۱۲۶۰ھ کے بعد لکھی گئی ہے۔ آپ نے اپنے اردو سفرنامہ "ہدایت المسافرین" جو کہ ۱۲۶۰ھ سے ۱۲۶۴ھ کے درمیان تکمیل کو پہنچا ہے، میں اس کتاب کا جابجا ذکر کیا ہے اور سبب تالیف کے ضمن میں اس بات کا واضح طور پر اشارہ کیا ہے کہ یہ کتاب اپنے صاحبزادہ سید معظم حسن عرف عطا قطب الدین کی تعلیم و تربیت کے لیے لکھی ہے جن کی پیدائش ۱۲۶۰ھ میں ہوئی تھی الحاصل یہ کہ یہ کتاب ۱۲۶۰ھ کے بعد لکھی گئی ہے مگر انجام کو کب پہنچی اس کا ذکر کہیں بھی نہیں ہے کتاب کے آخر میں "بسبب طوالت کتاب بسیار رموز نوشتہ نہ شد" لکھ کر مضمون کو ختم کر دیا ہے۔

زیر نظر کتاب ایک مقدمہ اور ۲۲۹ دقیقہ جات پر مشتمل ہے۔ مقدمہ ایمان و اسلام کے بیان میں ہے۔ اس کی ابتدا قرآن پاک کی آیت ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون سے ہوتی ہے۔ اس آیت کے بعد اس کی تفصیل میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ اس عالم میں دو طرح کی جماعتیں ہیں ــــــ جن اور انسان، دونوں فریق میں کافر اور مومن بھی ہیں۔ اس تفسیر میں مصنف موصوف فرماتے ہیں کہ کائنات کی ہر مخلوق ذکر الٰہی میں ہمیشہ معروف رہتی ہے اس لیے انسان کو بھی یاد الٰہی سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ نیز ایمان اور اسلام کے مفہوم کو واضح کیا کہ ایمان کے معنی محفوظ ہونے کے ہیں اور اسلام کے معنی اللہ کے احکام کے سامنے سر جھکا دینے کے ہیں۔ فاضل مصنف نے اسلام کے پانچ بنیادی احکام کی تصریح کرتے ہوئے یہ بھی بتایا ہے کہ اسلام میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا جاننا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اہلسنت والجماعت کے عقائد پر روشنی ڈالتے ہوئے تمام صحابہ کرام کے مقامات کو متعین کیا ہے اور خلفائے راشدین سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث کو یکجا کر دیا ہے۔ پھر لفظ اہل سُنّت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ اہل سنّت صرف پنجتن پاک تک ہی محدود نہیں بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات، نیز آپ کے چچا، پھوپھی اور ان کی اولاد حتیٰ کہ آپ کے غلام بھی اہلبیت میں شامل ہیں۔ اولیاء اللہ سے متعلق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان حضرات کا طریقہ عمل جداگانہ ہوتا ہے ورنہ اصل ایک ہی ہے۔ بعدہٗ فاضل مصنف نے اس بات کی تلقین کی کہ احکام شریعت کے حصول کے بعد انسان کو چاہیے کہ طریقت کی راہ تلاش کرے پھر مصنف مذکور نے بیعت ہونے کی تلقین کی اور بیعت کی قسمیں بتائی ہیں اور مقدمہ کے آخر میں اذکار و اشغال کی تعلیم حاصل کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

یہ کتاب تصوف کی مشہور و معروف کتابیں جو عہد قدیم سے دائر و سائر ہیں ان میں اپنی ترتیب اور عنوانات کے اعتبار سے ایک مزید اضافہ ہے اور اس راہ کے سالکین کے لیے ایک ہدایت نامہ اور دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ بعض خاص خاص نکات جو اس کتاب میں دیے گئے ہیں وہ بغور مطالعہ کے مستحق ہیں اس لیے کہ اکثر و بیشتر مقامات اس میں

ایسے ہیں جو بہت ہی دقیق مضامین پر مشتمل ہیں اور ان کی تشریح کے لیے کسی کامل درویش کے تعاون کی ضرورت ہے۔ علاوہ بیانات جو اذکار و اشغال کے سلسلے میں ہیں۔ یہ ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں مختلف سلاسل کی خصوصیات کو بھی الگ الگ دقیقوں کے ضمن میں واضح کر دیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب مختلف سلاسل کے سالکین کے لیے بھی مشعل راہ بنی ہے۔

یہ کتاب ۲۲۹ دقیقہ جات پر مشتمل ہے اور ہر دقیقہ اپنا ایک الگ موضوع رکھتا ہے جس کی تفصیل اس وقت ممکن نہیں۔ المختصر یہ کہ اس کتاب میں سر بیعت، اقسام توبہ، اقسام مریدی، اصلیت شجرہ پیران، جذب و سلوک، بیان توحیدات، قبض و بسط، وجد و حال، تجرید و تفرید، ذکر و فکر، حیات و ممات اور دیگر اصطلاحات تصوف اور مختلف سلاسل کے اذکار و اشغال پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز فیوضات کی ان ساری کیفیات اور مشاہدات کو بھی بیان کیا ہے۔ جو مصنف موصوف کو بزرگوں کے مزارات سے حاصل ہوئے ہیں۔

حضرت سید شاہ عطا حسین قدس سرہٗ کے تصنیفی کارناموں کی ابتداء ۱۲۶۰ھ سے ہوتی ہے۔ یہ وہ عہد ہے جبکہ پرانی قدروں کا زوال شروع ہو چکا تھا اور جدید اذہان نئی قدروں کے فروغ کی طرف مائل و کوشاں تھے۔ اسی ضمن میں انشا پردازی بھی آتی ہے۔ اس عہد میں جو تصنیفات و تالیفات منظر عام پر آ رہی تھیں وہ صنائع و بدائع اور رنگین عبارت آرائی سے پر تھیں۔ فقرے مقفیٰ و مسجع ہوا کرتے تھے۔ قافیہ پیمائی پر خاص زور تھا۔ اس دور کے جدید اذہان کو ایسی تحریروں نے بغاوت کرنے پر اکسایا۔ چونکہ یہ انداز تحریر حصول مقصود میں سد راہ بنتا تھا۔ کوہ کندن و کاہ برآوردن کے مصداق تھا یعنی الفاظ زیادہ اور مفہوم مختصر۔ یہی وجہ تھی کہ دانشمند اہل قلم نے اس روش کو بدلنا مناسب سمجھا اور سلیس نگارش کی طرف مائل ہوئے اور نتیجہ کے طور پر بالکل سادہ اور سلیس طرز کی تحریریں منظر عام پر آئیں جس کے نمونے ہمیں سر سید وغیرہ کی تحریروں میں ملتے ہیں۔ یہ انقلاب صرف اردو ہی میں نہ تھا بلکہ فارسی انشا پردازی بھی انھیں مراحل سے گزر رہی تھی۔ فارسی انشا پردازی میں بھی دونوں رجحانات کے افراد موجود تھے۔ حضرت سید شاہ عطا حسین قدس سرہٗ کا شمار بھی انہیں انشا پردازوں میں ہے جو رنگین عبارت آرائی، صنائع و بدائع اور مقفیٰ و مسجع عبارت پر جان دیتے تھے مثال کے طور پر دقیقۃ السالکین کی عبارت کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

"اے عزیز سماع سریست از اسرار الٰہی، نباشد ہر کس و ناکس را ازیں آگاہی، مکتوم ست دریں رموز نامتناہی، صوفیان ذی وجد دریں بحر ذخار بجویائی، اسرار شناوری نمایند کماہی، در بحث حلت و حرمت اباحت متکلمین را صورت تقصیر تباہی، اینہا نشنیدہ صفت سرود بجو اند دف و آنہا طرب انگیز بر آواز معازف و ملاہی، با وجود آنکہ در علم ہمقریں و ہمردلیف، آخر مدعی گشتہ شدند حریف، در تقریر بجائی نوازند کوس مناہی علماء ظواہر آخر چوں

عسس متجسس آواز آہنگ بر کس و ناکس وصوفیان انداز جوانمردان مردسپاہی الحاصل کیفیت حقیقت ایں نمی گنجد درمیان کاغذ وسیاہی' لذت خوردن لوزوجوز چہ داند کسان راہی۔"

مذکورہ بالا عبارت اور اس کے انداز تحریر سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ فاضل مصنف نے زبان و بیان کے ساتھ ساتھ انداز تحریر کو ایک نیا انداز بخشا ہے جو متصوفانہ تصنیف کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ خواجہ میر درد کے والد خواجہ عندلیب کی تصنیف میں بھی یہی انداز ہے لیکن حضرت موصوف نے ایمائیت اور رمزیت سے اجتناب کرتے ہوئے اپنی منفرد روش نکالی ہے' دقیقۃ السالکین کی یہ طرز تحریر دوسری تصانیف سے منفرد نظر آتی ہے اور یہی اس کی امتیازی وانفرادی شان ہے۔

ملفوظات حضرت سید شاہ عطا حسین منعمی ابوالعلائی دانا پوری ثم گیاوی قدس سرہٗ

ملفوظات کے جمع کرنے کا ذوق صوفیائے کرام میں زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ یوں تو ہر سلسلہ میں بزرگوں کے ملفوظات کی کمی نہیں ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ بزرگان چشت نے اس کی طرف کافی توجہ دی ہے۔ خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ سے سید محمد بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہٗ تک کے تمام خواجگان چشت نے اپنے اپنے پیروں کے ملفوظات کو جمع کیا ہے۔ ملفوظات کے جمع کرنے کا محرک دراصل ان اصحاب کرام کی سنت ہے جنھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو جمع کیا ہے۔

حضرت سید شاہ عطا حسین قدس سرہٗ صوبہ بہار کے ایک بافیض چشتی بزرگ تھے آپ کا حلقہ رشد وہدایت بہت ہی وسیع تھا۔ آپ نے اپنے مریدوں کی تربیت اپنی لقا وصحبت کے علاوہ مکتوبات کے ذریعہ بھی کی ہے۔ ان کے صحبت یافتہ خلفا میں ایک خلیفہ حضرت سید ندرت حسین بردوانی قدس سرہٗ تھے جنھیں ان کے مرشد نے اپنے ملفوظات کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ سید شاہ ندرت حسین قدس سرہٗ حضرت غوث الاعظم محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے خلف اکبر سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کی اولاد و امجاد سے ہیں۔ آپ ۱۲۵۸ھ میں بمقام سید پور ضلع بردوان میں پیدا ہوئے۔ سن شعور کو پہنچے تو اپنے وطن سے علیحدہ ہو کر علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد پہلے حافظ حاجی جمال الدین بہاری سے نقشبندیہ مجددیہ طریقہ میں بیعت کی۔ پھر پیر کے حکم کے مطابق ۱۲۹۵ھ میں حضرت سید شاہ عطا حسین منعمی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدید بیعت کی اور سلوک طریقہ ابوالعلائیہ کے حصول میں مشغول ہوئے اور کامل ۶ ارسال تک مرشد کی خدمت میں حاضر رہے۔ مرشد کے وصال کے بعد ۱۳۱۱ھ میں اپنے شہر بردوان میں مسند ارشاد پر متمکن ہو گئے۔ ۴۲ سال کی عمر میں ۱۳۲۱ھ کو آپ واصل بحق ہو گئے۔

سید شاہ ندرت حسین قدس سرہٗ کو ابتدا ہی سے تصنیف و تالیف کا ذوق تھا۔ آپ کی تین تصنیفات کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے۔ ۱۔ دستور المرشد ۲۔ مولود نبی اور ۳۔ ملفوظات عطائی جو کہ اس وقت میرا موضوع ہے۔

پیش نظر نسخہ ۴۴ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس نسخہ کی لمبائی "۸ اور چوڑائی "۵ ہے۔ سطر کی کوئی قید نہیں ہے کسی

صفحہ پر ۱۸ سطریں ہیں اور کسی صفحہ پر ۲۵ سطریں بھی ہیں۔ نسخہ پر کاتب کا نام کہیں بھی درج نہیں ہے لیکن بہ قرین اغلب یہ نسخہ مرتب کے دست خاص کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے کیوں کہ نسخہ کے صفحۂ اول و آخر پر ان کی مہر موجود ہے جس میں السید ندرت حسین چشتی حنفی المنعمی اور ۱۳۰۷ھ مذکور ہے۔

زیر موضوع کتاب "ملفوظات عطائی" دراصل حضرت سید شاہ عطا حسین منعمی قدس سرہٗ کی ان چالیس پاکیزہ مجالس کی یادگار ہے جنہیں جمع کرنے کی ہدایت خود سید شاہ عطا حسین قدس سرہٗ نے اپنے خلیفہ سید شاہ ندرت حسین قدس سرہٗ کو دی تھی۔ چنانچہ مقدمہ کتاب میں سبب تالیف کے ضمن میں مرتب موصوف فرماتے ہیں:

"ایما و اجازت بہ تسطیر ملفوظات خود نمودہ فرمودند کہ در طریقۂ چشتیہ ما بزرگان طریقت اکثر ملفوظات پیر خود ہا قلم بند نمودہ اند"

"ملفوظات عطائی" ۵ سال کے طویل عرصہ میں ترتیب دی گئی۔ اگرچہ فاضل مرتب ہر روز اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے لیکن بہ سبب طوالت تمام مجالس کو آپ نے جمع نہیں کیا ہے بلکہ ان تمام مجالس میں سے صرف چالیس اہم مجالس کا انتخاب کر لیا ہے۔ پہلی مجلس ۱۷ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ کی ہے اور چالیسویں مجلس ۲۵ جمادی الاول ۱۳۰۵ھ کی ہے۔ ان چالیس مجالس کی تقسیم اس طرح ہے کہ ابتدائی بیس مجالس ۱۳۰۰ھ کی ہیں۔ اس کے بعد کی ۵ مجالس ۱۳۰۱ھ کی ہیں۔ پھر تیرہ مجالس ۱۳۰۲ھ کی ہیں۔ بقیہ ایک ایک مجلس ۱۳۰۳ھ اور ۱۳۰۵ھ کی ہے۔

"ملفوظات عطائی" کی تمام چالیس مجالس کا بالتفصیل جائزہ لینا تو اس مختصر وقت میں ممکن نہیں لہٰذا میں مختصراً چند مجالس کا اقتباس پیش کرتا ہوں۔

پہلی مجلس میں تقویٰ اور مراقبہ کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں لوگ مراقبہ بھی رسمی طور پر کرتے ہیں بس ذرا دیر گردن جھکائی اور اٹھ گئے حالانکہ مراقبہ ایسا ہونا چاہیے کہ دل میں جب سیدگی پیدا ہو جائے اور اس وقت تک مشغول رہے جب تک ذوق و شوق نہ پیدا ہو جائے پھر اسی مجلس میں آپ نے تقویٰ کے سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان کے لیے سب سے بدترین گناہ زنا کاری ہے اور پھر زنا کی تفصیل بتائی کہ زنا کی چار قسمیں ہیں ـــــ زنائے شریعت، زنائے طریقت زنائے حقیقت اور زنائے معرفت۔ زنائے شریعت دراصل قربت کا نام ہے اور زنائے طریقت چھو لینے کو کہتے ہیں۔ زنائے حقیقت وہ کہ شہوت کی نظر سے دیکھے اور زنائے معرفت وہ ہے کہ دل میں زنا کا خطرہ پیدا ہو لیکن حد صرف زنائے شریعت میں ہے۔ نیز اسی ضمن میں آپ نے فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام سے باہم گفتگو کے وقت میں نے سنا تھا کہ ابدال سے طاقت مجامعت چھین لی جاتی ہے۔

دوسری مجلس تنظیم اوقات سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ جو کام تنظیم اوقات کے ساتھ انجام دیا جاتا ہے اس میں استحکام اور پائداری ہوتی ہے جو لوگ منظم زندگی گذارتے ہیں ان کے کام رکے نہیں رہتے ہیں اور پابندی کے ساتھ انجام پاتے رہتے ہیں چنانچہ اعمال کے سلسلے میں یہ ایک حدیث بھی ہے کہ "بہتر کام وہ ہے جو مختصر ہی ہو مگر پابندی کے ساتھ بلاناغہ انجام دیا جائے۔" اور یہ چیز بغیر تنظیم اوقات کے حاصل ہو نہیں سکتی۔ اس لیے اولیاء اللہ نے اوقات کی تنظیم پر بہت زور دیا ہے چنانچہ یہ مجلس بھی اسی نکتہ کی موشگافی کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "سالک اور طالب کو چاہیے کہ رات و دن اپنے اوقات کو مقرر کرلے۔ صرف بقدر ضرورت امور دنیا اور جتنی حاجت ہے معاش کے حصول میں مشغول رہے باقی اوقات کو مولا کی یاد اور آخرت کے کام میں خرچ کرے۔"

تیسری مجلس میں مرتب موصوف لکھتے ہیں کہ میں نے پیرومرشد سے عرض کیا کہ اہل خدمت کسے کہتے ہیں اور انھیں کون سا کام سپرد کیا جاتا ہے؟ جواب میں فرمایا کہ اہل خدمت اس کو کہتے ہیں جسے کسی شہر یا جس جگہ وہ رہتا ہے اس کے ظاہری و باطنی خبرگیری کا کام تفویض کیا جاتا ہے بعض شہر میں صرف ایک ہی اہل خدمت رہتے ہیں بعض میں زیادہ رہتے ہیں۔ اسی گفتگو کے ضمن میں آپ نے آگے فرمایا کہ میرے مرشد کے زمانہ میں عظیم آباد میں تین اشخاص اہل خدمت تھے دو شخص مجذوب اور ایک فرشتہ صفت میرے مرشد سید شاہ قمرالدین حسین منعمی عظیم آبادی قدس سرہ سالک تھے۔ چنانچہ اکثر میرے مرشد (سید شاہ قمرالدین حسین قدس سرہ) فرماتے تھے کہ اس شہر پٹنہ میں ٹکیا شاہ ایک جوتا سینے والے اور ایک دوسرے شخص اہل خدمت میں اپنا نام نہیں لیتے تھے۔ چنانچہ جب میرے مرشد کا وصال ہوا تو ٹکیا شاہ بہت روئے ایک دن مجھے دیکھ کر کہا "سوتن چلا گیا اب مجھ سے کچھ نہیں ہو سکے گا" دوسرے سال ٹکیا شاہ مجذوب بھی رحلت فرما گئے۔

بارھویں مجلس میں فرماتے ہیں کہ: "جو شخص پیر کا نکالا ہوا ہو اس کے پاس نہیں بیٹھنا چاہیے کیونکہ پیران نائب نبی ہوتے ہیں اور نبی نائب خدا ہوتے ہیں لہٰذا وہ مرید خدا کا راندہ ہے اور یہ بھی پیرومرشد نے فرمایا کہ اگر کسی وجہ سے مرید سے ناراض ہو جائے تو مرید کو پیر کے تفضلات سے ناامید نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنے تعلق قلبی کو پیر کے ساتھ قائم رکھنا چاہیے کیوں کہ یہی چیز اس کے لیے آئندہ پیر کی شفقت و کرامت کا سبب بنے گی۔"

پینتیسویں مجلس کا تعلق حضرت کے خاص مکاشفہ سے ہے جس کا اظہار انھوں نے اپنے مخصوص مرید کے سامنے ہی مناسب سمجھا ہے اور اسی میں ایک پیشنگوئی بھی ہے۔ اس مجلس میں اس بات کا اظہار ہے کہ حضرت کو خضر علیہ السلام سے ملاقات کا اکثر اتفاق ہوا کرتا تھا چنانچہ وہ مؤلف کتاب سے فرماتے ہیں کہ تم کو اخبار سے خبریں معلوم ہو جاتی ہیں لیکن ہم کو حضرت خضر علیہ السلام کے کہنے سے معلوم ہوتا ہے۔ نیز فرمایا کہ جب تک کوئی کامل شخص اہل خدمت

اس شہر کے لیے رنگ برنگ کا کپڑا پہنے ہوئے میری جگہ پر نہیں آئینگے میں استعمال نہیں کروں گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرا بیٹا بھی میری جگہ پر اس خدمت کے لیے نہیں بیٹھے گا۔

یہ تو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ رنگ برنگ کا کپڑا پہنے ہوئے آنے والے صاحب خدمت کون بزرگ تھے۔ لیکن اتنی بات تو ضرور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرا بیٹا میری جگہ پر جانشین نہیں ہوگا چنانچہ آپ کے صاحبزادہ قطب الدین آپ کے زمانہ حیات میں ہی رحلت فرما گئے اور اسی چیز کی طرف آپ کا اشارہ ہے۔

"ملفوظات عطائی" نہ یہ کہ حضرت سید شاہ عطا حسین قدس سرہ العزیز کے لیل و نہار کو ظاہر کرتا ہے بلکہ خود مرتب کی زندگی اور ان کی سوانح حیات کے مختلف گوشوں کو واضح بھی کرتا ہے جن کا تعلق حصول بیعت تعلیم اور اجازت و خلافت سے ہے۔

رسالہ جنونیہ (فارسی) مصنف محمد وفا : ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے اپنی گراں قدر تحقیقی تصنیف "اردو نثر کا آغاز و ارتقا" میں رسالہ جنونیہ کو اردو کی پہلی تصنیف گردانا ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق اس کا واحد نسخہ بیجاپور کے سرکاری عجائب خانہ میں محفوظ ہے۔ دوسرا نسخہ جو راقم کے پیش نظر ہے کتب خانہ خانقاہ منعمیہ ابو العلائیہ (رام ساگر۔ گیا) کی ملکیت ہے۔ یہ نسخہ نامکمل ہے۔ آخر کے صرف ۵ اوراق محفوظ ہیں۔ کتاب کا خاتمہ اس جملہ پر ہے۔
"تمت ایں رسالہ المسماۃ بہ جنونیہ"

پیش نظر نسخے پر نہ تو مصنف کا نام درج ہے اور نہ ہی کاتب کا سنہ کتابت بھی کہیں درج نہیں ہے۔ لیکن اسی نسخے کے ساتھ کچھ دوسرے نسخے بھی ایک ساتھ مجلد ہیں جو ایک ہی کاتب کے نقل کردہ ہیں دیگر نسخوں پر سنہ کتابت ۱۱۶۸ھ درج ہے اس لیے بہ قرین اغلب "رسالہ جنونیہ" کی سنہ کتابت ۱۱۶۸ھ ہے۔

رسالہ جنونیہ میں اردو اقوال کی تشریح فارسی میں کی گئی ہے۔ پیش نظر نسخہ میں صرف ۱۹ اقوال کی تشریح ہے۔ اس نسخے کا پہلا قول: "بات کی بات خرافات کی خرافات یعنی جائے سخن سخن است و جائے خرافات خرافات است۔ معنیش آں باشد کہ نزدیک عارف ہر سخن کہ عوام الناس ظاہر می شود خواہ نیک خواہ بد ایشاں ہمہ راست می شوند"۔

مکتوبات شاہ حسن علی (مصنف حضرت سید شاہ حسن علی منعمی عظیم آبادی قدس سرہٗ) پیش نظر نسخے پر کاتب کا نام کہیں بھی نہیں ہے اور نہ سنہ کتابت ہی درج ہے۔ یہ نسخہ ۲۷ اوراق پر مشتمل ہے۔ مسطر کی کوئی پابندی نہیں رکھی گئی ہے۔ نسخہ کی لمبائی ½۹" اور چوڑائی ۶" ہے۔ نسخہ کے درمیانی ۸ اوراق نہایت ہی کرم خوردہ ہیں جس کی وجہ کر مکتوبات کا صحیح شمار نہ ہو سکا۔ بہ قرین اغلب اس نسخہ میں ۶۰ سے زیادہ مکاتیب ہیں۔ جس میں ایک مکتوب شیخ سعادت علی کے نام اور دو شیخ بدیع الدین کے نام ہیں بقیہ تمام مکاتیب حکیم شاہ فرحت اللہ منعمی کریم چکی (المتوفی ۱۲۲۵ھ) کے نام ہیں۔ تمام

مکاتیب میں آپ نے مکتوب الیہ کو برخوردارمن' برادرمن حسن دوست اور برخوردار نور چشم شاہ فرحت اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ جیسے الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔ کسی بھی مکتوب میں تاریخ نہیں ہے کچھ مکتوبات میں آپ نے ہندی دوہرے بھی لکھے ہیں۔ آپ کا ایک اردو مکتوب بنام حسن دوست بھی اس مجموعہ میں شامل ہے۔

معمولات اشرفی (مصنف حضرت سید شاہ عطا حسین منعمی داناپوری ثم گیاوی قدس سرہٗ) راقم کے پاس اس کتاب کے دو نسخے ہیں۔ پہلا نسخہ مصنف کے دست خاص کا تحریر کردہ ہے جو کہ ۱۲۹۳ھ کا تصنیف کردہ ہے۔ دوسرا نسخہ سید رضی الدین حسین بیتھوی کا نقل کردہ ہے جو ۱۲۹۵ھ میں نقل کیا گیا ہے۔ پہلا نسخہ ۵۰ اوراق پر مشتمل ہے۔ مسطر ۹ سطری ہے اور لمبائی ½۷″، چوڑائی ½۴″ ہے۔ دوسرا نسخہ ۲۵ اوراق پر مشتمل ہے مسطر ۱۳ سطری ہے اور لمبائی ۹″ اور چوڑائی ۶″ ہے۔

مصنف نے اپنے مرید وخلیفہ مولوی سید عبدالفتاح المشتہر میر اشرف علی حسینیؒ کی تعلیم کی غرض سے رسالہ کو تصنیف کیا اور "معمولات اشرفی" نام رکھا۔ اس رسالہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور ہر دو حصوں کو صدف کا نام دیا۔ پہلے صدف میں اپنے معمولات کی نمازوں کی ترکیب بتائی اور دوسرے صدف کو، ۸ گوہروں میں تقسیم کیا اور ہر گوہر میں اذکار و اشغال و مراقبات کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اصطلاحات سلوک کی بھی تفصیل بتائی ہے۔ اور جابجا اپنے سلاسل کے بزرگوں کے واقعات کے ساتھ ساتھ اپنے تجربات بھی بیان کیے ہیں۔

امواج البحار فی سرالانہار (فارسی) پیش نظر نسخہ میں مصنف کا نام کہیں بھی درج نہیں ہے یہ نسخہ ۱۵ اوراق پر مشتمل ہے اور مسطر ۱۶ سطری ہے۔ نسخہ کی لمبائی ½۱۱″ اور چوڑائی ½۶″ ہے۔ نسخہ پر ناقل کا نام بھی مرقوم نہیں ہے۔ یہ رسالہ ۱۲۰۸ھ میں تصنیف کیا گیا ہے۔ زیر نظر رسالہ دراصل حدیث نبوی "اول ماخلق اللہ نوری" کی تفسیر ہے یعنی مصنف نے تصوف کے اس نکتہ کی تفصیل بیان کی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مظہر کائنات اور خلاصۂ موجودات ہیں اور باعث تخلیق کائنات ہیں۔ اس سلسلہ میں تمام کائنات ارضی و سماوی کا تفصیلی ذکر کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تمام اشیاء دینی و دنیاوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جلوہ گر ہے۔

مرآۃ الحقیقت (فارسی) مصنف۔ شمس الدین محمد: پیش نظر نسخہ نامکمل ہے اسی لیے سنہ کتابت کا پتہ نہ چل سکا۔ اوراق کی تعداد ۲۶ ہے اور مسطر ۱۶ سطری ہے۔ نسخہ کی لمبائی ½۱۱″ اور چوڑائی ½۶″ ہے۔ نقل کرنے میں کچھ اوراق چھوٹ گئے ہیں اور چھوٹنے کی وجہ اصل کتاب کی کرم خوردگی ہے جیسا کہ ناقل کتاب نے اپنی تحریر میں جابجا اس کا اظہار کیا ہے۔

"مرآۃ الحقیقت" کے مصنف شمس الدین محمد ولد شیخ محمد ضیائی الچشتی القادری ہیں۔ جنھوں نے اپنے صاحبزادہ سید ابراہیم کی تعلیم کی غرض سے اسے تصنیف کیا۔ یہ کتاب ایک مقدمہ، پانچ حقائق اور ایک خاتمہ پر مبنی ہے۔ مقدمۂ عالم

کی تخلیق اور اس ضمن میں سوال وجواب اور اس کے مشکل حل کے بیان میں ہے۔ حقائق کے ضمن میں پہلی حقیقت وحدۃ الوجود کے بیان میں اور دوسری حقیقت وحدۃ الوجود کی عقلی اور نقلی دلائل کے بیان میں تیسری حقیقت وحدۃ الوجود کی تمثیلات کے بیان میں، چوتھی حقیقت اہل وحدت کے احوال کے بیان میں اور پانچویں حقیقت روح کے نقل کے بیان میں ہے۔
اور خاتمہ دراصل اس شعر کی تشریح ہے ؎

ز دریائے شہادت چوں نہنگ لا برآرد ہو — تیمم فرض گردد نوح را درعین طوفانش

دستور العمل (فارسی) مصنفہ حکیم شاہ فرحت اللہ منعمی المخاطب بہ حسن دوست کریم چکی قدس سرہٗ

پیش نظر نسخہ ۷ اوراق پر مشتمل ہے۔ مسطرہ ۱۵ سطری ہے۔ نسخہ کی لمبائی ۹″ اور چوڑائی ۶″ ہے۔ ناقل سید رضی الدین حسین یعقوبی ہیں۔ اور سنہ کتابت ۱۲۶۶ھ ہے۔

حکیم شاہ فرحت اللہ منعمی قدس سرہٗ نے اپنے فرزندوں اور مسترشدوں کو تعلیم کی غرض سے جو خطوط لکھے تھے۔ وہ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین منعمی عظیم آبادی قدس سرہٗ کے پاس موجود تھے۔ ان مکتوبات کو سید شاہ عطا حسین منعمی قدس سرہٗ نے ترتیب دے کر کتابی صورت دیا اور "دستور العمل" نام رکھا۔ اس میں گیارہ مکتوبات شامل ہیں جو وقتاً فوقتاً حضرت شاہ فرحت اللہ قدس سرہٗ نے اپنے صاحبزادہ حکیم مظہر حسین صاحب اور مرید عنایت حسین صاحب اور شاہ فضل علی صاحب کو لکھے تھے۔ ان مکتوبات میں تصوف کے مختلف نکات اور منازل مثلاً ایمان عشق فقر عنا وغیرہ کی تشریح کی گئی ہے۔

اپنے صاحبزادہ حکیم مظہر حسین صاحب کو جو خطوط آپ نے لکھے ہیں اس میں انہیں بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی ہے۔ اور سلوک کے منازل کی تفصیل بتائی ہے۔ نیز اسی ضمن میں آپ نے یہ بتایا ہے: "اے عزیز! سالک کی باتیں سالک ہی کو بتائیں اور اسی پر ظاہر کریں جب تک سلوک سے وابستہ نہ ہو لے ہرگز نہ بتائیں کہ ایسے لوگ سارق الطریقت ہوتے ہیں۔"

اپنے مرید عنایت حسین صاحب کو مراقبہ کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں: (مراقبہ کے دوران) اپنے آپ کو فراموش کر دیں اور فقیر کو یاد رکھیں اپنے تمام جسم وجان کو فقیر کا جسم وجان سمجھ کر مشغول ہوں۔ جس قدر ایسا خیال غالب آتا جائے گا اپنی فراموشی حاصل ہوگی اور خود فراموشی ہی کامیابی کی ضامن ہے۔"

الغرض اسی طرح آپ نے اپنے مریدوں کو دیگر خطوط کے ذریعہ سلوک کی تعلیم دی ہے۔ ●●

پروفیسر شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی
سلطان گنج، پٹنہ

مرآۃ المحققین

جس طرح ایک ہی نام کے کئی اشخاص ہوتے ہیں، ایک ہی تخلص کے کئی شاعر ملتے ہیں اسی طرح ایک ہی نام کی کتابیں کئی اشخاص کی ہوتی ہیں اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ کتاب ایک ہی ہے مگر کئی اشخاص کی طرف نادانستہ منسوب کر دی گئی ہے۔ اکثر و بیشتر نہ جانے کتنے مخطوطات ہیں جن کی نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم۔ اسی لیے اس کی شناخت مشکل ہے۔

فہرستوں میں نام کتاب کے ساتھ اگر کتاب کی ابتدا کی عبارت اور انتہا کی عبارت بھی بالالتزام لکھی جائے تو فیصلہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ مرآۃ المحققین ان ہی کتابوں میں سے ایک ہے۔ فہرستوں کے مطالعہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اس کتاب کے مصنف وہی حضرت ہیں جو محمود شبستری کے نام سے مشہور ہیں اور ان کی مثنوی "گلشن راز" مشہور و معروف کتاب ہے جو نصاب میں داخل رہی ہے۔ محمود شبستری دراصل اسی کتاب کے سبب سے مشہور و معروف ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی مصنف کی اگر کوئی کتاب از حد مقبول ہو گئی تو اس کی اور تصانیف بھی جو در خور اعتنا ہوتی ہیں پس پشت پڑ جاتی ہیں۔ گلشن راز کی تابناکی نے ان کی دیگر تصانیف کی شہرت کو مدھم کر دیا۔

محمود شبستری کے عام حالات دستیاب نہیں ہوتے۔ ان کی ولادت شبستر (قریب تبریز) میں ہوئی۔ وفات ۷۲۰ھ میں واقع ہوئی۔ اپنے وقت کے بڑے صوفی فلسفی اور متبحر عالم سمجھے جاتے تھے۔ لوگ ان سے استفادہ کرتے تھے اور اپنے شبہات پیش کر کے مطالب حاصل کرتے تھے۔ میر حسینی سادات ایک مشہور بزرگ (زاد المسافرین والے) بھی ان سے مستفید ہوئے ہیں۔ فلسفیانہ اور متصوفانہ الجھن کو چند سوالوں کے ذریعہ ان سے استصواب کر کے ان کے سامنے پیش کیا۔ یہ سوالات نظم میں تھے اس لیے کہا جاتا ہے کہ شیخ گلشن شاعر تھے مگر مسائل کے جواب بھی انھوں نے اشعار میں دیے۔ یہ ان کی قلمی کرامت تھی۔ فلسفیانہ اور غامض مسائل کی تشریح نظم میں بیان کر دینا بجائے خود ایک کارنامہ ہے۔ یہ مثنوی زیادہ ضخیم تو نہیں مگر نہ جانے کتنے خدا نے اس کے اشعار محمود ہیں ہزار کے قریب بتائی ہے جو ناقابل قبول ہے خیر "گلشن راز" کی بات ہوئی، اب آئیے اصل موضوع کی طرف۔

شبستری نے بہتیری کتابیں لکھی ہیں جن میں اکثر ناپید ہو گئی ہیں مگر چند کتابوں کے نام یہ ہیں۔

حق الیقین، رسالۂ شاہد، سعادت نامہ، منہاج العارفین اور مرآۃ المحققین۔

کتاب کا تعارف :- مرآۃ المحققین کا جو نسخہ خدا بخش میں ہے وہ صرف ۲۴ اوراق پر مشتمل ہے سطور ۱۵۔ خط نستعلیق۔ متن کتاب یا دیباچہ میں کہیں مصنف کا نام نہیں مگر ترقیمہ میں یہ عبارت ملتی ہے:۔ "تمام شد نسخہ مرآۃ المحققین من تصنیف شیخ العارف محمود شبستری در اکبر آباد بتاریخ پانزدہم شہر ذیقعدہ ۱۱۶۰ھ بخط فقیر میر محمد علی حسینی"

موضوع کتاب :- خود مصنف نے دیباچہ میں لکھا ہے۔

ایں کتابیست در معرفت نفس و علم خدا شناسی بواسطہ دیدن صنایع و بدایع و عجائب و غرائب قدرت اندر عالم ظاہر و باطن۔ ایں را مرآۃ المحققین نام نہادم بہ جہت آں کہ مرآۃ آئینہ روشن باشد تا خود را بتواند دیدن۔ خود را بتواند دید و از خود شناسی بخدا شناسی تواں رسید (من عرف نفسہ فقد عرف ربہ)۔

بقول اکبر داناپوری:-

یہ جو صورت ہے مری صورت جاناں ہے یہی
یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے ساماں ہے یہی

اس کتاب میں ۷ ابواب ہیں۔

(۱) در بیان نفس طبیعی، نباتی و حیوانی و انسانی (۲) در بیان صفت تخلیق کائنات (۳) در بیان موجودات: ممتنع الوجود واجب الوجود، کمال الوجود (۴) در بیان حکمت تخلیق کائنات و آدم (۵) در بیان عناصر اربعہ و مبداء و معاد (۶) در بیان عالم ظاہر و باطن (آفاق و انفس) (۷) برابر کردن تن مردم بہ عالم۔

اس کے مختلف نسخے :- ہندوستان میں تقریباً بڑے کتب خانوں میں اس کے نسخے ملتے ہیں۔ مثلاً سالار جنگ میں اس کے ۵ نسخوں کا حوالہ ہے مگر عجیب بات ہے کہ فہرست نگار نے عنوان کو نصیر الدین طوسی سے منسوب کر دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ان کو غلط طور پر عزیز نسفی یا حضرت گیسو دراز گلبرگہ سے منسوب کر دیا گیا ہے یہ سب اطلاعات غلط فہمی پر مبنی ہیں۔

آندھرا پردیش کے اسٹیٹ سنٹرل لائبریری میں اس کے تین نسخے ملتے ہیں۔ فہرست نگار نے اس کے مصنف کا نام خلیل اللہ بتایا ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس فہرست میں ایک کتاب مرآۃ المتصوفین بھی ہے اس کا مصنف بھی خلیل اللہ ہے فہرست نگار کو مغالطہ ہوا۔ (ابتدا و انتہا ندارد)

دو اور نسخے جو وہاں ہیں فہرست میں مصنف کا نام ندارد ہے۔ ایک نسخہ دانش گاہ بمبئی میں بھی ہے مصنف کا پتہ نہیں۔ پاکستان میں اس کتاب کے ۲۲ نسخے مختلف مقامات میں ہیں۔ مثلاً اسلام آباد گنج بخش ۵، کراچی میوزیم ۶، کراچی شرف آباد ۱، لاہور نیشنل لائبریری لاہور، دیال سنگھ اٹک ۱، خیر پور ۲، شیخوپورہ ۳، ملتان ۱، راولپنڈی ۱۔

اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ حقیقتاً اس کتاب کا اصل مصنف کون ہے۔ چوں کہ مصنف نے متن کتاب میں کہیں اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔

اس لیے مختلف کاتبوں نے مختلف نام ترقیمے میں لکھ دیے۔ جن حضرات کے نام اس کے مصنف میں آتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) نصیر الدین طوسی (۲) بوعلی سینا (۳) شاہ ولی اللہ کرمانی (۴) مخدوم شرف الدین بہاری (۵) قیر اللہ۔

(محمد) اے مرآۃ المحققین کو شبستری کی تصنیف بتایا ہے طوسی اور رازی کے یہاں کوئی تصنیف اس نام کی ان دونوں کے نام سے منسوب نہیں۔ جناب احمد منزوی اور عارف نوشاہی نے پاکستانی نسخوں کے تعارف میں اس کتاب کو محمود شبستری سے منسوب کیا ہے۔ اور یہی صحیح بھی ہے۔

ایک اطلاع یہ ملتی ہے کہ شیخوپورہ (پاکستان) میں اس نام کی جو کتاب ہے اس کی ابتدا دوسری ہے اور مصنف کا نام نہیں۔ اسی طرح اسلام آباد کے ایک کتب خانے گنج بخش کا جو نسخہ ہے اس کی ابتدا مختلف ہے۔ اور اس کے متعلق مشار ہیں۔ یہ اطلاع ہے کہ کما کے تین چھاپ ہو چکے ہیں اس لیے قیاس یہی ہے کہ یہ کوئی دوسرا نسخہ ہے جو طوسی کے نام سے چھپا ہے۔

ان شواہد کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مرآۃ المحققین جس کی ابتدا یہ ہے:-

"حمد بے حد و ثنای بے حد حضرت ذو الجلال را ... محمود شبستری کی تصنیف سمجھی جا سکتی ہے تا آں کہ کوئی دوسری محقق روایت اس کے خلاف نہ مل جائے۔

یہ ایک مختصر رسالہ اس قابل ہے کہ اس کی تدوین و ترتیب کی جائے۔ ●●

ڈاکٹر علی ابدالی
خانقاہ قادریہ
اسلامپور، نالندہ

کتب خانہ خانقاہ قادریہ اسلامپور کے دو اہم مخطوطات

(۱) مصطلحات المتصوفین

حضرت شاہ فرزند علی صوفی منیری اردو اور فارسی میں متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اردو نظم و نثر پر تحقیقی مقالات بھی شائع ہو چکے ہیں لیکن ان کی فارسی نظم و نثر پر اب تک کام نہیں ہوا ہے۔ مصطلحات المتصوفین کا ذکر تو ان کی تصانیف کے سلسلے میں کیا گیا ہے لیکن اب تک اس سلسلے میں تفصیلات نہیں پیش کی گئی ہیں۔ یہ کتاب چونکہ خالص تصوف کی اصطلاحات سے متعلق ہے اس لیے مختصراً اس کا تعارف کرا رہا ہوں۔

کتاب کا نام مصطلحات المتصوفین ہے۔ موضوع نام سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب ۱۲۸۵ھ میں لکھی گئی لیکن ہمارے پیش نظر جو نسخہ ہے وہ اصل نسخہ کی نقل ہے۔ جس کی کتابت مصنف کے صاحبزادے شاہ اسد اللہ منیری نے ۱۳۲۱ھ میں کی ہے۔ اس کتاب میں کل ۸۴ صفحات ہیں۔ ہر صفحہ میں گیارہ۱۱ سطریں ہیں۔

مصنف کا مطالعہ خاصہ وسیع تھا۔ ان اصطلاحات کی تشریح کرنے میں انھوں نے بڑی محنت کی ہے اور بزرگان دین کی کتابوں اور اقوال سے استفادہ کیا ہے اور جا بجا ان کا حوالہ دیا ہے۔ ان اصطلاحات کے سلسلے میں تحریر کرتے ہیں:

"از خزائن خواطر قدسیہ و معادن جواہر انسیہ یعنی انفاس متبرکہ و کتب معتبرہ بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فراہم آمد۔" ص۵

آگے چل کر ان اصطلاحات کے بارے میں کسی قدر تفصیل سے لکھتے ہیں:

"ایں اصطلاحات نہ چناں است کہ لفظے تراشند و از لفظ سوے معنی روند بلکہ معنی در روے مقدم است کہ از معنی سوے لفظ آمدند و منقول است از مشائخ کبار سلف کہ موافق است بآیات و احادیث و متعلق است باحوال و مقامات و معنی لطیف دارد و عبارت شریف و چوں کلمات مجذوبان نیست کہ مدعائش برگزیدہ و الفاظش منکر و ناپسندیدہ باشد۔" ص۶

اس کتاب میں ۲۳۲ اصطلاحات کے معنی لکھے گئے ہیں یا ان کی تشریح کی گئی ہے لیکن شاید ان تمام اصطلاحات کا ذکر نہیں کیا گیا ہے جو صوفیائے کرام کے یہاں مستعمل ہیں۔ مصنف کی وسعت معلومات کی داد دینی ہی ہوگی لیکن کہیں کہیں پر تشریح کرنے کے بجائے اصطلاحی

اور لغوی معنی دیے گئے ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب میں مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کی تصانیف، ملفوظات اور مکتوبات کے علاوہ مخدوم حسین نوشۂ توحید بلخی، مخدوم حسن بلخی، مخدوم احمد لنگر دریا بلخی، حضرت قاضی شطاری، پیر محمد لکھنوی، شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی اور امام ربانی حضرت سید علی ہمدانی جیسے اکابر صوفیائے کرام کی تصانیف سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اور مثنوی مولانا روم، شیخ سعدی، فرید الدین عطار، ملا عبد الرحمٰن جامی اور حافظ کے علاوہ سرمد کے اشعار بھی جا بجا لکھے گئے ہیں۔

اب آیئے دیکھا جائے کہ صوفی منیری نے ان اصطلاحات کی تشریح کس طرح کی ہے۔ آب حیات کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"کنایہ از شربِ عشق و شربِ محبت است کہ زندگی عاشقاں بداں است و بقا از مدد آں۔ حافظ علیہ الرحمۃ راست شعر ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

و نیز اشارات از کلام مشرق و چشمۂ حیواں و جز آں" صد۱

اخلاص کا مطلب یوں بیان کرتے ہیں: "اخلاص آں است کہ از غیر حق تبرا کند و روئے بحق تعالیٰ آرد و ہر کارے کہ کند و ہر سخنے کہ گوید قطع نظر از خلق کند و طمع و رزم ایشاں التفات نماند قولہ تعالیٰ الا للہ الدین الخالص۔

خلق را چوں ز پیش برداری　　کہ در رہِ دوست ایں بود اخلاص
خویش را از میانہ برگیری　　ایں بود صدق وصفِ خاص الخاص

ہر کارے کہ در و نیت ہمہ للہ باشد خالص است و اگر آمیختہ اغراضِ نفسانی ست خالص نیست اگر نیت ہمہ نیک است ہمہ ثواب است و نیت ہمہ بد است ہمہ عذاب است و اگر مخلوط است ثواب بر قدرِ نیتِ صالحہ باشد۔" صد۱۶

پیرِ خرابات، پیرِ مغاں اور پیرِ میکدہ کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"عبارت از پیر و مرشد است بدیں اعتبار کہ مرید را ترکِ رسوم و عادات و بخراب کردن و شکستن بنیاد صفات نفس می دارد و می فرماید پیرِ خرابات گویند و بدیں نظر کہ شرابِ عشق بمریدانِ صادق می دہد پیرِ مغاں و پیرِ میکدہ گویند" صد۹۹

تزکیہ کے معنی اس طرح بیان کرتے ہیں: "پاک کردن نفس از افعال و اوصافِ ذمیمہ مثل حسد و بغض و کینہ و ریا و بخل و عجب و غیر آں" صد۱۰۱

توحید کے معنی یوں لکھتے ہیں: "خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ از توحید پرسیدند گفت یقین است گفتند چگونہ گفت آنکہ شناسی کہ حرکات و سکنات خلق فعلِ خدائے است کسے را با او شرکت نیست۔" صد۱۳۱

صوفی کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں: "کسیکہ بدل رسیدہ باشد و فانی فی اللہ و باقی باللہ گردیدہ۔" صد۲۶۳

(۲) مکتوبات مخدوم شاہ حسن علیؒ

مخدوم شاہ حسن علیؒ کے مکتوبات کا ایک نسخہ کتب خانہ قادریہ اسلام پور میں موجود ہے۔ اس کے دو اور نسخوں کا پتہ چلا ہے ایک نسخہ خانقاہ منعمیہ رام ساگر گیا میں اور دوسرا خانقاہ قمریہ منعمیہ میتن گھاٹ پٹنہ سٹی میں ہے۔ لیکن یہ دونوں نسخے نامکمل ہیں۔ پیش نظر نسخہ میں ۸۰ صفحات ہیں۔ جامع کا نام درج نہیں ہے۔ کتابت ماسٹر عبدالرحمٰن اشرف پوریؒ نے کی ہے لیکن سنہ کتابت نہیں لکھا ہے اور نہ یہ لکھا ہے کہ اس کی نقل کہاں سے کی گئی ہے۔ گمان ہے کہ اسی نسخہ سے اس کی کتابت کی گئی ہے جو مخدوم شاہ یحییٰ علی نوآبادی کی خانقاہ میں تھا لیکن اب وہاں اس کتاب کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔ مخدوم شاہ حسن علیؒ کے مکتوبات کا یہ مجموعہ اسی سبب سے اہم ہے کہ اس میں ایک خط اردو میں ہے اور جابجا اردو کے اشعار لکھے گئے ہیں۔ اردو کا وہ خط شائع ہو چکا ہے۔ اس لیے اس کے لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس مجموعہ میں ۱۲۱ مکتوبات شامل ہیں جس کی تفصیل یہ ہے۔

حکیم شاہ فرحت اللہ الملقب بہ حسن دوست کے نام .... ۱۰۴ مکتوبات

شیخ سعادت علی کے نام .... ۱ مکتوب

مولوی عبدالمغنی پھلواروی کے نام .... ۱ مکتوب

مولوی عمادالدین حسین کے نام .... ۱۹ مکتوبات

مکتوبات دراحوال .... ۵ مکتوبات

کُل ۱۳۰ مکتوبات

القاب سے پتہ چلتا ہے کہ مکتوبات دراحوال حکیم فرحت اللہ کریم چکی الملقب بہ حسن دوست کو لکھے گئے ہیں۔ صـ[illegible] سے صـ[illegible] تک خطوط ہیں۔ صـ[illegible] سے صـ[illegible] تک ملفوظات ہیں۔ صـ[illegible] پر مخدوم شاہ حسن علی کے وصال کا وقت تاریخ اور سنہ لکھا گیا ہے۔ صـ[illegible] سے صـ[illegible] تک یعنی آخری دو صفحات میں حکیم فرحت اللہ کریم چکی کے بیس اشعار مراقبہ پر لکھے گئے ہیں۔

صوفی دائمؒ شاہ متوطن عظیم پورہ ڈھاکہ کو چھوڑ کر جو آپ کے برادر طریقت تھے سارے مکتوب نگار آپ کے مرید یا معتقد تھے۔ ان مکتوبات میں ان لوگوں کو نصیحتیں کی گئی ہیں یا تصوف سے متعلق بات لکھی گئی ہے۔ اب میں چند مکتوبات کا اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں۔

مکتوب بست و یکم بنام حسن دوست:

"وقت را غنیمت شمار و کار آخرت را تو دیر و زود کنید دگر نہ در این راہ راہزن بسیار اند و اکثر ہمراہ

اند و خبردار باشند از فضل افضل بشر کہ نام پاک آں محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام است امیدوار را بندہ ہم جلوہ گر خواہد شد۔" ص ۱۳

دوسرے مکتوب میں وہ بھی حسن دوست کے نام ہے (مکتوب ۶۸) تحریر کرتے ہیں:

"ہر کہ از خود میرد و در اللہ مولیٰ میشود۔ لیکن علم مولیٰ شدن نہ باشد چنانچہ قطرہ بہ دریا میرود و در نامی شود علم دریا شدن نباشد علم و جہل ہر دو خوب نیست۔" ص ۴۹

شاہ حسن دوست کے نام اکہترویں مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اول توحید خیالی میشود بعد ازاں صفاتی بعد ازاں ذاتی روح دیدن می گویند روح را روح دید باشما دیدند ہنوز علم باقی است خود را خود سجدہ کردم سجدہ کہ کرد کرا کرد و دیگر درمیان نہ بود۔" ص ۴۱

۸۶ ویں مکتوب میں شاہ حسن دوست کو لکھتے ہیں:

"یار جور و نافرمانی بندہ حق تعالےٰ مہربانی می کند ہمہ چیز می رساند۔" ص ۴۹

مولوی عبدالغنی پھلواروی کے نام حضرت محی الدین ابن عربی کا قول ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں:

"از حضرت محی الدین عربی ادراک ذات باری را می فرماید کہ سالک را نہ دراں دار خواہد شد و نہ دریں دار ورست و کسے را کہ می شود نہ دراں دار نہ دریں دار و نہ خود می باشد و نہ خدا من حیث خصوصی ذاتی شدہ گر دیدہ دراں حالت نہ خود می باشد نہ خدا دراں چہ دخل علم معلوم کجا چوں مفارقت دراں مقامے چنانچہ علیہ السلام می فرماید انا احمد بلا میم۔" ص ۵۹

مولوی عماد الدین حسین کے نام گیارہویں مکتوب میں لکھتے ہیں: "عاشقی چیست از خود رفتن و معشوق شدن بلکہ از عاشق و معشوق ہم گذشتن محو تسلیم دریں منزل مار گذر نیست۔ زمیں و آسماں کو تو آخر عدم ہے ۔ یہ دونوں سے باہر ہمارا قدم ہے در ہر یاد آیا ہے کو لکھے کس کو لکھے یہاں دوئی ذرا نہ سماوے ۔ یہاں تو ایک ہی ایک ہے سو بھی لکھا نہ جاوے۔" ص ۲۰

••

جناب محبوب حسین
خدابخش لائبریری۔ پٹنہ

زبدۃ التصوف و ارشاد سلوک التعرف

یہ نسخہ خدابخش لائبریری کے قدیم خطی نسخوں میں سے ایک ہے سنہ کتابت ۸۷۷ ہجری ہے۔ اس نسخہ کی دو خصوصیت لائق ذکر ہے۔ ایک یہ کہ مخطوطہ مؤلف کے دست خاص سے مرقوم ہے۔ دوسری یہ کہ یہ واحد نسخہ ہے۔ کسی لائبریری کے کیٹلاگ میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ان دو خصوصیت کے پیش نظر یہ ایک قیمتی مخطوطہ ہوا۔ مخطوطہ دیکھنے میں تو مختصر معلوم ہوتا ہے، صرف ۸۳ اوراق پر محتوی ہے۔ اور سائز بھی چھوٹا ہے مگر تصوف کے اصول، نظریات اور اصطلاحاتِ صوفیا پر یہ ایک جامع نسخہ ہے۔

اس میں تصوف کے مباحث بہت تفصیل سے درج ہیں۔ اٹھاسی ابواب پر یہ مباحث پھیلے ہوئے ہیں تصوف کے اتنے کثیر مباحث کا بیان اس مختصر سے نسخہ میں آگیا ہے کہ اب تصوف اور صوفیا پر کوئی گوشہ ایسا نظر نہیں آتا جس کا ذکر چھوٹ گیا ہو۔ ہر مبحث کی ابتداء کلام مجید کی آیت کریمہ سے ہوئی ہے۔ اس کے بعد احادیث اور صحابۂ کرام کے اقوال کو جگہ دی گئی ہے۔

مزید خصوصیت اس مخطوطہ کی یہ ہے کہ دوسری صدی سے چھٹی صدی ہجری تک کے صوفیائے کرام کے اقوال تصوف کے ہر مضمون پر اس میں موجود ہیں۔ اس واسطے تصوف کے کسی مضمون کے حوالہ کے لیے یہ ایک مفید مخطوطہ ہے۔ مجموعی طور پر ایک سو صوفیائے کرام کے اقوال مختلف مسائلِ تصوف سے متعلق اس نسخہ میں درج ہیں۔ مخطوطہ کے مؤلف محمد بن ہندوشاہ بن محمد الدامغانی ہیں۔ کسی کیٹلاگ میں اس مخطوطہ کا اور اس کے مؤلف کا تذکرہ نہیں ملتا ہے۔ مخطوطہ کے ٹائٹل پیج پر کسی صاحب نے (جو مؤلف کے ہمعصر معلوم ہوتے ہیں) اس مخطوطہ کو شیخ شمس الدین محمد الدامغانی کی طرف منسوب کیا ہے۔ مگر ترقیمہ پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ محمد بن ہندوشاہ بن محمد الدامغانی کا ہے اور خود مصنف کے قلم سے ہے۔ تاریخ لکھی ہے ہے ۶ ر رمضان المبارک ۸۷۷ھ۔ کچھ مضامین کی فہرست ملاحظہ کے لیے پیش کی جاتی ہے:

معرفت اور عارف کا بیان اور علم و معرفت کے درمیان فرق۔ تصوف کے اصول اور ان کے علوم۔ تصوف کے اصول اور صوفی۔ تصوف میں داخل ہونے کی برکت اور صوفیا کے ساتھ صحبت اختیار کرنے کی برکات۔ ایسے لوگوں کا بیان جو صوفیت اور ان کے طریقہ کے مشابہ ہیں۔ فرقہ ملامتیہ کا بیان۔

اولیا کی شناخت کس طرح کی جائے گی اور ان کے وجود سے کیا برکت ہوتی ہے، اس کا بیان۔ ان سے جو کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور وہ ان کرامات کے ظاہر ہونے سے خوف کھاتے ہیں، اس کا بیان۔

کرامات کا غلط دعویٰ کرنے والے اولیا، ان کے مکر اور استدراج۔ اپنے کسی قول یا عمل سے توبہ کرنا اور اس سے رجوع کرنا، اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا۔ مجاہدہ اور ریاضت کا بیان۔ سماع کا بیان جو صوفیائے کرام میں رائج ہے۔ صوفیا پر غم و اندوہ کی کیفیت جو طاری ہوتی ہے اور اس کے لیے گریہ و بکا، فطری طور پر ہوتا ہے اس کی توضیح و تشریح۔ صوفیا کے دلوں میں جو خوف و خشیۃ الٰہی اور خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے اس کا بیان۔ ورع و تقویٰ اور زہد کا بیان اور مراقبہ کی کیفیت ظاہر کرنا۔ صوفیا کی خاص اصطلاحیں مثلاً اخلاص، توکل، تسلیم، صبر و رضا و شکر، حیا، صدق، ایثار، خلق، تواضع، انبساط، ارادہ، آداب، یقین، قرب، انس، ذکر اور علم لدنی کی تفصیل و تشریح اور اس کی حقیقت کا بیان۔

علم مجہول کی وضاحت، علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے درمیان فرق اور ہر ایک کی وضاحت و تشریح۔ حکمت، بصیرت، فراست، سکینۃ، طمانیت اور شوق وغیرہ جیسی تصوف کی اصطلاحات کی وضاحت کرنا۔ تواجد اور وجد میں فرق۔ مکاشفہ اور مشاہدہ میں فرق۔

باب چوالیس میں خلق سے متعلق آیت کریمہ سے ابتدا کرنے کے لیے مؤلف نے لکھا ہے۔ آیت کریمہ ہے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۝ اس آیت کے تحت جناب رسالت مآب کی ایک حدیث نقل کی ہے: آنحضرت ﷺ نے حکم فرمایا، مکارم اخلاق پر عامل ہونے کے لیے اعمال ظاہری و باطنی میں، مخلوق سے جو غلطیاں ہو پڑتی ہیں ان سے درگزر کرتے رہنا، اخلاق کے بلند پایہ امور کی طرف توجہ دلاتے رہنا اور جو لوگ اس پر اعتراض کریں اور نہ تسلیم کریں ایسے جاہلوں سے تعرض نہ کرنا، یہ سب آیت کریمہ کے مفہوم میں داخل ہے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے جبریل سے اس آیت کریمہ کے مفہوم سے متعلق سوال کیا تو جبریل نے بتایا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ تم سے قطع تعلق کریں، تم ان کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آیا کرو۔ ان لوگوں کو دیتے لیتے رہنا اور بخشش کرتے رہنا اختیار کرو۔ اور جو تم کو محروم رکھتے ہیں اور تم پر ظلم و زیادتی

سے پیش آتے ہیں ان کو معاف کیے رہنا اور ان کے ساتھ نیکی اور اچھائی سے برتاؤ کرنا یہی آیت کریمہ کا مفہوم ہے۔

باب پینتالیس میں تصوف کے اوصاف میں سے ایک صفت تواضع کی توضیح و تشریح کی ہے۔ اپنے خاص طریقے کے مطابق آیت کریمہ سے ابتدا کی ہے۔

وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا الخ بتایا کہ "ہون" کے معنی سکینہ، خشوع اور وقار ہیں۔ بعض صوفیائے نے فرمایا ہے کہ تواضع میں زیادہ مفید وہ ہے جو آدمی کے اندر سے کبر و نخوت کو نکال دے اور غیظ و غضب مردہ کر دے۔ ایک صوفی نے تواضع کی انتہا یہ بتائی ہے کہ جب آدمی اپنے گھر سے نکلے تو جس پر بھی نظر پڑے اسے اپنے سے بہتر خیال کرے۔ تصوف کے باب میں یقین بھی ایسی صفت ہے جس کا پایہ بلند ہے۔ مؤلف زبدۃ نے آیت کریمہ ہی سے ابتدا کی ہے: واعبد ربک حتی یاتیک الیقین ط

اس کے بعد حضرت جنید بغدادی کا قول نقل کیا ہے کہ جس کا علم یقین کے ساتھ نہ ہو اور یقین خوف کے ساتھ' اور خوف عمل کے ساتھ اور عمل ورع کے ساتھ' اور ورع اخلاص کے ساتھ اور اخلاص مشاہدہ کے ساتھ نہ ہو تو وہ شخص ہلاک ہونے والوں میں سے ہے یعنی وہ تصوف کی راہ میں ہلاک شدہ شمار کیا جائے گا۔ مؤلف زبدۃ نے ایک باب علم اور علماء اور عامل بالعلم پر قائم کیا ہے اور جو عمل میں کمی کرنے والے ہیں ان کو بھی اس باب میں شامل کیا ہے۔ ابتدا بحث کی حسب دستور آیت کریمہ سے کرتے ہیں:

وعلمک مالم تکن تعلم ہ اور تجھ کو سکھا دیا سب کچھ جو تو نہیں جانتا تھا۔

سفیان بن عیینہ ایک تابعی ہیں ان کا قول مؤلف نے نقل کیا ہے کہ علم نام ہے باتوں کو سن لینے کا پھر اسے ذہن میں محفوظ کر لینا پھر اسے خوب سمجھ لینا پھر اس پر عمل کرنا' اور سب کے آخر میں اس کو پھیلانا یعنی دوسروں تک اس علم کی باتوں کو پہنچانا۔ مؤلف ابوالحسین الوراق کا خیال ظاہر کرتے ہیں کہ سب سے زیادہ مفید علم' اللہ تبارک تعالیٰ کے احکامات کا علم اور اس کے منہیات کا علم' پھر ان چیزوں کا جاننا جن کا باری تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اور جن سے خوف دلایا ہے پھر جو اشیاء ثواب و عذاب سے متعلق ہیں اور علوم میں سب سے بلند پایہ اللہ تبارک تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا علم ہے۔ مؤلف نے علم لدنی سے بھی بحث کی ہے۔ معمول کے مطابق آیت کریمہ سے ابتدا ہے فوجدا عبداً من عبادنا آتیناہ رحمۃ من عندنا ہ اس سلسلہ میں مؤلف نے بیان کیا ہے کہ علم لدنی تصحیح عبودیت کی میراث ہے۔ یعنی جس بندے کی عبادت صحیح طور پر انجام پانے لگتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی وراثت میں علم لدنی عطا فرماتا ہے۔ اپنے خاص بندوں کے لیے یہ فضل و کرم ہوتا ہے۔

علم الاستنباط اور علم لدنّی میں فرق ہے کہ علم الاستنباط میں ظن و ریب کو پورا پورا دخل ہوتا ہے اور علم لدنّی رموز و اسرار پر بلاشک و شبہ محکم اور قطعی طور سے علم کا ذریعہ ہوتا ہے۔ چھپی ہوئی باتوں سے، جن کا شمار غیب اور پوشیدہ حقائق سے ہے علم لدنّی ان سے پردہ ہٹا دیتا ہے اور ان کو ظاہر کر دیتا ہے۔ یہ ایسے بندوں کے لیے ممکن ہے جو اپنے کو مناہی اور مخالفات سے باز رکھتے ہیں اور معروف امور پر برابر کاربند رہے ہوں۔

تصوف کے باب میں طمانیت کی بھی اہمیت ہے۔ آیت کریمہ ہے، اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ○ اس آیت کے تحت مؤلف نے قلوب کو چار صنفوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

قلوبُ العامّۃ، قلوب الخاصّۃ، قلوب العلماء۔

قلوب العامّۃ یہ تو مطمئن ہوتے ہیں اللہ پاک کے ذکر سے، اس کی تسبیح اور حمد سے اور اس کی تعریف و ثنا، نعمت اور عافیت پانے پر۔ قلوب الخاصّۃ اللہ کے ذکر سے ان کے اخلاق، توکل، شکر و صبر سے قلب الگ طمانیت پایا جائے گا۔ قلوب العلماء یہ اطمینان پاتے ہیں صفات، اسامی اور نعت سے یہ ملاحظہ کریں گے جو اس سے ظاہر ہوگا۔ رہے موحدین کے قلوب، تو کسی حال سے ان کے دل کو طمانیت نہیں حاصل ہوتی۔

●●

جناب محمد سعید احمد شمسی
مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ
پٹنہ

الداء والدواء

ایک سو پچیس صفحات، ۱۸ فصول اور ایک باب پر مشتمل اس کتاب کے کئی نام ہیں یعنی الداء والدواء، الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی اور الجواب الشافی لمن سأل عن الدواء الشافی اس کے صرف تین نسخے زمانہ کے دست برد سے محفوظ رہ سکے ہیں۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ، قاہرہ اور برلن کے کتب خانوں میں ان کو دیکھا جا سکتا ہے۔

پیش نظر نسخہ خط نسخ میں ہے۔ سنہ تالیف نامعلوم، کاتب کے نام اور تاریخ کتابت پر بھی دبیز پردہ پڑا ہوا ہے۔ کتاب کا نام سنتے ہی سامع کا ذہن علم طب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ کیٹلاگ میں مندرجہ مختصر تفصیل سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ کوئی جھاڑ پھونک کی کتاب ہے جس میں سورہ فاتحہ کے خواص و تاثیرات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس کتاب کے مصنف محمد بن ابی بکر الزرعی المعروف بہ ابن قیم جوزی ہیں آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب شمس الدین ہے۔ آپ بتاریخ ۷ صفر ۶۹۱ھ کو عالم وجود میں آئے اور ساٹھ سال کی عمر پا کر ۱۲ رجب ۷۵۱ھ مطابق ۱۳۵۲ء میں واصل بحق ہوئے۔

اس دور میں اسلامی معاشرہ گوناگوں اضطراب و بے چینی میں مبتلا تھا۔ اندرونی پریشانیوں اور بیرونی حملوں کے سبب قومی زندگی خطرہ میں تھی اور نظام سلطنت کے درہم برہم ہونے کا اندیشہ ہو چلا تھا لیکن علمی ترقی اپنے عروج پر تھی۔ مختلف علوم و فنون پر بے شمار تصانیف و تالیفات لکھی گئیں۔ اسی مردم خیز ماحول میں آپ نے آنکھیں کھولیں اور احکام شریعت، علم عربیہ، علم کلام اور تصوف کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا۔ تصوف پر آپ کی حسب ذیل تصانیف ہیں۔

۱۔ مدارج السالکین ۲۔ عدۃ الصابرین ۳۔ ذخیرۃ الشاکرین ۴۔ الفوائد ۵۔ روضۃ المحبین ۶۔ نزہت المشتاقین ۷۔ الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی۔

مصنف نے اپنی اس کتاب یعنی الداء والدواء میں امراض و مصائب اور ابتلاء و آزمائش پر سیر حاصل گفتگو کی ہے، گناہ و معاصی کو اس کا سبب قرار دیا ہے اور اس کے عواقب و نتائج پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

تیرہویں صدی کی یہ تصنیف جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے، چند سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے، کتاب کی ابتداء

"ایک شخص، مصائب و آلام میں مبتلا ہے۔ یہ بات علم میں آچکی ہے کہ اگر مرض میں اضافہ ہی ہوتا گیا تو دنیا کے ساتھ ساتھ اس کی آخرت بھی بربادی سے دوچار ہوجائے گی۔" سائل نے علامہ سے اس کے دفعیہ کی صورتیں اور علاج و معالجہ کی طرف رہنمائی کی درخواست کی ہے۔ سوالوں کا جواب دیتے ہوئے علامہ فرماتے ہیں کہ شریعت مطہرہ میں یاس و ناامیدی کفر ہے۔ خدائے تبارک و تعالیٰ نے ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے۔ خواہ وہ مرض جسمانی ہو یا روحانی یا قلبی! اپنے اس دعوی کی دلیل کے طور پر آیات قرآنی حدیث نبوی اور افعال صحابہ پیش کرتے ہیں۔

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: باری تعالیٰ نے ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ بعض افراد اس سے واقف ہیں اور بعض ناواقف۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ مستند روایتوں سے بھی ثابت ہے کہ صحابۂ کرام نے مارگزیدگی کا علاج سورۂ فاتحہ سے کیا ہے۔"

مختصر یہ کہ آیات و اذکار اور ادعیہ سے ہر مرض کا علاج کیا جاسکتا ہے۔ آپ کے خیال میں دعا سب سے بہتر دوا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "دعا مومن کا ہتھیار، دین کا ستون اور زمین و آسمان کا نور ہے" آپکے نزدیک اس کی قبولیت کے حسب ذیل شرائط ہیں۔

۱۔ حمد و ثنا سے ابتدا کیجائے' ۲۔ دعا ایسی ہو جو بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کرسکے۔ ۳۔ خاطر جمعی سے کیجائے' ۴۔ اور بندہ کو اس کی اجابت کا یقین کامل ہو۔ ۵۔ اکل حرام' ظلم اور ذنوب کے ارتکاب سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے' ۶۔ زود اثری کے لیے الحاح و زاری اور اوقات اجابت ضروری ہے۔

علامہ ابن قیم اس کے بعد کسی فرقہ کا نام لیے بغیر معرکتہ الآرا بحث کا آغاز ایک سوال قائم کرکے کرتے ہیں کہ اب فطری طور پر یہ سوال سامنے آتا ہے کہ اگر مدعویہ مقدرات میں سے ہو' تو وہ اٹل ہے اس کا عمل پذیر ہونا دعاؤں پر موقوف نہیں ہے' ایک طبقہ کا اسی پر عمل ہے۔

اس خیال کو علامہ جہل و ضلالت سے تعبیر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کی بنا پر تمام اسباب کا تعطل لازم آئے گا۔ بھوکا اور پیاسا رہنا ہی اگر مقدر ہوچکا ہے تو پھر کھانا پینا عبث ہے صاحب اولاد ہونا ہی اگر لکھا ہے تو تزویج کی کیا ضرورت ہے؟

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ دعا صرف عبودیت کا اظہار ہے۔ حصول یا عدم حصول مطلوب سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعض اس بات کے قائل ہیں کہ یہ قضائے حاجات کی علامت ہے یعنی خدا جب کسی بندہ کو دعا کی توفیق دیتا ہے تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اس کی حاجت پوری کردی گئی۔

علامہ ان مختلف اقوال کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "دراصل ان مقدرات کو اسباب سے مربوط کر دیا گیا ہے اور دعا ان اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ حصول مقصود کو دعاؤں پر منحصر کر دیا گیا۔ لہٰذا اس کو بے فائدہ کہنا درست نہیں ہے۔ اسباب میں سے کوئی بھی سبب دعا سے زیادہ مفید اور حصول مطلب کے لیے زیادہ پر اثر نہیں ہے۔ حدیثوں میں آیا ہے "من لم یسأل اللّٰہ یغضب علیہ" یعنی اللہ کی رضامندی اس سے سوال میں ہے۔ صحابہ کرام بھی اس کے ذریعہ استعانت کیا کرتے تھے۔ لیکن اس کے لیے معاصی اور گناہوں سے احتراز ضروری ہے کیونکہ دنیا و آخرت دونوں ہی میں اس کے دور رس نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

انسان اکثر کبھی خدا کے عفو پر بھروسہ کبھی توبہ کی توفیق اور بسا اوقات مقدرات سے احتجاج و اکابرین کے اقوال و افعال سے غلط استدلال کے سبب نفس کے مغالطہ میں پڑ جاتا ہے۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ ارتکاب معاصی کے بعد، قلب مغفرت گناہوں کے اثرات کو زائل کر دیتی ہے، بعضوں کا کہنا ہے کہ خدا غفور الرحیم ہے۔ اس لیے جس قدر چاہو گناہ کیے جاؤ۔ ایک گروہ کہتا ہے۔ گناہوں سے پرہیز حماقت ہے۔ کچھ افراد کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا گیا۔ "اللّٰھم انی اعوذ بک من العصمۃ"۔ علامہ ابن قیم اس مکتبۂ فکر کے حامیوں کو احمقوں کے خطابات سے نوازتے ہوئے صرف یہ فرماتے ہیں کہ یہ خیالات ان کے ہیں جنھوں نے انسان کو مجبور محض قرار دیا ہے۔

بعض فرقوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے کہ یہ نقد ہے اور وہ ادھار۔ اس کا ذرہ ذرہ مفقود ہے اور اس کا موجود۔ لذات متیقن ہیں اور لذت دنیا عقبیٰ مشکوک اور شک یقین کا فائدہ نہیں دیتا۔

ابن قیم کے نزدیک ایسے خیالات فاسد ہیں۔ علامہ نے ایسے خیالات کے حامل اشخاص و گروہ سے بہائم کو افضل قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ان عقلمندوں سے بہائم زیادہ ہوشیار ہیں۔ کیونکہ وہ کم از کم ایسی جگہوں سے ضرور اعراض کرتے ہیں جہاں کچھ بھی مضرت کا اندیشہ ہو۔

النقد خیر من النسیہ کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت درست ہو سکتا ہے جب دونوں اجرت میں مساوی ہوں۔ بصورت دیگر نسیہ ہی بہتر ہے۔ بنا بریں دنیا آخرت سے بہتر کیسے ہو سکتی ہے۔

اسباب امراض: ابن جوزی کے نزدیک تمام امراض و مصائب اور ابتلا و آزمائش کا سبب معاصی گناہ ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ان کے سبب قلوب و ابدان میں ہونے والے نقصانات و امراض کا کما حقہٗ اندازہ لگانا بہت ہی دشوار اور ناممکنات سے ہے۔ حرمان علم، نقصان رزق، تاریکی قلب، ضعف و نقاہت، عمر میں کمی اور برکتوں کا جاتا رہنا ادنیٰ مثالیں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ انسان جب پوشیدہ طور پر گناہ کرتا ہے تو اس پر ذلت و رسوائی مسلط کر دی جاتی ہے۔

نتائج معاصی۔ علامہ نتائج معاصی کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں۔ ایک گناہ دوسرے گناہ کو جنم دیتا ہے۔ معاصی کی طرف طبیعت مائل ہوجاتی ہے اور توبہ و استغفار سے گریزاں رہتی ہے۔ آہستہ آہستہ ایک وقت ایسا بھی آجاتا ہے کہ ارادۂ توبہ بالکلیہ ختم ہوجاتا ہے۔ احساس قبح جاتا رہتا ہے، انسان معاصی پر فخر کرتا ہے اور اس کے برملا اظہار کو ہنر سمجھنے لگتا ہے۔ ایسا شخص قابل عفو نہیں ہے۔ کیونکہ ارشاد نبوی ہے۔ میری امت کا ہر شخص بخشا جائے گا۔ لیکن گناہوں کا برملا اظہار کرنے والے قابل عفو نہیں ہیں۔ بندہ خدا اور اس کے رسول کی لعنتوں کا مستحق ہوجاتا ہے اور انبیاء و ملائکہ کی دعاؤں سے مستفید نہیں ہوپاتا۔

عقوبات معاصی۔ علامہ نے ان پر بہت ہی تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ ان کے نزدیک گناہوں کی سزا حسب درجات معاصی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں ان کے عقوبات میں سرفہرست یہ ہے کہ احساس عبرت پذیری مفقود ہوجاتی ہے۔ حیا کی قوت ضعیف سے ضعیف تر ہوتے ہوتے اصالۃً ختم ہوجاتی ہے۔ حالانکہ یہ وہ مادہ حیوۃ ہے جس کو ہر چیز کی اصل ہونے کا شرف حاصل ہے ارشاد نبوی ہے "الحیاء خیر کلہ" اللہ کی عظمت و وقار کا خوف دل سے اٹھ جاتا ہے پھر کوئی چیز مانع معصیت ہوگی نہ بندہ اللہ کے دائرہ احسان سے بھی خارج ہوجاتا ہے۔

قلب اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ ذنوب کے سبب اس کی یکسوئی میں کمی آجاتی ہے اور بتدریج ختم ہوجاتی ہے۔ نتیجۃً خدا سے تعلق باقی نہیں رہ پاتا ہے۔ مختصر یہ کہ گناہوں سے قلوب مردہ ہوجاتے ہیں۔ معاصی کے سبب نعمتیں زائل ہوجاتی ہیں اور انسان بلا و معصیت میں گرفتار ہوجاتا ہے کقولہ تعالیٰ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم الآیۃ اور علی ابن طالب فرماتے ہیں۔ مانزل بلاء الا بذنب۔ خدا گنہگاروں کے قلوب میں رعب اور خوف پیدا کردیتا ہے۔ اسی لیے وہ ہمیشہ مرعوب خائف نظر آتے ہیں۔ کیونکہ بندگی و طاعت اللہ کا ایسا قلعہ ہے، جس میں جو بھی داخل ہوا، دنیا و آخرت کے عقوبات سے مامون و مصئون رہا۔

قلب صحت مند نہیں رہ پاتا غذا اور دوا سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے کیونکہ قلوب میں ذنوب کی تاثیر بدن میں امراض کی تاثیر کی طرح ہے۔ علاوہ ازیں اس کی بصیرت قلبی جاتی رہتی ہے۔ علم کی راہیں مسدود ہوجاتی ہیں اور ہدایت کے راستے محجوب۔ یہ اللہ کے نزدیک سقوط جاہ و کرامت اور سقوط قدر و منزلت کا بھی سبب ہے۔ اس کا مرتکب ہمیشہ شیطان کا اسیر، شہوت کا بندہ اور خواہشات کا غلام بنا رہتا ہے۔ اسمائے مدح و شرف سلب ہوجاتے ہیں اور اسمائے ذم و تصغیر لازم۔ ایسی صورت میں مومن، محسن اور متقی وغیرہ اسمائے مدح و شرف کے بجائے فاسق، فاجر اور عاصی وغیرہ اسمائے قبیح سے پکارا جاتا ہے۔ نقصان عقل بھی اس کے خواص میں سے ہے۔ خدا نے اہل معصیت کو دنیا و آخرت میں اسفلین میں جگہ دی ہے اور اس کے لیے ذلت و رسوائی مقرر فرمائی ہے۔ کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اجعل الذلۃ والصغار علی من خالف امری۔

اسباب امراض، نتائج و عقوباتِ معاصی کے بعد علامہ ابن قیم جوزی نے اپنی اس تصنیف میں عقوبات ذنوب کی قسموں پر روشنی ڈالی ہے اور اس کو دو قسموں میں منقسم کیا ہے یعنی شرعیہ و قدریہ پھر ان میں سے ہر ایک کی مختلف قسموں پر سیر حاصل عالمانہ گفتگو کی ہے۔ مصنف نے مفاسد کے اعتبار سے بھی ذنوب کی درجہ بندی کی ہے اور اس کے دو درجے قرار دیے ہیں۔ یعنی ایک وہ جس کا تعلق مامور کے ترک سے ہے اور دوسرا وہ ہے جو محظور کے فعل سے متعلق ہے۔

مصنف کے نزدیک مجموعی طور پر ذنوب کی دو قسمیں ہیں صغائر و کبائر۔ آخر الذکر کو تعداد میں منحصر کیا جا سکتا ہے لیکن اس کی تحصیر میں اختلاف ہے۔ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا ان کی تعداد چار ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک سات اور عمرو بن العاص نے نو بتائی ہے۔ بعضوں نے گیارہ کہا ہے اور کچھ افراد نے ستر بیان کی ہے۔

گناہ صغیرہ کبیرہ کی تعریف میں بھی اختلاف ہے۔ جس کی ممانعت قرآن کریم سے ثابت ہو وہ کبیرہ ہے اور جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے وہ صغیرہ ہے۔ بعضوں کے نزدیک جس پر لعنت و وعید آئی ہو وہ کبیرہ ہے نہیں تو صغیرہ۔ اس طویل ترین تمہید کے بعد مصنف اس کتاب کی اکیسویں فصل میں سائل کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"اگر مبتلا، اس مصیبت سے چھٹکارا چاہتا ہے تو اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور عمل صالح اختیار کرے سیئات کو حسنات سے بدل ڈالے غض بصر، حفظ فرج اور معاملات و مقالات میں صدق سے کام لے۔ خدا اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا کیوں کہ خود اس کا فرمان ہے ان اللہ لیغفر الذنوب جمیعاً۔ تو پھر اس کی رحمت سے ناامید کیوں ہوا جائے۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ، ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو الغفور الرحیم"

مختصر یہ ہے کہ خدا کی اطاعت و فرمانبرداری ہی کامرانی و کامیابی کی ضامن ہے، اس کے لیے قرآن و حدیث کا علم ضروری ہے تاکہ خیر و شر میں امتیاز پیدا ہو سکے اور شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی گذاری جا سکے۔ علامہ ابن قیم کے نزدیک سنت پر عمل کرنا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کا اتباع ہی درحقیقت تمام امراض جسمانی و روحانی کا واحد علاج ہے اور اسی مقصد کے ابراز کے لیے الداء والدواء کی تصنیف علامہ کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

●●

حکیم محمد حسین خاں شفا
کٹیلاگر رضا لائبریری،
رام پور

رضا لائبریری، رام پور میں تصوف کے دو اہم مخطوطات

(۱) رسالہ در علم سلوک

کتب خانہ رضا کے یکتا نادر مخطوطات تصوف میں ایک فارسی مخطوط شاہ ابو اسحاق قادری لاہوری خلیفہ حضرت شیخ ابو داؤد بندگی شیر گڑھی کا بھی ہے۔ یہ فہرست مخطوطات فارسی نمبر ۹۱۸ فن سلوک پر درج ہے۔

اس کا نام رسالہ در علم سلوک الموسوم بہ "ناطقہ" ہے (ایک نسخہ علی گڑھ میں مجہول المولف ہے "مرآۃ") جو ۳۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ اور چند دیگر رسائل کیساتھ مجلد ہے۔ اگرچہ دوسرے اس مجموعہ میں شامل رسائل مختلف الخط ہیں لیکن نمبر مسلسل پڑے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ورق ۷۵ سے شروع ہوکر ۱۰۸ پر ختم ہوتا ہے۔ اس رسالہ کا سنہ کتابت اور مصنف کا سنہ وفات اس رسالہ کی رو سے ایک ہے (دیگر تذکرہ نگاروں نے اس سے اختلاف کیا ہے) یعنی [illegible]ھ ترقیمہ میں قطعہ تاریخ وفات مع دن و ماہ اور سنہ مذکور ہے۔ کاتب مصنف کا عقیدت مند ہے۔ نام کو "نور اللہ مرقدہ" اور دیگر تعظیمی کلمات کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ پختہ خط شکستہ اور زبان ادق ہے۔ یہ مکمل متن ہے، جو حمد و نعت سے شروع ہوکر ترقیمہ پر ختم ہوتا ہے۔

شاہ ابو اسحاق کا سلسلہ قادریہ کے مشاہیر صوفیا میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن ان کی شہرت عالم دین فقیہ محدث کی حیثیت سے زیادہ ہے۔ ان کی خانقاہ دینی درسگاہ تھی جو آج مدرسہ اسحاقیہ کے نام سے مشہور ہے اور مرجع خلائق ہے۔ شاہ صاحب اپنے سلسلہ کے بزرگوں کے برخلاف سماع نہیں سنا کرتے تھے اگرچہ جواز کے قائل تھے۔ انھوں نے اس رسالہ میں ایک باب سماع سے متعلق قائم کیا ہے۔ اور مشہور روایت حضرت عائشہ کے مکان پر دف پر انصار بچیوں کے گانے کی پیش کی ہے۔ شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ سماع کے اہل ظاہر یعنی علما حرمت کے قائل ہیں۔ اور اہل باطن مشروط طریقہ سے حلت کے قائل ہیں۔ تذکرہ صوفیا اور تاریخ لاہور سے متعلق اکثر کتابوں میں شاہ صاحب کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ کنہیا لال نے تاریخ لاہور میں، مفتی غلام سرور نے خزینۃ الاصفیاء میں نور احمد چشتی نے تحقیقات چشتی میں شاہ صاحب کا ذکر کیا ہے۔ لیکن کوئی بھی تذکرہ نگار شاہ صاحب کے اس رسالہ سے باخبر نہیں معلوم ہوتا جبکہ اپنے موضوع اور اپنے مندرجات کے اعتبار سے یہ رسالہ بہت اہم ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے متوسطین کی طرح تصوف کی

بنیادی کتاب کا عالمانہ رکھ رکھاؤ کے ساتھ متن تیار کیا ہے۔ اور اس کو ۲۲ ابواب میں تقسیم کر کے ہر باب کو "نطق" کا نام دیا ہے۔ جس میں تصوف کی علمی و عملی تعلیمات، ریاضات، اخلاق و آداب، احوال اور مقامات سلوک سے متعلق ضروری باتوں کا احاطہ کیا ہے۔ زورِ بیان اور عبارت آرائی کے لیے اکثر جگہ اپنے اور کہیں دوسرے شعراء کے اشعار سے کام لیا ہے۔ بات میں وزن پیدا کرنے کے لیے قرآن، حدیث، لمعات، کیمیائے سعادت، مجموعہ مجالس، رسالہ مکیہ، نزہت الارواح، تفسیر مدارک، تفسیر زاہدی، مقصد اقصیٰ، عوارف المعارف، لوائح جامی وغیرہ سے جگہ جگہ حوالے دیے ہیں جو شاہ صاحب کے تبحرِ علمی، وسعتِ مطالعہ اور دقتِ نظر پر دال ہیں۔ اس رسالہ میں شاہ صاحب نے تصوف کے بارے میں کوئی نئی بات کہنے کے مقابلے میں اپنے خیالات کو مدلل، مختصر، مربوط اور سلیقہ سے ادا کرنے اور ذہن نشین کرانے پر توجہ دی ہے۔

اس رسالے کے عنوانات علی الترتیب اس طرح ہیں۔

۱۔ باب اول یعنی نطق اولیٰ در بیان توبہ، ۲۔ نطق دوم در بیان خوف، اسی طرح نطق اور باب کی تکرار کے ساتھ ۳۔ رجا، ۴۔ دنیا، ۵۔ فقر و نامرادی، ۶۔ در طلب طالب و شوق غالب، ۷۔ در بیان گرسنگی، ۸۔ بیداری شب ۹۔ بیان خاموشی و فوائد، ۱۰۔ بیان خلوت، ۱۱۔ در بیان نوم، ۱۲۔ ضرورتِ مرشد، ۱۳۔ در بیان پیر بمنزلہ طبیب، ۱۴۔ بیان عشق، ۱۵۔ در بیان سماع، ۱۶۔ در بیان مشاہدہ، ۱۷۔ در بیان رویت، ۱۸۔ در بیان نور، ۱۹۔ در بیانِ نفس، ۲۰۔ در بیان روح، ۲۱۔ در بیانِ معرفت، ۲۲۔ در بیان توحید۔

تعلیماتِ تصوف سے متعلق یہ جامع متن ہے جس میں طریقت شریعت کے زیر اثر ہے۔

(۲) الشواهد المودوديه

کتب خانہ رضائیہ کے عربی مخطوطات میں تصوف سے متعلق ایک نادر مخطوط مصنف اہم مخطوطہ "الشواہد المودودیۃ" بھی ہے۔ اس کے مصنف علی اکبر الحسینی المودودی[۱] ہیں، جن کا ۱۱۷۱ھ مطابق ۱۷۵۷ء میں موجود ہونا ثابت ہوتا ہے۔

یہ کتاب قدرے کرم خوردہ، خط نستعلیق میں ۱۲ سے ۱۵ سطری مسطر پر ۱۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ نمبر اندراج ۲۸۱۰ اور نمبر فن کتاب ۲۱۷۴ ہے۔

کتاب ہندوستانی اور کہیں کہیں فارسی میں ہے۔ اول سے ناقص، سیاہ و سرخ روشنائی سے لکھی گئی ہے۔ مصنف مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ صاحب کی اصلاح تصوف کی تحریک سے متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں توحید، اقسام توحید، توحید کے اثرات

---

[۱] علی اکبر مودودی المتخلص بہ دیوی کی شرح نفحات الانس موسوم بہ مکاشفات کا مخطوطہ خدا بخش لائبریری میں ہے جس کا سال تصنیف ۱۱۹۸ھ ہے۔

نظریاتی اور عملی طور پر انسانی افعال واقوال (جس کو مصنف نے توحید حالی اور توحید قالی سے تعبیر کیا ہے) پر بحث کی ہے۔ اس کتاب میں مودودی صاحب نے وجد، حال، کشف، ذوق، سماع وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ ساتھ ساتھ منہیات تصوف اور صوفیاء میں پھیلی ہوئی عملی ونظری خامیوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ الابریز میں شیخ اکبر ابن عربی کے اقوال اور فصوص الحکم، فتوحات مکیہ کے حوالے اور شیخ محب اللہ الہ آبادی کا بھی تذکرہ آیا ہے۔

کئی جگہ مصنف نے اپنے بزرگوں اور تاریخی شخصیتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ علی اکبر حضرت خواجہ قطب الدین مودودی چشتی متوفی ۵۲۷ھ کی اولاد میں سے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"اینی تذکرت فی مجلس عرس جدنا وامامنا مولانا قطب اللہ والدین المودودی چشتی رضی اللہ عنہ۔"

ص ۷، پر لکھتے ہیں: "روزے باجمع کثیر در مجلس شریف حاضر بودم مدظلہ العالی۔ نواب اللہ یار خاں بن حافظ الملک الشہید التماس نمود کہ اخوند در عیرہ نوشتہ است۔" نواب اللہ یار خاں روہیلکھنڈ کی مشہور شخصیت ہیں جن کا انتقال ۱۷۸۴ء میں ہوا۔

خطبہ: الشاہد الطبیعۃ علی الوحدۃ اطلاقاً اور اس کے بعد "فی تفسیر الشیخ الاکبر صدر الملۃ والدین قدس سرہ"۔

ترقیمہ: واللہ الموفق والمعین وایاہ نعبد وبہ نستعین۔

اٹھارہویں صدی عیسوی میں صوفیا وتصوف روہیلکھنڈ کی تاریخ وخاندان مودودی پر کام کرنے والوں کے لیے یہ مخطوطہ بہت دلچسپ ہے۔

●●

جناب مسرت حسین آزاد
صولت پبلک لائبریری رامپور

رامپور کے دو اہم مخطوطات

(۱) تذکرہ بزرگان رام پور

"تذکرہ بزرگان رامپور" سید شمس الدین رامپوری کی رائل سائز کے ۲۸ صفحات پر مشتمل ایک مختصر سی تصنیف ہے جس میں کل ۴۴ بزرگوں کے حالات ہیں لیکن تقریباً ۱۵ ایسے صوفیاء کرام کے حالات بھی ہیں جو دوسرے شائع شدہ اور غیر شائع شدہ تذکروں میں موجود نہیں ہیں۔ اس کا ایک نسخہ رضا لائبریری میں اور دوسرا صولت پبلک لائبریری رامپور میں محفوظ ہے۔

رامپور کے ابتدائی دور کے دو بزرگوں حافظ شاہ جمال اللہ صاحب (۱۲۰۹ھ) اور ان کے خلیفہ حضرت شاہ درگاہی کے حالات پر "مجمع الکرامات" نام کی ایک کتاب حضرت شاہ درگاہی کے خلیفہ امام الدین خاں نے لکھی ہے جو رضا لائبریری میں پائی جاتی ہے۔ ۲۰/۲۵ سال قبل مولانا حامد حسن قادری سے اس کا ترجمہ کروا کر شائع کر دیا گیا تھا جو کسی بھی وجہ سے عوام میں نہ پھیل سکا لیکن اس ترجمہ پر بیکش اکبرآبادی نے اپنی کتاب "فرزند غوث الاعظم" میں جو رامپور کے ایک بزرگ سید شاہ بغدادی کے حالات میں تصنیف کی گئی ہے، مولانا حامد حسن قادری کے اس ترجمہ پر سخت تنقید لکھی ہے کہ مولانا نے جگہ جگہ متن کی عبارتوں کو چھوڑ کر کئی اہم واقعات کو پوشیدہ رکھنے کی سعی کی ہے جو ناگوار حد تک محسوس ہوتی ہے۔ اصل متن ابھی تک غیر شائع شدہ ہے۔

ایک اور اہم کتاب مولانا حفظ اللہ کی بیت المعرفت ۱۲۲۳ھ ہے۔ اس کے رضا لائبریری میں تین نسخے ہیں اور ایک نسخہ سید احمد علی میاں رامپوری کے ذاتی کتب خانہ میں بھی دیکھا گیا۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی مرحوم نے اپنے ایک مضمون شائع شدہ "اسلام اور عصر جدید" میں اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اشاعت کی سفارش کی ہے اسی ذیل کا ایک تذکرہ "تاریخ عجیبہ" کے نام سے رضا لائبریری کے مخطوطات کی فہرست میں موجود ہے جس کے مصنف سید نثار علی رامپوری ہیں۔

مطبوعہ جن خاص تذکروں میں صوفیائے رامپور کے حالات پائے جاتے ہیں ان میں امیر مینائی کا "انتخاب یادگار" اور احمد علی خاں شوق رامپوری کا "کاملان رامپور" (۱۳۵۲ھ) ہے۔

لیکن میں نے شروع میں جس تذکرہ کا تعارف کرایا ہے اس میں ۱۵ صوفیائے کرام ایسے نظر آتے ہیں جو کسی بھی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تذکرہ میں شامل نہیں ہیں۔ اس کی خاص وجہ یہی ہے کہ کاملان رامپور کے مولف کے پیش نظر یہ تذکرہ نہیں رہا حالانکہ یہ قبل کا ہے۔

اس تذکرہ کا مولف اپنے وقت کا کوئی بڑا عالم یا ادیب نہیں تھا۔ ریاست میں کسی معمولی عہدہ پر ملازم تھا۔ ملازمت جاتی رہی تو اللہ کے توکل پر زندگی بسر کی اور لاولد فوت ہو گیا۔ یہی تنہا کام اس کی یادگار ہے۔

صوفیائے کرام کے تذکروں میں عام طور پر کسی بزرگ شخصیت کا حلیہ مبارک، حال و قال کی منازل، مجاہدات

وعظ و تبلیغ، عادات و صفات اور ظاہری علوم جو عام طور پر تصانیف کے ذریعہ نمایاں ہوتے ہیں ایک طے شدہ ضابطوں کے تحت بیان کر دیے جاتے ہیں اور قارئین اپنے اپنے نقطہ نظر کے تحت کسی ایک نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

رامپور میں چند مزارات ایسے بھی ہیں کہ جن کے متعلق دوسرے تذکروں میں ابھی تک ایک حرف بھی نہیں لکھا گیا تھا لیکن اس تذکرہ میں کسی قدر تعارف کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ شاہ ولی اللہ چپ شاہ میاں اور ٹاٹ شاہ میاں وغیرہ کے مزاروں کو تعمیر ہوئے صدیاں گذر چکی ہیں اور عوام میں ان حضرات کا تاریخی اعتبار سے کوئی تعارف نہ تھا۔

ایک یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ نوابین رامپور نے صوفیاء کی قدر و منزلت میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ان کے افکار و اشغال کو پنپنے اور پھلنے پھولنے کا خوب موقع دیا۔ بہت سی باتیں قابل تحریر ہیں لیکن تصوف کی یہ حقیقت تو بہت ہی واضح ہے کہ دہلی، لکھنؤ میں اور خصوصاً رامپور میں اس تحریک نے قومی مزاج و کردار کو معتدل بنانے میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔

(۲) بیت المعرفت

مولانا حفظ اللہ کی پیدائش بدایوں کی ہے تقریباً دو سو سال قبل رامپور تشریف لا کر مولانا رستم علی صاحب (۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۵ء) کے شاگرد ہوئے اور بقیہ زندگی رامپور ہی میں گذاری۔ سلسلہ قادریہ کو فروغ دیا ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء میں رامپور کے ایک دیہات سقوڑہ میں انتقال فرمایا اور وہیں مزار شریف ہے۔

مصنف نے اپنی اس تصنیف (۱۲۲۳ھ) میں اپنا پورا نام حفظ اللہ عباسی الہاشمی القادری لکھا ہے۔ ان کے لڑکے سید منیر علی بھی اپنے وقت کے بڑے عالم اور بزرگ گذرے ہیں۔

بیت المعرفت کے تین نسخے رامپور میں موجود ہیں ایک سید امجد علی میاں رامپور کے ذاتی کتب خانہ میں اور دو نسخے رضا لائبریری میں ہیں جو بخط کریم بخش اور بخط محمد فیاض خط نستعلیق میں ہیں۔ سید امجد علی میاں کا ذاتی نسخہ ۲۷۶ صفحات پر مشتمل ہے جس کا سائز ۸"×۵" ہے اور فی صفحہ ۱۵ سطریں ہیں۔

اس میں حالات آنحضرت ﷺ، حالات خلفائے اربعہؓ، حالات ائمہ مذاہب اربعہ اور حالات بزرگان قادریہ تحقیقی انداز میں لکھا ہے۔ اصل مقصد اس تصنیف کا یہ ہے کہ مصنف شاہ بلاقی صاحب مرادآبادی اور مولانا رستم علی صاحب اور ان کے خاندان کے بزرگوں کے حالات زندگی قلمبند کرنا چاہتا ہے اور اپنے اس مقصد میں بڑی حد تک کامیاب نظر آتا ہے۔ ان شخصیات پر کسی دوسری جگہ اتنے مستند حوالہ کے ساتھ کوئی دوسری چیز نظر نہیں آتی۔ اس تذکرہ کی اشاعت صوفیہ کرام کے تذکروں میں یقیناً ایک اضافہ ہوگا۔

ذخیروں کا مختصر تعارف

جنوبی ایشیائی علاقائی سمینار کے شرکا سے درخواست
کی گئی تھی کہ کچھ اہم مخطوطات / کسی اہم مخطوطے کا بھرپور تعارف
کرائیں اور ——— اپنی دسترس میں موجود ذخیروں کی فہرست
عنایت کریں۔ یہ حصہ ثانی الذکر شق پر مشتمل ہے۔ یعنی
پورے ذخیرہ میں تصوف پر جو مخطوطات ہیں انکا تعارف!

ڈاکٹر کلیم سہسرامی
راجشاہی یونیورسٹی، بنگلہ دیش

بنگلہ دیش کے نوادر

رسالۃ الشہداء (تذکرہ) از پیر محمد شطاری) ابن عاقل محمد فرخاری، مرتبہ ۴۲ - ۱ھ/ شاہ اسمٰعیل غازی کے حالات سے متعلق، شاہ اسمٰعیل کے مقبرے، مقام کانٹادوار، ضلع رنگ پور میں دستیاب ہوا۔ آخر میں ایک قطعہ گیارہ اشعار پر مشتمل ہے جسے کسی شاعر خضری نے کہا ہے۔ (فل اسکیپ سائز۔ صفحات ۱۴)، قطعے کے آخری دو شعر یہ ہیں:

شب جمعہ بشارت یافت خضری | زلطفِ شاہ اسماعیل غازی
زندجش یافتہ فقر حقیقت | بروں شد زود از کوی مجازی

G. H. DAMANT نے اسی کا تذکرہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے جرنل، جلد ۴۳، ۱۸۷۴ء میں کیا ہے اور متن بھی پیش کیا ہے۔ کاتب لامعلوم۔

رباعیات شاہ محمد اجمل: —— شاہ محمد اجمل کی رباعیات کا مجموعہ خط نستعلیق، کرم خوردہ، ۱۲ اوراق، اسکے موضوعات تصوف، تصور باری تعالیٰ اور اس کے جلوے ہیں۔ شاعر نے حضرت قطب الدین بختیار کاکی اور شاہ خوب اللہ سے اپنی عقیدت کا تذکرہ کیا ہے مثلاً

آں غوث زمانہ قطبِ اقطاب جہاں | یکتا، باذات حق عیاں و نہاں
می گفت سخن میان توحید وجود | زانساں کہ بپیش عقل آمد آساں

کاتب و تاریخ کتابت نامعلوم۔

۱- **انتخاب رسالۂ اجازت نامہ:** —— صوفیانہ عبادت و ریاضت کے متعلق ہدایات، مصنف نامعلوم، ۴ اوراق (۱ الف - ۴ ب)

۲- **انتخاب از رسالہ حضرت شاہ مدار:** —— بقول کاتب حضرت شاہ بدیع الدین مدار کے رسالے کے اقتباسات ہیں، جن کا تعلق معرفت خدا اور ریاضت خود ہی سے ہے۔ ۱½ اوراق

۳۔ انتخاب از رسالہ خواجہ بہاء الدین نقشبند:۔۔۔۔ نقشبندی سلسلہ تصوف کے بانی کے ملفوظات کے مختصر اقتباسات، مرتبہ شاگرد مصنف موسوم بہ یعقوب ابن عثمان۔ ان اقتباسات کا موضوع ریاضت و عبادت ہے۔ پندرہویں صدی میلادی ۲½ اوراق (۵ ب تا ۷ ب)

۴۔ انتخاب از رسالۂ توحید:۔۔۔۔ مصنف لامعلوم ۱½ ورق (۸ الف۔ ۹ ب) عبادت و معرفت سے متعلق مختصر نوٹ جن کی بنیاد زیادہ تر ہندوؤں کے عقائد پر ہے اور اعضائے انسانی سے ان کا عارفانہ تعلق بتایا گیا ہے۔

۵۔ رسالہ اسرار المشائخ:۔۔۔۔ ایک صوفی جہانگیر یوسف کے رسالے کا انتخاب، صوفیانہ عملیات اور سانس کو کنٹرول کرنے کے مختلف طریقوں سے بحث کی گئی ہے، ۹ فصلیں ہیں لیکن پہلی ۳ فصلیں موجودہ رسالے میں تہیں ہیں۔ ۱½ اوراق (۱۲۱ الف۔ ۱۲۲۔ الف)

۶۔ رسالہ وجودیہ:۔۔۔۔ مصنف لامعلوم، تاریخ ندارد، تخلیق وجود سے متعلق مختصر اقتباس ۲½ اوراق (۱۲۳ ب ۱۲۵ ب)

۷۔ نخش چیز جامی:۔۔۔۔ حضرت جامی کی تحریروں کا اقتباس تصوف سے متعلق، مرتب نامعلوم ۲½ اوراق (الف ۱۳ ۱۲ الف)

نوٹ: یہ تمام مذکورہ رسالے ایک ہی ساتھ مجلد ہیں، کرم خوردہ و بوسیدہ۔ ان اقتباسات میں سے بعض کے آخر میں ۱۷۔۔۔ ۲۷ جمادی الاول ۱۰۸۵/ ۱۶۷۴ تک کی تاریخیں درج ہیں۔

بیسر نامہ:۔۔۔۔ (حضرت فریدالدین عطار) صوفی شاعر کی ایک مختصر مثنوی تصوف و معرفت سے متعلق، تاریخ و کاتب لامعلوم، نستعلیق، کسی قدر کرم خوردہ، آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

من بغیر تو نہ بینم در جہاں قادرا، پروردگارا جاوداں (ضخامت؟)

وفات نامہ:۔۔۔۔ (الف) پہلی اور دوسری دونوں مثنویوں کا موضوع ایک ہی ہے۔ ڈھاکہ کے ایک بزرگ صوفی محمد دائم جو محلہ عظیم پور میں آسودۂ خاک ہیں، ان کی وفات سے متعلق ہے۔ موصوف کی تاریخ وفات ۲۹ رجب ۱۲۱۴/ ۱۷۹۹ بیان کی گئی ہے، موصوف کے داماد اور شاگرد شاہ صوفی روشن علی کے ایماء پر لکھی گئی ہے، پہلی مثنوی کے مصنف کا نام تخلص حافظ ہے اور تاریخ تکمیل ۱۰ رمضان ۱۲۱۵/ ۱۸۰۰ ہے۔ آغاز اس طرح ہوتا ہے:

پس از حمد خدای پاک قادر کہ از وصفش زبانہا گشت قاصر

(ب) دوسری مثنوی کے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف درج نہیں۔ ۲۹½ اوراق (۶۰ الف۔ ۸۹ الف)

آغاز اس طرح ہوتا ہے :

- آں چہ فرخ بود ایام مسعود — دو و دہ شہر رجب تاریخ بود

۱۔ **کبریت احمر** (تذکرہ)۔ حالات و ملفوظات حضرت خلیق الرحمٰن قادری شطاری معروف بہ شاہ باگھو (متوفی ۲۹ ذی القعدہ ۱۱۶۵ھ/۱۱ اکتوبر ۱۷۵۲ء) جو ضلع راج شاہی کے ایک دیہات باگھا میں مدفون ہیں۔ اسی کتاب میں حضرت کے خاندانی افراد اقربا اور تلامذہ کا بھی تذکرہ ہے۔ اس کتاب کے مصنف ان کے ایک مرید شاہ نوری ابن شیخ عبداللہ ابن شیخ غلام علی بنگالی ہیں جو جہاں گیر نگر ڈھاکہ کے باشندے رہے۔ جن کا مقبرہ ڈھاکہ کے محلہ مالگ بازار میں اب بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ تاریخ آغاز ۱۱۷۸ھ/۱۷۶۴ء، تاریخ تکمیل رمضان ۱۱۸۹ھ/۱۷۷۶ء۔ کتاب میں ایک مقدمہ، ۳ منزل اور ایک خاتمہ ہے۔

ابتدا اس طرح ہوتی ہے: "نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔۔۔ الخ۔ می گوید بندہ نحیف و ضعیف، قلیل البضاعت و حقیر قلیل الاستطاعت، خاک پای درویشان احقر العباد عاصی بے سر و سامان، فقیر نوری ابن شیخ عبداللہ ابن شیخ غلام محمد بنگالی۔۔۔ کہ شبی در عشرۂ اواخر ماہ رمضان المبارک در سن یکہزار و یک صد و ہفتاد و ہشت از ہجرت نبوی۔۔۔۔ الخ ـــــ"

کاتب و تاریخ کتابت درج نہیں، ۷۶ اوراق (۱۴۵ ب ۔ ۲۲۱ الف)

۲۔ **نامعلوم رسالہ** : ـــــ (مصنف غالباً نوری بنگالی) رسالے کا نام درج نہیں، تصوف کے موضوع پر مختصر سا رسالہ ہے۔ اعضاء انسانی کے مختلف حصوں کی خصوصیات اور مدارج۔ تصوف کی مختلف منزلوں سے متعلق، صدرالدین احمد نے اس رسالے کے مالک میر عزت علی (باشندہ ڈھاکہ محلہ مہاوت ٹولی) کے لیے نقل کیا۔ تاریخ تکمیل ۸ جمادی الآخر ۱۲۵۴ھ/بنگلہ سنہ ۸، اوراق (۲۲۱ ب ۔ ۲۲۹ الف)

۱۔ **رسالہ تصوف** : ـــــ مصنف اور رسالے کا نام کاتب کا نام اور تاریخ تحریر درج نہیں۔ خدا کی وحدانیت اور اس کی صفات اس رسالے کا موضوع ہے ۷½ اوراق (۱ ب ۔ ۸ ب)

۲۔ **رسالہ عبادت** : ـــــ رسالے کے مرتب/مصنف کا نام اور تاریخ تحریر درج نہیں، دن اور رات کے مختلف اوقات میں عبادات کا بیان۔ نامکمل ۹½ اوراق (۹ ب ۔ ۱۸ ب)

۳۔ **شرح آیات رباعیات** : ـــــ عہد شاہ عباس اول کے صوفی شاعر سحابی (متوفی ۱۰۱۰ھ/ ء) کی رباعیات کی شرح۔ سحابی کا اصل نام کمال الدین تھا، بقول صاحب صحف ابراہیم وہ شوشتر میں پیدا ہوا اور

زندگی کے آخری چالیس سال نجف اشرف میں عسرت اور گوشہ نشینی میں گزارے۔ عبدالصمد خاں انصاری کے ایما پر اور اسی کی سرپرستی پر میں عنایت اللہ بلگرامی نے سحابی کی دو سو رباعیات کی شرحیں لکھیں۔ مصنف کے دست و قلم سے اس پر ساتویں ربیع الاول ۱۱/۱۰/۱۶۸۹ درج ہے۔ لیکن ناقل کا نام نہیں ہے۔ پہلے رباعی درج کی گئی ہے، اس کے بعد اس کی تشریح لکھی گئی ہے۔ ابتدا میں منظوم حمد و نعت ہے۔ ۵۵ ب اوراق ۱۰ ا ب۔ ۵۷ ب، 'خط شکستہ' کافی کرم خوردہ، سرخ و سیاہ جدولیں بنی ہوئی ہیں۔ سرخ روشنائی سے عنوانات بھی قائم کیے گئے ہیں۔

رسالۂ عمل: دراصل ایک بیاض ہے علی دلاور 'دلاور پوری (باشندہ ضلع میمن سنگھ) کی جس میں مختلف عبادات و اسمائے حسنیٰ کے معانی بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں (ورق ۸ الف - ۱۴ الف) مشہور صوفی میر سید علی ہمدانی کے "رسالہ اوراد فتحیہ" کی شرح کا مختصر اقتباس ہے جس کے مصنف محمد جعفر جعفری ہیں۔

○

اس فہرست کی تیاری میں پروفیسر اے، بی، ایم حبیب کی فہرست سے بھی مدد لی گئی ہے۔

- ارشاد الطالبین : شیخ جلال الدین بن قاضی محمد فاروق نجی تھانیسری۔
- اولیاء ڈھاکا : حکیم حبیب الرحمٰن۔
- رسالہ خلاصۃ العارفین :
- سبحات : :
- شرح الفصوص الحکم : محمد حسین سلہٹی۔
- الطریقۃ المحمدیہ :
- مفتاح الفتوح : شرف الدین ابو محمد ابو عبد الرحمٰن علیمی۔
- مقاصد السالکین : ضیاء اللہ۔
- مکاتیب ھدایت : محمد مقیم۔
- ملفوظات (حضرت اویس قرنی، رابعہ بصری، جنید بغدادی)۔
- ملفوظات رکنی : امام الدین راجگیری۔
- منتخب المعروف : محمد معروف حنفی قادری۔
- مرشد الطلاب (عربی) : زین الدین بن المعبری الفنانی۔

جناب فرخ جلالی
مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

ایک اور مشرقی کتاب خانہ

میں

تصوّف پر چند کمیاب کتابیں (ایک اجمالی جائزہ)

سرسید نے ابتدا میں اپنی تحریک کا مستقل مرکز الہ آباد کو قرار دیا یعنی سائنٹفک سوسائٹی کا مرکز الہ آباد ہوتا تو یوپی اور بہار کے وسط میں ہوتا مگر ۶۵-۱۸۶۴ء میں عنایت اللہ خاں رئیس بھیکم پور نے ایک تجویز پیش کی کہ سائنٹفک سوسائٹی کا مرکز علی گڑھ قرار دیا جائے سرسید نے اس تجویز کو قبول کر لیا۔

عنایت اللہ خاں کے والد داؤد خاں تھے جو ۱۸۴۹ء میں آگرہ میں صدر الصدور تھے لیکن اپنی وسیع زمینداری اور ریاست کی وجہ سے ملازمت سے الگ ہو گئے سرسید نے علی گڑھ کی تعلیمی تاریخ میں ان کا محبت سے ذکر کیا ہے[۱]۔ داؤد خاں کے بڑے بیٹے کا نام غلام احمد خاں تھا جو علمی مزاج رکھتے تھے مگر چنداں مشہور نہیں ہوئے مگر غلام احمد خاں کے بیٹے اور داؤد خاں کے پوتے نواب مزمل اللہ خاں بہت مشہور ہوئے۔

غلام احمد خاں کی نواسی کی شادی نواب حبیب الرحمٰن خاں صدر یار جنگ سے ہوئی۔ نواب صدر یار جنگ کا مشرقی کتاب خانہ بہت مشہور ہے اور مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کے شعبۂ مخطوطات کا حصہ ہے۔

نواب مزمل اللہ خاں مرتبہ کے لحاظ سے یوپی میں وزیر اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے فارسی کے شاعر تھے فارسی کا دیوان طبع ہو چکا ہے سنجر طہرانی سے بھی استفادہ رہتا تھا۔

نواب مزمل اللہ خاں کا ایک بہت اچھا کتاب خانہ تھا جس میں ان کے دادا کے زمانہ سے کتابیں جمع ہو رہی تھیں ہندوستان کے ارباب علم اور اصحاب ذوق سے ان کے گہرے مراسم تھے مگر انھوں نے اپنے کتاب خانہ کی کوئی تشہیر نہیں کی۔ ۱۹۳۸ء میں ان کا انتقال ہو گیا جوان بیٹوں کا ان کے سامنے انتقال ہو چکا

۱۔ ملاحظہ ہو راقم کا مضمون شمولہ تہذیب الاخلاق ۱۹۸۳ء (جس میں عنایت اللہ خاں کا اہمیت کے ساتھ ذکر ہے)
۲۔ ملاحظہ ہو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس۔

تھا۔ نو برس کے ایک صاحب زادے نواب رحمت اللہ خاں شیروانی ان کے جانشین ہوئے۔ ایک بڑی ریاست جس میں سو سے زیادہ گاؤں کی زمین داری اور کئی کارخانے بھی تھے۔ سرکاری انتظام میں الجھ کر خرد برد ہو گئے۔

نواب رحمت اللہ خاں جب بڑے ہوئے تو انھوں نے سب سے پہلے کتاب خانہ کی دوبارہ تنظیم کی۔ قلمی اور مطبوعہ کتابوں کی فہرست سازی کی گئی سیکڑوں قلمی کتابوں کا اضافہ کیا۔ نواب رحمت اللہ خاں شیروانی نے کتابوں کے ذخیرہ کو بڑھانا شروع کیا نواب رحمت اللہ خاں شیروانی فارسی میں غیر معمولی مہارت رکھتے ہیں اور ان کی عربی بھی اچھی ہے ان کی فارسی شاعری کا ذوق بہت اعلیٰ ہے مگر کتاب خانہ میں مختلف علوم کا ذخیرہ ہے۔ قلمی کتابیں شاید بارہ سو سے زائد ہیں۔ ان میں تصوف پر سو سے زائد کتابیں ہیں تصوف پر کافی کتابیں طبع ہو چکی ہیں فی الحال مندرجہ ذیل کتب کی فہرست پیش خدمت ہے۔

ترجمہ عوارف المعارف۔ داؤد خطیب اوراق ۴۰۵ سطور ۱۷ نستعلیق مکتوبہ ۱۰۳۳ھ

اس میں سندھ کے آزاد بادشاہ تاج الدین ایاز کا ذکر ہے۔ اس کا دوسرا نسخہ مولانا آزاد لائبریری میں ہے ڈاکٹر نذیر احمد نے انڈو ایرانیکا میں مضمون لکھا ہے یہ تیسرا نسخہ ہے نجیب برغش کا دوسرا ترجمہ ہے اس کا نسخہ ذخیرہ سبحان اللہ میں ہے۔

چشتیہ نظامیہ۔ حمد الدین طالب سطور ۱۱ کاتب خواجہ سلامت اللہ احراری مکتوبہ ۱۳۰۳ ہجری نستعلیق سید محمد یحییٰ چشتی گنگوہی کے لیے لکھا گیا۔

حسنات العارفین۔ دارا شکوہ اوراق ۹۹ سطور ۱۱ کاتب سید اکبر شاہ جیو مکتوبہ ۱۲۶۱ھ

حق نما۔ دارا شکوہ اوراق ۴۹ سطور ۱۲ مکتوبہ ۱۲۶۰ھ

خلاصۃ الالفاظ جامع العلوم (ملفوظات مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت) علاء الدین علی بن سعد بن اشرف حسینی اوراق ۲۳۳ سطور ۲۳ کاتب بدر الدین محمد مکتوبہ ۱۰۷۰ھ دولت آباد۔ اس کا اردو ترجمہ ملفوظ المخدوم کے نام سے ۱۸۹۱ء میں مطبع انصاری میں چھپا۔

۲۹۴۔ خلاصہ اسرار در کشف مشرب شطار۔ صوفی بن جوہر۔ اوراق ۶۲۔ مکتوبہ ۱۰۲۹ھ

راحت روح۔ حیدر علی کاتب حیدر علی۔

تعلیم وصیہ: بجواب رسالہ از محمد موسیٰ مانک پوری (بجواب وصیہ)

حیات الابرار۔ عمر احسین مراد آبادی اوراق جلد ۱ ۴۵۰ جلد ۲ ۱۸۸ جلد ۳ ۳۸۷ قریب چار ہزار افراد کی تاریخ وفات اور جائے مدفن۔

رسالہ فی التصوف سید محمد گیسو دراز بندہ نواز اوراق ۸، سطور ۱۲، کاتب: بدر الدین بن احمد قریشی مکتوبہ ۱۰۶۸ھ
مقام بکرمو ویلی، بیدر۔

رسالہ تصوف اوراق ۶۸

رسالہ در بیان ترتیب اشغال رگ معین الدین چشتی، اوراق ۵

۴۴۲ رسالہ ذکر۔ تاج العارفین تاج الدین

۱۰۹۹ رسالہ عینیہ در جواب رسالہ ولیہ۔ حافظ محمد موسیٰ مانکپوری اوراق ۸ سطور ۱۳

۱۰۹۷ زرادی۔ فخر الدین زرادی تعداد سطور ۱۳ خط نسخ

۴۹۸ رسالہ در معرفت ذات۔ بو علی قلندر

رسالہ ذکر الٰہی

۱۰۱۱ رسالہ بندگی۔ خواجہ معین الدین حسن سجزی سطور ۱۳ کاتب محمد ذکر اللہ قادری مکتوبہ ۱۲۶۵ھ

۱۰۲۷ رسالہ در احوال شیخ عبد القدوس گنگوہی، عبد الستار انصاری سطور ۱۳

۵۷۰ سطعات = شاہ ولی اللہ سطور ۲۱

۲۷۷ سراج المنیر۔ محمد شریف ابن شمس الدین محمد سال تصنیف ۱۰۲۰ھ کتابت ۳ جلوس عالم شاہی سطور ۱۳
کاتب نظام سنگھ۔

۶۴۲ شرح لمعات۔ شیخ نظام الدین بلخی اوراق ۸۷ سطور ۱۵ مکتوبہ ۱۲۷۰ھ

۲۵۱ شرح نزہت الارواح۔ عبد الواحد شاہدی بلگرامی اوراق ۱۸۸ سطور ۱۹ مکتوبہ عبد المجید

۱۰۲۶ انوار العیون۔ عبد القدوس گنگوہی۔

۹۱ فتح العزیز۔ عبد العزیز اوراق ۳۸۴ سطور ۱۶

۱۰۲۴ قواعد طریقت۔ عبد الحق محدث اوراق ۱۵ سطور ۱۵ کاتب بدیع الدین

۴۹۴ کرامت وجودیہ۔ فرید الدین گنج شکر اوراق ۸ سطور ۱۲ قلب کار نگین خاکہ

۱۰۲۸ لطائف قدوسی۔ شیخ رکن الدین سطور ۱۳ مکتوبہ ۱۳۲۳ھ (مطبوعہ)

۸۲۹ مطلوب المومنین۔ مزمل نظام سطور ۱۲ برائے مبتدیان

۸۵۶ مظہر العجائب۔ میر سید علی قادری

۶۸۶ معرفت القلوب (رسالہ عشقیہ) حمید الدین ناگوری۔

۴۹۱ مکتوب بنام خواجہ معین۔ قطب الدین بختیار کاکی۔

۴۹/۷ مرغوب القلوب (نظم) مرغوب القلوب نام کا ایک مخطوطہ نثر فارسی میں

۵۷۲ مطلوب السالکین۔ ملا محمد مہر جان تصنیف کا سنہ ۱۰۶۰ھ

۱۰۰۵ منافع القلوب یا رسالہ فارغ شاہ

۱۰۱۶ نصائح صاحب البرکات۔ برکت اللہ عشقی

۴۹۲ نور العاشقین۔ برہان الدین (غریب)

۶۴۴ رسالہ دوایر بشاید غزالی

۶۵۱ وسیلۃ الطالبین

۶۹۷ اسکند یازدہم شری بھاگوت۔ (تصوف) سری کرشن

۱۰۳۰ اطوار در حل اسرار۔ ترجمہ جوگ بشسٹ سار

۱۰۷۵ صوفی جوہر بن جھنجھانوی

۶۹۵ کشف الانوار (تصوف) سوال و جواب تبوا ور پاروتی۔ دوسرا نسخہ سبحان اللہ

۶۹۳ نسخہ سوالات جوابات بابا لعل و دارا شکوہ

دوسرا نسخہ ذخیرہ اٹاوہ مولانا آزاد لائبریری

۲۹۴ محیط معرفت۔ بینی رائے ستی داس

ڈاکٹر رحمت علی خاں
انچارج مخطوطات
سالار جنگ میوزیم حیدرآباد

سالار جنگ میوزیم میں تصوف کے چند اہم مخطوطات

عربی مخطوطہ

۱۔ رسالۂ تصوف از نجم الدین کبریٰ (متوفی ۱۲۱۲ء/۶۱۸ھ) اس رسالے میں مشہور و مقبول حدیث "موتوا قبل ان تموتوا" پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے (کیٹلاگ نمبر ۸۱۲)

۲۔ مقالات جنید بغدادی (متوفی ۹۱۱ء/۲۹۸ھ) اس پر ایک بار پھر اسلیے غور کرنا چاہیے کہ موضوع اولین صوفیا میں سے ہیں اور اُس زمانے سے اس زمانے کے تصوف میں کافی فرق آیا ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۵۸۶)

۳۔ التعریف فی مذہب التصوف: از محمود بن اسحاق الحنفی (متوفی ۹۹۰ء/۳۸۰ھ) کا بھی ایسا ہی معاملہ ہے اس کی کتابت بھی سترھویں صدی عیسوی کی ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۵۸۸)

۴۔ تبیان الطریق فی اہل الحلم: از علی بن سلطان محمد یہ ایک تنقیدی جائزہ ہے احیاء العلوم غزالی کی مختصر پر۔ پندرھویں صدی عیسوی کی تالیف معلوم ہوتی ہے۔ کتابت سترھویں صدی عیسوی کی ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۶۰۶)

۵۔ معارف فی شرح العوارف: از عبدالقدوس خراسانی (متوفی ۱۵۳۸ء/۹۴۵ھ): ایک تفصیلی شرح ہے، عوارف المعارف (شہاب الدین سہروردیؒ) کی۔ اہم اسلیے ہے کہ سکندر شاہ لودھی کے زمانے میں ہندوستان میں تصنیف ہوئی ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۶۱۵)

۶۔ الافاضات الاحمدیہ فی شرح الحقیقۃ المحمدیہ: یہ دراصل تفسیر ہے شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی کی تصنیف "الحقیقت المحمدیہ" پر از محمد دائم سندوی سولہویں صدی عیسوی کی ہندوستانی تحقیق ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۶۳۵)

۷۔ شرح العقائد الصوفیہ: از شیخ فیروز اکبرآبادی (متوفی مابعد ۱۶۸۹ء/۱۱۰۱ھ) یہ ایک کتاب عقائد الصوفیہ پر ایک اضافہ ہے۔ دیگر کتب تصوف سے مقابلے و تصحیح کے لیے بڑی عمدہ تالیف ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۶۳۸)

۸۔ کشف الغین عن کلام اہل العین یا درالثمین: ابو محمد حافظ محمد یوسف سورتی کی تالیف ہے جس میں بڑی عرق ریزی سے مشہور و مستند ۱۲۵ کتب صوفیہ سے اہم اقتباسات جمع کیے گئے ہیں۔ یہ

۱۷۵۸/۱۱۷۱ھ سے قبل کی تالیف ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۶۴۰)

۹۔ **الجوابات المرتبہ**: اس رسالے میں محمد بن صدیق ساکی نے عفیف الدین عبداللہ الحضرمی کے چند صوفیانہ سوالات کے مدلل جوابات تحریر کیے ہیں۔ سترھویں صدی عیسوی کا مخطوطہ معلوم ہوتا ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۶۴۲)

۱۰۔ **الرسالۃ المضیۃ فی الاسرار الخفیہ**: از احمد بن محمد قاسم (متوفی ۱۷۰۷/۱۱۱۹ھ) ایک مختصر سہ ورقی رسالہ ہے جس میں تصوف کے رموز بتلائے گئے ہیں (کیٹلاگ نمبر ۴/۱۶۴۸)

فارسی مخطوطات

۱۔ **مقامات و مقالات خواجہ عبداللہ انصاری** (متوفی ۱۰۸۸/۴۸۱ھ) یہ مناجات اور نصائح سے الگ ایک مخطوطہ ہے جس میں حکایات کے ذریعہ صوفیہ کے مختلف احوال واقوال کی تشریح کی گئی ہے۔ اس میں تصوف اور اس کے صفات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ تصحیح و مقابلہ کے لیے بہترین چیز ہے (کیٹلاگ نمبر ۲۰۲۰-۲۰۲۲)

۲۔ **درر نظامی**۔ ملفوظات کا اچھا و مستند نسخہ ہے دہلی میں اس پر کام ہو رہا ہے۔

۳۔ **جامع محمدی جہانیاں جہاں گشت** چونکہ صدیوں کے فاصلے سے ہمیں دستیاب ہوا ہے لہذا مستند نہیں ہو سکتا۔

۴۔ **تحفہ شاہی**۔ از تقی (اندازاً ۷۷-۱۳۶۷/۸۲-۸۷۲ھ) تصوف کے مختلف احوال پر نایاب نسخہ ہے جس میں وجد کشف اور حال وغیرہ پر بحث ہے۔ کتابت ۱۴۳۰/۸۷۵ھ کی ہے۔ شاہان ایران کا مخطوطہ ہے (کیٹلاگ نمبر ۲۲۹۲)

۵۔ **بدیع الانشاء**۔ از سید علی خطاط (متوفی تقریباً ۱۵۶۴/۹۷۱ھ) یہ اکبر اعظم کے ایک امیر شاہ ابو المعالی کے زمانے کا ترتیب شدہ نسخہ ہے جس میں صوفیا کے ان شطحیات و اقوال کو جمع کیا گیا ہے جو بظاہر تو شریعت کے خلاف ہیں لیکن باطن میں ان کے معانی کچھ اور ہوتے ہیں۔ قدیم مخطوطہ ہے (کیٹلاگ نمبر ۲۳۱۱)

۶۔ **رسائل محمد بن محمود** دہدار فانی شیرازی (متوفی ۱۶۰۸/۱۰۰۶ھ) بھی اہم ہیں کہ ان میں عقائد صوفیہ سے بحث کی گئی ہے۔

۷۔ **مکتوبات شیخ احمد فاروقی** نقشبندی سرہندی پر بھی کام ہو سکتا ہے کہ کئی غیر مطبوعہ مکتوبات ہمارے یہاں محفوظ ہیں۔

۸۔ **تسلیۃ المصاب** از عبدالحق محدث دہلوی: اس میں تصوف کے اسرار و رموز بیان کیے گئے ہیں کیٹلاگ نمبر ۲۳۳

۹۔ **معرفت السلوک** از شیخ محمود چشتی۔ (تصوف ۱۸۵ کیٹلاگ نمبر ۲۳۳)

۱۰۔ **مجمع البحرین** از محمد دارا شکوہ (متوفی ۱۶۵۸/۱۰۶۹ھ) (تصوف ۵۲ کیٹلاگ نمبر ۲۳۳)

۱۱۔ **خیر البیان** از میاں روشنی بایزید (متوفی بعد از ۱۶۶۸/۱۰۷۹ھ) اس لیے اہم ہے کہ اصل کتاب عربی میں ہے

اور اس کا ترجمہ فارسی پشتو اور ہندی میں دیا گیا ہے (کیٹلاگ نمبر ۲۳۳۶)

۱۲۔ مراد المریدین و مرام المرادین: از مراد (متوفی بعد از ۱۶۷۵ / ۱۰۸۶) اس لیے اہم ہے کہ اس میں بیعت، اس کے آداب، شرائط وغیرہ اور حقیقی خلافت پر بحث کی گئی ہے۔ سو سال بعد کا نسخہ ہمارے یہاں ہے (کیٹلاگ نمبر ۲۳۵)

۱۳۔ کلمات عالیات حقہ از ارادت خاں واضح (متوفی ۱۷۱۶/ ۱۱۲۸ھ) تصوف کے ان مخطوطات میں ہے جنھیں درس تصوف کے نصاب میں رکھا جا سکتا ہے۔ اس میں علم و عمل کا ایک وسیع دائرہ دیا گیا ہے ہمارے پاس خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا نسخہ موجود ہے (کیٹلاگ نمبر ۲۳۶۰)

۱۴۔ مجالس کلیمی از محمد کامگار: ملفوظات کا ایک اچھا نمونہ ہے۔

۱۵۔ ملفوظات شاہ نظام الدین اورنگ آبادی از محمد کامگار: یہ بھی اس سلسلے کی ایک چیز ہے۔

۱۶۔ رسالہ علیک بو قلمون از ابوالحسن (متوفی بعد از ۱۷۳۵/ ۱۱۴۷ھ): اس میں تصوف کا حدیث کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔

۱۷۔ معدن الاسرار از اعظم الحسینی (متوفی بعد از ۱۷۷۷/ ۱۱۹۱ھ): اس میں تصوف کے اشغال، خطرات نفس، وہم، پاس انفاس، بیعت، سلوک اور سماع کے جواز و عدم جواز پر سیر حاصل بحث ہے (کیٹلاگ نمبر ۲۳۷۵)

۱۸۔ ہفت جناں از یوسف محمد شاہی۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے اس نسخے میں خواب، حقیقت انسانی، نفس، وحی اور قوائے ظاہر و باطن پر بحث کی گئی ہے (کیٹلاگ نمبر ۲۳۹۴)

۱۹۔ اساس المعرفۃ از کمال الدین صدیقی: اس میں تصوف اور صوفیا کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ اصل اور نقل کے فرق کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ جبر و اختیار، حقائق اور دقائق کے عنوان سے ہمہ اوست و وحدت الوجود کو ثابت کیا گیا ہے۔ انیسویں صدی عیسوی کا نسخہ ہے (کیٹلاگ نمبر ۲۴۰۱)

۲۰۔ مجموعہ: اس میں تصوف کے تین اہم و نادر مخطوطات جمع ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

الف۔ طوالع الشموس از شمس الدین: یہ تصوف کے ان مخطوطات میں سے ہے جو ہندوستان میں مسلمانوں کے ابتدائی دور میں لکھے گئے۔ اس میں اسماء الحسنیٰ کی تفصیل، شرح و خواص ہیں۔ ب۔ سلوک المصباح از نصیر الحسن: اس میں حقیقت روح کا بیان ہے۔ ج۔ المقصد الاقصیٰ از عزیز نسفی۔ اس میں تصوف کے اصول بتائے گئے ہیں۔ کتابت ۱۳۸۰/۷۵ کی ہے اور خط بہار میں تحریر ہے جو خالص ہندوستانی رسم الخط ہے۔ (کیٹلاگ نمبر ۲۴۱۴)

جناب اعجاز ترمذی
شیعہ ڈگری کالج۔ وکٹوریہ اسٹریٹ۔ لکھنؤ ۳

کتاب خانہ ناصریہ لکھنؤ کے بعض عربی مخطوطات

۱۔ ذوارف شرح عوارف (۲۱) ناقص الاول تعداد اوراق ۲۱۲۔ لیکن ناقص الاول ہونے کے سبب ورق ۸۸ سے ابتدا ہوئی ہے عوارف المعارف کی یہ شرح ہے۔ شارح کا نام شیخ علی پیر گجراتی ہے اصطلاحات تصوف ان کے درجات اور اقسام کا تفصیلی ذکر ہے مثلاً ایک جگہ اقسام بکا کو لکھا ہے جن کو اس صورت سے تقسیم کیا ہے۔ ۱۔ بکاء الفرح ۲۔ بکاء الخوف ۳۔ بکاء الوجدان۔ اس قلمی نسخے میں مختلف حدیثیں جو اُبی وغیرہ سے مروی ہیں، بھی درج ہیں اور موضوعات سے متعلق آیات قرآنی بھی ہیں نفس، روح وغیرہ کے متعلق تفصیلی بحث ہے۔ تجلی، زہد، توکل، استغنا، فنا، یقین اور اخلاق صوفیہ کے بارے میں بھی بہت تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔

۲۔ رسالہ ارواح (۲۳) یہ عربی مخطوطہ ۱۹ اوراق پر مشتمل ہے۔ مصنف شیخ روزبہان اور کاتب کا نام نور محمد صدیقی ہے۔ روح کے سلسلہ میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے اس سے متعلق آیات، احادیث، ارشادات اور اقوال ہیں ایک جگہ حضرت عباس سے روایت ہے کہ روح جب جسم سے نکل جاتی ہے تو جسد مر جاتا ہے۔ ابوبکر ابن سعد کہتا ہے کہ روحوں کو نور سے خلق کیا گیا ہے روح ایک سر مخفی ہے جس سے خدا کے علاوہ کوئی واقف نہیں۔ ابن ریوندی کہتا ہے روح جسم لطیف ہے۔ مذکورہ نسخے میں عقل پر بھی بحث ہے۔ اطبا کہتے ہیں کہ مقام عقل دماغ ہے لیکن اہل معرفت قلب کو مقام عقل قرار دیتے ہیں۔

۳۔ رسالہ برزخیہ (۲۵۔ الف) یہ مجلد عربی نسخہ ہے سائز ۲۳½ × ۱۳ سینٹی میٹر، سطح ۲۱×۸، سطر ۲۵۔ خط شکست میں۔ مراۃ العارفین فی ملتمس زین العابدین کے ساتھ منسلک ہے مصنف کا نام الشیخ فخر الدین بن محمد العزیز ہے۔ سنہ تصنیف گیارہویں صدی ہجری۔ آخری صفحہ پر مصنف کا نام اور سنہ تصنیف درج ہے۔ جیسا کہ رسالہ کے نام ہی سے ظاہر ہے یہ برزخ کے موضوع پر ہے، اس رسالہ میں برزخ کی تعریف اس طرح ہے کہ وہ ایک مستقل عالم ہے جو عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان ہے اور وہ قرارگاہ ارواح ہے۔ اس ضمن میں دنیا، برزخ، آخرت، پھر ملک، ملکوت، جبروت اور جسم، نفس، روح پر روشنی ڈالی ہے۔

۴۔ رسالہ توحید وجود (۲۶) (عربی) اوراق آٹھ، سطور ۱۷، سائز ۲۳ × ۱۴ سینٹی میٹر، سطح ۱۸ × ۷½ ——

مصنف وکاتب اور سنہ کتابت نامعلوم ۔ مخطوطہ کرم خوردہ ہے لیکن متن محفوظ ہے۔ اس رسالہ میں مختلف پیرایوں سے فلسفیانہ انداز میں وجود خدا کو ثابت کیا گیا ہے اور جگہ جگہ پیغمبر اسلام کے بعض ارشادات جو معرفت الٰہی سے متعلق ہیں بھی موجود ہیں۔ اس کتاب میں عشق حقیقی یعنی عشق الٰہی کے مدارج اور فلسفوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۵ رسالہ دربیان وحدت (۲۷) عربی سائز ۲۵×۱۶ سینٹی میٹر حوض ۱۶×۹ سینٹی میٹر اوراق ۸ اور سطریں ۱۶۔ اس نسخے پر کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ یہ سیاہ روشنائی سے خط نسخ میں لکھا ہوا ہے اور کرم خوردہ ہے یہ رسالہ چار فصلوں پر مشتمل ہے ۱۔ وحدت وکثرت کی ماہیت ۲۔ اقسام وحدت ۳۔ وحدت حق ۴۔ وحدات کو تنبیہ۔ اس رسالہ میں ذات وصفات اللہ کی بحث ہے نیز اس مسئلہ پر بھی مدلّل بحث ہے کہ اس کے تمام صفات عین ذات ہیں۔ رسالہ کے آخر میں عربی کی ایک مجہول الاسم کتاب کا ورق شامل ہے۔ وہ ورق مطلا اور خط نسخ میں تحریر ہے۔ سب سے آخر میں دو اوراق ایک فارسی کتاب کے بھی شامل ہیں۔

۶ رسالہ روائح (۳۰) ناقص الآخر عربی مخطوطہ ہے اوراق ۵ سائز ۲۳×۱۴ سینٹی میٹر اور حوض ۱۸×۸ سینٹی میٹر سطریں ۱۹ خط نستعلیق مائل بہ شکست میں تحریر ہے۔ مصنف کا نام محمد بن ابی سعید الحسینی ہے صفحات کرم خوردہ ہیں لیکن اصل عبارت محفوظ ہے۔ کاتب اور سنہ کتابت نامعلوم ہے۔ موجودہ رسالہ میں ۲۱ روائح ہیں۔ رائحہ کا عنوان شنگرفی روشنائی سے لکھ کر نصیحت آمیز کلمات تحریر ہیں۔ مثلاً رائحہ: جس نے چشم بصیرت اور اعتبار سے اپنے نفس کی طرف دیکھا اس کے سامنے اسرار ظاہر وباطن نمایاں ہو گئے اور جس نے ایسا نہ کیا اس نے کسی شے کی معرفت نہ حاصل کی۔ تصوف کے موضوع پر یہ بہت ہی کارآمد اور مفید رسالہ ہے۔

۷ شرح دُرر غزالی (۳۷) ناقص الاوّل عربی مخطوطہ ہے۔ اوراق ۱۲۱ سطریں ۱۸۔ سائز ۱۹×۱۱ سینٹی میٹر حوض ۱۴×۶ سینٹی میٹر کتابت بہ خط نستعلیق۔ کوئی ترقیمہ موجود نہیں ہے یہ نسخہ ورق ۹ (ب) سے شروع ہوا ہے اور اوّل کے گیارہ اوراق خستہ اور کرم خوردہ ہیں آخر میں رسالہ درۃ الفاخرہ کے تین صفحات بھی شامل ہیں۔ اس مخطوطہ میں حقیقت واجب الوجود ممکن الوجود پر بحث کی گئی ہے، مباحث زمان ومکان، علم عین ذات واجب ہے اور اسی قسم کے دوسرے مباحث بھی موجود ہیں۔

۸ شرح کتاب کہف ورقیم (۴۰) یہ مجلد عربی مخطوطہ ۲۰۰ اوراق پر مشتمل ہے سائز ۲۶×۱۷ سینٹی میٹر اور حوض ۱۹×۲۰ سینٹی میٹر ہے سطریں ۲۵۔ اس مخطوطہ کے پہلے اور آخری ورق (الف) پر امجد علی شاہ، واجد علی شاہ شاہان اودھ اور کتب خانہ سلیمان جاہ کی مہریں ثبت ہیں۔ نسخہ خط نسخ میں سیاہ روشنائی سے تحریر ہے۔ بعض

جگہوں پر بیچ بیچ میں شنگرفی روشنائی کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔ کتاب بہت خستہ ہے۔ شرح کے علاوہ اس میں اصل نسخہ بھی ہے۔ رقیم کے بھی دو نسخے شامل ہیں۔ علامہ محمد قلی کے اس نسخے پر دستخط ثبت ہیں اور غرہ ربیع الاول ۱۲۶۲ھ تاریخ پڑی ہے۔ اس مخطوطہ میں معرفت الٰہیہ وغیرہ اور معرفت وحقیقت کے بارے میں قرآن واحادیث کے آئینہ میں بحث کی گئی ہے۔

۸ مصباح الانس (۷۶) یہ عربی مخطوطہ سیاہ روشنائی سے بہ خط نسخ ونستعلیق مائل بہ شکست لکھا ہوا ہے۔ ضخامت ۱۵۶ اوراق سائز ۳۰×۲۰ سینٹی میٹر حوض ۲۲×۱۳ سینٹی میٹر سطریں ۲۳۔ مصنف کا نام محمد بن حمزہ ہے۔ کاتب کا نام اور سنہ کتابت معدوم ہے یہ بڑے سائز میں تصوف کی اصطلاحوں پر مبنی ایک بھرپور کتاب ہے البتہ تجلید میں غفلت کی بنا پر بعض اوراق بے ترتیب ہو گئے ہیں اور ورق اول ناقص ہے۔ اس میں مقامات قرار دے کر بحث کی گئی ہے اور فصل کے بجائے اصل لکھ کر نئے موضوعات پر مباحثہ کیا گیا ہے۔ لوح، قلم، عرش، کرسی، عقل وغیرہ کی تخلیق اور اول کون وغیرہ کی بھی بحث ہے۔ پہلے ورق پر علامہ حامد حسین متوفی ۱۳۰۶ھ کی مہر موجود ہے۔

۱۰ نفحات الربانیہ (۷۸) یہ ناقص الطرفین عربی مخطوطہ ہے ضخامت ۱۳۰ اوراق سائز ۲۲×۱۴ سینٹی میٹر حوض ۱۶×۸ سینٹی میٹر سطریں ۱۴۔ مصنف کا نام محمد بن الحسن ہے۔ نسخہ کرم خوردہ اور بہت شکستہ حالت میں ہے۔ ابتدا میں علامہ اعجاز حسین بن علامہ مفتی محمد قلی کی ایک تحریر ہے جس پر تاریخ ۔ ھ شعبان المعظم ۱۰۶۸ھ لفظوں میں تحریر ہے۔ جبکہ علامہ اعجاز حسین کا دور ۱۲۸۵ھ کا ہے جیسا کہ ان کی مہر "الملک للہ" پر تحریر ہے اس لیے غالباً تحریر میں "تاتین" یعنی دوسو کا لفظ چھوٹ گیا ہے۔ مخطوطے کے موجودہ ورق اول (الف) پر علامہ حامد حسین کی مہر بھی ثبت ہے۔ اس مخطوطہ میں صفت محبت معینہ امور میں اجماعاً اور فرادیٰ علم شہود درجات فقر، معرفۃ الحق، اسرار الاولیاء، بعض اقسام الفاتحہ، سر الٰہی کو قی امکان کثرت وحدت غایت وغیرہ کا تذکرہ ہے، وجوب امکان اور بہت سے دوسرے مسائل تصوف اور اصطلاحات کی تفصیلی بحث ہے۔

مقالے کے اختتام پر یہ اطلاع دیدینا بھی ضروری ہے کہ بعض مفید اور کار آمد مخطوطے جو شامل فہرست تھے ان کا تذکرہ اس مقالے میں اس لیے نہ ہو سکا کیونکہ تجلید کے سلسلے میں وہ اپنی جگہ پر موجود نہ تھے۔ آخر میں یہ عرض کر دینا بھی اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں کہ اس مقالہ کی تیاری کے سلسلے میں برادر معظم، محترم ادیب ومحقق جناب کاظم علی خاں صاحب صدر شعبۂ اردو ڈگری کالج لکھنؤ اور علامہ ادیب الہندی نے بڑی مدد فرمائی اور مجھ کو مفید مشوروں سے نوازا۔ میں ہر دو حضرات کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

●●

ڈاکٹر کاظم علی خاں
۱۰۲ وکٹوریا اسٹریٹ، لکھنؤ

کتاب خانہ ناصریہ لکھنؤ کے بعض فارسی مخطوطات

اس مقالے کی تیاری کے لیے جب میں نے جنوری و فروری ۱۹۸۵ء میں کتب خانۂ ناصریہ لکھنؤ کا جائزہ لیا تو اس زمانے میں بعض مخطوطات جلد بندی کے سلسلے میں متعلقہ الماری سے غیر حاضر تھے لہٰذا اس مقالے میں صرف ان مخطوطات کا تعارف کرایا گیا ہے جو جائزہ کے وقت کتب خانے میں دستیاب تھے اس مقالے کے علاوہ میں نے تین اہم مخطوطات پر علاحدہ علاحدہ تین مختصر مقالے بھی لکھے ہیں۔ کاظم علی خاں

۱-تا-۳- **انوار الحکمتہ و دیگر رسائل (۲)** [1]: ۔ تصوف کے تین مختلف رسائل پر مشتمل یہ قدرے کرم خوردہ مجلد مخطوطہ فارسی زبان میں ہے اس کی مجموعی ضخامت ۴۲ اوراق ہے اس میں رکابوں کا قدیم طریقہ ملتا ہے اوراق کے نمبر کسی نے بعد کو درج کیے ہیں۔ اس کا خط نستعلیق مائل بہ شکست ہے۔ تحریر اوراق کے دونوں جانب سیاہ روشنائی میں ہے تقطیع ۲۰×۱۲ سینٹی میٹر اور حوض ۸×۱۵ سینٹی میٹر ہے مسطر ۱۵ سطری ہے۔ ترقیمہ ورق ۴۲ سے پتہ چلتا ہے کہ ان تینوں رسائل کی کتابت ۱۱۲۰ھ میں تمام ہوئی تھی اور کاتب کا نام حافظ محمد حسین تھا۔ یہ جلد بہ تفصیل ذیل تین رسائل پر مشتمل ہے

(۱) انوار الحکمتہ ۔ اوراق ۱ تا ۱۰ (ب) کتب خانے کا ریکارڈ اسے امام محمد غزالیؒ کی تصنیف قرار دیتا ہے لیکن مولانا شبلی کی کتاب الغزالی (ص ۴۱ تا ۴۴) میں امام محمد غزالی کی کتابوں کی فہرست میں انوار الحکمتہ کا نام نہیں ملتا یہ امر تحقیق طلب ہے کہ یہ رسالہ امام محمد غزالی کی تصنیف ہے یا کسی اور شخص کے قلم سے ہے۔

(۲) رسالہ حسن و عشق ۔ اوراق ۱۰ (ب) تا ۱۹ (ب)

(۳) رسالۂ تحفۃ الاخوان ۔ اوراق ۱۹ (ب) تا ۴۲ ۔ یہ ایک عربی رسالہ کا فارسی ترجمہ ہے اس میں ایک مقدمہ، دس ابواب اور ایک خاتمہ ہے۔ مقدمے میں چار فصلیں اور خاتمے میں تین فصلیں ہیں۔ ان رسائل میں تصوف کی اصطلاحوں پر مباحث اور اقوال و نصائح ملتے ہیں۔

---

[1] ہر مخطوطے کے عنوان کے بعد قوسین میں اس کا وہ نمبر درج کیا گیا ہے جس کے ماتحت وہ ناصریہ کے مخطوطات تصوف کی فہرست میں تلاش کیا جاسکے

۴ ـــ ترجمہ اظہار المخفیہ (۲۵) تصوف کے موضوع پر یہ دراصل ایک عربی رسالے "اخبار مصطفویہ" کا فارسی ترجمہ ہے۔ اس کی تقطیع ۱۴ x ۲۱ سم، حوض ۹½ x ۱۸ سم اور ضخامت ۱۵ اوراق ہے۔ ترقیمہ نہ ہونے کے باعث مترجم و کاتب کا نام اور زمانہ کتابت نامعلوم ہے۔ ابتدا کے اندراجوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ ناصریہ میں ۱۶ ربیع الاول [illegible] کو آیا تھا۔ مخطوطہ کبھی کتب خانہ سلیمان جاہ کی ملکیت میں بھی رہا تھا۔ جیسا کہ اس کی ابتدا میں ثبت ایک سرخ رنگ کی مہر سے ظاہر ہوتا ہے مخطوطے کے آخر میں کتب خانۂ امجد علی شاہ کی مہر بھی ثبت ہے۔ امجد علی شاہ ۱۲۵۸ھ سے ۱۲۶۳ھ تک اودھ کے حکمراں رہے تھے۔ چوں کہ رسالہ ترجمہ ہے لہٰذا اس کی زیادہ اہمیت نہیں۔

۵۔ چہل مجلس (۱۲) خط نستعلیق میں سیاہ روشنائی سے مرقوم اس فارسی مخطوطے کی ضخامت ۱۱۳ اوراق تقطیع ۱۲x۱۸ سم نیز حوض ۷ x ۱۵ سم ہے۔ اس میں تصوف کے مختلف مسائل پر چوالیس مجالس ہیں۔ ہر مجلس کا عنوان شنگرفی روشنائی سے درج کیا گیا ہے۔ پہلی مجلس کا زمانہ ۷۲۴ھ ملتا ہے جو اس کے مصنف کے دورِ حیات سے مطابقت رکھتا ہے اس کے مصنف علاؤ الدولہ سمنانی نے ستر برس کے سن میں ۲۳ رجب ۷۳۶ھ کو وفات پائی تھی (دیکھیے قاموس المشاہیر جلد دوم: نظامی بدایونی۔ بدایوں طبع ۱۹۲۶ء ص ۸۷ تا ۸۸) مخطوطہ مکمل ہے مگر اس کا ترقیمہ ورق آخر سے کاٹ دیا گیا ہے، لہٰذا اس کا کاتب اور سنہ کتابت نامعلوم رہتا ہے۔

۶۔ رسالہ در توحید مع شرح (۲۸) سولہ اوراق پر مشتمل یہ مختصر فارسی رسالہ سیاہ روشنائی سے لکھا ہوا ہے اس کا خط نستعلیق مائل بہ شکستہ اور تقطیع ۱۴ x ۲۴ سم ہے متن میں رسالہ اور حاشیے میں شرح ہے۔ ترقیمہ موجود نہیں مصنف و کاتب کا نام اور سنہ کتابت نامعلوم ہے۔ تصوف کے اس مختصر رسالے میں توحید پر مباحث ہیں۔

۷ تا ۸۔ **رسالۂ یعقوب بن عثمان غزنوی در سیرت بہاء الدین نقشبندی (۲۹)**: یہ مختصر فارسی رسالہ صرف تیرہ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کی روشنائی سیاہ، خط نستعلیق اور مسطر ۱۹ سطری ہے۔ اس کی تقطیع ۱۵x۲۴ سم اور حوض ۱۰x۱۹ سم ہے۔ رسالے کے مصنف کا نام یعقوب بن عثمان غزنوی ہے۔ اس میں بہاء الدین نقش بندی کی سیرت بیان کی گئی ہے۔ بہاء الدین نقشبندی مشہور ولی اور نقشبندیہ سلسلے کے بانی تھے نیز انھوں نے ۷۹۱ھ میں بمقام حرفہ (ایران) وفات پائی تھی (قاموس المشاہیر ج۱ ص ۱۳۹)

اسی جلد میں مذکورہ رسالے کے بعد ورق ۱۰۹ سے ورق ۲۴۴ تک ایک اور فارسی کتاب بھی منسلک ہے جس میں سید محمد حسنی حسینی کے مکاتیب ہیں۔ اس مخطوطے کا خط نستعلیق اور روشنائی سیاہ ہے۔ اس کا مسطر ۱۵ سطری ہے۔ ان مکاتیب سے قبل ایک مفصل مقدمہ بھی شامل ہے۔ مکاتیب میں تصوف کے مختلف مباحث ہیں۔ اس

مخطوطے میں جن بزرگ کے مکاتیب ہیں ان کا نام سید محمد حسنی حسینی پڑھا جاتا ہے۔ احتمال ہے کہ سید محمد حسینی شاید وہی بزرگ جن کا ذکر قاموس المشاہیر جلد اوّل (ص ۲۰۹) میں آیا ہے اگر میرا یہ قیاس مزید تحقیق سے درست ثابت ہوا تو ان کی تاریخ وفات ۹، شوال ۸۱۵ھ، ولدیت سید نجم الدین اور مدفن ہرات میں ہے۔

اسی جلد میں ورق ۲۲۵ (ب) سے ایک اور عربی رسالہ شروع ہو کر ورق ۲۳۸ پر تمام ہوتا ہے۔ یہ رسالہ تصوف کے موضوع پر نہیں ہے۔

۹ و ۱۰۔ رسالۂ غایۃ الامکان و شرح کلمات کیمیائے سعادت (۳۱):۔ اس جلد میں دو رسائل ہیں۔ پہلا فارسی رسالہ ۲۵ اوراق پر مشتمل ہے اول اور آخری ورق کے علاوہ باقی اوراق کے دونوں جانب تحریر ہے۔ اس کا خط نستعلیق اور مسطرہ ۱۵ سطری ہے اس کی تقطیع ۱۸ × ۲۷ س م نیز حوض ۸ × ۱۶ س م ہے مخطوطہ قدیم اور کرم خوردہ ہے۔ اوراق کا سلسلہ کتابوں کے پرانے طریقے پر ہے۔ سرورق پر شنگرفی روشنائی سے جو فارسی عبارت لکھی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ مخطوطہ بابا افضل کاشانی[1] کی تصنیف ہے۔ اس کی کتابت ۱۶ شوال ۱۲۶ھ کو مکمل ہوئی تھی اور یہ کتاب کتب خانہ سلطان شمس الدین محمد شاہ صفوی و موسوی بہادر خان میں رہ چکی ہے۔ اس میں تصوف، روح اور مکان کے مباحث ہیں۔ اسی جلد میں (ورق ۲۹ب تا ۴۲) ایک اور فارسی رسالہ "شرح کلمات کیمیائے سعادت" بھی شامل ہے جس کا خط گذشتہ رسالے سے مماثل ہے یہ خواجہ افضل الدین کاشانی کی تالیف ہے اس میں کیمیائے سعادت کے چند کلمات کی شرح کی گئی ہے اس میں چار عنوانات کے تحت خود شناسی، حق شناسی، معرفت دنیا اور آخرت شناسی کا ذکر ہے

۱۱۔ رسالہ مبدا و معاد (۳۲) آٹھ اوراق کا یہ مختصر فارسی رسالہ خط نستعلیق میں سیاہ روشنائی سے لکھا ہوا ہے۔ پہلا اور آخری ورق سادہ ہے۔ بقیہ اوراق پر دونوں جانب تحریر ہے اس کی تقطیع ۱۵ × ۲۲ س م نیز حوض ۹ × ۱۵ س م ہے مسطر یکساں ہونے کی بجائے کہیں ۱۵ سطری ہے اور کہیں ۱۶ سطری ہے۔ کاغذ بوسیدہ و کرم خوردہ ہے۔ ترقیمہ نہ ہونے سے سنہ کتابت نامعلوم۔ اس کے مؤلف شیخ نصیر الدین طوسی مشہور شیعہ عالم تھے اور ان کا زمانۂ حیات ۱۱ جمادی الاول ۵۹۷ھ سے ۱۸ ذی الحجہ ۶۷۲ھ تک جاری رہا تھا (قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۲۶۰) اس رسالے میں مبدا و معاد کے موضوع پر مباحث ہیں۔

---

[1] بابا افضل کاشانی مشہور شاعر بھی تھا اس نے رباعیاں بہت لکھی تھیں اور اس کی دوسری تالیفات بھی تھیں یہ سلطان محمود غزنوی کا مصاحب تھا محمود غزنوی کا دور حکومت ۳۸۹ھ سے ۴۲۱ھ تک جاری رہا تھا (بحوالہ قاموس المشاہیر جلد اول ص ۲۱۱، قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۲۳۵) لیکن وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ زیر تبصرہ تصنیف اسی شاعر کی ہے یا اس کے کسی ہم نام دوسرے شخص کی ہے۔

۱۲۔ شطحیات روزبہان (۴۳پ)۔ اس فارسی مخطوطے کی تقطیع ۲۲×۱۵ س م اور مسطرہ ۱۶ سطری ہے۔ یہ خط نسخ میں سیاہ روشنائی سے تحریر ہوا ہے عنوانات شنگرفی روشنائی میں ہیں۔ مخطوطہ ناقص از اول ہے اس کے عربی ترقیمے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی کتابت ۲۲، ربیع الآخر ۸۳۱ھ کو تمام ہوئی تھی اور اس کے کاتب کا نام محمد بن محمد بن محمود تھا کتاب کے آخری حصے میں یہ اطلاع بھی ملتی ہے کہ یہ تصنیف پنج شنبہ ۳، ربیع الآخر ۵۸۵ھ کو اس کے مصنف نے ۸۴ سال کے سن میں مکمل کی تھی۔ اس میں تصوف کے مختلف موضوعات پر اہل طریقت کے اقوال وغیرہ ہیں۔ شطحیات سے مراد ہیں اہل طریقت کے وہ کلمات جو شریعت کے خلاف ہوں (مہذب اللغات جلد ہفتم ص ۱۵۰)

۱۳۔ غایۃ البیان فی درایۃ المکان والزمان (۵م)۔ خط نستعلیق میں سیاہ روشنائی سے لکھا ہوا یہ فارسی رسالہ ۳۲ اوراق پر مشتمل ہے اس کی تقطیع ۲۴×۱۴ س م نیز مسطرہ ۱۱ سطری ہے ترقیمہ نہ ہونے کے باعث اس کے مصنف وکاتب کا نام اور زمانۂ کتابت نامعلوم ہے اس رسالہ میں ایک ابتدائیہ اور چند فصلیں ہیں اس میں زمان ومکان کے موضوع پر مباحث ہیں[۱]

۱۴۔ کشف الحقائق (۵۵)۔ یہ فارسی مخطوطہ ۲۲۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کی تقطیع ۱۸×۱۲ س م اور حوض ۱۳×۷ س م ہے۔ اس کا مسطرہ ۱۴ سطری ہے خط نستعلیق مگر مائل بہ شکست ہے روشنائی سیاہ ہے لیکن عنوانات شنگرفی روشنائی میں ہیں۔ حوض کے چوگرد سنہری اور سیاہ جدولیں ہیں اور بعض اوراق خوشنما سنہری کام سے مزین ہیں۔ ترقیمے سے پتہ چلتا ہے یہ مطلا و مذہب مخطوطہ ۲۵ شعبان ۱۰۶۰ھ کو کشمیر میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔ اس کے مولف شیخ عزیز تھے۔ اس مخطوطے میں تصوف سے متعلق صوفیوں کی روایتیں وغیرہ جمع کی گئی ہیں۔ مخطوطہ بہ تفصیل ذیل دس رسائل اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے:-

(۱) پہلے رسالے میں وجود خداوندی پر گفتگو ہے (۲) دوسرا رسالہ بیان انسان میں ہے (۳) تیسرا رسالہ سلوک کے باب میں ہے (۴) چوتھے رسالے میں توحید کا بیان ہے۔ (۵) پانچواں رسالہ معاد پر ہے (۶) چھٹے رسالہ میں دنیا وآخرت کا ذکر ہے (۷) ساتواں رسالہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کے بیان میں ہے (۸) آٹھویں رسالے میں

---

[۱] علامہ اقبال کے خطبات میں فخرالدین عراقی کے رسالہ زمانیہ کا ذکر آیا ہے مولانا امتیاز علی عرشی نے ایک مقالے میں اس رسالے کے صحیح نام اور اصل مصنف کے بارے میں تحقیق کی ہے۔ وہ مقالہ اس وقت راقم کے پیش نظر نہیں ہے لیکن اس کا امکان ہے کہ یہ وہی رسالہ ہو جس کا ذکر عرشی صاحب نے کیا ہے۔

قرآن مجید پر گفتگو ہے (۹) نواں رسالہ اسلام و ایمان کی حقیقت کے بیان میں ہے (۱۰) دسواں رسالہ صاحب شریعت کے متعلق ہے خاتمہ کتاب میں ختم نبوت و ختم ولایت کا بیان ہے۔

۱۵۔ کنز الہدایات (۷۰) رجسٹر کتب خانہ میں اس رسالے کی زبان عربی بتائی گئی ہے مگر یہ رسالہ فارسی میں ہے اس کے مولف محمد باقر بن شرف الدین لاہوری عباسی حسینی تھے ترقیمے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے کاتب کا نام سید عبدالواجد ابن سید محمد جان ابن سید محمد صادق الحسنی الحسینی تھا۔ رسالے کا سنہ کتابت نامعلوم ہے۔ رسالہ خاصہ قدیم اور کرم خوردہ ہے۔ کاغذ بہت خستہ ہے کاغذ کا رنگ گلابی ہے اس کی روشنائی سیاہ ہے۔ عنوانات شنگرفی روشنائی میں ہیں۔ خط نستعلیق مسطر ۲۳ سطری اور ضخامت ۱۹ اوراق ہے اس کی تقطیع ۱۴×۲۲ س م نیز حوض ۸×۱۷ س م ہے۔ اس رسالے میں مجدد الف ثانی کے مکاتیب کا خلاصہ وغیرہ شامل ہے۔ مجدد الف ثانی یعنی شیخ احمد سرہندی کا زمانہ حیات سنہ ۹۷۱ھ سے صفر سنہ ۱۰۳۴ھ تک تھا (قاموس المشاہیر جلد اول ص ۶۷)

۱۶۔ مفتاح الجنان (۶۹) اس فارسی مخطوطے کی تقطیع ۱۴×۲۲ س م، حوض ۹×۱۶ س م نیز مسطر ۱۵ سطری ہے۔ حوض کے چوگرد شنگرفی روشنائی سے جدولیں کھینچی گئی ہیں۔ اس کا خط نسخ اور روشنائی سیاہ ہے۔ عنوانات کے لیے شنگرفی روشنائی استعمال ہوئی ہے۔ مخطوطہ ناقص الطرفین ہے اور اس میں اوراق ۲۲۳ ہی ہیں۔ تحریر اوراق کے دونوں جانب ہے۔ ترقیمہ نہ ہونے سے اس کے مصنف و کاتب کا نام اور زمانہ کتابت نامعلوم ہے۔ ابتدائی ورق پر بانی کتب خانہ مفتی محمد قلی صاحب (متوفی سنہ ۱۲۶۰ھ) کے قلم کی دستخطی عبارت موجود ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب میں صوفیوں سے منسوب مختلف حکایات و روایات لکھی گئی ہیں جن میں سے بعض شیعی مسلک کے منافی ہیں

۱۷۔ مکاتیب شیخ محمد چشتی (۷۲) - اس کی زبان فارسی، ضخامت ۵۲ اوراق، مسطر ۲۱ سطری، خط نستعلیق، روشنائی سیاہ، تقطیع ۱۲×۲۱ س م نیز حوض ۷×۱۷ س م ہے اس کرم خوردہ مخطوطے میں رکابوں کا قدیم سلسلہ ملتا ہے اس میں شیخ محمد چشتی کے متعدد مکاتیب ہیں۔ آخری خط کے خاتمے پر غرہ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۰۱۶ھ کا اندراج ملتا ہے جس سے مکتوب نگار کے زمانہ حیات کا اندازہ ہوتا ہے۔ دوسرے خطوط پر تاریخیں درج نہیں۔ پہلے خط کی پیشانی پر شنگرفی روشنائی سے یہ عنوان مرقوم ہے:-

"مکتوب در بیان سفر باطن و واردات آں"

ان مکاتیب میں مکتوب نگار نے کشف و سلوک معنوی کے سلسلے میں مشائخ کے احوال و اطوار وغیرہ بیان کیے ہیں۔

۱۸۔ **مکاتیب قطب الدین** (۴۳) اس مخطوطے کی زبان فارسی، تقطیع ۱۳×۲۲ س م، روشنائی سیاہ ضخامت ۸۵ اوراق، مسطر ۱۶ سطری، حوض ۷×۱۶ س م زیر خط نسخ ہے عنوانات شنگرفی روشنائی میں ہیں۔ نسخے میں رکابوں کا قدیم طریقہ ملتا ہے۔ مخطوط بہت قدیم بوسیدہ و درست شدہ ہے۔ ترقیمہ ندارد اور زمانۂ کتابت نامعلوم ہے۔ مخطوط قطب الدین کے جن مکاتیب پر مشتمل ہے ان میں تصوف کے مختلف موضوعات پر گفتگو ملتی ہے جن میں جابجا آیات و احادیث کے حوالے بھی ہیں۔ کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ میں چند عربی و فارسی مخطوطات، تصوف کی رد میں بھی ہیں جن کے متعلق اس مختصر مقالے میں کچھ عرض کرنے کی گنجائش نہیں۔ تصوف کے اس پہلو سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کتب خانے سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔

۱۹ **گنج سعادت**:۔ کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ کا یہ مُطلّا و مذہّب فارسی مخطوط خوشنما سنہری کام سے مزین ہے فہرست کتب خانہ میں اس کا نمبر ۶ ہے اس کی تقطیع ۱۷×۲۰ سنٹی میٹر ہے اور حوض کی ناپ $\frac{1}{4}$۱۰×۱۹ سنٹی میٹر ہے حوض کے چوگرد سنہری سیاہ اور نیلی جدولیں بتاتی ہیں کہ مخطوط خاص اہتمام کے ساتھ تیار کیا گیا تھا مخطوطے کی ضخامت ۱۰۸ اوراق اور مسطر ۱۲ سطری ہے۔ پہلے اور آخری ورق کو چھوڑ کر بقیہ اوراق کے دونوں جانب تحریر ہے۔ اس کا خط نستعلیق اور روشنائی سیاہ ہے عنوانات کیلئے شنگرفی روشنائی استعمال کی گئی ہے۔ مخطوط ابتدا میں مُطلّا و مُذہّب ہے۔ مخطوطے کے دیباچے ورق ۲ (الف) سے علم ہوتا ہے کہ اس کے مولف معین الدین نقشبندی تھے جو خواجہ خاوند محمود کے فرزند تھے معین الدین نے زیر تبصرہ کتاب گنج سعادت دراصل امام محمد غزالی کی مشہور کتاب کیمیائے سعادت کی تحریک پر لکھی تھی جیساکہ ورق ۲ (ب) کے اندراجوں سے ظاہر ہے امام محمد غزالی نے ۴۵۰ھ سے جمادی الآخر ۵۰۵ھ تک اپنے ۵۵ سالہ دور حیات میں مختلف اسلامی علوم و فنون پر جو درجنوں اہم کتابیں لکھی تھیں ان میں کیمیائے سعادت تصوف کا وہ یادگار کارنامہ ہے جس کی تابناکی کو صدیوں کی گرد بھی معدوم کرنے سے قاصر رہی ہے[1]۔ کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ کے مخطوطاتِ تصوف کی فہرست میں نمبر ۳۱ پر ایک اور رسالہ بھی موجود ہے جس میں کیمیائے سعادت کی شرح ملتی ہے[2]۔ معین الدین کی گنج سعادت بھی ان کتابوں میں شامل ہے جو امام محمد غزالی کی کتاب

---

[1] تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو الغزالی: مولانا شبلی نعمانی۔ اصح المطابع آسی پریس لکھنؤ ملتن ص ۵ ص ۴۲ ص ۴۱ تا ۴۴ ص ۴۸ تا ۴۹ و نیز ص ۲۶۶ [2] رسالۂ غایۃ الامکان و شرح کلماتِ کیمیائے سعادت (قلمی) مخزونہ کتب خانۂ ناصریہ لکھنؤ۔ اس قلمی نسخے پر راقم الحروف کے اسی مقالے میں گفتگو کی گئی ہے۔

[3] بحوالۂ قاموس المشاہیر جلد دوم: مرتبہ نظامی بدایونی۔ نظامی پریس بدایوں طبع ۱۹۲۶ء ص ۵۲ تا ۵۳

کیمیائے سعادت کے زیر اثر لکھی گئی تھیں۔ معین الدین کی کتاب گنج سعادت ۱۰۷۳ھ کی تالیف ہے جیسا کہ اسکے سال تالیف کے مندرجہ ذیل مادہ تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے :

ہاتفی گفت بے ریا بشمار ست ایں تحفۂ معین الدین

۲۱۱ ۱۲۸۴ - ۲۱۱ = ۱۰۷۳

ورق ۳ (الف) کے اس شعر کے مصرعۂ آخر کے اعداد ۱۲۸۴ میں سے لفظ "ریا" کے اعداد یعنی ۲۱۱ کا تخرجہ کرنے پر سال تالیف ۱۰۷۳ھ برآمد ہوتا ہے۔ ورق ۳ (ب) سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب بہ عہد اورنگ زیب معرض وجود میں آئی تھی۔ مغل حکمراں اورنگ زیب کا عہدِ حکومت ۱۰۶۸ھ سے ۱۱۱۸ھ تک جاری رہا تھا[۵۵]

گنج سعادت کے ترقیمے (ورق ۲۱۸-الف) سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی کتابت چہارشنبہ ۲۵ رمضان ۱۰۸۴ھ کو مکمل ہوئی تھی گویا یہ مخطوطہ کتاب کی تالیف ۱۰۷۳ھ کے گیارہ سال بعد ۱۰۸۴ھ میں تیار ہوا تھا۔ یہ مخطوطہ بہ تفصیلِ ذیل ایک دیباچے، چار ارکان، ایک خاتمہ اور ایک ختم خاتمہ پر مشتمل ہے: پہلا رکن اعتقادیات وغیرہ کے باب میں ہے۔ دوسرا رکن فقہ پر مشتمل ہے۔ تیسرے رکن میں فضائل و خصائص اور معراج و معجزاتِ رسول اسلام کا بیان ہے۔ چوتھے رکن میں تصوف و اخلاق صوفیہ کا بیان ہے۔ خاتمہ میں سلاطین کے عدل و احسان وغیرہ کا بیان ہے۔ ختم خاتمہ رحمت و مغفرت وغیرہ سے متعلق احادیث پر مبنی ہے۔

۷۔ جواہر الاسرار :- کتب خانۂ ناصریہ لکھنؤ کے مخطوطاتِ تصوّف کی فہرست میں نمبر ۱۰ پر جواہر الاسرار کا جو قلمی نسخہ ملتا ہے وہ فارسی زبان میں ہے اور اس کی تقطیع ۱۳ × ۲۳ سینٹی میٹر ہے۔ اس کی ضخامت ۹۰ اوراق ہے مگر یہ چار ابتدائی اوراق سے محروم ہے۔ تحریر اوراق کے دونوں جانب سیاہ روشنائی میں ہے لیکن عنوانات وغیرہ کے لیے شنگرفی روشنائی استعمال کی گئی ہے اس کا خط نستعلیق ہے تحریر حوض کے علاوہ کہیں کہیں حاشیوں پر بھی ملتی ہے مخطوطہ چوں کہ چار ابتدائی اوراق نہ ہونے کے باعث ناقص الاوّل ہے لہٰذا اس کے مولف کے نام کو اس کے متن میں داخلی شہادتوں کی بنیاد پر تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ مولف کے نام کے مسئلے کو ہم خارجی شواہد کی مدد سے بھی حل کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم کو کسی کتب خانہ میں جواہر الاسرار کا کوئی دوسرا مکمل نسخہ مل سکے۔ مخطوطاتِ تصوف پر اس یادگار سمینار میں ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے دانشوروں کے سامنے اس مسئلے کو پیش کرنا بے محل نہ ہوگا۔

جواہر الاسرار کے ترقیمے سے انکشاف ہوتا ہے کہ اس کی کتابت عبدالوہاب صاحب یوسف الہاشمی نے یا زدہم محرم ۱۰۵۹ھ (مطابق ۵ جنوری ۱۶۴۹ء) کو بہ مقام ملکاپور مکمل کی تھی (ورق ۹۰ ب) یہ شاہ جہاں کا عہد حکومت تھا۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ ملکاپور بہار میں واقع ہے اور عہد جہانگیری کی کتاب مخزن افغانیہ (از نعمت اللہ

بھی مالکاپور میں تحریر کی گئی تھی ۔ (دیکھئے تاریخ شاہجہاں، مصنفہ ڈاکٹر بی پی سکسینہ۔ مترجمہ ڈاکٹر سید اعجاز حسین۔ ترقی اردو بورڈ نئی دہلی طبع ۱۹۷۵ء ص ۱۲) مخطوطے کے ورق ۸ الف کے حاشیے کی تحریر کے خاتمہ پر "ابوالفضل بن مبارک عفی عنہ" کا اندراج ہے جس کے متعلق کسی نے لکھا ہے: "خط ابو الفضل بن مبارک" میرے نزدیک اس نظریے کو قبول کرنے میں قباحت یہ ہے کہ اس مخطوطہ کی کتابت جب ۱۰۵۹ھ میں مکمل ہوئی تو اس وقت ابوالفضل بن مبارک زندہ ہی نہ تھے ۔ ابو الفضل نے جمعہ ۴ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ کو بہ عہد اکبر اعظم وفات پائی تھی (دیکھئے (۱) انگریزی کتاب "اکبر دا گریٹ مغل"؛ وی۔ اسمتھ طبع ۱۹۶۲ء ص ۲۳۶۔ (۲) قاموس المشاہیر جلد اول: نظامی بدایونی۔ نظامی پریس بدایوں طبع ۱۹۲۴ء ص ۳۵ تا ۳۶) ان حالات میں میرے نزدیک اس عبارت کا ابو الفضل کے خط میں ہونے کے بجائے مخطوطے کا تب عبدالوہاب یوسف الہاشمی کے خط میں ہونا زیادہ قرین قیاس ہے لیکن وثوق کے ساتھ اس مسئلے کا فیصلہ مزید تحقیق کا طالب ہے۔ اگر ابوالفضل بن مبارک کی کوئی مصدقہ تحریر دست یاب ہو تو اس سے مذکورہ عبارت کو ملا کر دیکھنا بھی بہتر ہوگا میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ جواہر الاسرار کا یہ مخطوط جس نسخے سے نقل ہوا ہو اس کے حاشیے پر ابوالفضل نے اپنی تحریر میں کوئی عبارت درج کی ہو جسے زیر تبصرہ مخطوطے کے کاتب نے نقل کر دیا ہو۔ جواہر الاسرار کے اس قلمی نسخے میں ابوالفضل کا حوالہ جس انداز سے آیا ہے اس کے پیش نظر اس امر کی بھی تحقیق ہونا چاہئیے کہ ابو الفضل کے قلمی آثار میں کہیں جواہر الاسرار کا حوالہ بھی آیا ہے یا نہیں۔ اس فارسی مخطوطے میں بعض مقامات پر ہندی دوہرے بھی مرقوم ملتے ہیں (مثلاً ورق ۹ ب وغیرہ) فارسی تحریروں میں ہندی دوہروں کا استعمال ایک ایسی روایت ہے جو ابو الفضل کے زیر اثر مغل حکمراں اکبر کے دور سے جاری ملتی ہے اور عہد اکبری کے مشہور ہندی شاعر عبدالرحیم خانخاناں نے بھی اس روایت کو تقویت دی تھی (اکبر دا گریٹ مغل ص ۳۰۲ تا ۳۰۶)

جواہر الاسرار دس فصلوں پر مشتمل ہے پہلی فصل میں روح، نفس اور باطن کے اسرار و اقسام کا بیان ہے دوسری فصل مشائخ کے منظوم کلام کے رموز و اسرار کے باب میں ہے۔ باقی فصلوں میں بھی تصوف کے مختلف مباحث ہیں۔

۱۱۔ برہان المراقبین کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ کے مخطوطات تصوف کی فہرست میں نمبر ۴ کے ماتحت فارسی زبان میں برہان المراقبین کا جو قلمی نسخہ دست یاب ہوا ہے اس کے متعلق ضروری امور درج ذیل ہیں:

یہ مخطوطہ نستعلیق خط میں سیاہ روشنائی سے لکھے ہوئے ۱۱۳ اوراق کو محیط ہے۔ اس کی تقطیع ۱۱×۱۷ اینٹی میٹر

اور حجم ۷×۱۲ سینٹی میٹر ہے اس کا مسطرہ ۱۵ سطری ہے۔ تحریر اوراق کے دونوں جانب ہے۔

ورق ۱۰۳ نیز ورق ۱۱۲ (ب) سے انکشاف ہوتا ہے کہ اس مخطوطے کے مولف کا نام علی نقی تھا اور اس نے ۱۵ ذی الحجہ ۱۱۲۹ھ یوم شنبہ (از روئے تقویم مطابق ۹ نومبر ۱۷۱۷ء) کو وفات پائی تھی۔

اوراق ۱۱۲ (ب) نیز ۱۱۳ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس مخطوطے کے کاتب کا نام قطب الدین محمد الحسینی التبریزی تھا اور اس کی وفات ۱۱۴۳ھ میں ہوئی۔ کاتب کی وفات کا علم اس قطعہ تاریخ سے ہوتا ہے جو اس مخطوطے کے ورقِ آخر پر کسی دوسرے شخص کے خط میں مرقوم ملتا ہے۔

مذکورہ قرائن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس مخطوطے کی کتابت اس کے مولف کی وفات (۱۱۲۹ھ) کے بعد مگر کاتب کی وفات (۱۱۴۳ھ) سے قبل مکمل ہوئی ہوگی۔ ورق ۱۰۲ (ب) کے بعض مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس مخطوطے کا مولف شیعی عقائد کا پیرو تھا۔ تصوف کا موضوع فرقۂ شیعہ کے افراد کی دلچسپی کا مرکز کم ہی رہا ہے۔ ان امور کے پیشِ نظر زیرِ تبصرہ مخطوطہ اس لیے اہم ثابت ہوتا ہے کہ اس کی مدد سے ان شیعہ علماء و مجتہدین کی نشاندہی ہوتی ہے جو تصوف کے مسلک پر تھے مزید برآں اس میں ائمہ اثنا عشر سے صوفیوں کے استفادات کا بیان بھی ملتا ہے۔ مقدمے میں مولف کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ مخطوط ایک مقدمے پانچ فصلوں اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے جن کی تفصیل یہ ہے:

مقدمہ: اس میں تصوف کے معنی کی تحقیق اور منشائے تصوف وغیرہ کا بیان ہے۔

پہلی فصل: اس میں آواز و غنا کے موضوع پر مباحث ہیں۔

دوسری فصل: اس میں تصوف کی اصطلاحوں مثلاً جہر و خفا پر گفتگو کی گئی ہے۔

تیسری فصل: یہ فصل خوف، رغبت و رہبانیت وغیرہ کے باب میں ہے۔

چوتھی فصل: یہ فصل ائمہ معصومین (اثنا عشر) سے صوفیوں کے استفادات کے ذکر پر مشتمل ہے

پانچویں فصل: اس میں سلسلۂ تصوف اور امام علی رضا کے موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

خاتمہ: اس میں ان شیعہ علماء و مجتہدین کا ذکر ہے جو تصوف کے مسلک پر تھے۔

••

جناب صلاح الدین محمد ایوب
صدر کتب خانہ اماتی - مدراس

کتب خانہ اماتی اور اس کے نادر مخطوطات

اس کتب خانہ کی شہرت " احکام اہل الذمہ " ابن قیم الجوزیہ کی اشاعت کے بعد عرب دنیا میں ہوگی جبکہ پروفیسر صبحی صالح نے دمشق سے برملا کہا کہ دنیا کے واحد ترین نسخہ مدراس سے ایڈیٹ کیا ہوں۔ "غریب الحدیث" کو دائرۃ المعارف العثمانیہ نے چار جلدوں میں شایع کی۔ "تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف" جمال الدین المزی کی کتاب بارہ جلدوں میں بھیونڈی سے شایع ہوئی ہے اور ہمارا نسخہ بے حد کارآمد ہوا۔ پروفیسر یوسف ذکریا بغداد سے آئے موسیقی کے مخطوطات کی تلاش میں اور انھوں نے کہا کہ قاہرہ کا نسخہ ناقص ہے اور ہمارے کتب خانہ کا نسخہ دنیا کا نفیس ترین نسخہ ہے اور مائکرو فلم لے گئے۔

عرب دنیا نے ان کتابوں کی بدولت ہمارے کتب خانہ کو بہت جلد پہچان لیا تو پھر ہمارے وطن والے بھی اس طرف متوجہ ہوئے۔ جیسا کہ بعض مثل مشہور ہے گھر کی مرغی دال برابر۔ مدراس یونیورسٹی کے شعبہ عربی و فارسی و اردو نے بھی دلچسپی لی۔ ریسرچ اسکالرز کو اس خزانے سے جواہر اور موتی چننے کے لیے راہ ہموار کرنے کے لئے پروفیسر محمد یوسف کوکن صاحب کو جو شہرت حاصل ہوئی اسی کتب خانہ کی وجہ سے اور اس خاندان کی تاریخ لکھنے پر جو خانوادہ قاضی بدر الدولہ کے نام سے مشہور ہے۔ ڈاکٹر وحید اشرف صاحب جو یہاں تشریف فرما ہیں اپنی علمی تشنگی کو دور کرنے کبھی کبھار اس کتب خانہ کو اپنی تشریف آوری سے رونق بخشتے ہیں

کتب خانہ اماتی خاندان شرف الملک کی تنظیم جدید ہوئی ہے۔ یہ کتب خانہ اور دیگر چھوٹے چھوٹے کتب خانوں کا مجموعہ ہے۔ اسی کے ساتھ کتب خانہ مدرسہ محمدی بھی ہے اور اسی احاطہ میں کتب خانہ رحمانیہ بھی ہے۔

اس کتب خانہ کی تاریخ بیان کی جائے تو کافی طویل ہوگی۔ لیکن اصلاً اس کا سلسلہ نویں صدی ہجری کے آغاز سے ہی ہوجاتا ہے جب کہ ہمارے خاندان کے بزرگ فقیہ عطا احمد (گجرات)، ملا مخدوم مہائمی (بمبئی)، ملا خلیل اور ملا حبیب اللہ بیجاپوری، قاضی محمود (گووہ) نظام الدین احمد کبیر بیجاپور خاص شہرت کے حامل ہیں۔ عادل شاہی دور اور رنگ زیب کے دور وغیرہ میں یہ خاندان کافی شہرت کا حامل رہا پھر بیجاپور سے آرکاٹ آیا اور آرکاٹ سے مدراس۔ یہاں نوابان والاجاہ نے اس خاندان کی قدر افزائی کی۔ چنانچہ محمد غوث جنہیں شرف الملک کا خطاب

دیا گیا تھا۔ نواب والاجاہ کے ہاں دیوان تھے۔ ایک بار نواب صاحب نے انگریزوں کے ساتھ کسی معاملہ کو سلجھانے کے سلسلے میں ایک لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا لیکن اس کے بجائے محمد غوث نے نواب صاحب سے کہا کہ وہ انھیں قاموس مجد الدین فیروز آبادی کا نسخہ دے دیں جو سلاطین ترک کے پاس سے ہوتے ہوئے نواب صاحب کے کتب خانہ میں پہنچا تھا۔ نواب صاحب نے بخوشی انھیں عنایت فرما دیا۔ نویں صدی ہجری سے لے کر آج تک خاندان کے افراد تصنیف و تالیف میں مصروف ہیں۔ خود اس کی اگر ایک فہرست تیار کی جائے تو کافی ضخیم ہوگی۔ میرے والد محترم جو گورنمنٹ چیف قاضی آف مدراس ہیں انھوں نے اس کو مرتب کر لیا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تالیفات کا ذکر بھی آگیا ہے جو انھوں نے اردو، عربی، انگریزی کے علاوہ ترکی، جرمنی اور فرانسیسی زبان میں لکھے ہیں خاندان کے افراد جس کتاب کو اہم تصور کرتے تھے اور اپنے ذاتی مکتبہ میں نہیں پاتے تھے اپنے ہاتھ سے نقل کر کے کتب خانے میں داخل کر لیتے تھے اسی طرح جب حج کے لیے جاتے تھے تو وہاں سے نادر مخطوطات کو خرید کر لاتے تھے کیوں کہ علم ہی ان کی غذا ہوتی تھی یہی وجہ ہے کہ یہاں مخطوطات کا بے بہا ذخیرہ ہے۔ اب آیئے کتب خانہ اماتی شرف الملک مدراس کے نادر مخطوطہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی گفتگو ختم کر دوں۔

عوارف المعارف :۔ شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد ابن عبداللہ السہروردی۔ کتاب اور کتاب کے مولف محتاج تعارف نہیں۔ مولف کی وفات ۶۳۲ھ میں ہوئی ہے اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ مولف نے صفحہ اول پر اپنے ہاتھ سے لکھا ہے کہ انھوں نے اس کتاب میں اپنے شاگرد تاج المعالی کو درس دیا ہے اور اس کو روایت کرنے کی اجازت دیتے ہیں اس کتاب کے قدیم ترین ہونے کی کاغذ کے ماہرین نے کاغذ کو دیکھتے ہوئے تصدیق کر دی ہے اور خط عربی کے ماہرین نے اس خط کو دیکھ کر ساتویں صدی ہجری کے مخطوط کی تصدیق کر دی ہے اب اس کا دوسرے نسخوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے بعد مولف کے شاگرد کے حالات زندگی پر اگر کچھ روشنی پڑ جائے اور منظر عام پر آجائے تو یقیناً ایک بہتر کام ہوگا۔

الرایات لخلفاء الراشدین والصوفیۃ العظام :۔ مختلف فنون کے رسائل کے مجموعہ کی جلد میں اس کو شامل کر دیا گیا ہے اس میں ۲۳ جھنڈوں کی تشکیل ہے آرٹسٹ کا نام، سنہ ڈرائنگ موجود نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے پر محمد رسول اللہ لکھا ہے۔ خلفاء راشدین کے جھنڈے ہیں پھر ائمہ اطہار اور مشہور صوفیان کرام کے اکثر کے حالات جھنڈوں کے نیچے مختصراً دیے گئے ہیں معہد المخطوطات العربیہ کویت کے مندوب نے اس کتاب کو کافی غور سے دیکھا اور اس کی طباعت کے بارے میں سوچا گیا۔

●●

جناب شعائر اللہ خاں
انگوری باغ — رامپور

رامپور میں تصوّف کے چند اہم مخطوطات

یہ چند مخطوطات جن کا میں تعارف کرا رہا ہوں ان میں سے دو (۱) وہب الزبیر (۲) وہب الجمال حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے سلسلے سے متعلق ہیں۔ اس سلسلہ کے آخری مشہور بزرگ حضرت حافظ شاہ جمال اللہ (م ۱۲۰۹ھ) رام پور میں آئے تھے۔

روہیل کھنڈ میں سلسلہ مجددیہ کی نشر و اشاعت حافظ جمال اللہ سے کافی ہوئی۔ حافظ جمال اللہ حضرت شاہ محمد زبیر مجددی (م ۱۱۵۲ھ) کے خلیفہ سید قطب الدین محمد اشرف حید رحسین (م ۱۱۶۸) سے بیعت تھے۔ ان کے دور تک سلسلہ مجددیہ کی فارسی میں یہ آخری کتب ملتی ہیں جو سلیس فارسی میں ہیں اور اس پر ہندوی اثرات غالب ہیں اس کے بعد اردو کا دور آجاتا ہے اور پھر سلسلۂ مجددیہ کی کوئی کتاب فارسی میں نہیں ملتی — ان کتب میں مجدد صاحب کی تعلیمات اور نظریات سے بحث کی گئی ہے۔

۱۔ وہب الزبیر۔ مصنف قطب الدین محمد اشرف حید رحسین بن سید عنایت اللہ سائز ۲۰×۲۲ صفحات ۵۴ سطور ۱۲۔ خط روشن نستعلیق۔ کاتب رام پور کے مشہور زود نویس میاں جان خاں۔ مصنف نے اپنے پیر و مرشد شاہ محمد زبیر مجددی کے نام پر اس کتاب کو معنون کیا ہے۔ اس کا سال کتابت ۱۳۵۲ھ ہے۔

رامپور میں اس کے دو نامکمل نسخے ملتے ہیں جو کتب خانہ جامع العلوم فرقانیہ میں موجود ہیں۔ لیکن کاتب نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ یہ نسخے کیوں پورے نہیں لکھے گئے۔ اس کا ایک نسخہ مواہب محمد زبیر کے نام سے پاکستان میں بھی موجود ہے اور دو نسخے رضا لائبریری رامپور میں پائے جاتے ہیں۔ رضا لائبریری کے نسخہ اوّل میں ۴۹ صفحات ہیں سال کتابت نہیں ہے۔ نسخۂ دوم کا سال کتابت ۱۲۷۴ھ ہے اور ۶۵ صفحات ہیں۔ خانقاہ منعیہ گیا میں بھی ایک مکمل نسخہ موجود ہے۔

۲۔ وہب الجمال۔ مصنف عبدالحمید قادری سائز ۲۰×۲۲ صفحات ۴۴ کتابت روشن نستعلیق سطور ۱۷۔ سال کتابت ۱۳۵۲ھ کاتب میاں جان خاں۔ اس کتاب کے مصنف عبدالحمید حافظ شاہ جمال اللہ کے مرید ہیں اور انھیں کے نام پر اس کو معنون کیا گیا ہے۔ مصنف کا حال زیادہ نہیں ملتا سوائے اس کے کہ ان کی ایک

کتاب "نسخۂ اوراد ملتی" ہے جو ۲۰×۲۲ کے سائز میں ۴۸ صفحات پر محیط ہے تعداد سطور ۱۸ ہیں۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ محمد علی خاں اثر رامپوری نے کیا ہے لیکن غیر مطبوعہ ہے یہ ترجمہ ۱۴×۲۲ کے سائز میں ہے اس کے ۳۴ صفحات ہیں اور سطور کی تعداد ۱۴ ہے کاتب عبدالواسع حنفی ہیں۔

۳۔ اسرار العاشقین۔ اس کے مصنف شاہ محمد سرور صدیقی ہیں جو شیخ عبدالواحد کے برادر زادے ہیں ۲۱ صفحات اور ۱۴ سطور کی کتابت ہے خط نستعلیق اور سائز ۱۳×۲۱ ہے اس کے کاتب کرامت اللہ لکھنوی ہیں جو محلہ اکبری دروازہ میں رہتے تھے۔ انھوں نے ۲۷ ربیع الاول ۱۱۶۱ھ کو اس کی کتابت کی ہے جو کہ احمد شاہ کے سنہ جلوس کا چھٹا سال ہے۔ یہ نسخہ رام پور کی خانقاہ زیارت خرما کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ جس کے تنہا وارث محمود شاہ نسیم ہیں۔ فہرست عمومی کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آصفیہ میں بھی اس کا ایک نسخہ پایا جاتا ہے لیکن انھوں نے مصنف کو فیروز صدیقی لکھا ہے جو کہ تحقیق کا متقاضی ہے۔

یہ نسخہ تصوف کے اسرار و رموز کا ایک نادر مرقع ہے جس کے مآخذ معتبر کتب پر مبنی ہیں۔ جو مصنف کے عمیق مطالعہ اور وسیع النظری کا بیّن ثبوت ہے۔

۴۔ تحفۃ القادریہ۔ حضرت شاہ ابوالمعالی محمد مسلمی کی تالیف ہے جو ۱۴×۲۱ کے سائز میں ہے۔ ۴۹ صفحات ہیں اور ۱۷ سطور۔ خط پاکیزہ نستعلیق ہے۔

کتاب میں حضرات قادریہ کے اوصاف حمیدہ معتبر کتب سے انتخاب کر کے لکھے گئے ہیں اور انھیں مختلف ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے کتاب میں چند مقامات پر منقبتی نظمیں ہیں جو مصنف کی ہیں منظومات سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ شاہ ابوالمعالی شاعر بھی تھے اور مسلمی تخلص کرتے تھے۔

کتاب کے ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کاتب کا نام محمد اسلم ہے جنھوں نے غلام محی الدین خاں جیو کی فرمائش پر ۱۶ رمضان ۱۲۱۴ھ کو اس کی کتابت مکمل کی ہے۔

یہ نسخہ بھی خانقاہ خرما رام پور کے ذخیرۂ محمود شاہ میں پایا جاتا ہے۔ تصوف کی یہ مشہور کتاب ہے اور اس کی کافی نقلیں ہوئی ہیں جس سے کتابت میں بہت سی غلطیاں راہ پا گئی ہیں اس لیے ایڈیٹنگ کے وقت مندرجہ ذیل نسخے نظر میں رکھے جائیں۔ ۱۔ نسخہ پھلواری شریف۔ ۲۔ نسخہ فرقانیہ رامپور۔ ۳۔ نسخہ شاہ ابوالخیر دہلی۔ ۴۔ نسخہ ظل الرحمن علی گڑھ۔

۵۔ دُرِّ مجالس۔ مصنف، سیف ظفر بخاری ۲۴۸ صفحات خط شکست۔ کاتب منیر الحسن سہارنپوری ۲۳ ابواب میں آخری شیخ ابوسعید ابوالخیر کے تذکرہ کے لیے وقف ہے۔ (یہ معلومات برادرم ظہار اللہ خاں کی فراہم کردہ ہیں)

●●

جناب شوکت علی خاں

ٹونک راجستھان

عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک میں محفوظ تصوف کے چند اہم مخطوطات

آداب الصوفیہ (عربی) آداب الصوفیہ ایک نایاب اور غیر مطبوعہ مخطوطہ ہے جس کا حوالہ براکلمین، کشف الظنون اور الاعلام میں بھی دیا گیا ہے لیکن اس کے نسخے ہندوستان میں کہیں نہیں ہیں اور نہ ہی کسی جگہ پتہ چل سکا ہے۔ زرکلی نے وثوق سے بتایا ہے کہ یہ ابھی تک طبع نہیں ہوا ہے۔

ابو عبد الرحمٰن محمد بن حسین بن موسیٰ الازدی السلمی نیشاپوری المتوفی ۴۱۲ھ/۱۰۲۱ء صوفی علماء میں سے ہیں۔ امام ذہبی نے آپ کو شیخ الصوفیہ لکھا ہے۔ ان کی تصانیف ایک سو سے زیادہ ہیں۔ تبیان میں ہے کہ وہ حافظ و زاہد تھے۔ آپ باپ کی طرف سے الازدی اور نانا کی طرف سے السلمی تھے۔ موصوف نے ابتدا[1] میں صوفیائے کرام کے آداب کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد صوفیائے عظام کے مجاہدات، واردات، آداب بندگی، ریاضت، فقر و فاقہ، امید و بیم، خوف و رجاء، اخلاق و آداب، واقعات و حکایات، فرق کرامات و معجزات، احوال و مقامات، زہد و ورع و مشاہدات، مبتدی و سالک کی صفات، سامعین و واجدین، احادیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم، قرآنی آیات، امثال، اقوال، وجد و حال، مستی و سرمستی، سکر و صحو اور دیگر مقامات بڑے حسین پیرایہ میں شیریں استعاروں اور رنگین کنایوں کے ساتھ عارفین و سالکین کے لیے فرمائے ہیں۔ چنانچہ قلب عارف کی کیفیت یحییٰ بن معاذ کے فرمانِ ذیشان کے مطابق اس طرح ہے۔

"قلوب العارف قنادیل الحکمة وفتلها الزهد وزجاجها الیقین وزیتها المحبة وسراجها من نور الملکوت"

شناس کے قلوب دانائی و حکمت کی قندیلیں ہیں اور ان قندیلوں کی بتی زہد و ورع ہے۔ ان کے شیشے اذعان و یقین ہیں اور ان کا روغن الفت و محبت ہے اور ان کی روشنی ملکوت کا نور ہے۔ آداب الصوفیہ "تہتر" ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب میں کئی فصول ہیں جو مختلف آداب و اسرار پر محتوی ہیں۔

---

[1] الاعلام جلد ششم ص ۹۹ حاجی خلیفہ نے جلد ششم ص ۱۹۱ میں قدرے اختلاف سے بیان کیا ہے۔

مخطوطہ کے آخر میں تحریر ہے کہ اس کتاب میں تین ہزار ایک سو حکایات و اخبار ہیں' ایک سو سے قریب اخبار اور باقی سب حکایات ہیں اور اس کتاب میں چند مہر یں ہیں۔ چنانچہ اول صفحہ پر دو مہر یں ہیں ۔۔ ایک مہر میں نصر من اللہ و فتح قریب ۱۱۲۲ھ اور دوسری مہر میں محمد سلیم الدین کندہ ہے کتاب کے خاتمہ پر اور کتاب کی فہرست کے آغاز میں محمد سلیم الدین کے نام کی مہریں ثبت ہیں۔

شرح عوارف المعارف (عربی) عوارف المعارف شہاب الدین ابو حفص عمر بن عبداللہ السہروردی متوفی ۶۳۲ھ/۳۴-۱۲۳۳ء کی مذہب تصوف کی ایک طرح کی دائرۃ المعارف ہے۔ زیر نظر نسخہ اسی عوارف المعارف کی فخیم اور اہم شرح ہے' جو سید محمد حسن گیسو دراز چشتی' خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کی مرہون منت ہے جس میں عوارف المعارف کے دفتر کھولے ہیں۔ القباض کو انشراح' جلال کو جمال' قال کو حال' جذب کو کیف' کیف کو مستی' سکر کو صحو' اور صحو کو استغراق کا جامہ پہنا دیا ہے۔ عوارف و معارف کی وہ نکتہ پردازیاں پیدا کر دی ہیں کہ جزئیات و مخفیات بے حجابانہ جلوہ گر ہو کر حیرت سامانیوں میں وضع ہونے لگیں۔ جہاں حیرت سامانیاں' جلوہ نمائیاں اور نیرنگیاں انوار و تجلیات بن بن کر بکھرنے لگیں اور یوں عوارف و معارف کھلنے لگے جیسے کہساروں سے آبشار پھوٹتے ہیں' یا نازک شاخوں سے شوخ غنچے چٹک اٹھتے ہیں۔

شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک و تصوف کے اسرار و انوار رموز و نکات جزئیات و مخفیات کو عوارف و معارف میں سمویا تھا۔ ستاون صفحات تک متن کے موضوعات اور عنوانات لکھے ہوئے ہیں۔ اول صفحہ پر سرخی لکھی ہوئی ہے' جو بنہایت غور و خوض کے بعد اس طرح پڑھی جاتی ہے جس سے مخطوطے کا عنوان اور شارح کا پتہ چلا ہے پھر بھی ایک جگہ ایک دو حرف محو شدہ اس طرح شکرگی نوشتہ ہے "من شرح عوارف المعارف المسماة... معارف العوارف" تصنیف حضرت مخدوم سید محمد حسن گیسو دراز' عارف شاہباز' بلند پرواز قدس اللہ سرہ' معارف العوارف سے پہلے کوئی حرف مقطوع نظر آتا ہے۔ اس لیے اس شرح کا نام "معارف العوارف" ہے۔ اصل کتاب کا نام عوارف المعارف ہے۔ اسی کی صوتی ہم آہنگی اور ترکیب مقلوبی کا لحاظ رکھتے ہوئے شارح نے اپنی شرح کا نام معارف العوارف رکھا ہوگا' جو قرین قیاس ہے۔

۷۵ صفحات تک بالترتیب "فا" لکھ کر مواد و متن کے بارے میں سرخیاں لکھی ہیں۔ ان میں سے ذیل میں ترجمہ کیا جاتا ہے روحانیات: حضرت ابراہیم ادہم تلمیذ الامام الاعظم فی ترک تعلم الفقہ' حضرت احمد بن حنبل معنی حضوری قلب عند الافتقار۔ العمل بعلم الذی لا اسنۃ پھر علم الوارثۃ کی بحث ہے۔ طریق اکتساب الجنان وغیرہ۔

ان صفحات کے بعد کہیں کہیں حواشی اور کاتب کے نوشتہ اشارے پائے جاتے ہیں۔ اخیر سے ناقص ہے اس

یے ترقیمہ وغیرہ غائب ہے۔ پھر بھی اصل متن سے تقابل کرنے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک دو صفحات نہیں ہیں۔ اس لیے کہ آخر صفحہ ۱۰۵ پر قولہٗ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا الخ کی بحث ہے۔

شاہ گیسو دراز نے انہیں کیفیاتِ جذب کیف سے بسط و شرح بیان فرمائی ہے۔ یہ عوارف المعارف کی عزیز الذکر شرح ہے جو صرف اسی ادارے کی زینت ہے۔ اس کی ابتک کوئی کاپی دستیاب نہیں ہو سکی ہے۔ انڈیا آفس کے کتب خانے میں اس کی ایک اور شرح محفوظ ہے۔ وہ بھی کافی ضخیم ہے اور ہندوستانی صوفی عبد القدوس بن اسماعیل غزنوی متوفی ۹۴۵ھ/۱۵۳۸ء کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ آربری نے اپنے ذخیرے کے علاوہ اس کی دوسری کاپی کہیں نہیں دیکھی اس اعتبار سے اگر انڈیا آفس میں یہ اپنی نوعیت کی انوکھی تصنیف ہے تو اس سے کہیں پہلے کی شرح ٹونک میں محفوظ ہے۔ جس کی ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی گلبرگہ شریف کے سجادہ نشیں نے اپنے کتب خانے کے لیے طلب کی ہے۔

ہمارے نسخے کی تقطیع کلاں ہے بادامی کاغذ دولت آبادی دیمک خوردہ خط عربی قدیم آخر سے ناقص ہونے کی وجہ سے کاتب و کتابت کا صحیح پتہ نہیں چل سکا۔ پھر بھی روشِ تحریر اور کاغذ کی ساخت پرداخت، قلم کی روش، دوزدامن، نشست، کرسی، دانگ، سطح اور جوف کے پیمانے اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کی کتابت دسویں صدی ہجری کے اواخر یا گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں ہوئی ہوگی۔ اس لیے کہ حروف کی کتابت کی بھی تاریخ ہے۔ ہر صدی کی روش اور ہر صدی کے امتیازات و خصوصیات اپنی اپنی جگہ تاریخ لیے ہوئے ہیں۔ خط نسخ رواں ہوتے ہوئے بھی قلم کی مہارت نظر آتی ہے، کہیں کہیں ثلث کے آثار نمایاں ہیں۔ ہائے مدوّر اور یائے معروف اور دوسرے حروف تو نسخ کی روش لیے ہوئے ہیں پھر بھی ر، و، د، ک وغیرہم کہیں کہیں ثلث کے زیرِ اثر نظر آتے ہیں۔

مخطوطہ کافی شکستہ، خستہ، پیوند نمودہ اور آب رسیدہ ہونے کے باوجود نہایت صاف ہے، البتہ آثارِ خستگی سے بہت متاثر ہے۔ کل ۱۰۵ صفحات ہیں۔ ہر صفحہ ۲۱ سطری ہے۔ بہت کم صفحات پر حواشی چڑھے ہوئے ہیں بلکہ اوّل صفحے سے ثابت ہوتا ہے کہ عوارف المعارف کی ۱۰ سطور کی شرح غائب ہے۔ جو ایک دو صفحے میں ہو سکتی ہے۔ عوارف المعارف کی ایک اور شرح مناظر اخص الخواص از شیخ محب اللہ الہ آبادی مکتوبہ ۱۱۳۳ھ/۱۷۲۰ء بھی اس ذخیرے میں محفوظ ہے۔

"ترجمۃ الکتاب" (عربی) شیخ محب اللہ الہ آبادی متوفی ۱۰۵۸ھ/۱۶۴۸ء جو بابا فرید گنج شکر کی نسل سے ہیں، اس کے مصنف ہیں۔ اپنے وقت کے ممتاز عالم اور شیخ وقت تھے۔ شیخ ابو سعید گنگوہی کے خلیفہ تھے اور کثیر التصانیف تھے۔ نسخہ ہذا ابھی تک طبع نہیں ہوا ہے۔ اس کی صرف ایک کاپی انڈیا آفس کتب خانے میں محفوظ ہے۔ ایک ورق آخر سے بعد میں شامل کیا گیا ہے اس لیے کاتب و کتابت کا پتہ نہیں چل سکا۔ لیکن کتابت کی روش کاغذ کی ساخت اور چند منہیات سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف

کی حیات کا نوشتہ ہے۔ ایک تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۱۰۸ھ/۱۶۹۶ء میں محمد اجمل الٰہ آبادی نے مولوی انہار الحق بن مولوی احمد عبد الحق کو دیا۔ آخری صفحہ پر مولوی انہار الحق کی مہر بھی ثبت ہے۔ مخطوطہ چار مراتب میں منقسم ہے اور اسی رعایت سے مصنف نے ترجمۃ الکتاب کا ایک ذیلی عنوان المراتب الاربعہ بھی دیا ہے۔ اس طرح چار ابواب ہیں اور ہر باب میں کئی فصول ہیں مرتبۂ اولیٰ عقائد سے بحث کرتا ہے۔ مرتبۂ دوم شرع سے مرتبۂ سوم سلوک و احسان سے اور چہارم روحانی مکاشفات و صوفیہ کے مجاہدات و مشاہدات پر مشتمل ہے۔ ان مراتب سے پہلے باقاعدہ مشکلات کی فہرست دی ہوئی ہے۔ متن سے متعلق منہیات بھی چڑھے ہوئے ہیں۔ سلوک و احسان اور عقائد سے بحث کرتے ہیں۔ انڈیا آفس لائبریری کے علاوہ اس نسخے کا ذکر کہیں درج نہیں ہے جیسا کہ آربری نے لکھا ہے۔

No other copy appears to be recorded

not in Hajī Khalifa. (Arberry 9.0 II pp.183-84)

اشجار الجمال یا اخبار الجمال (فارسی) یہ ایک اہم غیر مطبوعہ تذکرہ ہے۔ جس کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ —— چند اوراق ابتدا و انتہا سے غائب ہیں۔ پھر بھی غائر نظر سے دیکھنے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصنف کا نام محمد تھا جنھوں نے اس تذکرے میں حضرت شیخ جمال شمس العارفین کو لوی نبیرۂ شیخ نظام الدین المؤید کے احوال و انساب جمع کیے ہیں۔ ۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء میں بزمانۂ محمد شاہ اس کی ترتیب ہوئی ہے۔ اسی صدی کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔ —— یہ شیخ یار محمد بن شیخ عبد الاحد کے حالات پر ختم ہوتا ہے۔ اس تذکرہ میں حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے حالات قدرے تفصیل سے دے رکھے ہیں۔ حیات و تعلیمات تسبیح و تہلیل تحمید و تمجید، ریاضت، نفس کشی کے واقعات و واردات کے علاوہ کشف و کرامات اور سکر و صحو قبض و بسط مشاہدہ و مجاہدہ مکاشفہ و محاکمہ کے واردات بیان کیے ہیں۔ سیر الاولیاء اور راحت القلوب کا جگہ جگہ حوالہ دیا ہے۔ نسخہ جہاں تک پتہ چل سکا ہے ابھی تک اس کی دوسری کاپی نظر سے نہیں گزری، اس کی کتابت بارہویں صدی ہجری میں ہونا قیاس کی جا سکتی ہے۔

سیراب الصّدر (فارسی) سیراب الصّدر یا سیراب الصدور، صوفیائے کرام کا ایک بیش بہا تذکرہ ہے۔ اس کے مصنف و مرتب کا پتہ نہیں چل سکا۔ سرسری جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ مرتب ۹۶۸ھ/۱۵۶۰ء میں پیدا ہوئے اور علی قلی خاں کے بھتیجے ہیں اور دکن میں اکبر اعظم کے سفیر کبیر ہو کر گئے ہیں۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مرتب میر کلاں اسعد اور عبد القادر بدایونی کے شاگرد ہیں۔ فاضل مرتب نے مقدمہ میں اپنے بارے میں کچھ مبہم مبہم سے اشارے دیے ہیں۔ اسی سے اتنا کچھ معلوم ہو سکا ہے یہ تذکرہ کافی ضخیم اور ناقص الطرفین ہے اس کا طویل مقدمہ بھی نہیں ہے۔ جس کا ذکر درمیان میں کیا گیا ہے۔ اس میں بعثت اسلام سے لے کر عہد مصنف تک کے اکابر اصفیا کا ذکر کیا گیا ہے۔ پیش نظر نسخہ میں چار اوراق کے بعد شیخ عماد الدین

اسماعیل کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ آخر میں خواتین کا ذکر ہے جو بی بی فاطمہ سامؒ کے احوال پر ختم ہوتا ہے۔ ہمارے ادارے میں اس ضخیم تذکرے کا صرف دوسرا حصہ ہے۔

طبقاتِ شاہجہانی (فارسی) از: محمد صادق۔ یہ کتاب شاہجہاں کے دور میں تصنیف ہوئی۔ ہندوستان میں اس کے نسخے کم ہی پائے جاتے ہیں۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا نسخہ اسی سے منقول ہے۔ ستوری[1] نے اس کتاب کے صرف تین نسخوں کی نشاندہی کی ہے جو آصفیہ، برٹش میوزیم اور انڈیا آفس میں محفوظ ہیں۔ بڑا اہم اور نادر تذکرہ ہے۔ مرتب نے اس کتاب کو دس طبقوں پر ترتیب دیا ہے۔ ہر طبقہ کو تین بابوں پر مرتب کیا ہے۔ باب اوّل میں اس دور کے سادات و مشائخ اور اولیا و اصفیا کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ دوسرے باب میں ہر دور کے علماء و حکماء کو اور تیسرے باب میں شعراء کو بیان کیا ہے اس طرح دسوں طبقات میں اولیاء و اصفیاء کا اچھا ذخیرۂ حالات جمع ہو گیا ہے۔

طبقۂ اولیٰ کے چند اولیاء کے نام یہ ہیں۔ حضرت امیر سید کلالؒ خلیفہ خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ علاء الدین، مولانا نظام الدین ہروی، مولانا زین الدین ابوبکر اویسی، شیخ امام الدین ابدال، بدیع الدین شاہ مدار وغیرہم۔ طبقۂ عاشرہ میں خواجہ خاوند محمود، شیخ تاج، شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ۔ کل ۳۸ اکابر اصفیاء کا ذکر ہے۔ شیخ نور چشتیؒ، خواجہ ابوالاعلیٰ احراری پر تذکرہ ختم ہو جاتا ہے۔

مجمع النور فی شرح مظہر النور (فارسی) سید قمر الدین اورنگ آبادی متوفی ۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء کی تصنیف مظہر النور کی شرح ہے جو مرزا جان جاناں متوفی ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۶ء کی توجہ خاص سے سید نور الہدیٰ بن سید قمر الدین نے لکھی۔ جس کی کتابت محمد صدر الدین نے شارح کی زندگی میں کی۔ اور بعض حواشی خود شارح کے قلم سے بھی ہیں۔

جواہر الاسرار و زواہر الانوار (فارسی) میر سید حسین خوارزمی متوفی ۹۵۶ھ/۱۵۲۹ء نے مثنوی مولانا روم کا دو جلدوں میں ترجمہ کیا ہے۔ جس کی کتابت شارح کی زندگی ۹۰۴ھ م ۱۴۹۸ء میں ہوئی ہے۔ مخطوطے پر شاہی مہر اور تاریخی شواہد بھی موجود ہیں۔

خلاصۃ المعارف و اسرار العقائد (فارسی) سید شیخ آدم بنوری خلیفہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۵۳ھ کی مرتبہ ہے۔ عقائد و تصوف سے متعلق ذخیرہ ہے جو موصوف نے کتابی شکل میں اس نام سے مرتب کیا۔ ۱۱۴۹ھ کا نوشتہ ہے۔ علامہ بنوری امام جعفر صادق کی اولاد میں سے ہیں۔ بنور میں پیدا ہوئے اور مدینہ میں دفن ہوئے۔ ان کا شمار اجلۂ صوفیاء میں ہوتا ہے۔ موصوف مریدین کی تربیت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

---

[1] Storey, vol.I Part II, pp.1171-72.

خلاصۃ المعارف میں علامہ شیخ بنوری نے عقائد تصوف . . . اسرار و معارف اصطلاحات صوفیہ اذکار و سلوک ظاہری و باطنی پر بحث کی ہے۔

ریاض الاولیاء (فارسی) اس کا عنوان مادۂ تاریخ ہے جس سے مخطوطے کا سال تصنیف ۱۰۱۹ھ/۱۶۰۹ء برآمد ہوتا ہے۔ ریاض الاولیاء بختاور خاں کا مرتبہ تذکرہ ہے، جو چار چمن پر مشتمل ہے، پہلے چمن میں خلفاء راشدین کے احوال ہیں، دوسرے چمن میں ائمہ کرام کا بیان ہے، تیسرے چمن میں اولیاء کرام کا ذکر جمیل ہے، چوتھے چمن میں فاضل مرتب نے ہندوستانی صوفیاء کرام کے حالات سے بحث کی ہے۔

تیسرے چمن میں جو اولیاء کرام کے حالات مرقوم ہیں۔ وہ تذکرۃ الاولیاء نفحات الانس اور رشحات القدس سے ماخوذ ہیں۔ ریو نے لکھا ہے کہ مرآت جہاں نما کے مرتب نے ریاض الاولیاء کو اپنے چچا شیخ محمد بقاء سے منسوب کیا ہے[۱]۔ اشٹوری نے اس کی ایک کاپی آصفیہ اور براؤن گلکشن میں بھی بتائی ہے[۲]۔

۱- ارشاد الناقصین و تائید الکاملین (عربی) مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ مکتوبہ مختی ایکیشن ۱۹۶/۱

۲- اسرار الاحکام شرح شرعۃ الاسلام (عربی) مصنفہ محمد یعقوب بنبانی المتوفی ۱۰۹۸ھ مکتوبہ ۱۲۰۹ھ کاتب مولانا عرفان رامپوری ہندستان کے ایک مشہور عالم کے قلم سے لکھا ہوا ہے ۱۹۳/۱۱۳۔ ۳- اصطلاح الصوفیہ (عربی) مصنفہ فیض الحسن انور گلکشن ۲۰۷/۲ ۴- بہجۃ الناظر المنتخب من صید الخاطر (عربی) مصنفہ محمد بن علی بن سلوم۔ مکتوبہ ۱۲۳۱ھ شارح نے صید الخاطر مصنفہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی سے اختصار کیا ہے ۵- رسالہ فی بیان آداب المشیخۃ والمریدین ۱۳۲/۲ ۔ ۶- رسالہ فی التصوف (عربی) مصنفہ شیخ تاج الدین بن زکریا القرشی مکتوبہ ۱۰۴۳ھ ٹونک سے ۔ ۷- سفینۃ العلوم (عربی) مصنفہ حسن بن محمد شیخ الاسلام ابوسعد الحسن بن محمد البیہقی المتوفی ۴۹۲ھ جز ثالث و رابع قدیم نسخہ ٹونک ۱۳۵/۸۔ ۸- نتائج الحرمین (عربی) سید آدم البنوری۔ موصوف کے کسی شاگرد نے آپ کے ملفوظات جمع کیے تھے۔ حرمین میں آپ سے اجازت چاہی۔ آپ نے منع فرمایا اور سورۂ فاتحہ کے سلسلے میں جو ملفوظات تھے اس نام سے ترتیب دیا گیا۔ ۹- اظہار المخفیہ (عربی) مرتب کا پتہ نہیں چل سکا اس میں تصوف کے دو تین مسئلوں کی تحقیق ہے مخطوطات (فارسی) ۱۰- تحفۂ محبوب مرتبہ مولوی محمد حسن قادری بن خواجہ عبدالوہاب قادری مشتمل بر حالات شیخ حمزہ کشمیری و اصحاب و ارباب و اوراد و اذکار۔ رسالہ شرط خرقہ پوشی مصنفہ شیخ محی الدین۔ شاغل گلکشن ۱۱ جامع الشروح مثنوی مولانا روم مقلب بہ

۱۔ ریو جلد سوم ص ۹۷۵ ۲۔ اشٹوری۔ جلد ۱ پارٹ ۲ ص ۱۰۱۲، ۱۹۵۳ء

سراج المعانی۔ مترجمہ مولوی حافظ سراج الرحمٰن ٹونکی' واحد نسخہ' نوشتہ تیرھویں صدی ہجری۔ ۱۲۔ رسالہ برہان الواصلین
مصنفہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز۔ اورکلکشن ۲۷۷۰/۸ ۱۳۔ رسالہ فوائد الاذکار از یعقوب بن عثمانی۔ اورکلکشن ۲۷۲۳/۱
۱۴۔ تکمیل الرشاد لاہل المحبۃ والوداد از مولوی محمد عاشق پھلتی تلمیذ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی۔ ٹونک ۱۲۴۱
۱۵۔ شرح حدیقہ حکیم سنائی' بطلق وضو ترتیب مینار' مولوی عبداللطیف بن عبداللہ عباسی بڑا نادر نسخہ ہے۔ کاتب محمد سعید
بن محمد مقیم بن عبداللہ بن شیخ حسام الدین حنفی ہیں ۱۲ شعبان سنہ ۲۷ جلوس عالمگیر کو طویلہ آصف جاہی میں جو شاہزادہ محمد اعظم شاہ
سے متعلق تھا' اس نسخہ کی کتابت شروع ہوئی۔ اسی سال کتابت ختم ہوئی۔ شیخ فیض احمد کی کوشش سے یہ نسخہ لکھا گیا۔
۱۵ جمادی الثانی سنہ ۳۰ جلوس کو مرزا نجف قلی قلعدار اور بھائی خان خانساماں اور گل محمد کی توجہ سے اس کا جدول تیار ہوا۔
نسخہ بہت عمدہ ہے۔ ۱۷۔ شرح نزہۃ الارواح شیخ عبدالواحد بن ابراہیم بن خطیب بلگرامی المتوفی ۱۰۱۷ھ کاتب الیاس
بن سید علی تاریخ کتابت ۵ شعبان ۱۱۱۲ھ بڑا نادر نسخہ ہے۔ ۱۸۔ شرح سوانح العشاق۔ شیخ عبدالکریم لاہوری مرید نظام الدین
تھانیسری۔ ۲۱۔ سوانح العشاق۔ تاریخ کتابت ۱۹ جمادی الآخر ۱۱۸۳ھ ۱۹۔ کرامات الاولیاء۔ مولوی نظام الدین
احمد بن محمد صالح مصنفہ ۱۰۶۸ھ مکتوبہ ۵ صفر ۱۲۷۸ھ کاتب قادر خاں ساکن بھوپال' اسٹوری[1] نے اس کی ایک کاپی کی
نشاندہی آصفیہ کتب خانہ میں کی ہے۔ اس کی ایک کاپی برٹش میوزیم میں بھی موجود ہے۔ ۲۰۔ شخوص الحکم شرح
فصوص الحکم۔ غلام مصطفےٰ تھانیسری' نہایت مطلّٰے و مینا کار۔ ۲۱۔ شرح اظہار المخفیہ من اخبار المصطفویہ
اظہار المخفیہ کی فارسی شرح ہے متن اور شرح دونوں بہتر ہیں۔ ●●

۱؎ اسٹوری۔ ۱۰۵۷۔ برلو ۹۷۴/۳

عمومی جائزے

تصوف کی کسی اہم نسخے کا بھرپور تعارف،
ذخیرۂ تصوف کا دو دو سطری تعارف، یہ کام تو
پچھلے حصوں میں ہوا۔ یہ حصہ عمومی سمجھ لیجیے جیسے:
(الف) کسی ذخیرہ یا کسی ایک نسخے کے بجائے چند
اشخاص کی تصانیف سے بحث ہے۔
(ب) لطائف اشرفی پر ایک بھرپور تعارف ہے
جو اس نمونے کے لیے ہے کہ کس طرح اس طور سے ہر اہم
کتاب کا تعارف کرایا جائے۔ آئندہ ممکن ہے یہ سلسلہ
جاری رہے۔ اور آخر میں ریاض صاحب کا ایک اہم
مضمون ہے جسے بار بار جگہ جگہ نقل کیا جانا چاہیے۔

جناب محمود حسن قیصر
مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ

تصوف کے چند نادر مخطوطات

الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، مولانا عبدالحئی حسنی ندوی کی ایک بڑی مفید، مشہور اور معلوماتی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے مختلف اسلامی علوم وفنون پر جتنا مواد ان کو مل سکا ہے، مختلف عنوانات کے تحت اسے جمع کر دیا ہے۔ اس میں انھوں نے صرف ہندی علما و فضلا کے کارناموں کو گنایا ہے۔ اسلامی علوم پر اور دیگر علوم پر انھوں نے جتنے کام کیے ہیں مثلاً Astronomy، فلسفہ، ہیئت اور منطق پر جتنے کام کیے ہیں۔ اسی طرح تصوف کو بھی انھوں نے چار حصوں میں منقسم کیا ہے۔ پہلا تصوف دوسرا سلوک پھر مکتوبات، ملفوظات پھر اذکار و مراقبات۔ اس طرح چار تقسیمیں کی ہیں۔ اس کتاب کو پڑھ کر یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہندی فضلا نے اسلامی علوم وفنون پر کتنے کام کیے ہیں۔ لیکن اتنے وقیع کام کے باوجود بہت سارے مخطوطات ایسے ہیں جن پر ان کی نظر نہیں پڑی ہے۔ میں ان میں سے چند نادر مخطوطات کا تعارف کراتا ہوں۔

۱۔ شرح لوائح الاسرار:۔ اصل کتاب مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامی (متوفی ۸۹۸ھ) کی ہے۔ اس کا شارح ایک ہندی فاضل شیخ فضل اللہ ہے۔ نسخہ ۱۰۸۷ھ کا لکھا ہوا ہے۔

۲۔ رموزات:۔ اس کے مؤلف شیخ عبدالجلیل بن عمر الصدیقی ہیں جن کا سنہ وفات ۱۰۱۰ھ ہے نسخہ ۱۰۱۱ھ کا لکھا ہوا ہے اور ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۔ سیر مقامات:۔ یہ رسالہ بھی شیخ عبدالجلیل بن عمر الصدیقی ہی کی تالیف ہے جو چالیس اوراق پر مشتمل ہے۔ مولانا آزاد لائبریری میں اس کے دو نسخے ہیں۔ مؤلف الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند نے عبدالجلیل مذکور کی صرف ایک کتاب "اسراریہ" کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ حقیقت حقیہ در تحقیق سخن بعض صوفیہ:۔ یہ نظام الدین بن عبدالشکور عمری تھانیسری (متوفی ۱۰۲۴ھ/۱۶۱۵ء) کی تالیف ہے۔ یہ نسخہ ۱۶ اوراق پر مشتمل ہے۔

۵۔ مبلغ الرجال:۔ یہ نسخہ ۳۷ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کے مؤلف عبیداللہ بن خواجہ محمد باقی باللہ المعروف بہ خواجہ کلاں ہیں، جن کی وفات ۱۰۷۳ھ میں ہوئی ہے۔ خواجہ خورد انھیں کے چھوٹے بھائی تھے جن کا انتقال ۱۰۷۴ھ میں ہوا ہے یعنی ایک سال بعد۔ یہ نسخہ ۱۰۶۶ھ میں یعنی مؤلف کی زندگی ہی میں لکھا گیا ہے۔ اس کا کوئی دوسرا نسخہ میری نظر سے ابتک نہیں گذرا۔

۶۔ **حقیقت الحقائق** :- اس کے مؤلف عبدالباقی بن عبدالسلام بدخشی ہیں جو باقی باللہ کے لقب سے مشہور ہیں انکا انتقال ۱۰۱۴ھ میں ہوا ہے۔ یہ رسالہ وحدۃ الوجود کے بیان میں ہے جسمیں مؤلف نے اپنے کسی مرید کو لفظ "سید" سے خطاب کر کے اس مسئلہ کی نہایت ہی خوبی سے وضاحت کی ہے یہ نسخہ ۱۲۹۰ھ کا لکھا ہوا ہے اور ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے اس کو "حقیقت توسوے تو" کے عنوان سے رجسٹر میں اندراج کردیا گیا ہے

۷۔ **ضیائے توحید شرح کلمۂ توحید** :- اسکے مؤلف محب اللہ بن مبارک الہ آبادی ہیں جن کا انتقال ۱۰۵۸ھ میں ہوا ہے۔ یہ نسخہ ۱۱۹۵ھ کا لکھا ہوا ہے۔ دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے پہلے ایک رسالہ "کلمۂ توحید" عربی میں لکھا تھا بعد میں ضیائے توحید کے نام سے فارسی میں اسکی شرح لکھی ہے۔ اسکا ایک دوسرا نسخہ بھی ہے جسکی لوح پر ہلکی پیلی روشنائی سے محب اللہ الہ آبادی لکھا ہوا ہے۔

۸۔ **شوارق المعرفت** :- اس کے مؤلف شاہ ولی اللہ دہلوی بن عبدالرحیم دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) ہیں۔ یہ مخطوطہ مؤلف کے عم بزرگوار الشیخ ابوالرضا محمد (متوفی ۱۱۰۱ھ) کی سیرت و کرامات و مناقب کے بیان میں ہے۔ سنہ کتابت گرچہ درج نہیں ہے لیکن نسخہ قدیم معلوم ہوتا ہے۔

۹۔ **العطیۃ الصمدیۃ فی انفاس المحمدیۃ** :- یہ بھی شاہ ولی اللہ دہلوی کا رسالہ ہے۔ یہ شیخ محمد پھلتی کے تذکرے پر مشتمل ہے جن کا انتقال مؤلف کے قول کے مطابق ۱۱۲۵ھ میں ہوا ہے انکے حالات کے ذیل میں متعدد بزرگوں کا تذکرہ ضمناً آگیا ہے۔

۱۰۔ **ملفوظات اخی جمشید راجگیری** :- اس کا کوئی دوسرا نسخہ میری نظر سے اب تک نہیں گذرا ہے صاحب ملفوظات اخی جمشید نویں صدی ہجری کے اکابر صوفیہ میں تھے جن کا انتقال ۸۴۴ھ میں ہوا ہے شیخ جلال الدین حسین بخاری سے مدت تک انھوں نے کسب فیض کیا۔ شیخ انھیں اخی جمشید کے نام سے پکارتے تھے۔ چنانچہ وہ اسی نام سے مشہور ہوئے۔ اس کے مرتب انھیں کے ایک مرید یحییٰ بن علی اصغر بن عثمان قنوجی ہیں۔ یہ ملفوظات کی جلد ۲۲۸ اوراق پر مشتمل ہے۔ •

سوال و جواب

• ڈاکٹر اقتدار حسین صدیقی :- مبلغ الرجال کا ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں بھی موجود ہے۔ اکبر کے دور کی Religious controversy نے وجودی، شہودی، اکبر کا اپنا دین الٰہی اور مہدوی تحریک اور اس کے اثرات جو اکبر کے دربار پر جو پڑے، اس کے بارے میں سب سے پہلے اس مخطوطے سے Information ملتی ہے اور اس کے دنیا میں اب تک صرف دو نسخے ہیں۔ اس دور میں جو مختلف مکاتب فکر کے لوگ تھے ان کے بارے میں بھی کافی مواد ملتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کتاب کو اگر آپ ایڈیٹ کردیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ ••

جناب عبدالحئی فاروقی
ہمدرد لائبریری تغلق آباد، دہلی

تصوّف میں

ہندوستانی علماء و مشائخ کی کچھ اہم غیر مطبوعہ تصنیفات

ہندوستانی صوفیا نے تصوف کا جو ادبی ورثہ ہمارے لیے چھوڑا ہے اس کا خاصا حصّہ شائع ہو چکا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہزاروں سے زیادہ جواہر پارے ابھی ایسے باقی ہیں جو طبع نہیں ہو سکے ہیں اگر اب بھی ان پر توجہ نہ دی گئی تو امکان ہے کہ کہیں وہ ضائع نہ ہو جائیں۔ ان غیر مطبوعہ تصانیف میں بہت سی ایسی ہیں جن کے بارے میں آج اکثر لوگ بے خبر ہیں اور کسی تذکرے میں ان کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے چنانچہ انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹری آف میڈیسن اینڈ میڈیکل ریسرچ نئی دہلی نے چند سال پہلے ہندوستان میں طب اور تصوف کی غیر مطبوعہ تصنیفات کے اعداد و شمار جمع کرائے تھے اور اس طرح ایک ضخیم فہرست تیار کرائی تھی جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابھی طب اور تصوف میں کتنی کتابیں ایسی باقی ہیں جو چھپ نہیں سکی ہیں اس کے ساتھ ہی اس فہرست سے یہ معلومات بھی ہوتی ہیں کہ یہ مخطوطات فی الحال ہندوستان میں کہاں کہاں موجود ہیں اس فہرست کے تیار کرنے میں مختلف لائبریریوں و کتب خانوں کے مطبوعہ کیٹلاگ اور بروکلمان، مارشل و احمد منزوی کی مرتب کردہ مجلدات سے استفادہ کیا گیا ہے اور جہاں سے کوئی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ فہرست یا کیٹلاگ حاصل نہیں ہو سکا وہاں لوگوں کو بھیج کر مخطوطات کی فہرست تیار کرائی گئی ہے اور آخر میں پھر ان سب ماٰخذ کو سامنے رکھ کر طب اور تصوف کی غیر مطبوعہ کتابوں کی ایک جامع فہرست مرتب کی گئی ہے۔

اس مقالے میں اسی طویل فہرست سے صرف ہندوستانی مشائخ کی کچھ اہم غیر مطبوعہ تصنیفات کی نشاندہی کی گئی ہے جو آج بھی ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ امید ہے کہ اس سے تصوف کے کچھ نادر مخطوطات کا علم ہو سکے گا اور آئندہ کوئی راہ متعین کرنے میں آسانی ہوگی۔

۱۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ (م۔ ۶۳۳ھ)

حضرت خواجہؒ سے منسوب چند کتابیں غیر مطبوعہ مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں جن میں مونس الفقراء حبیب گنج کلکشن میں "گنج الاسرار" رضا لائبریری میں، رسالہ عرفانی برٹش میوزیم میں اور "آداب دم زدن" کتب خانہ دانشگاہ تہران میں لائق ذکر ہیں۔ ان کی تحقیق و ترتیب کی ضرورت ہے۔

۲- قاضی حمید الدین ناگوریؒ (م ۶۴۳ھ)[1]

نام آپ کا محمد بن عطا ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (م ۶۳۲ھ) سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ (م ۶۳۳ھ) کے بھی محرم راز تھے۔ بغداد سے مدینہ منورہ ہوتے ہوئے دھلی تشریف لائے۔ آپ کے مسلک میں وجد و سماع بہت غالب تھا چنانچہ علماء وقت نے آپ کے خلاف ایک محضر بھی تیار کیا تھا۔

آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ آج جن تصانیف کی موجودگی کا علم ہوتا ہے وہ یہ ہیں: رسالہ عرفانی اور خیالات عشاق کتب خانہ انجمن ترقی اردو پاکستان میں سرور الصدور (ملفوظات) مرتبہ ابن شیخ فرید الدین محمود حبیب گنج کلکشن میں اور رسالہ عشقیہ آصفیہ لائبریری اور ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں موجود ہے۔ ہندوستان میں طبع ہو چکا ہے مگر بہت معمولی طور پر۔ ضرورت ہے کہ اس کو جدید انداز پر تصحیح اور حواشی و نوٹ کے ساتھ شائع کیا جائے۔

ان میں سب سے زیادہ مقبول و مشہور تصنیف "طوالع الشموس" ہے جس میں اسماء الٰہی کی تشریح ہے۔ بقول شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ "اس میں بہت اونچی باتیں بیان کی گئی ہیں جو دل سے بہت نزدیک ہیں۔۔۔۔ یہ وہ حقیقت رس کتاب ہے جس میں مضامین اسرار طریقت موج در موج اور معانی طریقت فوج در فوج لکھے ہوئے ہیں۔ اس میں سے اختصار و انتخاب کرنا نہایت مشکل ہے۔ اس کے تمام مضامین اپنی متانت و حرارت اور ہم شکل و شباہت میں خاص خاص موضوع رکھتے ہیں۔ کتاب کے ابتدائی حصے میں اسم "ہُو" کی تشریح کی گئی ہے اور اتنے زیادہ معانی لکھے گئے ہیں کہ میں انھیں دہرا نہیں سکتا"[2] صاحب گلزار ابرار کے مطابق "سخندانی اور سخنوری میں آپ کو بہت کچھ کمال تھا" آپ کی تصانیف آپ کی سخندانی کی گواہ ہیں جیسے "طوالع الشموس" مشتمل بر دو جلد[3]"

"طوالع الشموس کے اقتباسات شیخ محدث دہلویؒ نے کئی صفحوں میں دیے ہیں آج اس مخطوطہ کی ایک کاپی حبیب گنج کلکشن میں موجود ہے۔

۳- شیخ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتیؒ (م ۷۲۴ھ)

آپ مشہور مجذوب و ولی تھے، آپ کی نسبت طریقت صحیح طور پر معلوم نہیں ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (م ۶۳۳ھ) کے مرید تھے اور بعض کے مطابق خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (م ۷۲۵ھ) کے مرید تھے۔ لیکن ان دونوں باتوں کی صحت کا یقین نہیں ہے۔ آپ نے "اختیار الدین" کے نام سے عشق و محبت،

---

[1] اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار، محمد غوثی مندوی، ص ۴۳، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۵ھ [2] اخبار الاخیار اردو ص ۷۷-۷۹، دار الاشاعت، کراچی ۱۹۶۳ء [3] اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار، غوثی مندوی ص ۴۵۔

معارف وحقائق، توحید و ترکِ دنیا اور طلب آخرت کی زبان میں چند خطوط لکھے ہیں اس کے علاوہ ایک تصنیف "حکم نامہ" کے نام سے بھی ہے۔ لیکن یہ دونوں تصنیفات ناقابلِ یقین ہیں اور غالب گمان یہ ہے کہ اختراعی ہیں۔[1]

ایک تصنیف "مکتوبات قلندری" کے نام سے حبیب گنج کلکشن میں ہے اور دوسری "ستار العاشقین" کے نام سے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں موجود ہے۔

۴۔ خواجہ ضیاء الدین نخشبیؒ (م ۷۵۱ھ)

آپ بدایوں (یوپی) کے رہنے والے ایک گوشہ نشین بزرگ تھے، خواجہ حمید الدین ناگوریؒ (م ۶۴۳ھ) کے نبیرہ وخلیفہ شیخ فریدؒ کے مرید تھے، کہتے ہیں کہ حضرت محبوب الٰہی شیخ نظام الدینؒ (م ۷۲۵ھ) کے زمانے میں ضیاء الدین نام کے تین آدمی تھے۔ ایک ضیاء الدین سامیؒ (م ۷۰۹ھ) جو حضرت محبوب الٰہیؒ کے منکر و مخالف تھے، دوسرے ضیاء الدین برنیؒ (م ۷۳۸ھ) جو محبوب الٰہیؒ کے معتقد ومرید تھے اور تیسرے ضیاء الدین نخشبیؒ جو نہ منکر تھے نہ معتقد[2] آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں سے حسب ذیل کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے:

"نسخہ" گلریز" سبحان اللہ کلکشن میں "ضیاء القلوب" مرشد آباد میں، "سراپائے محسن" جامعہ ملیہ دہلی میں "چہل ناموس اکبر" رضا لائبریری میں اور "سلک السلوک" جامعہ ملیہ واسلامک اسٹڈیز نئی دہلی میں موجود ہے۔

آپ کی تصانیف بلحاظ مضمون ایک دوسرے سے متشابہ ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور تصنیف "سلک السلوک" ہے جو اپنی شیرینی اور لطافت کے ساتھ ساتھ حکایات وکلمات مشائخ سے پُر ہے۔ آپ کو شعر وسخن پر بھی پوری قدرت تھی۔ اپنی تصنیفات میں جابجا اشعار اور قطعات بھی درج کیے ہیں جو بہت سبق آموز اور پُرتاثیر ہیں۔

طب اور موسیقی سے بھی آپ کو بڑا لگاؤ تھا چنانچہ طب میں ابن سینا کی کتاب "القانون فی الطب" کی کتاب الکلیات کی طرز پر آپ نے بھی "الکلیات والجزئیات" نامی ایک کتاب لکھی تھی جس میں یونانی دواؤں کے فوائد وخواص اور ساتھ ہی ان کے ہندوستانی نام بھی لکھے تھے۔[3]

۵۔ شیخ نصیر الدین محمود المخاطب بہ چراغ دہلیؒ (م ۷۵۷ھ)

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہیؒ (م ۷۲۵ھ) کے مرید وخلیفہ تھے، اور بڑے جلیل القدر عالم تھے، شیخ کی وفات کے بعد دہلی کی ولایت آپ ہی کے سپرد کی گئی۔

آپ کی کسی تصنیف کا کوئی ذکر نہیں ملتا البتہ "خیر المجالس" مرتبہ حمید قلندر آپ کے ملفوظات میں مشہور ہے۔

---

[1] اخبار الاخیار اردو ص۲۳۱ [2] اخبار الاخیار اردو ۹۱-۱۹۰، تذکرہ علماء ہند رحمان علی ص۹۵ نولکشور ۱۹۱۴ء

[3] ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، مولانا گیلانی ص۲۱۶ مطبوعہ دہلی۔

لیکن آپ کی ایک تصنیف "رسالہ تصوف" کے نام سے آصفیہ لائبریری میں پائی جاتی ہے جو اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس کا حوالہ کسی اور کتاب میں نہیں ملتا۔

۶۔ شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیریؒ (م ۷۸۲ھ)[1]

آپ ہندوستان کے مشہور مشائخ میں سے ہیں اور خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ (م ۷۶۱ھ) کے مرید وخلیفہ ہیں، آپ کی تصانیف میں آپ کے مکتوبات وملفوظات بہت مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ "مخزن المعانی" نام کی ایک کتاب آصفیہ لائبریری میں موجود ہے جس کو آپ کے مرید زین بدر عربی نے مرتب کیا ہے۔ اس کے علاوہ "رسالہ عرفانی کے" نام سے ایک رسالہ اور "ارشاد السالکین" کے نام سے ایک تصنیف بھی انجمن ترقی اردو پاکستان کے ذخیرے میں محفوظ ہے۔ یہ دونوں مخطوطات اہم اور نادر ہیں۔

۷۔ سید محمد گیسو دراز چشتی دہلویؒ (م ۸۲۵ھ)

شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ (م ۷۵۷ھ) کے مرید وخلیفہ تھے، اپنے شیخ کی وفات کے بعد گلبرگہ تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی، آپ کو شیخ سے بے پناہ محبت تھی اور انہی نے آپ کو گیسو دراز کا خطاب بھی دیا تھا۔ سلسلۂ چشتیہ کو آپ کی ذات سے بہت فروغ حاصل ہوا۔ تصوف میں مندرجہ ذیل تصنیفات آپ کی مختلف کتب خانوں میں پائی جاتی ہیں۔

آصفیہ لائبریری میں "رسالہ تصوف در اثبات توحید" "استقامۃ الشریعہ" "آئینہ (رسائل تصوف)" "رسالہ در بیان اذکار و اثبات توحید" "اسماء الاسرار" "رسالہ عرفانی" "رسالہ راز" اور "رسالہ خاتمہ" موجود ہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں "مکاتیب گیسو دراز" انجمن ترقی اردو پاکستان میں "شکار نامہ" "حدائق الانس" اور "شرح جام جہاں نما" موجود ہے۔ مولانا زید فاروقی کے یہاں "ترجمہ آداب المریدین" مصنفہ ضیاء الدین عبد القاہر سہروردیؒ (م ۵۶۳ھ) بھی موجود ہے۔

۸۔ سید صدر الدین المعروف بہ راجن (راجو) قتالؒ (م ۸۲۷ھ)

آپ حضرت مخدوم سید جلال الدین جہانیان جہاں گشتؒ (م ۷۸۵ھ) کے بھائی تھے، خرقہ اور خلافت انھوں نے اپنے بھائی اور والد دونوں سے حاصل کیا تھا۔ ہر وقت استغراق اور جذب کی حالت میں رہتے تھے۔ آپ کی طرف منسوب دو کتابوں کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔ ایک "مجموعہ تکبیرات راجو قتالؒ" جو رضا لائبریری کا مخطوطہ ہے اور دوسری "تحفۃ النصائح" سعیدیہ کتب خانہ حیدرآباد میں ہے جو ۷۹۵ھ میں مرتب کی گئی تھی۔

---

[1] تذکرہ علماء ہند، رحمان علی ص ۸۳

۹۔ شیخ علی بن احمد المہائمیؒ (م ۸۳۵ھ)

آپ کا تعلق قوم نوائت سے تھا متعدد تصنیفات آپ کی ہیں جن میں تفسیر مہائمی بہت مشہور ہے تصوف میں آپ نے "زوارف شرح عوارف المعارف" ۸۱۸ھ میں تصنیف کی جو کہ خدا بخش پٹنہ میں ہے۔ دوسری تصنیف شیخ صدر الدین قونویؒ کی کتاب "نصوص" کی شرح "الخصوص علی معنی النصوص" مرتب کی ہے یہ بھی خدا بخش میں موجود ہے۔ یہ دونوں کتابیں عربی میں ہیں۔

۱۰۔ شیخ محمد غوث گوالیاریؒ (م ۹۷۰ھ)

آپ کو خرقۂ خلافت شطاری سلسلہ میں شیخ ظہور حاجی حمید حضورؒ سے ملا تھا آپ کے مریدین کا سلسلہ بہت زیادہ ہے۔ آپ کی تصنیفات میں "جواہر خمسہ" اور "کنز الوحدت" کے علاوہ تصوف میں "کلید مخازن" بھی نہایت اہم اور نادر ہے جو مبداء و معاد سے متعلق ہے اس میں علوی اور سفلی اشیاء کی حقیقتیں، توحیدی صوفیہ کے مشرب اور کشفی تحقیق کے اصول بتائے گئے ہیں نیز ارباب فنا و بقا کے مذاق کے لیے عینی اور علمی موجودات کی شناخت کشف اور معائنہ کے ذریعہ سے ظاہر کی گئی ہے[۱] یہ کتاب خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے اور غیر مطبوعہ ہے۔ اس کی ایک شرح مع متن کے جامعہ ملیہ دہلی کی لائبریری میں بھی موجود ہے اور شارح کا نام خواجہ عبد الرحمٰنؒ ہے۔

۱۱۔ شیخ جلال الدین بن محمود تھانیسریؒ (م۔ ۹۸۹ھ)

آپ شیخ عبد القدوس گنگوہی (م ۹۴۵ھ) کے خلیفہ تھے اور اپنے وقت کے شیخ کامل تھے۔ عبادت و ریاضت، ذکر و فکر اور وجد و سماع میں بہت عادی تھے اور بڑے ذی علم بزرگ تھے "تحقیق آراضی ہند" اور "ارشاد الطالبین" نامی کتابیں آپ کی معروف و متداول ہیں یہ دونوں چھپ چکی ہیں۔ تصوف میں "گلزار جلالی" نامی تصنیف سبحان اللہ کلکشن میں موجود ہے جو نادر اور اہم ہے۔

۱۲۔ خواجہ محمد باقی المشہور بہ باقی باللہ دہلویؒ (م ۱۰۱۲ھ)

سلسلۂ نقشبندیہ کو ہندوستان لانے والے آپ ہی تھے ظاہری علوم سے فراغت کے بعد خواجہ امکنگیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور بعد تکمیل مراتب بلند مقامات پر فائز ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ آپ ہی کے خلیفہ تھے۔ آپ کی علمی یادگار میں "شرح رباعیات باقی باللہ" ہے۔ جس میں آپ نے خود ہی اپنی ۴۶ رباعیات کی شرح لکھی ہے۔ یہ نہایت اہم اور نادر مجموعہ ہے اور مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ... یہ نہایت اہم اور نادر مجموعہ ہے اور مولانا نذیر احمد۔ و قی کے کتب خانے میں محفوظ ہے اسی طرح

---

[۱] اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار۔ غوثی مندوی ص ۳۰۰-۲۹۹

ایک رسالہ دربیان نماز بھی اسی کتب خانے میں ہے اور ایک رسالہ وحدت و توحید کے نام سے دار الکتب تاریخ میں بھی موجود ہے۔

۱۳۔ حضرت شیخ آدم بنوری رح (م ۱۰۵۳)

آپ حضرت مجدد رح کے خلیفہ اعظم تھے اور سلوک نقشبندیہ کی نشر و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ آپ کے بے شمار خلفاء تھے آپ کی مذہبی سرگرمیوں کی وجہ سے شاہ جہاں نے آپ کو ملک بدر کر دیا تھا چنانچہ آپ مدینہ منورہ چلے گئے اور وہیں وصال ہوا آپ کی تصنیفات میں دو بہت اہم ہیں۔ اوّل خلاصۃ المعارف مکتوبہ ۱۰۳۵ھ مولانا زید حسن کے کتب خانہ میں ہے اور دوم نکات الاسرار رضا لائبریری میں محفوظ ہے یہ دونوں اہم اور نادر ہیں۔

۱۴۔ شیخ محب اللہ الہ آبادی رح (م ۱۰۵۸ھ)

مشہور عالم و صوفی بزرگ تھے، شیخ ابو سعید گنگوہی رح سے بیعت و خلافت حاصل تھی تصوف میں درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے شیخ محی الدین ابن عربی رح سے بدرجۂ غایت عقیدت تھی۔ ۱۰۵۸ھ میں الہ آباد میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے آپ کی تصنیفات میں سے حسب ذیل کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔

"رسالہ ہفت احکام" "مناظر اخص الخواص" اور "رسالہ تسویہ" رضا لائبریری میں "رسالہ غایۃ الغایات" سبحان اللہ کلکشن میں "شرح فصوص الحکم" آصفیہ لائبریری میں اور "انفاس الخواص" خدا بخش لائبریری اور ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں موجود ہے۔

۱۵۔ میر ابو العلا نقشبندی اکبر آبادی رح (۱۰۶۱ھ)

آپ خواجہ عبید اللہ احرار رح کی اولاد میں سے تھے اور اکبر آباد میں سکونت رکھتے تھے عوام و خواص میں بیحد مقبول تھے۔ آپ کی ایک تصنیف "رسالہ تصوف" کے نام سے دہلی یونیورسٹی میں موجود ہے اور اہم ہے۔

۱۶۔ ملا محمود جونپوری رح (م ۱۰۶۳ھ)

آپ علوم حکمیہ و ادبیہ میں بلند مقام رکھتے تھے، پہلے اپنے دادا مولانا شاہ محمد رح (م ۱۰۳۲ھ) سے اور پھر مولانا محمد افضل جونپوری رح (م ۱۰۶۲ھ) سے تکمیل درس کیا۔ آپ نے حکمت و معانی و بیان میں اہم کتابیں تصنیف کی ہیں۔ تصوف میں "مکتوبات شیخ محب اللہ الہ آبادی" (م ۱۰۵۸ھ) کو مرتب کیا ہے۔ جو کافی ضخیم ہے اور سبحان اللہ کلکشن میں موجود ہے [۱]۔ اس مخطوطہ کا حوالہ غالباً کہیں اور نہیں ملتا ہے لہذا اہم ہے۔

---

[۱] علی گڑھ میں اس کے دو نسخے ہیں (ادارہ)

۱۷۔ شاہزادہ محمد داراشکوہ قادریؒ (م ۱۰۷۰ھ)

داراشکوہؒ ملاشاہ بدخشیؒ (م ۱۰۷۲ھ) کے مرید و خلیفہ تھے اور مشہور بزرگ میاں میر قادریؒ (م ۱۰۴۵ھ) سے بھی استفادہ کیا تھا۔ تصوف میں کئی کتابیں ان کی مقبول و مشہور ہیں۔ اورنگ زیبؒ کے عہد میں سیاسی رقابت کا شکار ہو کر درجۂ شہادت کو پہنچے۔ آپ کی دو تصنیفات ہمارے علم میں آئی ہیں جو اب تک طبع نہیں ہوئی ہیں۔ اول "حق نما" جو ۱۰۵۶ھ میں مرتب کی گئی تھی اور اب آصفیہ میں موجود ہے اور دوم "یوگ وشسٹ والمیک" کا فارسی ترجمہ جو سر سلیمان کلکشن میں محفوظ ہے۔ داراشکوہؒ کی دو کتابوں کا عربی میں بھی ترجمہ ہوا ہے۔ "مجمع البحرین" کے مترجم محمد صالح بن شیخ احمد المصری الگجراتیؒ (م ۱۱۴۷ھ) ہیں، یہ مخطوطہ بوہار لائبریری کلکتہ میں موجود ہے۔ "سفینۃ الاولیاء" کا ترجمہ جعفر صادق العیدروس الہندیؒ نے "تحفۃ الاصفیاء" کے نام سے کیا تھا جو رضا لائبریری میں پایا جاتا ہے۔

۱۸۔ شیخ پیر محمد لکھنویؒ (م ۱۱۸۰ھ)

شیخ پیر محمد بن اولیاؒ ۱۱۰۲ھ میں ضلع جونپور میں پیدا ہوئے، مانکپور، دہلی اور لکھنؤ میں کتب درسیہ کی تکمیل کی پھر شیخ عبداللہ سیاح دکنی سے طریقہ چشتیہ میں خلافت حاصل کر کے لکھنؤ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی اور یہاں درس و تدریس اور روحانی اصلاح کا مشغلہ جاری کیا۔ بارھویں صدی ہجری میں دیارِ مشرق کے مشاہیر علماء و مشائخ میں شمار کیے گئے۔ آپ کی تصانیف میں فی الحال تین مخطوطات کا پتہ چلتا ہے۔ "مصالح الطالبین"[1] حبیب گنج کلکشن میں، "منازل اربعہ" رضا لائبریری میں اور "درجات خمس"[2] جواہر میوزیم میں موجود ہے۔ ان میں "منازل اربعہ" بہت اہم ہے شیخ صاحبؒ کی کسی مطبوعہ تصنیف کا پتہ نہیں چلتا ہے اس اعتبار سے مذکورہ بالا مخطوطات بہت اہم ہیں اور اب یہی انکی علمی یادگار ہیں۔

۱۹۔ مرزا مظہر جانجاناں شہید دہلویؒ (م ۱۱۹۵ھ)

آپ سلسلۂ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ تھے۔ سلسلۂ مذکورہ کے معاصر مشائخ میں سید نور محمد بدایونیؒ (م ۱۱۳۵ھ) کے مرید ہوئے، حاجی محمد افضلؒ (م ۱۱۴۶ھ) حافظ سعد اللہؒ (م ۱۱۵۲ھ) اور خواجہ محمد عابد سنامیؒ (م ۱۱۶۰ھ) سے بھی کسب فیض کیا تھا۔ آپ کی ایک تصنیف "لب الاسرار" کے نام سے احسن کلکشن علیگڑھ میں موجود ہے۔

۲۰۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (م ۱۲۲۵ھ)

آپ صاحب تفسیر مظہری تھے آپکا شمار علماء و اتقیاء وقت میں ہوتا ہے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد شیخ

---

[1] علی گڑھ میں دو نسخے ہیں۔ ابوالخیر میں بھی اس نام کا رسالہ ہے۔ (ادارہ) [2] مزید نسخے ایشیاٹک، ابوالخیر، آصفیہ، سبحان اللہ میں ہیں۔ (ادارہ) [3] مزید نسخے ابوالخیر، فضل الرحمٰن اور سبحان اللہ میں ہیں۔ (ادارہ)

محمد عابد سنامی (م ۱۱۶۰ھ) اور پھر مرزا مظہر جانجاناںؒ (م ۱۱۹۵ھ) سے بھی روحانی تربیت حاصل کی۔ مرزا صاحب نے آپ کو علم الہدیٰ کا لقب دیا تھا اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ آپ کو بیہقیٔ وقت کہا کرتے تھے۔ تیس سے زائد آپ کی تصانیف ہیں۔ اکثر چھپ چکی ہیں۔ آپ کی ایک تصنیف تصوف میں "نجم الہدایت یا نجم الہدیٰ"[1] کے نام سے کتب خانہ ناضلیہ گڑھی افغانان میں موجود ہے۔ اس کا حوالہ کہیں نہیں ملتا ہے اس لیے اہم مخطوطہ ہے۔

۲۱۔ مولوی سراج احمد رامپوریؒ (م ۱۲۳۰ھ)

مولوی سراج احمد ولد مولوی محمد رشد ۱۱۵۰ھ میں سرہند میں پیدا ہوئے اور ۱۱۷۷ھ میں ان کے والدؒ رامپور آگئے۔ وہیں ساری تعلیم و تربیت ہوئی۔ بڑے عالم و فاضل اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ حدیث میں خصوصی دستگاہ رکھتے تھے۔ ۱۲۳۰ھ میں لکھنؤ میں وفات ہوئی اور رامپور میں دفن کیے گئے۔ علم حدیث میں بھی چند تصانیف ہیں۔ خاندانِ مجددیہ کے حالات میں ایک کتاب "سیر المرشدین" بھی لکھی تھی۔[2] تصوف میں بھی آپ کی چند تصانیف کا پتہ چلتا ہے مثلاً رسالہ در "فضیلت ذکر خفی" بخط مولفؒ "سلوک العارفین" بخطِ مولف اور "شراب رحیق" بخطِ مولف یہ تینوں رسائل رضا لائبریری میں محفوظ ہیں۔ "سلوک العارفین" اور "شراب رحیق" کا ذکر تذکرہ کاملان رامپور میں نہیں ہے۔

۲۲۔ شاہ غلام علی مجددی دہلوی (م ۱۲۴۰ھ)

آپ تیرھویں صدی ہجری کے نامور شیخ طریقت ہیں۔ آپ ہی کے طفیل سلسلۂ نقشبندیہ کی تعلیمات عالم اسلام میں پھیلیں آپکی متعدد تصانیف چھپ چکی ہیں۔ ایک مخطوطہ مولانا زید فاروقی دہلوی کے کتب خانے میں کلمات مظہری یا کمالات مظہری کے نام سے موجود ہے جو غالباً طبع نہیں ہوا ہے۔ یہ بہت اہم اور نادر مخطوطہ ہے شاہ صاحبؒ نے اپنے قلم سے متعدد صفحات پر حواشی تحریر فرمائے ہیں۔ اسی طرح کراماتؒ و ارشادات امام ربانیؒ کے نام سے بھی ایک رسالہ آصفیہ لائبریری میں ہے اگر یہ رسالہ وہی ہے جو حالات و مقامات امام ربانیؒ کے نام سے ہے تو یہ چھپ چکا ہے ورنہ بہت اہم ہے اور قابل تحقیق و اشاعت ہے۔

۲۳۔ میاں محمد امیر شاہ بن محمد جہانگیر شاہ رامپوریؒ (م ۱۲۹۰ھ)

آپ رامپور میں پیدا ہوئے تعلیم سے فراغت کے بعد میاں غلام شاہؒ (م ۱۲۴۲ھ) سے مرید ہوئے مجاہدہ و ریاضت میں مشہور تھے عوام و خواص میں بہت مقبول تھے منشی امیر مینائی بھی آپکے مرید و خلیفہ تھے تصوف میں آپکی متعدد تصانیف ہیں آپکی تصنیف "تعلیم الخواص" مرتبہ ۱۲۷۰ھ رضا لائبریری میں موجود ہے جو کافی ضخیم ہے اسکے علاوہ "تفسیر الرموز" کے نام سے بھی ایک مخطوطہ رضا لائبریری میں ہے مگر تذکرہ کاملان رامپور میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔[3] یہ دونوں نسخے اہم ہیں اور لائق اشاعت ہیں۔

●●

---

[1] پھلواری میں نجم الہدیٰ کا ایک نسخہ زیر تصرف مصنف ہے۔ (دلدار) [2] تذکرہ کاملان رامپور از احمد علی خاں شوق ص ۱۲۸-۱۲۷ ہمدرد پریس دہلی ۱۹۲۹ء [3] تذکرہ کاملان رامپور از احمد علی خاں شوق ص ۲۰-۲۱ ہمدرد پریس دہلی ۱۹۲۹ء

ڈاکٹر غلام مجتبیٰ انصاری

شعبۂ فارسی
بہار یونیورسٹی، مظفرپور

شاہ عنایت حسین بھاگلپوری اپنے مخطوطات کی روشنی میں

دریائے گنگا کے کنارے شہر حاجی پور سے دو میل کی دوری پر مینا پور کے علاقہ میں صوفیوں کا ایک قدیم خاندان آباد تھا۔ اس دریا کے اتری کنارے پر ایک بہت بڑا خطہ آج بھی موجود ہے جہاں چھوٹے بڑے مقبرے اور مزارات نیز اینٹ کی بنی ایک بڑی مسجد کے کھنڈرات آثار قدیمہ کی شکل میں اپنی گذشتہ عظمت اور شان و شوکت کی نشان دہی کر رہے ہیں۔ ان مزارات میں سب سے بڑا اور نمایاں مزار حضرت سید احمد پیر دمڑیا (متوفی ۹۷۲ھ) کے نام سے مشہور ہے۔ اس مزار کے تقریباً سامنے متوازی خطوں میں دریائے مذکور کے دکھنی کنارے پر یعنی پٹنہ کے مشرقی حصہ میں ایک ایسا ہی مزار موجود ہے جو سید محمد پیر دمڑیا بن سید احمد کا سطح مرتفع پر واقع ہے۔ اس مزار کے متصل ایک قدیم مسجد بھی ابھی تک قائم ہے جو پیر دمڑیا کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ بہت کم لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ "پیر دمڑیا" کا یہ لقب دو بزرگ صوفیوں (باپ اور بیٹے) یعنی سید احمد اور سید محمد زین العابدین کے ناموں سے وابستہ ہے۔

پیر دمڑیا اول یعنی جناب سید احمد کے والد کا نام سید حسن دانشمند تھا جو میرٹھ اور دہلی سے ہجرت کر کے صوبۂ بہار میں وارد ہوئے اور سارن ضلع حسین پور عشری محلہ میں پہنچ کر میر ملک فتح اللہ کے مشہور و معروف مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے لگے یہ میر ملک فتح اللہ سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ کی اولاد و خلاف میں سے تھے۔ اور اپنی بزرگی اور تقویٰ کی وجہ سے عوام میں معروف و مقبول تھے۔ بقول شاہ عنایت حسین مصنف "حالات خاندان دمڑیا بابا"[1] (جو درحقیقت "تذکرۃ تاج العلماء مع رحلت نامہ" مصنفہ خادم حسین کا تقریباً اردو ترجمہ ہے) ان بزرگ کی ایک صاحبزادی تھیں جن کی شادی کے لیے پہلے سے انھوں نے جہیز وغیرہ کا سامان مہیا کر رکھا تھا۔ ان کا ارادہ تھا کہ کوئی سید زادہ کشف و کرامات کا حامل عالی خاندان کا اور صاحب علم و معرفت ملے تو اس سے صاحبزادی مذکور کو بیاہ دیں۔ اتفاق کی بات جب رات کے وقت میر صاحب کی کنیز حسب معمول طالب علموں کو کھانا دینے آئی تو اس نے دیکھا کہ سید حسن دانشمند کمرے میں ایک چوکی پر بیٹھے ہیں اور کسی درسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول

---

[1] حالات خاندان دمڑیا بابا از شاہ عنایت حسین قلمی نسخہ کتب خانہ پیر دمڑیا خلیفہ باغ بھاگلپور از شاہ عنایت حسین

ہیں۔ سرہانے چراغدان رکھا ہے زیادہ رات گذر جانے کی وجہ سے ان پر غنودگی طاری ہے۔ نیند کی وجہ سے جب کبھی ان کا سر چراغدان پر جھک جاتا ہے چراغدان خود بخود پیچھے کی طرف ہٹ جاتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چراغدان کو کوئی پیچھے کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ پھر جب یہ ہوش میں آجاتے ہیں تو چراغدان اپنی جگہ پر آجاتا ہے کنیز یہ حالت دیکھ کر نہایت حیران ہوئی اور واپس جاکر میر ملک صاحب کو اطلاع دی۔ میر صاحب فوراً تشریف لائے اور اپنی آنکھوں سے اس حالت کا معائنہ کیا۔ اُس وقت تو وہ خاموشی کے ساتھ واپس چلے گئے مگر جب صبح ہوئی اور سید حسن دانشمند سبق لینے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ میری ایک لڑکی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کی شادی آپ سے کر دوں، سید حسن دانشمند نے دست بستہ عرض کیا کہ یا حضرت! میں اپنی بیوی اور ایک بچی کو چھوڑ کر یہاں حصول تعلیم کے لیے آیا ہوں' اگر شادی شدہ نہ ہوتا تو آپ کے عدول حکمی کی جرأت ہرگز مجھ میں نہ ہوتی۔ میر صاحب نے فرمایا کہ بہت خوب! کل ہم دونوں ایک جگہ بیٹھ کر مراقبہ کریں گے اس کے بعد جیسی مصلحت ہوگی عمل کریں گے۔ غرض کہ صبح ہوئی اور سید حسن دانشمند استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دونوں ایک ساتھ مصروف مراقبہ ہو گئے۔ حکم خداوندی ایسا ہوا کہ سید حسن دانشمند کی بیوی اور بچی دونوں رحلت کر گئیں۔ اس کے بعد انھوں نے میر ملک صاحب کی فرمائش قبول کر لی چنانچہ مبارک ساعت میں شادی انجام پا گئی۔ اس کے بعد سید حسن یہیں رہ گئے۔

اس شادی سے سید حسن دانشمند کی جو اولادیں ہوئیں ان میں سے دو لڑکے سید جندن اور سید رزاق لاولد فوت ہو گئے، باقی تین لڑکے سید احمد سید مبارک اور سید حسین نے بڑی عمر پائی۔ ان تینوں کی شادیاں بہار کے شریف خاندانوں میں ہوئی۔ سید حسن دانشمند کی وفات ۹۴۵ھ میں محلہ مذکور یعنی حسن پور عشری میں ہوئی۔ ان کا مزار بھی یہیں ہے۔ خادم حسین نے ان کا قطعۂ تاریخ وفات اس طرح لکھا ہے:

بود شاہی بکشور دانش میر سید شدہ بدار فنا
خردم گفت دُرّہ تاریخش واصل حق شدہ سر علما[1]

صاحب قطعہ لکھتے ہیں کہ یہ وہی سید حسن دانشمند ہیں جنھوں نے ہندوستان پر ہمایوں کی حکومت کو شیر شاہ کی حکومت پر ترجیح دی تھی اور اول الذکر کے لیے دعا کی تھی کہ ہندوستان کی حکومت اُس کو پھر سے مل جائے چنانچہ جب ہمایوں شیر شاہ سے شکست کھا کر ایران چلا گیا اور وہاں سے بھاری فوج کے ساتھ آکر پھر ہندوستان کا بادشاہ بنا تو عقیدت میں سید حسن دانشمند کے مدد معاش کی خاطر ایک بڑی جاگیر حسن پور عشری اور حاجی پور میں عطا کی کہا جاتا ہے کہ حسن پور محلہ کا نام بھی انھیں کے نام پر مشہور ہوا ہے۔

سید حسن دانشمند کے مذکورہ تین لڑکوں میں سید مبارک حسن پور عشری میں سکونت پذیر رہے۔ سید حسین بھاگلپور

---

[1] تذکرہ تاج العلما مع رحلت نامہ از شاہ خادم حسین۔ (قلمی نسخہ) کتب خانہ پیر دمڑیا خلیفہ باغ، بھاگلپور

چلے گئے، اور سید احمد اپنے والد سے رخصت لے کر سیاحت کے لیے نکل پڑے یہ اپنے سفر کے دوران بہت سے صوفیوں اور ولیوں سے شرف نیاز حاصل کرتے رہے آخر کار مینا پور حاجی پور تشریف لائے اور یہاں قیام پذیر ہوئے۔

حضرت سید شاہ عنایت حسین کا سلسلہ نسب سید حسن دانشمند کے لڑکے سید حسین بھاگلپوری سے ملتا ہے جو حسن پور عشری سے ہجرت کر کے بھاگلپور چلے آئے اور یہیں قیام پذیر ہوئے۔ سید شاہ عنایت حسین کی پیدائش ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۰۰ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۷۹۲ء میں جمعہ کے دن ہوئی جیسا کہ ان کے قلمی دیوان صفحہ ۵ سے ظاہر ہوتا ہے پیدائش کی یہ تاریخ غالباً کسی میر منظر علی صاحب نے جنتری سے نکالی تھی۔ "میر منظر علی صاحب از جنتری برآوردہ حوالہ ساختند" یوم پیدائش کے متعلق بھی اسی صفحہ پر لکھا ہے: "روز جمعہ تولد سید شاہ عنایت حسین است۔"

اسی دیوان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی وفات ۱۲۹۰ھ میں ہوئی مگر یہ بھی کسی دوسرے ہی کے قلم سے بعد میں لکھا گیا ہے اگر یہ صحیح ہے تو ان کی زندگی کی پوری مدت لگ بھگ ۹۰ سال (عیسوی کے حساب سے) ہوئی ویسے ان کے کلام سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ نہایت ضعیفی کی حالت کو پہنچ چکے تھے۔ انھوں نے ہندوستان کے اکثر مقامات کا سفر بھی کیا تھا مثلاً کلکتہ پٹنہ، حاجی پور، مینا پور وغیرہ کلکتہ کے دوران قیام میں چورنگی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

"ندیدم تا زمین کشتی بہ سیاحی خود اما — بہ چورنگی کلکتہ بہر شاہی پرستانست"

حاجی پور، مینا پور، محلہ نون گولہ، معروف گنج، سید پور، جروحہ وغیرہ کا ذکر اپنے قلمی رسالہ "حالات خاندانی پیر دمڑیا" میں اس طرح کرتے ہیں:

"حضرت سید احمد کہ لقب اونکا پیر دمڑیا ہوا اور محلہ مینا پور میں مزار مبارک اونکا ہوا یہ فقیر باقبال وہاں جا کر مشرف ہوا ہے۔ سبحان اللہ! مزار شریف ایک ڈال سنگ مرمر ہے اور آپ کی اہلیہ کا مزار بھی سنگ مرمر ہے اور مینا پور ایک موضع متعلقہ مقام حاجی پور تختگاہ شاہان قدیم در ضلع مظفر پور عبور گنگ برابر شمال پٹنہ کے معروف شہر عظیم آباد ہے اور آپ کے دو بیٹے ہوئے نام بڑے صاحبزادے کا سید محمد ہے۔ یہ بھی ملقب پیر دمڑیا ہے۔ مزار ان کا شہر عظیم آباد میں جو محلہ نون گولہ اور معروف گنج معروف ہے اور اسی کو محلہ دمڑیا بھی لوگ کہتے ہیں اور چھوٹے بیٹے کا نام حضرت سید قاسم ہے مزار حضرت سید قاسم کا موضع سید پور اور اسی متصل مقام جروحہ کے ہے اور مینا پور اور سید پور تھوڑا سا فاصلہ ہے۔ یہ فقیر تمام بزرگوں کے مقابر پہ حاضر ہو کر فاتحہ پڑھا ہے۔" [1]

---

[1] "حالات خاندان پیر دمڑیا بابا" (قلمی) کتب خانہ پیر دمڑیا خلیفہ باغ بھاگلپور

سید شاہ عنایت حسین کے دیوان کا قلمی نسخہ کتب خانہ پیر دمڑیا، خلیفہ باغ، بھاگلپور میں موجود ہے جس سے ان کے احوال و آثار زندگی پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ دیوان کے صفحہ ۵ سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے اپنی کچھ غزلیں جو مندرجہ ذیل مصرعوں سے شروع ہوتی ہیں کسی "سُدھو میراسی" کو گانے کیلئے دیا تھا:

"غزلیاتی کہ بہ سُدھو میراسی نوشتہ دادہ شدہ بر ہ ایں است" سے

۱۔ ای کہ فرخندہ لقای تو مبارک باشد

۲۔ نظر خویش چو بر عرش معلی کردم

۳۔ آوازہ مرغان چمن گشتہ بپای

۴۔ خمخانہ عشق من صہبای دگر دارد

۵۔ نالۂ من گر اثری داشتی

۶۔ کردیم انیس خود صہبای محبت را

۷۔ من کہ مستم از می مہر شہ میم در کار نیست

۸۔ اقتدای با امام ساقی کوثر کنم

۹۔ نی طوطی ہندوستان کلام شکرستانست

۱۰۔ من رخت خویشی را سوی اہل نظر دارم

اسی صفحہ پر نیچے غزل کے کچھ مصرعے درج ہیں جن کے اوپر یہ عبارت تحریر ہے:

"غزلیاتی کہ بہ خانم بائی دادہ شدہ است" سے

۱۔ ساقیا مے دِہ کہ یاری طبع را خوشتر کنم

۲۔ کردیم انیس خود صہبای محبت را

۳۔ ای کہ فرخندہ لقای تو مبارک باشد

۴۔ نالۂ من گر اثری داشتی

۵۔ خمخانہ عشق من صہبای دگر دارد

پھر اسی صفحہ پر اردو میں دو اشعار درج ہیں جن کے بغل میں "حسین" لکھا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اشعار شاہ عنایت حسین کے طبع زاد ہیں۔ واضح ہو کہ دیوان مذکور میں فارسی کلام کے بعد شاعر مذکور کے اردو کلام بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں بہر کیف مذکورہ اشعار اس طرح ہیں: سے

ڈھونڈت سارا جگ پھر نہ پایا ہم نیں رب ؛ پایا تو اپنی ہیں میں کہ ہم ہیں ہمیں سب رب

بھولے بھٹکے مت پھرو اور جیت مت کرو اداس ؛ اپنے میں دیکھو حسین سائیں تمہارے پاس

دیوان کے صفحہ ۶۲ ب پر ایک قطعہ تاریخ درج ہے جو انھوں نے اپنے والد بزرگوار شاہ اسد اللہ کی وفات پر لکھا تھا اس قطعہ سے ان کے والد بزرگوار کی وفات کی تاریخ ۱۲۴۹ھ ہے۔ دیوان میں غزلوں کے بیشتر مطلعوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اپنے والد بزرگوار ہی کے ہاتھ پر بیعت تھے اور انھیں کو اپنا پیر و مرشد مانتے تھے مذکورہ قطعہ تاریخ وفات یوں ہے: سے

"قطعہ تاریخ وفات شاہ اسد اللہ از حسین در ۱۲۴۹ھ"

شاہ اسد اللہ قطب الدین چون رحلت نمود　　　ہر ہمہ یاران تاریخش شدند زین خاکسار

فی البدیہہ آمد ہمین مصرعہ از طبع این حسین　　　یک ہزار و دو صد و چہل و تہ از ہجری شمار

صفحہ ۴ الف پر دو قطعات اردو میں درج ہیں۔ ان دونوں سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کے خلاف کسی دشمن نے مقدمہ دائر کیا تھا۔ اس مقدمہ میں اپنی جیت کیلئے انھوں نے حضرت علی شیر خداؓ سے مدد مانگی تھی۔ ؎

یا علی شیر خدا میری مدد کو پہنچو　　　اور سفارش مری در پیش خدا کے کردو

تاکہ ہو فتح مری اور ذلالت دشمن　　　اتنا بھی عرض مری جلدی سے اب تم سن لو

یا علی دو فتح کی مجھ کو بشارت خواب میں　　　تاکہ ہوں میں سُرخرو ہر شخص اور احباب میں

ہم پہ مشکل سخت ہے اور آپ ہیں مشکل کشا　　　کردو مشکل میری آساں عالم اسباب میں

دیوان کا فارسی حصہ ۱۷ صفحات پر مشتمل ہے اس کے علاوہ اردو اور فارسی کے ملے جلے کلام بھی دیوان کے دوسرے حصے میں دستیاب ہیں۔ فارسی کی کل غزلوں کی تعداد ۱۰۳ ہے۔ پہلی غزل کا مطلع ؎

ای کہ فرخندہ لقای آز مبارک باشد　　　چہرۂ جلوہ گرای تو مبارک باشد

ہے اور مقطع ؎　جای تو زیر قدوم اسداللہ است حسین　　　محمد للہ کہ سرای تو مبارک باشد

آخری غزل کا مطلع ؎　نگاہ من چو سوی گلعذار خواہد بود　　　دل رقیب ز بس بیقرار خواہد بود

اور مقطع ؎　طرح فگند چو دیوان خود حسین گران　　　مگر زمین اسد یادگار خواہد بود

قصائد کی مجموعی تعداد تین ہے پہلا قصیدہ صفحہ ۸ پر ہے۔ جس میں کل ۶۸ اشعار ہیں۔ دوسرا قصیدہ صفحہ ۱۷ پر ہے اس کے کل اشعار ۲۱ ہیں اور تیسرا قصیدہ صفحہ ۹ا پر ہے جس میں مجموعی طور پر ۲۹ اشعار ہیں۔ رباعیات کی مجموعی تعداد تقریباً ۲۱ ہیں ایک مثنوی دیوان کے صفحہ ۱۶ پر ہے۔ جس میں ۸ اشعار ہیں۔ صفحہ ۱۵ پر ایک سلام ۱۲ اشعار پر مشتمل ہے پھر اسی صفحے پر ایک نوحہ ہے جس میں کل ۱۴ اشعار ہیں۔ اس کے علاوہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں دیوان کے دوسرے حصے میں قطعات کی تعداد کافی ہیں۔

شاہ عنایت حسین کا فلسفہ عشق و محبت:۔ ان کے کلام کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ایک صوفی اور عارف باللہ شاعر تھے۔ ان کا کلام متصوفانہ خیالات سے لبریز ہے۔ ان کے کلام میں ایک فلسفۂ عشق ملتا ہے۔ وہی فلسفہ عشق جس کا سراغ ہمیں حکیم سنائی، فریدالدین عطار اور مولانا روم کی شاعری میں ملتا ہے یہ حقیقت ہے کہ انسان کی پیدائش کا اصل مقصد عشق و محبت الٰہی ہے جس کو قرآن نے عبادت کے نام سے تعبیر کیا ہے اور اس کی تعلیم کی پہلی ابجد عشق و محبت ہے۔ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ ہم نے اپنی امانت کو تمام

زمین اور پہاڑ کو پیش کیا۔ سب نے انکار کیا اور ڈر گئے لیکن آدمی نے اس بوجھ کو اٹھا لیا۔ مقصد یہ ہے کہ زمین و آسمان تکلیفاتِ شرعیہ کی قابلیت نہیں رکھتے یہ قابلیت اور صلاحیت صرف انسان کو عطا کی گئی ہے کہ جائز، ناجائز، حلال، حرام اور نیک و بد کی تمیز رکھتا ہے اور اسی بنا پر اس کے لیے شریعت کے احکام آتے ہیں صوفی حضرات کے نزدیک امانت سے مراد عشقِ حقیقی ہے جو انسان کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اس لیے شاہ عنایت حسین کہتے ہیں کہ انسان کو عشق بازی سے غافل نہیں رہنا چاہیے بلکہ اسی سے آخرت کا سامان کرنا چاہیے۔ عشق ہی ایک ایسی منزل ہے جو مردانِ کامل کو پسند خاطر ہے ؎

مشو غافل حسین از عشق بازی ساز عقبا کن   کہ آں منزل شدہ خاطر پسند مردِ کامل را

عشق کا شجر دنیا کے تمام اشجار سے ممتاز ہوتا ہے اس کی نشو و نما ازل سے ابد تک ہوتی رہتی ہے۔ عشق کا مرض کسی طبیب کے علاج کا محتاج نہیں ہوتا۔ اس کی دوا صرف وصلِ محبوب ہے، اسی سے اس کو شفا ملتی ہے ؎

شجرِ عشق ز اشجارِ جہاں ممتاز است   از ازل تا بہ ابد نشو و نما ہا ست درو

مرضِ عشق ز تدبیرِ طبیبست بروں   وصلِ محبوب دوائیست شفا ہا ست درو

عاشق کا دل مخزنِ اسرارِ الٰہی ہوتا ہے لیکن اسرارِ الٰہی کی گتھیوں کو سلجھانا آسان کام نہیں۔ انھیں اچھی طرح سمجھنے کے لیے مرشدِ کامل کی ضرورت ہوتی ہے جو عاشق کو اسرارِ الٰہی کے سمجھنے میں نہ صرف مدد کرے بلکہ اُس کی رہنمائی بھی کرے مرشدِ کامل کے بغیر وادیٔ عشق میں بھٹکنے کا اندیشہ غالب رہتا ہے۔ مرشدِ کامل راہ و رسمِ منزلِ عشق سے باخبر ہوتا ہے اس لیے ایسے مردِ کامل کی رہنمائی راہِ عشق میں نہایت ضروری ہے اسی لیے شاہ عنایت حسین لکھتے ہیں ؎

دل مخزنِ اسرارِ الٰہی است ولیکن   بی مرشدِ کامل نشود عقدہ کشای

تصویر نہ شد ہیئتِ او از کسی عارف   معنی است کہ در لفظ نیاید بنمای

در منزلِ تصوف اسد اللہ است مرشد   کن پیشوا حسینا آں پیر رہنمو را

عشق و محبت کی سرمستی و سرشاری عاشق کو اللہ کے ماسوا تمام دوسری اشیا سے بے نیاز کر دیتی ہے وہ ہمیشہ محبوبِ حقیقی کے خیال میں مستغرق رہتا ہے اور کسی لمحہ اس کے خیال سے جدا ہوتا نہیں ہے۔ عشق کا نشہ ہر دم اس پر مستولی رہتا ہے اسی کی وجہ سے اُس کے اندر ایک قسم کی شانِ بے نیازی پیدا ہو جاتی ہے۔ عشق کے خمخانہ کا صہبا کچھ اور ہی ہوتا ہے سرمستوں کی اس شراب کا پیمانہ دوسرا ہی ہوتا ہے۔ دریائے عشق ناپید اکنار ہوتا ہے اور اس کے ہر قطرے میں ایک مستقل دریا دکھائی دیتا ہے اسی لیے شاہ عنایت حسین فرماتے ہیں ؎

خمخانۂ عشق من صہبای دگر دارد   واں بادۂ سرمستاں مینای دگر دارد

دریای محبت را ساحل نبود پیدا — ہر قطرۂ آن دریا دریای دگر دارد
دیگر چہ سند خواہی زین عاشق آشفتہ — منشور جنون من طغرای دگر دارد

نقش خویش چو بر عرش معلّیٰ دارم — دل خود را بہ تماشہ تجلّیٰ دارم
ہر زمان از تو سروریست کہ دایم نہان — قلب خویش بغیر از تو تجلّیٰ دارم

وحدت وجود کا مسئلہ بادۂ تصوف کا نشہ ہے۔ ابی سعید ابوالخیر، امیر خسرو، شیخ بو علی سینا، حکیم سنائی، امام غزالی، فریدالدین عطار، عراقی اور مولانا روم غرض کہ یہ تمام لوگ اسی نشہ میں سرشار تھے۔ ان کا فلسفہ ہے کہ تمام اشیاء میں وہی جاری و ساری ہے اور اسی نے ہر چیز میں حسن پیدا کر دیا ہے وہ قد میں جلوہ، زلف میں مشک، یاقوت میں آب اور مشک میں خوشبو ہے۔ عالم میں ہزاروں لاکھوں چیزیں جو نظر آتی ہیں وحدت محض ہیں جو مکرر ہونے کی وجہ سے متعدد معلوم ہوتی ہیں۔ حقیقت میں وہی ایک کا عدد ہے جو ہزار، لاکھ اور کروڑ بن جاتا ہے حالانکہ اکائیوں کے سوا اس میں اور کوئی چیز شامل نہیں۔ ؎ این وحدت است لیک بہ تکرار آمدہ

شاہ عنایت حسین کے اشعار ملاحظہ ہوں ؎

نور احدی جلوہ کنانست بہر سو — ہر سو کہ کنم روی ہمان سوست خدای
نیست موجود ولی آنکہ ہو الموجود است — در وجودم نگہی کن چہ تجلّیٰ دارم
مایۂ عشرت من غیر غم و سم نبود — در سراپردہ دل خویش تجلّیٰ دارم

تصوف میں چونکہ انسان کو اشرف المخلوقات اور عالم اکبر مانا جاتا ہے اس لیے صوفیانہ شاعری نے عزت نفس کا خیال پیدا کیا۔ تصوف نے بتایا کہ زمین و آسمان، کون و مکان سب انسان کے آگے ہیچ ہیں تصوف نے بتایا کہ فرشتے اور افلاک انسان کا مرتبہ پہچاننے کے قابل نہیں۔ مذکورہ خیال کو شاہ عنایت حسین نے جا بجا اپنے اشعار میں بڑے حسن و خوبی کے ساتھ ادا کیا ہے ؎

بعشقم ہر کسی عاشق ندارد رتبۂ کامل — بصحرای تعشق قیس ہم طفل دبستانست
دلم در بحر جوش اشتیاق است — چو لولوی کہ در رنگ سماق است
رجای وصل از رب جلیل است — وگرنہ خواہش گردون نفاق است

معشوق کی ادائیں بڑی جان لیوا ہوتی ہیں اس کا شعار نرالا ہوتا ہے۔ بات بات میں بہانہ تراشنا اور بے توجہی برتنا اس کا شیوہ ہے۔ عاشق سے دوری اختیار کرتا ہے۔ اور مقدر کو بہانہ بناتا ہے۔ اس سے آنکھیں چراتا ہے اور

حیا کو بہانہ بناتا ہے۔ اس کو دیکھ کر بُدبُداتا ہے اور حمد و ثنا پڑھنے کا حیلہ گڑھتا ہے غیر کی طرف قدم بڑھاتا ہے اور پاؤں پکڑ کر آبلہ پائی کا بہانہ بناتا ہے۔ مذکورہ مضامین کے حامل شاہ عنایت حسین کے تغزلانہ اشعار کس قدر دلکش، حسین اور برجستہ ہیں ملاحظہ فرمائیں ؎

در بحر خویش گشت وقفار ابہانہ ساخت | ز دیدہ چشم رفت و حیا را بہانہ ساخت
آں حرکت لبش بر قدم عرضہ بود | سوی چو دید مدح و ثنا را بہانہ ساخت
می رفت سوی غیر چو گفتم بیا بہ من | پا را گرفت و آبلہ پا را بہانہ ساخت

صوفیا کا شعار صلح کل ہے وہ ہر چیز سے محبت کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی محبت کا درس دیتے ہیں۔ دوستوں کے دل کو ستانا تو بہت دور کی بات ہے، دشمنوں کو بھی تکلیف میں دیکھنا گوارہ نہیں کرتے۔ دوستوں سے ملنا اور ان کی خاطر مدارت کرنا ان کا شیوہ ہوتا ہے۔ شاہ عنایت حسین کی ایک رباعی اس سلسلے میں قابل ذکر ہے ؎

خاطر دوستاں مدارات است | لذت زندگی ملاقات است
گر کسی ترک ایں دو چیز کند ___ بر حیاتش حسین صیہات است

یہ مقالہ کتب خانہ پیر دمڑیا، خلیفہ باغ، بھاگلپور کے قلمی رسالوں تاج العلما مع رحلت نامہ، مصنفہ: "شاہ خادم حسین دمڑیا" پٹنہ اور "کرامات خاندان پیر دمڑیا بابا" مصنفہ شاہ عنایت حسین بھاگلپوری" نیز ایک قلمی نسخہ "دیوان شاہ عنایت حسین" کی مدد سے لکھا گیا ہے۔

تاج العلماء مع رحلت نامہ کا سائز "۴×۶" ہے اور یہ رسالہ ۲۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ میں ۹ سطریں ہیں یہ رسالہ بارہویں صدی ہجری کے اواخر میں لکھا گیا۔ اس کا کاغذ موٹا ہے اور تحریر نستعلیق میں ہے۔ رسالہ کتب خانہ پیر دمڑیا بابا خلیفہ باغ بھاگلپور کے نجی تبرکات میں شامل ہے۔

رسالہ "کرامات خاندان پیر دمڑیا بابا" اردو زبان میں ہے جو غالباً "تاج العلماء مع رحلت نامہ" کا ترجمہ ہے۔ اس کے مترجم جیسا کہ اوپر ذکر ہوا شاہ عنایت حسین صاحب دیوان ہیں۔ رسالہ مجلد ہے اور اس کا سائز "۶×۱۰" ہے۔ یہ ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے مگر اس کے کچھ اوراق غائب معلوم ہوتے ہیں ہر صفحہ میں ۱۱ سطریں۔ کتابت کا سنہ مذکور نہیں ہے۔ کاغذ موٹا اور بھورے رنگ کا ہے۔ اس کی تحریر لال روشنائی میں ہے۔ "دیوان شاہ عنایت حسین" کی تفصیلات مقالہ کے ضمن میں درج ہیں۔

●●

شاہ منتظر حسین
خلیفہ باغ، بھاگلپور

خاندان پیر دمڑیا بابا کی علمی روایات

حضرت ابو نجیب مولانا سید ظہیر الدین المختار زیدی و الحسینی اپنے دو بھائی سید اسد الدین و سید زین الدین کے ہمراہ وارد دہلی ۶۷۹ھ مطابق ۱۲۷۰ء میں ہوئے۔ سید اسد الدین المشہور بہ آفتاب ہند نے ظفر آباد نزد جونپور سکونت اختیار کی اور وہیں آسودہ لحد ہوئے ان کا خاندان وہیں آباد ہے۔ اور سید زین الدین کی سکونت فرخ آباد میں رہی اور وہیں آسودہ لحد ہیں۔ لیکن مولانا سید ظہیر الدین نے حضرت سید نظام الدین اولیاء سے چشتیہ سلسلہ میں بیعت حاصل کی اور عہد غیاث الدین بلبن موضع بسارن جرولال قلعہ سے تین چار کوس دکھن پہ مقیم ہوئے۔ مولانا سید ظہیر الدین کو شعر و شاعری اور تصوف سے لگاؤ تھا۔ عہد خلجیہ میں درباری شاعروں میں آپ کا شمار تھا اور تغلقوں کے عہد میں میر منشی مقرر ہوئے۔ آپ کا ایک دیوان بھی تھا اور تصوف میں "رموز المعانی" تصنیف تھی لیکن افسوس کتب خانہ پیر دمڑیا ان کی تصانیف سے محروم ہے۔ آپ نے سہروردیہ سلسلہ میں حضرت رکن الدین ابو الفتح ملتانی سے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ آپ کی وفات تقریباً ۷۲۵ھ ہے۔ آپ کا مزار حوض شمسی پر ہے۔ میں نے حاضری دی لیکن وہاں بتانے والا ایک سائیکل والا تھا جو صحیح طور پر نشاندہی نہ کر سکا۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ اول میر سید خوند میر علاء الدین۔ آپ محمد شاہ تغلق کے ساتھ دکن کی مہم میں گئے وہیں گلبرگہ میں جانب غرب حسین آباد میں آپ کا روضۂ اطہر ہے دوسرے صاحبزادہ سید جعفر ملقب بہ سید عطاء اللہ دہلوی آپ نے حضرت مخدوم سید جلال بخاری جہانیاں جہاں گشت سے شرف بیعت حاصل کیا اور آپ کو ان کی دامادی کا بھی شرف حاصل ہوا۔ آپ کے صاحبزادہ سید یحییٰ ملقب بہ کرم اللہ اور ایک لڑکی تاج بی بی تھیں۔ سید یحییٰ بھی دہلی میں آسودہ لحد ہیں۔ جن کے صاحبزادہ سید حامد ملقب بہ شرف جہاں المعروف بہ سید میٹھے آپ کا مزار مبارک موضع سردھنا ضلع میرٹھ میں عیدگاہ کے پاس ایک بلند ٹیلے پر پختہ بنا ہوا ہے۔ آپ میٹھے شاہ بخاری کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ نے تیموری حملہ کے وقت ۸۰۱ھ میں ترک وطن دہلی کیا اور چند سال بعد میرٹھ ضلع میں انتقال فرمایا۔ آپ کے آٹھ بیٹے تھے۔ سید قاسم، سید عبد المقتدر، سید محمد مخدوم، میر سید قطب محمد افضل عرف سید بودھن مسکین (بہرائچ میں آپ کا مزار مبارک اسٹیشن کے قریب ایک ٹیلے پر مشہور ہے) سید اسماعیل، سید محمود، سید جلال، سید طاہر ثانی۔

مخدوم سید قاسم کا مزار مبارک شہر میرٹھ میں محلہ قاسم پورہ میں جو آپ کے نام پر ہی آباد ہے عیدگاہ کے قریب مخدوم صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ اور سید جلال صاحب کا مزار اسٹیشن کے قریب گھنٹہ گھر کے سامنے چھتری والے

پیر کے نام سے مشہور ہے اور آپ کے چار بھائیوں کے مزارات بھی اسی جگہ ہیں۔ مخدوم سید قاسم کے چار صاحبزادے تھے۔ اول سید حسین دانشمند جن سے خاندان پیر دمڑیا کا سلسلہ بہار میں مشہور ہے۔ دوسرے سید جمال الدین، تیسرے میر سید بارہ، یہ دونوں بھائی وادی (ضلع مظفر نگر، بھوارہ وغیرہ کی طرف چلے گئے) سادات بارہا اور سادات بھوارہ انہیں کی اولادیں ہیں۔ قرۃ العین حیدر بھوارہ خاندان سے میر سید جمال الدین کی اولاد میں ہیں۔ انھوں نے کار جہاں دراز ہے میں اپنے خاندان کا ذکر اور خاندان پیر دمڑیا کا بھی تذکرہ کیا ہے چوتھے میر سید سلوق مشہور و معروف بزرگ سلوق شریف ہیں جو پرتاب گڈھ کے پاس ہے۔

مخدوم سید حسن دانشمند نے حسن پورہ نزد عشری سیوان شہر سے ۱۲ میل جنوب صوبہ بہار کی سرحد پر قیام کیا، چوسا کی جنگ کے بعد ہمایوں کو کامیابی اور بحالی تخت کی بشارت دی۔ آپ کی وفات ۹۳۶ھ مطابق ۱۵۲۹ء میں ہوئی۔ آپ کے بڑے صاحب زادہ سید احمد پیر دمڑیا، میناپور حاجی پور میں آسودۂ لحد ہیں اور سید زین العابدین عرف سید محمد پیر دمڑیا بن سید احمد نے دمڑی محلہ نزد معروف گنج پٹنہ رہائش اختیار کی اور یہیں مدفون ہوئے اور یہ محلہ پیر دمڑیا کے نام سے مشہور ہوا۔ سید شاہ جعفر حسین "بینک روڈ پٹنہ" اس خانقاہ کے صاحب سجادہ حین حیات ہیں۔ بھاگلپور میں سید حسین بن سید حسن سے سلسلہ قائم ہے۔ آپ کی شادی ضیا خاں لوہانی (حاکم بہار) کی بھانجی سے ہوئی۔ آپ کو شاہان بنگال ۲۵۰۰ بیگہ زمین موضع سلطان پور (۱۲ میل جنوب از بھاگلپور) ملی تھی جس کی تصدیق ۱۵۷۶ء میں اکبر کی سند کے ساتھ آپ کے صاحبزادہ مخدوم سید شرف الدین علی محمد پیر دمڑیا کے نام سے حسب سابق بحال رہ گئی۔

تذکرہ خاندان بھاگلپور :- مخدوم سید حسین بن مخدوم حسین دانشمند (سیوان) بن مخدوم سید قاسم میر تھی زیدی والحسینی دلوی واسطی کی پیدائش ۱۵۰۲ء میں حسن پورہ میں ہوئی تھی کیونکہ آپ کے والد سید حسن دانشمند میرٹھ سے بغرض تعلیم جونپور آئے لیکن ۱۴۹۲ء میں حسین شاہ شرقی جب سکندر لودھی سے ہزیمت اٹھانے کے بعد صوبہ بہار آگیا تو جونپور جو شیراز ہند کہلاتا تھا، سکندر کے ہاتھوں اس کا شیرازہ بکھر گیا۔ اس لیے سید حسن علیہ الرحمۃ عشری میں میر ملک فتح اللہ کے مدرسہ میں درس کے لیے داخل ہو گئے۔ اور یہیں ۱۴۹۵ء میں آپ کی شادی میر ملک فتح اللہ کی صاحبزادی سے ہو گئی۔ آپ کو پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ سب سے بڑے سید احمد پیر دمڑیا، مینا پور حاجی پور میں ہیں جن سے سلسلہ سہروردیہ کی اشاعت صوبہ بہار میں ہوئی جن کا سنہ وفات ۹۷۰ھ مطابق ۱۵۶۳ء ہے۔ دوسرے سید مبارک جنھیں سیوان کی گدی کا شرف حاصل ہوا، اور تیسرے سید حسین ہیں جو تھے اور پانچویں صاحبزادے عہد طفلی میں فوت ہو گئے۔ ان کے مزارات والد کے پہلو میں ہیں۔ مخدوم سید حسن دانشمند کی لڑکی بی بی راجی کی شادی سید بڈھے ابن میر سید میر بارہ سے

صاحبزادہ سے ہوئی۔

۱۵۰۰ء میں حسین شاہ شرقی کا اپنے سمدھیانہ میں جاکر انتقال ہوگیا۔ اس کی وفات کہل گاؤں ضلع بھاگلپور میں ہوئی بعدہ لاش جونپور لیجائی گئی۔ ۱۵۱۷ء میں سکندر لودھی کی وفات کے بعد پورب یعنی بہار وغیرہ میں فتنہ پھیل گیا جسکی سرکوبی کیلئے بابر پانی پت کی جنگ کے بعد ۱۵۲۶ء صوبہ بہار کی طرف متوجہ ہوا اور وہ بکسر آرہ تک پہونچا ساتھ ہی ہمایوں شہزادہ چھپرا کے علاقہ تک آیا۔ جہاں مخدوم سید حسن دانشمند نے اسے اس کی سلطنت کی بشارت دی تھی یہ واقعہ ۱۵۲۹ء کا ہے لیکن ہمایوں اور بابر کی واپسی کے بعد پٹھانوں اور سوریوں نے مخدوم سید حسن کو پریشان کرنا شروع کیا جس کی وجہ کر مخدوم سید حسین بھاگلپور اور سید احمد و سید مبارک حاجی پور شاہان بنگال کی حکومتوں میں جاکر مقیم ہوگئے۔

مارچ ۱۵۲۲ء میں جب مخدوم سید حسین کی شادی دریا خاں لوھانی کی بھانجی سے ہوئی اور جب وہ پرگنہ بہرا عرف بھاگلپور آئے تو شاہ بنگال نصیب شاہ نے ۲۵۰۰ بیگہ زمین موضع سلطان پور میں انھیں دی، موجودہ موضع سلطانپور کا رقبہ ۱۰۰۰ بیگہ ہے اور اس کے متصل ۷۰۰ بیگہ ڈومڑیا کہلاتا ہے۔ لفظ ڈومڑیا بابا پیر دمڑیا کے نام کی خرابی ہے۔ یہ موضع بھاگلپور اسٹیشن سے ۱۲ میل جنوب مغرب ہے۔

مخدوم سید حسین علیہ الرحمۃ کی وفات ۹۸۲ھ مطابق ۱۵۷۴ء میں ہو گئی اور آپ کا مزار بستی کے مشرقی و جنوبی کنارہ پر چہار دیواری کے اندر خام ہے۔ محرم کی سات تاریخ کو عوام بکثرت چادریں چڑھاتے ہیں اور ابھی تک فیض جاری ہے۔ آپ کے صاحبزادہ سید شرف الدین علی محمد المشہور بہ پیر دمڑیا بھاگلپوری کی پیدائش جولائی ۱۵۴۲ء کو ہوئی۔ ۱۵ جون ۱۵۷۶ء یعنی ۹۸۴ھ میں جب اکبری فوجوں نے داؤد خاں کو فتح پور (سبور) بھاگلپور سے ۵ میل پورب شکست دے کر اس کا سر سید عبداللہ کی معرفت آگرہ بھیج دیا تو اکبری حکم کے مطابق رمضان ۹۸۴ھ میں پیر دمڑیا کی جائیداد حسب سابق بحال رہنے دی گئی جس کا تصدیق نامہ آج بھی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اسی سال پرگنہ بہرا عرف بھاگلپور کے تمام دفاتر عمر پور (بہرا) سے منتقل کر کے بھاگلپور لائے گئے تب ہی حضرت پیر دمڑیا بھی اپنے تمام خاندان اور دوستوں کے ساتھ موجودہ بھاگلپور اسٹیشن کے پلیٹ فارم نمبر ۳ سے متصل جنوب آکر مقیم ہوئے اور اس جگہ کو اپنے والد کے نام پر حسین پور نام دے کر آباد ہوئے۔ موضع حسین پور خراجی و لاخراجی کا ذکر وقف نامہ اور خاتمہ زمینداری تک قائم تھا اسی موضع حسین پور سے ۱۹ بیگہ کاٹ کر مولانا شہباز علیہ الرحمۃ کی کفالت کے لیے ۱۰۴۲ھ میں شاہجہاں نے دیا جو ملنا چک کے نام سے مشہور ہے جسے مولانا شہباز نے وصیت کے مطابق اپنی اولاد میں برابر کا شریک کر کے وقف کر دیا۔ اور اس کا متولی اپنے پوتے کو مقرر کر دیا تھا۔ اسی وصیت نامہ کا ذکر شجاع کی سند ۱۰۵۶ھ میں بھی ہے۔

مخدوم سید شرف الدین علی محمد پیر دمڑیا بھاگلپوری کی شادی اپنی حقیقی چچی زاد بہن یعنی دختر سید احمد پیر دمڑیا حاجی پوری سے ہوئی۔ اس طرح سید محمد پیر دمڑیا پٹنہ اور مخدوم سید قاسم حاجی پوری آپکے سالا تھے۔ پیر دمڑیا کے دو صاحبزادے تھے۔ اول سید نظام الدین عرف سید حبیب جن کے نام پر موضع حبیب پور آج بھی اسٹیشن سے ایک میل جنوب موجود ہے۔ یہ خاندان وہیں مقیم تھا۔ دوسرے سید شمس الدین عرف میر سید میر (کلاں) جن سے خلیفہ باغ کا خاندان قائم ہے۔ حضرت پیر دمڑیا بھاگلپوری کی وفات بعمر ۹۰ سال ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء میں ہوئی تھی۔

آپ کے صاحبزادہ میر سید میر (کلاں) کی وفات ۱۰۵۶ھ/۱۶۴۵ء میں ہوگئی۔ اسکے بعد سید حسین بن میر سید میر کی وفات ۱۰۸۴ھ/۱۶۷۳ء میں ہوئی۔ ان تینوں کے مزارات موضع مجاہد پور ریلوے اسٹیشن سے پورب ریلوے پل کے نیچے آستانہ پیر دمڑیا کے اندر ہیں۔

سید حسین ثانی بن سید میر بن حضرت پیر دمڑیا کے صاحبزادہ مولانا سید علی احمد نے خلیفہ باغ میں آکر قیام کیا اور وہیں مسجد، مدرسہ اور خانقاہ قائم کرکے رہنے لگے۔ ۱۰۴۲ھ میں شہر بھاگلپور میں زبردست آگ لگی تھی جس میں ۱۱۰ آدمی جل کر خاک ہوگئے تھے۔ اس میں خاندان پیر دمڑیا کو بھی نقصان پہونچا تھا۔ جلی ہوئی اسناد اور جلی ہوئی کتابیں اس ثبوت کے لیے آج بھی کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اور ایک محضر نامہ موجود ہے جن سے ان حقائق کی تصدیق ہوتی ہے۔

بہرحال مولانا سید علی احمد کی پیدائش ۱۰۵۰ھ ہے کہ جس سال مولانا شہباز کا انتقال ہوا ہے، مولانا علی احمد کو ان کی عمر کے اٹھارہویں برس ہی جائیدادیں ملنی شروع ہو چکی تھیں کیونکہ اس عمر میں آپ صدر مدرس بن چکے تھے آپ کی ابتدائی تعلیم کانپور میں ہوئی تھی۔ ۱۰۸۰ھ میں مسجد کی تکمیل کرائی اور مدرسہ بھی میں قائم کیا۔ مسجد کی دیواریں کبھی کبھی طلبا کے نقوش کا ثبوت دیتی ہیں۔ بحمد اللہ آج بھی اس مسجد میں ایک چھوٹا موٹا مدرسہ قائم ہے۔ مولانا سید علی احمد کا انتقال ۱۱۰۷ھ/۱۶۹۵ء میں ہوگیا۔ آپکے صاحبزادہ میر سید بہاء الدین عرف میر سید میر زندہ پیر بہت ہی جلالی بزرگ گذرے ہیں۔ ان کی وفات ۱۱۴۱ھ/۱۷۲۸ء میں ہوئی اس کے بعد ان کے لڑکے سید اسد اللہ کا انتقال ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸ء میں ہوا۔ بعدہ شاہ محمد میر کمسنی میں گدی پر بیٹھے اور ۶۷ سال گدی نشین رہے۔ ان کی وفات ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۲ء میں ہوئی۔ شاہ محمد میر علیہ الرحمۃ کی وفات ۱۸۰۲ء کے بعد آپ کے صاحبزادہ سید شاہ اسد اللہ عرف شاہ چاماں مرحوم گدی نشین آستانہ خلیفہ باغ کا دور انگریزی حکومت کے ہاتھوں کافی پریشان رہا کیونکہ اس عہد تک خاندان پیر دمڑیا بھاگلپور بہت بڑی جاگیر کے مالک بن چکے تھے جس کی فہرست (کرنشی والا کاغذ) ۱۲-۱۵ فٹ لمبا آج بھی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس دولت و ثروت، عزت و شہرت کی وجہ کر انگریزوں کو حسد اور خطرہ محسوس ہوا، اور انھوں نے طرح طرح سے پریشان کرنا شروع کیا۔

اسی وجہ سے شاہ چاماں صاحب نے اپنی تمام کتابیں اپنے لڑکے سید شاہ عنایت حسین کے نام ۱۸۲۲ء میں ہبہ کر دیا۔ ۱۸۴۳ء میں شاہ چاماں صاحب کا انتقال ہو گیا لیکن وہ مقدمہ جوان کے عہد میں پیروی کا نسل میں تھا ۱۸۴۴ء میں شاہ عنایت حسین صاحب ہار گئے جس کے ہرجانہ میں ہزاروں پونڈ اسٹرلنگ تاوان جمع کرنا پڑا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد ۱۸۵۸ء میں جب قحط پڑا تو شاہ عنایت حسین صاحب نے ایک ماہ تک شہر بھاگلپور کے غرباً کو اپنی جاگیر سے کھانا کھلایا جس کا ثبوت آج بھی اخراجات کی بہی میں درج ہے۔ اور املی کا درخت جو آج مسجد کے صحن میں ہے، بیس فٹ گڈھے میں مٹی کی پیالی و رکابی کا ثبوت دینے کیلئے آج بھی موجود ہے۔ جو اب احاطہ مسجد میں بھر دیا گیا ہے۔

شاہ عنایت حسین نے اپنی عمر کے نوے سال پر اپنے خاندان کی بچی کچی جائیداد انگریزوں کے مظالم سے محفوظ رکھنے کیلئے ۱۸۷۰ء میں رجسٹرڈ وقف کر دیا جس کی دیکھا دیکھی ۱۸۷۳ء میں طناچک والوں نے بھی اپنی جائیداد وقف کر دی۔ شاہ عنایت حسین صاحب کا انتقال اسی سال ۱۸۷۰ء میں ہو گیا اور وقف نامہ کے مطابق کتابیں بھی وقف کے اندر آگئیں۔ انہی ریشہ دوانیوں اور انگریزوں کے ہاتھوں تنگ آکر ان کے صاحبزادہ سید شاہ اسد اللہ عرف عبد اللہ گوشہ نشین ہو گئے جس کی وجہ سے کتب خانہ کی عمارت شکستہ ہو گئی اور بہت سی کتابیں دیمک کی نذر ہو گئیں لیکن ۱۸۹۴ء میں انکے صاحبزادہ حافظ سید شاہ نور قطب عالم عرف فتح عالم مرحوم بعد فراغت تحصیل علم از بہار شریف واپس آکر کتب خانہ اور جائیداد کی درستگی میں لگے۔ ۱۹۰۲ء میں آپ کے والد کا انتقال ہوا۔ ۱۹۰۴ء میں آپ کی شادی ہوئی اور ۱۹۰۶ء میں سید شاہ منظور حسین عرف فخر عالم صاحب پیدا ہوئے۔ شاہ فتح عالم صاحب کا وصال ۱۹۲۹ء میں ہوا۔

حضرت مولانا سید شاہ منظور حسین عرف فخر عالم صاحب مرحوم کی تعلیم فرنگی محل میں ہوئی۔ مولانا عبد الباری فرنگی محلی آپ کے استاد تھے جن کی وجہ کر آپ پر کانگریس کی تحریک کا کافی اثر تمام عمر رہا۔ بعد فراغت تعلیم شہر لکھنؤ میں خواجہ سید محی الدین مرید شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی سب سے چھوٹی لڑکی سے آپ کی شادی ۱۹۲۴ء میں ہوئی۔ ۱۹۲۶ء مارچ میں آپ کے بڑے لڑکے حافظ مولانا الحاج سید شاہ علی احمد شرف پیدا ہوئے جو آجکل گدی نشین ہیں اور ۲۳ ستمبر ۱۹۲۷ء کو بروز جمعہ راقم الحروف کی پیدائش سرائے معالی خاں شہر لکھنؤ میں ہوئی۔

شاہ فخر عالم صاحب مرحوم پچاس سال گدی نشین رہے۔ جائیداد کے استحکام کے ساتھ ساتھ آپ نے کتب خانہ کو بھی جلا بخشی جو آج بہار کے عمدہ کتب خانوں میں سے ایک ہے۔ طلباء ریسرچ کی غرض سے برابر ریسرچ کیلئے آتے ہیں ۱۹۷۶ء کی ۱۷ مئی کو شاہ صاحب کا انتقال ہو گیا جب سے یہ کتب خانہ میری نگرانی میں چل رہا ہے اور بحمد اللہ ریسرچ کا کام بھی جاری ہے۔ کتب خانہ کی قلمی کتابوں کی ایک فہرست میں نے کتب خانہ خدا بخش کو بھیجدی تھی۔ بزرگوں کی

تصانیف، بیاضات، دیوان اور ادعیہ اور دیگر تبرکات گدی خانہ میں علیحدہ ہیں جو عوام کی دسترس سے باہر ہیں۔

شاہ محمد عالم صاحب کی مرتب کردہ تاریخ خاندان پیر دمڑیا ۳ جلدیں اور مشاہیر بہار ۲ جلدیں، مولانا آزاد اخبارات کی روشنی میں (۱۰۰ صفحات)، رسالہ نماز (۵۰۰ صفحات) وغیرہ اہم تالیفات ہیں۔ اس کے علاوہ سید احمد پیر دمڑیا کی بیاض سے لے کر تمام بزرگوں کی بیاضات آج بھی موجود ہیں۔

ذکر سلسلہ بیعت

مجھ سے لے کر مخدوم سید حسن دانشمند تک تمام بزرگوں نے اپنے والد سے بیعت حاصل کی۔ مجھے والد صاحب نے سلسلہ قادریہ میں بیعت کے لائق سمجھا لیکن باقی تمام چودہ خانوادوں کی اجازت دی۔ مخدوم سید حسن دانشمند کا سلسلہ بیعت دو سلسلہ سے سہروردیہ خانوادہ میں ہے اور دوسرے چشتیہ سلسلہ میں اور ایک سے سلسلہ قادریہ میں ہے۔ ملاحظہ ہو:

(الف) شجرہ پیران طبقات القادری الجنیدی

ع۱ الٰہی بحرمت سید عبدالغفار عرف سید حسن بخاری دانشمند بن مخدوم سید قاسم میرٹھی۔ ع۲ الٰہی بحرمت مخدوم شیخ یوسف علائی بخاری قدس سرہ العزیز۔ ع۳ الٰہی بحرمت مخدوم شیخ علاؤالدین بخاری قدس سرہ العزیز۔ ع۴ الٰہی بحرمت مخدوم سید صدرالدین راجو قتال بخاری قدس سرہ العزیز۔ ع۵ الٰہی بحرمت مخدوم سید السادات قطب عالم مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ العزیز۔

(ب) شجرہ پیران سہروردیہ

ع۱ مخدوم سید السادات سید حسن بن مخدوم سید قاسم قدس سرہ العزیز۔ ع۲ مخدوم سید السادات سید محمد افضل عرف سید بڈھن مسکین بہرایچی قدس سرہ العزیز۔ ع۳ مخدوم سید السادات سید اجمل بن احمد بہرایچی قدس سرہ العزیز۔ ع۴ مخدوم سید السادات قطب الاقطاب مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال بخاری قدس سرہ العزیز۔

(ج) شجرہ پیران سہروردیہ

ع۱ سید السادات مخدوم سید حسن بن سید قاسم میرٹھی قدس سرہ العزیز۔ ع۲ الٰہی بحرمت شیخ راجو بخاری قدس سرہ العزیز ع۳ الٰہی بحرمت شیخ سید جلال بخاری قدس سرہ العزیز۔ ع۴ الٰہی بحرمت سید محمود بخاری قدس سرہ العزیز ع۵ الٰہی بحرمت شیخ سید رکن الدین بخاری قدس سرہ العزیز۔ ع۶ الٰہی بحرمت شیخ سید حامد بخاری قدس سرہ العزیز۔ ع۷ الٰہی بحرمت شیخ سید محمود بخاری قدس سرہ العزیز ع۸ الٰہی بحرمت ملک المشائخ شیخ علاء الحق والشرع والدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال بخاری۔

(د) شجرہ مشائخ چشت قدس اللہ سرہ العزیز

۱ الٰہی بحرمت بوقت پاک ارشد الدین خواجہ سید حسن دانشمند بن سید قاسم۔ ۲ الٰہی بحرمت شیخ شمس الحق خواجہ محمد فتح اللہ عرف سید میر ملک فتح اللہ ۔ (آپ سید حسن دانشمند علیہ الرحمۃ کے استاد و خسر محترم تھے) ۳ الٰہی بحرمت خواجہ احمد عیسیٰ تاج قدس اللہ سرہ العزیز۔ ۴ الٰہی بحرمت خواجہ محمد فتح اللہ نظام الدین بدایونی ۵ الٰہی بحرمت خواجہ احمد شہاب ناگوری۔ ۶ الٰہی بحرمت نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ۔

(س) شجرہ مشائخ چشت قدس اللہ سرہ العزیز

۱ الٰہی بحرمت سید ارشد الدین عرف سید حسن دانشمند علیہ الرحمۃ۔ ۲ الٰہی بحرمت سید نور الحق مانکپوری قدس اللہ سرہ العزیز۔ ۳ الٰہی بحرمت سید راجہ حامد مانکپوری۔ ۴ الٰہی بحرمت شیخ حسام الدین مانکپوری ۵ الٰہی بحرمت شیخ نور قطب عالم پنڈوی قدس اللہ سرہ العزیز۔ ۶ الٰہی بحرمت شیخ علاء الحق پنڈوی قدس اللہ سرہ العزیز ۷ الٰہی بحرمت شیخ سراج الحق لکھنوتی قدس سرہ العزیز ۸ الٰہی بحرمت شیخ سید نظام الدین اولیاء دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز۔

آج کل خانقاہ پیر دمڑیا کے سجادہ نشین حاجی حافظ مولانا سید شاہ علی احمد شرف عالم ندوی ہیں۔

چند کتابوں کا تفصیلی جائزہ

جلد ۱۔ مکتوبات شیخ شرف الحق والدین:۔ اس مجموعہ میں وہ اٹھائیس مکتوبات ہیں جو انھوں نے شیخ مظفر بلخی مرحوم کے خطوں کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ یہ مکتوب ۲۵ سال کے عرصہ میں تحریر کیے گئے ہیں (در مدت بست و پنج سال کہ شیخ السلام شرف الحق والدین طاب اللہ ثراہ شیخ مظفر مرحوم جواب عرائض ارسال میفرمود) مرتب خطوط نے آگے چل کر لکھا ہے کہ مخدوم صاحب نے شیخ کو لکھا کہ یہ خطوط صرف تمہارے لیے ہیں کسی اور کو نہ دکھانا۔ (مکتوبات من ہمہ حل مشکلات و معاملات آں برادر است باید کہ کسی را ننماید کہ موجب سر افشاء ربوبیت گردد) کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ سر ربوبیت افشا ہو جائے۔ چنانچہ شیخ نے اپنی زندگی میں کسی اور کو ان خطوط کو نہ دکھایا اور وصیت کی کہ میری قبر میں ان خطوں کو دفن کر دیا جائے۔ (بہنگام رحلت شیخ مظفر مرحوم وصیت کرد کہ درون کفن من نہند) چنانچہ حسب وصیت ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن قبر میں رکھنے سے یہ اٹھائیس خطوط بچے رہ گئے جو مرتب کے پاس موجود ہیں اور انھوں نے ان خطوط کو اس کتابی شکل میں پیش کر دیا ہے تاکہ پڑھنے اور سننے والا دین سے نفع حاصل کر سکے۔ مکتوب اول اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

بر بلاکیف قوم راحق داده است　　　　زیر آن گنج کرم بنهاد است

برادر اعز مولانا مظفر سلام و دعا۔

از ما گشش از کاتب حروف شرف منیری مطالعہ کند و باید کہ در کار خود مردانہ بودہ از شدائد امور و از

کثرت بوا و ابتلا و از امتحان گوناگوں در راہ سالک است۔

علم۔ مکتوب دوم .... علم معاملات نیست از علم مکاشفات و علم مکاشفات در قلم آوردن رخصت نیست۔

صوفی۔ مکتوب سوئم .... صوفی نشود صافی تا درنکشد جامی　　بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی

تصوف۔ مکتوب چہارم .... وھو معکم اینما کنتم تصوف این بیت را بیعت رابع می گویند جز آں سہ بیعت

کہ معلوم و مفہوم شما نست و بر حقیقت می رانند۔

توی۔ مکتوب پنجم .... (کے درمیانی حصہ سے) ای برادر توی و منی در عالم ما است در عالم محبوب دوئی نیست۔

حدیث۔ مکتوب ششم .... (کے درمیانی حصہ سے) حدیث کے معنی میں درج کرتے ہیں کہ "من عمل بما علم ورثہ

اللہ علم ما لم یعلم خاطر جمع دارد ہمیشہ لسان راست است ...... ہر کہ گل باخت گل یافت ——

پردہ۔ مکتوب ہفتم .... خواجہ عطار کی بیعت درمیان خط درج ہے۔ آنچہ تو گم کردہ گز کردہ .....

.... پردہ خود شدہ است و در پردہ خود محجوب ماندہ۔

مسلمان۔ مکتوب ہشتم .... مسلمان انیک مومن انیک تو انیک موحد کار بر آمد مطلوب در بر آمد

و این کوشش دولت بر آوردہ۔

روح۔ مکتوب نہم .... این چہ عجب سحرہ فرعون با مادو کفر و ساحری غرق بر خاستہ۔ بیشتر علماء شریف

و متکلمان اسلام انست کہ روح جسم لطیف است و لیکن در جسم کثیف و آن تن مردم است۔

فنا۔ مکتوب دہم .... انکہ بزدلی روزی نمازی کرد در وقت شروع گفت کافر شدم و زنار بر خود

بسم اللہ اللہ اکبر این ہم کردہ است .... القضات علیہ الرحمۃ فرمودہ است کہ در فنا ہمیشہ سالکان برابر باشند

اما در بقا متفاوت فنا بمنزلہ .... فخر الدین و تاج الدین را سلام و دعا برسانند۔

نگاہ۔ مکتوب یازدہم .... موسیٰ علیہ السلام در طلب آتش قدم زدہ انی آنست نارا انگاہ علی الفتح۔

مکتوب دوازدھم .... ہر حادثی شوری و غوغائی دیگر داشت۔

انا الحق۔ مکتوب سیزدہم .... گفتہ است انا الحق گفتن منصور از تاکجائی بود۔

محبت، مکتوب چہاردہم... بیت ہے دریائے محبت بی کنار! صد الاجرم کشتی شد صد ہزار......

کشف، مکتوب پانزدہم..... مولانا حمید الدین ناگوری راست رحمۃ اللہ علیہ ابیات کشف و گوئی انا بحالت کشف ہر کہ گوید از و خطا بود.....

نظر، مکتوب شانزدہم..... نظم "نظر در ہر چہ کردم ہمہ عالم خدا دیدم بہ من بی بادہ ابلیسی خود در امی وجودیم"

عطاء، مکتوب ہفدہم..... اللھم لامانع لما اعطیت سے شروع ہوتا ہے۔

مکتوب ہژدہم..... چوں سہ ازل طعمہ ابدال شود ایں خال قبل پامالی شود

نفس، مکتوب نوزدہم..... از خواجہ بایزید قدس اللہ نقل است انسلخت نفسی......

قدس، مکتوب بستم... ای برادر چوں تابوت حدوث دعوی قدس و طہارت کہ حضرت عزت او را شاید در عالم ممتنع الوجود.......

دلیل، مکتوب بست ویکم... حق تعالیٰ او دلیل است بر کشادہ شدن کار و بار مرداں کہ ہمہ را مقدم تحجاب ہمیں بود و نیست.....

عشق، مکتوب بست و دوم... مثنویات "من یا کبار عشقم تخم عرض نکارم پشت پناہ فقرم پشت طمع غلام

بندہ، مکتوب بست و سوئم..... از جانب بندہ است کہ بندہ چوں خدا وند را دوست داشت.....

محبت، مکتوب بست و چہارم..... برای تاکید محبت رابو دیعنی چوں محبت میان او

عقل، مکتوب بست و پنجم..... گر جہان عقل را ہمہ تہی ذرہ عشقش کند دست تہی

جمال، مکتوب بست و ششم..... آں را کہ جہاں جمال باشد گر ناز کند حلال باشد۔

در عالم خویش عاشقاں را گر یار دہد جمال باشد

شناخت، مکتوب بست و ہفتم..... آنکہ خواجہ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است ہر کہ ترا شناخت و ما را او حال برآورد ہمیں فریاد است۔

نور، مکتوب بست و ہشتم..... ایں دو حدیث ہر دلی را کہ بنور خود منور کردانید بداں دل حق عین کشت خلوت و عزلت او را مسلم شد۔

اور اس طرح ان سطروں پر اٹھائیسواں خط ختم ہو جاتا ہے "عاقبت و خاتمت بخیر باد بحرمت النبی واٰلہ الامجاد والسلام"۔

جلد ۲ دوسری کتاب میں کل ایک سو تریپن خطوط ہیں۔ یہ خطوط ۷۶۹ھ میں جمع کیے گئے ان کی فہرست بھی درج ہے۔ اس میں پہلا مکتوب در راہِ دین، دوسرا۔ در طلب علم اور تیسرا در نیت، چوتھا۔ در نزول بلا۔ پانچواں۔ در ترک دنیا، چھٹا۔ در مریدی و مجاہدی کردن، ساتواں۔ در ہمت بلند، آٹھواں۔ در توبہ بازگشتن بخدا تعالیٰ، نواں۔ در بدگمانی در حق خویش و گمانِ نیک در حق دیگراں۔ دسواں۔ در محبت دنیا و مذمت آں، گیارہواں در محبت عشق، بارہواں۔ در وصول الی اللہ تعالیٰ، تیرھواں۔ در اثر صحبت، چودھواں۔ در اطاعت مرید آنچہ پیر فرماید۔ پندرھواں۔ در صفت پیراں و مذمت حال فضولاں۔ سولھواں۔ در اخلاص خرد و صدق طلب سترھواں۔ در معجزہ انبیا و اولیا و جریان احکام خدا تعالیٰ۔ اٹھارھواں۔ در دوستی و دشمنی للہ تعالیٰ.... اس طرح فہرست مرتب کرتے ہوئے مرتب نے ایک سو پینتالیسویں (۱۴۵) مکتوب میں "در بندگی و وضو و شکر بجا رفتن" تک فہرست لکھی ہے۔ اس کے بعد ایک سو باون تک صرف مکتوبات کا ذکر کیا ہے۔ ان کی فہرست نہیں دی ہے۔ پہلا مکتوب بنام شیخ عمر ساکن قصبہ السکلی سلام و دعا از کاتب حروف مطالعہ فرماید سے شروع ہوتا ہے اور آخری خط کی سطر میں اس شعر پر ختم ہوتا ہے:

ہر کہ او از دار دنیا پاک شد — نور مطلق گشت اگرچہ خاک شد

جلد ۲ میں مکتوبات بنام شیخ عمرؒ برادر شمس الدین (رضی اللہ تعالیٰ) اور ملک خضر، مولانا کمال الدین سنوسی، شیخ سلیمان، برادر مولانا محمود وغیرہ کے نام تحریر کیے۔

جلد اول اور جلد دوم کی کتابت کسی اور کی ہے جس نے اپنا نام تحریر نہیں کیا ہے اور نہ سنہ ہی درج ہے۔ جگہ بہ جگہ رباعی، مثنوی، مکتوب وغیرہ کے الفاظ سرخ روشنائی سے تحریر ہیں۔ ورق کا نمبر درج نہیں تھا۔ اسے میں نے درج کیا ہے۔ البتہ ایک ورق کے خاتمہ پر دوسرے ورق کا پہلا لفظ پہلے ورق کے آخر میں تحریر ہے جس سے جز بندی میں دشواری نہ ہو۔ حروف نستعلیق ہیں۔

جلد ۳ میں سرخ روشنائی کہیں بھی استعمال نہیں ہوئی ہے۔ آخر میں کاتب نے اپنا نام عالم علی لکھا ہے مگر ٹھیک سے پڑھا نہیں جاتا، البتہ سنہ کتابت ۱۲۴۳ فصلی درج ہے اور اس کے ساتھ بخشش حسین ۱۲۲۸ اور سید جعفر علی ۱۲۲۸ کی مہریں ثبت ہیں۔ کتب خانہ پیر دمڑیا میں یہ کتاب کب اور کس دور میں آئی کہیں تحریر نہیں ہے البتہ سید جعفر علی حاجی پوری بھی پیر دمڑیا خاندان کے افراد میں ایک صاحب گذرے ہیں۔

جلد ۱ تیسری کتاب میں مکتوب کی جگہ رقعہ اول دوم درج ہے (رقعات شیخ شرف الدین منیری) رقعہ اول بنام محمد لطیف اور رقعہ اس طرح شروع ہوتا ہے۔ "آں محمد لطیف بداند کہ جملہ عالم مظہر لطیف است پس

آں محمد لطیف را باید کہ بدیدہ لطیف را بیند کہ لطیف در لطیف است گاہے لطیف است و گاہے کثیف است۔

رقعہ دوم بجانب محمد تقی آں محمد تقی بداند کہ تقی بمعنی پرہیزگار است و پرہیز آنرا گویند کہ از خود پرہیز کند نہ کہ از دیگری کہ از خود پرہیز کردن.....

رقعہ سوم بجانب میر سید صابر آں میر کبیر سید صابر بداند کہ صابر آنرا گویند کہ از جملہ تغیرات و حادثات احوال خود را متغیر نگرداند.....

رقعہ چہارم بجانب محمد عابد آں محمد عابد بداند کہ عابد از معبود است و عبادت در شام اوست کہ عابد آمدہ است پس آں محمد عابد را باید کہ عبادت معبود چناں آرد کہ عابد و معبود ہر دو محو گردند نہ عابد ماند نہ معبود چوں ہر دو یکذات..... نہ خود ماند نہ خدا.....

رقعہ پنجم بجانب شیخ عزیز اللہ القریشی العباسی العزیز بداند کہ بے طمع آنرا گویند کہ از خود بے طمع گردد نہ کہ از دیگرے چوں از خود بے طمع گردد نہ ایں داند نہ آنکار خود را بخدا سپارد۔

رقعہ ششم بجانب سید طاہر آں سید طاہر بداند کہ طاہر بمعنے پاک و صاف بودن است یعنی پاک آنرا گویند کہ از جملہ کدورات بشریت پاک و صاف گردد کہ بوئے خودی در دروں ماند۔

رقعہ ہفتم بجانب شیخ طیب آں شیخ طیب بداند کہ طیب بمعنی پاک بودن است یعنی طیب آنرا گویند کہ خود را از خود پاک دارد و لذات حواس خمسہ مطلق دور کند۔

رقعہ ہشتم بجانب میر سید شریف آں میر سید شریف بداند کہ جملہ مظہر ذات شریف است وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ در باب اوست و شریف آنرا گویند کہ خود را اکثر مخلوقات داند۔....

رقعہ نہم بجانب دوستاں مقبول راہ درویشے معروف است ہر سالکی را کہ سیر معنوی روئے داد فارغ از اسم و رسم شد۔

رقعہ دہم بجانب شیخ سفر العزیز بداند کہ سفر آنرا گویند کہ در ملک وجود خود سفر کند چوں سفر وجود بجا آرد آنگاہ در سفر فوائد نیست آری در سفر فوائد بسیار است۔

رقعہ یازدہم بجانب عزیز اللہ آں عزیز اللہ بداند کہ مسلمان آں نیست کہ کلمہ گو مسلمان باشد مسلمانے اینست کہ بجمیع قول خود مسلمان ماند و حقیقۃً مسلم ماند.....

رقعہ دوازدہم بجانب سید حسن العزیز بداند کہ حسن آنرا گویند کہ از جملہ بدیہائے خود بیزار گردد و حسن

نیکوے درآید بدی چہ کہ ما سوا اللہ را در بحر احدیت از دو جہان غرق سازد۔

رقعہ سیزدہم، در بیان برزخ۔ اے عزیزاں برزخ بر دو نوعیت یکی صغیر دوم کبیر آنرا گویند۔

رقعہ چہاردہم، بجانب شہباز منگلی۔ چار منزل اینست ملکی ناسوت دوم ملکوت سوم جبروت چہارم لاہوت۔

رقعہ پانزدہم، بجانب قلندر بیگ آں قلندر بیگ باشد کہ قلندر آنرا گویند کہ ہمیشہ حال لایقین گذرانند چنانچہ ذات واحد بچلو واحد کردہ

رقعہ شانزدہم، بجانب سید جمال۔ کہ جمال آنرا گویند کہ در مرات جمال عالم جمال خود بیند زیرا کہ مقصود جمال دیدن است۔

رقعہ ہفدہم، بجانب محمد لطیف۔ کہ محمد آئینہ لطیف است وآں سرور کائنات خود خبر می دہد۔

رقعہ ہیزدہم، بجانب شیخ نوراللہ۔ کہ جملہ عالم نوراللہ است..... اللہ نور السموات والارض۔

رقعہ نوزدہم، بجانب شیخ بہادر العزیز۔ بہادر آنرا گویند کہ دشمنان خود را بکشد و خود را بقتل ہستی رساند.....

اقتلوا انفسکم بسیف المجاہدات والملاقات۔

رقعہ بستم، بجانب شیخ آدم مونگیری۔ کہ ملاقات بد و نوع است یکے حاضری دوم غایبی کہ حاضری کا آنرا گویند۔

رقعہ بست و یکم، بجانب شہباز خان منگلی۔ ذکر کلمہ طیب بر چہار نوع است یکی ناسوتی دویم ملکوتی

سیوم جبروتی، چہارم لاہوتی۔

رقعہ بست و دویم، بجانب شیخ علاؤ الدین دہلوی۔ کلمہ محمدیست باید کہ خود را بکلمہ محمدی سپارد کہ افضل الذکر

است لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

رقعہ بست و سویم، بجانب محمد مومن۔ حق تعالیٰ در وجود آدم دو دم آفریدہ یکے نفی دویم اثبات

اہل صوفیہ قرار دادہ اند۔

رقعہ بست و چہارم، بجانب محمد صادق۔ در بیان توحید۔ کہ توحید بد و صفت نامیدہ اند یکی توحید وجودیہ دوم

توحید محویہ بشنو توحید وجودیہ صفت بشری بحال می ماند اگرچہ وجود حقیقی می شود۔

رقعہ بست و پنجم، بجانب دوستاں۔ در بیان دنیا۔ کہ مراد از دنیا ہستی است و مراد از عقبےٰ نیستی پس سالک

را باید کہ از جمیع مرادات وجود برخیزد۔

رقعہ بست و ششم، بجانب محمد مومن۔ در بیان چہار منزل۔ چوں اللہ تعالیٰ خواست کہ از خزانہ کنت کنزاً مخفیاً

فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف خود را ظاہر سازد۔

رقعہ بست و ہفتم، بجانب میر سید حیدر۔ اللہ تعالیٰ ایشاں را آئینہ صورت خویش گردانیدہ است و در آں آئینہ

شدہ بر صورت خویش مشاہدہ میماند۔

رقعہ بیست و ہشتم ، بجانب سید محمد ۔ حضرت میر سید محی الدین قدس اللہ سرہ العزیز می فرماید محی الدین نماندم شدم من خدائے   خدایم خدایم خدائے

رقعہ بست و نہم ۔ بجانب میر سید شاہ رو ۔ اللہ تعالیٰ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف فرمودہ است مراد از گنج مخفی عدم است۔

یہ کتاب انتیس ۲۹ رقعات کے بعد ان سطروں پر ختم ہو جاتی ہے: "ایں فرع عین اصل است و اصل عین فرع از سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز در باب قول حجت۔

(عنوانات جو حاشیہ پر درج ہیں ان کی سرخی منظر حسین نے ترتیب دی ہے۔)

جلد ۲ کتاب شمارہ ۲، جلد ۱ شمارہ ۱ کا دوسرا نسخہ ہے اس لیے اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔

جلد ۲ کتاب شمارہ ۵، مکتوبات مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال بخاری علیہ الرحمۃ متوفی ۷۸۵ھ یہ مکتوبات تعداد میں پینتالیس ۴۵ ہیں اور بجانب مولانا عز الدین تحریر کیے گئے ہیں۔

یہ نسخہ کتب خانہ پیر دمڑیا کے لیے ۱۱۱۲ھ میں بہ زمانہ میر سید میراں مولانا علی احمد کسی دوسرے مقابلہ کرکے تحریر کیا گیا ہے۔ ان مکتوبات کا مرتب (تمام کرم خوردہ ہونے کی وجہ کر دستیاب نہیں) موضع سلطان پور نواح دہلی کا رہنے والا ہے اور اس نے یہ مجموعہ ۷۷۰ھ میں یعنی عین حیات مخدوم جہانیاں مرتب کیا۔ مرتب لکھتے ہیں کہ یہ مکتوبات در یں طرف مولانا عز الدین رسانیدہ اجابت نمودہ در مطلوب فرزندی بر خویش واجب کردہ شد۔

مکتوب اول کی شروعات اس طرح ہوتی ہے: "مکتوب مقرر فرزندی یاد ہمہ منشور ہا نصیحت از حضرت رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرستد۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ مکتوبات جامع نصیحت ہیں۔ کلام پاک ، حدیث شریف اور خلفائے کرام اولیا عظام کی ہدایات کے دائرہ میں اتنی موثر تلقین ہے گویا مکتوب کا ایک پرزہ بہار گلستاں ہے اور ہر خط ایک تختۂ گل معلوم ہوتا ہے۔ قرآن ، حدیث ، فقہ شریعت کے گلہائے ثلاثہ کی رنگینی ولطافت صوفی معلوم ہوتی ہے اور عشق رسول ، حب خدا اولیوں کا پرچم طریقت کی عطر بیزی سے مہکتا معلوم ہوتا ہے۔ یہ تمام مکتوبات راہ سلوک میں چراغ راہ ہیں۔

جلد ۲ کتاب ۶ مکتوبات عبد الجلیل ۔ منقول مکتوبات در کیا الاعلیٰ اصحاب السالکین۔

مکتوب اول ۔ در شناخت نفس بجانب میر سید جلال ۔ ای جان من شناخت نفس عبارت است از شناخت روح...

الحمدللہ علی ذٰلک الجلال کہ بدیں صفت جلال جلال است۔

مکتوب دوم:۔ دربیان تعرف ذات و بے اختیاری صفات بجانب میر سید جلال۔

مکتوب سوم:۔ دربیان بیعت عبد و رب از جانب فقیر عبدالجلیل بجانب میر سید حامد۔

مکتوب چہارم:۔ دربیان وانستن حجاب و گسستن طالب از جانب فقیر بجانب سید حامد آں دل باید کہ بچشم ضمیر مطالعہ کند۔

مکتوب پنجم:۔ دربیان حقیقت محمدی بجانب ملک خواجہ و پس پس آں ملک بچشم ملک مطالعہ کند۔

مکتوب ششم:۔ بجانب حسن صاف است۔

مکتوب ہفتم:۔ دربیان مکاشفہ بجانب میر سید جلال مرقوم است۔

مکتوب ہشتم:۔ بجانب فقیر نوراللہ مرقوم یافت۔ اس خط میں "شاہ شرف بوعلی قلندر فرمودہ اندکہ تبارک و تعالیٰ فرض خود مرا بخشندہ است و محمد رسول اللہ سنت خود بخشندہ اند۔

مکتوب نہم:۔ بجانب میر سید حامد مرقوم است۔ اس خط میں شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی تشریح ہے

مکتوب دہم:۔ دربیان کلمہ طیب لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ بجانب سید جلال مرقوم است۔ لاالہ از برائی اثبات ذات است یعنی نیست ہیچ کس بجز اللہ۔ و محمد رسول اللہ بدل اسم ذات است کہ خود بود و پیغمبر شدہ۔ انا احمد بلا میم"

مکتوب یازدہم:۔ بجانب سید حامد مرقوم است کہ حمد و محمود از حامد بدرگاہ معبود معدوم است۔

مکتوب دوازدہم:۔ بجانب میر سید ابوالبقا تحریر یافت آں ابقا بداند ابقا و بقا از بقا است پس ابقا را باید کہ دریں عالم حدوث آں ابقا بجز بقا نداند ......

مکتوب سیزدہم:۔ دوست را از دوست مرقوم دوستی با مغز و پوست روا نیست۔

مکتوب چہاردہم:۔ بجانب عبدالمومن تحریر یافت کہ آں محمد مومن بداند کہ محمد آئینہ مومن است چوں ذات پاک با کیف خواست کہ خود را بیند صورتے نداشت کہ دیدہ شود۔

مکتوب پانزدہم:۔ نورالعین میر کبیر بن سید الشریف ابنیٔ الحسن و الحسین اعنی میر سید جلال والا مد مرقوم یافت۔

مکتوب شانزدہم:۔ بجانب حسن است۔ چوں حسن بے حسین شد حَسن حُسن شد۔

مکتوب ہفدہم:۔ بجانب شیخ الشیوخ است۔ آں شیخ الشیوخ بداند کہ شناختن شیخ شیوخ شناخت شیخ شیوخ است۔

مکتوب ہژدہم:۔ دربیان برزخ قاب قوسین بجانب سید حامد مرقوم یافت۔ کہ برزخ قاب قوسین برسہ قسم کردہ شد۔

مکتوب نوزدہم:۔ بجانب شیخ سلطان مرقوم است۔

مکتوب بستم :۔ از جانب ہم اسم بجانب ہم اسم مرقوم است کہ لا الٰہ الا اللہ معلوم است قل ھو اللہ احد اللہ الصمد مفہوم است

مکتوب بست و یکم :۔ از جانب ہم اسم بجانب ہم اسم تحریر یافت۔ ملاقات بدو نوع است یکی ظاہر دوم باطنی۔ (باب ملاقات کے لیے رقعہ ۲ مخدوم الملک کا موازنہ علیحدہ کاغذ پر مطالعہ کریں) از مترجم۔

مکتوب بست و دوم :۔ حافظ را اعلام انکہ دراں وقت حاضر باشند۔

مکتوب بست و سوم :۔ بجانب جان بیگ مرقوم است ۔ جاناں عین جان است۔

مکتوب بست و چہارم :۔ بجانب عبد المومن مرقوم است ۔ حدیث المومن مرات المومن است ۔

مکتوب بست و پنجم :۔ از جانب ہم اسم بجانب ہم اسم مرقوم است۔ آں دل پذیر بچشم ضمیر تصویر ضمیر ہر وجود معلوم کند۔ . .

مکتوب بست و ششم :۔ بجانب درویش سالار مرقوم است۔ معبد و معیت ہر سالکی کہ از ہستی خویش معدوم نکردد۔ . . .

مکتوب بست و ہفتم :۔ بجانب عبد السلام مرقوم است کہ دانستن عبد و سلام اسلام عام است و علم الیقین عبارت۔ . . مازیں مقام۔ . .

مکتوب بست و ہشتم :۔ عبد الحق را از جانب حق مرقوم است۔ کہ با حق حقا کہ حق نباشد چوں بر حق باشد۔ . . .

مکتوب بست و نہم :۔ بجانب ایمان محمد است کہ دانستن عبد و جلیل ایمان محمد است خود ش فرمودہ اند۔ . . .

مکتوب سی ام :۔ بجانب شیخ عبد القادر مرقوم است ۔ آں قادر بقدرت خویش چناں مقدور است

مکتوب سی و یکم :۔ بجانب میر سید حامد است۔ معیت حامد و محمود چنانست بچنانکہ اسم عبد و جلیل در اسم عبد الجلیل تہانست۔

مکتوب سی و دوم :۔ بجانب شیخ میاں عبد الفتاح مرقوم است جانم بدل معلوم باشد کہ قرب دل بدل مفہوم باشد بدل باید بدل کردن۔ . .

مکتوب سی و سوم :۔ از جانب جلیل بجانب جلیل مرقوم است۔ آں جلیل را معلوم است کہ پیدائش عالمیان بیک مظہر جلیل است اللہ لا الٰہ الا ہو۔ . . . . . نیست۔

مکتوب سی و چہارم :۔ باشارت از جانب جلیل بجانب جلیل است۔ آں جلیل بداند کہ میان جلیل و جلیل ہیچ

مکتوب سی و پنجم :۔ بجانب شیخ منجھا مرقوم است ۔ راہ درویشی معلوم است و آں نیست کہ کاری از کاری تفریق نکند و چیزی از چیزی ترغیب نکند۔

مکتوب سی و ششم :۔ ملک خواجہ ویس مرقوم است ۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ می فرماید ؎

در تصوف رسم حسین خندہ کردن بر خود است ــــ شیخ کردن خاک کردن بر سر است

مکتوب سی و ہفتم :۔ بجانب میاں حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ مرقوم است ؎

غیر تش غیور جہاں نگذاشت ــــ لاجرم عین جملہ اشیا شد

مکتوب سی و ہشتم:۔ در بیان سلوک بجانب میر سید حامد تحریر یافت۔ عزیز من سلوک عبارتست از ترک ظاہری و باطنی ترک ظاہر چہ کہ خود را از نہی باز دارد۔

مکتوب سی و نہم:۔ بجانب شیخ جونپوری تحریر یافت کہ حقیقت آشنا آنست کہ جملہ آنست اگرچہ درین عالم صورت۔

مکتوب چہلم:۔ در بیان سکنت بجانب حسن صاحب مرقوم است۔ سکنت آنرا گویند کہ از جملہ نفیات بے تعین باشد یعنی نہ وصال داند نہ فصل نہ قرب۔

عبدالجلیل صاحب کون بزرگ ہیں کچھ پتہ نہیں چلتا۔ نہ ہی ان کا عہد معلوم ہوتا ہے۔ البتہ یہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ شیخ احمد سرہندی عہد اکبری و جہانگیری تک حیات تھے۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بزرگ سترھویں صدی کے آخر میں گذرے ہوں۔ یا پھر اٹھارویں صدی کے اوائل میں رہے ہوں۔ مکتوبات جس کاغذ پر نقل ہے اسے دیکھتے ہوئے ہم بہ آسانی کہہ سکتے ہیں کہ یہ کاغذ انیسویں صدی کا ہے۔ سید شاہ عنایت حسین مرحوم متوفی ۱۸۷۷ء کے نوٹ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ نام مولف و مصنف پیدا نیست۔ کتاب کرم خوردہ ہے مگر استعمال کے لائق ہے۔ موازنہ مکتوبات عبدالجلیل اور رقعات شیخ شرف الدین بہاری علیہ الرحمۃ صفحہ ۳۰۰ پر ہے اور اس میں انھیں رقعات کا موازنہ ہے جس میں بیانات مماثلت رکھتے ہیں۔ جیسے حسن، ملاقات، آئینہ وغیرہ۔

مکتوبات سید محی الدین عبدالقادر جیلانی جلد ۲ پروگریس شمارہ ۱۶[1] میں تمام خطوط اپنی عزیز کے مخاطب کئے گئے ہیں۔ کسی خاص شخص کے نام خط نہیں ہے۔ ان مکتوبات کا شروع ان الفاظ کے ساتھ درج ہے:

"مکتوب بندگی حضرت ملک المشائخ والسادات سراج العاشقین قدوۃ المعانی شیخ محی الدین سید عبدالقادر گیلانی قدس اللہ سرہ العزیز۔ کاتب نے آخر میں اپنا نام اس طرح لکھا ہے "بخط خام خادم الامام فدوی غلام شرف بتاریخ ہفتم شہر ربیع الاول ۱۸ جلوس عالم شاہ بادشاہ۔"

جلد ۳ پروگریس نمبر ۱۴۵ مونس الفقراء: اس کتاب کے ورق پیش پر درج ہے کہ "... دعا التجا کنند وبصلوت وادعیہ قضا حاجات وکفایت مہمات مواظبت نمائی باشد کہ از ین مہمات بفضل قاضی الحاجات بجا آید بنابرین فقیر سر حلقہ بعضے فرزندان معتقدان از ین فقیر ورود وظائف مشائخ کرام این فقیر بدان مواظبت نمودہ است التماس کردہ خاصہ در گلو قت فرزند نور دیدہ بیک دیدہ کرامام اجل علم با عمل مولانا حسام الملت والدین کہ از مالک پور بقصد ارادت وصحبت بدین فقیر پیوستہ۔ تحریر التماس نمودہ باعث اجابت مولد و مؤید گشت مستعینا باللہ تعالیٰ و متوکلا علی اللہ در اجابت آن شروع کردم نام این "مونس الفقرا" نہادم۔

(ورق ۲) این مجموعہ را بہ بیست و نہ[۲۹] فصل مرتب کردانیدم۔

فصل اول در ذکر حضور دل در نماز، ع۲ در ذکر خواتی با وقت صبح پیش از سنت فجر و بعد از سنت فجر و وقت رفتن بہ مسجد، ع۳ در ذکر ادعیہ بعد از نماز فجر باشد آمدہ است، ع۴ در ذکر نماز اشراق و ادعیہ آن، ع۵ در ذکر نماز چاشت و ادعیہ آن، ع۶ در ذکر نماز ظہر و نوافل و ادعیہ آن، ع۷ در ذکر نماز عصر و ادعیہ آن کہ بعد عصر است، ع۸ در ذکر نماز مغرب و اوابین و نوافل دیگر و ادعیہ آن، ع۹ در ذکر نماز عشاء و نوافل و ادعیہ آن کہ بعد عشاء است، ع۱۰ در ذکر نماز و دعا قضائے حاجات و کفایت مہمات، ع۱۱ در ذکر نماز تہجد و نوافل دیگر و ادعیہ کہ بعد تہجد است، ع۱۲ در ذکر نماز و ادعیہ کہ برای دیدن جمال باکمال رسول خداوند ذوالجلال حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم، ع۱۳ در ذکر فضائل روز جمعہ، ع۱۴ در ذکر وظائف در روز جمعہ و ذکر ساعۃ مرجوۃ ع۱۵ در ذکر توبہ و شرائط آن، ع۱۶ در ذکر ارادت و شرائط مریدی و تعریف شجرہ و شرائط شجری، ع۱۷ در ذکر بیان دلائل شرائط خلوت و عزلت، ع۱۸ در ذکر خلوت و عزلت و اربعین، ع۱۹ در ذکر فضل ذکر، ع۲۰ در ذکر اختیار ذکر و کیفیت گفتن ذکر، ع۲۱ در ذکر نفی خواطر، ع۲۲ در ذکر تجسس و تفقد احوال دل، ع۲۲ در ذکر علاج تفرقۂ دل، ع۲۳ در ذکر فقر و قناعت، ع۲۵ تجرید و تفرید وصال و انفصال، ع۲۶ نفس و دل و روح و سر، ع۲۷ ذکر سماع و وجد و رقص، ع۲۸ ذکر شرائط و آداب سماع و ذکر تمزق ثوب و احکام خرقۂ مسقوط در سماع، ع۲۹ ذکر گرفتن فتوح و جائزہ از سلطان و غیر وی خوردن و بخشیدن آن۔"

فصل بست و ششم میں جو شجرۂ چشتیہ ورق ۱۸ الف پر درج ہے اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

"مشائخ کبار را از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ثم ثم بایشان رسیدہ است و این فقیر را خرقہ و اجازت از پیر دستگیر خود شیخ نامدار و مقتدائے روزگار شیخ علاء الحق والشرع والدین عمر اسعد لاہوری و ایشان را از قدوۂ مقتدا امام شیخ الاسلام والمسلمین شیخ سراج الحق والشرع والدین عثمان اودہی ..... دیں طریق سلسلہ چشتیہ اہل بہشت ..... و این اسرار از سید کائنات خلاصہ موجودات محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پس ہر کہ شجرہ ارادت و اجازت ثم ثم و ثم ثم تا بحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنود ارادت بدوی جائز نباشد گفتہ اند۔

موازنہ رقعات شیخ شرف الدین منیری و مکتوبات عبد الجلیل کے وہ مکتوبات جن کے عنوانات ایک ہیں۔
مثلاً جلد ۱ پروگریس ع۱۵۳، جلد ۲ پروگریس ۱۵۱۔

موضوع	شرف	جلیل
حسن	حسن آنرا گویند که از جمله بدیہائے خود بار کرده بحسن نیکوے درآید (رقعہ دوازدہم[12])	چوں حسن بے حسین شد حسن حسن شد (مکتوبات شانزدہم)
ذکر کلمہ طیبہ	بر چهار نوع است یکی ناسوتی دوم ملکوتی سوم جبروتی چهارم لاہوتی (رقعہ بیست و یکم[21])	لا الہ از برائے اثبات ذات است یعنی نیست ہیچکس بجز اللہ (مکتوب دہم[10])
ذکر کلمہ محمدیہ	کلمہ محمد است باید که خود را بکلمہ محمدی سپارد که افضل الذکر است لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (رقعہ بیست و دوم)	محمد رسول اللہ بدل اسم ذات است که خود بوده و پیغمبر شده (مکتوب دہم کا دوسرا جزو ہے) - انا احمد بلا میم
بیان برزخ	برزخ بر دو نوعیت یکی صغری دوم کبری آنرا گویند (رقعہ سیزدہم)	برزخ قاب قوسین بر سہ فتح کرده شد (مکتوب سیزدہم)
راه درویشی	مقبول راه درویشی معدومیت هر سالکی را که بسیر معدومی روئے داد فارغ از اسم و رسم شد (رقعہ نہم)	راه درویشی معلوم است و آنیست که کاری از کاری تفریق نکند و چیزی از چیزی ترغیب نکند (مکتوب سی و پنجم)
آئینہ	که محمد آئینہ لطیف است و آں سر کائنات خود خبر می دہد (رقعہ ہفدہم)	حدیث المؤمن مرآت المؤمن است (مکتوب بیست و چہارم[24])
صورت	اللہ تعالیٰ آنشانرا آئینہ صورت خویش گردانیده است و درآں آئینہ شده بر صورت خویش مشاہده می نماند (رقعہ بیست و ہفتم)	که محمد آئینہ مومن است چوں ذات پاک بے کیف خواست که خود را بیند صورتے نداشت که دیده شود (مکتوبات چهاردہم)
ملاقات	که ملاقات بدو نوع است یکے حاضری دوم غائبی حاضری آنرا گویند رقعہ بستم.	ملاقات بدو نوع است. یکی ظاہری دوم باطنی مکتوب بیست و دوم:
توحید	توحید بدو صفت نامنده اند یکی توحید وجودیہ دوم توحید محویہ (رقعہ بیست و چهارم)	لا الہ الا اللہ معلوم است قل هو اللہ احد اللہ الصمد مفہوم است.

جلد ۱۹ پروگریس ۱۸۷ **سطحیات دارا شکوه**۔ کاتب اسد اللہ قصبہ تنگیر ۱۰ مورخہ ۸ شوال .....

(یہ حصہ کرم خوردہ ہے)

اپنی عمر کے اڑتیسویں سال یعنی ۱۰۶۲ھ میں دارا شکوہ نے یہ کتاب تحریر کی اور وجہ تالیف کے سلسلہ میں اس نے لکھا کہ: "عجب لوگوں نے مجھ پر کفر کا فتویٰ لگایا تو میں نے مسلمانوں کے عارفوں کے ان اقوال کو جو متشابہات و شطحیات میں داخل ہیں کفر کا فتویٰ دینے والوں کی بصیرت کے لیے اس رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت اویس قرنیؒ حضرت امام زین العابدین، حضرت جعفر صادق، حضرت ابراہیم ادھم۔ حضرت ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ۔ حضرت شمس تبریزؒ حضرت معروف کرخی۔ اسرافیل رحمت اللہ علیہ۔ حضرت ذوالنون مصری، حضرت یحییٰ بن معاذ رازی۔ حضرت ابو علی سندگی حضرت ابو یزید بسطامی۔ حضرت ابو حفص حداد نیشاپوری۔ حضرت سہیل ابن عبد اللہ تستری۔ حضرت سہیل عبد اللہ حضرت ابو الحسن بنان۔ حضرت ابو حمزہ خراسانی۔ حضرت ابراہیم خوصی۔ حضرت ابو الحسن نوری۔ حضرت ابو جعفر جلدی حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی۔ حضرت سمنون محب۔ حضرت امام موحد ابوبکر واسطی۔ حضرت ابو العطا بن عطا۔ حضرت ابو محمد مرتعش۔ حضرت ابو الحسن بزمی۔ حضرت تاج عارفاں۔ شیخ ابوبکر شبلی۔ شیخ ابوبکر ازموی۔ شیخ ابو العباس القصاب لامیں۔ شیخ ابو جعفر حداد۔ ابو العباس سیاری۔ ابو الخیر سیاق اقطع جعفر جلدی۔ فارس بن عیسیٰ بغدادی۔ ابو الحسن خضری۔ ابو الخیر مالکی۔ عبد اللہ خفیف۔ ابو عبد اللہ صحی۔ عباس بن یوسف اشکلی۔ ابو یعقوب کوفی منظفر کرمان شاہی۔ ابو العباس نہاوندی۔ لقمان سرخی۔ پیر ابو الفضل سرخی۔ ابو سعید ابو الخیر۔ شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری شیخ الاسلام احمد جام۔ ابو المجد تماسکی۔ احمد غزالی۔ فتحہ رحمت اللہ۔ برکہ۔ عین القضات ہمدانی۔ حضرت غوث الثقلین عبد القادر جیلانی، قطیب البیان موصلی۔ ابو السعود بیل۔ ابو یدہ مغربی۔ ابن العرفی۔ نجم الدین کبریٰ۔ سعد الدین حموی۔ خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت فرید الدین گنج شکر۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین۔ شیخ عبد اللہ بلبانی۔ مولانا جلال الدین رومی۔ شیخ صدر الدین خوتیوفی۔ شیخ شرف الدین مانی، یعنی حضرت بو علی قلندر۔ شمس الدین محمد کشی۔ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند۔ خواجہ عبد اللہ احرار۔ بابا لال مونڈیہ ہندو۔ پھر بعد میں اپنے دور کے بزرگوں اور پنڈتوں سے متشابہات جو سنے تھے ان کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔" (نقل از نوٹس سید شاہ منظور حسین عرف قمر عالم مرحوم) جلد ۲۹ پروگریس ۱۹۳

جو رسالہ مبدا و معاد مرتبہ عزیز بن محمد النسفی دو باب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب معرفت عالم کبیر تین اصولوں پر مبنی ہے۔ اول اہل شریعت، دوم اہل حکمت، سوم اہل وحدت۔ باب دوم عالم صغیر بھی تین اصولوں پر مبنی ہے۔ اول انسان و مراتب آں، دوئم انسان عالم صغیراست، سوم سلوک چیست

جلد ع۴ پروگریس ع۱۹۲ رسالہ وجودیہ مؤلفہ عبدالجلیل۔ یہ رسالہ دربیان اذکار و مراقبہ و مشاہدہ و مقامات و شرائط آنہا۔ فصل اول در شرائط۔ دوئم اذکار۔ سوم مراقبہ۔ چہارم مشاہدہ۔ پنجم مقامات۔ ششم سلوک۔ ہفتم حجاب و مقام، ہشتم نیت سالک چیست۔ نہم نصیحت درویش۔ آخر کے اوراق سوختہ ہیں (بقلم شاہ فخر عالم مرحوم)

جلد ع۵ پروگریس ع۱۲۶ جوابات مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال بخاری، مرتبہ رفیع سمرقندی مکتوبہ نسخہ ۷۰۰ھ۔ اس نسخہ میں سید یوسف محمود نے پچیس ۲۵ سوالات کئے تھے جس کا جواب حضرت مخدوم نے جو کچھ دیا ہے مرتب نے ان جوابات کو مع سوال کے اس نسخہ میں جمع کر دیا ہے۔ فہرست سوال و جواب حسب ذیل ہے:

ع۱ روح کہاں رہتی ہے۔ ع۲ جس جگہ روح رہتی ہے وہ آزاد ہے یا مقید۔ ع۳ نبیوں اور شہیدوں کی روحیں ایک جگہ رہتی ہیں یا علحدہ۔ ع۴ روحیں آپس میں ایک دوسرے سے ملتی ہیں یا نہیں۔ ع۵ عذاب و ثواب روح کو ہوتا ہے یا بدن کو۔ ع۶ روح کو زندگی کی خبر رہتی ہے یا نہیں ع۷ روح اپنے عزیزوں کی روحوں کو پہچانتی ہے یا نہیں۔ ع۸ کھانا یا تلاوت قرآن اگر کسی روح کے نام سے دیا جائے تو ان تک یہ چیزیں کس صورت میں پہونچتی ہیں۔ ع۹ روح کیا ہے اور لوگوں پر جو روحیں مسلط ہوتی ہیں ان کی اصلیت کیا ہے۔ ع۱۰ قیامت کے دن تمام اقربا ایک جگہ جمع ہونگے یا نہیں ع۱۱ اگر کسی کا حق کسی پر رہ جائے تو اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہے اور قیامت کے دن کی پرسش سے بچنے کی کیا صورت ہے۔ ع۱۲ کسی قبر کی زیارت کو جائیں تو کیا پڑھیں کیا کریں ع۱۳ کہا جاتا ہے کہ حرام کھانے سے دعا قبول نہیں ہوتی۔ ایسی حالت میں حرام خور دعا کرے یا نہ کرے۔ ع۱۴ بسا اوقات لوگوں کو دقتوں اور خوف کا سامنا ہوتا ہے ایسا کیوں ہے۔ اور اس وقت کیا کرے۔ ع۱۵ دین و دنیا کی پریشانیوں میں کیا کریں جو ان پریشانیوں سے نجات ملے ع۱۶ بعض لوگوں پر سکوت کی حالت طاری ہوتی ہے، اسکے بعد وہ لوگوں کی حالتوں کو بتانا شروع کرتے ہیں یہ سچ ہے یا غلط۔ ع۱۷ اکثر جسم کے حصے پھڑکنے لگتے ہیں اس سے اچھے و برے کے متعلق اثر لینا درست ہے یا نہیں اور ان باتوں پر عقیدہ رکھنا چاہیئے یا نہیں ع۱۸ مردوں کی روحیں جمعہ کی شب میں اپنے گھر اور قبر پر آتی ہیں یہ صحیح ہے یا غلط۔ ع۱۹ مردوں سے جو سوالات ہوتے ہیں وہ روح سے سوال ہوتا ہے یا بدن سے۔ ع۲۰ مردوں سے سوالات مرنے کے بعد ہی ہوتے ہیں یا دفن کے بعد ع۲۱ جو لاشیں جل جاتی ہیں یا غرق ہو جاتی ہیں ان سے کس طرح سوال ہوتا ہے۔ ع۲۲ جو خودکشی کرتا ہے اس کے اسلام کا کیا ہوتا ہے۔ ع۲۳ جو عورتیں بیوگی کے بعد یا طلاق کے بعد دوسری شادی کرتی ہیں وہ قیامت کے دن کس شوہر کے ساتھ

رہیں گی۔ ع۲۴ مُردوں سے جو خواب میں ملاقات ہوتی ہے اس سے ان ارواح پر کیا اثر ہوتا ہے۔ ع۲۵ مُردوں کو جو خواب میں کوئی دیکھتا ہے کہ تکلیف یا راحت میں ہیں! کیا یہ درست ہوتا ہے؟

جلد ع۲۸ پروگریس ع۱۹۳ **واردات الٰہی** مؤلفہ محمد علی بن لطف اللہ۔ اس نسخہ کے اوراق آخر میں غائب ہیں (فخر عالم)، یہ کتاب انتیس ۲۹ ابواب پر مشتمل ہے۔

ع۱ دربیان اول مخلوقات وافضل موجودات ع۲ معراج نبی کریمؐ ع۳ نعت سید المرسلین ع۴ در امیت آنحضرت صلعم ع۵ درصفت مومن وحقیقت ایمان ع۶ زیادت ونقصان ع۷ حقیقت اسلام ع۸ طہارت، غسل، وضو اور نماز ع۹ معرفت ذات وصفات واسماء وافعال واشیاء ع۱۰ وطن اصلی ع۱۱ لذت فراق وکیفیت وصل ع۱۲ ذکر قضا وقدر ع۱۳ یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید ورفع اعتراض لیعفے۔ ع۱۴ جملہ عالم بیک صورت حق است ع۱۵ بجدو مراتب ع۱۶ عجب وکیفیت ع۱۷ ...... کرم خوردہ ع۱۸ تارکیت وشناخت حلال وحرام ع۱۹ احوال دنیا ع۲۰ حکایت سلطان ابراہیم ادہم ع۲۱ علائق ع۲۲ مقام رضا ع۲۳ مرتبہ تسلیم ع۲۴ تفسیر حدیث عرفت ربی ع۲۵ حال عاشق ع۲۶ تفسیر نفخ فی الصور فصعق ع۲۷ صدور معصیت ع۲۸ ذکر سماع سرور ع۲۹ خاتمہ کتاب۔ افسوس کہ موجودہ نسخہ میں صرف باب نو ع۹ تک ہی موجود ہے۔ باقی اوراق غائب ہیں (نوٹ از فخر عالم)

جلد ع۲۲ پروگریس ع۲۱۰ **عین الحیات** مترجم محمد موسیٰ کالوانی عبد الرزاق۔ مترجم کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت ابوبکر مسعود نے اشارہ فرمایا کہ میں عین الحیات جو عربی میں تھی فارسی میں ترجمہ کروں۔ کیوں کہ اس کتاب کا متن عربی میں تھا جو سنسکرت سے ترجمہ کی گئی تھی جس کا ہندی نام **کام وینجانکا** تھا۔ عربی میں ترجمہ کی حکایت عجیب نقل کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے شہر لکھنوتی (مالدہ) کو فتح کیا اور علم اسلام وہاں گڑا تو ایک برہمن پنڈت وہاں کے جنگل سے نکل کر علمائے اسلام کے پاس مباحثہ کی غرض سے آیا جس کا نام بھوجو برہمن تھا۔ وہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں آیا اور علمائے سے سوال کیا کہ تمہارا سردار کہاں ہے۔ لوگوں نے قاضی القضات رکن الحق والدین سمرقندی کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے ان سے سوال کیا کہ تم کس کی پوجا کرتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ خدا کی۔ پھر اس نے پوچھا "تمہارا امام کون ہے"؟ جواب ملا محمد رسول اللہؐ پھر پوچھا تمہارے امام نے روح کے بارے میں کیا کہا ہے؟ جواب ملا کہ روح کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ حکم خداوندی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ اسلام لے آیا' اور بولا کہ یہی برہما جی اور موسیٰ صلوات اللہ علیہما نے فرمایا ہے۔ اسلام لانے کے بعد وہ قاضی صاحب کے پاس تحصیل علم میں مشغول ہو گیا اور اتنا علم دین حاصل کیا کہ اس کو فتویٰ دینے کی اجازت دی گئی۔ اسی پنڈت نے قاضی صاحب کو اس کتاب سے

مطالعہ کی طرف متوجہ کیا جو اس وقت تک ہندی میں تھی جس کو عربی میں منتقل کیا جو دس ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول :- در معرفت و کیفیت عالم خورد۔ باب دوم :- در معرفت اشیا عالم خوردہ باب سوم :- کیفیت دل۔ باب چہارم :- ریاضت نفس۔ باب پنجم :- کیفیت نفس۔ باب ششم :- محافظت آب منی۔ باب ہفتم :- وہم۔ باب ہشتم :- علامت موت۔ باب نہم :- مسخر گردانیدن روحانی۔ باب دہم :- حکایت نفس۔

آخر میں لکھا ہے کہ اس کتاب کو نا اہلوں اور دنیا داروں کو پڑھنے اور دیکھنے کے لیے نہیں دیا جائے، کیونکہ ایسے لوگ اسکے مطالعہ سے ذلیل و خوار ہونگے۔ (نوٹ از فخر عالم مرحوم) ●

سوال و جواب

● جناب شاہ اسمٰعیل : مکتوبات عبد الجلیل کا ایک نسخہ علی گڑھ میں ہے اور وہاں عبد الجلیل عمر صدیقی کے نام سے ہے۔

●●

ڈاکٹر سید وحید اشرف
مدراس یونیورسٹی مدراس

تصوفِ اسلامی پر ایک ہندوستانی کتاب

(لطائف اشرفی)

فارسی میں ملفوظ نگاری زیادہ تر صوفیہ کی مرہونِ منت رہی ہے۔ فارسی میں تصوف پر پہلی دو کتابوں میں سے ایک ملفوظات ہی پر مشتمل ہے، جو طبقات الصوفیہ ہروی (امالی شیخ عبداللہ انصاری ہروی متوفی ۴۸۱ھ) کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن امالی شیخ انصاری بھی ملفوظ کا پہلا نمونہ نہیں ہے، اس سے پہلے بھی اس کے نمونے ملتے ہیں[۲]۔ ملفوظ نگاری کی روش ہندوستان میں سب سے زیادہ

---

[۱] فارسی میں تصوف کی پہلی کتاب کشف المحجوب قرار دی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسکے مؤلف شیخ علی ہجویریؒ کی تاریخ وفات ۴۶۵ھ مشہور ہے جبکہ شیخ عبداللہ انصاریؒ کی وفات ۴۸۱ھ میں ہوئی لیکن شیخ علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں شیخ انصاری کے نام کے ساتھ "رحمۃ اللہ علیہ" استعمال کیا ہے جو ایسے اشخاص کے لیے مخصوص ہے جنکا وصال ہو چکا ہو۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ ہجویریؒ ۴۸۱ھ تک بقید حیات تھے اور شیخ انصاریؒ کی وفات آپ سے قبل ہو چکی تھی۔ ان دونوں بزرگوں کو ایک دوسرے سے ملاقات کا موقع نہیں ملا اور نہ ایک دوسرے کی کتاب ہی کا انکو علم ہو سکا۔ کشف المحجوب اور طبقات الصوفیہ ہروی کے صحیح سنہ تالیف بھی نہیں معلوم، اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کونسی کتاب مقدم ہے اور کون موخر۔
(تفصیل کے لیے دیکھئے اورینٹل کالج میگزین لاہور فروری ۱۹۳۵ء، تاریخ وفات ہجویریؒ از محمد شفیع)

[۲] مثلاً امالی ابوعلی قالی اور امالی ابواسحاق زجاج (دیکھئے تاریخ ادبیات ایران ج اول، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا)

مقبول ہوئی جس کی ابتدا ساتویں صدی ہجری میں حسن سجزی سے ہوئی جنھوں نے سب سے پہلے شیخ نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات کو فوائد الفواد کے نام سے ترتیب دیا، اگرچہ اس سے پہلے کے بھی کچھ ملفوظ کے نام لیے جاتے ہیں لیکن وہ مشتبہ اور ناقابل اعتبار ہیں، فوائد الفواد کے بعد یہاں بہت سے ملفوظات مرتب ہوئے،[1] آٹھویں صدی ہجری کے تصوف پر اہم ترین کتاب لطائف اشرفی ہے جو حضرت سید اشرف سمنانیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔

لطائف اشرفی کا پورا نام یوں ملتا ہے: "لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی"، حالانکہ عربی ترکیب کے اعتبار سے اسے یوں ہونا چاہیے "اللطائف الاشرفیہ فی بیان طوائف الصوفیہ"۔ عام طور پر یہ لطائف اشرفی کے نام سے مشہور ہے، یہ کتاب دوبار ہندوستان میں سید محمد اشرف جیلانی اور سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی فیض آبادی کی کوششوں سے نصرت المطابع دہلی سے چھپ چکی ہے پہلی بار ایک جلد میں ۱۲۹۵ھ میں اور دوسری بار دو جلدوں میں ۱۲۹۸ھ میں، جو نہایت مغلوط ہے، اسی مغلوط نسخہ کی بنیاد پر اس کے چند لطائف کا اردو ترجمہ حکیم سید نذر اشرف فاضل کچھوچھوی نے کیا، جسے برکات چشتیہ کے نام سے سید محمد محدث کچھوچھوی نے رسالہ "اشرفی" کچھوچھہ میں بالاقساط شائع کیا تھا، اسی متن کا دوسرا ملخص ترجمہ سیرت الاشرف کے نام سے شائع ہوا ہے، ان ہی نسخوں کی بنیاد پر حضرت سید اشرفؒ کی سوانح حیات پر مشتمل کئی کتابیں بھی مرتب ہوئی ہیں، جو غلط اطلاعات، روایات سے پُر اور تحقیق کے معیار سے ساقط ہیں،

اس کتاب کو حضرت سید اشرفؒ کے مرید و خلیفہ نظام الدین یمنی نے مرتب کیا، یمنی نے اپنا نام نظام غریب یمنی بھی لکھا ہے، یمنی کے لفظ سے دھوکا ہوتا ہے کہ آپ یمن کے رہنے والے تھے، لیکن قیاس یہ ہے کہ ایران ہی کے باشندہ تھے، یہ ممکن ہے کہ یمنی الاصل رہے ہوں۔ لطائف اشرفی

---

[1] کچھ ملفوظات کا ذکر پروفیسر خلیق احمد نظامی نے "خیر المجالس" کے مقدمہ میں کیا ہے۔

سے آپ کے بارے میں صرف اس قدر اطلاع ملتی ہے کہ آپ کی ملاقات حضرت سید اشرف سے یمن میں [illegible] میں ہوئی اور اسی وقت سے وہ آپ کے ساتھ رہنے لگے، [1] یہاں تک کہ تیس سال کا عرصہ مسلسل آپ کی معیت میں گذرا، [2] آپ کو فارسی اور عربی دونوں زبانوں پر قدرت حاصل تھی۔ لطائف اشرفی کے بعض ابواب اور تمہید آپ ہی کی تصنیف ہیں، آپ فارسی کے خوشگو شاعر بھی تھے، آپ کے متعدد اشعار لطائف اشرفی میں موجود ہیں،

نظام یمنی تمہید میں لکھتے ہیں :-

"مدتی مدید و عہدی بعید قریب سی سال در طریق قویم بسبیل مستقیم آنحضرت در ملازمت معتکفان آستان ارادت وملازمان جناب مودت ہم کاسہ سکان اوی ابودم"

اس تیس سال سے مراد غالباً [illegible] سے [illegible] تک کا زمانہ ہے جو مسلسل سفر میں گذرا، کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھی آپ اپنے مرشد کے ساتھ رہے تھے، لطائف اشرفی صرف [illegible] تک کے ملفوظات کا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ اس کے بعد کے بھی ملفوظ اس میں شامل ہیں، نظام یمنی تمہید میں لکھتے ہیں:

"در اثنای این ...... در ضمیر دل ..... القا کرد کہ بعضی از انفاس نفیسہ والفاظ متبرکہ وشمہ ای از لطائف معارف وظرائف کواشف واحوال مقامات شریفہ واتزال کرامات عجیبہ حضرت قدوۃ الکبریٰ از ابتدا تا انتہا اصدار یافت ...... بیان باید کرد"

اس میں کچھ ابواب ایسے بھی ہیں جو حقیقت میں حضرت سید اشرف کے ملفوظ نہیں ہیں اور آپ کی وفات کے بعد اضافہ کیے گئے ہیں لیکن یہ بھی آپ کے اقوال سے بالکل ہی خالی

---

[1] لطائف اشرفی ج اول ص ۲ [2] ایضاً ج دوم ص ۱۴۳

نہیں ہیں، یہ ابواب آپ کی بیماری اور وفات اور آپ کے چند مشہور خلفاء کے تذکروں پر مشتمل ہیں[1]،

یہ کتاب ایک تمہیدی باب، مقدمہ اور ساٹھ (۶۰) ابواب پر مشتمل ہے جنھیں لطائف کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، تمہید سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تتمہ بھی تھا جو اب نہیں پایا جاتا،

مکتوبات اشرفی (جو حضرت سید اشرفؒ کے خطوط کا مجموعہ ہے) سے پتہ چلتا ہے کہ لطائف اشرفی ۸۰۸ھ سے قبل اس نام سے وجود میں آچکی تھی اور آپ کے ملفوظ کی ترتیب مختلف لطائف کے تحت دیدی گئی تھی، اگرچہ اس میں اضافہ آپ کی وفات اور اسکے بعد تک ہوتا رہا، کیونکہ ان خطوط میں لطائف اشرفی کا جگہ جگہ حوالہ ملتا ہے اور یہ خطوط ۸۰۸ھ کے بعد کے لکھے ہوئے ہیں[2]، ان خطوط میں مریدین کو تصوف اور شریعت کے مسائل میں لطائف اشرفی سے رجوع کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لطائف اشرفی آپ کی زندگی ہی میں ملک کے مختلف حصوں میں پہنچ گئی تھی، آج بھی اگرچہ اس کا کوئی قدیم اور کلیۃً معتبر نسخہ دریافت نہیں ہو سکا ہے لیکن اس کے متعدد نسخے ملک کی مختلف لائبریریوں نیز شخصی ملکیت میں موجود ہیں،

کتاب کی تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ اگر کوئی شخص کوئی مسئلہ پیش کرتا اس کے جواب میں حضرت سید اشرفؒ جو کچھ ارشاد فرماتے نظام یمنی اس کو قلمبند کر لیتے اور حضرت سید اشرفؒ

---

[1] نظام یمنی خود تمہید میں لکھتے ہیں: ''شمۂ بیان سیرت و روش مرضیہ و اصدار مقامات و خوارق عادات حضرت مخدوم زادہ زادہ اللہ تعالیٰ اعتقادہ و طوارق و ارادت حسب سجادہ کہ بعد از رحلت حضرت قدوۃ الکبریٰ صادر شدہ در ذیل این لطائف شریفہ و ظرائف لطیفہ در آوردم......''

[2] مثلاً مکتوب نمبر ۹، ۱۹، ۳۲، ۴۰ وغیرہ [3] مقدمۂ مکتوبات اشرفی

کے سامنے پیش کر دیتے، آپ اس کی تصدیق فرما دیتے یا اس میں کچھ ترمیم کر دیتے۔ اس طرح یہ کتاب آپ کی براہ راست تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے، نظام یمنی تمہید میں لکھتے ہیں:۔

"..... آنچہ قابل ضبط ذہن وحامل فکر این ممتحن بود در قید کتابت آورده بمنظور اطلاع انظار مخدومی و بحضور استماع احضار معصومی گزرانیده و از اول تا آخر ورق تابعد ورق گردانیده بلکہ اکثر عین الفاظ شریفہ و اقوال صریحۂ ایشان بامضمون منقول بنوک قلم رسانیده ......"

اس کتاب میں بنیادی طور پر تصوف کے مسائل پر بحث ہے، لیکن ادبی اور تاریخی اعتبار سے بھی وہ خاص اہمیت کی حامل ہے، تصوف اور شریعت کے مسائل کی تشریح قرآن وحدیث کی روشنی میں کی گئی ہے، اس طرح یہ کتاب اس اصول کی تفسیر پیش کرتی ہے کہ طریقت شریعت سے الگ نہیں، اپنے نظریہ کی تائید میں حضرت سید اشرفؒ نے صوفیہ اور علماء کے اقوال بھی پیش کیے ہیں، متنازعہ مسائل کے بارے میں دلائل کے ساتھ اپنے نقطۂ نظر کی توضیح اور عقیدۂ وحدت الوجود کی پرزور حمایت کی ہے۔ صوفیہ اور کچھ صوفی شعرا کے تذکروں پر مشتمل الگ الگ باب ہیں، دو ابواب تصوف کی اصطلاحات اور کچھ پیچیدہ صوفیانہ اشعار کی تشریح پر ہیں، اس کتاب سے امراء اور بادشاہوں سے حضرت سید اشرف کے تعلقات پر بھی کچھ روشنی پڑتی ہے، اس طرح یہ کتاب صوفی، عالم، تاریخ ادبیات فارسی اور ہندوستان کے قرن وسطیٰ کی تاریخ کے طالب علم کیلئے بھی دلچسپ اور مفید ہو گئی ہے۔

تصوف اور شریعت کے مسائل پر بحث کرتے ہوئے قرآن وحدیث، فقہ اور کتب صوفیہ سے دلائل پیش کیے گئے ہیں، بعض تاریخی کتابوں کے حوالے بھی ملتے ہیں، مثلاً تاریخ طبری، طبقات ناصری، اور ترجمہ ادشیر بابک، مباحث کے ضمن میں شعرا کے کلام بھی بکثرت پیش کیے گئے ہیں، ان میں حافظ، سعدی، مولانا روم، نظامی گنجوی، ابو سعید ابی الخیر،

نجم الدین دایہ رازی، عراقی، محمود شبستری کے اشعار زیادہ نظر آتے ہیں، یہ کتاب تصوف کی مستند کتابوں پر مبنی ہے، تصوف کی بعض کتابیں اس کے اصل ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں، بعض ماخذ کی حیثیت سے دوسرے درجہ پر اہمیت رکھتی ہیں۔ اور بہت سی کتابیں ایسی ہیں جن سے کچھ اقتباسات پیش کیے گئے ہیں یا ان کے حوالے دیے گئے ہیں، دوسری اور تیسری قسم کی کتابوں کی ایک طویل فہرست ہے، ان میں سے قابلِ ذکر یہ ہیں:

بزدویین از ابو الیسر علی بن محمد بزدوی، جامع العلوم از امام فخر رازی، شرح فصوص الحکم از مؤید الدین جندی، نوادر الاصول از محمد بن علی الحکیم ترمذی، اعلام الہدیٰ از شہاب الدین سہروردی (؟)، تالیف حضرت بہاء الدین نقشبندی (کتاب کا نام نہیں دیا ہے)، فوائد الفواد مرتبہ حسن سجزی، مطلع الایمان، شیخ صدر الدین قونیوی، قواعد العقائد امام غزالی، مرصاد العباد نجم الدین دایہ، صفوۃ الصفوۃ ابن جوزی، تذکرۃ الاولیاء عطار اور لمعات عراقی وغیرہ۔

وہ کتابیں جو لطائفِ اشرفی کے اصل ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں، ان کا قدرے تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے:

(۱) رسالۂ قشیریہ :۔ تصوف اور تذکرۂ صوفیہ پر بنیادی کتابوں میں سے ایک ہے، جو ۴۳۸ھ میں لکھی گئی، اس کے مولف امام ابو القاسم عبد الکریم[۱] بن ہوازن القشیری ہیں۔

---

[۱] عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک بن طلحۃ النیشاپوری القشیری، بنی قشیر ابن کعب سے تھے، کنیت ابو القاسم اور زین الاسلام و شیخ خراسان کے القاب سے معروف تھے، سلطان الپ ارسلان آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا، آپ ابو المعالی جوینی استاد امام غزالی کے استاد تھے، اور شیخ ابو علی دقاق کے شاگردوں میں تھے، رسالۂ قشیریہ کے علاوہ آپ کی دوسری تصانیف یہ ہیں: لطائف الاشارات، التیسیر فی التفسیر، التفسیر الکبیر۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۳۷۶ھ اور تاریخ وفات ۴۶۵ھ ہے۔
(دیکھئے تاریخ بغداد ۱۱: ۸۳، الذرائکامنہ ۱: ۱۴۰، نفحات الانس ۳۱۳، لطائف اشرفی لطیفہ پانزدہم)

اس کی کئی حکایات اور بہت سے اقتباسات لطائف اشرفی میں موجود ہیں، اس کتاب میں ۵۴ ابواب اور تین فصول ہیں، ایک فصل تذکرۂ صوفیہ پر مشتمل ہے، جن میں تراسی صوفیہ کے تذکرے ہیں۔

رسالۂ قشیری کے فارسی ترجمے بھی پائے جاتے ہیں، اس کا ایک ترجمہ امام قشیری کی زندگی ہی میں ان کے شاگرد خواجہ امام ابو علی بن احمد عثمانی نے کیا تھا جس کے قلمی نسخے اب بھی موجود ہیں، اس کی زبان نہایت سقیم ہے، اس لیے اس کے سلیس ترجمہ کی طرف توجہ کی گئی اور چھٹی صدی ہجری میں ابوالفتوح عبدالرحمٰن بن محمد نیشاپوری نے اس کا دوسرا ترجمہ کیا۔[۱]

اس رسالہ کی کئی شرحیں لکھی گئیں، جن میں سے ایک شرح زکریا انصاری نے "احکام الدلالۃ علی تحریر الرسالۃ" کے نام سے لکھی اور دوسری سدید الدین بن عبد المعطی نے "الدلالۃ علی فوائد الرسالۃ" کے نام سے۔ اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں بھی ہوا ہے جو ۱۹۱۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۲۔ **عوارف المعارف**:۔ یہ شیخ شہاب الدین سہروردی[۲] کی تصنیف ہے، یہ کتاب بھی

---

[۱] دیکھئے تاریخ ادبیات ایران ج اول از ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، القاموس الاسلامی ج ۲ از احمد عطیۃ اللہ

[۲] شہاب الدین سہروردی کے نام سے دو شخصیتیں مشہور ہیں، ایک عوارف المعارف کے مصنف شیخ الاسلام شہاب الدین عمر (۵۳۹ھ - ۶۳۲ھ)، دوسرے شہاب الدین ابو الفتح یحییٰ بن حبش بن امیرک جو شیخ اشراق اور شیخ مقتول کے نام سے مشہور ہیں، ان کا شمار چھٹی صدی ہجری کے اشراقی حکماء میں ہوتا ہے، اپنے فلسفیانہ افکار کے جرم میں ۵۸۷ھ میں قتل کر دیے گئے، کتاب حکمۃ الاشراق، تلویحات، مطارحات، ہیاکل النور آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ (دیکھئے وفیات الاعیان ۲: ۲۶۱، مرآۃ الجنان ۳: ۴۳۴، اعلام النبلاء ۴: ۲۹۳ وغیرہ)

(باقی حاشیہ ص ۴۴۶ پر)

تصوف اسلامی پر بنیادی اہمیت کی حامل ہے، صوفیہ کے تمام حلقوں میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں، حضرت سید اشرفؒ نے بھی اس کی شرح لکھی تھی، آپ اس کتاب کے فارسی ترجمے بھی پڑھتے تھے، مثلاً عزالدین محمود کاشانی کا ترجمہ موسوم بہ مصباح الہدایہ و مفتاح الکفایہ اور نجیب الدین علی بن بزغش شیرازی کا ترجمہ معارف العوارف۔ اول الذکر ترجمہ سے لطائف اشرفی میں بہت استفادہ کیا گیا ہے، جس کا ذکر آئے گا۔

ان دونوں ترجموں کے علاوہ بھی اس کتاب کے متعدد ترجمے ہوئے ہیں، جن میں سے دو سب سے زیادہ قدیم ہیں، ایک ترجمہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی وفات کے دس سال کے اندر اُچہ میں ہوا، اور دوسرا تینتیس سال بعد غالباً اصفہان میں ہوا،

اول الذکر ترجمہ سب سے قدیم ہے، مترجم کا نام قاسم داؤد ہے، یہ ترجمہ سلطان تاج الدین ابو بکر

(بقیہ حاشیہ ص ۴۳۹ کا) شیخ شہاب الدین سہروردی کا شمار بزرگ ترین صوفیہ میں ہوتا ہے، آپ شافعی مسلک کے پیرو تھے، سلسلۂ نسب خلیفۂ اول تک پہنچتا ہے، اپنے چچا شیخ عبدالقاہر ابوالنجیب سہروردی (م ۵۶۳ھ) سے علوم ظاہری اور باطنی کی تعلیم حاصل کی، اس کے علاوہ فقہ اور حدیث میں ابوالقاسم بن فضلان و ابوالمظفر ہبۃ اللہ و معمر بن فاخر و ابو زرعہ مقدسی اور ابوالفتوح طائی وغیرہ سے بھی تلمذ حاصل ہے، طریق تصوف میں شیخ عبدالقادر جیلانی (م ۵۶۱ھ) اور شیخ ابوالسعود بغدادی (م ۵۷۹ھ) سے بھی فیض حاصل کیا، شیخ سعدی آپ کے معتقدین میں تھے، عوارف المعارف آپ کی مشہور ترین تصنیف ہے، اس کے علاوہ آپ کا ایک رسالہ "جذب القلوب الی مواصلۃ المحبوب" بھی طبع ہو چکا ہے، دوسری تصانیف "نخبۃ البیان فی تفسیر القرآن" اور "السیر والطیر" (رسالہ) ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔ (دیکھئے وفیات الاعیان ج ۱ ص ۳۸۰، شذرات ج ۵ ص ۱۵۳، طبقات الشافعیہ ج ۵ ص ۱۴۳ وغیرہ)

(۶۳۹ھ - ۶۴۳ھ) کے حکم اور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی (م ۶۶۱ھ) کی اجازت سے بظاہر ۶۳۹ھ اور ۶۴۳ھ کے درمیان اُچہ میں ہوا، جو تاج الدین ابوبکر کا مستقر تھا، اس ترجمہ کا واحد نسخہ کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد میں ہے،

دوسرا قدیم ترجمہ ۶۶۵ھ میں ہوا، مترجم کا نام اسمٰعیل بن عبدالمومن بن ابی منصور اصفہانی ہے، اس کا واحد نسخہ برٹش میوزیم میں نئے حاصل کیے ہوئے مخطوطات میں ہے، مترجم شیخ المشائخ زین الدین حجۃ الاسلام عبدالسلام کا مرید تھا، یہ مخطوطہ ۱۲۳ اوراق پر مشتمل اور ۶۳ ابواب (اتنی ہی تعداد عوارف میں بھی ہے) میں منقسم ہے،[1]

عوارف المعارف کا ایک ترجمہ ظہیر الدین عبدالرحمٰن بن نجیب الدین بزغش شیرازی (م ۷۱۶ھ) کے پوتے جنید بن فضل اللہ نے بھی کیا تھا جس کا ایک مخطوطہ برلن میں ہے،[2]

(۳) **طبقات الصوفیہ**۔ اس نام کی متعدد کتابوں کا ذکر ملتا ہے، جن میں سے دو سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ ایک عربی میں عبدالرحمٰن[3] سُلمی کی تالیف ہے اور دوسری

---

[1] دیکھیے فکر و نظر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جولائی ۱۹۶۳ء "عوارف المعارف کے قدیم فارسی ترجمے" از پروفیسر نذیر احمد [2] کیٹلاگ مخطوطات فارسی دانشگاہ کیمبرج ص ۸۸ [3] محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ ازدی السلمی نیشاپوری، کنیت ابو عبدالرحمٰن، خراسان کے مشہور مفسر، محدث اور صوفی تھے، ۳۳۰ھ میں نیشاپور میں پیدا ہوئے اور ۴۱۲ھ میں وفات پائی، ۳۵۰ھ کے بعد پچاس سال سے زیادہ عرصہ تالیف و تصنیف میں گزارا، تصانیف کی تعداد ایک سو سے زیادہ بتائی جاتی ہے، جن میں سے حسب ذیل چھپ چکی ہیں،

طبقات الصوفیہ (۳۵۰ھ کے بعد کی تالیف ہے)، کتاب الاربعین فی الحدیث اور رسالۃ الملامتیہ، دوسری تصانیف یہ پائی جاتی ہیں:-

حقائق التفسیر، مقدمہ فی التصوف، مناہج العارفین، رسالہ فی غلطات الصوفیہ، آداب الفقر والشرائط، بیان زلل الفقراء، ومناقب اوابہم، الفتوۃ، آداب الصحبۃ (باقی ص ۴۴۸ پر)

فارسی میں ابو اسمٰعیل[۱] عبداللہ انصاری کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جسے ان کے کسی مرید ابن جبہ[۲]

(بقیہ حاشیہ ص ۴۴۷) السؤالات، سلوک العارفین، عیوب النفس ومداواتہا، الفرق بین الشریعت والحقیقت، آداب الصوفیہ، درجات المعاملات۔ (دیکھئے طبقات الصوفیہ مقدمہ نورالدین شریبہ مفتاح السعادت ج ۱ ص ۴۵۱، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۹، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۴۴۸)

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل عبداللہ بن ابی منصور محمد الانصاری ہروی ۲ شعبان ۳۹۶ھ کو ہرات میں پیدا ہوئے، اور ۲۲ ذی الحجہ ۴۸۱ھ میں وہیں وفات پائی، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابو ایوب انصاریؓ تک پہنچتا ہے، جو حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہرات میں سکونت پذیر ہوگئے تھے، آپ کا شمار خراسان کے بزرگ ترین صوفیہ اور علماء میں ہوتا ہے، خود آپکے قول کے مطابق آپ کو تین لاکھ حدیثیں ہزاروں ہزار اسناد کے ساتھ یاد تھیں جنھیں آپنے تین سو محدثین سے نقل کیا تھا، آپنے نیشاپور کے قاضی ابوبکر حیری سے کوئی حدیث صرف اسلیے قبول نہیں کی کہ وہ متکلم اور اشعری مسلک سے تعلق رکھتے تھے، علم تفسیر میں آپ خواجہ امام یحییٰ عمار کے شاگرد تھے، خود فرماتے ہیں کہ اگر خواجہ عمار نہ ہوتے تو علم تفسیر میں میں لب کشائی نہیں کرسکتا تھا جب آپ کی عمر چودہ سال کی تھی خواجہ عمار نے آپکے بارے میں فرمایا تھا "از وی بوی امامی می آید" آپ کو کم وبیش ایک لاکھ اشعار شعراء عرب کے زبانی یاد تھے، تحصیل علم سے شغف کا یہ عالم تھا کہ صبح کو ناشتہ کرکے مطالعہ وتحریر میں اس طرح غرق ہوجاتے کہ اکثر کھانے کا خیال نہ رہتا اور تحریر کے دوران آپ کی ماں آپ کے منہ میں لقمے ڈالتی تھیں، عربی اور فارسی میں متعدد تصانیف اور اشعار آپ سے منسوب ہیں، بعض تالیفات ملفوظات کی شکل میں مدون ہوئیں، ان میں سے ایک طبقات الصوفیہ ہروی ہے، آپ کی تفسیر قرآن کشف الاسرار وعدۃ الابرار بھی چھپ چکی ہے۔

(نفحات الانس، بتصحیح مہدی توحیدی پور ص ۳۳۱، طبقات الصوفیہ ہروی مقدمہ عبدالحی حبیبی)

جمع کیا، یہاں موخر الذکر سے مراد ہے۔ لطائف اشرفی میں اس کتاب سے بہت زیادہ استفادہ کیا گیا ہے،

طبقات الصوفیہ ہروی بھی تصوف کی بہت سی کتابوں پر مبنی ہے، اس کا اصل ماخذ طبقات الصوفیہ سلمی ہے، لیکن جن دوسری کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے: تاریخ سلمی، کتاب زہد از سہل بن عاصم، کتاب احمد بن الحواری، جزو در نکتہ ہائی توحید از ابوسعید ابن الاعرابی، محبت الظرائف از ابوعمر نوقانی، اعتقاد از ابراہیم خواص، اسامی مشائخ فارس از ابوعبد اللہ خفیف، لمع ابوبکر مفید، شیخ الخاص و کتاب خوشبت و اربعین صوفیان از ابومنصور معمر اصفہانی، اربعین مشائخ از شیخ ابوسعید مالینی، مقامات شیخ الاسلام انصاری (یہ شیخ انصاری کی تالیف تھی جس کے بہت سے مضامین ابن رجب نے طبقات الصوفیہ میں شامل کر دیے تھے) تاریخ و حکایات از ابوبکر محمد بکندی معاصر شیخ الاسلام (متوفی ۳۴۴ھ)، سیرت شیخ کبیر ابوعبد اللہ محمد بن الخفیف متوفی ۳۷۱ھ تالیف ابوالحسن علی بن محمد دیلمی شاگرد ابن خفیف، یہ کتاب اواخر قرن چہارم میں لکھی گئی اور فارسی میں اس کا ترجمہ رکن الدین یحییٰ بن جنید شیرازی نے کیا[1]،

(۴) **کشف المحجوب**۔ تصوف کی اہم ترین کتابوں میں ہے، شیخ علی ہجویری[2] کی تالیف ہے،

---

[1] طبقات الصوفیہ ہروی، مقدمہ عبد الحی حبیبی [2] ابوالحسن علی بن عثمان بن ابی علی الجلابی الہجویری الغزنوی قرن پنجم ہجری کے کبار صوفیہ میں سے تھے، طریقت میں ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی کے شاگرد تھے، ابوالعباس شقانی سے بھی کسب علم کیا، شقانی ان مشائخ میں سے تھے جو منصور حلاج کے طرفدار تھے اور جلابی نے بھی منصور حلاج کی پرزور حمایت کی ہے، آپ نے ابوالقاسم گرگانی، ابوالقاسم قشیری اور ابو احمد المظفر بن حمدان سے بھی فیض صحبت حاصل کیا تھا، کشف المحجوب آپ کا آخری شاہکار ہے،

(باقی حاشیہ ص ۴۵۰ پر)

لطائف اشرفی کے بعض ابواب کشف المحجوب ہی کے بیان پر مبنی ہیں، یہ کتاب ابوسعید ہجویری کی استدعا پر لکھی گئی تھی، اس کتاب کی تصنیف میں قرآن وحدیث کے علاوہ بہت سے صوفیائے کرام کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، اور ان کے حوالے دیے ہیں، مثلاً تاریخ اہل صفہ از عبدالرحمن سلمی، طبقات الصوفیہ سلمی، کتاب سماع سلمی، رسالۂ قشیریہ، کتاب محبت عمرو عثمان کی، کتاب اللمع ابونصر سراج، تاریخ المشائخ محمد بن علی ترمذی، تصانیف پنجاہ گانہ حسین بن منصور حلاج، تصحیح الارادہ جنید بغدادی، کتاب رعایت حارث محاسبی وغیرہ [1]

(۵) احیاء العلوم :- یہ امام غزالی[2] کی مشہور ترین تصنیف ہے، یہ کتاب دمشق یا بیت المقدس

(بقیہ حاشیہ ص (۴۴۹) اس کتاب سے آپ کے متعدد منثور و منظوم آثار کا پتہ چلتا ہے، جن کی تفصیل یہ ہے۔

دیوان شعر، کتاب فنا و بقا، اسرار الخلق والملونات، الرعایہ بحقوق اللہ تعالیٰ، کتاب البیان لاہل العیان، نحو القلوب، منہاج الدین، ایمان، فرق فرق۔ (کشف المحجوب مقدمہ ژوکوفسکی)

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] کشف المحجوب مقدمہ ژوکوفسکی۔ [2] امام ابوحامد محمد غزالی طوسی ۴۵۰ھ طوس میں پیدا ہوئے، والد محمد بن محمد بافندگی کا پیشہ کرتے تھے، ان کے دوسرے بیٹے کا نام احمد تھا، باپ کی وفات کے بعد ان دونوں نے ابوحامد احمد بن محمد رادکانی کے زیر تربیت تعلیم پائی، پھر امام الحرمین ابوالمعالی جوینی شافعی کی شاگردی اختیار کی، ۳۴ سال کی عمر میں ۴۸۴ھ سے چار سال تک بغداد میں مدرسۂ نظامیہ میں درس دیتے رہے، پھر یہ مشغلہ ترک کر کے دس سال تک شام و حجاز اور بیت المقدس میں رہے اور زہد و ریاضت اور تالیف و تصنیف میں مصروف رہے، احیاء العلوم اسی سفر کی یادگار ہے ۴۹۹ھ میں طوس واپس ہوئے اور سلطان سنجر کی درخواست پر نیشاپور میں درس دینا منظور کر لیا، لیکن دو سال کے بعد پھر درس و تدریس ترک کر کے طوس میں عزلت نشین ہو گئے اور وہیں ۵۰۵ھ میں وفات پائی۔ (دیکھئے غزالی نامہ جلال ہمائی، تاریخ ادبیات ایران ج اول ذبیح اللہ صفا، الغزالی شبلی نعمانی وغیرہ)

میں شام اور بیت المقدس کے سفر میں لکھی گئی، یہ چار حصوں میں منقسم ہے، عبادات، عادات
مہلکات اور منجیات، ہر حصے میں دس فصلیں ہیں، شروع ہی سے اس کتاب کے مخالفین
اور موافقین کی جماعتیں پیدا ہونا شروع ہوگئیں، اس کتاب کی تلخیص، شرح، اس پر اعتراضات
اور اعتراضات کے جواب میں متعدد کتابیں لکھی گئیں، اس کا خلاصہ سب سے پہلے خود امام غزالی
نے المرشد الامین الی موعظۃ المتقین کے نام سے کیا، اس کے بعد ان کے بھائی احمد غزالی
نے لباب الاحیاء کے نام سے اس کا خلاصہ کیا پھر متعدد خلاصے لکھے گئے،

اس کتاب پر اعتراضات کے جواب میں سب سے پہلے خود امام غزالی نے کتاب الاملاء
علی مشکل الاحیاء، اور کتاب الانتصار لما فی الاحیاء من الاسرار لکھیں، اس کے بعد قطب
شعرانی نے کتاب الاجوبۃ المرضیہ، ابن قیم کے اعتراضات کے جواب میں لکھی،

اس کتاب کی تائید میں اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں، اس کی نقل کردہ احادیث
کی شرح میں امام زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین عراقی نے حمل الاسفار لکھی،
ان کے شاگرد شہاب الدین بن حجر عسقلانی نے اس پر استدراک لکھا، تحفۃ الاحیاء فیما فات
من تخریج الاحادیث الاحیاء، از شیخ قاسم حنفی، کتاب اتحاف السادۃ المتقین از سید محمد حسینی
معروف بہ مرتضیٰ زبیدی (۱۱۴۵ھ - ۱۲۰۵ھ) (یہ کتاب دوبار قاہرہ سے طبع ہوچکی ہے،
پہلی بار تیرہ جلدوں میں اور دوسری بار دس جلدوں میں)، کتاب روح الاحیاء از
ابن یونس وغیرہ لکھی گئی۔[1]

(۴) **فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ:** یہ دونوں کتابیں شیخ محی الدین اکبر[2] (م ۶۳۸ھ)

---

[1] غزالی نامہ جلال ہمائی [2] محمد بن علی بن محمد ابن العربی، ابوبکر الحاتمی الطائی الاندلسی المعروف
بمحی الدین، الملقب بشیخ اکبر، مرسیہ میں ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے، وہاں سے اشبیلیہ آئے اور شام،
(باقی حاشیہ ص ۴۵۲ پر)

کی تصانیف ہیں، اور دونوں تصوف کی اہم ترین کتابوں میں ہیں، فتوحات مکیہ ضخیم کتاب ہے جو ۶۲۹ھ میں تکمیل کو پہنچی، فصوص الحکم وحدۃ الوجود پر عقیدہ رکھنے والے صوفیوں کے لیے تصوف اسلامی پر بنیادی کتاب ہے، اس کتاب کے متعلق بھی صوفیہ میں بڑے اختلافات رہے ہیں، اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں، اس کتاب پر مبنی حضرت سید اشرفؒ نے ایک کتاب مراۃ الحقائق کے نام سے تالیف کی تھی جو اب ناپید ہے، نظام یمنی نے اس کتاب کے کچھ اجزاء، لطائف اشرفی میں اصطلاحات صوفیہ کے نام سے شامل کیے ہیں، اس کے علاوہ بھی اس سے متعدد جگہ استفادہ کیا گیا ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۱) روم، عراق، و حجاز کا سفر کیا، آپ کے بعض شطحیات کی وجہ سے آپ کے بہت سے مخالفین پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے آپ کو قید و بند کی مصیبت جھیلنی پڑی، پھر ایک شخص علی بن فتح البجائی کی کوششوں سے قید سے رہا ہوئے، اس کے بعد دمشق میں مقیم ہو گئے اور وہیں وفات پائی، نسبت ارادت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے حاصل کی، آپ کا شمار ائمہ متکلمین میں ہوتا ہے، ذہبی نے آپ کو قدوۃ القائلین بوحدۃ الوجود لکھا ہے، آپ کی تصنیفات کی تعداد باختلاف روایت چار سو سے پانسو تک پہنچی ہے، جن میں مندرجہ ذیل کتابیں طبع ہو چکی ہیں:-

(۱) الفتوحات المکیہ (دس جلدوں میں) (۲) محاضرۃ الابرار و مسامرۃ الاخیار (دو جلدوں میں) (۳) دیوان شعر (۴) فصوص الحکم (۵) مفاتیح الغیب (۶) التعریفات (۷) عنقاء مغرب (۸) انشاء الدوائر (۹) کنہ ما لابد للمرید منہ (۱۰) مواقع النجوم ومطالع اہلۃ الاسرار والعلوم (۱۱) الانوار (۱۲) شجرۃ الکون (۱۳) نتائج الاذکار والاخلاق (۱۴) عقلۃ المستوفز (۱۵) التجلیات (۱۶) الاربعون صحیفۃ من الاحادیث القدسیہ۔ (دیکھئے فوات الوفیات ج ۲ ص ۲۴۱، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۰۸، لسان المیزان ج ۵ ص ۳۱۱، شذرات الذہب ج ۵ ص ۱۹۰، مراۃ الجنان ج ۴ ص ۱۰۰

(۷) **ترجمۂ عوارف**:- اس سے مراد مصباح الہدایہ ومفتاح الکفایہ ہے، اگرچہ اس کتاب کا نام لطائف اشرفی میں نہیں ملتا لیکن لطائف اشرفی کا اس کتاب سے مقابلہ کرنے پر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ترجمۂ عوارف سے مراد ترجمۂ عزالدین[1] محمود کاشانی ہے جو مصباح الہدایہ ومفتاح الکفایہ کے نام سے موسوم ہے، اس کے بعض ابواب کی عبارتیں لطائف اشرفی میں لفظ بلفظ ملتی ہیں،

مصباح الہدایہ کا ذکر عوارف المعارف کے فارسی ترجمہ کی حیثیت سے کیا جاتا ہے لیکن دراصل یہ کتاب اس کا براہ راست ترجمہ نہیں ہے، بلکہ اس کے اکثر مضامین اس میں شامل ہیں، کہیں صرف ترجمہ ہے اور کہیں اس کے مطالب کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہیں ایجاز ہے اور کہیں اطناب، شیخ سہروردی کی بیان کردہ حکایات اور روایات کو بھی اکثر نظرانداز کر دیا گیا ہے، کتاب کی ترتیب اور فصول کے قائم کرنے کا طرز بھی جداگانہ ہے،

---

[1] شیخ عزالدین محمود بن علی کاشانی (م ۷۳۵ھ) کا شمار ایران کے آٹھویں صدی ہجری کے مشہور علماء وصوفیہ میں ہوتا ہے۔ آپ سہروردی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مشہور بزرگ نورالدین عبدالصمد ابن علی الاصفہانی نطنزی (م ۶۹۹ھ) کے شاگرد اور خلیفہ ہیں، آپ نے شیخ ظہیرالدین عبدالرحمٰن ابن شیخ نجیب الدین علی بن بزغش شیرازی (م ۷۱۶ھ) سے بھی فیض صحبت حاصل کیا۔ (نفحات الانس، تصحیح مہدی توحیدی پور، ص ۴۸۱)

شیخ نورالدین عبدالصمد اور شیخ ظہیرالدین عبدالرحمٰن دونوں ہی شیخ نجیب الدین علی بن بزغش شیرازی کے شاگردوں میں سے تھے۔ اور شیخ نجیب الدین شیخ شہاب الدین سہروردی (۵۳۹ھ۔ ۶۳۲ھ) کے شاگردوں میں سے تھے۔

(نفحات الانس ص ۴۰۰، ۴۰۴ و ۴۰۳، ۴۷۳)

(۸) **چہل مجلس اور العروہ** :- العروہ کا پورا نام "عروہ لاہل الجلوہ و الخلوہ" ہے، یہ شیخ علاء الدولہ[1] سمنانی کی تصنیف ہے، جو ۷۲۲ھ میں لکھی گئی، چہل مجلس شیخ علاء الدولہ سمنانی کے

---

[1] احمد بن محمد بن احمد بن محمد بیابانکی ملقب بہ علاء الدولہ و رکن الدین و ابو المکارم، سمنان کے ایک قریہ بیابانک میں ذی الحجہ ۶۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۷ سال کی عمر میں ۲۲ رجب ۷۳۶ھ کو وفات پائی، اور سمنان کے قریہ صوفی آباد میں مدفون ہوئے، ان کے والد محمد ملقب بہ ملک شرف الدین غازان خاں (۶۹۴ھ - ۷۰۳ھ) کے عہد حکومت میں ذی الحجہ ۶۹۳ھ سے ذیقعدہ ۶۹۵ھ تک وزارت کے عہدہ پر فائز رہے، چچا ملک جلال الدین اور ماموں رکن الدین صائن، ارغون خاں (۶۸۳ھ - ۶۹۰ھ) کے ندماء میں تھے، پندرہ سال کی عمر میں شیخ علاء الدولہ اپنے چچا ملک جلال الدین کے توسط سے ارغون خاں کے دربار میں داخل ہوئے اور دیوانی کے فرائض انجام دینے لگے، اپنی لیاقت اور ذہن شناسی کے سبب بادشاہ کے خاص منظور نظر ہو گئے۔ ۶۸۳ھ میں ۲۴ سال کی عمر میں شاہی ملازمت ترک کر کے راہ سلوک اختیار کی، ۶۸۶ھ میں شیخ عبد الرحمن اسفرائینی سے نسبت ارادت حاصل کی، آپ کا شمار وقت کے مشاہیر صوفیہ میں تھا، اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں:-

ہر رند کہ در مصطبہ مسکن دارد — بوی ز من سوختہ خرمن دارد
ہر جا کہ سیہ گلیم و آشفتہ دلیست — شاگرد من است و خرقہ از من دارد

آپ کی متعدد منثور و منظوم تصنیفات ہیں، الدرر الکامنہ میں آپ کی تصانیف کی تعداد تین سو تک بتائی گئی ہے، جن میں سے صرف یہ کتابیں پائی جاتی ہیں:-

(۱) مطلع النقط و مجمع اللقط (عربی) اس میں قرآن کی چند سورتوں کی تفسیر صوفیانہ انداز میں کی گئی ہے، (۲) سر البال فی اطوار سلوک اہل الحال (فارسی) مختصر رسالہ ہے، (۳) سلوۃ العاشقین (فارسی) ایک مختصر رسالہ ہے (۴) مشارع ابواب القدس و مراتع الانس (عربی) اسکا موضوع حکمت و کلام ہے۔

(باقی حاشیہ ص ۲۵۵ پر)

ملفوظات کا ایک مختصر مجموعہ ہی جسے انکے مرید شیخ اقبال سیستانی نے جمع کیا، اپنی ابتدائی زندگی میں حضرت سید اشرف خود شیخ علاء الدولہ سمنانی کی صحبت میں رہ چکے تھے، اور آپنے ان سے سلوک کی تعلیم بھی حاصل کی تھی، لطائف اشرفی میں شیخ علاء الدولہ کے جو اقوال و بیانات ہیں وہ شیخ کی دونوں مذکورہ کتابوں میں لفظ بلفظ ملتے ہیں، اگرچہ ان دونوں کتابوں کا کہیں نام نہیں لیا گیا ہے، البتہ العروہ کا نام صرف ایک جگہ آپکے مکتوب میں ملتا ہے۔

(۹) **روض الریاحین فی حکایات الصالحین** :- یہ امام عبد اللہ یافعی[۱] کی تصنیف ہے، لطائف اشرفی میں صرف مصنف کا نام لیا ہے، تصنیف کا نام نہیں بتایا گیا ہے، لیکن لطائف اشرفی اور روض الریاحین کے تقابلی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام یافعی کی کتاب سے مراد روض الریاحین ہی ہے، اس کتاب کے اقتباسات لفظ بلفظ لطائف اشرفی میں ملتے ہیں،

بقیہ حاشیہ ص ۴۴۴) (۵) مناظر المحاضر لمناظر الحاضر (عربی) یہ رسالہ واقعۂ غدیر خم وغیرہ پر لکھا گیا ہے۔ (۶) العروہ لاہل الخلوہ والجلوہ (فارسی) تصوف پر ہے۔ (۷) چہل مجلس (فارسی) ملفوظات کا مختصر مجموعہ ہے۔

(دیکھئے العروہ فصل اول باب ششم، تاریخ گزیدہ تحفیص در ترجمۂ انگریزی از براؤن ص ۴۴۴، حبیب السیر ج ۳ ص ۳۰۲، الدرر الکامنہ ابن حجر عسقلانی، شرح احوال علاء الدولہ سمنانی از سید مظفر حیدر وغیرہ)

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] عبد اللہ ابن اسعد بن علی الیافعی عدن میں پیدا ہوئے، یافعی بنی یافع سے منسوب ہے، آپ شافعی مسلک کے پیرو تھے۔ ۷۶۸ھ میں وفات پائی، حضرت سید اشرف نے آپسے ملاقات کی تھی اور علمی استفادہ بھی کیا تھا، آپ کی متعدد تصانیف ہیں، جن میں سے کچھ یہ ہیں:

مرآۃ الجنان، الدر النظیم فی بیان فضائل القرآن العظیم، نشر المحاسن الغالیہ فی فضل المشائخ الصوفیہ واصحاب المقامات العالیہ، اسنی المفاخر فی مناقب شیخ عبد القادر اور روض الریاحین فی حکایات الصالحین۔

(دیکھئے الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۲۴۷، ۴۴۳، شذرات الذہب ج ۶، ص ۲۱۰، طبقات الشافعیہ ج ۶ ص ۱۰۳، وغیرہ)

اگرچہ لطائف اشرفی میں بنیادی طور پر تصوف کے مسائل سے بحث ہے، لیکن ان مباحث
کے ضمن میں بہت سے صوفیہ کے تذکرے بھی آئے ہیں، اس کے علاوہ ایک باب صرف صوفیہ
کے تذکروں ہی پر ہے، جس میں ہندوستان کے صوفیہ کا بھی ذکر ہے، ہندوستان کے صوفیہ کے
تذکرے کے لحاظ سے یہ کتاب قدیم ترین تذکروں میں شمار کیے جانے کے قابل ہے۔

لطائف اشرفی مختلف صدیوں میں تصوف اور تذکرۂ صوفیہ کی کتابوں کا ماخذ رہی
ہے، جس سے اس کی مقبولیت اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، ان میں سے دو کتابیں خاص طور
سے قابل ذکر ہیں، ایک نفحات الانس اور دوسری مرآۃ الاسرار۔

نفحات الانس مولانا جامی کی مشہور تالیف ہے جو ۸۸۳ھ میں مکمل ہوئی، اگرچہ جامی
نے لطائف اشرفی کا کہیں نام نہیں لیا ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ جامی کے پیش نظر
یہ کتاب تھی، اور انھوں نے اس سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے، اس مسئلہ پر راقم الحروف
نے تفصیلی بحث کی ہے، جو مجلہ معارف جنوری، فروری ۱۹۷۶ء میں شائع ہو چکی ہے، اس بحث

سے چند باتیں ہم یہاں نقل کرتے ہیں :

(۱) لطائف اشرفی، نفحات الانس سے کوئی سو برس پہلے وجود میں آچکی تھی، اس کا نجوت حضرت سید اشرفؒ کے خطوط سے ملتا ہے، اور اس بات کے قرائن موجود ہیں کہ اس زمانے میں اس کا ہرات تک پہنچنا بالکل ممکن تھا۔

(۲) لطائف اشرفی اور نفحات الانس میں بعض ان صوفیہ کا ذکر یکساں الفاظ میں ملتا ہے، جو حضرت سید اشرف کے معاصرین و مصاحبین میں تھے، اس لیے ان صوفیہ کے تذکرے کے اصل اور قدیم ترین ماخذ کی حیثیت لطائف اشرفی کو حاصل ہونی چاہیے، نہ کہ نفحات الانس کو۔ مثلاً

(الف) شیخ ابو الوفا خوارزمی (م ۸۳۵ھ) جو مدت دراز تک حضرت سید اشرف کی صحبت میں رہے تھے، ان کے بارے میں نفحات الانس اور لطائف اشرفی میں یکساں الفاظ میں ذکر ملتا ہے،

(ب) حضرت سید اشرفؒ ایک عرصہ تک شیخ علاء الدولہ سمنانی کی صحبت میں رہ چکے تھے، اور سلوک کی ابتدائی تعلیم آپ ہی سے حاصل کی تھی، شیخ علاء الدولہ سمنانی کے بارے میں لطائف اشرفی میں جو بیان ہے تقریباً وہی بیان ان ہی الفاظ میں نفحات الانس میں بھی موجود ہے، اس کے علاوہ لطائف اشرفی میں مسئلۂ وحدۃ الوجود پر ایک بیان شیخ علاء الدولہ سمنانی کی کتاب العروہ لاہل الجلوہ والخلوہ سے ماخوذ ہے، مگر یہاں لطائف اشرفی کی زبان العروہ سے مختلف ہے، یہی مسئلہ نفحات الانس میں بھی منقول ہے، اور اس کی زبان لطائف اشرفی کی زبان سے ملتی ہے نہ کہ العروہ کی زبان سے۔ اگر جامی کے سامنے العروہ ہوتی تو اس کی زبان العروہ سے ملنی چاہئے تھی نہ کہ لطائف اشرفی سے۔ واضح رہے کہ حضرت

سید اشرفؒ نے العروہ کا ذکر اپنے مکتوب میں کیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے العروہ کا مطالعہ کیا تھا۔

(۳) شیخ علاء الدولہ سمنانی اور شیخ عبدالرزاق کاشانی میں مسئلہ وحدۃ الوجود پر شدید اختلاف تھا، اس مسئلہ پر دونوں میں خط و کتابت ہوئی تھی۔ شیخ کاشانی نے شیخ علاء الدولہ سمنانی کے عزیز و خلیفہ شیخ اقبال سیستانی سے مسئلہ وحدۃ الوجود اور شیخ ابن العربی کے متعلق شیخ علاء الدولہ کی رائے دریافت کی۔ اس مذاکرے میں حضرت سید اشرف خود موجود تھے، اس گفتگو کی جو تفصیل حضرت سید اشرف نے بیان کی ہے بجنسہٖ وہی نفحات الانس میں بھی ہے، اس لیے اسکے اصل ماخذ ہونے کا دعویٰ لطائف اشرفی ہی کر سکتی ہے۔

(۴) مقدمۂ نفحات الانس کی تمام عبارتیں لطائف اشرفی کے مختلف لطیفوں میں ملتی ہیں اور نفحات میں صرف ان ہی ماخذ کا ذکر کیا گیا ہے جن کا ذکر لطائف اشرفی میں ملتا ہے، اور جن کے ماخذ کے بارے میں لطائف اشرفی خاموش ہے، وہاں نفحات نے بھی خاموشی اختیار کی ہے؛ یہاں یہ کہنا کہ ہو سکتا ہے کہ لطائف اشرفی ہی کی عبارتیں الحاقی ہوں، محض ایک گمان ہے جو کسی دلیل پر مبنی نہیں، اور یہ یقین کرنے کے لیے کہ نفحات الانس میں لطائف اشرفی سے خوشہ چینی کی گئی ہے، قرائن موجود ہیں۔

مقدمۂ نفحات الانس کی عبارتیں لطائف اشرفی میں مربوط انداز میں کسی ایک لطیفہ میں نہیں ہیں بلکہ مختلف لطیفوں میں مختلف سوالات کے جوابات کے طور پر مندرج ہیں، اس لیے اگرچہ یہ عبارتیں منتشر انداز میں ہیں لیکن برمحل ہیں، ان تمام عبارتوں کو لطائف اشرفی جیسی ضخیم کتاب میں الحاقی قرار دینا بعید از قیاس ہے، ان تمام عبارتوں کا ٹھیک ٹھیک اپنی جگہ پر ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ مصنف کی عبارتیں ہیں، اس کے برعکس نفحات الانس کا مقدمہ ترتیب دینے کے لیے لطائف اشرفی کے منتشر مضامین کو یکجا مرتب کر دینا آسان تھا اور یہ بات

بعید از قیاس بھی نہیں۔

دوسری اہم کتاب مرآۃ الاسرار ہے جو شاہجہاں (م ۱۰۷۶ھ) کے عہد میں ۱۰۶۵ھ میں مکمل ہوئی، اس تصنیف کا آغاز ۱۰۴۵ھ میں ہوا، مولف کا نام عبدالرحمن چشتی ہے جو ردولی[1] کے رہنے والے تھے۔ مولف نے بادشاہ وقت کا نام اس طرح لیا ہے:

"تا امروز یکجائی او (تیمور گورگان) سلطان العادل و باذل و عارف شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ نور افشر بادشاہ در مملکت موروثی متصرف است از انجمت بخطاب صاحبقران ثانی موسوم گشت۔" (ورق ۷)

مولف نے اپنی کتاب کے ماخذ میں ۲۸ کتابوں کے نام لیے ہیں، ان میں سے ایک لطائف...

یہ کتاب ایک مقدمہ، ۲۳ طبقات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں محفوظ ہے، اس نسخہ میں کل ۳۹۲ اوراق ہیں۔

شیخ عبدالرحمن چشتی بن عبدالرسول بن قاسم بن شاہ بدھ عباسی العلوی ردولی کے شیخ احمد عبدالحق خلیفہ شیخ جلال پانی پتی (م ۸۳۴ھ) کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔[2]

---

[1] معارف: اس بیان میں مضمون نگار سے کئی تسامح ہوئے ہیں، شیخ عبدالرحمن چشتی کا وطن نہ ردولی تھا اور نہ وہ شیخ احمد عبدالحق ردولوی کے خاندان سے تھے، ان کا اصل وطن سترکھ (بارہ بنکی) تھا، امیٹھی اور رسول پور وغیرہ سے بھی ان کا تعلق رہا، ردولی اور شیخ احمد عبدالحق ردولوی سے ان کا تعلق صرف یہ تھا کہ وہ مخدوم حسن ردولوی کے پچھلے سجادہ نشین شیخ حمید کے مرید اور خلیفہ تھے، ان سے کوئی نسبی تعلق نہ تھا۔ شیخ عبدالرحمن عباس بن علی کی اولاد سے یعنی علوی تھے اور مخدوم حسن ردولوی حضرت عمر کی اولاد سے یعنی فاروقی تھے، یہ تمام حالات مرآۃ الاسرار میں موجود ہیں، معلوم ہوتا ہے مضمون نگار نے یا اس کو غور سے نہیں پڑھا یا ریو کے بیان پر اعتماد کرکے لکھ دیا ہے جو غلط ہے اور خود مرآۃ الاسرار سے اس کی تردید ہوتی ہے، اس کا قلمی نسخہ دارالمصنفین میں بھی موجود ہے۔

عبدالرحمٰن چشتی نے ۱۰۳۲ھ میں خود حضرت سید اشرف کے مقبرے کی زیارت کی اور
یہاں کے بعض مشاہدات اپنی کتاب میں قلمبند کیے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود ایک
بزرگ صوفی تھے، اس وقت کچھوچھہ میں سید حسن شریف بن سید علی بن سید محمود بن سید حاجی
بن سید جعفر عرف شاہ لاڈ بن حضرت میر سید حسین بن سید عبدالرزاق نورالعین سجادہ نشین تھے،
(مرآۃ الاسرار ورق ۳۴۰)

عبدالرحمٰن چشتی لکھتے ہیں کہ سید حسن شریف نے نماز تہجد کے وقت انھیں ایک خرقہ
عنایت کیا، جو حضرت سید جلال بخاری سے حضرت سید اشرف کو ملا تھا، اسکے بعد ایک
خرقہ اور عنایت کیا اور بتایا کہ یہ خرقہ حضرت سید اشرف کے زمانے سے ابتک بطور امانت
چلا آرہا تھا، شب میں ان کے والد سید علی نے خواب میں انھیں ہدایت کی کہ یہ خرقہ عبدالرحمٰن
کی امانت ہے، اسے ان کے حوالہ کردو۔ (مرآۃ الاسرار، ورق ۳۴۱)

مرآۃ الاسرار وہ قدیم ترین کتاب ہے جس میں کچھوچھہ کے کچھ بزرگوں کا ذکر ملتا ہے
مرآۃ الاسرار کے علاوہ عبدالرحمٰن چشتی کی دوسری تالیفات یہ ہیں:
"مرآۃ مداری (سوانح شیخ بدیع الدین مدار)، مرآۃ مسعودی (سوانح سید سالار مسعود غازی)
اور سنسکرت سے کچھ عرفانی اشعار کا فارسی میں ترجمہ (فارسی مخطوطات برٹش میوزیم مرتبہ چارلس ریو
ج اول ۱۸۸۳ء ص ۷)

ہندوستان میں لکھی گئی تصوف کی کتابوں میں صرف لطائف اشرفی کو یہ خصوصیت حاصل
ہے کہ وہ تصوف کے تقریباً تمام مسائل پر حاوی ہے، اس کے علاوہ اس کی بعض اور خصوصیات
بھی ہیں، جن کی بنا پر یہ تصوف کی دوسری کتابوں سے ممتاز ہے، تصوف کی یہ پہلی کتاب
ہے جس میں بادشاہوں کے فرائض اور ذمہ داریوں پر کسیقدر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

۱۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی کتاب Some Aspects of Religion and Politics in India during 13th century P.248 میں سیر الاولیا کے حوالے سے چشتی صوفیہ کے مرشد دو جملے نقل
(زبانی حاشیہ میں ۲۴۸)

جہاں اس طرح کے افکار سے صوفیہ قطعی بے اعتنائی برت رہے ہوں، حضرت سید اشرف کا خصوصیت سے اس طرف توجہ کرنا آپ کی فعال شخصیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سلسلے میں آپکے ارشادات کا خلاصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

"سلطنت کے امور میں رائے دینے کے لیے ایک مجلس مشاورت ہونی چاہیے جو ملک کے اصحاب رائے اور سربرآوردہ لوگوں پر مشتمل ہو۔ مشورہ کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ عقلاء کے مشورے سے خیر ظاہر ہوجاتا ہے، کیونکہ عقول انسانی میں تفاوت کا ہونا ضروری ہے اور اختلاف رائے سے جو تدبر حاصل ہوتا ہے ان سے ان امور کی عقدہ کشائی ہوجاتی ہے جہاں تلوار کام نہیں دیتی اور اگر رائے کی احتیاج نہ بھی ہو تب بھی عوام کو مطمئن کرنے کے لیے ان کے سربرآوردہ لوگوں سے رائے لینا ضروری ہے۔"

طرز جہانبانی میں حضرت سید اشرف کی رائے موجودہ جمہوریت کے منافی ہے، ان کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ بادشاہ کو مجلس مشاورت کی اکثریت کے ذریعے طے شدہ رائے کا پابند ہونا ضروری نہیں ہے۔ نظام یمنی لکھتے ہیں:

"بعض عقلا کا خیال ہے کہ مشاورت میں نقصان ہے، کیونکہ اس سے افشائے راز ہوتا ہے، حالانکہ یہ عین کتمان ہے، کیونکہ اختلاف رائے کی موجودگی میں کسی کو نہیں معلوم ہوسکتا ہے کہ بادشاہ کس رائے پر عمل کرے گا۔"

"چار چیزوں سے ملک میں فساد برپا ہوتا ہے: اول بادشاہ کے عیش پرستی سے، دوسرے مقربین کے ساتھ بدخلقی سے پیش آنے سے، تیسرے مجرموں کو سزا دینے میں مبالغہ کرنے سے مثلاً ایک مجرم تازیانہ کا مستحق ہو لیکن اسے قتل کا حکم دیدیا جائے، چوتھے رعایا پر مسلسل ظلم سے

(بقیہ حاشیہ ص ۴) کیے ہیں جو ملکی سیاست سے تعلق رکھتے ہیں: (۱) ملک بوزیر خدا ترس ضبط کن (سیر الاولیاء ص ۱۱۰)
(۲) حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میفرماید اگر پیرزنی در بلاد مملکت بفاقہ بخسپد، روز قیامت آن شاہ وصد تنا دامن والی خود بگیرد (سیر الاولیاء ص ۱۱۱)

اس کے بعد ترجمۂ اردشیر بابکان[1] سے یہ عبارت نقل کی ہے:

لا ملك الا بالرجال ولا رجال
الا بالمال ولا مال الا بالعمارة
ولا عمارة الا بالعدل ولا عدل
الا بالسياسة

یعنی آدمیوں کے بغیر ملک کی کوئی حیثیت نہیں
اور آدمی مال و دولت ہی سے مل سکتے ہیں
اور مال و دولت ملک کی آبادکاری سے
حاصل ہو سکتی ہے اور آبادکاری عدل و انصاف
کے قیام سے ہوتی ہے، اور عدل و انصاف
کا قیام سیاست سے ہوتا ہے۔

بادشاہ کے روزمرہ کے مشاغل کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"بادشاہ کو صبح کی نماز کے بعد دن چڑھے تک یادِ الٰہی میں مصروف رہنا چاہیے، پھر علماء اور صلحاء سے ملنا چاہیے، اور ان سے عدل و احسان کے متعلق استفسار کرنا چاہیے، اس کے بعد وزراء اور ندماء کو باریابی کا حکم دینا چاہیے، اور ان سے ان کے فرائض اور ملکی احوال کے بارے میں اطلاعات حاصل کرنا چاہیئے، اس کے بعد اگر کسی دوسری مملکت کا کوئی امیر ملنا چاہتا ہو تو اسے ملنے کی اجازت دینی چاہیے لیکن حتی الامکان اس سے بالمواجہ گفتگو نہیں کرنی چاہیے بلکہ درمیان میں کوئی واسطہ ہونا چاہیے، بادشاہ کا سارا مال صرف رعایا کی بہبودی کے لیے ہے، رعایا کی بہبودی میں خدا بھی تبالی

[1] اردشیر بابکان صوبۂ فارس میں ایک چھوٹی سی ریاست کا حاکم تھا، ۲۲۳ء میں اس نے اشکانیوں (۲۴۹ قم تا ۲۲۴ء) کے خلاف بغاوت کر دی اور تھوڑے ہی دنوں میں ایران کے تمام مشرقی صوبوں پر قابض ہو گیا، ۲۲۶ء میں اشکانی پایۂ تخت طیسفون پر قبضہ کر کے اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا، ۲۴۱ء تک بقید حیات رہا، اس میں جہانداری کا خداداد ملکہ تھا، اس کے کارناموں کے متعلق ساسانیوں کے آخری عہد میں ایک تاریخ مرتب کی گئی ہے جس کا نام کارنامک ارتخشتر پاپکان ہے، جسے موجودہ فارسی میں کارنامہ اردشیر بابکان کہتے ہیں، اس کتاب کا پہلوی نسخہ موجود ہے۔
(دیکھئے تاریخ ایران ج اول ص ۳۹۲ و ۳۹۸ از سائیکس (انگریزی)

نہیں کرنا چاہیے۔[1]

یہ صحیح ہے کہ دوسرے صوفیہ کی طرح حضرت سید اشرف بھی ملوکیت کے خلاف کچھ کہنے سے خاموش نظر آتے ہیں، لیکن جہاں ملوکیت کے خلاف کسی رائے کا اظہار ناممکن ہو اور اس سے بجائے صلاح کے فساد کا امکان ہو، تو صرف یہی ایک صورت رہ جاتی ہے کہ بادشاہ کی اصلاح کی جائے تاکہ مملکت اصلاح پذیر ہو سکے، حضرت سید اشرف بھی اسی اصول پر عمل پیرا تھے۔ ہوشنگ خاں شاہ مالوہ کے نام آپ نے جو خط[2] لکھا ہے اس سے اس کا پتہ چلتا ہے، اس خط میں اور بھی زیادہ تفصیل سے ہوشنگ خاں کو بادشاہ کے فرائض سے آگاہ کیا گیا ہے، ابراہیم شاہ شرقی جس کے دور کو مورخین نے عدل و سیاسی استحکام، امن اور علم و فضل میں سلطنت شرقی کا سنہری دور لکھا ہے، حضرت سید اشرف کا نہایت معتقد تھا، اور آپ سے اس کی خط و کتابت بھی تھی، مکتوبات اشرفی میں ابراہیم شرقی کے نام تین خطوط ملتے ہیں، ایک خط[3] ابراہیم شاہ کے اس سوال کے جواب میں ہے جس میں اس نے دریافت کیا تھا کہ علاء الدین خوارزم شاہ کی شکست کے کیا اسباب تھے، اور چنگیز خاں نے کیوں حملہ کیا تھا۔ دوسرا خط[4] اس کے اس خط کے جواب میں ہے جس میں اس نے بنگال کے راجہ کنس پر چڑھائی کے بارے میں اجازت طلب کی تھی، کنس کے مظالم حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے، اس لیے آپ نے اس کے ظلم

---

[1] لطائف اشرفی جلد دوم ص ۱۶۵ تا ۱۶۸ [2] مکتوبات اشرفی مکتوب نمبر ۲۸، یہ خط ہوشنگ کی رسم تاجپوشی کے بعد لکھا گیا ہے۔ اس کی تخت نشینی کا سال ۸۰۸ھ یا ۸۱۰ھ ہے۔ دیکھیے طبقات اکبری ج ۳ ص ۲۹۰-۲۹۱ اور تاریخ فرشتہ ج ۲ باب پنجم [3] مکتوبات اشرفی، مکتوب نمبر ۲۶ [4] مکتوبات اشرفی مکتوب نمبر ۴۵، یہ خط ۸۱۷ھ اور ۸۲۱ھ کے ما بین لکھا گیا جو کنس کا دور حکومت ہے۔ کنس کے دور حکومت کے لیے دیکھیے تاریخ بنگال ج ۲ ص ۱۱۶-۱۲۹ از جادو ناتھ سرکار نیز مجلہ معارف مارچ ۱۹۲۶ء "تاریخ پیدائش و وفات سید اشرف سمنانی" از سید وحید اشرف)

کے قلع قمع کرنے پر اصرار کیا اور فتح کے لئے دعائیں دیں۔[1]

صوفیہ میں عام طور پر مشہور ہے کہ "بئس الفقیر علی باب الامیر ونعم الامیر علی باب الفقیر"۔ یعنی وہ فقیر بہت برا ہے جو امیر کے در پر جائے اور وہ امیر بہت اچھا ہے جو فقیر کے دروازے پر جائے، اس لیے عام طور پر صوفیہ بادشاہوں اور امیروں سے ملنا فقر کے منافی سمجھتے تھے، لیکن حضرت سید اشرف فرماتے ہیں کہ یہاں در اصل طمع سے منع کیا گیا ہے، اور وہ فقیر ہی نہیں جو طمع رکھتا ہو، کیونکہ یہ توکل کے منافی ہے، اور جہاں تک امیر کا تعلق ہے فقیر سے ملنا اسکے لیے لازم ہے، کیونکہ یہ اکتساب سعادت ہے، حضرت سید اشرف ایک صوفی کا بادشاہ اور امرا سے ملنا ضروری سمجھتے تھے، اپنے نظریہ کی حمایت مختلف دلائل سے پر زور انداز میں کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ یا عادل ہوگا یا ظالم۔ اگر عادل ہوگا تو اس سے ملنا عین سعادت ہے اور اگر ظالم ہے تو اس سے ملنا اور اس کی اصلاح کی کوشش کرنا واجب ہے۔[2]

---

[1] جادوناتھ سرکار نے اپنی کتاب تاریخ بنگال (ج دوم ص ۱۱۹ - ۱۲۹) میں کنس کے نام اور اسکے ظالمانہ رویہ سے انکار کیا ہے، اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ کوئی ہندو اپنے بیٹے کا نام کنس نہیں رکھ سکتا، یہ لفظ گنیش ہوگا جسے غلطی سے کنس پڑھ لیا گیا، لیکن مکتوبات اشرفی جادوناتھ سرکار کے اس بیان کی تردید کرتی ہے، حضرت سید اشرف نے مکتوبات اشرفی (مکتوب نمبر ۴۵) میں شیخ نور پنڈوی کے کچھ اشعار نقل کیے ہیں، جن میں کنس کے مظالم کا تذکرہ ہے، اس میں کنس رائے استعمال ہوا ہے، ممکن ہے کہ اس کا نام کنس نہ رہا ہو اور اسکے مظالم کی وجہ سے وہ کنس کے خطاب سے مشہور ہو گیا ہو، اس نظم کے چند اشعار یہ ہیں:

چراغِ دین و اسلام و ہدایت — کہ می افروختہ ہر گوشہ از نور
نشست از باد کفر کنس رائی — فروزاں حسرت احباء منصور (کذا)
بنوعی میرسد بر ہر کسی جور — کہ نارد کرد شرحش خامہ مذکور

[2] لطائف اشرفی ج ۲ ص ۱۰۸

تصوف وسلوک کی راہ اور ریاضت ومجاہدہ کی مشق آپ کی عملی سرگرمیوں میں حارج نہیں تھی، بلکہ آپ کا یہ نظریۂ تصوف ہی تھا جس نے آپ کو عملی زندگی میں بھی لاکر کھڑا کر دیا تھا، آپ کے خلفاء میں علماء، صوفیہ، امراء اور غرباء سبھی شامل تھے، اور آپ کی تعلیم ہر ایک کے حسب حال ہوتی تھی، آپ کا قول ہے کہ حشمة الملوک ظل من الالوهية اسی لیے جب بعض حاکموں نے امارت ترک کر کے فقیری اختیار کرنی چاہی تو آپ نے منع کیا اور فرمایا کہ دولت وجاہ راہ معرفت میں ہمیشہ حارج نہیں ہوتے۔[1]

آپ کے صوفیانہ افکار کا اس مضمون میں احاطہ کرنا نہ مقصد ہے اور نہ یہ ممکن ہے، اس لیے یہاں آپ کے ان اقوال میں سے صرف چند کو پیش کر دینا نامناسب نہ ہوگا، جو آپ کے فکری رجحان اور عملی زندگی کے رخ کو پیش کرتے ہیں۔

تمام اکابر صوفیہ نے علم شریعت کا حاصل کرنا ضروری قرار دیا ہے لیکن آپ نے یہاں تک اس کی تاکید فرمائی ہے

(۱) اگر کسی بداند کہ در عمر وی بیش از یک ہفتہ نماندہ است بباید کہ بعلم فقہ اشتغال نماید چہ دانستن یک مسئلہ از علوم دین بہتر از ہزار رکعت نماز نافلہ است۔[2]

یعنی اگر کسی کو یہ علم ہو جائے کہ اس کی زندگی میں صرف ایک ہفتہ باقی رہ گیا ہے تو اسے تحصیل علم فقہ میں مشغول ہو جانا چاہیے، کیونکہ علم دین کا ایک مسئلہ جاننا ہزار رکعت نفل نماز سے بہتر ہے۔

(۲) ولی کی ایک ضروری شرط یہ ہے کہ وہ قول، فعل اور اعتقاد میں رسول کا تابع ہو۔

---

[1] لطائف اشرفی، اول لطیفہ پانزدہم [2] ایضاً

"یکی از اہم شرائط ولی است کہ تابع رسول علیہ السلام قولاً و فعلاً و اعتقاداً بود۔"[1]

(۳) طریقت عین شریعت ہے

"حضرت قدوۃ الکبریٰ میفرمودند اتفاقاً در ملک روم یکی از معاندان مذہب اہل سنت وجماعت و مخالفان مشرب صناوید بدین و دیانت ملاقات شد، او ترجیح طریقت کردی بر شریعت، در جواب او گفتہ شد کہ اے عزیز اگر شما یک لفظا یاد کنید کہ در شریعت نباشد اعتراف نمایم بآنکہ شریعت غیر طریقت است۔"[2]

(۴) فقرا کے لیے کسب معاش ضروری ہے،

"مراد از قطع تعلقات و عدم تملکات کہ مشائخ فرمودہ اند مراحل ارشاد را ترک زیادتی اموال و ادخار منال است نہ آنکہ مجرد شیخ میباید کہ محتاج بود چہ آنکہ عمدۃ کہ ما یحتاج اصحاب و طلاب است مہیا داشتن شیخ را اہم است تا تفرقہ در کار نبود و جمعیت بربستہ بجمعیت خاطر از ممر ماکولات و ملبوسات است۔"[3]

(۵) وصول الی اللہ کا مطلب کمال قرب و نیابت الٰہی ہے، نہ کہ اسکی ذات میں تصرف۔

"مقصود سالکان معارج تحقیق و رہ نوردان مدارج توفیق این نبود کہ در دریای احدیت مستغرق گردند و راہ صحرای الہیت مطلق سپرند بلکہ کمال در سلوک آنست کہ سالک بعین ثابتہ خود و معبود علیہ خود با احکام جاریہ اُنہا متحقق گردد چنانچہ در سلطنت مجازی کہ ہرچند قرب صوری کسی را پیش پادشاہ زیادہ بود و با دوصاف حضور آمادہ مقصود آن مقرب آن نبود کہ در ذات او متصرف شود بلکہ کمال قرب و نتیجۂ وی آن بود کہ بمنصب وزارت و نیابت یا صدارت مشرف گردد

---

[1] لطائف اشرفی ج اول ص ۱۲۱ [2] ایضاً [3] ایضاً ص ۱۸۶

واین منصب خاص عرفا است۔ پس وصول بذات صرف او بہیچ‌اں تصوّبا ید کرد۔"[1]

(۶) محبت خلق عقیدۂ وحدۃ الوجود کا لازمی نتیجہ ہے۔

"اظہار خوارق ایں طائفہ باختیار نفرمودہ اند مگر آنکہ از براطمینان قلب طالب وشمار خود نسازد، چوں بروحدت وجود رسیدہ تصرف ایذا ہر کنند وبار محنت بردل کدام کس نہند۔"[2]

لطائف اشرفی کے کئی اور اہم پہلو ہیں جس کا مطالعہ مختلف نقطۂ نظر سے کرنے کی ضرورت ہے، اس مضمون میں ہمارا مقصد صرف تصوف کی کتاب کی حیثیت سے اس کی امتیازی خصوصیات پر روشنی ڈالنا تھا، جس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) لطائف اشرفی تصوف کی مستند کتابوں پر مبنی، تصوف کی تمام بنیادی کتابوں کی جامع اور ان کے تقریباً تمام اہم مسائل پر حاوی ہے۔

(۲) لطائف اشرفی میں صوفیہ کے تذکرے بھی ہیں اور یہ کتاب ہندوستانی صوفیہ کے قدیم ترین تذکروں میں شمار کیے جانے کے قابل ہے۔

(۳) لطائف اشرفی تصوف اور تذکرے کی کتابوں کا ماخذ بھی رہی ہے جن میں نفحات الانس اور مرآۃ الاسرار شامل ہیں۔

(۴) یہ تصوف کی پہلی ہندوستانی کتاب ہے جس میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ بادشاہوں اور امرا کے فرائض سے بحث کی گئی ہے۔ ●●

---

[1] لطائف اشرفی جلد ۱ ص ۱۰۹ [2] ایضاً ص ۲۷

(بشکریہ ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ)

پروفیسر ریاض الاسلام
[illegible]

صوفیانہ ادب کے لیے ایک منہاج تحقیق کی ضرورت

ملفوظات اور تذکروں کے لطائف کے حوالے سے

صوفیانہ ادب میں لطیفہ کیا چیز ہے؟ دراصل کسی بھی چیز کی اصطلاحی تعریف کرنا ایک مشکل کام ہے۔ لطیفہ کی تعریف کرنا بھی آسان نہیں۔ خود صوفیانہ ادب میں یہ لفظ مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں یہ اصطلاح جس معین اور محدود معنی میں استعمال کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ لطائف وہ باتیں ہیں جو صوفیہ کے ملفوظات میں یا ان کے تذکروں میں یا اصول تصوف کی کتابوں میں بطور سوانح شخصی واردات یا بطور قصہ بیان کی گئی ہیں۔ جہاں گفتگو یا بیان غیر شخصی رنگ اختیار کر لیتا ہے اور پیرایہ بیان خالص علمی ہو جاتا ہے۔ تو پھر بات "لطیفہ" کی حدود سے باہر نکل جاتی ہے۔

لطائفی ادب:۔ یہ مضمون صوفیانہ ادب کے ان لطائف پر مرکوز ہے جو اوپر دی ہوئی تعریف کے حدود میں آتے ہیں۔ ملفوظات اور تذکروں میں خصوصاً اور اصول تصوف کی کتب میں عموماً لطائف کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ بعض ملفوظات کا بڑا حصہ لطائف پر ہی مشتمل ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات "فوائد الفواد" اور ان کے خلیفہ اعظم شیخ نصیر الدین چراغ کے ملفوظات "خیر المجالس"۔ بعض دیگر ملفوظات کی ترتیب علوم کی شاخوں کی مناسبت سے ہوئی ہے اور ان میں لطائف کا عنصر محدود ہے۔ مثلاً مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ملفوظات "سراج الہدایہ"۔ تصوف کی اصولی کتابوں مثلاً "کتاب التعرف" (کلابادی)، "کتاب اللمع" (ابو نصر سراج)، "رسالہ قشیریہ" اور "کشف المحجوب" (ہجویری) میں لطائف کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ صوفیانہ مطالعات کے فروغ کے باوجود لطائف کے خصوصی مطالعے پر کما حقہ توجہ نہیں دی گئی ہے۔ لطائف کی تاریخ پر غور کیا گیا ہے، نہ ان کے سوابق اور لواحق پر، نہ ان کی حیثیت ترکیبی پر، اور تجزیہ کا عمل تو لطائفی ادب کو چھو کر بھی نہیں گیا۔ جب صوفیانہ ادب کا ایک معتدبہ حصہ لطائف پر مبنی ہے تو لطائف کے باقاعدہ تجزیہ اور ایک منضبط منہاج تحقیق Methodology کے بغیر کس طرح حق مطالعہ ادا کیا جا سکتا ہے؟۔

لطائفی ادب کے مسئلہ پر کئی زاویوں سے نظر ڈالی جا سکتی ہے۔ اس صنف کا آغاز خود ایک دلچسپ موضوع ہے۔ لطائف کی ماہیت پر نظر رکھتے ہوئے یہ گمان ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی عنوان سے اس کا تعلق قصص کی روایت سے ہے۔ اسلامی مذہبی ادب میں انبیاء کے قصص کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ لیکن یہ بھی ایک امر مسلمہ ہے کہ روایاتی قصص انبیاء میں معتدبہ حصہ اس قبیل سے ہے جسے "اسرائیلیات" گردانا جاتا ہے اور جسے اب لائق اعتماد نہیں سمجھا جاتا۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے اپنی کتاب "قصص القرآن"

میں بار بار اس امر پر تاسف کیا ہے کہ بعض مفسرین نے "اسرائیلی خرافات" اور "اسرائیلی بحقوات" کو قرآنی قصص کی تفسیر میں شامل کر لیا ہے۔ بہرحال صوفیانہ لطائف اور روایاتی قصص الانبیاء کے روابط کا مسئلہ تحقیق طلب ہے اور یہ مختصر مضمون اس پہلو کا اجمالی احاطہ بھی کرنے سے قاصر ہے۔

لطائفی ادب مختلف الالوان عناصر کا مجموعہ ہے۔ اس میں روحانیت اور حکمت کے ہیرے جواہر بھی ملیں گے اور جلالہ لطائف کے تیز دھاری پتھر بھی۔ الفاق، ایثار اور انسانی ہمدردی کے اعلیٰ ترین نمونے بھی اور نفس کشی اور کینہ گریزی کے قصے بھی۔ لطف یہ ہے کہ صوفیوں کی ہمدردی صرف مسلمانوں اور صرف انسانوں تک محدود نہیں تھی، ان میں جانوروں سے ہمدردی کے ایسے حیرت انگیز قصے ملتے ہیں جن میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ بیمار جانوروں کی دیکھ بھال تمام عبادات اور زہد و ورع سے بلند تر مقام رکھتی ہے۔ جہاں تک لطائف میں رشد و ہدایات کے اسباق کا تعلق ہے تو صوفیانہ تعلیمات کا شاید ہی کوئی پہلو ہو جو لطائف میں کسی نہ کسی شکل میں پیش نہ کیا گیا ہو۔

لطائف میں چند عناصر ایسے بھی ہیں جن کا تواتر بھی زیادہ ہے اور انھیں علمی مقاصد کے لیے استعمال کرنے میں مزید حزم و احتیاط بھی ضروری ہے۔ ان میں پہلے تو کرامات اور خصوصاً تقابلی کرامات کے لطائف ہیں۔ تقابلی کرامات سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ شیخ یہ کچھ کر سکتا ہے تو یہ شیخ اس سے زیادہ کر سکتا ہے، اگر اس کا چہرہ دیکھ کر جنت جانا یقینی ہو جاتا ہے تو اس کی بستی سے صرف گزرنا ہی اس مقصد کے لیے کافی ہے۔ تقابلی کرامات کے ساتھ تعلی کی چاشنی آنا لازمی ہے۔

دوسرا عنصر شطحیات کا ہے۔ شطحیات وہ اقوال یا باتیں ہیں جو صوفی حضرات سکر اور جذب کی حالت میں کہہ گزرے ہیں۔ شطحیات گوئی میں بلند پایہ شیوخ بھی ہیں اور ان سے کم درجے کے بزرگ بھی شامل ہیں۔ شطحیات میں صوفیہ نے کیا کچھ نہیں کہا۔ ان شطحیات کی توضیح بھی کی گئی، اور ان توضیحات نے ایک نئی صنف کی شکل اختیار کر لی۔ لیکن ایسے اقوال بھی ہیں جن پر توضیح کی چادر چھوٹی پڑ جاتی ہے۔

غرض یہ کہ تقابلی کرامات، تعلی، شطحیات اور لطائف المجاز (یعنی عشق و محبت کے واقعات جو بسا اوقات توضیحی مثال کی طرح استعمال کئے گئے ہیں) نے لطائفی ادب کو مجموعی طور سے ایک ایسی صنف کا مواد بنا دیا ہے جس کو علمی سطح پر استعمال کرنے میں بڑی شدید احتیاط کی ضرورت ہے۔

لطائفی ادب کی مقبولیت:۔ لطائفی ادب میں بڑی دلآویزی ہوتی ہے اور اسے غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اس کا سبب بیان کرنا مشکل نہیں۔ دلیل چاہے فقہی ہو یا اصول تصوف کی ہو، اس کا سمجھنا عام آدمی کیلئے محال ہے اور پڑھے لکھے لوگوں کی اکثریت کیلئے بھی کوئی آسان کام نہیں۔ لیکن اسی بات کو لطیفے میں لپیٹ کر بیان کر دیجئے

تو اس کو ہر شخص دلچسپی سے سنے گا۔ عام لوگ اس کے سیدھے سادے معنی سمجھ جائیں گے اور خاص لوگ لطیفے کی معنویت پر غور کریں گے۔ صوفیہ کا واسطہ چونکہ ہر طبقے کے لوگوں سے ہوتا تھا اور بعض صوفیانہ سلسلے عوام سے قریبی رابطے رکھتے تھے، اس لئے انھوں نے لطائف کو اپنی تعلیم اور تبلیغ کے ذریعے کے طور پر اختیار کیا اور ابلاغ کی وسیلے کی حیثیت سے اس کی تاثیر کو درجہ کمال تک پہنچایا۔ بعض اکابر صوفیہ نے لطیفہ بیان کرنے کا بڑا دلنشین پیرایہ وضع کیا۔ حضرت نظام الدین اولیاء کے لطائف جو ان کے ملفوظات "فوائد الفوائد" میں دیے گئے ہیں۔ ان میں بڑی دلآویزی ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان کی شخصیت کے جمال کے آئینہ دار ہیں۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ اس عہد کے صوفیانہ ادب میں لطائفی عنصر کا فروغ ایک طرف مذہبی اور روحانی تقاضوں کی پیداوار تھا تو دوسری طرف لطائف نے تصوف کے ابلاغ کی ضرورت کو بھی باحسن وجوہ پورا کیا۔

لطائف کی پرکھ :۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ جب لطائف کا عنصر صوفیانہ ادب میں اتنا اہم ہے تو اسے کس طرح پرکھا جائے؟ کیا تمام لطائف کو جو قابلِ اعتبار یا قریب الاعتبار ملفوظات میں پائے جاتے ہیں، صحیح مان لیا جائے؟ کیا صحیح ماننے کے معنی یہ ہیں کہ ان لطائف کے مندرجات کو تاریخ میں گذرے ہوئے واقعہ کی طرح سمجھا جائے؟ یا اس امر کا امکان ہے کہ بعض یا بہت سے لطائف کسی خاص نکتہ کو اجاگر کرنے کے لیے وضع کیے گئے؟ مراد یہ ہے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ لطیفہ کی روایت صحیح ہے یعنی جن بزرگ سے منسوب ہے انھوں نے کم و بیش انہی الفاظ میں بیان کیا تھا جو ملفوظ یا تذکرہ میں دیے گئے ہیں، تو کیا یہ ضروری ہے کہ لطیفہ میں بیان کردہ واقعات کو اصلاً صحیح سمجھا جائے؟ دراصل جس طرح تاریخی واقعات کے پرکھنے میں اعتبار اور بے اعتباری کی کئی سطحیں آتی ہیں، اسی طرح لطیفوں میں درجہ اعتبار متعین کرنا یا کم از کم متعین کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔

لطائف اور مثالیہ :۔ یہ بات خاص طور سے توجہ اور تنقیح کے لائق ہے کہ کوئی لطیفہ مثالیہ سے کتنا قریب ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں اس لفظ کے معنی یہ بتائے گئے ہیں "مفروضہ واقعات کا بیان، کسی اخلاقی یا روحانی بات کو بطور مثال سمجھانے کے لئے۔" اس معنی کے لحاظ سے مثالیہ میں بیان کردہ واقعات مفروضہ نوعیت کے ہوتے ہیں۔ چیمبرز ڈکشنری میں دیے ہوئے معنی کسی قدر مختلف ہیں: "کہانی یا قصہ جس میں بیان کردہ باتوں میں سے ہو سکتا ہے کچھ واقعی بھی ہوئی ہوں، اور جو کسی عقیدے، نظریے کو بطور مثال سمجھانے کے لئے یا کسی ڈیوٹی یا فریضے کو واضح کرنے کے لیے بیان کیا جائے۔" اس دوسرے معنی میں یہ گنجائش ہے کہ PARABLE کا کچھ حصہ واقعتاً بھی صحیح ہو لیکن دونوں لغات میں زور مقصد پر ہے بیان کردہ قصہ کی صحت پر نہیں۔ لطائف کی چند مثالوں سے زیر بحث نکتہ واضح ہو جائے گا۔ رسالہ قشیریہ میں یہ لطیفہ درج ہے کہ "ایک شخص نے ایک لونڈی لطور تحفہ جنید ابن سحیم کے پاس بھیجی، اس وقت وہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے

کہا کہ یہ تو بہت بری بات ہے کہ تمہاری موجودگی میں اسے اپنے لئے لے لوں اور میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ کسی خاص ایک شخص کو دوں جبکہ تم میں سے ہر ایک کا حق اور احترام ہے، مگر لونڈی تو تقسیم نہیں ہو سکتی۔ وہ سب اسّی آدمی تھے۔ لہٰذا انھوں نے ہر ایک کو ایک ایک لونڈی بخش دی۔" یہ لطیفہ صوفیوں کے جود و سخا کے باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر اسے واقعہ مان لیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ صوفی موصوف کے پاس اتنی باندیاں ہونے کا کیا جواز تھا۔ اور اگر الفاظ کے معنی کو کھینچ تان کر کے یہ سمجھا جائے کہ صوفی نے اسّی کنیزیں خرید کرلانے کا حکم دیا تو یہ بات بجائے خود احسن نہیں اور سوال پیدا ہوگا کہ صوفی کے پاس اتنے مال و دولت کا کیا کام؟ لیکن اگر اس لطیفہ کو مثالیہ PARABLE گردانا جائے تو پھر اس میں جو مبالغہ کا عنصر ہے وہ ٹھیک پیمانے پر آجاتا ہے اس لئے کہ مثالیہ میں مبالغہ کی گنجائش ہوتی ہے۔ PARABLE میں یہ بھی گنجائش ہوتی ہے کہ کوئی انوکھی بات کہی جائے جو جالب توجہ ہو مثلاً "رسالہ قشیریہ" ہی میں بیان ہے کہ "ایک شخص نے ایک عورت سے رشتہ کیا۔ قبل اس کے کہ وہ اس کے گھر آئے اسے چیچک ہوگئی اور ایک آنکھ جاتی رہی۔ مرد نے جب یہ سنا تو اس نے بھی کہا میری آنکھ میں درد ہے، پھر کہا کہ میں نابینا ہوگیا پھر وہ عورت اس کے گھر آگئی اور بیس سال اس کے گھر رہی، پھر مر گئی، تب اس شخص نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ لوگوں نے کہا یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا میں نے (دانستہ) اپنے آپ کو اندھا بنا لیا تھا تاکہ اس عورت کو میری طرف سے کوئی فکر نہ ہو۔ لوگوں نے کہا کہ تو تو جوانمردی میں سب پر سبقت لے گیا۔"

یہ لطیفہ بھی ایثار کے مثالیہ کے طور سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اسے اصل واقعہ ماننے سے اشکال پیدا ہوگا۔

ایسے لطائف بے شمار ہیں جو بین طور پر مثالیہ ہیں۔ مثالیہ کی ایک اچھی مثال حسب ذیل ہے۔ یہ مجلد جو خواجہ گیسو دراز کے "احوال و افعال و اقوال" پر مشتمل ہے اور خواجہ کی وفات کے صرف پانچ سال بعد مرتب ہوئی، اس میں درج ہے کہ جامع مسجد دہلی کے سامنے سے گذر رہے تھے تو انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو قے کر رہا تھا اور اس کے منھ سے بگنی (شراب) اور گوشت کے تکے نکل کر باہر آ رہے تھے اور ایک خارش زدہ کتا اسے کھا رہا تھا اور جو لوگ وہاں سے گذر رہے تھے وہ اس شخص پر لعن طعن کر رہے تھے۔ حضرت مخدوم کو اس شخص کی پیشانی پر نعمت کے آثار نظر آئے، وہ جب وہاں سے چلا تو آپ اس کے پیچھے ہو لئے وہ شخص ایک حوض پر گیا اور اس نے وضو کیا اور دیر تک مضمضہ (غرارہ) کرتا رہا، پھر اس نے دوگانہ ادا کیا۔ حضرت بندگی مخدوم نے اسے بڑی سخت قسم دے کر پوچھا کہ تم کون ہو۔ اس نے ناچار ہو کر بتایا کہ میں ابدال ہوں، میرا نام رکن الدین ہے۔ میں یہاں سے ہزار کوس دور ایک جگہ پر تھا، مجھے حکم ملا کہ جامع مسجد دہلی کے دروازہ پر ایک خارش زدہ کتا ہے جو کمزوری کے باعث چل پھر نہیں سکتا۔ تم وہاں جاؤ، بگنی اور گوشت خریدو اور کھاؤ اور پھر اس کتے کو کھلاؤ۔"

خواجہ گیسو دراز کا ہی بیان کیا ہوا ایک اور لطیفہ "جوامع الکلم" (مخطوطہ برٹش میوزیم) میں دیا ہوا ہے جس کی تفصیلات

بڑی دلچسپ ہے۔ اس کا اجمال یہ ہے کہ خدا نے ایک زاہد کو خبردار کیا کہ وہ شہر پر آگ کا عذاب نازل کرنے والا ہے اور تمام شہر میں صرف ایک گھر محفوظ رہے گا اور وہ ایک فاحشہ عورت کا ہے۔ زاہد نے اس فاحشہ کے گھر جا کر پناہ لی۔ بعد میں یہ راز کھلا کہ اس شہر میں ایک خارش زدہ کتا تھا۔ جسے ہر شخص دھتکار کر بھگا دیتا تھا۔ صرف اس عورت نے اس کی خبر گیری کی تھی۔ تمام اہل شہر جل کر خاک ہو گئے اور زاہد بھی اپنے زہد کے باوجود صرف اس طرح بچ سکا کہ رات فاحشہ کے سایہ حفاظت میں گذاری۔

یہ دونوں لطیفے واضح طور پر تمثالیہ ہیں اور ان کا پیغام یہ ہے کہ خدا کی کمین ترین مخلوق بھی ہمدردی اور رحم کی مستحق ہے۔ دوسرے لطیفہ میں تاکید مزید اس پر ہے کہ اس ہمدردی کے بغیر عمر بھر کا زہد بے سود ہو سکتا ہے اور یہ ہمدردی ہو تو عمر بھر کا عصیاں بھی قابل معافی ہے۔ پہلے لطیفہ میں یہ پیام بھی لپٹا ہوا ہے کہ بندہ کو اپنے رزق کے لیے خدا پر بھروسہ کرنا چاہیے جو مرہل کتے کے لیے بھی ہزاروں میل دور سے کسی کو بھیج کر انتظام کر سکتا ہے۔

اس نوع کے لطیفے تصوف کی اصولی کتب اور تذکرہ و ملفوظ میں پائے جاتے ہیں اور ان کا مقصد ظاہر ہے۔ یہاں یہ وضاحت بے محل نہ ہوگی کہ مذہبی کتب میں تمثالیہ PARABLE کی ہمیشہ بڑی اہمیت رہی ہے، اور اکثر الہامی کتب مثلاً عہد نامہ ہائے عتیق و جدید میں اسے اخلاقی سبق اور مذہبی ہدایات کے ابلاغ کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن اس سیاق و سباق میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ صوفیانہ ادب میں بہت سے لطائف کو بطور واقعہ بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ابدال رکن الدین سے ملاقات اور گفتگو کی جزئیات اس کی شاہد ہیں کہ انھیں بطور امر واقعہ پیش کیا گیا۔

ایک اور پرکھ :۔ کسی لطیفہ کی اہمیت اور اعتبار کو جانچنے کے لیے ایک اور پرکھ یہ ہے کہ آیا اس نوع کے لطیفے پہلے بھی آچکے ہیں؟ تلاش کیا جائے تو ایسے لطائف خاصی تعداد میں ملیں گے جن سے ملتے جلتے لطیفے پیش رفتہ ماخذ میں موجود ہیں۔ اس کی سب سے دلچسپ اور نمایاں مثال حسب ذیل ہے۔ "رسالہ قشیریہ" میں ہے کہ شقیق بلخی نے جعفر بن محمد الصادق سے فتوت کے بارے میں معلوم کیا۔ انھوں نے شقیق سے کہا پہلے تم بتاؤ، شقیق نے کہا اگر (دینے والا) دیتا ہے تو ہم شکر کرتے ہیں، نہیں دیتا تو صبر کرتے ہیں۔ جعفر نے کہا کہ "ہمارے یہاں مدینہ کے کتے بھی یہی کرتے ہیں۔" شقیق نے دریافت کیا کہ "اے ابن رسولؐ! پھر فتوت کیا ہے؟" انھوں نے فرمایا "اگر دیتے ہیں تو ایثار کر دیتے ہیں، نہیں دیتے تو صبر کرتے ہیں۔" پھر شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری ہروی نے "طبقات صوفیا" میں بیان کیا ہے کہ شقیق بن ابراہیم بلخی نے ایک وقت ابراہیم ادھم سے کہا کہ آپ معاش کس طرح کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ جب مل جاتا ہے تو خدا کا شکر کرتے ہیں اور نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں۔ شقیق نے کہا کہ خراسان کے کتے بھی ایسا ہی کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ ابو حامد غزالی کی "احیاء العلوم" جلد چہارم میں بھی ابراہیم بن ادھم اور شقیق بلخی کی گفتگو قدرے مختلف پیرایہ میں ملتی ہے لیکن زیادہ اہم فرق یہ کہ "بلخ کے کتے" والا فقرہ یہاں ابراہیم ادھم کہتے ہیں۔ نیز عوارف المعارف، تذکرۃ

میں ہے کہ اسی قسم کا ایک جواب ایک نوجوان صوفی نے بایزید بسطامی کو دے کر انھیں لاجواب کر دیا تھا۔[۹]

یہ ایک ہی لطیفے کی چار شکلیں ہیں۔ بنیادی بات ایک ہی ہے لیکن افراد بدلتے جاتے ہیں۔ "احیاء العلوم" اور "طبقات الصوفیہ" میں افراد ایک ہی ہیں لیکن ان کے رول برعکس ہیں۔ گفتگو کا لب لباب یہ ہے کہ مل جائے تو شکر کرنا اور نہ صبر کرنا تو معمولی درجہ کی بات ہے، صوفی کو اس سے کچھ زیادہ کرنا چاہئے۔ صوفیوں کے اوصاف میں یہ لطیفہ ایثار کے ماتحت جگہ پائے گا۔

ایک ہی قصہ کی چار مختلف شکلیں دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک اصل ہوگا۔ اور بقیہ تین اس کی بدلی ہوئی شکلیں ہوں گی یعنی اصل واقعہ کو صحیح مان لیا جائے تو باقی تین روایتیں وضعی ہیں۔ یہ امکان بھی خارج از بحث نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس نوع کا اصل لطیفہ ان چار لطائف سے پہلے موجود ہو! اور کوئی متجسس اسکالر جلد یا دیر میں اس کا کھوج لگالے۔ پھر یہ چاروں لطائف وضعی ہو جائیں گے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ اس نوع کے اولین لطیفہ میں صرف اتنی بات کہی گئی ہو کہ قوت لایموت ملنے پر شکر اور نہ ملنے پر صبر عام درجہ کی بات ہے۔ یعنی ناکافی ہے لیکن لطیفہ نگار نے بات میں تیکھا پن پیدا کرنے کے لیے کتوں کی مثال کا اضافہ کر دیا ہو۔ اگر یہ آخری گمان صحیح ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ لطیفہ نگار نے ایک روایت کو ایک تمثالیہ PARABLE میں تبدیل کر دیا۔

مماثل لطائف کی ایک اور بہت اچھی مثال "شیر و گلاب" والے لطیفے ہیں۔ اس عنوان کا پہلا لطیفہ جہاں تک میرے علم میں ہے، سب سے پہلے شیخ عبدالحق دہلوی کی کتاب "اخبار الاخیار" میں ملتا ہے جس کا اریخ متن ۹۲-۱۵۹۱/۱۰۰۰ کے چند سالوں کے اندر مرتب ہوا۔[۱۰] بیان ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی جب ملتان میں مستقل قیام کے لیے آئے تو شیوخ ملتان کو ان سے حسد پیدا ہوا اور انھوں نے بطور کنایت دودھ سے بھرا پیالہ شیخ کی خدمت میں بھیجا۔ مراد یہ تھی کہ شہر میں کسی اور کی گنجائش نہیں۔ شیخ یہ بات سمجھ گئے اور انھوں نے دودھ کے پیالہ پر ایک پھول رکھ کر واپس کر دیا۔ مراد یہ تھی کہ شہر میں اس طرح رہوں گا جیسے دودھ کے پیالہ پر پھول تیرتا ہے۔ مشائخ ملتان اس ادا کی لطافت سے حیران رہ گئے اور شیخ کے مطیع ہو گئے۔ "اخبار الاخیار" بڑی تلاش و تحقیق کے بعد لکھی گئی ہے اور اس کا عام انداز سنجیدہ ہے اور یہ لطیفہ لطافت سے خالی بھی نہیں۔ طبع سلیم اسے تسلیم کر سکتی ہے۔ اس کے ماننے میں اگر تامل ہوتا ہے تو اس لیے کہ یہ بات شیخ کے وصال (قریب ۱۲۶۷ء) کے قریب سوا تین سو سال بعد ضبط تحریر میں آتی ہے، اور اس کا استناد بھی نامعلوم ہے۔ مزید براں فضل اللہ جمالی جو اصلاً سہروردی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اور خود شیخ کے آثار کی تلاش میں ملتان گئے تھے، انھوں نے بھی اس بات کا ذکر نہیں کیا۔

اب اس لطیفہ کی دوسری شکل دیکھیے۔ الہ دیا چشتی نے خواجہ شمس الدین ترکؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب وہ اپنے مرشد کے حکم کے مطابق پانی پت پہنچے تو انھوں نے وہاں کے بزرگ شیخ شرف الدین بو علی قلندرؒ کو اپنے ملازم کے ہاتھ دودھ سے بھرا پیالہ سلام کے ساتھ بھجوایا۔ قلندر صاحب یہ دیکھ کر مسکرائے اور انھوں نے گلاب کا پھول جو سامنے رکھا تھا، دودھ پر ڈال دیا اور پیالہ سلام کے ساتھ واپس بھجوا دیا۔ جب یہ پیالہ واپس پہنچا تو خواجہ صاحب بھی اسے دیکھ کر مسکرائے حاضرین نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میری طرف سے پیالہ شیر بھیجنے کا مطلب یہ تھا کہ یہ ملک (یعنی علاقہ) مجھے میرے مرشد نے عطا کیا ہے اور یہ میری ولایت سے معمور (یعنی پُر) ہو گیا ہے، اور برادرم قلندر نے جو پھول ڈال کر پیالہ واپس کیا تو اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ انھیں میری ولایت سے کوئی تعلق نہیں اور وہ گل کی مانند اس شہر میں رہیں گے۔ پھر لوگوں نے قلندر صاحب سے پوچھا تو انھوں نے بھی یہی معنی بتائے۔[11] "سیر الاقطاب" کا یہ لطیفہ مبینہ وقوعہ کے قریب تین سو سال بعد تحریر میں آیا۔ الہ دیا چشتی نے اس کا ماخذ تو نہیں بتایا لیکن وہ پانی پت کے خاندانِ شیوخ سے اپنا رشتہ بتاتا ہے اور گمان ہوتا ہے کہ اگر یہ لطیفہ اس کی اپنی ایجاد نہیں تھا تو اس نے اس کی روایت اپنے خاندان والوں سے سنی ہوگی۔ یہ بات تو بہر حال ظاہر ہے کہ یہ ملتان سے متعلق لطیفہ کا ہی چربہ ہے۔ اس دوسری شکل میں شیر اور گلاب کی ترسیل میں ترتیب بدل کر لطیفہ کو ایک نئی شکل دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ لطیفہ کی یہ دوسری روایت ناقدانہ نظر رکھنے والوں کو مطمئن نہیں کر سکتی۔ اب لطف کی بات یہ ہے کہ مولانا صباح الدین عبد الرحمٰن مرحوم نے اپنی کتاب "بزم صوفیہ" میں ملتان والے لطیفہ کا ذکر تو نہیں کیا لیکن پانی پت والے کا کیا ہے۔[12]

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ شیر و گلاب کے پہلے لطیفہ کے صحیح ہونے کا امکان ہے اگرچہ اس کا استناد ضعیف ہے اور دوسرا لطیفہ ساقط الاعتبار معلوم ہوتا ہے۔

ایک اور نوع کے لطیفے جو ملفوظات اور تذکروں میں بڑے تواتر سے نظر آتے ہیں، ان کی جانب ایک اجمالی اشارہ کافی ہے۔ "رسالہ قشیریہ" میں بیان ہے کہ ابراہیم ادہم کو ایک وقت کشتی میں بیٹھنا تھا جس کا کرایہ ایک دینار تھا، اور ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ انھوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور خدا سے کہا کہ مجھ سے رقم مانگ رہے ہیں جو میرے پاس نہیں۔ آنِ واحد میں تمام ریت دینار کے ڈھیر میں بدل گئی۔[14] "رسالہ قشیریہ" سے پہلے ایک ایسا ہی لطیفہ "کتاب اللمع" میں ابو الحسین بصری کے حوالہ سے ایک سیاہ فام فقیر کے بارے میں آتا ہے۔[15] اس قسم کے "دریائے زر" والے لطائف شیخ نظام الدین اولیاء[16] اور بہت سے دیگر شیوخ کے بارے میں بیان کیے گئے ہیں۔ دراصل ان لطائف کا ایک بڑا واضح مقصد تھا اور وہ یہ کہ عوام، امراء، حکام، غرض سب کو متنبہ کیا جائے کہ شیخ ان کی

رقوم کے محتاج نہیں، ان کے لیے زمین اور آسمان کے خزانے کھلے ہوئے ہیں (یہ الفاظ ایک لطیفہ کی عبارت سے لیے گئے ہیں)، اور کوئی شخص اگر کوئی چیز پیشکش کے لیے لاتا ہے تو اس سے شیخ کی امداد نہیں ہوتی بلکہ دینے والے کی اپنی بھلائی ہوتی ہے۔ ان لطائف کا تواتر ہی ان کا اعتبار کھونے کے لیے کافی ہے

لطائف کی زمرہ بندی:- صوفیانہ لطائف کی اہمیت اور معنویت کو پوری طرح سمجھنے اور اعتبار کو پرکھنے کے کام میں ایک طریقہ جو بے حد مفید اور موثر ثابت ہو سکتا ہے وہ لطائف کی زمرہ بندی (اور بعض صورتوں میں ذیلی زمرہ بندی) کا ہے۔ اس طریقہ کار کو اب تک نظر انداز کیا گیا ہے۔ سائمن ڈگبی نے اپنے مضمون Qalandars and Related Groups میں قلندروں کے بارے میں لطائف کے چھ زمرے قائم کیے ہیں[۵۱]۔ یہ زمرہ بندی ایک رہنما کوشش کی حیثیت سے اہم ہے۔ لیکن لطائف کی صرف ایک نوع سے مربوط ہے۔ بطور مجموعی صوفیانہ لطائف کے لیے زیادہ وسیع بنیادوں پر زمرہ بندی درکار ہوگی۔ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ایک اسکالر کی وضع کردہ زمرہ بندی دوسرے اسکالر کی زمرہ بندی سے مختلف ہو سکتی ہے۔ ہر اسکالر اس کام کو اپنے نقطۂ نظر، موضوع تحقیق اور مقاصد کار کے لحاظ سے ترتیب دے گا۔ البتہ اس کا امکان ضرور ہے کہ لطائف کی زمرہ بندی کے کام میں کافی پیش رفت کے بعد وہ مرحلہ آجائے جب ایک بنیادی زمرہ بندی قائم ہو جائے جس میں ہر اسکالر اپنے کام کی نوعیت کے اعتبار سے ضروری ردوبدل کر سکے۔

تصوف پر تحقیق کرنے والے علماء نے بالعموم ہر لطیفہ کو ایک وحدانیہ سمجھ کر استعمال کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر ہر لطیفہ کو تاریخی شہادت کی طرح مان لیا جائے تو تصوف کی عجیب و غریب تاریخ مرتب ہوگی۔ زمرہ بندی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ہر لطیفہ کو ایک جداگانہ اکائی کی طرح رکھا اور پرکھا جائے، اسے اسی نوع کے لطائف کے ساتھ رکھ کر اس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح دو باتیں تو فوراً سامنے آ سکتی ہیں۔ اول یہ کہ لطیفہ نگار کے پیشروؤں نے اس لطیفہ کو کس طرح اور کس مقصد کے لیے پیش کیا اور لطیفہ میں کون سا پیام لپٹا ہوا ہے۔ دوسرے یہ کہ زیر مطالعہ لطیفہ نگار نے لطیفہ کہاں سے لیا ہے، اس میں کتنا تصرف کیا ہے، اور کس مقصد کے لیے مختلف طور سے استعمال کیا ہے اور اس کا پایۂ اعتبار کیا ہے۔

یہ بات بھی زیادہ وضاحت طلب نہیں کہ مختلف بنیادوں پر مختلف زمرہ بندیاں مرتب ہو سکتی ہیں مثلاً ایک عام زمرہ بندی اس بنیاد پر ہو سکتی ہے کہ لطائف میں تاریخیت کتنی ہے، یعنی کون سے لطائف خالص یا بڑی حد تک تاریخی ہیں، کون سے ایسے ہیں جن میں تاریخی اور غیر تاریخی عناصر خلط ہیں، اور کون سے ایسے ہیں جو محض فسانہ PARABLE ہیں۔ ایک زمرہ بندی موضوعاتی ہو سکتی ہے، یعنی موضوعات کی اپنی اہمیت کے لحاظ سے زمروں کی

فہرست قائم کرکے ان کے ماتحت لطائف کی صف بندی کی جائے۔ مثلاً فقر کے لطائف، ورع کے لطائف، حج کے بارے میں لطائف، فتوح کے لطائف وغیرہ وغیرہ۔ ایک محدود لیکن دلچسپ زمرہ بندی ایسی ہو سکتی ہے جو علامتی نشانات کے ماتحت ہو جیسے "شیر و گلاب" کے لطائف "دریائے زر" کے لطائف یا "لطائف المجاز" جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

راقم الحروف کی توجہ فی الوقت صوفیانہ سلسلوں کی تعلیمات اور معاشرہ اور معاش پر ان کے اثرات پر مرکوز ہے۔ اس نقطہ نظر سے میں نے جو زمرہ بندی کی ہے۔ اس کے کچھ عنوانات حسب ذیل ہیں:۔

• انفاق، ایثار اور خیرات (داد و دہش) اور فیاضانہ مہمانداری کے وصف میں لطائف • فتوحات کے رد و قبول کے بارے میں • فتوحات کی تقسیم اور استعمال کے بارے میں • شیخ کے یا دیگر شیوخ کے جلالی انداز کے لطائف، یعنی تلطف، مہربانی، عفو، رحم کے قصے • خوابوں کی تعبیر کے قصے • ایسے لطائف جن میں گنہگاروں پر رحمت خداوندی کے نزول کا اور زیادہ کار رحمت و نعمت سے محرومی کا ذکر ہے • کرامات کے لطائف، خصوصاً "دریائے زر" والے قصے۔ کرامات کی کئی ذیلی زمرہ بندیاں ممکن ہیں • فقر کے لطائف اور ان میں خصوصاً فاقے کے لطائف • اہل و عیال کی ذمہ داری پوری کرنے کے لطائف (ان کی تعداد زیادہ نہیں) • توکل، فقر، زہد، تجرد، ازدواج اور کسب کے بارے میں لطائف • لطائف المجاز: حسن و عشق کے لطائف، بیشتر عشق حقیقی کے مسائل سمجھانے کے لیے • مرشد اور مرید کے روابط اور طریقہ تربیت کے لطیفے • قلندروں سے، مردان غیب سے، علماء سے، مجذوبوں سے، غلاموں سے، اور جوگیوں سے روابط کے قصے • تعلی آمیز لطائف۔ یوں تو انکسار اور نفس کشی تصوف کے اولین اوصاف میں ہیں پھر بھی صوفیانہ لطائف تعلی سے یکسر خالی نہیں۔ (۱۷۔ الف) • دوسرے شیوخ سے یا جوگیوں وغیرہ سے مسابقت کے قصے • یکبارگی موت واقع ہونے کے قصے • لطائف جن سے معاشی یا سماجی حالات پر روشنی پڑتی ہے • لطائف جن میں تاریخی مواد ہے یا نظام حکومت پر روشنی پڑتی ہے • کتابوں اور کتابی علم کے خلاف اور عقل و فلسفہ کے خلاف لطائف • علم کے حق میں لطائف۔

ان زمروں کے ذیلی زمرے بھی قائم کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً گنہگاروں پر نزول رحمت کے مختلف اسباب قائم کیے جا سکتے ہیں، جن میں ایک سبب کسی انسان یا جانور سے رحم کا برتاؤ ہو سکتا ہے۔ کرامات کے ذیل میں بہت سے عنوان قائم کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً دست غیب، دریائے زر، علم غیب یا بیشگی علم، مسیحائی، ہدم وغیرہ وغیرہ۔ غلاموں کے تعلق سے کئی ذیلی زمرے قائم کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً غلاموں کے ساتھ برتاؤ، غلاموں کو آزاد کرنا، غلاموں کی کمائی پر جینا، بھاگے ہوئے غلاموں کی بازیابی۔ یہ ذیلی مدیں حرف مثال کے لیے دی گئی ہیں کہ کس طرح ایک ہی

مدے کمی مدیں نکل سکتی ہیں۔

جلالی لطیفے:۔ جلالی نوعیت کے لطیفوں کی شیوخ کے ملفوظات اور تذکروں میں کوئی کمی نہیں۔ کسی بزرگ کے حالات میں ان کا عنصر زیادہ ہے اور کسی میں کم۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہ بزرگ جو محبت شفقت اور رافت کا نمونہ تھے ان کے یہاں بھی جلالی لطیفے ناپید نہیں۔ ایک دو مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ "خیر المجالس" میں شیخ نظام الدین اولیاء کی زبانی یہ لطیفہ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ فرید کی خدمت میں ایک درویش حاضر ہوا۔ شیخ نے اسے کوئی چیز دلوادی اور اس سے واپس جانے کے لیے کہا۔ وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ شیخ وہ کنگھا مجھے دیدے۔ شیخ خاموش رہے۔ درویش نے پھر وہی بات کہی۔ شیخ اب بھی خاموش رہے۔ تیسری بار درویش نے آواز اونچی کر کے کہا کہ شیخ کنگھا دے تو مجھے برکت ہوگی۔ شیخ نے کہا کہ وہ برکت میں نے تیرے لئے پانی میں روانہ کر دی۔ وہ درویش وہاں سے جانے کے بعد بستی کے نزدیک ایک جگہ پانی میں غسل کرنے کے لئے اترا۔ پانی پایاب تھا لیکن اس شخص کا پھر کچھ پتہ نہ چلا[۱۸]۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ حال کے ایک مورخ نے شیخ فرید پر اپنی تصنیف میں اس لطیفہ کو اس نقطہ پر ختم کر دیا ہے جب شیخ نے کہا "آں برکت ترا در آب رواں کردم" اور درویش کے انجام کا ذکر صرف نظر کر دیا جس سے لطیفہ کی جلالی شان واضح ہوتی[۱۹]۔ "خیر المجالس" میں ہی بابا فرید کا ایک اور جلالی لطیفہ درج ہے کہ جس میں شیخ کے لڑکوں کی شکایت پر اجودھن کے متصرف کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا[۲۰]۔ "خیر المجالس" کے مؤلف نے فردوسی سلسلہ کے شیخ عماد کے دو نوجوان لڑکوں کے جمنا میں ڈوب جانے کو شیخ نظام الدین اولیاء کی کرامات سے منسوب کیا ہے۔ ان نوجوانوں نے قبلاً شیخ کے بارے میں بے ادبانہ الفاظ ادا کیے تھے[۲۱]۔

جلالی لطائف کی بھی زمرہ بندی کی جا سکتی ہے جس سے ایک نوعیت کے جلالی لطیفوں کی صنف بندی سے ان کے تناظر ماقبل پر روشنی پڑ سکتی ہے اور اس طرف بھی رہنمائی ہو سکتی ہے کہ کون سا لطیفہ کہاں سے لیا گیا ہے۔ شیخ کے جلال کے نتیجے میں معتوبین کے پیٹ میں درد، سر درد، بینائی کے زوال، اور اسی قبیل کی زحمت کے لطائف چشتی اور سہروردی بزرگوں کے حالات میں بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ بالکل ایک جیسے لطائف مختلف بزرگوں کے حالات میں ملیں تو یہ واضح اشارہ ہے کہ لطائف نگار کی کوشش تھی کہ اس کے ممدوح پیر کا پلڑا اس کمال میں نیچے نہ رہ جائے۔ اس بات سے تو شاید زیر تحریر مضمون کے ناقد بھی متفق ہوں گے کہ جلالی لطیفوں کا درجہ اعتبار کچھ کم ہو جائے تو تاریخ تصوف کے حق میں بہتر ہی ہوگا۔ لیکن "خیر المجالس" میں بیان کردہ جلالی لطائف کی صحت کو تو غالباً تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔

لطائف حسن وعشق:۔ صوفیانہ ادب میں عشق مجاز کے قصوں کی چاشنی وافر مقدار میں موجود ہے بلکہ بعض اوقات خیال ہوتا ہے کہ اس قبیل کے قصوں کا تناسب توقع سے کہیں زیادہ ہے۔ کچھ قصے تو اس قسم کے ہیں جو عشق و محبت الٰہی کے نکات کو عشق مجازی کی مثال دے کر نو آموز سالکین کو سمجھانے کے لیے بیان کیے گئے ہیں۔ پھر بعض قصے حضرات صوفیہ کے واردات مجاز کے بارے میں اور بعض غیر صوفیہ لوگوں کے بارے میں ہیں۔

صوفیانہ ادب میں لطائف الجمال کو جمع کیا جائے تو خاصی تعداد ہو جائے گی۔ یہاں ان کا حال پھیلا کر بیان کرنا مقصود ہے اور نہ بات کو طول دینا۔ البتہ غور کرنے والے اسکالر کے ذہن میں ایک دو باتیں ضرور کھٹکیں گی۔ ایک تو یہی کہ صوفیانہ لطائف میں مجازی عشق کے قصوں کا اتنا مواد کیوں ہے۔ کیا ان کے بغیر بات کو سمجھنا بالکل ناممکن تھا؟ اس آخری سوال کا جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ محبت چونکہ بشری زندگی میں ایک آفاقی جذبہ ہے، ہر شخص اس سے واقف ہے اور تھوڑا بہت تجربہ رکھتا ہے۔ اس لیے عشق الٰہی کے معاملات و مقامات کو سمجھانے کا کام مجاز کے حوالے سے کچھ آسان تر ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس تمام مسئلہ پر علم نفسیات کا ماہر نظر ڈالے تو عین ممکن ہے کہ اسے کوئی ایسا پہلو نظر آئے جو تاریخ کے طالب علموں کی نظر سے پوشیدہ ہے۔

آخر میں قارئین کی دلچسپی اور تفہیم کے لیے اس قبیل کے دو لطیفے بیان کیے جاتے ہیں۔ اولیاء کی موت کا ذکر کرتے ہوئے شیخ نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ "موت کے وقت اولیاء کی حالت وہی ہوتی ہے کہ جیسے کوئی شخص بستر میں سو رہا ہو اور اس کا معشوق اس کے بستر میں آجائے اور اس آدمی کی آنکھ کھل جائے اور وہ معشوق کو اپنے بستر میں دیکھے جس کی اسے ایک عمر سے طلب تھی تو تم جانتے ہو کہ اسے کیا خوشی اور فرحت حاصل ہوگی"۔[۳۲] اس لطیفہ میں خوبی یہ ہے کہ اس کے سنانے کی توجیہ اور مقصد آخری جملہ میں موجود ہے۔ موت کے بعد واصل بہ حق ہونے کی لذت بے حساب کی توقع کو ایک ایسی مثال سے سمجھایا گیا جسے لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ (" ذاتی او را چہ شادی و فرحت آید")۔

دوسرا لطیفہ "رسالہ قشیریہ" سے لیا گیا ہے۔ "یحیٰی بن معاذ فرماتے ہیں جو شخص نا اہل لوگوں میں اپنی محبت کا ذکر کرے وہ اپنی محبت میں جھوٹا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرد نے کسی سے اپنی دوستی کا دعویٰ کیا۔ اس جوان نے اس مرد سے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے، میرا بھائی مجھ سے بہتر اور زیادہ حسین ہے۔ اس شخص نے سر موڑ کر (اس کے بھائی کی طرف) دیکھا اس لیے کہ اس وقت وہ دونوں (بھائی) چھت پر تھے۔ اس جوان نے اس مرد کو چھت سے (نیچے) پھینک دیا اور کہا کہ جو کوئی بھی مجھ سے دوستی کا دعویٰ کرے، اور دوسرے پر نظر ڈالے اس کی سزا یہی ہے۔"[۳۳]

فوری موت کے قصے:۔ فوری موت کوئی انہونی بات نہیں۔ آجکل بھی ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ

کسی غیر معمولی صدمہ (اور بعض اوقات غیر معمولی اور غیر متوقع خوشی) کے باعث موت واقع ہو جاتی ہے۔ صوفیوں پر جو شدید روحانی اضطراب کی کیفیت طاری ہوتی رہتی تھی وہ جان لیوا ثابت ہو سکتی تھی۔ شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے وصال کا واقعہ معروف ہے۔ قوالی کے دوران قوال سے یہ شعر سن کر ان کی حالت غیر ہو گئی ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

تین روز کے مسلسل اضطراب کے بعد ان کا وصال ہو گیا۔ اس شعر کے معانی میں فنا اور بقار کے مضمون کو جس خوبصورتی سے سمو دیا گیا ہے، اسے الفاظ کے حسن اور شعر کی غنائی تاثیر نے دوبالا کر دیا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ چھوٹی بحر کا یہ شعر ان کے لیے نشتر کا کام کر گیا۔ اس واقعہ کو قبول کرنے میں اس لیے بھی تکلف نہیں ہوتا کہ شیخ نظام الدین اولیار کے ملفوظات "فوائد الفواد" میں اس کا ذکر ہے[۲۴]۔ اور مزید یہ کہ شیخ کاکی کا انتقال فوری طور سے واقع نہیں ہوا بلکہ تین روز کی اضطرابی کیفیت کے بعد ہوا۔ لیکن جب ہم "گلزار ابرار" میں پڑھتے ہیں کہ نہروالے کے سید احمد حامد نے جوش و خروش کی کیفیت میں قوالوں سے وہی غزل گانے کی فرمائش کی اور جب قوال اس شعر پر پہنچے (کشتگانِ خنجر الخ) تو اضطرابی کیفیت بڑھ گئی اور اذان سن کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور سجدہ میں جا کر ابدی وصال حاصل کر لیا[۲۵]۔ تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ آیا حضرت کاکی کے واقعہ کا چربہ تو نہیں؟

فوری موت کا ایک عجیب و غریب واقعہ جس کا جہانگیر بادشاہ خود عینی گواہ تھا ملا علی مہرکن کا ہے۔ اس کا حال جہانگیر نے خود اپنی تزک میں لکھا ہے[۲۶] اور اس کے بیان پر شبہ کرنے کا کوئی سبب نہیں۔ مختصراً واقعہ اس طرح ہے کہ شاہی محفل میں قوال قوالی گا رہے تھے جس میں ٹیپ کا بند یہ مشہور شعر تھا جس کا پہلا مصرع شیخ نظام الدین اولیار سے منسوب اور دوسرا امیر خسرو سے:

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے　　من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے

جہانگیر نے دوسرے مصرع کے معنی پوچھے۔ ملا علی نے اس شعر سے منسوب واقعہ بیان کیا اور جب دوسرا مصرع پڑھا تو پڑھتے ہی گر گئے اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ حضرت کاکی اور ملا علی کے واقعات کی صداقت پر شبہ کرنے کا کوئی سبب نہیں، لیکن صوفیہ کے لطائف میں فوری موت کے واقعات کی جو کثرت ہے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ بات لطیفہ کی تاثیر بڑھانے کے لیے تو استعمال نہیں کی گئی۔ اس قبیل کے سب واقعات اگر نا قابل یقین نہیں تو سب لائق یقین بھی نہیں۔

لطائف کا استناد اور اعتبار:- کتاب اللمع، طبقات الصوفیہ (ابو عبدالرحمٰن سلمی) اور رسالہ قشیریہ

میں بہت سے لطائف کی سند بلکہ سلسلہ اسناد بھی دیا گیا ہے جس سے اس حد تک اطمینان ہو جاتا ہے کہ جو بات لکھی گئی وہ کسی نہ کسی معروف ذریعہ سے مؤلف تک پہنچی ہے۔ اس سے یہ ثابت تو نہیں ہوتا کہ بیان کیا ہوا واقعہ بالذات صحیح ہے، لیکن صحت عدم صحت کے بارے میں کم از کم مؤلف کی ذمہ داری کم ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ابو عبدالرحمٰن سلمی کے رسالہ "ملامتیان و صوفیان و جوان مرداں" کے فاضل مصحح ڈاکٹر ابوالعلا عفیفی نے یہ رائے بڑی معقولیت سے ظاہر کی ہے کہ حدیث کے معاملہ میں سلمی شائستہ اعتبار نہیں اور انھوں نے صوفیہ کے مقاصد کی تائید میں حدیثیں وضع کی ہیں۔[27] لازماً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حدیث کے معاملہ میں اس پایہ کے مصنفین نے یہ رویہ اختیار کیا ہے تو پھر خود صوفیہ کی روایات میں کس حد تک احتیاط برتی ہوگی۔ اس امر کے پیش نظر سائمن ڈگبی نے خانقاہوں کے حوالے سے جو اختراعی فضا (inventive atmosphere) کا ذکر کیا ہے وہ بعید از قیاس نہیں معلوم ہوتا۔

جنوبی ایشیا کے حوالہ سے شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظ "فوائد الفواد" مرتبہ حسن دہلوی اور کسی درجہ کم پر شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے ملفوظ مرتبہ حمید قلندر کو تمام ملفوظات میں سب سے مستند سمجھا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں ملفوظات کی تحریر میں بڑی احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور سلطان المشائخ اور چراغ دہلوی نے وہ حصے قلم زد کر دیے جن میں ان کی غلو آمیز مدح تھی یا ان کی کرامات کا ذکر تھا۔ ان تمام احتیاط کے باوجود ان دونوں میں فوق العادت واقعات کا معتد بہ مواد ملتا ہے۔ امیر خورد کرمانی کی سیر الاولیاء میں یہ مواد کچھ اور بھی زیادہ ہے۔ "فوائد الفواد" اور "خیر المجالس" میں جو واقعات سلطان المشائخ اور چراغ دہلوی کے اپنے اپنے مشاہدہ کے حوالہ سے لکھے گئے ہیں ان میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں، لیکن ایسے واقعات جو براہ راست مشاہدہ پر مبنی ہوں ان کا تناسب کم ہے اور بیشتر لطائف و واقعات دوسروں کے حوالے سے بیان کیے گئے ہیں۔

شیخ شرف الدین منیری کے ملفوظات میں لطائف کا عنصر کم ہے اور مجموعی طور سے ان کے ملفوظات کا پایہ اعتبار بلند ہے۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ملفوظات میں مختلف الالوان لطائف ملتے ہیں اور مزید براں الحاقی مواد کا بڑا ڈھیر مل سکتا ہے۔ "سراج الہدایہ" کے فاضل مصحح قاضی سجاد حسین صاحب نے تلاش و تجسس کے بعد ثابت کیا ہے کہ سراج الہدایہ میں دوسروں کی تصنیف کے رسالے نقل ہیں اور جو حدیثیں بیان کی گئی ہیں وہ بیشتر موضوع ہیں۔[28] لیکن مخدوم کا دوسرا ملفوظ "جامع العلوم" زیادہ وقیع اور لطائف سے بھی پر ہے۔

ملفوظات کی صحت اور درجہ اعتبار کے بارے میں کچھ ذکر مضمون کے اختتامیہ میں آئے گا۔

حرف انتباہ:۔ کچھ انواع کے لطائف اور قصوں کی طرف سے محقق کو خصوصاً ہوشیار رہنا ضروری ہے

ان میں سے اولاً تو ایسے لطیفے ہیں جنھیں مبہم بالشان الفاظ میں ڈھالا گیا ہے۔ اسکالر کو اس کا امکان ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ایسے الفاظ برمحل نہیں کہے گئے بلکہ ان کی تراش خراش میں ایک ہنرمند لطیفہ نگار کا بھی حصہ ہے۔ یہی معاملہ ایسے لطائف کا ہے جن میں عناصر کا توازن قائم کرکے اور نوک پلک سنوار کے انھیں منصۂ شہود پر جلوہ گر کیا گیا ہے۔ ایسے لطیفوں کی مثالیں ہر دور کے ملفوظات اور تذکروں میں ملتی ہیں۔ اس نوع کی ایک مثال رسالہ قشیریہ میں ملتی ہے جو حسب ذیل ہے:

"ایک صوفی کا قول ہے کہ تیس سال میری یہ حالت رہی کہ میری زبان جو کچھ سنتی دل کی طرف سے سنتی، اس کے بعد تیس سال ایسے گذرے کہ دل جو کچھ سنتا زبان کی طرف سے سنتا۔"[۲۹]

اس میں جس طرح دو باتوں کو متوازن کیا گیا ہے اس میں آورد کی کیفیت نظر آتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ بعض اشخاص میں یہ غیر معمولی مادہ ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کہیں وہ یادگار ہو جائے، پھر بھی محقق کے لیے سلامتی اس میں ہے کہ ایسے بیانات سے ہوشیار رہے۔ قشیری ہی میں ایک عظیم صوفی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ "میں بارہ سال تک نفس کا لوہار رہا اور پانچ سال تک اپنے دل کا آئینہ رہا اور ایک سال آئینہ میں دیکھتا رہا، میں نے دیکھا کہ میری کمر پر ظاہری زنار ہے، میں نے بارہ سال اس زنار کو کاٹنے میں لگائے، پھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ زنار میرے باطن میں ہے۔ پانچ سال اس کوشش میں لگے کہ اسے کسی طرح سے کاٹوں۔ پھر تمام معاملہ کشف کے ذریعہ ظاہر ہو گیا۔ میں نے مخلوق کی طرف دیکھا تو انھیں مردہ پایا۔ لہٰذا میں نے مخلوق پر (جنازہ کی) چار تکبیریں کہیں (یعنی انھیں خیرباد کہا)"[۳۰]۔ ان لطائف میں تعلّی کا عنصر بھی نمایاں ہے۔

یہی کیفیت برجستہ جواب کی یا برجستہ کہے گئے الفاظ کی ہے۔ "سیرالاولیاء" میں شیخ نظام الدین اولیاؑ سے یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ جب انھیں علاءالدین خلجی کا یہ پیام ملا کہ وہ جماعت خانہ میں حاضر ہونا چاہتا ہے تو انھوں نے فرمایا کہ "میرے گھر کے دو دروازے ہیں، سلطان ایک سے داخل ہوگا تو میں دوسرے سے باہر چلا جاؤں گا"[۳۱]۔ اس قول کے تیور ایسے تھے کہ اس کا مشہور ہو جانا لازمی تھا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ امیر خورد کرمانی کی اختراع ہے۔ ہم عصر مورخ ضیاءالدین برنی جو خود شیخ کا مرید تھا اور شیخ کے حلقہ کی نمایاں شخصیتوں میں سے تھا، سلطان علاءالدین خلجی کی بدنصیبی پر روتا رہتا ہے کہ شہر میں اتنا بڑا بزرگ موجود ہے اور سلطان کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو[۳۲]۔ یہی بیان تاریخی ہے۔ لیکن دروازوں والی بات پر لطف تھی اس لئے اس نے قبولیت پائی، حتیٰ کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسے محتاط تذکرہ نگار نے بھی اسے "اخبارالاخیار" میں شامل کیا ہے[۳۳]۔

حرفِ آخر:۔ اوپر دی ہوئی بحث میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ صوفیانہ لطائف کے ادب کو بغیر تنقید اور تجزیہ کے استعمال کرنے میں کیسی غلطیوں کا امکان ہے اور ان غلطیوں سے بچنے کے لیے کیا کیا تدابیر کی جا سکتی

ہیں۔ ان میں سب سے مؤثر تدبیر لطائف کی زمرہ بندی اور ذیلی زمرہ بندی ہے۔ زمرہ بندی کے فوائد میں اہم ترین یہ ہے کہ اگلے پچھلے ماخذ لطائف کا تقابلی مطالعہ کر کے لطیفہ کی قدامت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور یہ بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ اس نے بعد میں کیا کیا شکلیں اختیار کیں، اس طرح لطیفہ کا درجہ اعتبار قائم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ مزید یہ کہ بعض اندازے لطائف کو پرکھنے میں بڑی ہوشیاری اور استعمال میں احتیاط مزید کی ضرورت ہے۔ ان لطائف میں ایک تو وہ ہیں جو از قسم مثالیہ PARABLE ہیں اور دوسرے وہ جو مبہم بالشان معلوم ہوتے ہیں۔

اختتامیہ:۔ یہ مضمون اصلاً "فکر و نظر" اسلام آباد کے اس شمارہ میں شائع ہونے کے لیے لکھا گیا تھا جو مرحوم مولانا صباح الدین عبد الرحمٰن سے منسوب تھا۔ اس مناسبت کے پیش نظر مولانا کی نگارشات پر تبصرہ و تحسین کے چند جملے بے محل نہ ہوں گے۔ یہ اجمالی تبصرہ اس مضمون کے بعض پہلوؤں سے بھی مربوط ہے

راقم الحروف کی نظر میں صوفیانہ مطالعے کے سلسلہ میں مولانا مرحوم کا سب سے اہم کارنامہ ان کا وہ مضمون ہے جو انھوں نے بزم صوفیہ کے آخر میں بطور ضمیمہ کے دیا ہے اور جس کا عنوان " ملفوظات خواجگان چشت " ہے[۲۴]۔ مرحوم پروفیسر محمد حبیب نے اب سے کوئی اڑتیس سال پہلے ایک بڑے اہم اور تاریخ ساز مضمون[۲۵] میں قدیم چشتی ملفوظات کو جعلی قرار دیا تھا۔ ان میں منجملہ دوسرے ملفوظات کے شیخ عثمان ہرونی، شیخ معین الدین اجمیری، شیخ قطب الدین بختیار کاکی اور شیخ فرید شکر گنج کے ملفوظات جو علی الترتیب ان کے خلفائے اعاظم سے منسوب تھے، شامل ہیں۔ ان کتابوں پر پروفیسر صاحب مرحوم نے یہ اعتراض کیے کہ ان میں بے سروپا باتیں ہیں، کرامات کی بھرمار ہے اور صاحب ملفوظ سے ایسی باتیں منسوب کی گئی ہیں جو ناقابل تصور ہیں کہ انھوں نے کہی ہوں۔ مولانا صباح الدین عبد الرحمٰن مرحوم نے اپنے مضمون میں اسی قسم کے اعتراضات ان ملفوظات پر وارد کیے ہیں جنھیں عموماً معتبر سمجھا جاتا ہے، خصوصاً "فوائد الفواد" اور "خیر المجالس" پر مولانا نے ان کا تنقیہ کر کے بالتفصیل بتایا ہے کہ ان میں بھی اسی قسم کی بے سروپا اور محیر العقول باتیں ہیں جن کی بناء پر قدیم ملفوظات کو بے اعتبار قرار دیا گیا ہے۔ شیخ نصیر الدین چراغ کے ملفوظات "خیر المجالس" (مرتبہ حمید قلندر) کے بارے میں مولانا مرحوم نے نشاندہی کی ہے کہ سید محمد گیسو دراز کے بیان کے مطابق جب "خیر المجالس" کا ایک جزو صاحب ملفوظ کو دکھایا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ " من چیزے دیگر گفتہ ام، مولانا حمید الدین چیزے دیگر نبشتہ است " اور یہ کہکر وہ جزو باہر پھینک دیا۔

مولانا نے "فوائد الفواد" اور "خیر المجالس" کی جو تنقید کی ہے اس سے صرف ایک بات نکل کر آتی ہے اور وہ یہ کہ ان ماخذ کو حزم و احتیاط سے استعمال کرنا چاہیے اور یہ موقف عالمانہ ہے، معاندانہ نہیں۔ یہ وہ بنیادی بلکہ ابتدائی احتیاط ہے جو تاریخ کے ہر طالب علم کو چاہے وہ کسی درجہ کا ہو ہر تاریخی ماخذ کے بارے میں برتنا پڑتی ہے چاہے وہ کسی

نوعیت کا ہو۔ صوفیانہ ادب میں مثالیات، کرامات، شطحیات اور اختراعی مواد کے شامل ہونے کے باعث احتیاط مزید کی ضرورت ہے۔

پروفیسر حبیب نے قدیم چشتی ملفوظات کی تنقید کے سلسلے میں ایک بڑی پتے کی بات کہی ہے کہ "تاریخی زمانہ کے بارے میں کوئی کرامات نہیں ہو سکتیں"۔ ان ملفوظات قدیم میں چونکہ ایسے اشخاص کو جن کے زمانوں میں ایک صدی، دو صدی اور تین صدی کا فرق ہے یکجا اور ہم کلام دکھایا گیا ہے، اس لئے اس اصول کے مطابق یہ ملفوظات لائق اعتبار نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جس ملفوظ پر یہ اعتراض صحیح ہے اور کسی غلط فہمی پر مبنی نہیں ہے، وہ درجۂ اعتبار سے ساقط ہو جائے گا۔ دراصل ضرورت اس بات کی ہے کہ اس معیار کو مرکزی موضوع بنا کر سارے صوفیانہ ادب کی چھان بین کی جائے۔ کشف المحجوب میں جو تصوف کی معتبر ترین کتابوں میں ہے بایزید (وفات ۲۶۱ھ/۸۷۵-۸۷۶ء) کو ایک پختہ عمر کا انسان دکھایا گیا ہے جنھوں نے شقیق بلخی (وفات ۱۹۴/۸۰۹--۸۱۰) کو اس طرح کا مشورہ بلکہ ہدایت بھیجی جیسا کہ بزرگ اپنے سے خام تر لوگوں کو بھیجتے ہیں۔[۳۶] حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ شقیق بلخی کی وفات بایزید کی وفات سے ۶۷ سال پہلے واقع ہوئی تھی۔ خود "خیر المجالس" میں رابعہ بصری (وفات ۸۰۱م) اور خواجہ حسن بصری (وفات ۷۲۸م) کو ہم کلام دکھایا گیا ہے، اگرچہ دونوں کی تاریخ ہائے وفات میں قریب پون صدی کا فرق ہے اور موضوع گفتگو بھی ایسا ہے کہ اس کا یہاں نظر انداز کرنا ہی بہتر ہے۔[۳۷] "جوامع الکلم" اس سے بھی ایک قدم آگے ہے۔ اس لئے کہ اس میں خواجہ حسن بصری، رابعہ بصری، ابراہیم ادھم (وفات ۷۷۷، یا ۷۹۰)، اور ذوالنون مصری (وفات ۸۵۹م) کو یکجا دکھایا گیا ہے۔[۳۸] حالانکہ اول الذکر اور آخر الذکر کے سال ہائے وفات میں ۱۳۱ سال کا فرق ہے۔ اسی طرح جامع العلوم" میں مخدوم جہانیاں جہانگشت سے روایت ہے کہ منصور حلاج (مقتول ۳۰۹/۹۲۲) کے قتل کا فتویٰ قاضی ابو یوسف (وفات ۱۸۲ھ/۷۹۸ء) نے دیا تھا۔[۳۹] یہ بات بھی سالوں کے تفاوت کے باعث ناممکن الوقوع ہے۔

یہ مثالیں ایسی ہیں جو اتفاقاً نظر پڑ گئیں۔ تلاش کی جائے تو اس قسم کی غلطیاں کم و بیش ان تمام ملفوظات، تذکروں اور اصول تصوف کی کتب میں ملیں گی جو مقابلتاً زیادہ معتبر سمجھی جاتی ہیں، اور یہی مرحوم مولانا صباح عبدالرحمٰن کے محولہ بالا مقالہ کا اصل سبق کہا جا سکتا ہے کہ کسی ملفوظاتی مآخذ کو مستند نہیں فرض کر لینا چاہیے اور قدیم چشتی ملفوظ کی طرح دیگر ملفوظات کو بھی تنقید کی خوردبین کے نیچے رکھ کر جانچنا ضروری ہے۔

—٭٭٭—

حوالہ جات

۱۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔ قصص القرآن۔ ناشر محمد سعید اینڈ سنز کراچی، سال ندارد (طبع چہارم)۔ ج ۱ ص ۹، ۵۰۷۔ ج ۲ ص ۸۱، ۱۵۶، ۱۵۷۔

Also see Fazlur Rahman, <u>Islam</u>, London, 1966, P. 133.

۲۔ "تصوفیانہ لطائف اور "اسرائیلیات" کے نکتۂ اتصال کی ایک اچھی مثال حضرت داؤد علیہ السلام اور اوریہ کی داستان کا ذکر ہے۔ جو سید محمد گیسو دراز کے ملفوظات "جوامع الکلم" میں دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو "جوامع الکلم" مرتبہ سید محمد اکبر حسینی۔ مخطوطہ برٹش میوزیم۔ شمارہ OR ۲۵۲ ورق ۱۲۶، الف و ب۔

۳۔ ابوالقاسم قشیری، رسالۂ قشیریہ ترجمہ فارسی۔ با تصحیحات بدیع الزمان فروزانفر تہران۔ ۱۳۴۵ شمسی ۱۹۶۷ء ص ۴۰۴-۴۰۵۔ اردو ترجمہ اسلام آباد ۱۹۸۴ء (مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن) اقتباس سے مختلف ہے۔ اس مضمون میں قشیریہ کا اردو ترجمہ دیتے وقت فارسی ترجمہ کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور بیشتر اسی پر انحصار کیا گیا ہے۔

۴۔ ترجمہ رسالۂ قشیریہ (فارسی) ص ۳۵۹-۳۶۰۔

۵۔ "سیر محمدی" مولفہ محمد علی سامانی مخطوطہ فارسی نیشنل میوزیم کراچی۔ شمارہ ۲۶۷، ۱۹۷۰ء۔ این۔ ایم ورق ۲۷، الف و ب

۶۔ "جوامع الکلم" (ملفوظات سید گیسو دراز) مرتبہ سید محمد اکبر حسینی۔ مخطوطہ فارسی برٹش میوزیم۔ شمارہ OR ۲۵۲، ورق ۲۰، الف و ب۔

۷۔ ترجمہ رسالۂ قشیریہ (فارسی) ص ۳۶۳-۳۶۴۔

۸۔ خواجہ عبداللہ انصاری ہروی۔ طبقات الصوفیہ۔ تصحیح حبیبی۔ کابل ۱۳۴۱ش۔ ص ۴۳۔

۹۔ غزالی۔ احیاء العلوم (اردو ترجمہ) جلد چہارم مکتبہ رحمانیہ لاہور، سال ندارد۔ ص ۳۵۳۔

۱۰۔ شیخ شہاب الدین سہروردی۔ عوارف المعارف، اردو ترجمہ۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۷ء۔ ص ۴۰۰۔

۱۱۔ Muhammad Saleem Akhtar (Editor), <u>Kalimat al-Sadiqin</u> of Muhammad Sadiq Dihlawi, Lahore, 1988, Editor's Introduction, PP. 83-85.

۱۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ "اخبار الاخیار" مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء۔ ص ۲۷۔

۱۳۔ الہدیہ چشتی۔ سیر الاقطاب۔ مطبع نول کشور لکھنؤ۔ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء۔ ص ۱۸۹

۱۴۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن۔ "بزم صوفیہ" طبع سوم۔ اعظم گڑھ ۱۹۴۹ء ص ۲۸۵-۲۸۶۔

۱۵۔ ترجمہ رسالۂ قشیریہ (فارسی) ص ۶۷۲۔

۱۶۔ شیخ ابونصر سراج۔ "کتاب اللمع فی التصوف" اردو ترجمہ از سید اسرار بخاری۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن۔ لاہور ۱۹۸۴ء۔ ص ۵۲۱

۱۷۔ حمید قلندر۔ "خیر المجالس" با تصحیح خلیق احمد نظامی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۵۹ء۔ ص ۲۵۷۔

۱۶ Simon Digby, 'Qalandars and Related Groups (in the ...Dehli Sultanate of the Thirteenth and Fourteenth Centuries)' in Islam in Asia, The Harry S. Truman Institute for the Advancement of Peace, 1984, Vol. I, P. 81.

۱۷ (الف) غزالی۔ کیمیائی سعادت، تہران، خرداد ۱۳۶۲ھ۔ ص ۴۰۰۔

۱۸ "خیرالمجالس" ص ۲۰۲۔

۱۹ Khaliq Ahmad Nizami, The Life and Times of Shaikh Farid-Uddin Ganj-i-Shakar, Aligarh, 1955, PP. 51-52.

۲۰ "خیرالمجالس" ص ۱۸۲۔

۲۱ "خیرالمجالس" ص ۲۰۳ - ۲۰۲۔

۲۲ "فوائدالفواد" مرتبہ خواجہ حسن دہلوی۔ با تصحیح محمد لطیف ملک لاہور ۱۹۶۶ء/ ص ۷۸ - ۷۹۔

۲۳ ترجمہ رسالہ قشیریہ (فارسی) ص ۵۶۸ - ۵۶۹۔

۲۴ "فوائدالفواد" ص ۲۴۶

۲۵ محمد غوثی شطاری مانڈوی۔ اذکار ابرار اردو ترجمہ "گلزار ابرار"۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء/ ص ۱۵۵، ۱۵۶

۲۶ ملاحظہ ہو "جہانگیر نامہ" (توزک جہانگیری) بہ کوشش محمد ہاشم۔ بنیاد فرہنگ ایران ۱۳۵۹ شمسی۔ ص ۹۷۔ یہ واقعہ ۱۲ محرم ۱۰۱۹ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۶۱۰ء کو رونما ہوا۔

۲۷ ابو عبدالرحمن سلمی، ملامتیان و صوفیان و جوانمرداں (ترجمہ فارسی)، تصحیح دکتور ابوالعلا عفیفی۔ کابل ۱۳۴۲ھ۔ ص ۵۷۔

Also see Fazlur Rahman, Islam, London, 1966, PP. 133-134, for the Sufis' invention of 'fanciful' and 'fictitious' hadithes.

۲۸ "سراج الہدایہ (ملفوظات حسین جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت)، مرتبہ قاضی سجاد حسین، نئی دہلی ۱۹۸۳ء۔ پیش لفظ۔ ص ۱۲ - ۱۳۔

۲۹ ترجمہ رسالہ قشیریہ" (فارسی) ص ۱۸۷ - ۱۸۸۔

۳۰ ترجمہ "رسالہ قشیریہ" (فارسی) ص ۱۴۷۔

۳۱ سید محمد بن مبارک علوی کرمانی معروف بہ "میر خورد"۔ "سیر الاولیاء" مؤسسہ انتشارات اسلامی لاہور۔ ص ۱۴۵۔

۳۲ ضیاءالدین برنی۔ تاریخ فیروز شاہی۔ بتصحیح سید احمد خان۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ ۱۸۶۲ء۔ ص ۳۶۶۔

۳۳ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ "اخبار الاخیار فی اسرار الابرار" مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء۔ ص ۵۸۔

۳۴ سید صباح الدین عبدالرحمن۔ بزم صوفیہ۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ طبع سوم ۱۹۶۹ء یہ مضمون محولہ کتاب کے ضمیمہ میں صفحات ۶۳۱ پر دیا گیا ہے۔

۲۹ Muhammad Habib, 'Chishti Mystic Records of the Sultanate Period', in Politics and Society during the Early Medieval Period, being the Collected works of Professor Muhammad Habib, Vol. I, Edited by Prof. K.A. Nizami, New Delhi, 1974. The article referred to occurs on PP. 385-433. It appeared originally in Medieval India Quarterly, Aligarh Vol. I, No. 2, October 1950.

۳۰ 'Ali b. 'Uthman al-Hujwiri, Kahsf al-Mahjub, tr. R.A. Nicholson Islamic Book Foundation, Lahore, 1976. PP. 358-59.

۳۱ "خیر المجالس"، ص ۲۰۰ - ۲۰۱

۳۲ "جوامع الکلم" نسخہ برٹش میوزیم۔ ورق ۳۲، الف و ب

۳۳ پروفیسر محمد اسلم "الدر المنظوم کی تاریخی، مذہبی اور سماجی اہمیت" اقبال ریویو، جولائی ۱۹۸۴ء، صفحہ ۱۳۲، بحوالہ الدر المنظوم، ملتان ۱۳۷۷ھ، ص ۱۳۳۔

(بشکریہ "فکر و نظر" اسلام آباد)

●●

۲

ہندستان کے کتابخانوں میں

مخطوطاتِ تصوّف

فارسی و عربی

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

اس فہرست میں ہندستان کے جن ذخیروں کا احاطہ کیا گیا ہے، ان کی فہرست درج ذیل ہے:

آرکائوز الٰہ آباد = اسٹیٹ آرکائوز، یوپی، الٰہ آباد۔
آزاد = مولانا آزاد لائبریری، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ۔
آصفیہ = اورینٹل مینوسکرپٹ لائبریری (آصفیہ لائبریری) حیدرآباد۔
ابوالخیر = درگاہ شاہ ابوالخیر، چتلی قبر، دہلی۔
اسلام پور = خانقاہ اسلام پور، پٹنہ۔
ایشیاٹک = ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ۔
برقی = ڈاکٹر ظہور رضوی برقی، دانا پور کا ذاتی ذخیرہ۔
بلخیہ = خانقاہ بلخیہ، فتوحہ، پٹنہ۔
بوہار = نیشنل لائبریری کا بوہار کلیکشن، کلکتہ۔
بھوپال = کتب خانہ حمیدیہ، بھوپال۔
پٹنہ یونیورسٹی = پٹنہ یونیورسٹی لائبریری، پٹنہ۔
پیر دمڑیا = خانقاہ پیر دمڑیا، خلیفہ باغ، بھاگلپور۔
پھلواری = کتب خانہ خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔
تحقیقات = ادارہ تحقیقات اردو کلیکشن، خدابخش لائبریری، پٹنہ۔
ٹونک = عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ٹونک، راجستھان۔
جامع مسجد = کتب خانہ جامع مسجد، بمبئی
جامعہ = ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔
جمال پاشا = پاشا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، سیوان (بہار)۔
جواہر = مولانا آزاد لائبریری کا جواہر کلیکشن، علیگڑھ۔
جیسوال = کے۔ پی۔ جیسوال ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لائبریری، پٹنہ۔
حبیب/حبیب گنج = مولانا آزاد لائبریری، حبیب گنج کلیکشن، علیگڑھ
خدابخش = خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ۔
دہلی = دہلی یونیورسٹی لائبریری، دہلی۔
دیوبند = کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، یوپی

رحمانیہ = کتب خانہ رحمانیہ، مدرسہ محمدی، مدراس۔
رضا = رضا لائبریری، رامپور، یوپی۔
سالار = سالار جنگ میوزیم، حیدرآباد
سبحان اللہ = مولانا آزاد لائبریری، سبحان اللہ کلیکشن، علیگڑھ۔
شانتی نکیتن = سنٹرل لائبریری، شانتی نکیتن، وشو بھارتی، کلکتہ
شبیر عطا = کتب خانہ سون، لکھنؤ۔
صولت = صولت پبلک لائبریری، رامپور۔
ظل الرحمٰن = حکیم ظل الرحمٰن (علیگڑھ) کا ذاتی ذخیرہ۔
عبدالحی = مولانا آزاد لائبریری، عبدالحی کلیکشن، علیگڑھ۔
عبدالسلام = مولانا آزاد لائبریری، عبدالسلام کلیکشن، علیگڑھ۔
علیگڑھ/علیگڑھ (قیشوا) = مولانا آزاد لائبریری، علیگڑھ۔
عمادیہ = خانقاہ عمادیہ، منگل تالاب، پٹنہ سٹی۔
غوث = کتب خانہ بندہ نواز گیسو دراز، گلبرگہ۔
فتوحہ = خانقاہ بلخیہ، فتوحہ، پٹنہ۔
فرقانیہ = جامع العلوم فرقانیہ، رامپور، یوپی۔
کشمیر = ریسرچ لائبریری، سری نگر، کشمیر۔
گیا = خانقاہ منعمیہ، گیا۔
محمدی = کتب خانہ ہاشمی، مدرسہ محمدی، مدراس۔
مدراس = گورنمنٹ اورینٹل مینوسکرپٹ لائبریری، مدراس۔
مزمل = مزمل اللہ خان لائبریری، علیگڑھ۔
ملا فیروز = ملا فیروز لائبریری، بمبئی۔
منعمی = خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ سٹی۔
مونگیر = خانقاہ رحمانیہ، مونگیر۔
ناصریہ = ناصریہ لائبریری، لکھنؤ۔
ندوہ = شبلی لائبریری، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔
نیشنل/نیشنل میوزیم = نیشنل میوزیم، دہلی۔
ہمدرد = کتب خانہ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، ہمدرد نگر، دہلی۔
یوپی آرکائوز = اسٹیٹ آرکائوز، یوپی، الٰہ آباد
یونیورسٹی کلیکشن علیگڑھ = مولانا آزاد لائبریری، علیگڑھ

••

حرف آغاز

جنوبی ایشیائی علاقائی سیمینار کے پہلے اجلاس منعقدہ مارچ ۱۹۸۴ء میں، جو طب مخطوطات کے موضوع پر تھا، کے بعد اس سلسلہ کا دوسرا سیمینار تصوف کے مخطوطات پر مارچ ۱۹۸۵ء میں منعقد ہوا۔ اس سلسلہ کی اہم ترین کڑی تصوف پر عربی و فارسی کے اہم مخطوطات کی جامع فہرست پیش خدمت ہے۔

یہ تصوف پر ہندوستان کے غیر مطبوعہ فارسی، عربی ذخیرہ کی ایک جامع فہرست ہے جس میں معروف کتابخانوں کے ساتھ نجی و غیر معروف ذخائر کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔

سیمینار میں جو فہرست بحث کے لیے پیش کی گئی تھی اس میں، سیمینار میں گفتگو کی روشنی میں جابجا ترمیم و اضافہ کیا گیا ہے۔

اور اب اگلا مرحلہ شروع ہوتا ہے کہ ان مخطوطات میں اہم ترین کا انتخاب کرکے تدوین (اگر ممکن ہو تو ترجمہ بھی) کا آغاز کیا جائے۔

پیش نظر فہرست میں، یہ بھی عرض کر دیا جائے، بہت سے اہم نام نہیں ملیں گے محض اس لیے کہ وہ طبع شدہ ہیں۔ یہ نکتہ بھی سامنے لے آیا جائے کہ اکثر طبع شدہ متون تو قلمی نسخوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس کے مستحق ہیں کہ انھیں بھی مدون کیا جائے، لیکن کام اتنا بڑا اور پھیلا ہوا ہے کہ ہمیں ترجیحات دینی ہی ہوں گی۔ اور یہ محض ترجیح ہی ہے اور طوفانی رفتار سے وقت کے اڑتے ہوئے لمحات کا جبر ہے جو ہمیں پابند کرتا ہے کہ نولکشور نے جابجا کتابت کی اغلاط کے ساتھ ہی سہی کچھ پیش تو کر دیا جبکہ سیکڑوں (شاید ہزاروں) متن جو اس قابل ہیں کہ انھیں بھی سامنے لایا جائے صدیوں سے کتابخانوں میں دفن پڑے ہیں، تو پہلے انھیں لے لیں اور ان میں بھی اہم ترین کو، پھر طبع شدہ کا نمبر بھی آہی جائے گا۔

علم کی اشاعت ـــــ اگر مقصدِ اولین ہے تاکہ اس روشنی میں ہم ایک بہتر سماج اور ایک برتر آدم کی تشکیل کر سکیں تو ذاتی نام اور شہرت کے خول سے نکل کے ٹیم ورک کی مل جل کے کام کی عادت پیدا کرنی ہوگی۔ ان مخطوطات کی تدوین کے پیچھے یہ جذبہ کام کرنے لگا تو مجھے امید ہے ہم تھوڑے برسوں کا کام چار پانچ برس میں انجام دے سکیں گے۔

اب جو با صلاحیت اسکالر بھی اس کام میں ہاتھ بٹائیں، خدا بخش کی طرف سے انھیں خوش آمدید کہا جائیگا، ہر ممکن تعاون کیا جائیگا اور اس امید کے ساتھ کہ دوسرے تمام ادارے اور افراد بھی اس کارِ خیر میں اسی جذبہ کے ساتھ شرکت کریں گے۔

ـــــ عابد رضا بیدار

فارسی مخطوطات

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱	آداب	شیخ الکبیر	مدراس	
	آداب خلوت		پٹنہ یونیورسٹی	
	آداب الذکر	جعفر محمد ابوسعید قلندری	ایشیاٹک	
	آداب السالکین	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش، ہمدرد، رضا	
	؍؍ ؍؍	قاسم اودھی	پٹنہ یونیورسٹی، سہارنپور	
	؍؍ ؍؍	مولانا محمد محسن ابن مرتضیٰ کاشی	رضا	
	آداب الصالحین		سالار	
	آداب الصدیقین / سلسلۃ الصدیقین	احمد بن جلال الدین کاشانی	ہمدرد، خدابخش	
	آداب طریقت	خواجہ عبدالخالق	آصفیہ	
۱۰	آداب الکاملین	محمد حیان	آرکائیوز الٰہ آباد	
	آئینۂ جمال در سراپائے سید محمد قادری	احمد بن محمد القریشی	حبیب	
	آئینۂ جہاں نما / چراغ دین	سراج الدین حسین	آصفیہ، رضا	
	آئینۂ حق نما / آئینۂ حقائق نما ؍؍ = شرح جام جہاں نما	ابراہیم شطاری	رضا، آصفیہ، مدراس، مجیدی پھلواری، سالار	
	ابجد عشق	محمد ہروی	ایشیاٹک، آرکائیوز الٰہ آباد	
	ابواب المعرفت	چترمل	آصفیہ	
۱۶	اثبات سماع الغنا	شیخ جمال محمد	ایشیاٹک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۷	اجازت نامہ (در مجموعہ رسائل)	امیر ہمدانی	دیوبند	
	اجازت نامہ خلافت پیر دمڑیا		پیر دمڑیا	
	اعمال شاہ پیر محمد لکھنوی	شاہ پیر محمد لکھنوی	علیگڑھ	
	اجوبہ زاہدیہ	شرف الدین یحییٰ منیری	بلجیہ	
	احتجاج نامہ	—	ایشیاٹک	
	احسن الاذکار (حالات پیران پیر)	نواب محمد علی خاں	عبدالسلام	
	احسن الاقوال ملفوظات برہان الدین غریب	حماد بن عماد کاشانی	علی گڑھ	
	احسن السیر (تاریخ خواجہ اجمیری)	محمد اکبر خاں	عبدالسلام	
	احسن القصص	شیخ محمد رضا	ابوالخیر	
	״	احمد بن عباس بخاری	سبحان اللہ	
۲۷	احسن المجالس	محمد سجاد جعفری	خدابخش	
	احوال اولیاء درویشان		״	
	احوال سید شاہ جمال البحر معشوق ثانی		آصفیہ	
	״ علیم الدین بلخی	غلام مظفر بلخی	بلجیہ	
	احوال شیخ صاحب		ارکائیوز الہ آباد	
	احوال و اقوال حضرت سید شاہ عبدالقادر جیلانی		آصفیہ	
	احوال و کرامات شیخ نور الدین نورانی		علی گڑھ	
	اخبار الاصفیا	عبدالصمد بن افضل محمد انصاری	״	
	اخبار الابرار	محمد شاہ عطا کریمی	دیوبند	
	اخبار الاولیا	قاضی محمد اسمٰعیل	بلجیہ	
۳۷	اخبار الجمال	راجی محمد بن راجی یار محمد	حبیب	
	اختصار حیات		ایشیاٹک	
	اختصار مقامات ابی سعید		رضا	
۴۰	اخص الخواص	مخدوم حسین بلخی	بلجیہ، خدابخش	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ کیفیت
۴۱	ادب الآداب	دین محمد باقر جہار کڑھی	صولت، علی گڑھ
-	اذکار قادریہ	جمال الدین موسیٰ	ایشیاٹک
-	اذکار قادریہ قمیصیہ وارثیہ	غلام شبلی پھلواروی	پھلواری
-	اذکار یحیاویہ (اذکار شیخ یحیی چشتی و شیخ رکن الدین چشتی)	محمد فاضل	آصفیہ
	اعادۃ الدقائق شرح مراۃ الحقائق	عبد النبی شطاری	خدابخش / ٹونک
	ارادۃ العارفین وارشاد الطالبین فی سلوک العارفین	محمد بن ابی الحسن الحسینی	ٹونک
-	ارشاد الاخوان	سید اشرف جہانگیری سمنانی	علیگڑھ، شکرانوالی
	ارشادات حامدی (دربیان توحید)	حامد حمید	"
-	ارشادات صاحب سوات ارشادات عزیزی	سید عبد اللہ نعیم الدین	آصفیہ، سالار دیوبند رضا
۵۱	ارشاد خواجہ بہاء الدین نقشبندی		پٹنہ یونیورسٹی
-	ارشاد الرحمٰن		حبیب
-	ارشاد السالکین		پیر دستگیر، آصفیہ ۲ ابوالخیر، پھلواری
	" "	عبد الجلیل بن صدر الدین	حبیب
	" "	ولی محمد	آصفیہ
	" "	اعظم الحسینی	سالار
	" "	بہاء الدین ناگھو	ایشیاٹک
	" "	محمد بن ابو سعید حسین	جامعہ
-	" " "	کریم الدین نقشبندی	مدراس
-	" " "	خیر الدین	ایشیاٹک
۶۱	" " "	عبد الرحمٰن بن قاسم لاہوری	رضا
۶۲	" " "	محمد صادق لطیفی	مدراس تحقیقات

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
٦٤	ارشاد السالکین	خواجہ گیسو دراز	حبیب	
	ارشاد الطالبین		پٹنہ یونیورسٹی، خدابخش	
	" "	شاہ برہان الحق	علی گڑھ	
	" "	شاہ کبیر شطاری	"	
	" "	ناصر جمال قریشی	مدراس	
	ارشاد العالمین	محمد رضا شطاری	رضا	
	ارشاد المحبوبین	شمس الدین حسینی	ایشیاٹک	
	ارشاد المریدین		آصفیہ	
	" "	حسین خوارزمی	ایشیاٹک، سبحان اللہ، ندوہ	
	ارشاد المومنین	محمد بن محمد	آصفیہ	
٧٤	ارض الحقیقہ	فاخر الہ آبادی	ہمدرد	
	ازالۃ الخفا عن رسالۃ القضا	محمد افضل عباسی الہ آبادی	رضا، علیگڑھ	
	ازالۃ القناع عن وجوہ السماع	محمد نور اللہ بن مقیم الدین	علیگڑھ، ایشیاٹک، شبلی، آصفیہ	
	اساس المعرفت	کمال الدین صدیقی	سالار، محمدی	
	اسباب ثلثہ	محمد چشتی بن حسن محمد	حبیب	
	اسباب النجاۃ لمعرفۃ العصاۃ	شرف الدین یحییٰ منیری	بلخیہ، پھلواری	
	استعداد الآخرۃ	—	"	
	استقامۃ الشریعۃ	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ	
	اسرار الاقطاب	حسام الدین قاضی منور صدیقی	"	
	اسرار الاولیا		"	
٨٤	اسرار الٰہی	زین العابدین بن حسام سمنانی	ہمدرد	
	اسرار الحق		آصفیہ	
٨٦	اسرار الذاکرین	اتن بن غلام محمد ابو مسلمی المروزی	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۸۴	اسرار السالکین	شاہ احمد بن ...	ابو الخیر	
	اسرار الشہود	محمد یحیٰ بن علی جیلانی	علی گڑھ	
	اسرار الصلوٰۃ	فرحت اللہ (حسن دوست)	لجنۂ ندوہ	
	اسرار العارفین	شرف الدین بو علی قلندر	مدراس، ٹونک	
	اسرار العاشقین	محمد فیروز صدیقی	آصفیہ	
	اسرار العالیہ فی مناقب الوالیۃ	عبد الغفار بن عبد الجامع فرنگی محلی	جواہر	
	اسرار الغیبیہ اسرار المدینہ		عبد السلام	
	اسرار قمریہ (ملفوظات شاہ قمر الدین حسینی)		منعمی گیا	
	اسرار المشائخ	جہانگیر یوسف	رضا، ایشیاٹک	
	اسرار مومنین	سید شاہ قطب الدین	خدابخش ۲	
۹۷	اسرار وحی		آصفیہ	
	اسم اعظم (حالات پیران پیر)	غلام احمد	عبد السلام	
	اسمار السلطان	عبد القادر	ایشیاٹک	
	اسم اللہ ہفتدہ رسائل تصوف	حضرت مخدوم قادری	آصفیہ	
	اسناد اشغال شطاریہ	ملا جعفر	ایشیاٹک	
	اشارات حامدی	کمال برہان الدین احمد حامد حمید	خدابخش، ٹونک	
	″ مخدوم بہاری	شرف الدین یحیٰ منیری	″ ۲، گیا	
	اشجار الجمال / اشجار الجمال	(محمد بن یار محمد خان الجشتی)	خدابخش، ٹونک، علی گڑھ	
	اشراق النیرین	خواجہ دہدار	خدابخش، رضا، علی گڑھ	
	اشعاب الشفق	غلام محی الدین قریشی	دیوبند	
۱۰۷	اشعۂ ربانیہ		پھلواری	
	اشعۃ اللوائح شرح اللوائح	عبد الملک بن عبد الغفور پانی پتی	سالار جنگ، مسیوزیم دہلی	
	اشغال الصوفیہ	(بہ شرح بانی) عبد الغنی بن احمد بن عبد القدوس گنگوہی	رضا	
	اصطلاحات صوفیہ	عبد الرحمٰن جامی	آصفیہ	
	″	قمر الدین	″	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۱۴	اصول الایمان	محمد سالم	ظل الرحمٰن	
	اصولِ حافظیہ		ٹونک	
	اصول السعادت	سید محمد خواجہ عرف سید لالہ	عبدالسلام	
	اصول معارف	شاہ تراب علی	ایشیاٹک	
	اصول المقصود	شاہ تراب علی	خدا بخش، آرکائیوز الہ آباد	
	اصول نقشبندیہ	علی بن حسین کاشفی	علی گڈھ	
	اطلاع نفس الامری و اسرار محمدی	احمد الدین	سبحان اللہ	
	اعتبار العارفین	عظمت اللہ قادری	سالار	
	اعراس شیوخ محمدیہ	محمد احمد بلگرامی	ایشیاٹک / علی گڈھ	
	اعمال شاہ میر محمد لکھنوی = نمبر ۲۳			
۱۲۴	اعمال متفرقہ از رسالہ پاس انفاس	معین الدین اجمیری	علی گڈھ	
	افادات شاہ ولی اللہ / اصول ادبی	محمد عاشق پھلتی	خدا بخش، کاکوری	
	اقتباس مشکوٰۃ ولایت	جلال ہروی	آصفیہ	
	اقرب الطرق الی دوام لوجد الرقیق	سید علی ہمدانی	رضا	
	اقسام راہ حق		حبیب گنج	
	اقلیم الاسلام	امام غزالی	آصفیہ	
	اقلیم الاسلام	محمد بن عبداللہ خواجگی	دیوبند	
	اقوال بزرگاں		مرتضیٰ	
	اقوال صوفیہ	وحید الدین	بھوپال	
	اقوال مرویات صوفیائے کرام		خدا بخش	
۱۳۲	اقوال نکات بزرگان سلف		جواہر	
	اکسیر افادت مذہب	غلام حیدر		
	اکسیر سعادت		ایشیاٹک عبدالسلام	
	اکمل الموحدین		حبیب	
۱۳۶	الہامات الاعظم / الہامات قدسی	سید محمد / بہاء الدین	آصفیہ، نیشنل میوزیم، دہلی	
	الہامات فی بیان هزیات	محمد چشتی بن حسن محمدؒ	حبیب	
۱۳۸	״ ״ اسرار ذات و صفات	محمد علی اکبر فتحپوری	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۳۹	الہامات قدسی		خدابخش ۲	
	الہامات قدسیہ	محمد بایزید قادری	رضا	
	الہامات منعمی	شاہ نعمان	نخشتی	
	الہامات منعمی	منعم خان خانان	آصفیہ، رضا	
	الہامات منعمی	محمد منعم/منعم پاکباز	خدابخش، منعمی، اسلام پور	
	الہی نامہ	وحدت اللہ/گرونانک	آصفیہ ۲	
	امثال		پھلواری	
	ام الصحائف فی علوم المعارف	مسعود بیگ	آصفیہ	
	امواج البحار من سر الانہار	شاہ رکن الدین عشق	{ نجیبیہ، گیا	
	" "		منعمی اسلام پور	
۱۴۹	امیر الکونین	ملا اللہ غلام نادر سرہندی	پھلواری	
	امیلئے ما قدسبق	شاہ ظہور الحق پھلواری	عمادیہ	
	انساب شرقی	شجاعت حسین طالب علی شرقی	نجیبیہ	
	الانسان الکامل (ترجمہ)	اسرار الدین/نواب محفوظ خاں بہادر شہامت جنگ	مدراس آصفیہ	
	انسان نامہ	ہمدانی	رضا	
	انس الطالبین	ابوالنصر احمد	ایشیاٹک	
	انہار کرمی مناقب پیران چشت	مظہر علی راجگیری	پھلواری	
	انفاس قدسیہ	سدید الدین کاشغری	رضا	
	انفاس نفیسہ	یعقوب بن عثمان غزنوی	حبیب	
	انوار الاولیا		آصفیہ	
۱۵۹	انوار تجلیات	محمد حیدر	سالار	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۶۰	انوار تحقیق	علی بن طیفور بسطامی	سالار	
	" "	عبداللہ انصاری	ایشیاٹک، آصفیہ	
	انوار الحلت	امام غزالی	رضا، مدراس، آصفیہ	
	انوار در کشف اسرار	صوفی شریف	حبیب، برٹش	
	انوار طریقہ	نور الحق	عمادیہ	
	انوار المجالس	محمد عظیم	آصفیہ	
	انوار محمدی من فیضان احمدی	شیخ محمد تھانوی	خدابخش ۲	
	انوار مشتاق		فرقانیہ	
	انوار الہدایت / انوار الہدیٰ	برہان الدین دارالہی	آصفیہ	
	انواع الآیات من اصل الآیات	میر محمد یوسف بلگرامی	سبحان اللہ	
۱۷۰	انواع عارفین		دیوبند	
	انہار اربعہ	خواجہ بہاء الدین نقشبندی	آصفیہ، ندوہ	
	انہار المفاخر	محمد غوث بن ناصر الدین محمد الملکی	"	
	انیس الارواح		"	
	انیس الصالحین	امام الدین	"	
	انیس الطالبین	صلاح بن مبارک	خدابخش ۲	
	انیس الطالبین (انتخاب)	عبدالرحمن جامی	خدابخش، ابوالخیر، ٹونک	
	انیس العارفین	حبیب اللہ قنوجی	رضا، بھوپال	
	انیس العاشقین	مجتبیٰ بن مصطفیٰ لاہر پوری	حبیب، رضا، ٹونک، بیرو ڈرشیا، عمادیہ پھلواری	
	انیس الغرباء		خدابخش، ابوالخیر، علیگڈھ	
	" "	شاہ نور الحق	بہار، ایشیاٹک، رضا، مراد	
۱۸۰	انیس الفقرا	قاضی حمید الدین ناگوری	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۸۳۰	انیس المریدین و شمس المجالس	عبداللہ انصاری	علی گڈھ، بھوپال	
	انیس النفیس	عبدالرحمٰن بن میر سید محمد خواجہ رسولدار قنوجی	خدابخش ۲	
	اوراد الاوراد		ایشیاٹک	
	اوراد شیخ شہاب الدین سہروردی		پھلواری	
	اوراد قادری	شیخ محمد	ایشیاٹک	
	اوراد مخدوم شرف الدین احمد منیری	قاضی بن علا بن عالم منیری	پیرزادہ شریا	
	اوراد یوسفی	یوسف بن رکن الدین	ایشیاٹک	
	اورنگ وحدت	محترم اللہ	سالار	
	ایراد الحیاوات النصیحة فی شرح قول علیہ السلام الدین النصیحة	عبدالحق محدث دہلوی	خدابخش	
	ایجاد المحققین	میاں پیر	سالار	
	(ب)			
۱۹۳	بابریہ	احمد بن جلال الدین	رضا	
	باعث الوصول (شرح عقائد صوفیہ)	فقیر حسن مرید شیخ عبداللطیف	آصفیہ	
	باقر الانوار	سید اکبر بن سید حامد قتال	فضل الرحمٰن	
	بحار المعانی (شرح بعض ابیات مثنوی شریف)	سید المرتضیٰ زین العباد حسینی	آصفیہ	
	بحر الاسرار	فریدالدین عطار	جامعہ، آصفیہ	
	بحر الاسرار		آصفیہ	
	بحر الاسرار و الانوار	محمد بن قطب الاولیاء	صولت	
	بحر الاسرار الحسینہ		رضا	
۲۰۰	بحر الانوار	شیخ بہلول ستاری	خدابخش	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۲۰۱	بحر الحقائق موسوم بہ جواہر الاسرار	حمزہ بن علی الطوسی	آصفیہ	
	بحر الحقائق	قطب الدین بختیار کاکی	دیوبند	
	بحر الحقائق	اللہ نور	ایشیاٹک	
	بحر الحیات		مدراس	
	بحر الحیات	بدر الدین بن جمیل الدین حبشی	ایشیاٹک	
	بحر الحیات : ترجمہ امرت کنڈ	غوث گوالیاری	آصفیہ، عبد السلام، ہمدرد، علی گڑھ	ہمدرد میں ایک اور حوض الحیات کے نام سے چھپی ہے
	بحر السعادۃ	تاج الدین محمد سراج بن محمد ابراہیم	دیوبند، رضا، ایشیاٹک	
	بحر العلم (ترجمہ عین العلم)	محمد طاہر مدرس مسجد بیگم صاحب	رضا	
	بحر المراقبات		رضا	
	بدایۃ الہدایہ (ترجمہ) (امام غزالی)		آصفیہ، دیوبند	
۲۱۱	بدر الضیاء فی تفسیر سورۃ والضحیٰ	میر مظہر علی راجگیری	پھلواری	
	برزخیہ		ایشیاٹک	(در مجموعہ)
	برہان الذاکرین علی المعاندین	علی اکبر مودودی	״	
	برہان الربانیین		ناصریہ	
	برہان العارفین	شیخ الشیوخ	علیگڑھ	
	برہان العاشقین	شاہ پیر محمد	جواہر	
	برہان الفقرا	محمد طاہر علی قادری	مدراس	
	برہان المعرفۃ	شیخ برہان بن سید محمد برہان	رضا	
	برہان وحدت اللہ	علی محمد مشرق اللہ حسینی	علی گڑھ	
	بست مجالس		آصفیہ	
	بشارات مظہریہ در فضائل حضرات طریقہ مجددیہ	نعیم اللہ بہرائچی	علی گڑھ ۲، ابوالخیر	
	بطیخیہ (رسالہ)	احمد بن جلال الدین کاشانی	رضا	
۲۲۲	بہجۃ المباہج	ابوالحسین بن حسین شیرازی	علیگڑھ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۲۲۴	بیاض	محمد غوث گوالیاری	علی گڑھ	
	بیاض (مولانا) حسن رضا رائے پوری		بلخیہ	
	بیاض شاہ غلام مظفر بلخی		"	
	بیاض شاہ محمد تقی بلخی		"	
	بیاض شاہ مخدوم منعم پاک		"	
	بیاض غلام حسن منعمی		منعمی	
	بیان آواز پر جبریل	شہاب الدین سہروردی	خدابخش	
	بیان الاحسان لاہل العرفان		رضا	
	بیان العارفین وتنبیہ الغافلین	سید عبدالکریم	"	
	بیان واقع	مخدوم دستگیر	"	
۲۳۴	بیان واقع		ایشیاٹک	
	(پ)			
	پاس انفاس	صوفی شریف	علیگڑھ، رضا	
	پاس انفاس (منتخب اعمال متفرقہ)	معین الدین اجمیری	علیگڑھ	
	پاس انفاس	محمود الحسینی	سالار	
	پرتو عشق	خواجہ خورد	بلخیہ	
	پردہ برانداخت و پردگی شناخت: در توحید	خواجہ خورد	علیگڑھ، رضا، ابوالخیر	
	پیالہ مریدی		پیردمڑا	
	پیام عشق	محمد یار رسا	آصفیہ	
	پیران کلیر شریف	سلطان محمد	عبدالسلام	
	(ت)			
	تاریخ خاندان پیردمڑیا		پیردمڑیا	
۲۴۴	تاریخ سید سالار غازی مسعود	عنایت حسین بلگرامی	عبدالسلام	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۲۴۵	تاریخ فخر خلافت		نجف	
	تازیانۂ نفس امارہ	محمد احمد بلگرامی	ایشیاٹک، علی گڑھ	
	تبصرۃ الاصطلاحات	خواجہ صدر الدین (ابو الفتح)	آصفیہ	
	تبصرۃ اصطلاحات صوفیان	محمد اکبر بن سید یدّہ بن محمد الحسینی قرۃ عین گیسو دراز	،،	
	تبصرۃ الخوارقات گیسو دراز حسینی	سید من اللہ بن علی اللہ محمد حسینی	آصفیہ ۲ ۔ حبیب	
	تبصرۃ الخوارقات	خواجہ ابو الحسن علی بن ابی فتح محمد	آصفیہ	
	تبصرۃ المتبدی و تذکرۃ المنتہی	صدر الدین محمد القونوی	رضا، آصفیہ، ندوہ	
	تجلیات رحمانی	سید محمد ابن سید عبد الرحمن	پٹنہ یونیورسٹی، مدراس، محمدی، ایشیاٹک، آصفیہ، سالار	
	تجلی انوار	سید نور اللہ بن جمال الدین	آصفیہ، خدابخش	
	تحقیر			
۲۵۵	تحصیل الکمال الابدی باختیار الفقر المحمدی	عبد الحق محدث دہلوی	،،	
	تحفۃ الاحباب	جرجانی م —	آصفیہ، شعبہ تاریخ کشمیر	
	تحفۃ الاخیار		رضا	
	تحفۂ اعظمیہ	سید احمد بن سید درویش	پٹنہ یونیورسٹی	
	تحفۂ انوار		ایشیاٹک	
	تحفۃ الجمال	شیخ جمال اللہ	خدابخش	
	تحفۃ الجمال خزانۃ الاحوال	شاہ غفار احمد	رضا	
	تحفۂ حسینی فی الصلوۃ التعلیمیہ	مرتضیٰ بن محمد	،،	
	تحفۃ الذاکرین	جعفر عبد السلام خالدی	آصفیہ	
	تحفۃ السالکین	حبیب اللہ بن زکی الدین	رضا	
	تحفۃ السالکین	محمد شریف	آصفیہ	
	تحفۃ السرائر		،،	
	تحفۃ السرائر	محمد غزنوی	مدراس	
	تحفۃ السرائر	عبد اللہ حسینی	آصفیہ	
۲۶۹	تحفۃ الطالبین (ترجمہ شرح کبیر)		،،	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۲۷۰	تحفۃ العاشقین	ہاشم بن حسن بخاری	بلخیہ، پھلواری	
	تحفۂ یحییٰ			
	تحفۃ القادریہ		پھلواری	
		شاہ ابوالمعالی	قرنائز، پھلواری، ابوالخیر، خلیل الرحمٰن	
	تحفۃ القادریہ	شیر محمد لاہوری	دیوبند	
	تحفۃ القادریہ		خدابخش، آصفیہ	
	تحفۃ القادریہ	کرامت علی شاہ لاہوری	"	
	تحفۃ القلوب			
	تحفۃ المجانین	آزاد بلگرامی	علی گڑھ	
	تحفۃ المحبین		بھوپال	
		احمد بن محمد علی اصفہانی	پٹنہ یونیورسٹی	
	تحفۂ محبوب	محمد حسن بن عبدالوہاب قادری	ٹونک	
۲۸۰	تحفۂ مرسلہ			
		ابو سعید مبارک مخزومی	پھلواری، بلخیہ	
	تحفۂ مرسلہ			
	تحفۃ المرشد و حکایات الصالحین		آصفیہ، پھلواری ۲	
		عبداللہ یافعی	ڈھاکہ یونیورسٹی	
	تحفۃ المسلمین	جان محمد انصاری	دیوبند	
	تحفۃ الملوک		رضا	
	تحقیقات			
		خواجہ محمد پارسا	خدابخش، رضا، آصفیہ، ٹونک، کشمیر	
	تحقیقات درمیان موجودات	شمسی گیلانی	آصفیہ	
	تحقیقات سرود	محمد عارف جیو	حبیب	
	تحقیقات المعانی		خدابخش	
	تحقیقات المعانی (ملفوظات مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری) شیخ اکمل		بلخیہ	
	تحقیق المیر سید احمد محقق	محمد احمد سیاح	حبیب	
	تحلیل المعضلات			
۲۹۲	تذکرۃ الابرار	ملا امر اللہ جعفری	پھلواری	
		اخوند درویزہ پشاوری	رضا، سبحان پور	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۲۹۳	تذکرۃ اولو العلا		آصفیہ	
	تذکرۃ الاولیا		پھلواری، دیوبند	
	تذکرۃ الاولیا	حسینی واعظ کاشفی	پٹنہ یونیورسٹی	
	تذکرۂ خواجہ عبید اللہ احرار		حبیب	
	تذکرۂ خواجہ یوسف ہمدانی		سبحان اللہ	
	تذکرۃ الشیخ والمخدوم	سورت سنگھ بن دولت چند	یونیورسٹی مکلسن علی گڑھ	
	تذکرۃ الفقرا	محمد اختر گورگانی	عبد السلام	
	تذکرۂ قادریہ		جیسوال	
	ترتیب نقشبندیہ	جمیلی	انڈیا آفس	
	ترجمان العرفان	سید نصیر الدین محمود	رضا	
۳۰۲	ترجمہ آداب المریدین		رضا، ابوالخیر	
	ترجمہ اصول السماع		آصفیہ	
	ترجمہ اقوال واصلی		انڈیا آفس	
	ترجمہ حکایات شیخ عبد القادر		ٹونک	
	ترجمہ خلاصۃ المفاتح الیافعی		حبیب، انڈیا آفس، ابوالخیر	
	ترجمہ رسالہ برہان التکلیف	قاضی سید قاسم	مدراس	
	ترجمہ رسالہ شہاب الدین سہروردی		عبد السلام	
	ترجمہ رسالہ مطلع الوجود	شیخ ابراہیم کردی	مدراس	
	ترجمہ رسالہ مواجید وحدت وجود		آصفیہ	
	ترجمہ السبحات فی مواعظ البریات	بادشاہ خواجہ بن میر (ندیم)	رضا	
	ترجمہ شہاب محمد قمر فی مواعظ البریات		آصفیہ	
	ترجمہ فتوح الغیب		سالار	
	ترجمہ الکبریت الاحمر من علوم الشیخ الاکبر	محمد عثمان بن محمد فاروق چشتی	رضا	
۳۱۶	ترجمہ کتاب تصوف	امیر محمد معصوم المخاطب میر سید صفا ترمذی	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۳۱۷	ترجمہ المفهوم علی ...	فیض اللہ بن زین العابدین	رضا	
	ترجمہ مقالات العارفین للسہروردی		"	
	ترجمہ مقصود المؤمنین	شیخ بایزید انصاری	"	
	ترغیب السعادۃ علی تکثیر الصلوٰۃ	عبدالحق محدث دہلوی	پھلواری	
	ترغیب الصلوٰۃ		"	
	ترکیب رسوبات بزرگان	نصیر الدین سیہ پوش	خدابخش	
	ترکیب الصحبت و تالیف المحبت	حسن بن عبدالرزاق	رضا	
	تسبیح الصلوٰۃ و الاستخارہ		ایشیاٹک	
	تسخیر روحانیاں	باکر پنڈت	بیردھریا	
	تسلیۃ الاکبد من تذکرۃ مولانا خواجہ احمد	مولوی عبداللہ	ٹونک	
۳۲۷	تسلیۃ المصاب لتعلیل الاجر و الثواب	عبدالحق محدث دہلوی	خدابخش، آصفیہ، محمدی، دیوبند	
	تسنیم المقربین فی شرح منازل السائرین	شمس الدین محمد طوسی	خدابخش، رضا	
	تصحیح مثنوی شرح مثنوی مولانا روم	میر محمد ہاشم	ٹونک	
	تعرفات جامی	عبدالرحمن جامی	علی گڑھ	
	التعرف فی علم التصوف (ترجمہ)		مونگیر	
	تعلیقات حواشی مثنوی شریف	محمد نوراللہ احراری	آصفیہ	
	تعلیقات نفحات الانس	عبدالغفور لاری	حبیب	
	تعلیمات تصوف امام غزالی		خدابخش	
	تعلیم الخواص	محمد امین بن محمد جہانگیر شاہ	رضا	
	تعلیم نامہ محمدیہ	محمد بلگرامی	ایشیاٹک، علی گڑھ	
	تفسیر آمنت باللہ بطریق تصوف		پھلواری	
	تفسیر الرموز المعروف بہ کاشف الرموز	محمد امین بن محمد جہانگیر شاہ دہلوی	رضا، خوث، عبدالسلام	
	تفہیم	میر شہاب الدین ہمدانی	خدابخش	
	تقریظات	میر بشارت علی	علی گڑھ	
۳۴۱	تکبیرات	شیخ راجو قتال	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۳۴۲	تکمیل العرفان	محمد ماہ رضوی	حبیب، آصفیہ	
	تکملہ امام عبداللہ الیافعی	میراں محی الدین	آصفیہ	
	تکملہ نفحات الانس	عبدالغفور لاری	جامعہ اسحاریہ پور	
	تکملہ و تکملات		علی گڈھ	
	تلاوۃ الوجود	منتخب الدین قادری	حبیب	
	تلاوۃ الوجود	محمد یوسف ترکستانی	آصفیہ	
	تلقین	محمد رضا قادری	خدابخش	
	تلقین مریداں		دیوبند	
	تمہید عاشر		پھلواری	
	تنبیہ الاحبۃ فی علامات المحبۃ	علی بن حسام الدین	ابوالخیر	
۳۵۲	تنبیہ الاخوان	سید اشرف جہانگیر	علیگڈھ	
	تنبیہ الغافلین	سید احمد شہید رائے بریلوی	رضا	
	〃 〃		سبحان اللہ	
	تنبیہ المحجوبین	ابوالمکارم الشرعی	〃	
	تنویرات طیبات	ظہور الحق پھلواروی	ٹونک، عمادیہ پھلواری	
	التنویر فی اسقاط التدبیر		آصفیہ	
	توحیدیہ		ایشیاٹک	
۳۵۹	التوسل فی الیقین والتوکل	علی المتقی	ٹونک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۳۶۰	توضیح در تحقیق مسئلہ غیبت وغیرت		مدراس	
	(ث)			
	ثمرات الحیات	علی عسکری بن محمد تقی حاتم علی (لوی)	آصفیہ، حبیب، علی گڑھ، سالار، ۳ ایشیاٹک	
	" "	برہان الدین جنبکیر	آصفیہ، ایشیاٹک	
	ثمرات کیمیہ	محمد رفیع الدین بن شمس الدین	آصفیہ، ایشیاٹک، محمدی	
	ثقیفہ	عباس بن شاہ عبدالرحمن سرہندی	سالار	
	(ج)			
	جادۃ العاشقین (ملفوظات حضرت شیخ خوارزمی)	شرف الدین حسین	سبحان اللہ	
	جام جہان نما	سید علی بن سید کمال الدین	مدراس، آصفیہ، ایشیاٹک	
	جام جہان نما (ازارۃ الدقائق شرح مرآۃ الحق)	محمد شرف الدین بن یوسف عبدالنبی شطاری	خدا بخش، ٹونک، علی گڑھ	
	جامع الاسرار ومنبع الانوار		حیدرآباد	
۳۷۰	جامع الانوار	سید محی الدین الحسینی	آصفیہ	
	جامع البطنین	محمد اعظم چشتی تیم واردی م ۱۱۴۸ھ	حبیب	
	جامع الحقائق	شاہ محمد اورنگ آبادی م ۱۱۷۵ھ		
	جامع السعادات		خدا بخش	
	جامع الشروح (شرح مثنوی)	سراج الرحمن ٹونکی	ٹونک	
	جامع الطرق البرہانیہ وشجرۃ النورانیہ	احمد بن محی الدین	خدا بخش	
	جامع الفوائد: شرح رسالہ قشیریہ		علی گڑھ	
	جامع المتفرقین		دیوبند	
	جامع محمدی	محمد شاہ بن محمد یوسف	سالار	
	جامع المقامات	ابوالبقا بن خواجہ بہاؤالدین	آصفیہ	
	الجانب الغربی فی حل مشکلات الشیخ محی الدین ابن عربی	ابوالفتح محمد یحیی	حیدرآباد، ایشیاٹک، سالار، علی گڑھ	
	جاودان نامہ	افضل الدین محمد کاشی	خدا بخش، ایشیاٹک	
۳۸۱	جریدہ انوار حکمت		آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۳۸۲	جعفریہ	محمد صالح بن محمد باقر قزوینی	رضا	
	جلاء مرآۃ العارفین	محمد صالح خیرآبادی	علی گڈھ	
	جمال العاشقین	حسن ابن عبدالرزاق	خدابخش	
	جواب اعتراضات شیخ احمد سرہندی		آصفیہ	
	″	شاہ ولی اللہ	″	
	جواب اعتراضات شیخ عبدالحق محدث بر مجدد الف ثانی	شاہ غلام علی	ابوالخیر	
	جواب سوال	محمد عادل قادری	آزاد	
	جواب مکتوب شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری		خدابخش	
	جوابات سوالہا		ایشیاٹک	
	جوابات مخدوم جہانیاں	رشیح سمرقندی	پیرومڑیا	
۳۹۲	جوامع الکلم	علی تقی	ایشیاٹک	
	″	عبدالخالق غجدوانی م ۵۷۵ھ	حبیب	
	جوامع الہدایت	احمد بن محمد حسنی کالپوی	علی گڈھ	
	جواہر الاسرار	اسرار اللہ	حبیب	
	″	عبداللطیف گجکری	خدابخش	
	جواہر الاسرار	شاہ چاند قطب عالم	پیرومڑیا	
	جواہر الاسرار	فخرالدین حمزہ آذری	خدابخش، رضا، آصفیہ، سبحان اللہ، پیرومڑیا، ابوالخیرات، ایشیاٹک، دیوبند	
	جواہر الاسرار			
	جواہر الاسرار و زواہر الانوار	کمال الدین حسینی خوارزمی	ایشیاٹک، دیوبند	
	جواہر غیبی	شیخ اللہ دیا	ابوالخیر	
	جواہر الانوار	شاہ قمرالدین ابوالعلائی	خدابخش، ندوہ، مسلم یونیورسٹی، عمادیہ، برق مجیبیا	
	الجواہر التحقیقیہ	علی متقی عبداللہ انصاری	کشمیر، آصفیہ، بھنڈال	
	جواہر الحسینی	سید ابراہیم	خدابخش	
۴۰۵	جواہر الفرقان		ناصریہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۴۰۶	جواہر الطالبین	علی رضا شاہ	آصفیہ	
	جواہر الطالبین	رضا شاہ	"	
	جونیہ	محمد وفا	"	
	(چ)			
	چار پیر و چاردہ خانوادہ	زین العابدین	خدابخش، آصفیہ، شانتی نکیتن، دیوبند،	
	چراغ دین	سراج الدین حسن جہان آبادی	آصفیہ، نجیبہ، دیوبند، بہار،	
	چشتیہ	محمد رفیع الدین بن شمس الدین	"	
	چشتیہ بہشتیہ = فردوس قدسیہ	بہاء الدین چشتی/علاء الدین چشتی	" / علی گڑھ	
	چند مکتوبات سرور غوث پاک		علی گڑھ	
	چہاردہ خانوادہ = نمبر ۲۷۴			
	چہل اسم باری تعالیٰ		آصفیہ	
۴۱۶	چہل مجلس	(ملفوظات علاء الدولہ سمنانی)	ناصریہ، علی گڑھ	
	(ح)			
	حاشیہ اشعۃ اللمعات	عبد الغفور	رضا	
	حاشیہ بدیع الزمان		ناصریہ	
	حاشیہ رسالہ معرفت الخالق والخلق	سلطان محمد حلیبری	سبحان اللہ	
	حاشیہ رسالہ قدسیہ خواجہ محمد پارسا	شیخ جلال الدین	آصفیہ	
	حاشیہ لا معنیٰ حل لبعض اللوامع	محمد بن شیخ فضل اللہ	"	
	حاشیہ نفحات الانس	عبد الغفور لاری / دیدار	{ عبد الحی، ٹونک، سبحان اللہ، آصفیہ، دیوبند، ناصریہ	
	حاشیہ نفحات		خدابخش، آصفیہ	
	حاصل الحیات	ابو القاسم بن درویش محمد الہروی	رضا	
	حالات حضرت شاہ علیم الدین بلخی	شاہ غلام مظفر بلخی	بلخیہ	
	حالات مولانا روی و مکاتیب شاہ عبد الجلیل		پھلواری	
۴۲۷	حالات و کمالات حضرت شاہ صفی صاحب	شاہ فیض اللہ	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۲۲۸	حب الطالبین	محمود عاقل	بھوپال	
	حبل المتین فی تقویۃ الیقین	عبدالوہاب بن ولی اللہ	آصفیہ	
	حبیب اسرار ؒ	حبیب علی شاہ	سالار	
	حبیب الطالبین	حبیب علی شاہ	سالار	
	حجۃ الحق فی دفع اعتراضات شیخ عبدالحق	شیخ محمد (نبیرۂ مجدد الف ثانی)	ہمدرد	
	حجۃ الذاکرین در رد المنکرین	محمد شریف حسینی علوی	آصفیہ، ایشیاٹک	
	حجۃ العارفین	شاہ حیات اللہ منعمی	بلخیہ، اسلام پور	
	حجۃ المتین (فی السماع)	محمد جان بن شیخ صدیق تاشقندی	ہمدرد	
	حجۃ الہند	عمر محرابی	علی گڈھ	
	حدائق الانس	خواجہ گیسو دراز	ایشیاٹک، گیسو دراز	
۲۳۸	حدائق الحقائق فی کشف اسرار الدقائق	ملا معین مسکین	علی گڈھ	
	حرز الشیطان در رسالہ حرز الایمان	حافظ عنایت اللہ اکبرآبادی	رضا ۲	
	حرز الشیطان		ناصریہ	
	حسن الخاتم شرح خاتم گیسو دراز	باسط جعفری	حبیب	
	حسن العقیدہ	محمد سالم	ظل الرحمٰن	
	حسنات خمسہ	سید شاہ لسینی	آصفیہ	
	حسنات خمس	حسینی نوشہ توحید بلخی	بلخیہ	
	حقائق الاعمال	محمد اعظم شاہ بن لاڈ المجاہد	خدابخش	
	حقائق التوحید		آصفیہ	
	حقائق المعارف	ہاشم	خدابخش	
۲۴۸	حق الیقین ترجمہ مرآۃ العارفین	محمد اللہ یار حسینی	ہمدرد	
	حق الیقین مع شش رسائل دیگر	مرزا ایزد بخش	آصفیہ	
	حق الیقین	محمود شبستری	" اعلیٰ حضرت	
۲۵۱	حقیقۃ الاعیان و طرق اشغال و مراقبہ	محمد عبدالرزاق	عبدالحی	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۲۵۲	حقیقت تراویح بست	سید حسن رسول نما	علی گڑھ	
	حقیقت محمدی		آصفیہ	
	حقیقت المحمدیہ (ترجمہ)	عبدالعزیز	خدابخش سالار	
	حکایات اولیاء صالحین		آصفیہ	
	حکایات در باب درویشی	زخمی	صولت	
	حکم نامہ	بو علی قلندر پانی پتی	(رضا، علیگڑھ، ایشیاٹک)	
	حل سوالات سرِ ولایت	محمد خلیل اللہ (اثبات اللہ)	آصفیہ	
	حل الشکوک الواردۃ علی وحدۃ الوجود		ایشیاٹک	
	حل مثنوی (شرح مثنوی)	محمد افضل الہ آبادی	ٹونک	
	حل مشکل		ایشیاٹک	
۲۶۲	حل مشکلات فصوص الحکم	سید علی	جامعہ ملیہ، انسٹیٹیوٹ میوزیم / سندھ	
	حل المغلقات		دیوبند	
	حواس خمس		آصفیہ	
	حوائج	خواجہ عبیداللہ احرار م ۸۹۵	علی گڑھ	
	حوض الحیات (ترجمہ امرت کنڈ)		خدابخش، ہمدرد	
	حیات جاں	حسینی شاہ حقیقت	مدراس	
	حیات القلوب	سید محمود بن محمد الشیخانی	ہمدرد	
	(خ)			
	خاتمہ —— / خاتمہ آداب المریدین	خواجہ گیسو دراز	(ایشیاٹک، رضا، علی گڑھ، آصفیہ، سالار، ٹونک)	
	خاصیت حرز یمانی		دیوبند	
	خزاں و بہار	محمد شریف بن شمس الدین محمد	رضا	
	خزانہ جلالی	ابوالفیض بن ضیا عباسی	ایشیاٹک	
	خزانۃ السلوک للفقراء والملوک	ضیاء الدین یوسف	سالار	
	خزینۃ العرفان	عزیز الدین قادری	حبیب	
۲۷۵	خطار شاد	حاجی محمد بن جیو شاہ	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۴۷۴/۱۰	خطبہ کتاب سلسلۃ الذہب	فریدالدین عطار	مدراس	
	خلاصۃ الاخبار		خدابخش	
	خلاصۃ الاخبار فی بیان احوال الاخیار	غیاث الدین محمد بن محمود خوندمیر	جواہر	
	خلاصۃ الاسرار در کشف مشرب شطار	صفی بن جوہر جھنجھانی	مزمل، رضا	
	خلاصۃ الاعمال	پیر محمد لکھنوی	آصفیہ	
	خلاصۃ الالفاظ/ جامع العلوم	جلال الدین بخاری/ ابوعبداللہ علاء الدین	ایشیاٹک علی گڑھ/ نیشنل میوزیم	
	خلاصۃ الاوراد	شہاب الدین	"	
	خلاصۃ الترجمان فی تاویل خطبۃ البیان	محمد بن محمود دہدار	خدابخش، سالار	
	خلاصۃ التصانیف	امام غزالی	دیوبند	
	خلاصۃ الجواہر	شیخ شہاب الدین شیخ محمد	سالار	
۴۸۶	خلاصۃ السلوک	ابونصر طاہر بن محمد	آصفیہ، رضا	
	خلاصۃ العارفین		حبیب	
	خلاصۃ شرح القصیدہ		رضا	
	خلاصۃ الفوائد	[خواجہ نور محمد]	ترخانیہ اسپہاد یتود	
	خلاصۃ القادریہ	ابوالمعالی محمد	پھلواری	
	خلاصۃ الکلام فی شرح اسماء العظام	محمد سالم	فضل الرحمٰن	
	خلاصۃ لطائف الطوائف		سالار	
	خلاصۃ المعارف واسرار العقائد فی شرح الحقائق	آدم بنوری م ۱۰۵۳ھ	{آصفیہ، ٹونک، آزاد، الابوالخیر، رضا علی گڑھ	
۴۹۸	خلاصۃ المعارف		ناصریہ	
	خلاصۃ المعانی شرح مثنوی	غلام مرتضیٰ الہ آبادی	ٹونک	
	خلاصۃ المفاخر فی مناقب الشیخ عبدالقادر ازرضا عبداللہ یافعی (مصنف)		{مزمل، آصفیہ ۲، علی گڑھ ۲، حبیب، ابوالخیر	
	خلاصۃ نزہت الارواح		آصفیہ	
	خوارق بندہ نواز	عبدالعزیز بن شیر ملک	حبیب	
	خوارق صادقہ	محمد صادق لطیفی قادری	آصفیہ، مدراس، محمدی	
۵۰۰	خوب ترنگ		خدابخش	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۵۰۱	خیالات ذوقیہ	شہاب الدین کبیر شطاری	علی گڑھ	
	خیالات عشاق		ایشیاٹک	
	" "	مسعود بیگ	خدابخش، رضا	
	خیر البیان در بیان تعریفات شاہ عبد الرزاق	جمالی جھنجھانوی	دیوبند، آصفیہ	
	خیر البیان	میاں روشن بایزید	سالار	
	خیر المسالک	امیر محمد طاہر بن سید غلام جیلانی	ٹونک، ندوہ	
	خیر المقال	محمد الغزالی	عبد السلام	
	(د)			
	دافع الخواطر	محمد عاشق	رضا	
	دافع المحدثین	ابراہیم بن فضل اللہ	ایشیاٹک، گیا	
	درایات الاسرار	محمد عاشق البارہوی	رضا	
۵۱۱	رسالہ در بیان سماع و وجد وغیرہ (باب ہنم)	محمد علی کرمانی	آصفیہ	
	" در بیان طریقۂ ذکر و افکار		خدابخش	
	" در بیان عقائد صوفیہ			
	درجات خمس	محمد بن ابو سعید حسینی	جامعہ ملیہ	
	درجات العلی	پیر محمد لکھنوی	ابوالخیر، جواہر، علی گڑھ	
	الدرجات المقامات / روضۃ النواظر...	محمد سالم	ظل الرحمن، خدابخش	
	دُرنامہ	علی بن محمود جاندار	سالار	
	درر المجالس	سیف الظفر نوبہاری	خدابخش، جامعہ، علی گڑھ، صولت، فرقانیہ، سالار	
	دُرنامۂ اشرف خانی			
	درویش نامہ		لوہارو، ایشیاٹک	
۵۲۱	دریائے معرفت	غلام نابری	حبیب	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۵۲۲	دستور الذاکرین		پیرس، برٹش، انڈیا آفس، ایشیاٹک۔	
	الدعوۃ			
	دقائق الاخبار		دیوبند	
	دقائق الاخبار	امام غزالی	رضا	
	دقائق ترجمہ مرآۃ الدقائق شرح مرآۃ الحقائق			
	جام جہاں نما			
	دقائق الحقائق	شیخ احمد رومی /-	{صمدر، ایشیاٹک، رضا، برٹش، پرنسٹن، آئی او، یونیورسٹی، امیرالمومنین، آصفیہ، بخارا، بہار؟، یونیورسٹی}	
	دقائق الحقائق	عبدالرحمٰن جامی	سبحان اللہ	
	دقائق الحقائق	دیدار	رضا	
			آصفیہ	
	دقائق المعانی	محمد جعفر حسینی	"	
		خواجہ گیسو دراز	خدابخش	
	دقیقہ	شاہ عیسیٰ جند اللہ	ابوالخیر علی گڑھ	
	دل آرام		آصفیہ	
۵۲۳	دل طلب	وحدت اللہ / گرو نانک	آصفیہ ۲	
	دلیل العاشقین		ایشیاٹک	
	دوائر رشیدی	شیخ رشید	سالار	
	دہ قاعدہ	علاء الدولہ	رضا	
	دہ قاعدہ	سید علی ہمدانی	خدابخش، حمادیہ	
	دہ مقام		مدراس	
	دیباچہ فتاح العقائد	محمد مخدوم القاری بیجاپوری	آصفیہ	
	ذریعۃ السعادۃ		دیوبند	
	ذکر الاسرار فی معارج الاسفار		علی گڑھ	
	ذکر افضل الدین کاشانی		ایشیاٹک	
	ذکر سیر صالحان		"	
	ذکر الصالحین	ابو عبدالرحمٰن بخاری	دیوبند	
	ذکر وفات مخدوم الملک شاہ قطب الدین		علی گڑھ	
۵۲۴	ذکریہ	عبدالرحمٰن جامی [؟]	ایشیاٹک	

(ر)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۵۴۵	راحت الروح	حیدر علی طبیب	مزمل	
	راحت الارواح و مونس الاشباح	حسن سبزواری	علیگڑھ	
	راحت الانفاس	رفیع الدین بن شمس الدین	آصفیہ	
	راحت القلوب	عبدالغنی بن مبارک سنامی	رضا، علیگڑھ	
	؍؍ ؍؍	محرم علی ابن محمد علی اصفہانی	رضا آصفیہ	
	راحت الواصلین	محمد فاضل	؍؍	
	راز و نیاز	عبداللہ انصاری	عبدالسلام	
	؍؍ ؍؍ مع کشف الغین فی شمس العین	شاہ نیاز احمد	؍؍	
	راہ نمائے عقدہ کشا	شیخ جلال	آصفیہ	
۵۵۵	رد منکرین	ملا علی محمد ختن	ایشیاٹک	
	رسالہ	عبدالقادر جیلانی	خدابخش ۲	
	؍؍	محمد باقر لاہوری	سبحان اللہ	
	؍؍	شہاب الدین سہروردی	پھلواری	
	؍؍	نجیب الدین فردوسی	بلخیہ پھلواری	
	؍؍	دارا شکوہ	ہمدرد	
	؍؍	عبداللہ انصاری	جامعہ ملیہ اسلامیہ اور محمد عطا	
	؍؍	بابا عمرامیہ	رضا	دہلی یونیورسٹی احمدی
	؍؍	سید حسین بادشاہ قادری	آصفیہ	
	؍؍	غوث حنیف	دیوبند	
۵۶۵	؍؍	پیر محمد حسن	آصفیہ	
	؍؍	حاتم اصم	علیگڑھ	
	؍؍	حسین نوشہ توحید نجی	پھلواری	
	؍؍	ابوالحسن خرقانی	ایشیاٹک	
۵۶۹	؍؍	شمس الدین علی	پیر دمڑیا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۵۷۰	رسالہ	محمد رفعت بن عتیق اللہ خاں	//	
	//	ابوسعید مجددی	آصفیہ	
	//	ابوالعلا احراری الحسینی	//	
	رسالہ آداب مرید کردن و شجرہ طریقت	—	خدابخش	
	رسالہ آداب السماع	شیخ محمد بن شیخ محمد حسن	آصفیہ	
	رسالہ آئینہ	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ	
	رسالہ آئینہ حیدری دربیان قواعد سلوک	مرزا بیدل	پھلواری	
	رسالہ ابراھیمی	محمد ولادت بن نور محمد	سبحان اللہ	
	رسالہ ابوالعلا و الہامات صوفیا	شیخ ابوالعلا احراری حسینی	خدابخش	
	رسالہ اثبات الواجب	—	پھلواری	
۵۸۰	رسالہ اجوبہ اسئلہ (کلاں)	شرف الدین احمد منیری	بلخیہ	
	رسالہ // // (خورد)	// //	//	
	رسالہ اجوبہ	// //	خدابخش، بلخیہ، مونگیر، پھلواری، ایشیاٹک	
	// //		رضا	
	// //	علی بن شہاب ہمدانی	ٹونک	
	// اذکار و اوراد		خدابخش	
	// // برمراقبہ اشغال		آصفیہ ۳	
	// // والمراقبات	شیخ محمد بن شیخ حسن محمد	//	
	// ارواح العارفین	جمال الدین حسینی	خدابخش	
	// از گفتار حضرت خواجہ معین الدین سنجری	//	ابوالخیر	
	// از گفتار گنج شکر		رضا	
۵۹۱	// استمداد		آصفیہ، ایشیاٹک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۵۹۲	رسالہ اسرار النکاح	احمد بن جلال الدین کاشانی	رضا، علیگڑھ	
	〃 اسراریہ	نظام الدین عمری	حرمل	
	〃 اسم اللہ	شاہ سید اسد اللہ	آصفیہ	
	〃 〃	—	ایشیاٹک	
	〃 اشارات	شرف الدین احمد یحیٰ منیری	خدابخش، پھلواری	
	〃 اشغال وغیرہ	—	آصفیہ	
	〃 اصطلاحات/مصطلحات صوفیہ	حضرت مخدوم	آصفیہ ۲۱/ ٹونک ۲/ آزاد/ محمدی ندوۃ/ پٹنہ یونیورسٹی	
	〃 اصطلاحات صوفیہ		علیگڑھ	
	〃 الاعتقادیہ الامیریہ	—	سبحان اللہ	
	〃 افادۂ عام	—	آصفیہ	
۶۰۲	〃 افغانیہ	—	ایشیاٹک	
	〃 الہامات	شیخ حسن	صولت	
	〃 امام فخر الدین رازی	—	سبحان اللہ	
	〃 امامت و خلافت در خانوادۂ صوفیا و احکام بیعت	—	علیگڑھ	
	الرسالۃ الانواریہ	—	رضا	
	رسالہ ایزد شناخت	شہاب الدین مقتول	عبدالحی، رضا	
	〃 بابت تصور شیخ	سر سید احمد خاں	علیگڑھ	
۶۰۹	〃 بایزید بسطامی	—	پیر دم بابا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۶۱۰	رسالہ برزخ و مراقبہ	شاہ عیسیٰ جند اللہ	جواہر، پیر دھڑیا، علیگڑھ	
"	بر مکتوب قاضی نصیر برہان پوری	ملا عبدالحکیم سیالکوٹی	خدابخش	
"	بزدلی	شاہ مدار	عبدالسلام	
"	بست رقم	—	رضا	
"	بسم اللہ		آصفیہ	
"	بعض مصطلحات اہل شطار		خدابخش	
"	بعض نکات معنی و اسرار ادق در عالم باطنی	نظام الدین اولیا	علیگڑھ	
"	بکائیہ	یشیخ احمد بن جلال الدین	خدابخش، رضا	
"	بندگی	گنج شکر، فرید الدین مسعود اجودھنی	سبحان اللہ، نول	
"	بو علی شاہ قلندر	—	خدابخش، جامعہ، پنجاب یونیورسٹی، آصفیہ، علیگڑھ	
۶۲۰	بہائیہ فی مقامات بہاءالدین نقشبند	ابوالقاسم بن محمد	سبحان اللہ	
"	بیعت		آصفیہ	
"	پاس انفاس	محمد رفیع الدین	"	
"	تازیانہ	عبداللہ شاہ پوری	خدابخش	
"	تبصرہ	نجم الدین کبریٰ	بلخیہ،	
"	تحفہ / تحفہ	—	آصفیہ، ایشیاٹک	
"	تنویر / شرح تنویر	محب اللہ الہ آبادی	خدابخش، علیگڑھ، آصفیہ، جامعہ، پھلواری، رضا	
"	تصور اسم ذات علی الوجود / تصور	—	آصفیہ / پیر دھڑیا	
"	تصور شیخ	—	آصفیہ	

۶۲۹ رسالہ تصوف (بلا مصنف) خدابخش[۲۸] جامعہ[۳] / مزمل[۱] / آزاد[۱] / بوہار[۴] / پھلواری[۶] / مدراس / ایشیاٹک[۱۳] / بلخیہ ۶ / یوپی ارکائیوز[۵] / ملا فیروز ۲ / تحقیقات ۷ / رضا ۹ / آصفیہ ۳۴ / ظل الرحمن ۴ / سبحان اللہ ۲ / ٹونک ۱ / علیگڑھ ۱ - ناصریہ / ندوۃ / انجمن -

نمبر شمار	نام کتاب		نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۶۳۰	رسالہ	تصوف	حسن بصری	خدابخش	
	//	//	ابوالحسن قادری	آصفیہ	
	//	//	شمس الحق قادری	ظل الرحمٰن	
	//	//	میر احسن اشرف	آصفیہ	
	//	//	بایزید بسطامی	سالار	
	//	//	شیخ ابوالحسن خرقانی	//	
	//	//	خواجہ باقی باللہ	رضا ۲/ مجدی	
	//	//	عبدالقاہر	نیشنل	
	//	//	خواجہ دیدار	رضا	
	//	//	تاج الدین احمد بن عطاء اللہ شاذلی	//	
۶۴۰	//	//	جلال ہروی	//	
	//	//	جلال الدین	//	
	//	//	امیر خسرو	//	
	//	//	حسام الدین	//	
	//	//	حسین بن حسن	//	
	//	//	سید علی ہمدانی	رضا	
	//	//	عبدالحق محدث دہلوی	آصفیہ	
	//	//	عبدالرحمٰن	//	
	//	//	عبدالرحیم بن مصاحب علی گورکھپوری	علیگڑھ	
	//	//	شیخ عبدالرحیم بن وجیہ الدین	رضا	
۶۵۰	//	//	// //	آصفیہ	
	//	//	عبدالعلی	//	
	//	//	عبدالعلیم نصر اللہ خان	//	
	//	//	عبدالکریم لاہوری	//	
	//	//	غلام احمد	//	
۶۵۵	//	//	فریدالدین گنج شکر	//	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۶۵۶	رسالہ تصوف	فضل اللہ بن محمد جون پوری	آصفیہ	
	// //	کمال الدین (شاگرد جامی)	//	
	// //	کمال الدین صدیقی	//	
	// //	محمد ابراہیم خلیل اللہ	//	
	// //	محمد علی رفعت	فرقانیہ	
	رسالہ تصوف / رسالہ فخر الحسن	محمد فخر الدین	آصفیہ / ابوالخیر	
	رسالہ تصوف	معین الدین چشتی	آصفیہ	
	// //	خواجہ عبید اللہ احرار	رضا	
	// //	نجم الدین عمر نسفی م ۵۳۷ھ	آصفیہ، دیوبند	
	// //	عبد الرحمٰن جامی	رضا	
۶۶۶	// //	ولی اللہ	ایشیاٹک	
	رسالہ تصوف و شجرات نقشبندیہ و چشتیہ	شاہ غلام علی دہلوی	آصفیہ	
	رسالہ تطبیق النفس و آفاق	عظمت اللہ	علیگڑھ	
	// تعلیمات تصوف	—	خدابخش	
	// تلقینیہ	عبد الرحمٰن بن ابراہیم / سیفی پھولی	رضا، علی گڑھ، رضا، اسلام آباد	
	// توبہ و ارادت	ابو الحسن خرقانی	آصفیہ	
	// توحید	شرف الدین احمد منیری	پھلواری	
	// توحید / توحید خاص / وجود اول و بدایت آن	حسین نوشہ توحید بلخی	بلخیہ، خدابخش	
	رسالہ توحید	علی اکبر شاہ	آصفیہ	
۶۷۶	// //	محمد چشتی بن حسن محمد	حبیب	
	// //	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ	
	// //	ابراہیم ادہم بلخی	//	
	// //		صولت	
	// توحید در بیان توحید خالص	حسن بن حسین نوشہ توحید	خدابخش	
۶۸۰	رسالہ جات	عبد الحق محدث دہلوی	آصفیہ	

کیفیت	کتب خانہ	نام مصنف	نام کتاب	نمبر شمار
	ابوالخیر	شاہ وجیہہ الدین	رسالہ جام جہاں نما	۶۷۹
	سبحان اللہ	"	"	
	علیگڑھ	میر حسین	" جام گیتی نما	
	"	—	" جامیہ	
	رضا ٹونک	محمد وفا/—	" جنونیہ	
	آصفیہ	میر ظہور الدین	" جواب وسوال	
	ایشیاٹک	—	" جواہر	
			" جواہر الانوار = جواہر الانوار	—
	خدابخش، رضا	فریدالدین گنج شکر	" جودیہ	
	"	رفیع الدین	" چشتیہ	
	عمادیہ	ابوسعید مبارک	" حب ایمان	۶۸۹
	پھلواری	—	" حبس نفس	
	علیگڑھ	—	" حجر المطر	
	"	خواجہ حسن بصری	" حسن بصری	
	پیر در طیا	ابراہیم بن ولی اللہ	" حسینیہ	
	حبیب	خواجہ محمد دہدار	" حقائق	
	"	محمد ابراہیم خلیل اللہ	" حقیقت نوری	
	ناصریہ	—	" حلیہ جلیلہ	
	ٹونک	حیدر علی شاہ سنبھلی	" حیدری	
	آصفیہ ۲	سید قطب الدین قادری	" خانوادہ	
	"		خانوادہ واذکار واشغال صوفیہ کرام	۶۹۹

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	مصنف
۷۰۲	رسالہ خانوادہ صوفیہ	—	پٹنہ یونیورسٹی	
	〃 خاتمہ فی اقسام السلوک	سید محمد اشرف	آصفیہ	
	〃 خلت	شاہ عبدالعزیز محدث	دیوبند، آصفیہ	
	〃 خوارق	خواجہ عبیداللہ احرار	خدابخش	
	〃 حضرت خواجہ معین الدین بنام خواجہ قطب الدین دہلوی		خدابخش، بلخیہ	
	〃 خوارق قادریہ	خیر الدین محمد الہ آبادی	عبدالسلام	
	〃 خواص المومنین	—	پھلواری	
	〃 خیالات عشاق	عین القضاۃ ہمدانی	بلخیہ	
	〃 داؤدیہ	سید علی بن شہاب ہمدانی	رضا	
	〃 در آداب طاعت	—	حبیب	
۷۱۲	〃 در آداب شرائط شیخ و مرید	مرید خواجہ عبیداللہ احرار	رضا	
	〃 در اثبات وجود	—	رضا، آصفیہ	
	〃 در احوال خواجہ شمس الدین ترک	—	ظل الرحمن	
	〃 〃 〃 معین الدین چشتی	—	〃	
	〃 〃 〃 〃 و بختیار کاکی و حمید الدین ناگوری	—	خدابخش	
	رسالہ در احوال و ملفوظات خواجہ باقی باللہ	رشیدی	ابوالخیر	
	رسالہ در اذکار و اشغال	شیخ بہاء الدین	ٹونک	
	〃 در اذکار قلندریہ	—	ایشیاٹک	
	〃 در اسرار ارادت	—	رضا	
	〃 در اشغال تصوف	—	〃	
	〃 در اشغال طریقہ قادریہ	—	خدابخش	
۷۲۳	〃 〃 طریقہ نقشبندیہ	—	〃	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۷۳۲	رسالہ در الٰہیات	محمد بن محمود دہدار	سالار	
	" در انفاس	—	علیگڑھ	
	" در اوراد و وظائف	—	بلجنہ	
	" در ایمان	—	ایشیاٹک	
	" در ایمان فرعون تائید قول شیخ اکبر	محقق دوانی	پھلواری	
	" درباب آیۂ یداللّٰہ	سید ابوالحسن قادری	آصفیہ	
	" درباب اباحت السماع	شیخ محمد چشتی	"	
	" در ہدایت حالی	شرف الدین احمد منیری	بلجنہ	
	" دربیان ابدال	—	ایشیاٹک	
	" دربیان اذکار سلوک	محمد امین بن نور محمد گجراتی	حبیب	
۷۳۴	" دربیان ارواح	خواجہ معین الدین چشتی	"	
	" دربیان اسرار روحی	—	ٹونک	
	" دربیان اشارات اشعار مثنوی رومی	—	پھلواری	
	" دربیان بعض اذکار و مراقبات	یعقوب بن حسن کشمیری	رضا	
	" دربیان بیعت و توبہ و شجرہ منظوم	—	خدابخش	
	" دربیان ترتیب جوگ	خواجہ معین الدین چشتی	علیگڑھ	
	" دربیان تصوف	نجم الدین عمر نسفی	دیوبند، علیگڑھ	
	" دربیان توبہ و اردات	سید قطب الدین قادری	آصفیہ	
۱۰	" دربیان توبہ و اعمال طریقۂ خواجہا	خواجہ ناصر الدین عبداللّٰہ	رضا	
	" دربیان توحید	خواجہ محمد بن خواجہ محمود شیرازی (دہدار)	"	
	" دربیان چہار کلمہ	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش، رضا	
	" دربیان حضرات خمس		پھلواری، ابوالخیر	
۷۳۶	" رسالہ دربیان حقیقت رویا	نورالحسن بن عبدالحق دہلوی	خدابخش	۱

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۴۴۷	رسالہ در بیان دہ قاعدہ درویشیہ	سید علی ہمدانی	ٹونک	
	؍؍ در بیان ذات و وجہ نفس	—	علیگڑھ	
	؍؍ در بیان ذکر	شرف الدین احمد منیری	بلخیہ	
	؍؍ در بیان سلسلۂ خواجگان	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش، رضا	
	؍؍ در بیان سلسلۂ صوفیہ	—	ٹونک	
	؍؍ در بیان صلوٰۃ بر رسول از خداوند کریم		آصفیہ ۲	
	؍؍ در بیان طریق سلوک و طریقت	—	حبیب	
	؍؍ در بیان طریقۂ درویشی		علی گڑھ	
	؍؍ در بیان عشق		پھلواری	
	؍؍ در بیان عشق و معشوقیت	صاحبزادہ بولاق چشتی	؍؍	
۴۵۷	؍؍ در بیان مراتب فنا	—	دیوبند	
	؍؍ در بیان عقل و عشق	نجم الدین احمد بن عمر خوارزمی	رضا	
	؍؍ در بیان عوالم برزخیہ	—	حبیب	
	؍؍ در بیان فرالفقر	عبدالرحمٰن جامی	آصفیہ	
	؍؍ در بیان الفقر سواد الوجہ فی الدارین	احمد بن جلال الدین کاشانی	رضا	
	؍؍ در بیان قضا و قدر	مخدوم حسین نوشۂ توحید بلخی	بلخیہ	
	؍؍ در بیان مراقبہ	میر سید محمود	خدابخش	
	؍؍ در بیان مسلک مخدوم شیخ حسین نوشۂ توحید	—	بلخیہ	
	؍؍ در بیان و تشریح کلمۂ توحید	محمد واعظ حسنی	خدابخش	
	؍؍ در بیان وجود	—	ایشیاٹک	
۴۶۷	؍؍ در بیان وحدت	—	ناصریہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
٧٦٨	رسالہ دربیان وصول الی اللہ	—	رضا	
	〃 دربیان ہشت چیز	—	بلخیہ	
	〃 در تاریخ نقشبندیہ	سید علی بن ابراھیم	مدراس	
	〃 در تحقیق چہار پیرو چہاردہ خانوادہ	عبدالرحمٰن چشتی	پھلواری	
	〃 در تحقیق روح وجسد	—	علیگڑھ	
	〃 〃 سلسلہ فردوسیہ	—	پھلواری	
	〃 در تصوف	عبدالحکیم	خدابخش	
	〃 در تصوف / رسالہ ابراھیم بلخی	ابراھیم ادھم	ٹونک / علیگڑھ	
	〃 در تصوف	عبیداللہ بن محمود شاشی	خدابخش	
	〃 〃	شیخ محمد رفیع الدین	ہمدرد	
٧٧٨	〃 〃	سیف الدین قلندر راستی	بلخیہ	
	〃 〃	خواجہ خورد	ٹونک	
	〃 〃	—	پیر دھرم یا ٹونک فضل الرحمٰن	
	〃 〃	یعقوب چرخی	حمادیہ	
	〃 〃	فیض اللہ	رضا	
	〃 〃	تاج الدین شرف الدین	〃	
	〃 〃	ابوالحسن علی بن محمد بن علی الحسینی	〃	
	〃 〃	ابواللیث سمرقندی	ہمدرد	
	〃 〃	خواجہ اسحاق مغربی	رضا	
	〃 〃	عبدالرزاق	مدراس	
٧٨٨	〃 〃	نورالدین عبدالرحمٰن کسرقی الخراسانی	رضا	
	〃 〃	عزیز بن محمد نسفی	بدھ دار علی گڑھ	
	〃 〃	شہاب الدین فضل اللہ	رضا	
	〃 〃	شیخ رشید	〃	
٧٩٢	〃 〃	رضی الدین ابوالعلا علی بن سعید	〃	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۷۹۳	رسالہ تصوف	امام غزالی	رضا	
	〃 〃	خواجہ عبداللہ انصاری	〃	
	〃 〃	مولانا فضول بغدادی	〃	
	〃 〃	مخدوم جہانیاں	سبحان اللہ	
	〃 〃	فضل اللہ	〃	
	〃 〃	مفتی شرف الدین رام پوری	ٹونک	
	〃 〃 در سلوک	عبدالرحیم توجیہ الدین	حبیب	
	〃 〃	عبداللطیف شاہ	علی گڑھ	
	〃 〃	علی اکبر مودودی	ایشیاٹک	
	〃 〃	عبدالعلی (بحرالعلوم)	مدراس	
۸۰۳	〃 〃	علی حمزہ	سبحان اللہ	
	〃 〃	عین القضاۃ ہمدانی	پھلواری	
	〃 〃	معین الدین بن شاہ کبیر شطاری	علیگڑھ	
	〃 〃	نجیب الدین سہروردی	نجیبہ	
	〃 در تصوف (مرغوب القلوب)	—	〃	
	〃 〃 از اقوال ابن عربی	—	〃	
	〃 در تصوف و رسالہ عقد انامل و چند مکتوب یحییٰ منیری		عبدالحی	
	〃 در توحید	—	ایشیاٹک مکرر	
	〃 در حقائق اسماء عظام	سید لطیف ابن سید صفی بن سید جلال	رضا	
	〃 در حلت و اباحت سماع	ظہیر الدین کیرانوی (مترجم)	علی گڑھ	
	〃 در خرقہ پوشانیدن	شاہ ظہور الحق پھلواری	عمادیہ	
۸۱۲	〃 در ذکر	—	خدابخش، رضا، ایشیاٹک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۸۱۵	رسالہ در ذکر خفی	عبدالرحمٰن جامی	ابوالخیر	
	" در ذکر سیرت بہاء الدین	یعقوب بن عثمان غزنوی	ناصریہ	
	" در ذکر فردوسیہ	شرف الدین احمد منیری	رضا، پھلواری	
	" در ذکر مع حاشیہ ملا غلام یحییٰ بہاری	—	بلخیہ	
	" در ذکر وجود	مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی	"	
	" در ذکر وجود اول و بدایت آں و بیان معرفت عالم و نہایت آں	" " " "	"	
	" در ذکر وجود مطلق		ایشیاٹک	
	" در سلوک	نورالدین علی بن حسام الدین	رضا	
	" "	شیخ فرید	علیگڑھ	
	" "	امیر ابوالعلی اکبرآبادی	پھلواری	
۸۲۵	" "	عبدالکریم (مرید میاں جیو)	خدابخش، ٹونک	
	" در سماع و غنا	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	پھلواری	
	" در شرح چہل کاف	عبدالحکیم فرنگی محلی	"	
	" در شرح دل و ماہیت آں	فرید مسعود ابوبکر عمر صلاح	آصفیہ	
	" در شرف و بزرگی انسان کامل	شاہ ابونجیب	رضا	
	" در شروط خلوت و جلوت	یعقوب بن حسن کشمیری	"	
	" در صدق طلب و شرط طالبان	شرف الدین احمد منیری	پھلواری	
	" در ضروریات تصوف	—	جواہر	
	" در طریقت	—	خدابخش	
	" در طریقۂ بیعت	—	ٹونک	
۸۳۵	" در طریقۂ دوام حضور	خواجہ گیسودراز	رضا	
	" در عالم امر و عالم خلق	—	"	
	" در عشق	ابوالفتح محمد بن السید یوسف الحسینی	رضا، آصفیہ	
	"	عبدالجلیل چشتی لکھنوی	رضا	
۸۳۹	" در عقائد مجدد الف ثانی	—	علیگڑھ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۸۴۰	رسالہ در علم درویشی	مظفر شمس بلخی	بلخیہ	
	" در علم معرفت لا ادری		آصفیہ ۲	
	" در فضائل اذکار و ادعیہ	خواجہ محمد معصوم بن مجدد الف ثانی	رضا	
	" در فضیلت خلق	سراج احمد سرہندی	"	
	" در فضیلت شب معراج	فرید گنج شکر	پھلواری	
	" در فقر	امام جعفر صادق	خدا بخش	
	" در فوائد ذکر و قواعد آن	شرف الدین احمد منیری	پھلواری، بلخیہ	
	" در فوائد سورۂ والتین	جلال الدین تھانیسری	خدا بخش	
	" در کرامات صوفیہ	—	صولت	
	" در کیفیت سلوک (ترجمہ)	حسین بن علی تبریزی	خدا بخش	
۸۵۰	" در مباحث احاطہ و معیت	شاہ علم اللہ	ٹونک	
	" در مبحث عدم و وجود	شاہ ابو نجیب	رضا	
	" در مراتب نزول و عروج	محمد ولی اللہ قادری	ایشیاٹک، جامعہ	
	" در مراقبہ و مشاہدہ		ٹونک	
	" در مسالک صوفیائے کبار		علیگڑھ	
	" در مصطلحات صوفیہ	فخر الدین ابراہیم بن شہریار	رضا	
	" در معرفت دنیا	علی متقی	ایشیاٹک	
	" در معرفت ذات	بو علی قلندر	علیگڑھ	
	" در معنی حروف	شاہ وجیہ الدین	ایشیاٹک	
	" در مقامات سالکان	علاء الدین سمنانی	رضا	
۸۶۰	" در مناقب شیخ عبد القادر جیلانی	محمد صادق	ابو الخیر	
	" در نصیحت و تبصرہ	نجم الدین کبری	خدا بخش	
	" در نماز	—	ایشیاٹک	
۸۶۳	" در وجود آدمی	خواجہ معین الدین چشتی	دیوبند	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۸۶۴	رسالہ در وحدۃ الوجود	عبداللہ بن عبدالحکیم سیالکوٹی /...	ٹونک، رضا، پھلواری، مجددیہ	
"	در وصول الی اللہ (ترجمہ)	نجم الدین کبریٰ	ایشیاٹک، آصفیہ	
"	در وصیت	—	رضا	
"	در ولشی	—	خدابخش	
"	دفع اعتراضات	شاہ عبدالعزیز دہلوی	دیوبند	
"	دقائق در ذکر و اشغال	—	پھلواری	
"	دقیقہ	شاہ علی جند اللہ	آصفیہ، رضا، ٹونک	
"	دہ اصل	خواجہ محمد باقی بن قاضی عبدالسلام	رضا	
"	الذکر	تاج الدین تاج العارفین	علیگڑھ	
"	ذکر	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش، رضا	
۸۷۴ "	ذکر الصالحین	سوانحی	آصفیہ	
"	ذکریہ	سید علی ہمدانی	رضا، علیگڑھ، کشمیر	
"	ذوقیات	خواجہ محمد بن خواجہ محمود شیرازی کلاں (دہلی)	خدابخش، رضا، علیگڑھ	
"	راز	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ	
"	رزاقیہ	محمدی شاہ بریلوی	عبدالحی	
"	رشیدیہ		عمادیہ	
"	رموزات	دارا شکوہ /...	ایشیاٹک، پیر دمڑیا، ٹونک	
"	رموز الواصلین		آصفیہ	
"	روح	سلطان سید عبدالرحمن /...	آصفیہ/ پیر دمڑیا	
"	"	محمد بن سلیمان بغدادی	خدابخش	
"	روضۃ الذاکرین	—	آصفیہ	
"	رؤف احمد	رؤف احمد	"	
۸۸۶ "	رویت برزخ	—	"	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۸۸۷	رسالہ زبدۃ الواصلین	—	پھلواری	
	〃 سلسلۂ الفت	محمد محسن ابن مرتضیٰ کاشی	رضا	
	〃 سلطانیہ	بہاء الدین ابراہیم	ایشیاٹک	
	〃 سلوک حضرات نقشبندیہ	شرف الدین محمد زنگین نقشبندی	آصفیہ	
	〃 سلوک	شرف الدین احمد منیری	پیر دمڑیا، سہارنپور	
	〃 〃	—	خدابخش، پیر دمڑیا، پھلواری	
	〃 سلوک قادریہ	محمد رفیع الدین ابن محمد شمس الدین	آصفیہ ۲	
	〃 سماع	جمال الدین	〃، ٹونک	
	〃 〃	ابو عبد اللہ شجاع الدین	جواہر	
	〃 سماعیہ	احمد بن جلال الدین کاشانی	ہمدرد، علیگڑھ	
۸۹۷	الرسالۃ السنیۃ الشریفۃ فی کشف الاسرار الجمیعہ	خواجہ محمد باقی باللہ بن قاضی عبد السلام	رضا	
	رسالہ سواطع	عبد الرحمٰن جامی	آصفیہ	
	〃 سوال وجواب	فقیر پیران	مدراس، پھلواری	
	〃 〃 〃	مولا بخش علی احمد	پیر دمڑیا	
	〃 〃 〃	—	آصفیہ، ایشیاٹک، پیر دمڑیا، پھلواری	
	〃 〃 〃	شاہ مدار	پیر دمڑیا	
	〃 〃 〃 اعرابی و سلطان	بایزید بسطامی	آصفیہ	
	〃 سوانح	—	ملا فیروز	
	〃 سیر مقامات	عبد الجلیل چشتی لکھنوی	رضا، سبحان اللہ، آصفیہ ۲	
	〃 شارق المعرفت	ابو الفضل ناگوری	〃	
	〃 شاہ اشرف	شاہ اشرف نقشبندی	مدراس	
	〃 شاہ باقی باللہ	—	ایشیاٹک، ٹونک	
	〃 شاہ کریم اللہ قادری	—	ظل الرحمٰن	
۹۱۱	〃 شاہد	محمود شبستری	بوہار	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۹۱۱	رسالہ شاہ رفیع الدین دہلوی	—	علیگڑھ	
	؍؍ شاہ عالم محبوب عالم	—	آصفیہ	
	؍؍ شاہ عبدالعزیز دہلوی	—	علیگڑھ	
	؍؍ شاہ غلام علی		ظل الرحمٰن	
	؍؍ شاہ محمد خاموش و رسالہ حضرت گیسو دراز	شاہ محمد خاموش	آصفیہ	
	؍؍ شرح حضرات خمس	حسین نوشہ توحید بلخی	؍؍	
	؍؍ شرح کنت کنزاً مخفیاً	—	علیگڑھ	
	الرسالۃ الشریفۃ من مقالات خواجہ ابوالوفا	خواجہ ابوالوفا خوارزمی صوفی	رضا	
	رسالہ شطاریہ	بہاء الدین بن ابراہیم انصاری	رضا، علیگڑھ، عبدالحی، ایشیاٹک، آصفیہ، ندوہ، اسلام پورہ، رشیدیہ، مجاری	
	رسالہ شغل و سلوک نقشبندی	خیر الدین نقشبندی	علیگڑھ	
۹۲۱	رسالۃ الشواہد	شاہ عبداللہ بن سید عبداللطیف	رضا	
	رسالہ شواہد التجدید	—	ابوالخیر	
	رسالہ شہاب الدین دولت آبادی	—	آصفیہ	
	؍؍ شہود	فرید الدین عطار	خدابخش	
	رسالۃ الشہودیہ	صادق محمد فتح اللہ	ابوالخیر	
	الرسالۃ ؍؍	شرف الدین علی النہروی	رضا	
	؍؍ ؍؍	—	تحقیقات	
	رسالہ شیخ ابوالحسن خرقانی	ابوالحسن خرقانی	آصفیہ	
	؍؍ شیخ جو لہائی	—	بلخیہ	
۹۳۰ ؍؍	؍؍ عبدالرزاق کاشی	عبدالرزاق کاشی	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۹۴۱	رسالہ شیخ عبدالوہاب	عبدالوہاب نوری	دیوبند	
	رسالہ صمدیہ	عبدالقادر جیلانی	پھلواری، لنجیہ	
	رسالہ ضاعیہ	امیر ابوالقاسم	ابوالخیر	
	رسالہ صوفی محب الدین ناگوری	صوفی محب الدین ناگوری	پھلواری	
	رسالہ صوفیہ شطاریہ	امین الدین بن سراج الدین صوفی	خدابخش	
	رسالہ طریقہ نقشبندیہ		علی گڑھ	
	رسالہ طریقہ دعوت	عبدالرزاق کاشی	آصفیہ	
	رسالہ عارف		ابوالخیر	
	رسالہ عالم صغیر وکبیر		جواہر	
	رسالہ عبدالغفور لاری	عبدالغفور لاری	آصفیہ	
۹۵۱	رسالہ عزیزان علی رامیتنی		ابوالخیر	
	رسالہ عشق حقیقی	گیسو دراز	آصفیہ	
	رسالہ عشقیہ		خدابخش	
	رسالہ عشقیہ = دریائے معرفت	شیخ عثمان بریکی	خدابخش، جامعہ، پیر دریا	
	رسالہ عشقیہ / عشقیہ / حیات العشاق	حمید الدین ناگوری	پٹنہ، آصفیہ، جامعہ ۲، فرقانیہ، عمادیہ، رضا، علی گڑھ، دیوبند، جواہر، ایشیاٹک، ٹونک، سالار، ندوہ	
	رسالہ عرض	افضل الدین کاشی	ایشیاٹک	
	رسالہ عقائد صوفیہ	شاہ بابا شیخ محمد شاہ عیسیٰ	آصفیہ، دیوبند، محمدی	
	رسالہ عقائد صوفیہ	محمد بن محمود دہدار	سالار	
	رسالہ عقبات	السید علی ہمدانی	رضا، کشمیر	
	رسالہ عقلیہ	سید علی ہمدانی	رضا، کشمیر	
	رسالہ عقیدہ صوفیہ در وحدۃ الوجود		پھلواری	
۹۵۲	رسالہ علم سلوک واذکار	عبدالجلیل بن صدر الدین الہ آبادی	جواہر	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۹۵۳	رسالہ علم الیقین عین الیقین حق الیقین	خواجہ محمد باقی بن قاضی عبدالسلام السمرقندی	رضا	
	رسالہ علی ہمدانی	سید شہاب الدین علی	ایشیاٹک	
	رسالہ فاتحۃ الامکان = ص ۱۰	شمس الدین محمد شاہ صوفی	ناصریہ	
	رسالہ غوثیہ	ولی ملوک شاہ قادری	خدابخش، رضا	
	رسالہ غوثیہ (ترجمہ)		خدابخش، ایشیاٹک، انجمن، ٹونک	
	رسالہ غوثیہ مع شرح		آصفیہ	
	رسالہ فائض البرکات = فائق البرکات			
	رسالہ الفتح		آصفیہ	
	رسالہ فتوتیہ	سید علی ہمدانی	رضا، کشمیر	
	رسالہ فردیہ شرح صمدیہ	جعفر محمد بن مبارک قادری	انجمن	
۹۶۳	رسالہ فریدالدین گنج شکر		خدابخش	
	رسالہ فضل اللہ بن محمد	فضل اللہ بن محمد	آصفیہ	
	رسالہ فقرنامہ		رضا، ٹونک	
	رسالہ فقریہ	سید علی ہمدانی	"	
	رسالہ فنا	محمد بن ابوسعید حسینی	جامعہ	
	رسالہ فنا و لقا و وصول الی اللہ / در بیان مراتب فنا و لقا / مراتب فنا و وصول الی اللہ	ابوالعلی اکبرآبادی	انجمن، مفتی، برق، مسالار / خدابخش، ایشیاٹک، رضا	
	رسالہ فنافی اللہ	محمد اکرام	علی گڑھ	
	رسالہ فوائد اسحاق مغربی		انجمن	
	رسالہ فی اقسام اشراک	سید محمد اشرف	آصفیہ	
	رسالہ فی التصوف و العقائد	جامی	خدابخش	
۹۷۳	رسالہ فی التصوف	فریدالدین عطار	خدابخش ۲	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۹۷۴	رسالہ فی وحدت الوجود	اسحٰق بن فلسقی	خدابخش	
	رسالہ فی ذکر وغیرہ	محمد بن قطب اللہ اولیا	صولت	
	رسالہ قادریہ	عبدالقادر جیلانی/ــــ	آصفیہ/ گیا	
	رسالہ قدسیہ		علی گڑھ	
	رسالہ قدسیہ	عبدالقدوس گنگوہی	جامعہ	
	رسالہ فی طریقۃ النقشبندیہ	عبدالرحمٰن جامی	مدراس	
	رسالہ قضا و قدر	محمد عمر	سبحان اللہ	
	رسالہ قطب جہاں ہانسوی	جمال الدین ہانسوی	جامعہ	
	رسالہ قطب عالم	برہان الدین گجراتی	حبیب	
	رسالہ قطبیہ	خواجہ معین الدین چشتی	ابوالخیر	
۹۸۴	" "	محمد شریف عباسی	خدابخش	
	رسالہ قل و دل	میر عظمت اللہ بلگرامی	آصفیہ	
	رسالہ قوت القلوب فی بیان السلوک المحبوب (ترجمہ)	سید نصیر الدین	ابوالخیر	
	رسالہ کشف الاسمٰی شرح اسماے حسنیٰ		پھلواری	
	رسالہ کشف حقائق در بیان توحید	ابوالفتح علی قریشی	آصفیہ	
	رسالہ کشف النکات	رضا بن محمد کاظم	"	
	رسالہ کلمات		دیوبند	
ــــ	رسالہ کلمات اسرار = رقعات امیر ابوالعلیٰ	عظمت اللہ بیخبر		
	رسالہ کلمات خواجہ محمد پارسا		ابوالخیر	
	رسالہ کلمہ حق موسوم بر چند کلمہ		دیوبند	
	رسالہ کنز رموز		علیگڑھ، آصفیہ	
	رسالہ کیمیاے ذات	شاہ راجو	آصفیہ	
	رسالہ گفتار	خواجہ عبداللہ انصاری	علی گڑھ	
	رسالہ گفتار فریدالدین گنج شکر		آصفیہ	
۹۹۸	رسالہ گل نوروز	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش، رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۹۹۹	رسالہ (حضرت) گیسو دراز	خواجہ گیسو دراز		
	رسالہ لمعات	شیخ عراقی	آصفیہ، سبحان اللہ	
	رسالہ مبدا و معاد	ابو سعید مبارک	خدابخش، پیرس، وکٹوریا ۲	
	رسالہ مبداء و معاد	مجدد الف ثانی	رضا، ظ، فیروز، محمودی، پیروال	
	رسالہ متعلق سماع		بلجیہ	
	رسالہ مجددیہ	رؤف احمد	آصفیہ	
	رسالہ مچلکہ	علی بن شہاب ہمدانی	ٹونک	
	رسالہ محبوب الصدیقین		سبحان اللہ	
	رسالہ محبوبیہ	خواجہ پارسا	خدابخش، علیگڈھ، رضا	
	رسالہ محققین (انتخاب)	سید شاہ برکت اللہ مارہروی	جواہر	
۱۰۰۹	رسالہ محمد غوث	محمد غوث الہ آبادی	مزمل	
	رسالہ مختصر مجمع البحرین فی سلوک الطریقین	غلام اولیاء نصیح الدین	علی گڈھ	
	رسالہ مخبر الواصلین	محمد فاضل ابن سید احمد ابو عبد اللہ	پٹنہ یونیورسٹی	
	رسالہ مخدوم آمون	مخدوم آمون	خدابخش	
	رسالہ مخدوم ساوی	مخدوم ساوی	آصفیہ	
	رسالہ مراتب ستہ	عبد الواحد ابراہیم	آصفیہ	
	" " وجودیہ	شیخ مبارک	عماد	
	رسالہ مراتب الوصول	شاہ رؤف احمد	ابوالخیر	
	رسالہ مراقبہ		آصفیہ	
	رسالہ مرتبۂ الوہیت		ابوالخیر	
۱۰۱۹	رسالۂ مرتخ		دیوبند	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۰۲۰	رسالہ مسترشد	حکیم شاہ فرحت اللہ	منعمی	
	رسالۃ المسعودی	منصور طشانی	ایشیاٹک	
	رسالہ مسکین شاہ	مسکین شاہ	آصفیہ	
	رسالہ مشتمل بر مراقبہ		بلجیہ	
	رسالہ مشتمل بر مواعظ سلوک	امام غزالی	ٹونک	
	رسالہ مشتمل بر ہدایت و طریقت	شیخ عین معتز بلخی	بلجیہ	
	رسالہ مشکل وحل مشکل	علی بن شہاب ہمدانی	ٹونک رضا کشمیر اسلام پور	
	رسالہ مشتمل بر مراقبہ و طریقہ بر زخ		بلجیہ	
	رسالہ مصباح الطالبین در کتاب قلندریہ	عبد الرسول گجھندوی	پھلواری	
	رسالہ مظاہر الوجود؟	محمد فصیح اللہ بن سید شاہ ابوالحسن	آصفیہ	
۱۰۳۰	رسالہ مظہر الاسرار	شاہ فرحت اللہ (حسن دوست)	خدا بخش، بلجیہ	
	رسالہ معرفۃ الدنیا	علی متقی	عبد السلام (علیگڑھ)	
	رسالہ معرفت کسب نفس	خواجہ معین الدین چشتی	ایشیاٹک	
	رسالہ معرفت لاادری		آصفیہ ۲	
	رسالہ معرفۃ النفس و معرفۃ الرب		آصفیہ	
	رسالہ معرفت نفس		"	
	رسالہ معلومات اسرار القلوب و مفہومات انوار الغیوب		سبحان اللہ	
	رسالہ معز المعانی		خدا بخش	
	رسالہ مغناطیس القلوب فی الارواح	مولانا علی اکرم	پھلواری	
	رسالہ مکاتیب	عبد الحق محدث دہلوی	خدا بخش ۲	
	رسالہ مکالمہ روح و عشق و عقل	نعمت خان عالی	خدا بخش	
	رسالہ مکیہ	شرف الدین احمد منیری	بلجیہ، فتوحہ، پھلواری	
	رسالہ مکیہ	قطب الدین دمشقی	دیوبند، پھلواری	
	رسالہ ملفوظات مخدوم بہاری		خدا بخش	
۱۰۴۴	رسالہ مناقب زندہ ازنیا	عبد الوہاب بن شیخ احمد صدیقی	خدا بخش ۲	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۰۴۵	رسالہ منامیہ	علی بن شہاب ہمدانی	ٹونک، رضا، اسلام پور	
	رسالہ موجود و وجود	فرید گنج شکر	آصفیہ	
	رسالہ مشارب الاذواق	علی بن شہاب ہمدانی	ٹونک	
	رسالہ میر ابوالعلی	امیر ابوالعلا	خدابخش	
	رسالہ ناز و نیاز	جامی	″	
	رسالہ ناصر المحققین سراج الواعظین	جعفر محمد قادری	بلخیہ	
	رسالہ ناطقہ	شیخ ابواسحاق بن حسین بزرگ لاہوری	رضا، علیگڑھ	
	رسالہ ناخیر	خواجہ عبداللہ انصاری	جامعیہ	
	رسالہ ناقص مشتمل بہ ہدایت طریقت شیخ حسین مغربی		بلخیہ	
	رسالہ نجات التقلید		خدابخش	
۱۰۵۵	رسالہ نجم الدین کبریٰ	نجم الدین کبریٰ	آصفیہ	
	رسالہ نزول و عروج		ایشیاٹک	
	رسالہ نسبیہ		علی گڑھ	
	رسالہ نفسیہ	سید علی ہمدانی	رضا	
	رسالہ نفائس السلوک (انتخاب)	میر الال خمیر	خدابخش	
	رسالہ نقشبندیہ	احمد بن عبدالاحد فاروقی	آصفیہ، مدراس، ٹونک	
	رسالہ نوربخش	نوربخش	آصفیہ	
	رسالہ نوریہ	سید علی ہمدانی	رضا، کشمیر	
	رسالہ واردات	″	رضا، ٹونک، کشمیر، اسلام پور	
	الرسالۃ الوالدیہ	خواجہ عبیداللہ احرار	رضا، بلخیہ، ایشیاٹک (پانچ نسخے)	
	رسالۃ الوجود	سید ابوالقاسم الزاہدی	آصفیہ	
۱۰۶۶	رسالہ وجود	شیخ محب اللہ	آصفیہ ۲	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
١٠٦٦	رسالہ وجود العاشقین		پھلواری، آصفیہ	
	رسالہ وجود مطلق	محب اللہ الہ آبادی	بہار	
	رسالہ وجودیہ	خواجہ معین الدین چشتی	آصفیہ، علی گڑھ	
	رسالہ وجودیہ / کرامات وجودیہ	فرید الدین گنج شکر	خدابخش، مزمل	
	رسالہ وجودیہ	فرید الدین عطار	آصفیہ، عبدالسلام، دیوبند، فضل الرحمن	
	〃 〃	سید علی ہمدانی	ڈھاکہ، کشمیر، اسلام پور	
	〃 〃	احمد بن جلال الدین کاشانی	〃، علی گڑھ	
	〃 〃	نظام الدین اولیاء	مدراس، ٹونک	
	〃 〃	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ	
	〃 〃		پیر دھڑیا	
١٠٧٧	〃 〃	سید صفی اللہ	علیگڑھ، صولت، ٹونک، آصفیہ، پیر دھڑیا ٣	
	〃 〃	شاہ برہان الدین قادری	آصفیہ، انجمن	
	〃 〃	عبد الجلیل	پیر دھڑیا	
	رسالہ وجودیہ ہیچ گفتار	شاہ ملا	پیر دھڑیا	
	رسالہ وحدت	نظام الدین تھانیسری	جواہر	
	رسالہ وحدۃ الوجود	شیخ فرید الدین عطار	آصفیہ	
	〃 〃	عبد الفتاح العباسی المشرعی	خدابخش	
	〃 〃	شاہ رفیع الدین	دیوبند	
	〃 〃	محمد حسن	نیشنل	
	〃 〃	ملا صدرا	علیگڑھ، آصفیہ ٢، جامعہ	
١٠٨٧	رسالہ وحدت الوجود فی مراتب ستة		آصفیہ	
	رسالہ وحدت و کثرت	خواجہ معین الدین چشتی	پیر دھڑیا	
	رسالہ وصل حق	عبد القادر جیلانی	اسٹیٹ آرکائیوز الہ آباد، پیر دھڑیا	
	رسالہ وصول	خوب محمد م ١٠٢٣ھ	علیگڑھ	
١٠٩١	رسالہ وصول الی اللہ	شیخ شرف الدین احمد منیری ترتیب نظام برہان الدین الحانوی م ٨٢٥ھ	بلخیہ ٢، ابوالخیر، پیر دھڑیا، علیگڑھ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۰۹۲	رسالہ وصول الی اللہ	بہاء الدین نقشبند	پیر دھڑیا	
	رسالہ وصیت	احمد بن جلال الدین کاشانی	رضا	
	رسالہ وصیت نامہ	برہان الدین راز الٰہی	آصفیہ	
	رسالۃ الوصیۃ	عبدالحق محدث دہلوی	رضا	
	رسالہ وظائف ذاتی	شرف الدین احمد منیری	پھلواری	
	رسالہ الولد سر لابیہ	احمد بن جلال الدین	رضا	
	رسالہ (حضرت) ولی قلندر		آصفیہ	
	رسالہ ہشت رکنی		پیر دھڑیا	
	رسالہ ہفت شغل		رضا	
	رسالہ ہمدانیہ امیریہ	سید علی ہمدانی	رضا	
۱۱۰۲	رسائل اہل تصوف		ٹانیروز	
	رسائل برزخ و اذکار و نسب نامہ وغیرہ		آصفیہ	
	رسائل تصوف	میر ظہور الدین محمد کریم اللہ حسینی	״	
	״ ״	خواجہ عبداللہ انصاری	״	
	״ ״	خواجہ باقی باللہ	سالار	
	رسائل سبعہ در بیان چہار پیر و چہاردہ خانوادہ		دیوبند	
	رسائل سلوک / رسائل گیسو دراز / مجموعہ	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ، ایشیاٹک، آصفیہ	
	رسائل سماع	مکتوب بہ خواجہ عبیداللہ احرار	آصفیہ	
	رسائل شاہ رفیع الدین	رفیع الدین	آصفیہ	
	رسائل شاہ غلام علی	شاہ غلام علی	دیوبند	
۱۱۱۲	رسائل طریقہ نقشبندیہ		آصفیہ	
	رسائل عبداللہ انصاری	خواجہ عبداللہ انصاری	دیوبند	
	رسائل عبداللہ خویشگی	عبداللہ خویشگی قصوری	ایشیاٹک	
	رسائل عزیز نسفی	عزیز نسفی	״، علی گڑھ	
۱۱۱۶	رسائل و ملفوظات خواجگان چشت		دیوبند	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۱۱۷	رسائل و ملفوظات خواجگان چشت	قطب الدین بختیار کاکی	دیوبند	
	رسائل محمد چشتی	ابو صالح محمد	،، علی گڑھ	
	رسائل نعمت اللہ ولی	نعمت اللہ ولی	ایشیاٹک ۲	
	رسائل و مجامع		سالار ۵۹	
	رسائل و مسائل تصوف وغیرہ	محمد رفیع الدین	آصفیہ ۳	
	رسائل و مکاتیب در سلوک	عبدالحق محدث دہلوی	خدا بخش	
	رشحات جامی	عبدالرحمن جامی	علی گڑھ، پھلواری	
	رشحات	عبدالخالق غجدوانی	جواہر	
	رشد نامہ	عبدالقدوس بن اسمٰعیل گنگوہی	علیگڑھ، ٹونک	
	رفیع الدرجات و اذکار صوفیہ		آصفیہ	
۱۱۲۷	رفیق العارفین	فرید بن سالار محمد عراقی	پھلواری	
	،،	،، ،،	آصفیہ	
	رشد المجالس	عزیز اللہ		
	رقوت بایزید بسطامی		سالار	
	رقعات حضرت میاں میر	شہاب الدین	جمال	
	رقعات خواجہ باقی باللہ		ابوالخیر	
	رقعات شاہ پیر محمد سلونی		علی گڈھ	
	رقعات مولانا فخر الدین		آصفیہ، علی گڑھ	
	رقعات یحییٰ منیری		،،	
	رمز العشق		آصفیہ، منزل	
	رموزات	عبدالجلیل لکھنوی	علیگڈھ، رضا، ایشیاٹک، پیر دمڑیا	
	،،	خواجہ باقی باللہ	رضا	
	،،		لوہارو، سبحان اللہ	
۱۱۴۰	رموزات جہاد منزل	عبدالجلیل دلی	منزل	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
1141	رموز اشراقیین		[illegible]، خدابخش	
	رموز الرسالت	ابوالفیض میر محمد قاسم	ٹونک	
	رموز العارفین	سلطان علابت خاں	حبیب	
	رموز عاشقانہ	قربان علی شاہ	آصفیہ	
	رموز الفقراء	محمد ظاہر علی قادری	مدراس	
	رموز الواصلین	محی الدین علام	آصفیہ	
	روائح		علیگڈھ	
	روائح (شرح لوائح)	محمد شریف الدین	رضا	
	روائح (عشق نامہ)	مسعود بیک	علیگڈھ	
	روایات شمس الدین		خدابخش	
1151	روح و نفس معرفۃ القلوب	شرف الدین تبلیو	علیگڈھ	
	روضات		رضا	
	”	عبدالحق محدث دہلوی	جواہر	
	روضۃ الاقطاب	رونق علی	عبدالسلام	
	روضۃ الذاکرین		آصفیہ	
	روضۃ الریاحین فی حکایات الصالحین		آصفیہ، الہ آباد	
	روضۃ السالکین (ملفوظات عبدالخالق غجدوانی)	علی بن محمود	حبیب	
	روضۃ العارفین: الحق الیقین		مسلم یونیورسٹی، رضا	
	روضۃ القلوب		رضا	
	روضۃ القیومیہ	شیخ احسن نبیرہ مجدد الف ثانی	جواہر	
	روضۃ المعارف	ناصر علی	آصفیہ	
	رویت خداوند کریم		ایشیاٹک	
	ریاض الاولیاء	بختاور خاں	ٹونک	
	ریاض السالکین فی شرح صحیفۃ زین العابدین	احمد ابن نظام الدین	پھلواری	
1165	ریاض الصالحین	محمد بن شیخ محمد زنجانی	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۱۶۶	ریاض العارفین	سید عبدالقادر	ابوالخیر	
	ریاض العاشقین	شاہ ریاض الدین محمد صدیقی	علی گڈھ	
	ریاض عباسی شرح پنجہات	نجم الدین بن عباس العباسی	آصفیہ	
	ریاض القدس	شیخ نصیر الدین	جامعہ ملیہ	
	(ز)			
	زاد آخرت	محب اللہ (سراستہ دین)	ٹونک	
	زاد الآخرہ	محمد وحید الحق پھلواروی	رحمانیہ	
	زاد الآخرہ (تذکرہ صوفیا)		علیگڈھ	
	زاد السالک	محمد بن مرتضیٰ (محسن الکاشانی)	رضا	
	زاد الصراط	شمس الدین محمد شریف	عبدالسلام	
	زاد الطالبین	محمد مخدوم قادری	ایشیاٹک مدراس	
۱۱۷۶	زاد الفقرا	نور الحق قادری	آصفیہ	
	زاد الفقرا (ملفوظ محمد غوث)	محمد غوث قادری	"	
	زاد المسافرین			
	"	علی محمد ومولانا بنی اسرائیل	بھوپال	
	"	صالح	آصفیہ	
	"		آصفیہ، ملا فیروز	
۱۱۸۲	زاد المتقین	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	آصفیہ، ٹونک، صولت	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۱۸۳	زاد الموحدین	شاہ راجو بن سیف اللہ	سالار جنگ	
	زبدۃ الاسرار	مولانا محمود دہدار	آصفیہ	
	زبدالحقائق	عزیز نسفی	رضا	
	زبدۃ السالکین	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش	
	زبدۃ العاشقین	میر حسن	،،	
	زبدۃ العارفین ترجمہ مراۃ العارفین	غلام احمد	،،	
،،	زبدۃ الغرائب	سید محمد رضا اصفہانی	یونیورسٹی گلشن علیگڑھ	
		سرہندی		
	(س)			
	سبحات دلبضاعت تحریر	عبدالقادر فخری	آصفیہ، سالار جنگ	
	سبیل الرشاد الی الجنۃ والوداد	محمد عاشق پھلتی	ٹونک، ابوالخیر، حبیب، رضا	
	سبیل الرشاد	شاہ ظہور الحق	عمادیہ	
۱۱۹۳	سبیل المحققین		آصفیہ	
	سبیل الوصول	سید ہاشمی	،،	
	سراج السالکین		،،	
۱۱۹۶	،، ،،	سراج الدین دہلوی	رضا	

کیفیت	کتاب خانہ	نام مصنف	نام کتاب	نمبر شمار
	رضا		سراج العارفین	۱۱۹۷
	آصفیہ	علی صاحب ابن شاہ بابا	سراج العشق	
	خدا بخش	ابو نصر بن سعد بن محمد القطان	سراج القلوب	
	پیرومڑیا	نور محمد	سراج القلوب	
	دیوبند، رضا ۲	محمد شریف الدین محمد کاشف	سراج المنیر	
	پیرومڑیا		"	
	رضا ۲، آصفیہ	سراج الدین بن بہاء الدین شاہ جہاں پوری	سراج ہدایت	
	دیوبند	لطف اللہ	سر الاسرار	
	"	غلام نظام	"	
	پیرومڑیا		سر الانسانیۃ	
	دیوبند	علاء الدولہ سمنانی	سر بال البال لذوی الحال	۱۲۰۷
	آصفیہ	شیخ فخر الدین ابو بکر بن عبد اللہ الفارسی	سر الخلافۃ	
	بلخیہ، ٹونک	عبد الرحمن جامی	سررشتۂ دولت (طریقۂ بزرگوان خواجہ بہاء الدین نقشبند)	
	ہمدرد	محمد عثمان بن محمد ابو بکر (میرغنی)	اسرار الظاہر فی معرفۃ ترقی الاکابر	
	خدا بخش	حسن بن حسین بلخی	سر قضا و قدر و رمز خیر و شر	
	ایشیاٹک	سعید بن ابی بکر	سعید نامہ	
	بلخیہ	فضلی حسن رضا منعمی	سفینۂ حضرت عبید اللہ متوفی ۱۱۹۴ھ	
	رضا	نور الحق بن عبد الحق دہلوی	سفینہ فی المصطلحات الصوفیہ	۱۲۱۵

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۲۱۶	سفینة النجاة	محمد انعام اللہ بن ولی اللہ	ہمدرد	
	سقانامہ	بابا عمر امیہ	رضا	
	سلوک العاشقین	محمد بن محمد	آصفیہ	
	سلسلہ خواجگان نقشبندیہ	محمد بن حسین عبد اللہ قزوینی	"	
	سلسلة الذہب		علی گڑھ، آصفیہ	
	سلسلہ شاہ غلام علی	شاہ غلام علی	آصفیہ	
	سلسلة العارفین / سلسلة العارفین	محمد بن برہان الدین القاضی نقشبندی	" / علی گڑھ سبحان اللہ	
	سلسلة المشائخ نقشبندیہ		جواہر	
	سلک جواہر	احمد گیلی	ایشیاٹک (شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کے خطوط)	
	سلک الجواہر	سید عبد الرزاق بن تاج الدین	سالار	
۱۲۲۶	سلک السلوک	...	پھلواری ناصریہ	
	سلوک حقیقی	شاہ مصطفےٰ قادری	آصفیہ	
	سلوک العارفین	عبد الحق محدث دہلوی	ٹونک، رضا	
	سلوک نقشبندیہ	محمد رفیع الدین نقشبندی	آصفیہ	
	سند طریقت آداب بیعت	میر جعفر محمد حسینی	انجمن	
	سلوات التقیا	بدر الدین سرہندی	دیوبند	
	سواد الوجہ	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش	
	سوالات وجوابات		رضا	
	سوالات دارا شکوہ وجوابات		سالار	
	سوال وجواب	قطب العالم	علی گڑھ	
۱۲۳۶	سوال وجواب شیخ عبد الجلیل درمراسلت عبد الجلیل الہ آبادی		ہمدرد	
	سوال وجواب موسیٰ از خداوند تعالیٰ		آصفیہ	
	سوانح صوفیہ (شرح رسالہ غوثیہ)	بہلول صوفی شطاری	رضا	
	سیراب الصمد (تذکرۃ الاولیا جلد دوم)		ٹونک	
۱۲۴۰	سیر السالکین	ربانی بن عبد الصمد	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
١٣٢١	سیر محمدی / سیر محمدی فی احوال حضرت گیسو دراز	محمد علی سامانی / محمد علی شاہ	حبیب، آصفیہ	
	(ش)			
	شارق المعرفت	ابوالفضل	آصفیہ	
	شاعر نامہ	بابا عمر اسید بن امیر	رضا	
	شاہد الوجود		سالار ٣	
	شانزدہ رشحات		ابوالخیر	
	شجرات حافظ محمد ناصر بہادر		ظل الرحمن	
	شجرات قادریہ		دیوبند	
	شجرات قادریہ چشتیہ و نقشبندیہ و	علیم الدین	آصفیہ	
	شجرہ قادریہ و مرادیہ / شجرۂ ابوالعلائی نقشبندی	علیم الدین بلخی	ابوالخیر	
	شجرۃ الانوار فخریہ	رحیم بخش	حبیب	
١٢٥١	شجرۃ الاولیا		"	
	شجرہ بہار خیف مطلوب (شجرہ نقشبندیہ)	سعد اللہ غازی پوری	پٹنہ یونیورسٹی	
	شجرۂ پیران اولیا چہاردہ خانوادہ		علی گڑھ، دیوبند	
	شجرۂ پیران چشت	علیم اللہ حسنی	حبیب	
	شجرہ سید شاہ محمد ابو سعید حسنی حسینی		پٹنہ یونیورسٹی	
	شجرہ سید غلام محی الدین حسینی الکیلانی		"	
	شجرہ صوفیان و بیان اذکار	مخدوم سید محمد حسینی	خدابخش	
	شجرہ طریقت		پٹنہ یونیورسٹی	
	شجرہ طیبہ	قمرالدین ناصری	حبیب، ٹونک	
	شجرۂ عالیہ قادریہ محمودیہ جمالیہ احمدیہ	وزیر محمد خان رام پوری	شیرانیہ	
١٣٦١	شجرۂ قادریہ		ایشیاٹک	
	شجرۂ قادریہ	قمر الحسن ابوالفیاض		
	شجرہ مخدوم اعظم دہبیدی		ابوالخیر	
١٣٦٤	شجرہ مخدوم شاہ محمد علی		بلخیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
١٢٦٥	شجرہ ہائے سلاسل مختلفہ / شجرہ طریقت		بانجیہ، پٹنہ یونیورسٹی	
	شجرہ ہائے طریقت و نقوش یادداد		بانجیہ	
	شجرہ ہائے نسب اولاد تاج محمد فقیہہ و پیر جگ جوت و دیگر بزرگان		"	
—	شموس الہم = شرح فصوص الحکم			
	شراب رحیق	سراج احمد سرہندی	رضا	
	شرائط وصول الحق	نصیر الدین چراغ دہلی	حبیب ۲، جامعہ	
	شرح آمنت باللہ	شیخ برہان الدین بن کبیر	بانجیہ، ایشیاٹک، سبحان اللہ	
	شرح آمنت باللہ		سالار	
	شرح آمنت باللہ	رستم خان	علی گڑھ	
	شرح ابیات خاتمہ مثنوی	جلال الدین الہروی	آصفیہ ۲	
	شرح اسماء الاسرار		"	
١٢٧٥	شرح اسماء حسنیٰ	عبدالرزاق	عبدالحیٔ	
	شرح اسماء القادریہ	شاہی الحسینی القندھاری	سالار	
	شرح اشارات		پھلواری	
	شرح اظہار المخفیہ من اخبار المسطورۃ		ٹونک	
	شرح اعتقام	ولی محمد عاشق	آصفیہ	
	شرح احسان	مخدوم درویزہ ننگرہاری	"	
	شرح الامی	ولی محمد بن ملوک شاہ	آصفیہ ۲	
	شرح القاس	محمد بن حسنی	عبدالسلام	
	شرح مرج البحرین عبدالحق دہلوی	عبدالقادر صدیقی	آصفیہ	
	شرح بیتین مثنوی	عبدالرحمٰن جامی	خدابخش، ٹونک	
١٢٨٥	شرح بیم کہانی		آصفیہ ۳	
	شرح تحفۃ الاحرار	محمد رضا قادری بن محمد اکرام	ٹونک	
	شرح تحفۃ المرسلہ		ایشیاٹک	
	شرح تحفۃ المرسلہ	محمد بن فضل اللہ	"	
١٢٨٩	شرح تنبیہ		"	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۲۹۰	شرح تمہیدات عین القضاة ہمدانی	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ	
	شرح جام جہاں نما	ابو سعید مبارک	خدابخش، پیرزادہ، ثریا، عمادیہ	
	شرح جام جہاں نما	وجیہ الدین علوی بن نصر اللہ گجراتی احمد آبادی	پٹنہ یونیورسٹی، رضا ۲، خدابخش، علی گڈھ، سالار جنگ، پیرزادہ، ثریا، ندوہ، عمادیہ، ابوالخیر، دیوبند، آصفیہ	
	شرح جام جہاں نما	الہ داد	آصفیہ، رضا	
	شرح جام جہاں نما	خوب محمد چشتی	آصفیہ	
	شرح جواہر ستہ	محمد اکرام بن شیخ محمد علی	״	
	شرح چہل اسم باری تعالیٰ	شہاب الدین سہروردی	״	
	شرح حدیث عماد	عبدالرحمن جامی	ابوالخیر	
	شرح حدیقہ حکیم سنائی	مولوی عبداللطیف بن عبداللہ عباسی	ٹونک	
	شرح حدیقہ حکیم سنائی		آصفیہ	
۱۳۰۰	شرح حقیقت محمدیہ	شیخ محمد بن شیخ حسن محمد	دیوبند	
	شرح حقیقت محمدیہ	شاہ ولی الحق (حمید علی ثانی)	آصفیہ	
	شرح خمسہ شرح العین	نیاز احمد علوی	علی گڈھ	
	شرح خوب ترنگ	شیخ محمد گجراتی	آصفیہ، دیوبند	
	شرح دیوان حافظ	کمال الدین خجندی	ٹونک ۲	
	شرح غزلیات دیوان حافظ	سید علی ہمدانی	آصفیہ	
	شرح دیوان حافظ		ٹونک	
	شرح دیوان حافظ	عبیداللہ/عبداللہ بن عبدالحق افغانی	ٹونک ۲	
	شرح رباعی ابو سعید ابوالخیر	آخوند ملا عبداللہ بن محمد الشاشی	خدابخش، ملیہ	
	شرح رباعیات		ایشیاٹک	
	شرح رباعیات	خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی/ مجدد الف ثانی	ٹونک، ایشیاٹک	
	شرح رباعیات		آصفیہ	
	شرح رباعیات در اثبات وحدة الوجود		ابوالخیر	
۱۳۱۳	شرح رباعیات در اثبات وحدة الوجود	عبدالرحمان جامی	ٹونک، ندوہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۳۱۴	شرح رباعیات وحدت وجود در اثبات شہود		خدابخش	
	شرح رسالہ در بیان توحید اسم	رضی الدین عبد الغفور الانصاری	رضا	
	شرح رسالہ در وجود حرف ہجا		"	
	شرح رسالہ قشیریہ	خواجہ گیسو دراز	پھلواری	
	شرح رسالہ محقق دوانی		عبد السلام	
	شرح رسالہ مراتب ستہ	جامی	خدابخش	
	شرح رسالہ مجمع السلوک والفوائد	قاضی یدین بن محمد ظفر آبادی	رضا	
	شرح رسالہ نجم الدین کبری	ملا عبد الغفور داری	ٹونک	
	شرح سبحۃ الابرار	محمد بن غلام محمد		
	شرح سوانح اشتیاق	عبد الکریم لاہوری	ٹونک	
۱۳۲۴	شرح السوانح فی العشق		رضا	
	شرح شبستان نکات	محمد بہرام بن اخوند ملا زادہ	آصفیہ	
	شرح شرح جواب سوال کمیل بن زیاد	محمد صالح بن محمد شریف خیر آبادی	رضا	
	شرح شرح لمعات		عوثت	
	شرح شمس العین	نیاز احمد قادری	خدابخش ۲	
	شرح عوارف المعارف	خواجہ گیسو دراز		
	شرح عین العلم	فخر الدین محب اللہ بن نور اللہ دہلوی	خدابخش، رضا، آصفیہ، ٹونک، ابو الخیر	
	شرح غنیۃ الطالبین		ہمدرد	
	شرح (رسالہ) غوثیہ	عبد الرحمن حسن بن علی مکی الحسینی الجیلانی	رضا	
	شرح (قصیدہ) غوثیہ	غلام محی الدین	جامعہ	
۱۳۳۴	شرح (قصیدہ) غوثیہ	داؤد بن خلیفہ فتح علی	آصفیہ	
	شرح (قصیدہ) غوثیہ	محمد فاضل الدین بٹالیہ	آصفیہ ۲	
	شرح (رسالہ) غوثیہ	ملا محمد بن ملک شاہ	خدابخش ۵، رضا، آصفیہ ۳، اشاعت ٹونک ۴، مدراس	
۱۳۳۷	شرح (قصیدہ) غوثیہ	ابراہیم بن بدھ	ابو الخیر	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۳۳۸	شرح غوثیہ	عبداللہ بن حسین علی الحسینی جیلانی	پھلواری	
	؍؍ فتوح الغیب		؍؍ ۲	
	؍؍ فصوص		؍؍ ۲	
	؍؍ ؍؍	ملا علیم اللہ رشیدی	پھلواری	
	؍؍ فصوص الحکم	شمس الدین محمد بن مصلح الدین تبریزی	پھلوارد	
	؍؍ ؍؍	عبدالقاہر بن عبداللہ سہروردی	آصفیہ ۲	
	؍؍ ؍؍	—	؍؍	
	؍؍ ؍؍	—	ایشیاٹک	
	؍؍ ؍؍ : شخوص الہم	غلام مصطفی بن محمد اکبر تھانیسری	حبیب، ٹونک، آصفیہ	
۱	؍؍ ؍؍	میر سید حسین خوارزمی	ٹونک	
۱۳۴۸	؍؍ ؍؍	سید علی ہمدانی	آصفیہ ۲	
	؍؍ ؍؍	—	آصفیہ، رضا	
	؍؍ ؍؍	محب اللہ آبادی	خدابخش ۳، عبدالحی، رضا، آصفیہ، جواہر، سالار جنگ، ندوہ	
	؍؍ ؍؍	حسام الدین محمد حسینی ضیائی لکھنوی	ٹونک	
	؍؍ ؍؍	نعمت اللہ	آصفیہ	
	؍؍ قصیدہ امالی	—	پھلواری	
	؍؍ قصیدہ امالیہ	محمد امام بن شاہ محمد صلاح الدین	؍؍	
	؍؍ قصیدہ شیخ فرید الدین عطار	—	سبحان اللہ، آصفیہ	
	؍؍ ؍؍ الخمریہ الغوثیہ		پھلواری	
۱۶	؍؍ القصیدہ الغوثیہ	شاہ فاضل الدین	؍؍	
۱۳۵۸	؍؍ قصیدہ منلقہ	شاہ آیت اللہ پھلواروی	پھلواری	
	؍؍ ؍؍ میمیہ خمریہ	—	آصفیہ	
	؍؍ ؍؍ ہمزیہ	شاہ ولی اللہ دہلوی	پھلواری	
	؍؍ کافیہ بطرز تصوف	عبدالواحد ابراہیم	رحمانیہ، آصفیہ، ندوہ	
۱۳۶۲	؍؍ کبریت احمر	کمال الدین محمد سہالوی	علیگڑھ [illegible]	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۳۶۳	شرح کلام ابن حاجب (جمیرہ ۶۸۲ھ)	عبدالواحد بلگرامی	خدابخش	
	// کلمۃ التوحید	عبدالرحمٰن	ہمدرد	
	// الکنہ والوجیزہ فی التصوف	محمد بن مرتضیٰ	مزمل	
	// گلشن راز		آصفیہ	
	// لب لباب	—	خدابخش	
	// لمعات		آصفیہ	
	// //	شیخ نظام الدین بن عبدالشکور المصری	دیوبند، جامعہ	
	// //	عبدالقدوس گنگوہی	جامعہ	
	// //	علی بن یوسف الکرکہری	//	
	// //	شاہ نعمت اللہ ولی	رضا، آصفیہ	
۱۳۶۴	// لمعات		آصفیہ[2]، مزمل، علی گڑھ	
	// //	جلال ہروی	آصفیہ	
	// لوائح	فضل اللہ	سبحان اللہ	
	// // //	شیخ محمد بن شیخ فضل اللہ	آصفیہ[2]	
	// // // (جامی)		آصفیہ، مدراس	
	// // //	—	آصفیہ	
	// مثنوی	ابوسعید ابوالخیر	منشی	
	// مثنوی غنیمت	محمد غیاث الدین	دیوبند	
	// مثنوی مولانا روم	عبدالحمید الحسینی	//	
۱۰	// // //		آصفیہ[2]	
۱۳۸۳	// // //	ولی محمد اکبر آبادی/نارنولی	آصفیہ[2]، دیوبند، ٹونک	
	// // //	—	//	
	// مثنوی	شاہ مصطفیٰ قلی	عمادیہ	
۱۳۸۶	// // //	عبدالواحد بن شاہ عبدالقادر بن نظام الدین فاروقی	ٹونک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۳۸۷	شرح مثنوی مولانا روم	یعقوب صرفی	ٹونک	
	〃 〃 〃	میر نور اللہ احراری	〃	
	〃 〃 〃	شاہ بہلول جالندھری (کول برگی)	〃	
	〃 〃 〃	—	〃	
	〃 مجمع البحرین	غلام معین الدین خاصلی	جامعہ	
	〃 محبت نامہ جامی	نظام الدین احمد	عبدالسلام	
	〃 مخزن الاسرار		حبیب	
	〃 〃	شیخ ابراہیم ٹھٹوی	ٹونک ۲	
	〃 〃		آصفیہ، ٹونک	
	〃 〃	عبدالعزیز جون پوری	〃	
۱۳۹۷	〃 مخزن الاسرار نظامی گنجوی	محمد بن قوام بن رستم	〃	
	〃 ورد التقرب وحزب التوسل الی سید الانبیاء والرسل	محمد ولی اللہ بن احمد علی	علیگڑھ	
	〃 مرآۃ القلندر = مصقلۃ الاولیا	شاہ محیا قلندر	رضا	
	〃 مراتب ستہ		علیگڑھ	
	〃 〃 〃	شیخ محمد لاہوری	آصفیہ	
	〃 مطلع الانوار	محمد بن غلام محمد	ٹونک	
	〃 مفتاح		پھلواری	
	〃 〃		〃	
	〃 ملفوظات عبدالقادر جیلانی	محی الدین قادری	آصفیہ ۲	
	〃 〃 شیخ مرتعش		حبیب	
۱۴۰۷	〃 منازل السائرین و مقیم المقربین	شمس الدین محمد القبارکانی	خدابخش	
	〃 مناقب رزاقیہ		پھلواری	
	الشرح المنیر فی مسائل الخطیر	یار محمد حسین	علیگڑھ	
۱۴۲۰	شرح نزہت الارواح		علاء فروز، سالار	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۴۱۱	شرح نزہتہ الارواح	عبد الواحد بن ابراہیم بن خطیب بلگرامی	خدابخش، ٹونک، صولت، آصفیہ، ٹونک، علیگڑھ، ایشیاٹک، مرتضیٰ، ندوہ	
—	" نفحات = مکاشفات علی اکبر	علی اکبر بن میرزا اسد اللہ مودودی ←	خدابخش	
	" درد المریدین	داؤد بن حسن خاکی	خدابخش	
	" وصایائے مجدوانی	خوب اللہ الہ آبادی	رضا، ندوہ	
	" وصیت نامہ شاہ ولی اللہ دہلوی	ثناء اللہ پانی پتی	حبیب گنج	
	" ہفت اقلیم رسالہ در سلسلہ طریقت		دیوبند	
	شرف السادات		آصفیہ	
	شرف المناقب	محمد بن احمد بن عثمان	خدابخش	
	" و دیگر ہفت رسائل	—	خدابخش	
	شطحیات	روزبہان	ناصریہ	
	شطرنج نامہ	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ[2]، علی گڑھ	
۱۴۲۱	شق قمر	صائن الدین اصفہانی	ایشیاٹک	
	شکرستان	میر محمد مومن عرشی	آصفیہ	
	شمائل الاتقیا	—	خدابخش	
	شمائل العارفین و سیر المتقین	محمد معصوم فاروقی	عبد الحی	
	شمس العین مع تعلیق و حواشی	نیاز احمد علوی سرہندی	دیوبند	
	شوارق المعرفہ	شاہ ولی اللہ دہلوی	آصفیہ، علی گڑھ	
۱۴۲۷	شواہد نجیبی	شاہ محمد نجیب الدین	علیگڑھ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
	(ص)			
۱۳۲۸	صادقہ مصدقہ	رؤف احمد مجددی	آصفیہ	
	صحائف اسرار	صالح محمد کرمانی	بھوپال	
	صحائف المعرفۃ	ابوعبداللہ عبدالرزاق بن احمد رازی	آصفیہ، فضل الرحمٰن	
	الصحیفۃ الاسمیہ	قاضی حمید الدین ناگوری	ایشیاٹک	
	صحیفۂ عشق		آصفیہ	
	صحیفۂ عمل	محمد افضل الہ آبادی	,,	
	صد اقوال خلفاء اربعہ	—	خدابخش	
	صدر الصدور (یہ سیر الصدور)	حمید الدین ناگوری	حبیب	
	صراط التکمیل	—	پیر دھڑیا	
	صراط التوحید	شیخ بایزید (پیر روشنائی)	رضا	
۱۳۳۸	صراط القلوب		ٹونک	
	صراط مستقیم	نظام الدین قلندر	علیگڑھ	
	,, ,,	محمد خاموش	رضا	
	صراط المستقیم	خوب محمد چشتی	آصفیہ	
	,, ,,	شیخ جمال الدین ابوالفضل محمد بایزید حسین	,,	
	صفت الایمان		پیر دھڑیا	
	صفات الشرح یہ تعین ذات	محمد حسن	آصفیہ	
	صفوۃ العارفین	—	ایشیاٹک	
	صفیر مرغ	شہاب الدین سہروردی	خدابخش	
۱۳۴۷	الصلوٰۃ المعکوسیہ	عبدالقادر جیلانی		
۱۳۴۸	صلوٰۃ مقربہ و درود مستجاب	معز الدین محمد ظریف	ایشیاٹک	
	صولت مسعودی	عبدالغنی شاہ	عبدالسلام	
	(ض)			
۱۳۵۰	ضرب الاقدام	عبدالحق محدث دہلوی	ایشیاٹک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۴۵۱	ضیاء توحید	محب اللہ الہ آبادی	علیگڑھ	
	" "	عبد الجلیل	خدابخش	

(ط)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
	طالبین در اذکار		دیوبند	
	طبقات الصوفیہ	عبد الرحمن جامی	پٹنہ یونیورسٹی	
	طراز حقیقت	شاہ بوعلی قلندر	آصفیہ ۲	
	طریق السالم	محمد سالم	ظل الرحمن	
	طریق الطالبین		پیر دمڑیا	
	طریق المومنین	منعم بیگ	آصفیہ	
	طریقہ بیعت از رشد در سلسلہ قادریہ	قمر الحسن ابوالفیاض		
	طریقہ چشتیہ قادریہ	حسن ابن ابراہیم ابن غیاث الدین ابن محمد شریف	آصفیہ	
۱۴۶۱	طریقہ سنیہ حضرت خواجگان		صولت	
	الطریقۃ السنیۃ فی فضل الاصحاب ذوی المناقب العلیہ	محمد سالم	ظل الرحمن	
	طریقہ قادریہ	—	جامعہ	
	الطریقۃ القویم فی طلب الصراط المستقیم		مدراس	
	طوالع الشموس	قاضی حمید الدین ناگوری	حبیب گنج، ایشیاٹک	

(ظ)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
	ظفر المرأیا تمناہ	رضا الدین ابوالخیر بن عبد المجید ٹونکی	رضا	
۱۴۶۷	ظہیر الایمان	محمد ظہیر الدین بلگرامی	"	

کیفیت	کتابخانہ	نام مصنف	نام کتاب	نمبر شمار
			(ع)	
	آصفیہ	علی محمد بن پیر محمد	عجائب الاسرار	۱۴۶۸
	"	صوفی شریف	" الافکار	
	آصفیہ	حسین بن علی محمد فقیر	" العجائب و جامع العجائب	
	ٹونک	شاہ جالندھری	عجوبۃ الفوائد	
	آصفیہ		عرس نامہ	
	پھلواری	مجدد الف ثانی	عرضداشت و مکتوبات	
	ایشیاٹک	محمد بن باقر محمد	عروس عرفان	
	آصفیہ، سالار	قاضی محمود بحری	"	
	آصفیہ		العروۃ الوثقیٰ	
	رضا، علی گڑھ	شیخ دیدار	عشرہ کاملہ	
	آصفیہ ۲، ایشیاٹک	گیسو دراز	عشقیہ/ عشق نامہ/ عشق حقیقی	۱۴۷۸
	علی گڑھ، آصفیہ، ندوہ		وجود العاشقین/ محبت نامہ	
	رضا	ضیاء الدین نخشبی	عشقیہ	
	خدابخش	احمد بن جلال الدین کاشانی	عطیہ	
	علیگڑھ	شاہ ولی اللہ دہلوی	العطیۃ الصمدیۃ فی انفاس المحمدیۃ	
	آصفیہ، پھلواری	میر امداد علی	عقائد صوفیہ	
	خدابخش، دیوبند	فتح محمد برہان پوری	عقائد الصوفیہ	۱۴۸۳

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۲۸۴	عقد الجواہر والدرر فی ذکر مشاہیر القرن الحادی عشر	محمد بن ابوبکر باعلوی	عبد السلام	
	عقیدۂ صوفیہ	ولی محمد	آصفیہ	
	علم الیقین		آصفیہ	
	عنایت الہیہ	شمس الدین	جواہر	
	عوارف المعارف مسمی بمعارف العوارف / ترجمہ عوارف المعارف / شرح العوارف		سبحان اللہ، رضا، علی گڑھ	
	عوارف ہندی	برکت اللہ بن روشن بلگرامی	جیسوال، حبیب	
	عین التوحید	مظہر الحق چشتی رامپوری	آصفیہ	
	عین الجمال	شیخ علی شاہ بن شیخ محمد زکریا		
	عین الحیات	محمد موسی کالونی	پیرو ٹریا	
	عین الحباب	عبد الرزاق کاشی		
۱۲۹۴	عین العلم (ترجمہ)	رفیع الدین مرادآبادی (مترجم)	آصفیہ، ابوالخیر، دیوبند، پھلواری، ملا فیروز، رضا، دیوبند	
	عین العلم فی التصوف	محمد بن عثمان بن عمر البلخی ؟	عبد السلام، دیوبند	
	عین القضاۃ ہمدانی (کذا)		آصفیہ	
	عین الیقین	خواجہ گیسو دراز	"	
	غایۃ التمثیل	مخدوم قادری	ایشیاٹک، مدراس	
	غایۃ الغایات	محب اللہ الہ آبادی	سبحان اللہ	
	غوائب الاطلاع فی کشف الاسرار	صوفی شریف	حبیب	
	غزلات		علی گڑھ	
	غنیۃ الطالبین (ترجمہ)	عبد الحق محدث دہلوی	خدابخش	
	غنیۃ الطالبین (ترجمہ)	عبد الحکیم سیالکوٹی	خدابخش ۲، پیرو ٹریا، ایشیاٹک، رضا، ٹونک	
۱۵۰۴	غنیمت الوقت	مخدوم الاولیاء	آصفیہ مدراس	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
	(ف)			
۱۵۰۵	فاتح الواردات	خواجہ میر درد	دیوبند	
	فارح الاتراح	حمید بن اسحاق	ایشیاٹک	
	فائدہ از ملفوظ جناب سلطان الاولیاء		ایشیاٹک	
	فائق البرکات	شاہ قمر الدین حسین	بلخیۂ منعمی، عمادیہ	
	فتح بعون الفتح تصوف		آصفیہ	
	فتح نامہ	اشرف جہانگیر سمنانی	خدابخش	
		احمد بن جلال الدین کاشانی	رضا	
	فتوح الاوراد	شیخ محمد بن علی الرفاز	حبیب، ایشیاٹک، علی گڑھ	
	فتوح الصلوٰۃ اکسیر کبیر فی مقدمات		خدابخش	
	فتوح العقائد	بابا شیخ محمد محدث برہانپوری	دیوبند	
۱۵۱۵	فتوح الغیب	بدر الدین سرہندی	بلوچی آرکائیوز	
	فتوحات الاصحاب		ایشیاٹک	
	فتوحات القدس		سبحان اللہ	
	فتوحات مکیہ / الرسالۃ المکیۃ (ترجمہ)	ابن عربی (مصنف)	عبد السلام، رضا	
	فرائد السلوک فی فضائل الملوک	شمس	عبد السلام	
	الفتح والسرور	محمد المرتضیٰ	دیوبند	
	فردوس العارفین	خواجہ عبد اللہ انصاری	ہمدرد	
	فردوسیہ قدسیہ عرف چشتیہ بہشتیہ	شیخ بہاء الحق والدین چشتی	آصفیہ	
	فصوص	محمد بن جعفری محمد فاضل مشہدی	رضا	
	فصوص الحکم (ترجمہ)	ابن عربی (مصنف)	پٹنہ یونیورسٹی، ہمدرد، سبحان اللہ، علی گڑھ	
		عبد الغفار بن محمد علی	سالار	
	فصوص الحکم و فصوص الکلم		البدالخیر	
۱۵۲۷	فصوص الفصوص (شرح فصوص الحکم)	رکن الدین شیرازی	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۵۲۸	فضائل الانام من رسائل حجۃ الاسلام	(امام غزالی) احمد غزالی	رضا، علی گڑھ	
	فضیلۃ الصلوٰۃ		آصفیہ	
	فتوح رحمانی در بحر المعارف والمعانی	سید جمال الدین (شاہزادہ)	”	
	فقیر باہو		خدا بخش، ٹونک، نصرت	
	فقیر نامہ	(شیخ ابو الحسن)	آصفیہ	
	فواتح الانوار	عبد النبی شطاری	سالار	
	فواتح خمس	حسین بن معین الدین المیبذی	آصفیہ، علی گڑھ، شعبہ، ہمدرد	
	فواتح شرح لوائح	ملا عبد الغفور لاری	آصفیہ، ٹونک	
	فوائد الاسرار (شرح دیوان حافظ)	شاہ بہلول گوالیاری جالندھری	ٹونک	
	فوائد الجواہر ترجمہ قلائد الجواہر	حسین بن صابر قادری	علیگڑھ شعبہ	
۱۵۲۸	فوائد رکنیہ / ملفوظات رکن الدین شطاری	شیخ رکن الدین شطاری	خدا بخش	
	فوائد السالکین (ملفوظات قطب الدین بختیار کاکی)	فرید الدین گنج شکر	رضا، دیوبند، آصفیہ، ٹونک، [illegible] شدہ ~~علیگڑھ~~	
	” ”		خدا بخش ۲، آصفیہ، پھلواری، ایشیاٹک،	
	” ”		رضا، دیوبند	
	فوائد السعادہ		فرنگی محل	
	فوائد شرائط دعا سیفی	محمد امیر	دیوبند	
	فوائد فخریہ ملفوظ حضرت پیر بدیع الدین	عوض علی	آصفیہ	
	فوائد المریدین	محمد رحیم بہاری	خدا بخش ۲، اسلام آباد	
	” ”		خدا بخش، پھلواری	
	فوائد	خواجہ حسن مودودی	خدا بخش	
	فوائد الیوسفیہ فی کلیات	شاہ محمد یوسف بن شاہ محمد عبد اللہ	”	
۱۵۲۹	فوز السلوک علم الصوفیہ		آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۵۵۰	فی بیان السماع	امام غزالی	جامعہ	
	فیض اعظم	سید محمد اطہر موسوی	آصفیہ، سالار	
	فیض لاریب	غلام الحق	ایشیاٹک	
	(ق)			
	قبض وبسط		ایشیاٹک	
	قرۃ العیون	مولانا نصیر الدین بن شیخ محمد	آصفیہ	
	قرع الاسماع باختلاف اقوال المشائخ وحوالرخص اسماع	عبد الحق محدث دہلوی	خدابخش، علی گڑھ	
	قصیدۂ غوثیہ (ترجمہ)	محمد عاشق	خدابخش	
	قطرات الحیات	شیخ محمد امین نادر نقشبندی	خدابخش، رعنا	
	قطرۃ النجات	ضیاء الدین بلخی	خدابخش	
	القول الفصل فی ارجاع الفروع الی الاصل	شرف الدین محمد	آصفیہ	
۱۵۶۰	قوت العارفین		عمادیہ	
	(ک) لاہوت		جامعہ، فرقانیہ	
	کارنامہ راز ونیاز (گلشن راز)	نذیر احمد شاہ مودودی	خدابخش	
	کاشف الاستار (مکتوبات)	سید حمزہ بلگرامی	عبد السلام، رعنا	
	کاشف الاسرار ودقائق	غلام محمد	خدابخش ۲، علیگڑھ	
	کاشف الاسرار		رعنا، دیوبند	
	کاشف السماع	محمد اعظم	آصفیہ	
۱۵۶۷	کامل التعبیر	حسن بن محمد	سبحان اللہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۵۶۸	کتاب الاوراد	عبدالحق محدث دہلوی	خدابخش	
	کتاب التدبیریہ		پھلواری	
	کتاب عین القضاۃ ہمدانی		ابوالخیر	
	کتاب تصوف		مدراس، مرحمانیہ، جاپر، فضل الرحمن، ناصریہ	
	کتاب تصوف	ابراہیم نوراللہی	آصفیہ	
	کتاب تصوف واذکار		ایشیاٹک	
	کتاب التنزیل	عزیز نسفی	رضا	
	کتاب جزئیات وکلیات	ضیاء نخشبی	پھلواری	
	کتاب دربیان ارباب طریقت بیان سلوک	نجم الدین بن عبداللہ	دیوبند	
	کتاب دربیان شریعت، طریقت وحقیقت	حسین کاشمیری	خدابخش ۲	
۱۵۷۸	کتاب دربیان عبادت		دیوبند	
	کتاب در تعویذ وادعیہ	شاہ محمد تقی بلخی	بلخیہ	
	کتاب درسلوک وتصوف		پھلواری	
	کتاب السلاسل (چہار پیر چہار خانوادہ)		پٹنہ یونیورسٹی	
	کتاب عدة المرشدین وعمدة المسترشدین	شہاب الدین احمد	بلخیہ	
	کتاب الکشف والبیان فی معرفة حقیقة الایمان	الانسی بن اصدق	"	
	کرامات القادریہ من روایات الاولیاء		پٹنہ یونیورسٹی	
	کشف القناع عن وجوہ السماع (ترجمہ)	ظہیر الدین کیرانوی	دیوبند	
	کشکول دراذکار		"	
	کتاب سرمایہ سالکان		ملا فیروز	
	کتاب السعادہ فی معرفة العبادہ	امام غزالی	مزمل	
۱۵۸۹	کتاب ستین		ایشیاٹک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۵۹۰	کتاب التوحید	عبد القادر جیلانی	ٹونک	
	کتاب معرفت سلوک		جامعہ	
	کحل الجواہر	عبد الاحد	ابو الخیر ندوہ	
	کحل الجواہر فی مناقب عبد القادر	حنیف الدین عبد القادر بن تاجی	آصفیہ	
		سید محمود قریشی		
		عبد القادر (کشوری)	"	
	کحل العینین فی تفضیل غوث الثقلین	محمد اسماعیل	خدا بخش	
	کحل العیون	اصغر حسین	جامعہ	
	کرامات الاولیاء	میر ابو القاسم خان تمکین	آصفیہ ۲	
	"	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	علیگڑھ، رضا	
	"	نظام الدین احمد بن محمد صالح	عبد السلام، ٹونک	
۱۶۰۰	کرامات پیران پیر	حکیم سید قدرت اللہ قاسم	حبیب	
	کرامات و ارشادات مجدد الف ثانی	غلام اللہ معروف بہ غلام علی	آصفیہ ۲	
	کشف الآثار	محمد حبیب اللہ بن شیخ محب اللہ الہ آبادی	آصفیہ، مزمل	
	کشف الاسرار	خواجہ معین الدین چشتی	جامعہ	
	کشف الاسرار بتوفیق الملک الستار		رضا	
	کشف الانوار ترجمہ آنتاصیتا		سبحان اللہ	
	کشف اسرار معنوی شرح ابیات مثنوی	عبد الحمید بن معین الدین محمد بن ہاشم الحسینی	ٹونک	
	کشف الانوار	عبد الغنی عثمانی	سالار	
	کشف البیان فی طرق وصل الرحمان	سید عبد اللہ بن سید عبد الرحیم القادری	رضا	
	کشف الحقائق	شیخ محمد صادق	آصفیہ	
۱۶۱۰	" "	علی بن شہاب ہمدانی	دیوبند	
	"	عزیز نسفی	رضا، سالار، علی گڑھ	
	کشف الحقائق ملفوظات حضرت شیخ عیسیٰ	ملا عیسیٰ بن شیخ قاسم	آصفیہ	
	کشف حقائق در بیان توحید	ابو الفتح علی قریشی	"	
۱۶۱۴	کشف الحقیقۃ	محمود شبستری	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۶۱۵	کشف الرموز	غیاث الدین چشتی	خدابخش	
	کشف السلوک	خواجہ محمد فرخ بن محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی	رضا	
	کشف العوالم	برہان الدین بن میران جی شمس الدین	حبیب گنج	
	〃	سید عبد اللہ	علی گڑھ	
	کشف الغطاء عن اذہان الاغبیاء	خواجہ محمد فرخ بن محمد سعید بن شیخ سرہندی	رضا	
	کشف القلوب فی معرفۃ واجب الوجود	سید محمد ابن سید محمد ہاشمی	رضا	
	کشف القناع	محمد سالم	فضل الرحمٰن	
	کشف الحقیقین	سعد الدین احمد	سالار	
	کشف المقامات	محمود چشتی	جامعہ	
	کشف النکات	رضا بن محمد کاظم	آصفیہ	
	کشکول	عاقل خان رازی	ایشیاٹک	
۱۶۲۵	کشکول صوفیا	خواجہ اسحٰق مغربی	خدابخش	
	کشفیہ	میاں محمد امیر شاہ بن محمد جہانگیر شاہ	رضا	
	کفایۃ السامعین	رضا علی خان	آصفیہ	
	کلام الکمال کمال الکلام	شاہ کمال الدین بخاری	مدراس	
	کلمات	خواجہ دہدار		
	کلمات تورات		قرنامیر	
	کلمات چند از حضرات نقشبند		جامعہ	
	کلمات الحق	غلام یحییٰ بن نجم الدین بہاری	رضا، دیوبند، خدابخش، ندوہ	•
۱۶۳۳	کلمات الحقائق	محمد قاسم عرف سید محمد حسینی	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
١٦٣٤	کلمات شاہ نعمت اللہ	شاہ نعمت اللہ	آصفیہ	
	کلمات عالیہ	مبارک اللہ	سالار	
	کلمات العربیہ فی شرح رسالہ غوثیہ	ملا مختوم نقشبندی	ہمدرد	
	کلمات غوثیہ		پھلواری	
	کلمات قدسیہ	سعد الدین کاشغری	رضا	
	کلمات کمالیہ	کمال الدین	آصفیہ	
	الکلمات المؤتلفہ فی المقاصد المختلفہ	خوب اللہ الہ آبادی	رضا	
	گلزار جنیدار کلمات فرید الدین عطار		پھلواری	
	کلید بہشت		رضا	
	کلید توحید	باہو سلطان	خدابخش	
١٦٤٤	کلید دانش	اشرف علی	خدابخش ۲	
	کلید مخازن	غوث گوالیاری م ۹۷۰ھ	خدابخش، سبحان اللہ، رضا، آصفیہ، ندوہ	
	کمال الکلام		آصفیہ	
	کنز الاسرار		علیگڈھ، یونیورسٹی	
	کنز الاسماء۔ شرح اسماء الحسنیٰ	صفی بن ولی قزوینی م ۱۰۹۲ھ	پھلواری	
	کنز حلال	خواجہ میر بن امیر عماد	ایشیاٹک	
	کنز الجواہر	جوہر بن امیر محمد	سالار	
	کنز الرشاد		خدابخش	
	کنز الرموز	سید احمد حسن الدین الحسینی	خدابخش، علیگڈھ، جواہر	
	کنز السالکین	عبداللہ انصاری	ایشیاٹک، علیگڈھ، آصفیہ، بوہار، ندوی	
	〃		علیگڈھ	
	کنز السعادت	خواجہ معین الدین بن خواجہ خاوند	رضا	
١٦٥٦	کنز العاشقین	محی الدین جلوی/طوسی نقشبندی	آصفیہ، ایشیاٹک، عادیہ، دیوبند، ٹونک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۲۵۷	کنز الی شقیق	امام غزالی	رضا	
	کنز العباد فی شرح الاوراد	علی بن احمد الغوری	آصفیہ	
	کنز الہدایات	مجدد الف ثانی	ایشیاٹک	
	کنوز جلالی	مخدوم جہانیاں جہاں گشت	ناصریہ	
	,, الحقائق - جواہر الاسرار	کمال الدین حسین خوارزمی م ۸۴۰ھ	دیوبند	
	(گ)			
	گفتار حضرت خواجہ معین الدین		خدابخش، ندوہ، رضا، ابوالخیر	
	گفتار شاہ عیسی جند اللہ	ابوالبرکات عیسی	ایشیاٹک	
	گل بکاؤلی	عزت اللہ بنگالی	برٹش	
	گلبن اسرار		سبحان اللہ	
	گلدستہ چمن		برٹش	
۱۶۶۷	گلدستہ حقیقت		آصفیہ	
	گلزار ابرار	غوثی شطاری	حبیب	
	گلزار جلال	جلال الدین	سبحان اللہ	
	گلزار حال	بھوانی داس دہلی	برٹش	
	گلزار چشتیاں	سید ابراہیم عارف اللہ شاہ چشتی	آصفیہ	
	گلشن اسرار	سید علی ہمدانی	,,	
	گلشن توحید	شاہدی	,,	
	,, ,,		خدابخش	
	گلشن راز		ٹونک	
	گلشن ناز و نیاز	شاہ محرم اللہ متوکل	,,	
۱۶۷۷	گنج ارشدی	محمد ارشد	سبحان اللہ	
	,, ,, (انتخاب)		مجلس	
	گنج اسرار	شیخ فرید مسعود گنج شکر	خدابخش، حبیب، رضا، علیگڑھ، آصفیہ	
۱۶۸۰	,, ,, (ملفوظات شاہ ہاشم حسینی)	سید محمد نعیم اللہ	سالار	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۶۸۱	گنج راز	عبدالرحمٰن خاصی پوری	حبیب	
	گنج سعادت	معین الدین بن سراج الدین	ایشیاٹک، ناصریہ	
	گنج فیاضی	غلام رشید جونپوری	خدابخش	
	گنج لا یخفیٰ }	مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی	بخیہ، پھلواری، خدابخش	
	گنج مخفی	میر سید صدرالدین علی	سالار	
	گنج نامہ	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش، ہمدرد، رضا	
	گوشوارہ سماع	لطیف	آصفیہ	
	گہرستان (انتخاب)	عزیز اللہ بنارسی	بخیہ	
	(ل)			
	لباب الاسرار	شاہ سعید الدین	آصفیہ	
	لبوب الاخبار		ابوالخیر	
۱۶۹۱	لسان الذاکرین	محمد ہادی بن ابوالحسن	علیگڑھ	
	لطائف		سبحان اللہ	
	لطائف الاسرار	محمد سالم	ظل الرحمٰن	
	لطائف الاسلام فی ارشادات الالہام	شیخ عبدالرزاق کاشی	آصفیہ	
	لطائف التہذیب		سالار	
	لطائف الحدائق	عبداللطیف عباسی	جواہر	
	لطائف الحیات	ابوالقاسم ساسانی	خدابخش	
	لطائف خمسہ	شاہ رفیع الدین	دیوبند	
	"	ابوسعید مجددی	آصفیہ	
	لطائف شاہی	محمد بن جلال	ایشیاٹک	
۱۷۰۱	لطائف القدس فی معرفۃ لطائف النفس	شاہ ولی اللہ	آصفیہ	
	لطائف اللطیف	سید علی الموسوی	"	
۱۷۰۳	لطائف لطیفی	سید عبداللطیف غلام محی الدین	مدراس	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۷۰۴	لطائف المعارف	شیخ فضولی	فرقانیہ	
	لطائف المعنوی	جان محمدی	عمادیہ	
	لطائف الطائف	محمد رضا	ایشیاٹک	
	لطف المعانی	محمد طاہر	سالار	
	لطیفہ غیبی	ملا شاہ محمد	مدراس	
	لطیفہ غیبیہ	محمد ناصر بن محمد علی	سالار	
	لطیفۃ المعانی		خدابخش	
	لذت ملفوظ الشریف	عبدالقادر	ایشیاٹک	
	لمعات اسرار عشق	خلیفہ پیر محمد	آصفیہ	
	لمعات الطاہرین	غلام علی	"	
۱۷۱۴	لمعات من نفحات القدس	محمد العالم الصدیقی	صولت	
	(م)			
	مائۃ الفوائد	ابوالعباس شہاب الدین احمد	پھلواری	
	مافیہ علیہ الصوفیہ	نظام الدین محمد انصاری	نرل، خدابخش	
	ماہیت الاسرار		خدابخش	
	" "	محمد اعظم شاہ بن شاہ عبدالمجاہد	"	
	مبدا و معاد	عزیز نسفی	رضا، ایشیاٹک، پیرو مڑیا	
	مبلغ الرجال	خواجہ کلاں بن خواجہ باقی باللہ	علی گڑھ	
	مثال نور تقدیسیہ قادریہ	میر جعفر محمد حسینی	بلخیہ	
	مثنوی میر مظہر علی راجگیری		پھلواری	
	مجلس آب و گل	مرزا بیدل	حبیب	
۱۷۲۴	مجالس		رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	مصنف
۱۸۳۵	مجالس الکاملین	مرزا سلطان	عبدالسلام	
	مجالس کلیمی	محمد کامگار	پٹنہ یونیورسٹی، سالار	
	مجمع اسرار شرح لوائح الانوار		آصفیہ	
—	مجمع الاشعار۔ مجموعہ رسائل تصوف		"	
	مجمع البحرین (ترجمہ)	رکن الدین گنگوہی	ہمدرد	
	مجمع البحرین	میر ابوصالح سراج الدین محمد	خدابخش	
	مجمع الحکم	ابوسعید علاء الدین قریشی	دیوبند	
	مجمع السلوکین	خیرالدین ابن شیخ محمد زاہد نقشبندی	آصفیہ	
	مجمع السلوک	معین الدین فاضلی	ہمدرد	
	مجمع الکرامات	امام الدین خان انور	فرقانیہ، رضا	
	مجمع للنفعت		خدابخش	
۱۸۳۵	مجموع الاشباہ والاشیا	منتخب الدین قادری	حبیب، آصفیہ	
	مجموعہ	شرف الدین	ایشیاٹک	
	"	شاہ عنایت اللہ قادری	"	
	مجموعہ اقوال اولیاء و اتقیا		علی گڑھ	
	مجموعہ اوراد و مجاہدات الصوفیہ	جعفر محمد قادری	بلخیہ	
	مجموعہ تصوف عقد الحسنة	احمد میاں	عبدالسلام	
	مجموعہ تقریر شاہ عبدالعزیز در وحدت وجود و شہود	شاہ عبدالعزیز دہلوی	رضا	
	مجموعہ چند مکاتیب		پھلواری	
	مجموعہ خطوط	محمد حسینی	آرکائیوز، الہ آبادی	
	مجموعہ در تصوف	شیخ نیک عالم	جواہر	
	مجموعہ (سیزدہ) رسالہ تصوف	مخدوم سادی وغیرہ	آصفیہ	
۱۸۳۶	مجموعہ رسالہ تصوف	خواجہ باقی باللہ	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۴۴۷	مجموعہ (نوزدہ) رسالہ تصوف	مخدوم سادق وغیرہ	آصفیہ	
	مجموعہ (نہ) رسالہ تصوف	شاہ برہان الدین وغیرہ	”	
	مجموعہ رسالہ رد عشق	عبدالجلیل چشتی لکھنوی	رضا	
	مجموعہ رسائل	علی ہمدانی	حبیب، دیوبند، آصفیہ	
	مجموعہ رسائل	محمد بن محمد حسن الطوسی	عبدالسلام	
	مجموعہ رسائل	محمد عبدالرزاق خاں بن عبدالعزیز خاں رامپوری	رضا	
	” ”	خواجہ محمد دہدار	ابوالخیر	
	” ” (۱۰۲ رسائل)	شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی	خدابخش	
	مجموعہ رسائل تصوف	حسن ابن حسین بلخی	”	
	مجموعہ رسائل تصوف	سید آدم بنوری	آصفیہ	
۱۴۵۷	” ”	محمد شریف مغربی	”	
	” / رسالہ تصوف	احمد بن جلال الدین کاشانی	حبیب، رضا، خدابخش	
	مجموعہ الکبید (لبت و پنج) رسائل تصوف	شاہ نعمت اللہ ولی	آصفیہ	
	مجموعہ رسائل تصوف	عزیز بن محمد النسفی	”	
	” ”	حضرت شاہ عبدالحق عرف دستگیر	”	
	” ”	محمد دہدار	”	
	” ”		”	
	” ”	علی متقی بن حسام الدین	حبیب	
	مجموعہ (۵۷) رسالہ تصوف و مکاتیب	عبدالحق	آصفیہ	
	مجموعہ رسائل تکمیل العرفان	میر سید محمد	”	
۱۴۶۷	مجموعہ رسائل سلسلہ نقشبندیہ	میر ظریف صاحب جی	”	
	مجموعہ رسائل عبدالحق محدث	عبدالحق محدث دہلوی	دیوبند	
	مجموعہ (ہشت) رسائل واعظ وغیرہ		آصفیہ	
	مجموعہ رسائل حی باید فہمید	سید محمد صبغت اللہ قادری	”	
	مجموعہ سبحات و دیگر رسائل	عبدالقادر فخری	”	
۱۴۷۲	مجموعہ ستین رسائل		ابوالخیر	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۴۷۳	مجموعہ سیزدہ رسائل	درویش احمد	آصفیہ	
	مجموعہ شرح الحدیث این کان ربانان / یعلق الحلق	نور الدین ابو یوسف	رضا	
	مجموعہ فوائد		ایشیاٹک	
	مجموعہ طبقات	خواجہ محمد فتوح الحسینی	آصفیہ	
	مجموعہ مراۃ الحقیقۃ	امان اللہ عبد الملک بن عبد الغفور الانصاری	رضا	
	مجموعہ معرفۃ المذاہب	امام غزالی	آصفیہ	
	مجموعہ مکاتیب التصوف		جامعہ	
	مجموعہ مکتوبات و ملفوظات (خواجہ معین الدین چشتی)		خدا بخش	
	مجموعہ مکتوب خواجہ		رضا	
	مجموعہ ملفوظ انوار الرحمن و جامع الشواہد	نور اللہ	دیوبند، ندوہ	
۱۴۸۳	مجموعہ ملفوظ جلال الدین بخاری	احمد برنی	آصفیہ	
	مجموعہ منازل طریقت	ابو اسماعیل عبد اللہ بن محمد الانصاری		
	مجموعہ النصائح	مجلس رائے ولد شتاب رائے	خدا بخش	
	مجموعہ ہفت رسائل	محمد بن الحافظ البخاری (خواجہ پارسا)	آصفیہ	
	محافل عارفاں لب لباب مثنوی	جے سنگھ رائے	عبد السلام	
	محاکمۃ الصادقیہ		آصفیہ	
	محبت نامہ	خواجہ گیسو دراز	؍؍	
	محبوب السالکین		حبیب	
	محبوب العارفین	خواجہ علی رامیتنی	رضا	
	محبوب العاشقین	(خواجہ عزیزان)	رضا	
۱۴۹۳	محبوب القلوب		ہمدرد، پٹنہ یونیورسٹی	
	محرم الاسرار	عبد الکریم بن فرید الانصاری	ایشیاٹک	
	محضر العارفین	دارا شکوہ	علیگڑھ	
	محک الطالبین		آصفیہ	
۱۴۹۷	محمود خانی	شیخ محمود	؍؍	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۷۹۸	محیط معرفت		ملا فیروز، امرتسر	
	مخازن القادریہ	شمس الدین بن ولی اللہ	آصفیہ، عبدالحی	
	مختار الاختیار علی مذہب المختار	اختیار بن غیاث الدین	علی گڈھ	
	مختارات الصوفیہ	عبدالباقی	عبدالسلام	
	مختصر تحفہ قادریہ	شاہ عبدالعالی محمود	ابوالخیر	
	مختصر الحقائق		پیرو دمڑیا	
	مختصر رسالہ	مخدوم احمد رحیم بخشی	بمجیہ	
	مخرج عرفان	حکیم علی بن حکیم محمد لقا خان	خدابخش، دیوبند	
	مخزن الاسرار صفی احمدی و کشف الاسرار مجددی	صفی اللہ بن شیخ غلام محمد	علی گڈھ	
۱۸۰۷	مخزن الاسرار فی ذکر سلاسل الکبار		"	
	مخزن الاعراس	شرف الدین بن قاضی کا شیخ محمد شہر دہلی	پٹنہ یونیورسٹی	
	"	محمد نجیب قادری ناگوری	ایشیاٹک	علی گڈھ
	مخزن الامین	امین الدین علی تانی	آصفیہ	
	مخزن جواہر الاسرار فی حل غوامض جواہر الشطار	شیخ علاء الدین محمد عارف عثمانی عبدالحی	رضا	
	مخزن دعوت	اسماعیل بن محمود	ایشیاٹک	علی گڈھ
	مخزن السالکین	برہان چشتی	"	
	مخزن السلاسل الچشتیہ	محی الدین اشرف قادری	آصفیہ	
	مخ الفصوص	عباس بن شاہ عبدالرحمٰن	سالار	
	مدارج السالکین	امام الحافظ محمد	رضا، نیز مونگیر	
۱۸۱۷	مدارج الکمال		ایشیاٹک	
	"	افضل الدین کاشانی	خدابخش، آصفیہ	
	مدارج المعارج الی معرفۃ الاخلاق المعارج	خان علی حسین	آزاد علیگڈھ	
	مدارک الاسرار		ایشیاٹک	
	مدائن العلمین	رحمت اللہ دہلوی	عبدالسلام	
۱۸۳۳	مذاق الصوفیہ	شیخ حبیب اللہ قنوجی	ہمدرد	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۸۲۳	مرآۃ الاسرار	شیخ معین الدین	آرکائیوز الہ آباد	
	مرآۃ الاسرار (منقولات)		خدابخش	
	مرآۃ الاسرار	عبدالرحمٰن چشتی بن عبدالرسول بن قاسم العلوی	خدابخش ۲، ٹونک، ابوالخیر، رحمانیہ، علی گڑھ	
	مرآۃ الصفا	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش، رضا	
	مرآۃ الافراد		سبحان اللہ، رضا	
	مرآۃ العارفین		دیوبند، ٹونک	
	مرآۃ المحققین		ایشیاٹک	
	مرآۃ مداری	عبدالرحمٰن چشتی	خدابخش، دیوبند، علی گڑھ	
	مراتب محمد	فتح محمد	ابوالخیر، ایشیاٹک، بہار، دارالعلوم، علی گڑھ	
	مراتب الوجود	محمد بن نورالدین	خدابخش، ایشیاٹک، ابوالخیر، پیرد مرتبا، علی گڑھ	
۱۸۲۴	"	اقدس کرمی	ابوالخیر	
	"		ایشیاٹک	
	مراتب الوصول	محمد سالم اللہ بن مسعود احمد	رضا	
	"	شاہ رؤف احمد رافت مجددی	ابوالخیر	
	مرآۃ التائبین	سید علی ہمدانی	رضا، اسلام پور	
	مرآۃ الحق	جمال محمد جنیدی	رضا، آصفیہ، ندوہ	
	"	جمال محمد جعفر	آصفیہ	
	مرآۃ الحق والیقین	علاء الدین بن شمس الدین	ٹونک، ایشیاٹک	
	مرآۃ الحقائق	عبدالرحمٰن بن عبدالرسول چشتی	علی گڑھ	
	"	ابوسعید مبارک ۱۰۹۳ھ	حمادیہ	
۱۸۲۵	مرآۃ الحقیقت		رضا	
	مرآۃ الروح		آصفیہ	
	مرآۃ الرویہ		"	
	مرآۃ الرویتہ	محمد ہاشم بن محمد قاسم	"	
	مرآۃ الصوفیہ	شاہ درویش محمد قادری	علی گڑھ	
	مرآۃ ضیائی	رحمت علی ضیائی	حبیب	
۱۸۲۶	مرآۃ العارفین وصفا والمرآۃ	غلام قادر شاہ	"	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۸۵۰	مرآۃ العاشقین	محمد رضا	آصفیہ، آباتی	
	مرآۃ العلماء	احمد بن یوسف	،،	
	مرآۃ الغیوب	حبیب اللہ کشمیری	رضا	
	مرآۃ القلوب	محسن بن صالح بن داؤد قلندر	آصفیہ	
	مرآۃ القلوب و وصیت نامہ خواجہ العارفین		،،	
	مرآۃ المتصوفین	محمد خلیل اللہ بن ابراہیم	آصفیہ، ٹونک	
	مرآۃ المحققین	محمد خلیل اللہ	علیگڑھ، پھلواری، آصفیہ، مولانا سبحان اللہ	
	،،	شرف الدین احمد منیری	بہجہ، اسلام پور	
	مرآۃ المخلوقات	عبد الرحمن چشتی	ہمدرد، حبیب	
	مرآۃ المرتضین		آصفیہ	
۱۸۶۰	مرآۃ مسعودی	عبد الرحمن چشتی	عبد السلام، علی گڑھ، جواہر، آصفیہ	
	مرآۃ الموحدین	ولایت اللہ باقی	عبد السلام	
	مرآۃ الواصلین	محمد صالح حسینی	سالار	
	مرآۃ الوحدت	شیخ سیف الدین الہروی	رضا، فرنگانہ	
	،،	خواجہ محمد عبد اللہ باقی باللہ	رضا	
	مرادات الفاظ خواجہ حافظ	شیخ محمد عبد الکریم	علی گڑھ	
	مراد المثنوی خورد شرح مثنوی	سید مراد علی	ٹونک	
	مراد المریدین معراج المرادین	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ	
	مراد المریدین	محمد مراد علی بن شرف الدین	ہمدرد	
	مراقبات و مکتوبات سید عبد الجلیل بلگرامی		جواہر	
۱۸۷۰	مرشد السالکین	احمد بن جلال الدین الکاشانی	خدا بخش، رضا، علی گڑھ	
	مرشد المحققین	ابو المعالی عبد القادر	سالار	
	المرصد فی الوحدت والکثرت		دیوبند، آصفیہ، ایشیاٹک، ابو الخیر، ہمدرد	
	مرغوب الطالبین	سید مرتضیٰ	آصفیہ	
	مرقات الاصول		دیوبند	
	مرقعہ	مرزا ضیاء اللہ بیگ	آصفیہ	
	مسافر نامہ	مخدوم جہانیاں جہاں گشت	،، پیر دھوڑا	
۱۸۷۷	مستطرف در حکمت و تصوف		پھلواری	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۸۷۸	مسلک الاخیار	شیخ یعقوب صوفی بن حسن	آصفیہ	
	مشاہدات صوفیہ	سید احمد بن محمد الحسینی کالپوری	علی گڑھ	
	" " (انتخاب)	سید محمد امام شاہ گدا	جواہر	
	مشرب شطاریہ	عبدالرحمن حسام الندوی صدیقی	پیرو مڑیا	
	مشہد الوجود عین المقصود	فریدالدین	ایشیاٹک	
	مصابیح القلوب	ابوسعید حسن بن حسین الشیعی السبزواری	رضا	
	مصالح الطالبین		ابوالخیر	
	" "	پیر محمد لکھنوی	علی گڑھ، حبیب	
	" "	عبدالرسول لجندوی	حبیب، رضا	
	مصباح الاخلاق	زین العابدین حسینی	پٹنہ یونیورسٹی	
۱۸۸۸	مصباح الشریعہ	امام جعفر صادق ؟	ناصریہ، پھلواری	
	مصباح العارفین	قطب الدین بختیار کاکی	رضا	
	مصباح الہدیٰ	بھوانی رام ولی	دہلی	
	مصحح الواصلین	جمال حسینی	ایشیاٹک	
	مصطلحات صوفیہ	ملا معظم نقشبندی	ہمدرد، مجیبیہ	
	مصطلحات	عبدالرزاق کاشانی	"	
	مطالبات صوفیہ		خدابخش	
	مطالب الطلاب شرح آداب المریدین		ٹونک	
	مطالع الایمان	عبدالرحمن احمد الشیبانی	رضا	
	مطلع الفجر		ایشیاٹک	
۱۸۹۸	مطلوب السالکین	محمد لطیف بن محمد علی بن محمد شاہ [illegible] الپوری	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۸۹۹	مطلوب السالکین	ملا محمد مہر جان	علی گڑھ	
	مطلوب الطالبین	محمد ابوالفتح دہلوی م ۱۸۱۱ھ	آصفیہ، عبدالسلام	
	" "		خدا بخش	
	مطلوب العاشقین	منصور شاہ ولد حیدر شاہ حسینی	آصفیہ	
	مطلوب المبارک	مبارک شاہ	پھلواری	
	" "	شاہ احمد آمون	خدا بخش	
	مظاہر اسرار	ابوالیمین عبدالرزاق	عبدالسلام	
	" "	شاہ عظمت اللہ قادری	ایشیاٹک، آصفیہ	
	" "	شاہ فرحت اللہ کریم بخشی	منعمی، بلنجیہ	
	مظہر الحقائق (شرح مثنوی)	سید مظفر علی بن سید میر علی رضوی	ٹونک، علی گڑھ	
۱۹۰۹	معارج الکمال	اسماعیل بن شاہ عبدالعزیز	خدا بخش	
	معارج الملوک	سلطان حسین خاموشیان	ایشیاٹک	
	معارف الحکایات	احمد رومی	آصفیہ	
	معارف العوارف	ابو عبدالرحمان بن علی عتش شیرازی	حبیب	
	معدن الاسرار	شیخ قاضی شطاری	بلنجیہ	
	" "	اعظم الحسینی	سالار	
	" "	فیض اللہ بن زین العابدین بن حسام بلیانی	ٹونک، رضا، دہلی یونیورسٹی	
	معدن الاسرار فی بیان خاندان شریف	شطار علی بن محمد العلوی	ٹونک	
	معدن الجواہر		خدا بخش	
	معدن السلوک	شاہ میر لطف اللہ	سالار	
	معدن المعانی		خدا بخش	
	معراج السالکین	اعظم حسینی چشتی	آصفیہ	
	" "	عبدالرزاق قادری	علی گڑھ	
۱۹۲۲	معراج العاشقین			
	" "			

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۹۲۳	معراج العاشقین	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش، رضا	
	معراج نامہ	فرید الدین	ایشیاٹک	
	معرفت انفاس		ایشیاٹک	
	〃 〃	محمد اسحٰق	〃	
	معرفۃ الدنیا	علی متقی بن حسام الدین	علی گڑھ	
	معرفۃ الاجابۃ	خواجہ محمد قاسم	خدابخش	
	معرفۃ السلوک		پھلواری	
	〃 〃	شیخ محمود چشتی شاہ پوری	رضا، سالار جنگ میوزیم	
	〃 〃	شاہ محمد چوشن دہان	آصفیہ	
	معرفت صفات رحمانی (کشف الحقائق)	ابو سعید مجددی	〃	
۱۹۳۳	معرفت القلوب	قاضی حمید الدین ناگوری	علی گڑھ	
	المعرفۃ الحجرۃ	محمد فیروز صوفی	ایشیاٹک	
	معرفۃ المذاہب	ابن سراج	پھلواری	
	〃 〃	محمد طاہر غزالی	علی گڑھ، ندوہ	
	معرفت نفس و رب	—	حبیب	
	معرفت النفس والخالق	احمد بن جلال الدین کاشانی	〃	
	معصیت نامہ	عبد الحق محدث دہلوی م ۱۰۵۲ھ	عبد الحی	
	مغز المعانی	سید شہاب الدین	کتب خانہ آصفیہ	
	مفاخر الانہار	محمد غوث بن ناصر الدین محمد	آصفیہ	
۱۹۴۳	مفتاح الاسرار	غلام محی الدین سید عبد اللطیف	مدراس	
	〃 〃	سماء الدین ابراہیم بن بدھا	حبیب	
	〃 〃 للابرار	— عبد الفتح راشد ملتانی م ۹۰۱ھ	جواہر	
	مفتاح الانوار فی لطائف الاسرار	محمود ابن علی بن محمود حلوائی	پھلواری	
	مفتاح التفاسیر؟		مدراس	
	مفتاح التوحید در حل مشکلات	شیخ خوب محمد چشتی	آصفیہ ۲	
۱۹۴۹	مفتاح الجنان	محمد وجیہ الدین	رضا، آصفیہ، حبیب	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۹۵۰	مفتاح الجنان	—	پھلواری، ناصریہ، علی گڑھ	
	مفتاح الخزائن	شاہ اشرف	مدراس	
	" "	خوب محمد	حبیب	
	مفتاح الخیرات	اسمٰعیل بن لطف اللہ الباخرزی	علی گڑھ	
	مفتاح الدقائق	حاجی عبداللہ افغانی	رضا	
	مفتاح السلوک: شرح لوائح جامی	عماد	آصفیہ	
	مفتاح الطالبین	کمال الدین محمود غجدوانی	" / سالار، ندوہ	
	" " (ملفوظات متعلق حوض شمسی)	قطب الدین بختیار کاکی	علی گڑھ	
	" "	حضرت شیخ بادشاہ	سبحان اللہ	
	مفتاح العارفین	عبدالفتاح بن محمد نعمان	دیوبند[2]	
۱۹۶۰	مفتاح فتوح الغیب	غلام محی الدین	ایشیاٹک	
	مفتاح الفتوح، شرح فتوح الغیب	سید عبدالقادر	آصفیہ[2]	
	مفتاح الفیض	حسن طاہر جونپوری م ۹۰۹ھ	علی گڑھ	
	مفتاح المطالب	قاضی حمید الدین ناگوری	ایشیاٹک	
	مفتاح المعارف	شیخ عبدالقادر فخری	آصفیہ، مدراس، محمدی	
	مفتاح المعانی	محمد ابراہیم ولد شیخ شرف الدین	پٹنہ یونیورسٹی	
	" (شرح مثنوی مولانا روم)	سید عبدالفتاح العسکری الحسینی	آصفیہ، ٹونک	
	" (" ")	ابوعنایت اللہ ہدایت اللہ	آصفیہ، عبدالحی	
	مفتاح النجات	ابونصر احمد بن ابی الحسن الشامی الجامی	رضا	
	مفتاح وحدت کش	شیخ عبداللہ صوفی شطاری	دیوبند	
	مفتاح ہدایت		آصفیہ	
۱۹۶۱	مفرح القلوب (ترجمہ ہشت اپدیش)؟	تاج محمد مفتی الملک	جواہر، ندوہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۹۷۲	مقاصد الاولیا	محمود بن احمد بن الحسن	پٹنہ یونیورسٹی، بوہار	
	مقاصد السالکین	مولانا ضیاء اللہ	رضا	
	مقاصد قادریہ	شاہ ابراہیم عرف مخدوم جی قادری	آصفیہ	
	مقاصد العارفین	محمد قاسم ابن خواجہ دیوانہ	،، ، ٹونک	
	المقالات المرضیہ	شاہ ولی اللہ دہلوی	مدراس	
	المقالات الوفیۃ (فی النصیحۃ والوصیۃ)		رضا اردو	
	مقالات ابی سعید	شیخ سعید فضل اللہ بن ابوالخیر	،،	
	مقامات امام ربانی	شاہ غلام علی	دیوبند	
	مقامات خواجہ بہاء الحق والدین	خواجہ پارسا	آصفیہ	
	مقامات در تصوف	ابوبکر بن محسن	ہمدرد	
۱۹۸۲	مقامات شاہ غلام علی	شاہ عبدالغنی مجددی	علی گڑھ	
	مقامات معصومی	صفیر احمد نقشلی	ابوالخیر	
	مقدمہ اشعۃ اللمعات ؟	عبدالرحمن بن احمد الشیبانی	رضا	
	مقدمہ در بیان طریق سلوک		ابوالخیر	
	مقدمہ فی اصطلاحات الفصوص = شرح مشکلات فصوص		،،	
	(—) مقرر نامہ / سفرنامہ	مخدوم جہانیاں جہاں گشت	سبحان اللہ	
	المقصد الاسنیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ	—	ظل الرحمن	
	مقصد اعلیٰ در شرح اسماء الحسنیٰ	محمد سالم	،،	
	المقصد الاقصیٰ	کمال الدین حسین خوارزمی	آرکائیوز، الٰہ آباد	
۱۹۹۱	،، ،،	محمد آصفی	یوپی، آرکائیوز	
	،، ،،	عزیز بن بحرق الخفری	آصفیہ	
	مقصد عشق	سید اشرف بن حمید الحسینی	ایشیاٹک	
	مقصود الصالحین	خواجگی درویش	آصفیہ	
	مقصود العاشقین	ابوداؤد بن صدیق بن داؤد بن قطب الدین حسین	ہمدرد	
	مقصود القاصدین	بدرالدین قریشی	پھلواری ۲	
۱۹۹۷	مقولات	خواجہ عبداللہ	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۹۹۸	مکاتیب	قطب الدین	ناصریہ	
	״	امیر ابوالعلی اکبرآبادی	پھلواری	
	״	سید امین الدین و میر سلامت علی	علی گڑھ	
	״ دارا شکوہ و شیخ محب اللہ		״	
	״ شاہ عشق	شاہ اسحاق عرف پیر دمڑیا	خانقاہ پیر دمڑیا	
	״ شاہ ولی اللہ		دیوبند	
	״ شیخ عبدالقادر جیلانی	علی متقی	جامعہ ملیہ	
	״ شیخ محمد چشتی		ناصریہ	
	״ غوث اعظم		پھلواری ۲	
۲۰۰۷	״ شیبہ ؟	شیخ احمد سرہندی	علی گڑھ	
۲	״ و رسائل عبدالحق	عبدالحق محدث دہلوی		علی گڑھ
	مکاشف الاسرار		آصفیہ	
	مکاشفات رضوی شرح مثنوی	محمد رضا	آصفیہ ۲	
	مکاشفات غیبیہ	حضرت مجدد الف ثانی	رضا، ایشیاٹک سوسائٹی، ندوہ	
	״ ״ منعمی	منعم پاک	حبیب، خدابخش، منعمی	
	״ ״	منعم خانخاناں	سالار	
	مکاشفۃ القلوب		آصفیہ	
	مکتوب بنام بختیار کاکی	معین الدین چشتی	حبیب، بلخیہ، ٹونک	
۲۰۱۶ ״	״ حسن علی	حسن مودودی	״	
	״ ״ خواجہ معین الدین چشتی	قطب الدین بختیار کاکی	خدابخش، علی گڑھ	
	״ توحیدی	—	خدابخش	
	״ حضرت ابوالعلی / مکتوبات ابوالعلی		״ ۳	
	״ حضرت نظام الدین اولیا	—	״، دیوبند	
	״ خواجہ برہان الدین	—	״	
۲۰۲۲ ״	خواجہ بہرام	—	سبحان اللہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۰۲۳	مکتوب دربیان توحید	نظام الدین اولیا	دیوبند، علی گڑھ، حبیب	
	〃 در تحقیق روح		ایشیاٹک	
	〃 شاہ خوب اللہ	ابن طیب	خدابخش	
	〃 قطب المحی	عبداللہ قطب المحی	سالار	
	〃 نظام الدین	نظام الدین اولیا	ایشیاٹک[۲]	
	〃 ولی اللہ دہلوی		〃	
	〃 ہشتم		〃	
	مکتوبات		سبحان اللہ	
۲۰۳۱	〃	عبدالقادر جیلانی	حبیب، ایشیاٹک	
	〃	شیخ احمد سرہندی	جامعہ، ابوالخیر	
	〃 (ناقص الاوّل)		آصفیہ	
	〃	علاء الدین قریشی	〃	
	〃 (رسالہ)		آرکائیوز الہ آباد	
	〃 ابوالفضل		پھلواری	
	〃 اشرفی (اشرف جہانگیر سمنانی)	عبدالرزاق	ٹونک، علی گڑھ، مشکواۃ	
	〃 بزرگان پھلواری	شاہ بدرالدین، شاہ محی الدین 〃 قمرالدین، 〃 نظام الدین 〃 امان اللہ		
	〃 بنام شیخ پیر محمد		← پٹنہ یونیورسٹی	
۲۰۳۰	〃 بندگی میاں	بندگی میاں مصطفیٰ	آصفیہ[۳]	
	〃 حاجی شیخ سرور سعدالدین	حاجی سیاح سرور سعد الدین رفاعی	〃	
	〃 حضرت حسام الدین		پٹنہ یونیورسٹی، علی گڑھ	
	〃 〃 دیوان جیو		خدابخش	
	〃 〃 رسول نما بنارسی (حضرت تاج العارفین)		عمادیہ، آصفیہ	
۲۰۳۵ 〃	〃 خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی		خدابخش	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲-۴۶	مکتوبات حضرت سراج الدین عبداللہ شطاری	مجہول[1]	آصفیہ	
"	" شاہ عبدالرزاق	شاہ عبدالرزاق	خدابخش	
"	" شاہ علی عاشقان	شاہ علی عاشقان	آصفیہ	
"	" محبوب سبحانی	شہاب الدین سہروردی[1]	"	
"	" مخدوم جہان	مظفر بلخی (مرتب)	خدابخش	
"	" شاہ نور قطب عالم پنڈوی (۱۳ مکتوب)		بلخیہ	
"	" مولانا مظفر بلخی	شیخ حسین معز بلخی (مرتب[1])	"	
"	" حسین معز بلخی		آصفیہ	
"	" خواجہ معین الدین چشتی / مکتوب خواجہ		آصفیہ[2]، ٹونک[1]، رضا، جامعہ، ایشیاٹک	
۲-۵۵	" خواجہ یحییٰ چشتی	خواجہ یحییٰ چشتی	خدابخش	
"	" در تحقیق وحدت احمدی	خواجہ محمد ناصر دہلوی	پھلواری	
"	" سید احمد بریلوی	سید احمد بریلوی	ٹونک[2]	
"	" سید سعید الدین رفاعی		حبیب	
"	" سید عبدالرحمٰن		ایشیاٹک، ندوہ	
"	" شاہ احمد سعید مجددی	حاجی دوست محمد قندھاری	ابوالخیر	
"	" شاہ بوعلی قلندر		دیوبند، علی گڑھ	
"	" شاہ پیر محمد	ابوالمکارم	حبیب	
"	" شاہ خوب اللہ الہ آبادی	محمد اسلم الہ آبادی	دیوبند	
"	" شاہ سعد اللہ سہروردی	—	علی گڑھ	
"	" شاہ عاشقان	—	آصفیہ	
۲-۶۶	" شاہ عبدالرزاق	—	پیر دمڑیا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
٢٠٦٧	مکتوبات شاہ علیم الدین بلخی	شاہ غلام مظفر بلخی	بلخیہ٢	
”	شاہ فرحت اللہ کریم چکی		منعمی	
”	شاہ قمر الدین حسین		”	
”	شاہ مجتبیٰ لاہر پوری	تراب علی بن شاہ محمد کاظم قلندر	آصفیہ٢	
”	شاہ مظہر حسین منعمی/کریم چکی		بلخیہ	
”	شاہ نیک عالم		جواہر، آصفیہ	
”	شیخ شہاب الدین سہروردی	عبدالقادر جیلانی	آصفیہ	
”	شیخ عبدالجلیل	شیخ عبدالجلیل	پیر دہریا، آصفیہ، علیگڑھ، آرکائیوز، آزاد، سبحان اللہ، ٹونک، پٹنہ یونیورسٹی	
٢٠٧٥ ”	شیخ عبدالحق	عبدالحق دہلوی	آصفیہ، ابوالخیر، علی گڑھ	
”	شیخ عبدالکریم		آصفیہ	
”	شیخ غلام رشید عثمانی		خدابخش	
”	شیخ محمد ملا عارف قادری شطاری		بلخیہ	
”	صد و پنجاہ مکتوب (!)		پھلواری	
”	عبدالرزاق کاشی و علاؤالدین سمنانی		ایشیاٹک	
”	عبداللہ قطب	عبداللہ قطب	ایشیاٹک٢	
”	غوث پاک و مرید (مترجم)	علی بن حسام الدین	علی گڑھ	
”	غوث الثقلین	ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی	عبدالسلام	
”	فرخ شاہ محمد		خدابخش	
”	فرید الدین عطار		آصفیہ٢	
٢٠٨٦ ”	محب اللہ الہ آبادی	ملا شیخ محمود جونپوری	سبحان اللہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۰۸۷	مکتوبات محمد مخدوم سامری	محمد مخدوم سامری	مدراس	
	" مخدوم جہانیاں جہاں گشت		پیر دمڑیا	
	" مکتوبات مظفر بلخی		خدابخش	
	" مولانا اسمٰعیل شہید		ٹونک	
	" میر ابو العلا	میر ابو العلا اکبر آبادی	خدابخش، آصفیہ	
	" ناصری		پھلواری	
	" نظام الدین اولیا		مدراس، دیوبند	
	" " قلندر		آصفیہ	
	" و رسائل اشرفی	سید اشرف جہانگیر سمنانی	علی گڑھ، ٹونک	
۲۰۹۶	" و واقعات مولانا فخر الدین	عوض علی	حبیب	
	ملفوظات		علیگڑھ	
	" / رسالہ دربیان مراتب فنا	گیسو دراز	جامعہ/دیوبند	
	ملفوظات	خواجہ محمد پارسا	حبیب	
	" "	حسام الدین جون پوری	جامعہ	
	" بابا فرید	بابا فرید گنج شکر	جمال پاشا	
	" برہان الدین جنیدی	سید ابو الحسن قادری (مرتب)	آصفیہ	
—	" " راز = ← انوار الہدیٰ			
	" " شطاری		حبیب	
	" بہاؤ الدین نقشبندی	محمد بن محمد الی فظی خواجہ پارسا	حبیب، آصفیہ، دیوبند، ٹونک	
	" جلال الدین رومی		علیگڑھ	
۲۱۰۶	" حضرت بہاء الدین		حبیب، آصفیہ، دیوبند	
	" " حسام الدین مانکپوری		پھلواری، ہمدرد	
	" " خواجہ خورد	سلام اللہ	آصفیہ	
	" " " قطب الدین بختیار کاکی	—	جواہر	
	" " " محمد علی ترمذی		حبیب، آصفیہ، دیوبند	
۲۱۱۱	" " شاہ ابو البرکات العلائی	شاہ قمر الدین حسین	بلخیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۱۱۲	ملفوظات حضرت شاہ راجو قتال	—	آصفیہ	
	〃 〃 شاہ سلیمان	ابو احمد یار محمد ابن تاج محمد	〃	
	〃 〃 مجدد الف ثانی	—	〃	
	〃 〃 محمد زمان	ابراہیم بیگ	علی گڑھ	
	〃 خواجگان چشت		دیوبند	
	〃 خواجہ اویس قرنی		پیر دم ڑیا	
	〃 خواجہ بندہ نواز	گیسو دراز	آصفیہ، ایشیاٹک	
	〃 〃 حسن اجمیری	محمد مہدی	بوہار	
	〃 خواجہ عبید اللہ احرار		حبیب پھلواری	
۲۱۲۱	〃 〃 عثمان ہارونی		عمادیہ، دیوبند	
	〃 〃 میر درد		〃	
	〃 〃 ہاشم علوی	مراد بن سید جلال	آصفیہ	
	〃 رزاقیہ	محمد خان رزاقی	〃	
	〃 سلسلۂ سہروردیہ و اوراد		پیر دم ڑیا	
	〃 سید حسن رسول نما		ہمدرد	
	〃 شاہ پیر محمد		جمال پاشا	
	〃 〃 صبغۃ اللہ	عبد الفتاح حبیب اللہ	آصفیہ	
	〃 شاہ عالم	شاہ عالم سراج الدین	علی گڑھ	
	〃 〃 عبد الرحمٰن	غلام حیدر	فضل الرحمٰن	
۲۱۳۱	〃 〃 غلام حسین قمر	—	منعمی	
	〃 〃 غلام شاہ	محمد امیر	〃 ۲	
	〃 〃 محمد سلیمان تونسوی	امام الدین	علی گڑھ	
	〃 〃 نظام الدین	محمد کامگار، محمد نور الدین	آصفیہ، سالار	
۲۱۳۵	〃 〃 وجیہ الدین علوی	شاہ وجیہ الدین علوی	〃	یونیورسٹی علی گڑھ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۱۳۶	ملفوظات شیخ ابو نجیب سہروردی		پیر دھڑیا	
	" شیخ احمد عبدالحق		آصفیہ، سالار	
	" شیخ بہائی		آصفیہ	
	" شیخ حسن		بلخیہ	
	" شیخ سلیم چشتی	ابراھیم	جواہر	
	" شیخ عبدالحق	عبدالقدوس اسمٰعیل بن صفی حنفی	عبدالسلام، آصفیہ	
	" شیخ علی متقی		آصفیہ	
	" / فوائد رکنی	امام الدین راجگیری	خدابخش	
	" شیخ نظام الدین تھانیسری	نظام الدین بن عبدالشکور	آصفیہ	
	" شیخ نعمت اللہ		"	
۲۱۴۶	" شیخ شاہ ہاشم علوی	مراد بن سید جلال الدین	حبیب، آصفیہ	
	" عبداللہ غزنوی		آصفیہ	
	" فخر الدین المسمیٰ بہ فخر الطالبین	سید نور الدین حسین فخری	"	
	" قادریہ		عبدالسلام، ایشیاٹک	
	" کمال الدین کاشانی		دیوبند	
	" مخدوم اخی جمشید راجگیری	یحییٰ بن علی اصغر عثمانی	علی گڑھ	
	" " شرف الدین یحییٰ منیری		بلخیہ	
	" " وجیہ الدین کیرانوی	مولوی نصر اللہ	دیوبند	
	" مغربی	محمد شیریں تجندی تبریزی	ہمدرد	
	" مولانا فخر الدین		آصفیہ	
۲۱۵۶	" میر بدیع الدین	میر نور بن علی	"	
	" وحالات بہاء الدین نقشبندی	یعقوب بن عثمان	دیوبند	
	" و مکتوبات	—	خدابخش	
	" شاہ علیم الدین بلخی		بلخیہ	
	" یک اولیاء کاملین		آصفیہ	
	ملفوظ الصفر	شیخ احمد شرف الدین منیری	بلخیہ	
۲۱۶۳	ملفوظ کبریٰ	—	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۱۶۳	ملفوظ کلیم اللہ حسینی	کلیم اللہ حسینی	آصفیہ	
	" حضرت مخدوم بہاری		پھلواری	
	" منعمیہ		"	
	منابع الحکمۃ (شرح عین العلم)		ٹونک	
	منازل اربعہ	پیر محمد لکھنوی	ایشیاٹک، درگاہ شاہ ابوالخیر، اسلام آباد، آصفیہ، سبحان اللہ، رضا	
	منازل السالکین	شیخ ابوعلی احمد بن الحسین القزوینی	رضا	
	منازل السائرین	عزیز نسفی	آصفیہ، رضا	
	منازل العارفین	شیخ ابوسعید عرف جعفر بہاری	رضا	
	مناظرات شمس	صائن الدین اصفہانی	ایشیاٹک	
۲۱۷۲	مناظر اخص الخواص	محب اللہ الہ آبادی	ایشیاٹک، رضا، ٹونک، ندوہ	
	مناقب احمدیہ مقامات سعیدیہ	شاہ محمد مظہر	ابوالخیر	
	" حضرت شیخ جیو	عبدالحلیم	آصفیہ[۲]	
	" خواجہ احرار		ایشیاٹک	
	مناقب السادات	شہاب الدین دولت آبادی	علیگڑھ	
	" سید محمد قادری انجہری	علی شیر شیرازی	خدابخش، پٹنہ یونیورسٹی	
	" عارفین	شمس الدین افلاکی	عبدالسلام	
	مناقب	حبیب اللہ قادری قنوجی	جواہر	
	مناقب غوثیہ و اعمال/ اذکار قادریہ	محمد صادق شہابی	خدابخش، آصفیہ، حبیب، علی گڑھ، عبدالسلام، آصفیہ، پھلواری	
۲۱۸۱	مناقب مخدوم جہانیاں	—	ایشیاٹک	

کیفیت	کتابخانہ	نام مصنف	نام کتاب	نمبر شمار
	رضا		مناہج الانوار	۲۱۸۴
	رحمانیہ	خواجہ قاسم خان	مناہج السالکین	
	خدابخش ۲	امام الدین راجگیری	مناہج الشطار	
	دہلی	میر علی ہمدانی کشمیری	مناہج الطالبین و مسالک الصادقین	
	علی گڑھ	محمد بن احمد المدعو بسعید الفرغانی الصوفی	مناہج العباد الی المعاد	
	سالار		مناہج الفاضلین	
	رضا	شیخ باب اللہ مشہدی	منبع الاسرار	
	خدابخش	محمد اعظم	" "	
	رضا	شیخ محمد عظیم لاہوری	" "	
	خدابخش	سید معین الحق بن شہاب الحق	" "	
	رضا	پیر محمد لکھنوی	منتخب مصالح الصالحین	۲۱۹۴
	حبیب	—	" شیوۂ فردوسیہ	
	دیوبند	خواجہ معین الدین چشتی	منتہائے وحدت	
	ایشیاٹک	حسام الدین محمد	منشور الخلافۃ و دستور الاجازۃ	
	"	سید سعد الدین حسین	منظرۃ الطریقت	
	خدابخش ۲	شیخ یوسف بدھ	منہاج العابدین (")	
	رضا	سید علی الہمدانی	منہاج العارفین	
	علیگڑھ	عبداللہ انصاری	" "	
	"	محمد بن اسحق الحموی	منہاج الغافلین	
	پٹنہ یونیورسٹی	علی بن طیفور بسطامی	منہاج النجاح فی ترجمہ مفتاح الفلاح	
	ٹونک	—	موارد الشریعۃ	
	ایشیاٹک	شرف الدین علی	مواطن	
	ٹونک	—	مواہب الرحمٰن ترجمہ جواہر الرحمان	۲۲۰۴

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
٢٢٠٥	واہب قادریہ	محمد صادق لطیفی	مدراس	
	موہبی اعشر	سید عبد الحیاء عزت خواجہ میر	دولت	
		یحیی بن حبش سہروردی		
	مونس الفقرا	امیر ہمدانی	← عبد السلام پیر دستگیر	
	" "	حسام الدین مانک پوری	پیر دستگیر	
	مونس القلوب	—	خدا بخش	
	مونس المریدین	—	پھلواری	
	موہبۃ الزبیبہ / رب التیر	قطب الدین محمد اشرف	ابو الخیر	زکیۃ فضل الرحمن ندوہ لیا گیا تو ملا
	میزان الاحوال	عبد الواحد بلگرامی	خدا بخش	
	میزان التوحید	—	آصفیہ	
	میزان المعانی	—	مدراس	
	(ن)			
٢٢١٥	نادر النفوس	محمد اکبر ارزانی قادری	رضا	
	نادر نکات	جادو داس	عمادیہ	
	ناموس اکبر / جبل ناموس	ضیاء الدین نخشبی	پھلواری، خدا بخش، رضا آرکائیوز، الہ آباد	
	نامہ الہی	—	← خدا بخش	
	نامہ شاہ جلال الدین		انجمن	
	ن والقلم	خواجہ دہدار	رضا	
	نثار العاشقین	شرف الدین حسین	ایشیاٹک	
	نجات المریدین (در حالات غوث اعظم)	شیخ علی محمد بن عبد الحق محدث دہلوی	حبیب	
	نجم الثاقب	نجم اللہ صدیقی	آصفیہ	
	نجم الہدی	—	پھلواری	
٢٢٢٥	نخل الفردوس	مبین الدین ابدال اقدس کریمی	ابو الخیر	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۳۴۴	نسائم القادریہ		خدابخش، پٹنہ یونیورسٹی	
	نسب نامہ حضرت سید شاہ اسمٰعیل		آصفیہ	
	" غوثیہ	محمد بن درویش علی	حبیب	
	نسخۂ الابرار	—	عماد	
	نسخۂ اصطلاحات صوفیہ	—	بلخیہ	
	نسخۂ اوراد	عبدالحمید قادری	فرقانیہ	
	نسخۂ رشد	—	پیرومریا	
	نسخۂ متبرک	—	پیرومریا	
	نسخۂ مرشد	عبدالحق بن شیخ احمد قانی	"	
۲۳۴۵	نشاط العشق (ملفوظات عبدالقادر جیلانی)		سالار	
	" "	عبداللہ بن حسن	ایشیاٹک	
	" "	شاہ میران جیو	"	
	نصائح	خواجہ عبداللہ بن محمد انصاری	رضا، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ	
	نصائح الاخرویہ	شاہ حفظ اللہ	آصفیہ	
	نصائح شاہ عبداللہ ملتانی	محمد مستقیم بن عنایت اللہ	رضا	
	نصائح مخدوم جہانیاں	مخدوم جہانیاں جہاں گشت	مدراس	
	نصیحت نامہ	شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل عبداللہ بن محمد انصاری	رضا	
	{ نفائس الرازی کلام / نفائس العشق }	{ عاقل خاں رازی / میر محمد عسکری بن محمد تقی }	فرقانیہ، علی گڑھ / رضا	
۲۳۴۶	نغمۂ بیدل نواز	محمد باقر آگاہ	آصفیہ	
	{ نغمۃ العشاق، المعروف نغمۂ قدسی / " عشاق در ثبوت سماع / " (ازالۃ القناع عن وجوہ السماع) }	{ محمد نور اللہ حسینی الصابری / محمد نور ابن محمد معین الدین چشتی صابری / محمد نور اللہ اعظم پوری }	پھلواری / دیوبند	
	نغمۂ وحدت	خواجہ معین الدین محمد بن غیاث الدین	رضا	
۲۳۴۷	نفائس الارقام	{ شیخ خواجہ محمد بن خواجہ محمود شیرازی / محمد بن محمود دہدار }	رضا، حبیب، ندوۃ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۲۲۴۸	نفائس الافکار	حسین بن عالم	حبیب	
	نفائس الانفاس	—	ہمدرد	
	نفائس الحقائق	امیر سید شریف الحسینی	آصفیہ	
	نفحات السالکین / نصیحت السالکین	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش، رضا، حبیب	
	نفس رحمانی	شیخ موسیٰ بن شیخ داؤد	خدابخش، آصفیہ، ایشیاٹک، سالار، مدراس	
	نقش مقامات تصوف		علی گڑھ	
	نقلیات اصغری	شیخ علی اصغر	״	
	نکات الاسرار	عبدالقادر	ط، فردوس، سبحان اللہ	
	״ ״	اسماعیل بن بہدا	خدابخش، سالار	
	״ ״	معزالدین ابوعبداللہ السید آدم	رضا، آصفیہ	
۲۲۵۷	״ شاہ میاں ملتانی	شاہ میاں ملتانی	آصفیہ	
	نکات العارفین	قادری	پٹنہ	
	״ ״	صادق بیگ	پیر دھڑیا	
	نکتہ	خواجہ خورد پسر خواجہ باقی باللہ	علی گڑھ	
	نگارستان	امیر اسماعیل المعروف بہ سعید خاں	آصفیہ	
	نوادر الصغر	—	״	
	نوازش نامہ			
	نود و دو سخن	محمد حسن میر نظام الدین (انجو)	خدابخش	
	نود و نہ نام حضرت غوث الاعظم و شرح قصیدہ سریانی	حضرت غوث الاعظم	آصفیہ	
	نورالابصار	—	مدراس	
	״ ״	محمد سالم	ظل الرحمٰن	
	نورالایمان	ابوالخیر محمد سالم اللہ بن شیخ الاسلام البخاری		
	نوادر المعارف	خواجہ محمد بن خواجہ عیسیٰ	دیوبند	
۲۲۶۰	نور العاشقین	برہان الدین غریب	سرنگل	

۵ غالباً برہان الدین غریب کے ملفوظات کا مجموعہ ہے اور رکن الدین کاشانی کا مرتب ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۲۷۱	نورٌ علی نور	محمد یوسف التخلص بہ نکہت	رضا	
	نور القلوب	سید نور الاصفیا	آصفیہ	
	نور الکریمتین		//	
	نور مطلق / النور المطلق فی ترجمۃ محمد الخ	نور اللہ بن مقیم الدین	دیوبند، ندوہ	
	نور المریدین وفضیحۃ المارقین	ابو ابراہیم اسمٰعیل بن محمد	علی گڑھ	
	نور من اللہ		//	
	نور وحدت / رسالہ نور وحدت)	خواجہ خورد	جامعہ الیالخیر، رضا، آصفیہ، علی گڑھ، جواہر، بلجیہ	
	// (انتخاب)	نصیر الدین چراغ دہلوی	دیوبند	
	نور وحدت	خواجہ معین الدین بن غیاث الدین حسینی	رضا	
	نور الوحدت	برہان الحق	آصفیہ	
۲۲۸۱	نہ باب	ابو الحسن فرقانی	حبیب	
	نہج الرشاد	احمد بن محی الدین القادری	خدابخش	
	نہج السالک الی شرف المسالک	شیخ نور الدین ابن علی بن خلیل	آصفیہ	
	نہج العارفین	محمد خان	خدابخش	
	نیاز العاشقین	بوعلی قلندر	برق	
	(و)			
	واردات	سید علی ہمدانی	رضا، کشمیر	
	واردات الٰہی	محمد علی ابن لطف اللہ	پیر دمڑیا	
	واردات باطن		آصفیہ	
	واردات محمد مسمی بہ آغاز و انجام	محمد لاہجی نوربخشی	رضا	
	واقعۃ الحقانیہ	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش	
	وجود العاشقین		رضا	
	// //	خواجہ گیسو دراز	خدابخش[۳]، آصفیہ، ایشیاٹک، عمادیہ، حبیب، علی گڑھ، ہمدرد، سالار، دیوبند، ندوہ، پھلواری، ایمن	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۲۹۳	وجود مثال، نے بدست نائی		آزاد	
	وحدت الوجود	—	خدابخش	
	وسیلۃ الطالبین	کمال	ناصریہ	
	وسیلۃ النجات	—	خدابخش	
	ورشۃ الحق	شاہ حافظ	سالار	
	وصایا حضرت مخدوم بہاری	—	پھلواری	
	وصایا شیخ الاسلام	—	خدابخش	
	وصایا الوزیر علی طریقۃ البشیر والنذیر	محمد وزیر خاں	دیوبند	
	وصول الی اللہ	عبدالکریم بن عبدالرزاق عباسی	سالار	
	وصیت السہروردی	شہاب الدین سہروردی	رضا	
۲۳۰۴	وصیت نامہ		رضا، آصفیہ	
	” ” حضرت رسولؐ		سہ آصفیہ	
	” ” خواجہ بندہ نواز	خواجہ گیسو دراز	” گیسو دراز	
	” ” شاہ ولی اللہ	—	دیوبند	
	وصیت الہادی		”	
	وصیت ہای خاصہ از کلمات اکابر ثلاثہ	نعیم اللہ بہرائچی	ابوالخیر	
	وظائف احمد سرہندی	شیخ احمد سرہندی	علی گڑھ	
	اوراد سرالٰہیہ	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش	
	وہب الاکبر	ابن العربی	فرقانیہ	
	وہب اجمال	شاہ غفار احمد	رضا، فرقانیہ	
	وہب الزہیر - مجموعۃ الزہیر (کلام)			
	ہدایت الاعمی	فقیر حسین اعجاز	سہ آصفیہ، ایشیاٹک، کشمیر	
	ہدایت درویشی	مظفر شمس بلخی	بلخیہ	
	ہدایت السالکین	مظہر بن نعمان جلال آبادی	آصفیہ	
۲۳۱۶	ہدایات شاہ عبدالعزیز	نعیم الدین بدایونی	حبیب	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
٢٣١٧	ہدایۃ الطالبین	علامۃ اللہ (فیض اللہ قادری)	رضا	
	"	جمال محمد ولد یار محمد شاہجہانپوری	"	
	ہدایۃ القلوب	سید شیخ زین الحق	آصفیہ، حبیب	
	ہدایۃ المخلصین	میر حیدر گجراتی	خدابخش، کشمیر	
	ہدایۃ المخلوق	محمد بن اسحٰق	پیر محمد شاہ	
	ہدایۃ المشیخۃ بعنایۃ اللہ الصمدیۃ	محمد چشتی بن محمد حسن	حبیب	
	ہدایۃ الاخیار موضحۃ الاسرار	جمال الدین یحییٰ بن علی بن داؤد	رضا	
	ہدایت نامہ	ملا ادھم الواعظ قریشی	"	
	ہدی اللہ		ایشیاٹک	
	ہدی الطالبین	نجم الدین محمود الاصفہانی	خدابخش	
٢٣٢٧	ہشت رکنی	—	پیر محمد شاہ	
	ہشت مسائل / رسالہ ہشت مسائل	گیسو دراز	حبیب / آصفیہ	
	ہفت احباب	قاضی حمید الدین ناگوری	علی گڑھ	
	ہفت سنابل؟	عبد الواحد بلگرامی	پھلواری، رضا، علی گڑھ، ندوہ	
	ہوالقف فی سلوک العارف	—	ملا فیروز	
	(ی)			
	یقظۃ النائمین	محمد حامد سودائی بلگرامی	رضا	
	ینابیع الحکمت ترجمہ عین العلم	شیخ محمد عمر	آصفیہ، ٹونک	
٢٣٣٤	ینابیع الحیوۃ الابدیہ	شیخ ابوالحسن	"	

عربی مخطوطات

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱	الآداب الدینیہ	امین الدین ابو علی حسن بن الفضل الطبرسی	رضا	
۲	آداب الصوفیہ	ابوعبد الرحمن محمد بن حسین بن موسیٰ النیشاپوری	ٹونک	
	آیات القدر	سیدی محمد عقیل بن عمر المکی	رضا	
	اتحاف المرید بشرح جواہرۃ التوحید	عبد السلام ابن اللقانی م ۱۰۷۸ھ	پنجاب یونیورسٹی	
	اتحاف المریدین	ابراہیم بجوری	//	
	اتحاف الزکی (شرح تحفۃ المرسلہ)	ابراہیم الکورانی المدنی	آصفیہ	
	اتحاف السائل بجواب المسائل	عبد اللہ ابن عباد الحضرمی	خدابخش، ندوہ	
	اتحاف النديم	—	مدراس	
	اثبات النبوۃ	شیخ احمد سرہندی	حبیب	
۱۰	اجازات واذکار حضرات نقشبندیہ	—	آصفیہ	
	اجازہ	احمد الحموی	خدابخش	
	الاجازۃ القادریہ	حسن ابن ابراہیم	ایشیاٹک	
	احسان المحاسن	ابو اسحاق ابراہیم بن احمد الرقی	//	
	احسن التلقی	زین العابدین محمد بن محمد العمری	//، رضا	
	احوال البدایۃ الآدمیۃ	عین القضاۃ الہمدانی	//	
۲	اختصار فتوحات مکیہ	عبد الوہاب الشعرانی	ہمدرد	
	اختلافات فی حق ابن عربی	ابن الخیر عبد الرحمن ابن محمد الحامد شافعی	آصفیہ	
	اختیار الرفیق لطلاب الطریق	شہاب الدین احمد بن سلامہ المقدسی	خدابخش	
	الاخلاق الروحانیہ	الحسین بن علی الحائری	رضا	
۲۰	الاخلاق الصوفیہ	—	//	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
٢٣١	الاخلاق المبتولية	عبدالوہاب الشعرانی	مدراس	
	ارائج الدقائق شرح مرآة الحقائق	—	ر' محلاکا	
	اربعون حکایت فی صاحب غوث الاعظم	—	جامع مسجد	
	ارتیاح الارواح	بدرالدین ابو محمد الحسین بن عدیق البیلی	رضا	
	ارتیاح الاکباد	شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی	حبیب	
	الارجوزة المصطلحة	مصطفیٰ بن کمال الدین البکری	خدابخش، ایشیاٹک	
	ارشادالاولیا	زین الدین بن علی المعبری	آصفیہ	
	ارشادالاباقی بدایة الاذکیاء	—	"	
	ارشاد تحفة العباد	سلیمان بن جنید الفاروقی	رضا	
	ارشادات فیض و تائیدالکاملین	ثناءاللہ پانی پتی	ٹونک	
٣١	ارواح المریدین	ابوالقاسم العارف	مسلم یونیورسٹی	
	ازالة الاشکال	—	رضا	
	اسانید الصوفیہ	محمد بن خلیل القاوقجی الطرابلسی	ایشیاٹک	
	استنشاق نسیم الانس من نفحات ریاض القدس	ابن رجب الحنبلی	" ندوہ	
	اسرارالاحکام شرح شرعة الاسلام	یعقوب البنانی	ٹونک	
	اسرارالخلوة / کتاب الخلوة	ابن العربی	رضا / خدابخش	
	اسرارالخلوة: رسالة السلوک	حسن محمد ابن شیخ احمد	آصفیہ	
	اسرارالصلوٰة	—	ایشیاٹک	
	اسرارالعارفین	—	"	
	اسرارالعارفین وسیرالطالبین	علی بن حسام الدین الحنفی	خدابخش	
	الاسفار الاربعة	شمس الدین محمد بن اعلا الخضری	رضا	
	اسمی الطرق الی اللہ	عبدالقادر الجیلانی	علی گڑھ	
	الاسئلة النفیسة	عبداللہ میرغنی	"	
٢٢	الاشارہ	ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم	"	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۴۵	اشعۃ اللمعات	—	آصفیہ	
	اصطلاحات فصوص	—	؍؍	
	اصول الطریق	شیخ احمد المغربی الجنیدی	ہمدرد	
	الاصول العشرۃ	نجم الدین الکبری	رضا	
	؍؍ ؍؍	احمد سلیمان الحنفی	؍؍	
	الافاقۃ الاحمدیہ فی شرح الحقیقۃ المحمدیہ / الافادات الاحمدیہ	سید دائم ... کریم اللہ الحسینی	آصفیہ	سالار، علی گڑھ
	اظہار المخفیۃ من اخبار المصطفویۃ	—	ٹونک	
	اعانۃ الاحیا الاعتنا بالغنا	علی اکبر بن اسد اللہ المودودی / ملا علی القاری	خدابخش، ...	
۵۴	اعلام الہدیٰ وعقیدۃ ارباب التقی	شہاب الدین السہروردی	جامع مسجد سعیدیہ	
	الافادہ لمن اراد الاستفادہ	ابن العربی	خدابخش، رضا	
	الاقوال الجیبۃ والاحوال الترجیحیہ من الاحادیث واقوال الاولیا	—	عبدالحی	
	الالہامیۃ	عبدالقادر الجیلانی	جامعہ	
	الامثال لاہل الحقائق	محمد ابن علی الحکیم الترمذی	ایشیاٹک	
	امحاض النصیحۃ الصحیحۃ عن امراض باطل النصیحۃ النطیحۃ	علی بن احمد المہائمی	خدابخش	
	الامدادات السنیۃ من الحضرات الکمالیۃ	محمد عثمان بن محمد الشریف المیرغنی	ایشیاٹک	
	انس الابرار وطرائق الاخیار	ابو عبد اللہ ابو الفرج ابن الجوزی	حبیب	
	انشاء القدوسیہ	علی بن شہاب الدین	رضا	
	الانصاف فی بیان طریق النجاۃ	خواجہ حبیب اللہ النوشہری	؍؍	
۶۴	انفاس الخواص	محب اللہ الہ آبادی	خدابخش، رضا، علی گڑھ	
	ب الانہار الاربعۃ (فارسی) لاحمد بن ابی سعید المجددی	محمد بخش ... بریلوی	ایشیاٹک	
	انیس المتقین	عبد الصمد بن فقیہ	رضا، آصفیہ، محمودی	
	انیس المنقطعین / انس المنقطعین	ابو محمد معافا بن اسمٰعیل الشیبانی	جامع مسجد، رضا	
	الاوراد السنیۃ / رسالہ فی الصلوٰۃ	—	خدابخش	
	الاوراد المنقولہ من سحق الاولیاء	—	؍؍	
۷۰	ایضاح اسرار علوم المقربین ابن ابی رحیق مختوم السہروردی	جمال الدین محمد بن عبد اللہ ابن الجنید روسی	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
(ب)				
۷۹	البادرات العینیۃ فی النادرات الغیبیۃ	عبد الکریم الجیلی	خدابخش، آصفیہ	
	(ب) البارقات الالٰہیۃ فی مقامات الصوفیۃ	شہاب الدین عمر بن محمد السہروردی	خدابخش	
	بحر الاسرار	محمد جان بن محمد صدیق ابن حافظ	آصفیہ	
	بحر الحقیقۃ والطریقۃ	—	جامع مسجد بمبئی	
	البحر اللاہوت	عبد [اللّٰہ] العارف	خدابخش، الیشیاٹک	
	بحر الوقوف فی علم الاوفاق والحروف	عبد الرحمٰن بن محمد الحروفی	خدابخش	
	بدء الخلق	الغزالی	جامع مسجد	
	البرق اللامع المغرب	قاسم ابن ابی الفضل السعدی	آصفیہ	
	برہان التکلیف	—	مدراس	
	بشارۃ الحبیب	عبد الوہاب بن ولی اللّٰہ المکی	رضا	
۸۱	بغیۃ السالک الی اشرف المسالک	ابو عبد اللّٰہ محمد بن محمد الساعلی	ٹونک	
	بلغۃ الغواص	ابن العربی	رضا	
	بلغۃ المرید	سید مصطفیٰ البکری	آصفیہ	
	بوارق الالماع	احمد بن محمد بن محمد الغزالی م ۵۲۰ھ	مدراس، آصفیہ	
	لبوارق النوریہ بوارق الانوار	عبد الحمید معین بن محمد ہاشم التبریزی	خدابخش، الیشیاٹک	مدوّنہ
	بہجۃ الناظر المنتخب من صید الخاطر	شیخ محمد بن علی بن سلّوم	ٹونک	
	بہجۃ النفوس والاحداق	عبد الوہاب الشعرانی	آصفیہ	
	بیان الاسرار (الفصل الثالث والعشرون)	محمد یوسف / -	خدابخش	
	بیان کلمۃ التوحید	خلیل محمد بن شیخ عبد اللطیف		
(ت)				
	التالیف الرشیدی	قاضی کمال الدین حسین بن معین الدین	رضا، الیشیاٹک	
	تبعید العلماء	ملّا علی القاری	رضا	
	تنبیہات الطریقۃ لابن حسلم	ملّا علی القاری	سبالار	
۹۳	التجرید فی کلمۃ التوحید	مجد الدین ابو الفتوح احمد	رضا، آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۹۴	تجلیۃ الفصوص	محب اللہ الہ آبادی	عبدالحیؒ	
	تحذیر ذوی النسخ عن الاشتغال بالاکبیر	ابن العربی	آصفیہ، رضا	
	تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف	عبدالحق الدہلوی	عبدالحی، سبحان اللہ، رضا، ٹونک، جواہر	
	تحفۃ الاحباب	الشیخ محمد مراد البخاری النقشبندی	رضا، ایشیاٹک	
	تحفۃ الاحرار	غیاث الدین	خدابخش	
	تحفۃ الاخوان	—		
	تحفۃ الاستاذ فی آداب الطریقۃ	شیخ احمد الدردیری	آصفیہ	
	الف تحفۃ الخلان	محمد جعفر بن شیخ البلاقی	جامع مسجد	
	ج) تحفۃ السالکین	—	آصفیہ	
	تحفۃ السفرۃ	قوام الدین عبداللہ الشافعی	رضا	
	التحفۃ الشافیہ لاہل القلوب الصافیہ	صدیق بن المعروف القرنی	آصفیہ	
۱۰۵	تحفۃ الصالحین		ٹونک	
	تحفۃ الطالب المبتدی	موسیٰ بن داؤد	خدابخش	
	تخریج احادیث الاحیاء	—	رضا	
	تذکرۃ الخواص و عقیدہ اہل الاختصاص	ابن العربی	ٹونک، رضا	
	ترجمہ ابن فارض	—	جواہر	
	ترتیب السلوک الی ملک الملوک	محمد بن عمر بن المبارک الحضرمی	ایشیاٹک	(دیوم ۲۸۵)
	ترجمۃ الکتاب	محب اللہ الہ آبادی	رضا، ٹونک	
	ترجمہ مجمع البحرین	محمد صالح المصری	بہار	
	تسنیم فی التصوف		عبدالحی	
۱۱۴	تشفیف الکودس من حمیا ابن العید روس	—	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۱۵	تشیید الارکان من لیس فی الامکان ابدع مما کان (الغزالی)	جلال الدین السیوطی	رضا	
	تشیید فی مبانی کلمۃ التوحید	—	عبدالحی	
	تصفیۃ القلوب	یحیی بن حمزہ	آصفیہ	
	تصنیفات الحکیم الترمذی	محمد بن علی الترمذی	ایشیاٹک	
	التعلیقات علی الابیات العیدروسیۃ	ابن العیدروس	ایشیاٹک	
	تفریح القلوب وتفریج الکروب	عمر بن السقاف بن محمد العلوی	رضا	
	تفریح القلوب لمن لہ نصیب	—	جامع مسجد	
	تفسیر آیۃ شہد اللہ	—	آصفیہ	
	تلخیص المقال المکفرۃ	جلال الدین السیوطی	آصفیہ، ندوہ	
	تلویحات	—	״	
۱۲۵	التلویحات الصوفیہ	صوفی بن جوہر الجیحانوی	خدا بخش	
	تنبیہ الخواطر	ابوالحسین ورام بن ابی الفراس الحلی	״	
	تنبیہ السالک علی مظان المہالک	تقی الدین ابوبکر بن محمد بن عبدالمومن الحصنی	رضا	
	تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف	عبدالحق محدث الدہلوی	״	
	تنبیہ العقول	برہان الدین ابراہیم بن حسین الکردی	״	
	التنبیہ العلیہ (اسرار الصلوۃ)	زین الدین محمد بن علی العاملی	״	
	تنبیہ الثقات	ملک احمد بن ملک میر محمد الفاروقی الحسنی	״	
	التواصی بالصبر والحق	محی الدین ابومحمد مصطفی البکری	״	
	توبۃ الشوکانی؟	قاضی محمد بن علی الشوکانی	حبیب	
	التوجہ الاتم	صدرالدین ابوالمعالی محمد بن اسحاق القونوی	رضا، ایشیاٹک	
	التوحید الاعظم	صفی الدین احمد بن علوان	خدا بخش	
	تہذیب الاخلاق		رضا	
۱۳۷	تہلیلیہ شرح کلمۃ الطیبہ	شیخ احمد سرہندی	حبیب، ندوہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
	(ث)			
۱۴۸	ثلج الفواد فی لبس السواد	جلال الدین السیوطی	آصفیہ	
	ثمرۃ الحقیقۃ	شہاب الدین ابو العباس احمد ابن عمر القرطبی	”	
	(ج)	—		
	جامع الاخبار		جامع مسجد	
	جامع البہی لدعوات النبی		سبحان اللہ	
	جامع الطرق البرہانیہ فی لباس خرق المشائخ الصوفیۃ الربانیہ	احمد بن محی الدین بن محمد الحسینی / ذر اللہ ابن سید علی محمد الحسینی	خدا بخش، آصفیہ	
	جامع المعجزات	شیخ محمود عطا دہلوی	جامع مسجد	
	جلاء القلوب	محی الدین محمد بن پیر علی البرکلی	رضا	
	جمع الموارد	محی الدین ابو محمد مصطفےٰ البکری	”	
	جنۃ المعارف	شمس الدین ابو عبد اللہ	جامع مسجد	
	الجوابات المرتبہ عن السولات الخضریۃ	—	سالار	
	جواہر الحقائق	شمس الدین ابو عبد اللہ	آصفیہ، محمدی	
۱۴۹	الجواہر الخمسۃ	صبغۃ اللہ بن روح اللہ سید جمال الدین گجراتی	ٹونک	
	الجوہر الفرید فی آداب الصوفی والمرید	رضی بن رضی العامری م ۱۰۳۵ھ	خدا بخش، ایشیاٹک	
	جید المقال	—	آصفیہ	
	(ح)			
	حادی القلوب الی لقاء المحبوب	ناصر الدین ابو المعالی محمد بن عبد الکریم	خدا بخش[۲]، رضا	
	حاشیۃ الزوراء	شیخ ابن العباس المشہور بہ ملا شیخ الکردی ۹۷۲ھ	آصفیہ	
۱۵۲			آصفیہ، رضا[۲]	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتبخانہ	کیفیت
۱۵۵	الحاشیۃ العجیبۃ اللامعۃ	محمد بن فضل اللہ	خدابخش	
	الحاشیۃ علی الدرۃ الفاخرہ لجامی	رضی الدین عبد الغفور الانصاری م ۹۱۲ھ	رضا ۲	
	الحاشیۃ علی عین العلم	جمال الدین محمد بن اسحاق	"	
	الحبل المتین	علی بن عبد النبی العشاقی	آصفیہ	
	حجۃ الوداد	اوحد الدین	بوہار	
	الحدائق لاہل الحقائق	ابوسعید الحسن بن علی الواعظ	علی گڑھ	
	الحدیقۃ الانیقۃ فی شرح العروۃ الوثیقۃ	—	ایشیاٹک	
	حرز الایمان (تعقب علی رسالۃ التسویہ)	ملا محمود جون پوری م ۱۰۶۲ھ	رضا، عبد الحی	
	حسن التلطف فی الوعظ والتصوف	—	رضا	
	حسن التوسل فی آداب زیارۃ افضل الرسل	—	خدابخش	
۱۶۵	الحصن الحصین	احمد بن محمد الغزالی	"	
	حقائق التوحید فی شرح تحفۃ المرید	عبد اللہ بن عیدروس	آصفیہ	
	الحقیقۃ الانسانیۃ الکاملہ	صوفی بن جواہر البجیانوی	رضا	
	حقیقت محمدیہ	وجیہ الدین العلوی	جامع مسجد	
	الحقیقۃ الموافقۃ للشریعۃ / شرح التحفۃ المرسلہ	محمد بن فضل اللہ	ندوہ، رضا، ایشیاٹک، خدابخش، محمدی، جامع مسجد	
	حقیقۃ الیقین / حقیقۃ الحقائق	عبد الکریم بن ابراہیم الجیلی	خدابخش، آصفیہ	
۲	حکایات الصالحین	—	سبحان اللہ، آصفیہ، رضا، سالار ۲	
	حکایات وغیرہ	—	آصفیہ	
	الحکم العرفانیہ	علاء الدین علی ابن حسام الدین	رضا، سالار	
	حلیۃ البنات والبنین	جمال الدین محمد بن عمر	آصفیہ	
	حلیۃ التلاوۃ وصفات اہل التصوف	—	ایشیاٹک	
۱۶۷	حلیۃ الناسک فی المناسک	شہاب الدین السہروردی	"	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
	(خ)			
۱۷۷	الخاتمۃ فی اذکر والمراقبۃ والتوجہ		ایشیاٹک	
	الخلف ابہائم ۔۔ لومۃ اللائم	—	//	
	خرقۃ التصوف	—	مدراس	
	خصائص الساعات ؟	—	جامع مسجد	
	الخصوص الی معنی النصوص خصوص النعم شرح فصوص الحکم	علاؤ الدین علی بن احمد المہائمی م ۸۳۵ھ	خدابخش، آصفیہ، دیوبند	
	خلاصۃ الحقائق ؍ خلاصۃ الحقائق	عماد الدین ابو القاسم محمد بن احمد بن حسین الفاریابی	رضا، ایشیاٹک	
	خلاصۃ السلوک فی حل الرقعۃ والسموک	الصوفی حاجی ابن سید الحسینی	خدابخش، رضا، آصفیہ، جواہر	
	خلاصۃ المفاخر فی اختصار مناقب الشیخ عبد القادر	عفیف الدین الیافعی	سالار	
	(د)			
۱۸۵	الداء والدواء	ابن قیم الجوزی م ۷۵۱ھ	//	
	دافعۃ المبتدعین	حسن بن شرف التبریزی السغناقی	//	
	الدرۃ المضیۃ فی زیارۃ المصطفویۃ	ملا علی القاری	//	
	الدر الثمین فی مناقب الشیخ محی الدین	علی بن ابراہیم بن عبد اللہ القاری البغدادی	//	۲
	دستور العمل	ابو البرکات بن عبد الوہاب	ایشیاٹک	
	دقائق الحقائق فی کیفیت الخلائق	الغزالی ؟	جامع مسجد	
	(ذ)			
	ذخر العابدین	محمد بن عبد اللطیف د ابن فرشتہ کرمانی	ایشیاٹک	
	ذخیرۃ الملوک فی علم السلوک	احمد بن محمد بن مظفر الرازی	//	
	ذکر بعض الاسرار	—	مدراس	
۱۹۴	ذکر التخلق باسماء الشر	سیدی عقیل بن عمر العلوی م ۹۲۲ھ	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۹۵	ذکر وقار المومن	سیدی عقیل بن عمر العلوی	رضا	
	زوارقؔ اللطائف (شرح العوارف)	علی بن احمد المہایمی م ۸۳۵ھ	خدابخش، رضا، آصفیہ	
	ذیل کتاب العزلۃ (ابن عساکر)	رضی الدین احمد بن محمد السمرقندی	رضا	
	ذیل مرتبۃ الوجود	ملا علی القاری	خدابخش	
	(ر)			
	رحیق مختوم	شہاب الدین السہروردی	آصفیہ	
	رد خطبہ شکر اللہ مخاطب بہ فضل خاں		سبحان اللہ	
	الرسالہ	یتیم شاہ	خدابخش	
	رسالہ	جلال الدین الدوانی	خدابخش، ابوالخیر	
	رسالہ	باقر مجلسی	سبحان اللہ	
	رسالہ	ملا علی القاری	〃	
۲۰۵	رسالۃ الابراج (الکلمات الذوقیہ)	شہاب الدین ابوالفتوح یحییٰ السہروردی المقتول م ۵۸۷ھ	رضا	
	رسالۃ اتحاد الکونی	ابن العربی م ۶۳۸ھ	آصفیہ	
	رسالہ احسن التقویم	—	〃	
	رسالۃ الارشاد الی سبیل الرشاد	ابن العربی	ٹونک	
	رسالہ استدراج	الغزالی	آصفیہ، رضا	
	〃 〃	عبداللہ حسینی بن حسین	آصفیہ	
	رسالۃ الاعتدال		جامع مسجد	
	رسالۃ الاشتغال بذکر اسم الجلال	شاہ غلام علی	ابوالخیر	
	رسالہ اتحاد خشیۃ اللہ	علی بن حسین زکریا القریشی	رضا	
	رسالہ السبیلہ و رسائل متعددہ	ابوالحسن البکری	آصفیہ	
	رسالہ متعلق بمشائخ الطریقۃ واحوالہم	عبدالوہاب الشعرانی	ٹونک	
۲۱۶	رسالۃ التسنیم	شیخ کلیم اللہ	آصفیہ	

سہ بو زوارق

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۲۱۶	رسالۃ التسویہ/ رسالۃ فی تحقیق بیان معنی الروح	الغزالی	خدابخش، ایشیاٹک	
	رسالۃ التسویہ بین الافادہ والقبول	محب اللہ الہ آبادی م ۱۰۵۸ھ	دیوبند، رضا، عبدالحی	
	رسالۃ تصوف/ رسالۃ فی السلوک	الغزالی	آصفیہ۲/ رضا	
	رسالۃ تصوف	ابوالفتح بن عبدالحی بن عبدالمقتدر الشریحی الکندی	رضا	
	〃 〃	تاج الدین احمد بن عطاء اللہ الشاذلی	آصفیہ	
	〃 〃 (رسالۃ شریعۃ وطریقۃ)	تاج الدین ابن ذکریا ابن سلطان	〃	
	〃 〃	عارف اللہ	ٹونک	
	〃 〃	محب الشکور	〃	
	〃 〃	عبدالکریم لاہوری	آصفیہ	
	〃 〃	الغزالی	〃	
۲۲۷	〃 〃	محی الدین ابن ابی الحسن عرف سید بودھ	〃	
	رسالۃ حاجی یکتاش ولی	فیض اللہ حسینی	〃	
	الرسالۃ المجددیہ/ الرسالۃ فی التصوف	مہذب الدین احمد بن عبدالرضا الرباطی	رضا۲	
	رسالۃ فی الحقیقۃ المحمدیہ	—	خدابخش	
	رسالۃ حکیم بن عطا	تاج الدین احمد الشاذلی	جواہر	
	الرسالۃ الخلعیۃ (الخلعیۃ المحمدیہ)	باقر داماد (م ۱۰۴۱ھ)	رضا	
	رسالۃ خلق الاعمال	مولانا جلال	آصفیہ۲	
	رسالۃ [فی التصوف]	ابوالفتح بن عبدالحی بن عبدالمقتدر الشریحی الکندی	رضا	
	رسالۃ سلوک نقشبندیہ/ رسالۃ نقشبندیہ/ رسالۃ شریعت وطریقت	شیخ تاج الدین بن ذکریا بن سلطان	ابوالخیر، ٹونک، آصفیہ	
	رسالۃ السیر والسلوک الی ملک الملوک	شیخ قاسم خانی	〃	رجوع ع ۱۳۳
	رسالۃ شیخ حبیب اللہ (تعقب رسالۃ التسویہ)	حبیب اللہ	عبدالحی	
	الرسالۃ الشرفیۃ	مولانا بدر	خدابخش	
	〃	—	حبیب	
۲۴۰	رسالۃ شطاریہ/ الرسالۃ [illegible]	—	ندوہ، [illegible]	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۴۱	رسالۃ الصلوٰۃ فی ماہیۃ الصلوٰۃ[ل]	ابن سینا م ۴۲۸ھ	خدا، رضا، علی	
۔	رسالہ طریقۂ نقشبندیہ	خیر الدین بن شیخ محمد زاہد نقشبندی	آصفیہ	
	رسالۃ العبادلہ / کتاب العبادلہ	ابن العربی	خدا بخش	
۔	رسالۃ العینیہ	الغزالی	آصفیہ	
۔	رسالۃ الغوثیہ	عبد القادر الجیلانی	خدا بخش ۲، علیگڑھ، آصفیہ، رضا، جامع مسجد	
۔	الرسالۃ الغیبیہ	ابو العلا محمد بن احمد فرائضی	رضا	
۔	رسالہ فضیلت رمضان	—	آصفیہ	
۔	رسالۃ فی آداب الطعام	—	رضا	
۔	رسالۃ فی آداب المرید	—	خدا بخش	
	رسالۃ فی آیۃ التوحید	مفتی الخادم	ایشیاٹک	
۲۵۰	رسالۃ فی اثبات	شاہ احمد سعید مجددی	ابو الخیر	
	رسالۃ فی اثبات السماع	ابو الحسن البکری	ٹونک	
۔	رسالۃ فی اجوبۃ اسئلۃ تتعلق بالکلمۃ الطیبہ	محمد بن یوسف المقدسی	"	
۔	رسالۃ فی اداء حقوق الاخوان	—	رضا	
	رسالۃ فی اسرار الروح / روح الراح و راح الارواح	ابن العربی م ۶۳۸ھ	رضا، بہار	
	الرسالۃ فی اصطلاحات الصوفیہ = رسالہ فی التصوف	ابو یحیٰ زکریا بن محمد بن احمد بن زکریا الانصاری (م ۹۲۶ھ)	خدا بخش	
	الرسالۃ فی الاقطاب والاوتاد	نجم الدین ابو المواہب محمد بن احمد السکندری م ۹۸۱ھ	رضا	
	رسالۃ فی ایام الدہر	ابن العربی م ۶۳۸ھ	"	
	الرسالۃ فی ایضاح طریق الحق	—	ایشیاٹک	
	رسالۃ فی بعض الاسماء السریانیہ فی سر الحروف	—	سبحان اللہ	
	رسالۃ فی بیان آداب المشیخۃ والمریدین / آداب المریدین	تاج الدین بن زکریا النقشبندی	ٹونک، ایشیاٹک	
۔	رسالۃ فی بیان اقرب الطرق الی اللہ	نجم الدین الکبری م ۶۱۸ھ	خدا بخش، جامعہ	
	رسالۃ فی بیان الوان الویۃ النبی	ابو الاخلاص حنفی الشافعی	"	
۲۶۳	رسالۃ فی بیان اوجہ الاذکار	—	رضا	

ل مطبوعہ بنام اسرار الصلوٰۃ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۲۶۴	رسالہ فی بیان الروح	—	خدابخش	
	رسالہ فی بیان روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم	—	״	
	رسالہ فی بیان علم الیقین	ابو عبد الرحمن محمد بن الحسین بن محمد السلمی ۴۱۲ھ	رضا	
	رسالہ فی بیان عیوب النفس	״ ״ ״ ״	ابوالخیر، رضا	
	رسالہ فی بیان النوافل	ابو سعید حسن بن یسار البصری	رضا	
	رسالہ فی تحقیق افضل الذکر	—	خدابخش	
	رسالہ فی تحقیق بیان معنی الروح = الرسالۃ قدسیۃ	الغزالی		
-	رسالہ فی تحقیق مذہب الصوفیہ والمتکلمین		جامع مسجد	
-	رسالہ فی تحقیق وجود الواجب		خدابخش	
-	رسالہ فی التصوف (بلا مصنف)		خدابخش^۲، آصفیہ^۵، مدراس، رضا^۳، ٹونک، جامع مسجد^۱، علیگڑھ، ایشیاٹک^۴	
-	رسالہ فی التصوف	شیخ احمد الحموی	خدابخش	
۲۷۴	״ ״	زین الدین الرازی	جامعہ ملیہ	
-	״ ״	عز الدین محمد بن عبد اللہ السہروردی	خدابخش	بزبان عربی
-	״ ״	قاضی ابوبکر العربی المالکی	״	
-	״ ״ (کشف الرشف)	عبد الرزاق کاشانی	ایشیاٹک	
-	״ ״	محمد بن سید محمد القنوجی	خدابخش	
-	״ ״	عبد اللہ ابن احمد بن محمد المقدسی	״	
-	״ ״ (دلیل السالک)	ابوالحسن علی بن عبد البر المکی ۱۲۱۲ھ	رضا	
	״ = رسالہ فی التوکل			
-	״ ״	عثمان بن سند البصری م ۱۲۵۰ھ	خدابخش ״	
-	״ ״	عبد الرحمن الجامی	״	
-	״ ״	احمد بن محمد بن عثمان الازدی	ایشیاٹک	
۲۸۴	رسالہ فی تعریب کلمات خواجہ نقشبند	شیخ احمد الاجل	ٹونک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۲۸۵	رسالۃ فی تعریف الروح	محمد مراد البخاری النقشبندی م ۱۱۳۲ھ	رضا	
	رسالۃ فی التصوف	زین الخوافی	ایشیاٹک	
	رسالہ فی تعریف طریق السلوک	—	رضا	
	رسالہ فی تفسیر آیۃ اللہ نور السموات	صدر الدین شیرازی	ٹونک	
	״ ״ بعض مقامات العوارف	شہاب الدین عمر بن شمس الدولت آبادی	رضا	
	رسالہ فی تعریب مکاتبات الامام الربانی	—	خدابخش	
	رسالہ فی التوحید	—	رضا	
	رسالہ فی التوکل ـ رسالہ فی التصوف	عیسٰی بن عبد الرحیم	خدابخش	
	رسالہ فی الحث علی الذکر	ابن سینا	رضا	
	رسالہ فی الحروف وخواصہا	—	خدابخش	
۲۹۵	رسالہ فی حج السلوک	محمد مراد البخاری النقشبندی	رضا	
	رسالہ فی خوض الحروف	—	سبحان اللہ	
	الرسالہ فی خیریۃ العزلۃ	محمد حسین بن عبد اللہ میرغنی	ایشیاٹک	
	الرسالۃ فی الذکر	السہیلی بن سعود کین	״	
	رسالہ فی الذکر	شیخ العبد سعود کیال	آصفیہ	
	״ ״	—	ایشیاٹک	
	رسالہ فی ذکر الموت	الغزالی	آصفیہ	
	رسالہ فی رابطۃ المرید مع الشیخ وآدابہا	—	ایشیاٹک	
	رسالہ فی رد الرسالۃ فی کلمت التوحید	شاہ عبد العزیز	رضا	
	رسالہ فی رد شارح التسویہ	خواجہ خورد بن خواجہ باقی باللہ ۱۰۱۲ھ	״	
	رسالہ فی الرد علی الوجودیہ	—	ایشیاٹک	
	رسالہ فی الزیارۃ	شیخ احمد الحموی	خدابخش	
	رسالہ فی سر القدر	ابن سینا	رضا	
	رسالۃ فی سلاسل الصوفیہ	عبد الوہاب بن عبد الغنی بن عبد اللہ	ایشیاٹک، علی گڑھ	
۳۰۹	رسالۃ فی السلسلۃ النقشبندیہ (سلسلۃ الذہب)	محمد مراد البخاری	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۲۱۶	رسالہ فی السلوک	ابومدین شعیب المغربی التلمسانی ۵۹۴ھ	رضا	
	"	محمود آفاسکداری م ۱۲۶۲ھ	"	
	رسالہ فی السلوک الشاذلیہ		ایشیاٹک	
	رسالہ فی شرح اسماء الحسنیٰ	سلیمان بن علی ابی عبداللہ التلمسانی	خدابخش	
	رسالہ فی شرح بعض الاشعار	شیخ احمد العلاف	ٹونک	
	رسالہ فی الشریعۃ والطریقۃ	—	خدابخش	
	رسالہ فی شعار الشارع	ابن تیمیہ	رضا	
	رسالہ فی شعب الایمان	شجاع الدین	عبدالحی	
	رسالہ فی صفۃ الدنیا	الحسن بن مسلم الکاتب	رضا	
	رسالہ فی صفات القطبیہ	ابن العربی م ۶۳۸ھ	"	
۲۲۷	رسالہ فی قرب الطالب	—	آصفیہ	
	رسالہ فی طرق الشاذلیہ	سید احمد عثمان	آصفیہ	
	الرسالۃ فی الطریقۃ النقشبندیہ	ابوسعید بن صفی المجددی الدہلوی	رضا، آصفیہ	
	الرسالۃ فی عقاید الصوفیہ	—	"	
	الرسالۃ فی العقوبات	—	رضا	
	رسالہ فی علم التوحید والتصوف وآداب المرید	—	خدابخش	
	رسالہ فی العلم والحکیم	ابن سینا	رضا	
	رسالہ فی فضل عشر آیات	ابن العربی	ٹونک	
	رسالہ فی کلمۃ التوحید	عبدالرحمن محمد الکندی	رضا	
	رسالہ فی کلمۃ التوحید	احمد الغزالی	ٹونک، آصفیہ	
	الرسالۃ "	صدرالدین بن الحسام البنانی	ایشیاٹک	
	رسالہ فی کتاب فصوص الحکم	التفتازانی	سبحان اللہ	
	رسالہ فی کیفیۃ الزیارۃ وحقیقۃ الدعا	ابن سینا	رضا	
	رسالہ فی لبس الخرقۃ	عبدالحق دہلوی	"	
۲۴۲	رسالہ فی مجنون اللہ	—	خدابخش	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۲۲۰	رسالہ فی مخاطبۃ الارواح بعد مفارقۃ الاشباح	السید شمس الدین الکسی	آصفیہ ۲	
	رسالہ فی مراتب المعقولات (رسالہ فی بیان الوجود)	—	خدابخش	
	رسالہ فی مراتب الوجود		رضا، ٹونک	
	رسالہ فی معرفۃ اللہ تعالیٰ	ابن العربی	خدابخش	
	رسالہ فی معرفۃ خواص اسماء اللہ الحسنیٰ	التبریزی	〃	
	رسالہ فی المعرفۃ والمحبۃ	ملا علی القاری	ٹونک	ندوہ
	رسالہ فی معرفۃ الشیخ	محمد صدیق بن محمد شریف	خدابخش	
	الرسالہ فی مناقب الامام الغزالی	محمد بن الحسن	〃	
	〃 شیخ محمد (ترکی صوفی)	محمد بن مصطفیٰ بن سید حبیب اللہ (م ۱۱۴۳ھ)	〃	
	الرسالہ فی معرفۃ ذات اللہ ومعرفۃ النفس	الغزالی	ایشیاٹک	عربی ترکی ۹۵۶۲ھ
۲۲۵	رسالہ فی مقامات اہل تصوف / کتاب المقامات	ابن العربی (اغلباً) / ابن العربی	سبحان اللہ، رضا	
	رسالہ فی النعوت الالٰہیۃ	ابن العربی	رضا	
	الرسالہ فی النور	علوان الحموی	ایشیاٹک	
	الرسالہ فی الوجود	—	خدابخش، ایشیاٹک	
	رسالہ فی وجود الحق	ابن العربی	رضا	
	رسالہ فی الہیکل الانسانی	کمال پاشا زادہ	ایشیاٹک	
	رسالہ فی وحدۃ الوجود	شاہ ولی اللہ الدہلوی	رضا	
	〃 〃 〃	—	ایشیاٹک	
	رسالہ کبرویہ	نجم الدین الکبریٰ	آصفیہ	
	الرسالۃ الکبریٰ فی وحدۃ الوجود	عبدالعلی فرنگی محلی	رضا	
	رسالہ کسر اصنام الجاہلیۃ فی ذم المتصوفین	صدر الدین محمد الشیرازی	خدابخش	
	رسالہ کشف وکرامات حضرت قادر ولی		آصفیہ	
	الرسالۃ الکمیلیہ	عبدالرزاق الکاشانی	ایشیاٹک	
	رسالہ لجعفر الصادق	—	〃	
۲۴۹	الرسالۃ المحمدیہ فی الرد علی المسعدیہ	شمس الدین محمد بن عثمان البکری	رضا	
			۲۴۳ =	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
	— الرسالۃ المرشدہ، المرشدہ			
۳۶۰	رسالۃ المرید المبتدی	عبدالوہاب الشعرانی	ٹونک	
	رسالۃ المذاکرۃ مع الاخوان والمحبین من اہل العزۃ والدین	عبداللہ الحداد	بوہار	
	۔رسالۃ المعاونۃ المظاہرۃ	عبداللہ الحداد	بوہار	
	۔رسالۃ العید	نظام الدین دستگی	ابوالخیر	
	رسالۃ مقابلہ عالم اکبر واصغر	نجم الدین الکبری	آصفیہ	
	الرسالۃ المکیہ / الرسالۃ المکیۃ فی الخلوۃ الصوفیہ	قطب الدین عبداللہ بن محمد بن ایمن الاصفہیدی	خدابخش، رضا، دیوبند، علیگڑھ	
	رسالہ منقول من امالی ابی المعالی	محمد بن محمد زید الحسینی	خدابخش	
۳۶۸	رسالۃ اللمعات	جمال الدین الہانسوی	ابوالخیر	
	۔رسالہ من کلام محی الدین ابن عربی	ابن عربی	آصفیہ	اشعار
	۔رسالہ موعظۃ النفس	—	ٹونک	
	۔الرسالۃ النافعہ	محمد البکری الصدیقی	ایشیاٹک	
	۔رسالہ وجودیہ	دستگی	ٹونک	
	۔رسالہ وجودیہ : علم حقائق		جامع مسجد آصفیہ	
	۔رسالتین فی تحقیق لا الہ الا اللہ		سبحان اللہ، آصفیہ	
	رشف المعین من رشح بحر الیقین فی کشف معنی النبوۃ		آصفیہ	
۳۷۶	رواق الادرام		//	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
—	روح الراح و راح الارواح = رسالہ فی اسرار الروح			
—	روض العلما = روضۃ العلما			
۳۷۸	روضۃ الانوار فی ایضاح المبدا والمعاش والمعاد والاسرار	عبدالرسول بن محمد خان	بوہار	
—	روضۃ السالکین	ابن حجر مکی الہیثمی م ۹۷۳ھ	آصفیہ	
	روضۃ العلما / روض العلما	ابوالحسن علی بن یحیی الزندوسی البخاری	بوہار، خدابخش، دیوبند، رضا	
—	رونق المجالس	عمر بن الحسین النشاپوری	صولت، علی گڑھ	
—	رئیس المتقین	عبدالصمد بن فقیہ حسین	حبیب	
—	ریاحین الانفاس		جامع مسجد	
—	ریاض عباسی شرح منہات	نجم الدین بن عباس العباسی	آصفیہ	
	(ز)			
۳۸۴	زاد الآخرۃ	الغزالی	پھلواری	
—	زاد الطالبین	علی بن حسام المتقی الحنفی	خدابخش	
—	زاد العاشقین	عبداللطیف بن جمال الدین	”	
	زبدۃ التصوف وارشاد سلوک التعرف	شمس الدین محمد بن ہندوشاہ الدامغانی	”	
	زبدۃ الرسائل الفاروقیۃ و عمدۃ المسائل الصوفیۃ	شیخ یونس النقشبندی	”	
	زھرۃ الریاض	تاج الاسلام سلیمان بن داؤد السقسنی م بعد ۵۰۰ھ	رضا	
۳۹۲	الزھر الفائق	عبداللہ میر غنی م ۱۲۰۷ھ	رضا، الیشیاٹک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
	(س)			
۲۹۱	سبیل الاذکار والاعتبار	عبداللہ بن محمد الحداد	خدابخش	
-	سراج القلوب	احمد بن محمد بن عبدالملک التبریزی	״	
-	سراج المریدین فی سبیل الدین	—	آصفیہ	
-	السر المظروف فی علم بسیط الحروف	محمد الخلوتی الشافعی	خدابخش	
			״	
	سلام التوفیق الی محبۃ اللہ علی التحقیق	—	״	
-	سفینۃ العراقیہ	محمد بن عراق	ایشیاٹک	
-	״ العلوم	ابوسعد المحسن بن محمد کرامۃ البیہقی	ٹونک	
۲۹۸	سلسلۃ الجواہر الجلالیہ	عبداللطیف بن عبدالسلام	رضا	
	سلسلۃ الخواجگان فی آداب عبودیۃ الاعیان	—	ایشیاٹک	
	سلسلہ سید عبدالوہاب	عبدالرحمن القرینی الشاذلی	آصفیہ	
	سلسلہ قادریہ	شاہ غلام علی	״	
	سلک التوفیق لسواء الطریق	عبدالقادر بن محمد بن عمر القادری	خدابخش	
-	سلم التوفیق	عبداللہ بن حسین باطاہر العلوی	ایشیاٹک	
-	سلوۃ المحزون وعزوۃ المشجون	—	آصفیہ	
-	سلوۃ العارفین	حسین بن اسمٰعیل الشجری	ایشیاٹک	
-	السلوک القویم والصراط المستقیم	مصطفیٰ نیازی النقشبندی	״، آصفیہ	
۔	سلیۃ الاعمیٰ	ملا علی القاری	رضا	
	سمط الصدور وحاویۃ النور	عبدالقادر بن محمد بن عمر القادری	خدابخش	
-	سنن الہدیٰ فی متابعۃ المصطفیٰ	عبدالغنی بن [illegible] عبدالقدوس الگنگوہی م ۹۹۱ھ	رضا/بوہار	
	سوال حضرت رسول اللہ صلعم وجواب ابلیس	—	آصفیہ	
۳۱۱	سواء السبیل	شیخ کلیم اللہ جہان آبادی ۱۱۴۲ھ	رضا، آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۴۱۲	السیر والسلوک الی اللہ (ش)	شیخ احمد المغربی الجنیدی	ہمدرد	
	شئون الشئون وفنون المفتون	ابن العربی	آصفیہ	
	الشجرۃ المبارکۃ السہروردیۃ والکبرویۃ	عبد الرشید الجبدوی	ابوالخیر	
	شجرۂ قادریہ		جامع مسجد جواہر	
	" " وچشتیہ	شاہد اللہ	پٹنہ یونیورسٹی	
	شرح آداب المریدین	ملا علی القاری	عبد الحی	
—	شرح اسرار الخلوۃ = شرح الانوار			
	شرح اسرار الوضوء	محمد بن محمود الاقسرائی	ایشیاٹک	
	شرح اسماء اللہ تعالیٰ	—	خدابخش	
	شرح اسماء الحسنیٰ	الفارابی	"	
	شرح " "	عبد اللہ بن ابی بکر بن حسن النووی	"	
	شرح اعانۃ الاحیاء	علی اکبر بن اسد اللہ المودودی	ایشیاٹک	
	شرح ام البراہین	عبد اللہ التلمسانی محمد بن منصور ہدہدی	آصفیہ[2]	
۴۲۴	شرح الانوار فی ما یفتح علی صاحب الخلوۃ من الاسرار / شرح اسرار الخلوۃ	عبد الکریم بن ابراہیم الجیلی	خدابخش، ایشیاٹک، رضا	
	شرح بدایۃ الہدایۃ	عبد القادر بن احمد الفاکہی	خدابخش	
	شرح برزخ	ابو الشکور السلمی	سبحان اللہ	
	شرح بعض ابیات التائیۃ لابن الفارض	احمد بن محمد بن رضی الحموی	خدابخش	
	شرح بعض عبارات		ابوالخیر	
	شرح بعض کلام شیخ محی الدین ابن العربی	صفی الدین احمد بن محمد المدنی	آصفیہ	
۴۳۰	شرح التحفۃ	احمد الصاوی	ایشیاٹک	
—	شرح التحفۃ المرسلہ = اتحاف الزکی			

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
—	شرح التحفة المرسلة الحقيقة الموافقة الشريعة			
۴۳۱	شرح تکملة الاحکام	جمال الدین علی بن زید الاصفهانی م ۸۴۳ھ	رضا	
	شرح الجواہر الخمس	احمد بن عبد القدوس الشاذلی المصری م ۱۰۲۸ھ	″	
	شرح الحجب والاستار فی مقامات اہل الانوار	ابو محمد صدر الدین	حبیب	
	شرح حکمة الاشراق	محمود بن مسعود الشیرازی	ایشیاٹک	
	شرح الحکم العطائیہ	علوان الحلوانی	″	
	شرح الدرة الفاخرہ		رضا، ایشیاٹک	
	شرح رسالة التسویہ	معز الدین امان اللہ البنارسی م ۱۱۳۳ھ	رضا، عبد الحی	
	شرح الرسالة العقائد الصوفیہ لفیروز الصوفی اکبر آبادی		علیگڑھ، ایشیاٹک سالار	
	شرح الرسالة فی التصوف		ایشیاٹک	
	شرح رسالہ قشیریہ	محمد گیسو دراز حسینی	آصفیہ	
۴۴۱	شرح رسالة کمیل	کمال الدین عبد الرزاق الکاشی	رضا	
	شرح رمز الفتوحات		ایشیاٹک	
	شرح الزوراء	محمد بن عطا	رضا	
	″ ″ ″	کمال الدین بن محمد بن فخر بن علی	خدابخش	
	شرح سلک العین / نور العین شرح سلک العین	علوان بن علی بن عطیة الحموی	″	
—	شرح شرعة الاسلام = اسرار الاحکام = مفاتیح الجنان			
	شرح الضابطة لاصول الطریقة	شہاب الدین ابو العباس احمد بن عبد اللہ الفاسی (زروق) م ۸۹۹ھ	رضا	
	شرح طریقہ محمدیہ		ٹونک	
۴۴۸	شرح عقیدة الغیب	محمد تقی الدین	ایشیاٹک	
—	شرح عوارف = المعارف			

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
—	شرح عوارف المعارف = کشف ذوارف اللطائف[1]			
۲۴۹	شرح عین العلم المسمّی بہ نجم العلم	نجم الدین بن عباس بن قاضی نصیر الدین	ٹونک	
-	شرح الفتوحات المکیۃ / شرح مشکلات	عبد الکریم بن ابراھیم الجیلی	خدابخش	
-	شرح فصوص الحکم	صدر الدین القونوی م ۶۷۲ھ	؍؍	
-	؍؍ ؍؍	عفیف الدین سلیمان بن علی التلمسانی ۶۹۰ھ	؍؍ علی گڑھ	
-	؍؍ ؍؍	—	ایشیاٹک، علیگڑھ، عبدالحی، دیوبند	
-	؍؍ ؍؍	اسمٰعیل التبریزی	حبیب	
	؍؍ ؍؍	عبد العلی فرنگی محلی (م ۱۲۲۵ھ)	رضا	
-	شرح فصوص الحکم	علیم اللہ الحسینی	جامعہ	
-	شرح ؍؍	نعمت اللہ ولی الکرمانی	آصفیہ	
-	شرح قصیدۃ البردہ	جمال الدین الجبانی	عبدالحی	
-	شرح القصیدۃ التائیۃ (ابن الفارض)		آصفیہ	
-	شرح کاسرۃ الاستان	یوسف علی	رضا	
۲۶۱	شرح کلمۃ الجیلانی فی الفتوح	ابن تیمیہ	؍؍	
-	شرح اللمعات	عبد الرحمٰن الجامی	خدابخش	
-	شرح محاسن المجالس	ابو اسحٰق ابراھیم بن یوسف ابن دھاق {ابن المرأۃ	؍؍	
-	شرح المشاہد	ابن العربی	رضا	
-	شرح تائیۃ ابن فارض	—	آصفیہ	
-	شرح النقشبندیہ	—	ایشیاٹک	
-	شرح نقش الفصوص	عبد الرحمٰن الجامی	خدابخش	
-	شرح وصیۃ سید ابراھیم المبتولی	عبد الوھاب الشعرانی	؍؍	
	شرح الوصیۃ فی ادب السلوک	علی بن عبد اللہ المصری	رضا	
	شرح ھیاکل النور	جلال الدین محمد	بوہار	
	شرعۃ الاسلام	محمد بن ابی بکر الرازی	حبیب، ٹونک	
	الشفاء لادواء الوبا	عصام الدین ابو الخیر احمد بن مصطفیٰ الحنفی[1]	رضا	
۲۶۳	الشمائل القادریۃ	محمد ابن یعقوب الفیروز آبادی	ایشیاٹک	

[1] طاش کبری زادہ م ۹۶۸ھ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
٢٨٣	شوارق النصوص	حامد حسین بن مفتی محمد قلی	علیگڈھ	
	- شوائل الحور	غیاث الدین محمود	مدراس	
	المشاہد الودودیہ	علی اکبر الحسینی الودودی	رضا	
	الصبح المتجلی	جلال الدین السیوطی	رضا	
	الصراط السوی	صلاح الدین عارف المدنی	رضا	
	- صراط العزیز الحمید		رضا	
	- صفات العارفین		آصفیہ	
	- صلات الاہل والاقربین	عبد اللہ بن الحسین بن طاہر بن محمد باعلوی	آصفیہ	
	- الصوارم الہندیہ	علی بن احمد الانصاری الشافعی	رضا	
	- صورۃ اجازۃ الخرقہ		خدابخش	
٢٨٤	- ضابطہ تطہیر		آصفیہ	
	۱- ضوء الہالۃ فی ذکر اسم مجدد المیاۃ	شہاب الدین احمد المدنی	،،	
	- طبقات الخواص اہل الصدق والاخلاص	زین الدین احمد بن احمد بن عبد اللطیف الزبیدی	جواہر	
	-			
	- طراز الحور		،،	
	- طریقۃ الصادقین	شیخ تاج الہندی	مدراس	
	- الطریق الجادہ الی نیل السعادۃ	احمد بن الشاذلی	ایشیاٹک	
	- طریق السادۃ الخلوتیہ	عبد العزیز بن احمد الدیری	خدابخش	
	- طریق السادۃ النقشبندیہ	تاج الدین السنبھلی	ایشیاٹک مدراس	
	- عجالۃ مختصرۃ من القواعد الحکمیۃ		آصفیہ	
	- عجالۃ ذوی الانتباہ فی تحقیق لا الٰہ الا اللہ	ابراہیم بن حسن الکردی الکورانی	،،	
	عجائب العجائب جامع العجائب عدم المثل = مشہرۃ الاستان	حسین بن علی محمد فقیر	،،	
	العروۃ الوثقیٰ	محمد بن عمر بحرق الحضرمی	آصفیہ	
٢٩٦	عشرہ کاملہ	شیخ کلیم اللہ الجہان آبادی م ١١٤٢ھ	خدابخش، آصفیہ، رضا، علی گڑھ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۴۹۷	عنایتہ فی شرح حکم العطائیہ	علی بن جمال الدین محمد بن علی	آصفیہ	
	عقائد الجواہر	محب اللہ الہ آبادی	خدابخش، سالار، رضا	
	العقد النبوی والسر المصطفوی	ابن العیدروس	ایشیاٹک	
	العقیدۃ السنوسیہ		ایشیاٹک	
	عقیدہ مختصر العقیدۃ المختصرۃ المفیدہ	[ابن العربی]	خدابخش، آصفیہ	
	علق النفیس	الغزالی	خدابخش	
	العہد فی تزکیۃ النفس	ابن سینا	رضا	
	عین الحیاۃ (ترجمہ رشحات)	محمد مراد	آصفیہ	
	عین العالم		" ، مجلس	
	عین العلم	رکن الدین خلیل الرحمن	خدابخش، دیوبند	
۵۰۷	عین العلم	جمال الدین محمد بن اسحٰق	رضا	
	عین الفصوص شرح الفصوص	شرف الدین الدہلوی م ۹۵۲ھ	آصفیہ	
	عنوان الاجوبہ فی فنون الاسولۃ	عبد الکریم بن ہوازن القشیری	حبیب	
	غایۃ العلوم والاسرار	الغزالی		
	الغایۃ القصوی فی مرۃ الدنیا	جلال الدین السیوطی م ۹۱۱ھ	خدابخش، رضا، ندوہ	
	غایۃ المطلوب	عبد الرحمن بن علی بن محمد الشیبانی	ایشیاٹک، سالار	
	غنیۃ ارباب السماع	قطب الدین عبد الکریم بن ابراہیم الجیلی م ۸۳۲ھ	رضا	
	(ف)			
	فاتحۃ الفاتحۃ	ابن العربی	رضا	
	الفتاوی المتعلقۃ بالتصوف	جلال الدین السیوطی	خدابخش، ندوہ	
	فتح باب المواہب	ابو بکر بن سالم بن عبد اللہ الحضرمی	حبیب	
	فتح المتعال فی مدح النعال	احمد بن محمد المقری م ۱۰۴۱ھ	سبحان اللہ	
۵۱۸	فتح الرب لیاب المحب	ابو البقا حسن بن علی العجیمی م ۱۱۱۳ھ	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کس کتب خانہ	کیفیت
۵۱۹	الفرحات الالہیۃ فی توجہات الروحیۃ	محمد بن عبد الکریم المدنی السمان ۱۱۸۹ھ	خدابخش	
	الفرح وشفاء القلوب المجروح	احمد بن علوان الیمنی	ایشیاٹک	
	فرح الاحزان	شیخ محمد	فرنگی محل	
	الفتوح الفائق	شہاب الدین احمد	جامع مسجد	
	فرح الاسماع برخص السماع	ابو المواہب محمد بن احمد بن محمد التونسی	آصفیہ	
	الفریدۃ النادرۃ فی شرح الدرۃ الفاخرۃ	محمد معصوم السمرقندی	خدابخش	
	الفصول الفقہیۃ	حسین بن نقیر بن عبد اللہ الفقری م ۱۰۷۰ھ	"	
	الفصول العلیہ	ابو محمد حبیب الاشعری	رضا، محمودی	
	الفقرات من کلام الصوفیہ	غیاث الدین حسین	خدابخش	
	الفقر المحمدی	عماد الدین ابو العباس احمد بن ابراہیم الحنبلی	رضا	
	فکوک الفصوص	صدر الدین القونوی	خدابخش، علیگڑھ، رضا	
۵۲۰	الفوائح	خواجہ خورد عبد اللہ بن عبد الباقی م	علیگڑھ	
	الفوائد	قطب الدین عبد الکریم بن ابراہیم بن سبط عبد القادر الجیلی ۸۳۲ھ	رضا	
	الفوائد	رمضان بن عطاء اللہ رمضان	خدابخش	
	فوائد الجواہر	محمد بن یحیی القادری الحنبلی	"	
	الفوائد الوافیہ بشرح رسالۃ الوجودیہ للجامی		رضا	
	فوز النجات	افضل الہ آبادی ۱۲۳۲ھ	علیگڑھ، رضا	
	فیض الکرم	ابو الفضل احمد الاسکندری ۷۰۹ھ	رضا	
	فیوض المدرسۃ فی السلوک النقشبندیہ	رفیع الدین بن محمد شمس الدین	خدابخش	
	الفیوضات الاحدیہ فی المراقبات الاحمدیہ	شاہ غلام علی	ابو الخیر	
	(ق)			
	القاعدۃ فی التوحید والاخلاص والتوکل	ابن تیمیہ	رضا	
	قبس الانوار وجامع الاسرار	جمال الدین یوسف الکردی م ۸۰۹ھ	"	
۵۲۱	قبضۃ السیف وغیرہ	سیدی عقیل بن عمر العلوی م بعد ۱۱۵۰ھ	"	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۵۴۴	قواعد التحقیق فی اصول الطریق	محمد بن خلیل الطرابلسی	ایشیاٹک	
	قواعد العقائد		،، ، آصفیہ	
	القول السدید (شرح منویہ)	خواجہ خورد	عبدالحی، ایشیاٹک	
	القول فی انواع الانفس		رضا	
	- القول المبین	عبدالوہاب الشعرانی	،،	
	- القول المعصوم	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	مدراس	
	(ک)			
	- کاسرۃ الاسنان لعدیم المثل	عبدالرحمٰن بن محمد حسن السندی ۱۳۵۲ھ	خدابخش، رضا	
	- الکبریت الاحمر	عبداللہ بن العید روس	آصفیہ، ایڈبار	
	- کتاب الاخوان	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید البغدادی، ابن ابی الدنیا م ۲۸۱ھ	رضا	
	- کتاب الارکان فی صفۃ الانسان		علیگڈھ	
	- کتاب اطراف عجائب الآیات (خلاصۃ المفاخر)	ابو محمد عبداللہ الیافعی م ۷۶۸ھ	رضا	
۵۵۴	- کتاب الامان من اخطار الاسفار والزمان	ابوالقاسم علی بن موسیٰ الحسینی م ۶۶۴ھ	رضا	
	- کتاب الامر المربوط		آصفیہ	
	- کتاب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید البغدادی، ابن ابی الدنیا	رضا	
	کتاب الانس (انیس) المنقطعین = انیس المنقطعین			
	کتاب الانوار لکفایۃ السلوک	ابن العربی	،،	
	- کتاب التحصین وصفات العارفین	احمد بن محمد بن فہد الحلی	ایشیاٹک	
	- کتاب تصوف	ابن سینا	آصفیہ	
	- کتاب التعرف فی الاصلین والتصوف	ابن الحجر المکی الہیتمی	خدابخش	
۵۶۰	- کتاب تکملۃ الاحکام	احمد بن یحییٰ بن المرتضیٰ الزیدی الیمنی م ۸۴۰ھ	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۵۶۱	کتاب التمیز	حسین بن فخر الدین بن قرقماش ابن قمیں م ۱۱۰۹ھ	رضا	
	کتاب التوحید الاعظم	ابو اسماعیل احمد بن علوان	خدابخش، جامع مسجد	
	کتاب الثمانیۃ والثلاثین: کتاب الازل	ابن العربی	آصفیہ	
	کتاب الحق	ابن العربی	ٹونک، آصفیہ	
	کتاب الخلوۃ	ابن العربی	خدابخش	
	کتاب الدعوۃ التامۃ (الوصیۃ الحدادیہ)	ابو محمد حبیب الحداد باعلوی م ۱۱۳۲ھ	رضا	
	کتاب الدلیل والبرہان	محمد بن حامد الصفدی	خدابخش	
	کتاب الرضا بالقضا	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید	،،	
	کتاب السبعیات	ابو النصر محمد بن عبد الرحمن الہمدانی	رضا	
	کتاب سعد الدین الحموی الیٰ ابن العربی		ایشیاٹک	
۵۷۰	کتاب السلوک		خدابخش پھلواری	
	کتاب شروط الخرقہ	ابن العربی	رضا	
	کتاب الصوفیۃ فی امور الشاذلیہ	احمد بن محمد عباد الشافعی	آصفیہ	
	کتاب العزلۃ	ابن العساکر الدمشقی م ۵۷۱ھ	رضا	
	کتاب العشرۃ		،،	
	کتاب الفوائد	عبداللہ بن حسن طاہر	،،	
	کتاب فی السماع		جامعہ	
	کتاب فی مراتب علوم الوہاب / مراتب الوجود	ابن العربی	خدابخش، ٹونک، رضا، آصفیہ	
	کتاب قصار الامل	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید البغدادی "ابن ابی الدنیا"	رضا	
۵۸۰	کتاب قمع الحرص بالزہد والقناعۃ	شمس الدین ابو عبداللہ الانصاری م ۶۷۱ھ	،،	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۵۸۲	کتاب مالابد من الوارد	ابن العربی	آصفیہ	
	کتاب ماہیۃ القلب	ابن العربی	رضا	
	کتاب مائۃ اسئلۃ	ابن العربی	رضا	
	کتاب المجاہدۃ	سیدی عقیل بن عمر العلوی	رضا	
	کتاب محاسبۃ النفس	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید البغدادی ابن ابی الدنیا		
	کتاب المحبۃ ووصول العبد الی ربہ		آصفیہ	
	کتاب مراثی	(سیدی عقیل بن عمر العلوی)	رضا، ایشیاٹک	
	کتاب میان اللہ فی معرفۃ بیان من کل بیان	یوسف بن محمد المکی	ایشیاٹک	
	کتاب معرفۃ النکاح		خدابخش	
۵۹۲	کتاب المقامات	ابن العربی	رضا	
	کتاب المقامات العشرہ	محمد بن پیر علی البرکلی م [illegible]	"	
	کتاب من عاش بعد الموت	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید البغدادی ابن ابی الدنیا	"	
	کتاب موازرۃ الاخوان	شرف الدین الحسینی الحمیری	"	
	کتاب نسیم السحر	عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی	خدابخش	
	کتاب النصائح	عبداللہ بن علوی بن محمد الحداد باعلوی	آصفیہ	
	کتاب النصوص	ابن العربی	رضا	
	کتاب النفحات	صدرالدین القونوی م ۶۷۳ھ	جواہر	
	کتاب الہتیا	ابن العربی	آصفیہ	
	کتاب مستجاب الدعوات	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید البغدادی	رضا	
	کتاب الوظائف المرجع		خدابخش	
	کرامات شیخ امداد علی	ورثات علی صدیقی	جمیعت پیروسٹی	
	کسر الشہوتین		آصفیہ	
	کشف الحقائق	خواجہ صادق شیخی	آصفیہ	
۶۰۲	کشف الرموز	غیاث الدین حسین	خدابخش	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۶۰۵	کشف العقائد	حاجی فرید محمد بن محمد البخاری	ٹونک	
	کشف الغایات (شرح التجلیات الالٰہیہ)	عبد الکریم الجیلی	رضا	
	کشف الغایات فی شرح ما اکتنفہ علم التجلیات		آصفیہ	
	کشف الغین عن کلام اہل العین	محمد یوسف بن شیخ الواعظی / محمد یوسف بن شیخ داؤد الصوفی	سالار و آصفیہ	
	کشف النصوص	رفیع الدین	حبیب گنج	
	کشف النقاب عن سر الحکم	شیخ صدر الدین القونوی	آصفیہ	
	الکشف والبیان شرح قصیدہ شیخ الرئیس		"	
	کشف الوجود شرح تائیہ ابن فارض	عز الدین محمود الکاشی ۷۳۵ھ	آصفیہ	
	کشکول	منور شاہ چشتی القادری	آصفیہ	
	الکشکول البہائی	محمد بن حسین	ایشیاٹک	
۶۱۳	کفایۃ لطالب الربانی فی الرسالہ ابی زید القیروانی	ابو الحسن المالکی	[illegible]	
	الکفایہ فی شرح الہدایہ	عبد القادر الفاکہی ۹۸۲ھ	رضا ٹونک	
	کلمات	عبد الخالق	صولت	
	کلمات الاولیا		آصفیہ	
	کلمات الحق	مع صاحب علی الکندی	پٹنہ یونیورسٹی	
	کلمات طریقہ مقالات شرعیہ	محمد بن مرتضیٰ	آصفیہ	
	کلمۃ الحق	عبد الرحمن	"	
	الکمالات الالٰہیہ فی صفات المحمدیہ	عبد الکریم بن ابراہیم الجیلی	خدا بخش	
	کمال الیقین	احمد بن ادریس الحسنی	ایشیاٹک	
	کنز العرفان		آصفیہ	
	الکواکب الدریہ فی تراجم السادات الصوفیہ	محمد بن عبد الرؤف	ٹونک	
	الکواکب الزاہرہ فی اجتماع الاولیا	عبد القادر بن حسین بن علی الشاذلی	ابو الخیر، آصفیہ	
	الکواکب الزاہرہ فی افتتاح الذکر و اختتام		ایشیاٹک	

(ل)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۶۲۷	لباب الفتوحات من فتوحات المکیہ	شیخ محمود بن عبد الکاشانی	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۶۲۸	لطائف العوارف	ابوالحسن علی القریشی	پٹنہ یونیورسٹی	
	لولو الحسن الساطعۃ فی بعض مناقب ذی الاخلاق الرائقۃ (حیات عثمان المیرغنی)		ایشیاٹک	
	لوامع البرق الموہن	قطب الدین عبد الکریم بن ابراہیم بن سبط عبد القادر الجیلی م ۸۳۲ھ	آصفیہ، رضا	
	لوامع الغیب	سید صدر الدین القونوی	آصفیہ	
	اللوامع المشرقۃ بمعانی العدد من الاسرار المولفۃ		"	
	(م)			
	لا بد منہ فی التصوف	شاہ کلیم اللہ صدیقی	جامع مسجد	
	ما لا بد منہ	ابن العربی	خدابخش	
	المجالس المحمدیہ		جامع مسجد	
	مکارم الاخلاق	ابو نصر الحسن بن الفضل الطبرسی	رضا	
	مجمع الاسرار کشف الشام بشرح رسالۃ استخدام	شمس الدین محمد مرد ذکر اللہ	آصفیہ	
۶۳۸	مجمع السلوکین	خیر الدین بن محمد زاہد النقشبندی	"	
	مجموعۃ الرسائل	محمد ابن اسعد	ابوالخیر	
	مجموعۃ رسائل فی التصوف (۲۷ رسائل)	ابن العربی	آصفیہ	
	مجموعۃ الرسائل فی التصوف	محمد ابن محمد الجزری	"	
	مجموعۃ رسائل قونوی	صدر الدین القونوی	"	
			۳	
	مجموعۃ فی التصوف	احمد بن محمد	سالار	
	مجموعۃ الرسائل	الغزالی	"	
	مجموعۃ المشجرات		ایشیاٹک	
	مجموعۃ فاتحۃ العلوم		آصفیہ	
۴۰	مجموعۃ منبہات وغیرہ، منبہات	ابن حجر العسقلانی	"	
	المحبۃ فی حب اللہ، الرسالۃ فی محبۃ اللہ			
	محاکمۃ الصادقیۃ		آصفیہ	
	مختصر الاخیار	ابو زکریا یحیٰ بن محمد بن موسیٰ	خدابخش	
۶۵۰	مختصر مطلع خصوص الحکم	محب اللہ الہ آبادی م ۱۰۵۸ھ	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۶۵۱	مرآة العارفین	حسین ابن علی	آصفیہ	
	مرآة العارفین فی ملتمس زین العابدین		آصفیہ، مدراس، ایشیاٹک	
	مرآة العارفین فی ما تمیز بین العابدین		خدابخش	
	مرآة الشاہدین		مدراس، محمدی	
	مرآة المعانی الی ادراک العالم الانسانی	ابن العربی	آصفیہ	
	المرشدہ	صدرالدین القونوی	مد، ایشیاٹک	
	مرشد الانام الی دار السلام لشرح شرعۃ الاسلام	محمد ابن عمر خوردہ آفندی	ٹونک	
	مرشد الطلاب	محی الدین ابو محمد مصطفی البکری م ۱۱۶۲ھ	رضا	
	مرشد الطلاب الی الکریم الوہاب		ایشیاٹک	
	مسائل الرہبان	ابو یزید البسطامی	آصفیہ	
۶۶۱	مسائل حاتم	ابو عبدالرحمن حاتم بن عنوان الاصم م ۲۳۷ھ	رضا	
	مسائل الحق		آصفیہ	
	مسائل الحقائق		"	
	مسائل علم التوحید	عبدالغنی بن اسماعیل النابلسی	خدابخش	
	مسکن الفواد	زین الدین محمد بن عبداللہ العاملی	رضا	
	مسلک الاتقیا شرح قصیدہ ہدایۃ الاذکیا	شیخ احمد المعبری	آصفیہ	
	المسلک المختار	ابراہیم بن حسین الکردی م ۱۱۰۱ھ	رضا	
	مسلک صفات الذاکرین	ابو عبدالرحمن محمد بن الحسین بن محمد السلمی م ۴۱۲ھ	"	
	مشارع ابواب القدس	عبدالکریم بن ابراہیم	"	
	مشارق الانوار فی فضل الورع من السنۃ و کلام الاخیار	علی بن محمد معروف باصغر کوا [illegible]	آصفیہ	
	مشاہد الاسرار القدسیہ	ابن العربی	خدابخش، رضا	
	مشرع الورود	ابراہیم بن حسین الکردی الکورانی ۱۱۰۱ھ	"	
	معاند الشیطان	ابن تیمیہ	"	
۶۷۰	مصباح الانس شرح مفتاح الانس	شمس الدین محمد بن حمزہ الفناری م ۸۳۴ھ	خدابخش، آصفیہ، بوہار، ندوہ، [illegible]	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
٦٧٥	مصباح الانس شرح مفتاح الغیب	(ابو المعالی محمد بن اسحق بن محمد)	آصفیہ	
	مصباح الطالبین	محمد علی الکجراتی م بعد ١١٢٥ھ	رضا	
	المصادرة فی علم الظاهر والباطن	ابن العربی	رضا	
	مطلع الجود	ابراهیم بن الحسین الکردی م	رضا، ایشیاٹک	
	مطلع النیرین	ابو عبد الله محمد عاشور البخاری	״	
	مظاهر النور (شرح مظهر النور)	نور الهدی بن قمر الدین اورنگ آبادی	آصفیہ، رضا، ٹونک	
	مظهر النور	قمر الدین بن حبیب الله اورنگ آبادی	آصفیہ	
	معارج الالباب فی کشف مداولة الافراد والاقطاب		ایشیاٹک	
	المعارف فی شرح العوارف	عبد القدوس بن اسماعیل الگنگوهی	دیوبند، ایشیاٹک، ماہ لقا، آصفیہ	
	مآثر القاصدین معالم منهاج الفاصلین	ابو القاسم غایت	ایشیاٹک	
٦٨٥	معالی الهمة / معالی الهمم	جنید البغدادی	رضا، جامع، علیگڑھ، آصفیہ	
	المعانی الدقیقة الوفیة فیما یلزم نقباء السادة (الصوفیة)	شیخ الاسلام محمد بن شعیب	آصفیہ	
	معدن الجواهر ونزهة الخواطر	ابو الفتح محمد بن علی بن عثمان م ٧٩٢	رضا	
	المعدن العدنی فی فضائل اویس القرنی	ملا علی القاری	خدابخش	
	مناسط الاثر	محب الله الٰہ آبادی م ١٠٥٨ھ	رضا	
	مفاتیح الخزائن العلیہ	ابو الحسن علی بن محمد الشاذلی م ٨٠٧ھ	״	
	مفاتیح الجنان ومصابیح الجنان (شرح شرعة الاسلام)	یعقوب بن سید علی	ٹونک	
	مفاتیح الغیوب	عبد الوہاب بن ولی الله المکی م ١٠١١ھ	رضا	
	مفاتیح الفصوص	صدر الدین القونوی	ابو الخیر	
	مفاوضات العرفانیہ	صفی خالد بن حسین ابن حسن بن کمال الیلی	آصفیہ	
	مفتاح التوحید فی بیان کلمة التوحید	عبد الرحمن	ٹونک	
	مفتاح الجنان		خدابخش، ناصریہ	
	مفتاح السرائر وکنز الذخائر	ابو بکر بن سالم السقاف الیمنی م ٩٩٢ھ	بوہار، آصفیہ، علیگڑھ	
٦٩٨	مفتاح الطالبین	کمال الدین محمود الغجدوانی	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۶۹۹	مفتاح غیب الجمع والوجود		آصفیہ	
	مفتاح الغیب شرح فتوح الغیب			
	مفتاح الفلاح	بہاء الدین العاملی	سبحان اللہ، رضا	
	المقاصد السنیۃ فی اداب السادۃ الصوفیۃ	محمد بن خلیل بن ابراہیم الطرابلسی	الیشیائک	
	مقاصد منہاج العابدین	عبدالوہاب الشعرانی	خدابخش	
	مقدمات العشرۃ	ابن الفناری	الیشیائک	
	المقصد الاقصیٰ	الغزالی	آصفیہ	
	المکاتبۃ بین ابی الغیث وابن علوان	ابو الغیث بن جمیل الیمنی، صفی الدین احمد بن علوان الیمنی	رضا	
	المکاتیب والوصایا	سید شریف عبداللہ بن علوی ۱۲۵۱ھ	مدراس	
	المکتوبات	عبدالقادر الجیلانی	خدابخش	
۱۷۰۹	مکتوب الشیخ العارف النقشبندی	خالد الکردی	ابوالخیر	
	المکشوفات الوجدانیہ تحقیق الاذکار	محمد کریم الدین بن محمد حسن خیر آبادی	سالار	
			پشنہ یونیورسٹی	
	ملفوظات و مقولات		خدابخش، ابوالخیر، صولت، آصفیہ، پشنہ یونیورسٹی، ٹونک	
	منازل الابرار		جامع مسجد	
	منازل السالکین	علی بن شہاب الدین الہمدانی ۷۸۶ھ	رضا، آصفیہ	
	مناقب احمد بن ادریس		الیشیائک	
	مناقب الشیخ عبدالقادر الجیلانی	محمد حسین	جامع مسجد	
	المنتخبات	رمضان بن عطر بن رمضان	خدابخش	
	منتخب مختصر المعانی	حارث بن اسد المحاسبی	الیشیائک، آصفیہ	
۱۷۱۹	المنتخب من شرح اللآلی	رمضان العدوی بن رمضان	خدابخش	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۷۲۰	المنتخب من نزہۃ المجالس	جلال الدین السیوطی	خدابخش	
	[المنتقیٰ من کتاب [التقوی الجہاد والرہبان وحسن الظن باللہ]	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید البغدادی عرف ابن ابی الدنیا	رضا	
	فتوح البیان فی کشف تاریخ الاشتغاد	علی بن عثمان	ایشیاٹک	
	منزل المنازل فی التقربات بالفرائض والنوافل	عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی	آصفیہ	
	المنشورۃ المنظمۃ	ماہ محمد جونپوری	آصفیہ	
	المنح العطائیہ فی شرح حکم العطائیہ	نورالدین شیخی		
	منہاج العارفین		خدابخش، رضا	
	منہج السالک الی اشرف المسالک	نورالدین بن علی بن خلیل المرصفی	آصفیہ	
	المنہل العذب السائغ	مصطفیٰ بن کمال الدین البکری	ایشیاٹک	
	منیۃ الواعظین	شید الحمید بن عبدالرحمن الاکھوری	رضا	
۷۳۰	مواعظ الاتقیاء وزواجر الاغویاء		جامع مسجد	
	المواعظ الحسنۃ	ابن العربی	رضا	
	مواقع الالہام مع شرح رسالہ شیخ رسلان	ابن سینا	آصفیہ	
	المواہب الفتحیۃ علی الطریقۃ المحمدیۃ	محمد بن علی بن محمد بن علان البکری	خدابخش	
	موعظۃ المرید ونصیحۃ التلمیذ	الغزالی	آصفیہ	
	المیزان الخضریہ	عبدالوہاب الشعرانی	ایشیاٹک	
	الحبل المتین	علی القاری بن عبدالنبی العشاقی	ایشیاٹک	
	(ن)			
	نافع السالکین	محمد امین کمانی بن ابی الفتح بن عبدالصمد الکشمیری	رضا	
	النبذہ فی رفع بعض دسائس النفس		"	
	نبذۃ من احوال الشیخ بہاؤالدین النقشبندی		ابوالخیر	
	النبذہ من کتاب البرہان	یحییٰ بن عبدالرحیم الخطیب	خدابخش	
	نجاۃ الفقراء		آصفیہ	
۷۴۲	النجدۃ فی الحکمۃ العملیہ	محمد بن مرتضیٰ بن شاہ محمود الکاشانی	"	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۷۴۳	نسبۃ الخرقۃ و شروطہا	ابن العربی	خدا بخش، آصفیہ	
	النسبۃ المرتبۃ فی المعرفۃ والمحبۃ	ملا علی القاری	خدا بخش	
	نسخۃ الحق الحق	ابن العربی	″	
	نشر المحاسن الغالیۃ فی فضل مشائخ الصوفیہ	عبداللہ بن اسعد الیافعی الشافعی		
	النصائح الدینیۃ	ابو محمد حبیب الحداد الاشعری	رضا	
	النصوص	صدرالدین القونوی	″	
	نعم الفقر	شہاب الدین السہروردی	آصفیہ	
	نفائس العرائس	ابو اسحاق احمد	جامع مسجد	
	النفائس العلویہ	احمد بن زین الحبشی باعلوی	رضا	
	النفحات الالٰہیۃ	صدرالدین القونوی	خدا بخش، آصفیہ	
۷۵۳	نفحات صمدیہ		مدراس	
—	نفحات عطائیہ فی شرح البدایۃ و الکفایہ			
	نقش الفصوص شرح فصوص	شمس الدین بن شرف الدین الدہلوی	آصفیہ	
—	نورالعین و شرح سلک بین			
	النہج الاتم فی تبویب الحکم	نورالدین علی بن حسام الدین الگجراتی	رضا	
	نہج السلوک فی سیاسۃ الملوک (ق)	عبدالرحمن بن نصر ۷۹۲ھ	ہمدرد	
	الواردات الالہامیہ	بدرالدین محمود بن اسرائیل بن قاضی سماونہ	رضا	
	الواردات القلبیہ	محمد بن ابراہیم البنا الغرناطی	″	
	واردات الہمدانی و الکلمات القصار	باباطاہر عریان الہمدانی	رضا	
	وجود الحق الظاہر بجمیع الاشیاء	عبدالغنی بن اسماعیل النابلسی	جواہر	
	وحدۃ الوجود	ملا علی القاری	دیوبند	
	ورد علی الہمدانی		ایشیاٹک	
۷۶۳	ورد عبدالقادر الجیلانی		ایشیاٹک، آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۷۶۴	وصایا السالکین		آصفیہ	
	وصایا العارفین	عبدالوہاب الشعرانی	رضا	
	الوصایا القدسیہ	زین الدین ابوبکر محمد بن محمد الخوافی م ۸۳۸ھ	״	
	الوصیۃ	شہاب الدین السہروردی	خدابخش	
	الوصیۃ	عفیف الدین عبداللہ بن عبدالرحمن بافضل	״	
	الوصیۃ	عبدالقادر الجیلانی	خدابخش	
	الوصیۃ	صدرالدین القونوی	رضا	
	الوصیۃ	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد المقدسی	خدابخش	
	وظائف النبی	عبدالنبی بن احمد الحنفی	ترقانیہ	
	وظیفۃ العارف باللہ	علوان الحموی	ایشیاٹک	
۷۷	الوعاء المختوم علی السر المکتوم	ابن العربی	خدابخش	
	وقایۃ السالک من الآفات والمہالک	الغزالی	״	
	(ہ)			
	ہدایۃ الاذکیاء الی طریقۃ الاولیاء	زین العابدین بن علی بن احمد المعبری	خدابخش، ایشیاٹک	
	بدایۃ التوفیق	شیخ احمد الحموی	خدابخش، ایشیاٹک	
	ہدایۃ الراسخین	محمد بن مرتضی المتخلص بمحسن	آصفیہ	
	الہدایۃ الرحمانیہ	قطب الدین محمد بن عبدالرحمن المکی	رضا	
	ہدایۃ السالکین	محمد خواجہ بن عبدالرحمن القنوجی	״	
۷۸۱	الہدیۃ الانوریۃ		ایشیاٹک	

ضمیمہ

ہندستانی کتابخانوں میں

مخطوطات تصوّف

فارسی و عربی

اخیر میں چند باتیں مزید:

● ہندستان کے کتب خانوں میں موجود مخطوطات تصوف (فارسی و عربی) کی فہرست سمینار سے قبل طبع ہو چکی تھی اور سمینار میں اسی فہرست کو سامنے رکھ کر گفتگو ہوئی، جس کے بعد بیشتر جگہوں پر حذف و ترمیم کی ضرورت محسوس کی گئی، اور جہاں جہاں ممکن ہوا اسی فہرست میں سمینار کے فیصلے کے مطابق حذف و ترمیم کر دی گئی۔ یہ صفحہ ایک تا ۴۴۱ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ بحث کے نتیجہ میں جو نئی باتیں سامنے آئیں اُن اضافہ شدہ مواد کو ضمیمہ کے طور سے پیش کر دیا گیا ہے۔

● باوجود کوشش کے کچھ مخطوطات، کچھ فہرستیں، کچھ اطلاعات فہرست کی طباعت کے بعد موصول ہوئیں۔ ایسے مخطوطات کو ضمیمہ میں شامل کر لیا گیا ہے، اور جن کتابوں کے نام جامع فہرست میں آچکے ہیں لیکن ان کی موجودگی سے متعلق بعض کتب خانوں کے نام آنے سے رہ گئے تھے انھیں بھی ضمیمہ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

● جامع فہرست مختلف کتب خانوں کی مطبوعہ فہارس یا مختلف اصحاب کی مرتبہ اور مرسلہ خطی فہرستوں کی بنیاد پر ترتیب دی گئی ہے اور مختلف فہرستوں میں بہ قرینۂ غالب ایک ہی کتاب کے مختلف نام یا ایک ہی مصنف کے مختلف اسماء یا القاب کا اندراج ممکن ہے۔ بعض جگہوں پر کتاب کے معروف ہونے کے باوجود مصنف کا نام چھوڑ دیا گیا ہے۔ ان صورتوں میں جن ماخذ سے یہ فہرست مرتب کی گئی ہے اُن کے اندراجات میں حتی الوسع کوئی ترمیم نہیں کی گئی ہے اس لیے کہ بغیر تحقیق کے ان کی مطبوعہ/مرسلہ خطی فہرستوں میں ترمیم کرنا مناسب نہ تھا۔

● مندرجہ ذیل صاحبوں نے اپنی دسترس میں محفوظ ذخیروں اور کتب خانوں کی فہرست ارسال کی اور جامع فہرست کو مکمل کرنے میں جو معاونت کی اس کے لیے فرداً فرداً ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے:

● ڈاکٹر شمس الدین، شعبہ فارسی، کشمیر یونیورسٹی (شعبہ تحقیق و اشاعت کشمیر یونیورسٹی)، ● صلاح الدین محمد ایوب طالب (کتب خانہ باقیات مدراس، کتب خانہ جامع عثمانیہ، حیدرآباد) ● ڈاکٹر محمد صابر، سیتامڑھی (ایشیاٹک سوسائٹی، بنگال کلکتہ، نیشنل لائبریری کلکتہ) ● شاہ امین اللہ پھلواری، خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف پٹنہ (کتب خانہ خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف پٹنہ) ● سید شاہ محمد اسماعیل (ایشیاٹک سوسائٹی، بنگال، کلکتہ) ● ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری، سری نگر (ریسرچ لائبریری، سری نگر) ● حکیم سید ظل الرحمٰن، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (ذاتی ذخیرہ) ● کاظم علی خاں، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ (کتب خانہ ناصریہ، لکھنؤ) ● ڈاکٹر طلحہ رضوی برق، دانشکدہ، ملکی محلہ، آرہ (ذاتی ذخیرہ) ● سید شاہ شمیم منعمی، خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ سٹی (کتب خانہ خانقاہ منعمیہ، پٹنہ سٹی) ● سید شاہ

منظر حسین، خانقاہ پیر دمڑیا، خلیفہ باغ، بھاگلپور (کتب خانۂ خانقاہ پیر دمڑیا، بھاگلپور)۔ • ڈاکٹر رحمت علی خاں، سالار جنگ میوزیم، حیدرآباد (سالار جنگ میوزیم، حیدرآباد)۔ • ڈاکٹر عطا کریم برق (کرزن گلشن، کلکتہ)۔ • محمد عارف خاں صاحب (عربک لائبریری، ٹونک، راجستھان، مولانا آزاد لائبریری، علیگڑھ)۔ • ڈاکٹر تنویر احمد علوی (کتب خانۂ انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی، ہردیال (ہارڈنگ) لائبریری دہلی، دہلی یونیورسٹی لائبریری دہلی، درگاہ شاہ ابوالخیر، چتلی قبر دہلی، مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ، ضلع مظفر نگر، گورنمنٹ اورینٹل لائبریری آندھرا پردیش)۔ • مفتی محمد ظفیر الدین (کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، سہارنپور)۔ • عبدالرزاق فاروقی ڈپٹی مینیجر روضۂ (کتب خانۂ خواجہ بندہ نواز گیسودراز)۔ • اعجاز ترمذی صاحب، لکھنؤ (کتب خانۂ ناصریہ، لکھنؤ)۔ • محمود حسن قیصر صاحب، علیگڑھ (مولانا آزاد لائبریری علیگڑھ)۔ • سید نظام الدین کاظمی صاحب (لائبریری انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، دہلی۔ رضا لائبریری، رام پور۔ کتب خانۂ آصفیہ، حیدرآباد۔ کتب خانۂ ابوالحسن زید فاروقی۔ نیشنل میوزیم، دہلی۔ ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ۔ کتب خانۂ مدرسہ محمدی، مدراس)۔ • حکیم سید کمال الدین حسین ہمدانی، علیگڑھ (ذاتی کلکشن)۔ • انور شاہ صاحب، علیگڑھ (جواہر میوزیم، علیگڑھ)۔ • مظفر نبی بن علیم الدین، نبی صاحب (ذخیرہ مجیبیہ، فتوحہ، پٹنہ)۔ • رئیس احمد نعمانی صاحب (ندوۃ العلماء لکھنؤ)۔ • عطا خورشید صاحب (خانقاہ منعمیہ ابوالعلائیہ، گیا (کتب خانۂ خانقاہ منعمیہ ابوالعلائیہ، گیا)۔ • مجتبیٰ علی خاں صاحب، مدرسۃ الواعظین، لکھنؤ (مدرسۃ الواعظین لکھنؤ)۔ • ڈاکٹر رفیقی، شعبۂ تاریخ، کشمیر یونیورسٹی (اورینٹل ریسرچ ڈپارٹمنٹ، سرینگر)۔ • ڈاکٹر محمد افضل اقبال (کتب خانۂ سعیدیہ، حیدرآباد)۔ • ڈاکٹر سید وحید اشرف، دانشگاہ مدراس (کتب خانۂ گورنمنٹ، مدراس)

• مختلف حضرات سے درخواست کی گئی تھی کہ اس فہرست سے متعلق اجمالی طور پر یا تفصیلی طور پر اپنی رائے پیش کریں تاکہ ان کی آراء کی روشنی میں تصحیح کا کام کیا جا سکے۔ ہم مندرجہ ذیل لوگوں کے شکر گذار ہیں کہ انھوں نے اجمالی/تفصیلی رائے سے معاونت کی: محمود حسن قیصر صاحب۔ ڈاکٹر میر نجم الدین علی خاں صاحب۔ ڈاکٹر رحمت علی خاں صاحب۔ ڈاکٹر عارف نوشاہی صاحب۔ ڈاکٹر وحید اشرف صاحب اور ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب۔ آخر الذکر دونوں فاضلوں نے اپنے دو طبع شدہ مقالے بھی عنایت کیے جن کا اس مجموعے میں اضافہ کر دینا بہت مناسب لگا۔

• بعض کتاب خانوں/ذخیروں کی فہرستیں بعد میں موصول ہوئی ہیں اس لیے فہرست مخففات میں ان کی تفصیل شامل نہیں کی جا سکی، ذیل میں درج کی جاتی ہے:

سعیدیہ = کتب خانۂ سعیدیہ، حیدرآباد
شبلی/ندوہ = شبلی لائبریری ندوۃ العلماء، لکھنؤ
کاندھلہ = مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ، مظفر نگر
سہارنپور = جامعہ مظاہر العلوم، سہارنپور
کاکوری = خانقاہ کاظمیہ، کاکوری شریف
ہندو یونیورسٹی = بنارس ہندو یونیورسٹی، بنارس

••

ضمیمہ

جامع فہرست میں جن کتابوں کے نام مختلف اسباب کی وجہ سے چھوٹ گئے ہیں انھیں اس ضمیمہ میں شامل کیا گیا ہے

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ
۲۲۳۵	آداب المذکر	فضل اللہ اصفہانی	علیگڑھ	۲۲۵۹	تائید الحق	محمد ظہور اللہ	ٹونک
	آداب المجالس در ترک دنیا	محمد رفیع واعظ	پھلواری		تحفۃ الابرار فی مناقب المدار	عزیز اللہ مداری	علیگڑھ، ٹونک
	احسانیہ	شاہ نظام الدین بلخی	پیر محمد شاہ لائبریری احمد آباد		تحفۃ السعداء		رضا
	احسن الشمائل	خواجہ کامگار خاں	علیگڑھ		ترجمہ خطبۃ البیان	خواجہ دیدار	علیگڑھ
	احوال سید برکت اللہ عشقی و شیخ نظام ضمیری		"		ترجمہ عوارف المعارف	قاسم داؤد خطیب م ۹۶۳ھ	علیگڑھ
	احوال شاہ گدا مارہروی	برکات اللہ بخش مارہروی (م ۱۲۵۳ھ)	"		ترجمہ عین العلم	مولانا تقی الدین مرادآبادی	دیوبند
	احوال شاہ تجلی اللہ و دیگر سادات بلگرام		"		ترکیب ختم تسبیح و درود	محمد احمد بن شیخ علی بلگرامی چشتی	علیگڑھ
	اسرار الطاہر فی معرفۃ ترقی الاکابر	محمد عثمان بن محمد ابی بکر در میرٹھی	ہمدرد		تجلیات الاولیاء		ٹونک
	اصطلاحات صوفیہ		ٹونک		تلامیذ محمدیہ	محمد احمد بلگرامی	علیگڑھ
	اصطلاحات صوفیائے کرام		ٹونک	۲۲۶۸	تنبیہات	عامل عاشق محمد	"
۲۲۴۵	اصول حافظیہ		ٹونک		تنبیہ الغافلین	جلال الدین احمد اردستانی	"
	اعمال اشغال سہ تادوریم بایزیدیہ		علی گڑھ		جذبات شاہ عالم	سید محمود بن عبد اللہ بن محمود م ۹۰۰ھ	"
	افادات خواجہ دیدار		خدابخش		جنت الفردوس	نصیر الدین بن منجو	"
	اقتباس الاثر ترجمہ دعائے حزب البحر	مترجم: محمد حافظ حسین	شمسی		جوابات چہار سوالات	شاہ مدار م ۸۳۸ھ	"
	الف الانسانیہ	خواجہ دیدار	خدابخش		جواہر ارادت برکت کنز الاصفیا		"
	ابیات خواجہ معین الدین چشتی		دیوبند		چہار دہ مراتب زنان		ٹونک
	بحر زخار	وجیہ الدین اشرف	علیگڑھ، کاکوری		چہار انواع	برکت اللہ عشقی م ۱۱۴۲ھ	علیگڑھ
	بحر طویل		ٹونک		چہل ناموس	ضیاء الدین نخشبی	خدابخش
	بحر العجب		ٹونک		چہار عنوان	خواجہ افضل کاشی	"
	بحر المعانی	محمد نصیر الدین	خدابخش		چہار کلمہ	احمد بن جلال کاشانی	"
	پنج رسالہ	خواجہ افضل کاشانی	خدابخش		حاشیہ ساکھی خالق داد	برکات اللہ شاہ	علیگڑھ
	پنج مجلس	ضیاء الدین نخشبی	گیا		حالات شاہ کلیم اللہ	سید آل شاہ محمد م ۱۲۰۷ھ	"
۲۲۵۸	پندنامہ		خدابخش	۲۲۸۰	حاشیہ مرآۃ المحققین		"

نوٹ: بشکریہ نثار احمد فاروقی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
۲۲۰۷	حالات معین الدین چشتی		علیگڑھ
	حال امراء اید انصاری		"
	حقیقت الحقائق	اتقیاء اسلام ۱۸ م ۱۲ /	علیگڑھ
	حقیقت توحید در تحقیق بعض دعویٰ	نظام الدین تھانیسری (۱۰۲۲)	"
	الحقیقة المحمدیة (ترجمہ)	وجیہ الدین گجراتی	آصفیہ، خدابخش رضا
	حقیقت معرفت	بڈھن شاہ قلندر (م ۱۰۲۳)	دیوبند
	حدوث ظہوری	شاہ نور محمد	ظل الرحمن
	خزائن الاسرار فی ذکر الابرار	حاتم علی شاہ پوری	علیگڑھ
	خلاصة الارشاد (دیباچہ)	محمد نور اللہ	"
۲۲۱۰	خلاصة السلوک	ہری لال بن بال چند	"
	خوان شکر (احوال حضرت گنج شکر)	نور محمد جانندپوری	دیوبند
	دائرہ جنت		خدابخش
	در نظم	عبدالعلی بن سید بن (مترجم)	پھلواری
	دقائق الحقائق	عنایت اللہ حسینی (مترجم)	پیر دوشریا
	دقیقة السالکین	[illegible]	گیا
	راحت القلوب	شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری	بجنبہ
	راز تصدیق	جلال الدین احمد رودشانی	علیگڑھ
۲۲۲۰	رسالہ آداب الذکر	جعفر محمود (دیوسید قلندر)	ٹونک
	رسالہ بدایة	یعقوب صرفی م ۱۰۰۳ھ	خدابخش، علیگڑھ
	رسالہ اثبات واجب	خواجہ محمد دہدار	خدابخش
	رسالہ اجوبہ	سید علی ہمدانی	ٹونک
	رسالہ احسانیہ	شیخ نظام الدین تھانیسری	علیگڑھ
	رسالہ اذکار مرتبہ	عبدالرزاق بن شاہ عبدالحی	"
	رسالہ اذکار	عبداللہ صدیقی	"
	رسالہ ارشاد السالکین (ارشاد السالکین)		
۲۲۳۰	رسالہ اساس الاذکار		ٹونک

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
۲۲۰۸	رسالہ استعداد الآخرہ		خدابخش
	رسالہ اسمائے الٰہی		ٹونک
	رسالہ امام جعفر صادق		خدابخش
	رسالہ اوراد چشتیاں	عبدالرحمن چشتی م ۱۰۹۴ھ	علیگڑھ
	رسالہ بر سالک طریقت		خدابخش
	رسالہ برہان الواصلین	گیسو دراز	ٹونک
	رسالہ بندگی	شیخ جمال الحق ہانسوی	گیا
	رسالہ تصوف دربیان عشق		ٹونک
	رسالہ توحید	مرزا محمد فاضل	خدابخش
۲۲۱۶	رسالہ توحید		ٹونک
	رسالہ توحید وجودی		"
	رسالہ تجلیات	عزیز نسفی	"
	رسالہ جمال الدین حسینی		خدابخش
	رسالہ چہار در زوار	شیخ حسن محمد بن احمد چشتی	علیگڑھ
	رسالہ حال کاف		پھلواری
	رسالہ حل لاینحل	جامی	خدابخش
	رسالہ حواس خمسہ		ٹونک
۲۲۲۴	رسالہ خواجہ معین الدین چشتی		پیر دوشریا
	رسالہ دائرہ وجود	شیخ رکن الدین	ٹونک
	رسالہ در اثبات علم لدنی	رسالی	"
	رسالہ در اذکار	عبدالملک بن علی صدیقی	علیگڑھ
	رسالہ در اذکار و اشغال		"
	رسالہ در اذکار در سلوک	محمد اسحٰق بن نور محمد گجراتی	"
	رسالہ دربیان توحید	ابوالعلیٰ محمد حسن محمد چشتی م ۱۰۹۴	"
	رسالہ دربیان خاتم خلفائے خاص		"
۲۲۳۲	رسالہ دربیان سلسلہ نقشبندیہ	احمد بن جلال کاشانی	"

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
۲۲۳۴	رسالہ دربیان نقل بزرگان	سید محمود	ٹونک	۲۲۶۰	رسالہ صوفی حمید الدین ناگوری		بخش
	رسالہ دربیان نکات	عبدالجلیل	,,		رسالہ تصوفیہ	محمد حیات سیالکوٹی	ٹونک
	رسالہ در ترتیب ذکر و طاعت		علیگڑھ		رسالہ طبابت	خواجہ علی رامتنی	علیگڑھ
	رسالہ در تصوف	مجدد الف ثانی	ٹونک		رسالہ عبداللہ شطاری		خدابخش
	ایضاً	نصیر الدین چراغ دہلی	علیگڑھ		رسالہ عثمان ہارونی		خدابخش
	ایضاً	علی متقی	,,		رسالہ مجیبہ در معرفت	محمد بن قاسم	ٹونک
	ایضاً	محمد گل عبدالاحد فاروقی	,,		رسالہ غوث الاعظم		خدابخش
	ایضاً	آل مدین حمزہ جگرسی	,,		رسالہ عین المعرفت		خدابخش
	ایضاً	خواجہ حسن عطا	,,		رسالہ فوائد الاذکار	یعقوب چرخی	ٹونک
۲۲۴۳	رسالہ در ذکر تقریر بدیع الدین شاہ مدار	عوض علی	,,		رسالہ مختصر در تصوف		پھلواری
	رسالہ در احتیہ ذکر لا الہ الا اللہ	احمد بن جلال کاشانی	,,	۲۲۷۰	رسالہ مراتب عوالم خمسہ	شیخ محمد	علیگڑھ
	رسالہ در ذکر خواندن اسمائے حسنیٰ		,,		رسالہ معین الدین چشتی		خدابخش
	رسالہ در علم تصوف		ٹونک		رسالہ مقامات	شیخ فرید الدین	ٹونک
	رسالہ در فقر و فقراء		,,		رسالہ ملفوظات		ٹونک
	رسالہ در مراتب توحید		,,		رسالہ نجیبیہ	شیخ نجیب الدین فردوسی	گیا
	رسالہ در وحدۃ الوجود		,,		رسالہ وجودیہ چشتیہ	خواجہ اجمیری	علیگڑھ
	رسالۃ الذکر	عبدالجبار بن عبدالوہاب	علیگڑھ		رسالہ وجودیہ	میر سید شریف الدین	ٹونک
۲۲۵۱	رسالہ ذکر قلندریہ	شاہ عبدالرسول خلیفہ حضرت شاہ مجتبیٰ لاہوری	گیا	۲۲۷۷	ایضاً	بدیع قرماں	ٹونک
	رسالہ سر العاشقین		خدابخش		رسالہ وحدت الشہود		ظل الرحمٰن
	رسالہ روح	محمد بن ابی سعید کالپوی	علیگڑھ		رسالہ وصول	نجم الدین کبریٰ	علیگڑھ
	رسالہ روح و نفس	عبدالجلیل الہ آبادی	,,		رسالہ وصول		,,
	رسالہ روح و نفس	اشرف الدین	,,		رسائل الارشاد	محمد خلیل اللہ نقشبندی	,,
	رسالہ سوال جواب	خواجہ محمد پارسا	خدابخش		رواحہ	علی محمد بن ابی سعید	ٹونک
	الرسالۃ الشریفہ	حضرت عزیزاں	ٹونک		روح نامہ	مرزا کابلی بیگ	,,
	رسالہ شطاریہ و دیگر مباحث سائل		خدابخش		روضۃ النواظر لریاستہ متفق		
۲۲۵۹	رسالہ شرح خرقہ پوشی	محی الدین	ٹونک	۲۲۸۵	زاد الآخرۃ	غزالی	[illegible] پھلواری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ
٢٢٨٦	زبدۃ العارفین	شاہ عبدالرحمن	ٹونک	٢٥١٣	شرح عوارف المعارف موسوم مصباح الہدایۃ و مفتاح الکفایہ	عزالدین بن علی الکاشانی	خدابخش
	زنبیل قلندریہ	میر شمس الدین قدری	گیا		شرح عین العلم		ٹونک
	ساز و پیراز شاہان	خواجہ افضل الدین کاشانی	خدابخش		شرح کنت کنزاً مخفیا		علیگڑھ
	سراج الابرار		ٹونک		شرح لوائح	عبداللہ مہدی	ٹونک
	سراج السادات	عبدالقادر	علیگڑھ		شرح مجلس الیوان		،،
	سراج الہدیٰ احوال فخر الدین چشتی	نور محمد جاند پوری	دیوبند		شرح مخزن اسرار	امان اللہ پوری	،،
	سراج الہدایت	احمد سیاہ پوش جوی	علیگڑھ		شرف الملابس	محمد بن احمد قلندری	علیگڑھ
	سرور الصدور	صوفی حمید الدین ناگوری م ٦٧٣ھ	،،		الشفقۃ المشیخہ	عالم ابن ناصر الدین علی القرشی الہانسوی	گیا
	سلاسل الانوار فی سیر الانوار	نوازش علی بلگرامی ابن حضرت شیخ جعفر	،،		ضیاء القلوب	احمد سبز پوش	خدابخش
	سلسلہ قادریہ	مولوی اسمٰعیل	ٹونک		عبادات الغوثیہ	محب اللہ الہ آبادی	علیگڑھ
٢٢٩٦	سلم السموات	ابوالقاسم گازرونی	علیگڑھ	٢٥٢٢	عرفان الحق	سید محمد علی	ٹونک
	سوال و جواب دارا شکوہ و بابا لال سائیں گوسائیں لال		،،		عرفانیہ	صدرالدین قطب الطب شارح	علیگڑھ
	سوانح العشاق	شیخ عبدالکریم لاہوری	ٹونک		عقائد الصوفیہ	فیروز الصوفی م ١٠٩٥ھ	رضا
	شجرہ سلسلہ خواجہ نقشبند	محمد امین ابن عبداللہ قزوینی	علیگڑھ		علمیہ	احمد بن جلال کاشانی	خدابخش
	شجرہ سلسلہ رفاعیہ		نخل الرحمن		عین المحبت	یعقوب بن صالح	علیگڑھ
	شجرہ سلسلہ قادریہ		علیگڑھ		فتح العارفین	محمد ثناء اللہ	ٹونک
	شرح اسماء الحسنیٰ	یعقوب ابن عثمان غزنوی	،،		تحفۃ الثابت سر الاصل الثابت	میر محمد یوسف بلگرامی	علیگڑھ
	ایضاً	عبدالحق محدث دہلوی م ١٠٥٢ھ	،،		فوائد	شرف الدین احمد یحییٰ منیری	خدابخش
٢٥٠٢	ایضاً		،،	٢٥٣٠	فوائد نقشی	خواجہ حسن مودودی	،،
	شرح برہان العاشقین		ٹونک		قصیدہ علی وصلی لہ		علیگڑھ
	شرح تسہیل کاف	ارتضیٰ خان گوپاموی	علیگڑھ		القول الجلی	محمد عاشق پھلتی	کاکوری
	شرح خیر الاحباب		،،		کاشف الاسرار شرح حضرت غوث	حسن بن حسین بلخی	خدابخش پٹنہ
	شرح دلائل الخیرات	محمد فاضل ابن محمد عارف	پھلواری		کتاب معلوم در ذکر اولیاء		ٹونک
	شرح رباعی		ٹونک		کرامات شاہ گدا		علیگڑھ
	شرح رباعیات	احمد بن جلال کاشانی	خدابخش		کشف الارواح	جمال الدین احمد اردستانی (م ٨٧٩)	،،
٢٥١١	شرح شجرہ عالیہ قلندریہ	محمد طاہر	علیگڑھ	٢٥٣٨	کفایت اہل الیقین فی ذکر ...	علی المتقی (م ٩٧٥ھ)	علیگڑھ و ٹونک

١۔ مزید دیکھیے افادات شاہ ولی اللہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
٢٥٣٨	کلمۃ الحق	حکیم محمد نذیر حسن سہسوی	گیا	٢٥٦٤	مجموعہ رسائل		ٹونک
	الکلام المنیف فی تحقیق البرزخ والروح	خوب اللہ الہ آبادی	علیگڑھ		مجموعہ رسائل	عبداللہ انصاری	علیگڑھ
	کلمات الاسرار	خلعت اللہ بے خبر	خدابخش		مجموعہ رسائل		،،
	کنز الدقائق	جمال الدین احمد اردستانی	علیگڑھ		محبوب الصدیقین	جمال الدین احمد اردستانی	،،
	کنز الہدایات	محمد باقر بن شرف الدین ملتانی لاہوری	،،		مخزن احمدی	محمد علی	،، دیوبند
	کنز الغنائم	نور محمد چاندپوری	دیوبند		مرأة النور	علی محمد شوق اللہ حسینی	علیگڑھ
	گل و نوروز	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش		مرأة الحقائق المعروف بہ نکات احمدی	احمد قلندری	،،
	گنج مخفی	فرید الدین عطار	ٹونک		مرأة العاشقین	حافظ کرمانی	خدابخش
	گنجینۂ اسرار	شاہ محمد تقی بلخی	بلخیہ		مرأة مداری	عبدالرحمٰن چشتی	خدابخش علیگڑھ
	لب الاسرار	مرزا مظہر جان جاناں	علیگڑھ		مرشد السالکین	ابو محمد عبداللہ بن محمد ترمذی	
٢٥٤٨	لطائف الحقائق		ٹونک	٢٥٧٤	مزرع الحسنات شرح دلائل الخیرات		پھلواری
	لطائف السلوک المحمدیہ	غلام جیلانی	علیگڑھ		مرغوب القلوب	شمس تبریزی	علیگڑھ، ٹونک، فرقانیہ، ابرق
	لطائف شاہیہ		،،		ایضاً	نظام الدین اولیاء	علیگڑھ
	لطائف المرید والمراد	غلام جیلانی	،،		مرغوب القلوب		خدابخش
	مبادی و موجودات نفسانی	خواجہ افضل کاشانی	خدابخش		مسلک العارفین	خواجہ محمد پارسا	علیگڑھ
	مجالس الحسینیہ	محمد چشتی	علیگڑھ		رسالہ مشارب الاذواق	سید علی ہمدانی	ٹونک
	مجالس العشاق	حسین مرزا (م-۹۱۱)	،،		مشیر الانوار	ضیاء الدین احمد	،،
٢٥٥٥	مجامع (ریاض)		خدابخش	٢٥٨١	مصباح الارواح		علیگڑھ
	مجمع الاولیاء	علی اکبر حسینی اردستانی	علیگڑھ		مطلوب العشاق	قادر بخش قادری	ٹونک
	مجموعۂ چند مکاتیب		پھلواری		مظہر الحق فی بیان اسرار السلوک	کمال الحق حسینی	علیگڑھ
	مجموعہ راز	میر محمد صالح کشفی (م-۱۰۶۰)	دیوبند		معارج العرفان	عبدالقدوس گنگوہی	ٹونک
	مجموعہ رسائل (مکتوبات)	شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۸ مکتوبات)	دیوبند		معارف حسنہ	محمد حسین نقشبندی	گیا
	مجموعہ رسائل (۵ رسالے)		،،		معدن الاسرار	علاء الدین فرنگی محلی	خدابخش
	مجموعہ رسائل (۲۰ رسالے)		،،		معرفت الارواح		علیگڑھ
	مجموعہ رسائل (۹ رسالے)		،،		معرفت النفس		،،
٢٥٦٣	مجموعہ رسائل	سید علی ہمدانی	،،	٢٥٨٩	معلومات اسرار القلوب موسوم بہ انوار الغیب	جمال الدین احمد اردستانی	،،

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
۲۵۹۰	معمولات اشرف	سید شاہ عطا حسین فانی گیاوی	گیا	۲۶۱۵	مکتوبات حضرت شاہ ابوالبرکات منعمی	شاہ ابوالبرکات منعمی	گیا
	معنی ابجد		خدابخش		مکتوبات رفاعی	سعید الدین بن نجم الدین	علیگڑھ
	مفتاح المواعظ (احوال حضرت بختیار کاکی)	نور محمد چاند پوری	دیوبند		مکتوبات شاہدی	(امیر عبدالواحد بلگرامی) م ۱۰۱۷	"
	مفتاح الخزائن (شاہ محمد علی امروہوی کے ملفوظات)	شاہ مختار علی بخاری	ٹونک		مکتوبات شرف الدین احمد یحییٰ منیری		"
					مکتوبات شاہ حسن علی	مخدوم شاہ حسن علی منعمی عظیم آبادی	گیا، اسلامیہ
	مفتاح العاشقین (ملفوظات چراغ دہلی)	محب اللہ	علی گڑھ		مکتوبات شیخ مسعود (بنام اخی جمشید)		علیگڑھ
	مقالات شاہ عبدالعزیز دہلوی		ٹونک		مکتوبات قطب الدین شطاری		خدابخش
	المقصد الاسنیٰ	علی المتقی (م ۹۷۵)	علیگڑھ		ملفوظات حضرت انصاری		ٹونک
	مقصد حجم در کتاب	شاہ حبیب اللہ قنوجی	"		ملفوظات حضرت ہاشم		"
	مکاتبات کاشی و سمنانی	علی ابیوردی (مرتب)	"		ملفوظات سید احمد سروجی		"
	مکاتیب		"		ملفوظات شاہ عطا حسین فانی گیاوی	مرتبہ سید شاہ محمد حسین برتی	گیا
۲۶۰۰	مکاتیب (پانزدہم)		ظل الرحمٰن	۲۶۲۶	ملفوظات خواجہ خورد (ک ۱۰۱۱ھ)		علیگڑھ
	مکاتیب شیخ محمد عشقی		ناصریہ		ملفوظات شیخ ترعش (م ۳۳۸ھ)		"
	مکتوب در حق قول مجدد الف ثانی	محمد فرخ	علیگڑھ		ملفوظات عبداللہ شطاری (م ۹۰۰)		"
	مکتوب بنام صاحب البرکات	سید سلطان	"		ملفوظات محمد زمان	ابراہیم بیگ	"
	مکتوب بنام میر محمد اشرف	برکت اللہ عشقی	"		مناجات عبداللہ انصاری		خدابخش، ندوہ
	مکتوب خواجہ گیسو دراز		"		مناقب الاسرار	عنایت اللہ بن حبیب اللہ (م ۱۰۴۹ھ)	علیگڑھ
	مکتوب در عشق	نظام الدین اولیا	"		مناقب شیخ عبدالقادر جیلانی		"
	مکتوب شاہ مدار		"		مناقب المرشدین و ذکر الواصلین	عبدالقادر بن محمد غوث شاہ بیجاپوری	"
	مکتوب شیخ عبدالاحد		ٹونک		منتخب سراج الہدایہ	احمد برنی	ٹونک
	مکتوب غوث الاعظم		شیرانی علیگڑھ، خدابخش		المنتخب للمعروف	محمد معروف	علیگڑھ
	مکتوب محمد صادق سرہندی		علیگڑھ		موصل الطالبین	محمد بن برہان بن محمود بن جلال البخاری	"
	مکتوب مجمع و الملک شرف الدین بہاری		خدابخش		السیر شرح القطبیہ	ابوالمعالی	"
	مکتوبات (کتابت ۱۰۲۶)		علیگڑھ		نذر کریم ابن عطا خواجہ بلقائے خواجہ	حکیم محمد زبیر حسن بلسوی	گیا
	مکتوبات امام ربانی	یار محمد قریشی	"		نسخ ارشادنامہ		خدابخش
۲۶۱۲	مکتوبات مظہر جان جاناں	نعیم اللہ بہرائچی	دیوبند، علیگڑھ	۲۶۳۰	نسخ آیات روح		پیر دریا

× ذخیرہ نثار احمد فاروقی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
۲۹۴۱	نسخۂ قلندریہ		ٹونک
	نصائح ذکر و اذکار و اشغال		٫٫
	نصیحت دل پسند	محمد ابن سعید کالپوی	علیگڑھ
	نصیحت السالکین	احمد بن جلال کاشانی	٫٫
	نقد اسرار	شاہ غلام حسن سنجی	بلجیہ
	نفحات [illegible] ملا اکبر		خدا بخش
	نکات سینیہ	حسین ابن علم	ٹونک
	نکات		علیگڑھ
	نکتہ ہای وحدت		دیوبند
۲۹۵۰	نور الابصار احوال خواجہ اجمیری	نور محمد چاند پوری	دیوبند

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
۲۹۵۱	واردات فخر الدین	بدرالدین (جامع)	ٹونک
	وحدت ارشادات	خواجہ اجمیری	٫٫
	وصیت نامہ	شیخ قطب الدین منور ہانسوی	گیا
	ہدی الطالبین	نجم الدین محمود اصفہانی	خدا بخش
	ہشت بہشت	خواجہ گیسو دراز	علیگڑھ
	ہفت احکام	محب اللہ الہ آبادی	رضا، علیگڑھ، ندوہ
	ہفت اورنگ	جامی	ٹونک
	ہفت تسبیح	خواجہ محمد علی الحکیم الترمذی	علیگڑھ
۲۹۵۹	ینبوع الحیاۃ	خواجہ افضل الدین کاشانی	خدا بخش

عربی مخطوطات

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
۷۹۲	الاجوبۃ اللائقۃ	ابن عربی	آصفیہ
	الاحادیث المسموعۃ من کلام لابی بکر محمد بن حسان البیدوری	وجیہ الدین عبد الرحمن	علیگڑھ
	احکام الدلالۃ	زکریا بن محمد الانصاری	آصفیہ
	الاربعین فی التصوف		سالار
	ارشاد السلوک فی مناقب احمد کبیر رفاعی		علیگڑھ
	ارشاد المریدین	ابن عربی	٫٫
	ارشاد المریدین	ابو حفص عمر بن عبد اللہ بن عبد العزیز السہروردی	خدا بخش
	اسرار النقط	سید علی ہمدانی	اسلام پور
	اصطلاحات الصوفیہ	ابن عربی	علیگڑھ
	ایضاً		آصفیہ
	ایضاً	فیض الحسن	ٹونک
۷۹۳	اصناف رجال اللہ مع مختصر القوم	ابن عربی	علیگڑھ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
	ابواب الہدیٰ و اسرار الابتداء فی شرح سلوک معنی اسماء اللہ الحسنیٰ	ابو العباس احمد بن علی بن یوسف البونی م ۶۲۲ھ	٫٫
	اقرب الطرق الی اللہ	نجم الدین الکبریٰ	خدا بخش
	[illegible] العشرہ و شرحہا	ابو العباس احمد بن علی البونی	علیگڑھ
	بدایۃ السالکین	خواجہ محمد بن عبد الرحمن الفقیہی	رضا
	بدائع الشرائع	عبد الاحد بن شیخ محمد سعید (۱۰۲۲)	علیگڑھ
	البرھان الاوفی فی شرف التقوی	علی المتقی	٫٫
۸۰۰	البرھان الجلی فی معرفۃ الولی	علی المتقی (م ۹۷۵ھ)	٫٫
	التحفۃ المرسلہ	ابو سعید مبارک مخزومی	بلجیہ
	تذکرۃ النعم و العطایا فی التعبیر بکثرۃ الفقر و البلایا	علی المتقی (م ۹۷۵ھ)	علیگڑھ
	تقریر خیر الکثیر	محمد عاشق پھلتی	رضا
	جامع الرموز	الغزالی	ٹونک
۸۰۵	الجنات الثمانیہ	عبد الاحد بن شیخ محمد سعید	علیگڑھ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ
۸۰۶	الجوہر الدقائق فی شرح التجرید والحقانی	استاد حسین البروی	علیگڑھ
	جوامع الکلم	علی المتقی م۔ ۹۷۵	رضا
	جواہر الخمس	ترجمہ ابنِ بنت الشیخ روح اللہ ۹۹۵	علیگڑھ
	الجوہر الدقائق فی نہایۃ شرح الاسلامی	استاد حسین البروی	〃
	حجۃ القائلین بحرمۃ السماع والجواب الاولیٰ		〃
	رسالۃ فی حقوق الاخوان		رضا
	رسالۃ فی التوحید	عبدالمجید گنگوہی	ٹونک
	رسالہ ارواح	روزبہان	ناصریہ
	رسالہ اسرار الارواح	ابن عربی	ٹونک
	رسالہ اصطلاحات صوفیہ		ناصریہ
	رسالۃ الصبر تعقیبہ		〃
۸۱۷	رسالہ تصوف		آندھرا
	رسالہ شیخ رسلان		ٹونک
	رسالۃ الصوفیۃ فی وحدۃ الوجود	بحرالعلوم	رضا
	رسالۃ الطیر	الغزالی	ٹونک
	رسالۃ فی بطلان وحدۃ الوجود نقض ابن عربی الکفریہ		علیگڑھ
	رسالۃ فی التصوف	محمود نظیر	〃
	رسالۃ فی الرد علی کتاب فصوص الحکم ونقضہا	التفتازانی م۔ ۷۹۱ھ	〃
	رسالۃ فی السلوک	الغزالی	رضا
۸۲۵	رسالۃ فی طرق السادۃ النقشبندیۃ		آصفیہ
	رسالۃ فی معانی التصوف		رضا
	رسالۃ فی مقامات اہل تصوف		علیگڑھ
	رسالۃ فی سیہ	ابن عربی	ٹونک
	رسالۃ مخاطبات الارواح بعد مفارقۃ الاشباح		آصفیہ
۸۳۰	رسالۃ من العطائیہ		〃
۸۳۱	رسالۃ الی ابن عربی	ابن عربی	علیگڑھ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ
۸۳۲	الروض الفائق	ابو مدین شعیب بن عبدالعزیز	رضا
	زوارق اللطائف فی شرح عوارف المعارف		آصفیہ
	سبیل الصید فی آداب المرید	شیخ محمد البکری	علیگڑھ
	سلوک الطریق لا نقدۃ الطریق	علی المتقی م۔ ۹۷۵ھ	〃
	سوالات تصوف مع جوابات	قونوی	ناصریہ
	شجرۃ الاولیا	الامیر	علیگڑھ
	شرح الفاظ العشرۃ	محمد بن یعقوب قونوی م بعد ۸۸۰ھ	〃
	شرح فصوص	شمس الدین بن شرف الدین	آصفیہ
	شرح کتاب التعلیقات		ٹونک
	شرح کتاب تصوف	صاحب تنویر	ناصریہ
۸۴۲	شرح مقام التوحید	عبدالحکیم بن محمد اوحقی	ٹونک
	شواہد الربوبیہ فی المناہج السلوکیہ	صدرالدین شیرازی م۔ ۱۰۵۰ھ	علیگڑھ
	طریقت نامہ		خدابخش
	عرف التعریف باصطلاحات تنزیہ	محمد بن محمد الجزری	آصفیہ
	عقائد الصوفیہ	فیروز الصوفی م۔ ۱۰۶۵ھ	رضا
	عقد الجوہر الثمین فی الذکر وطریق الالباس والتلقین		علیگڑھ
	غایۃ القسوی فی معرفۃ الاولیا	علی المتقی	〃
۸۴۹	فواتح الجمال وفواتح الجلال	نجم الدین کبریٰ	رضا
	فوائد من کلام الجیلی		علیگڑھ
	قائدۃ الطریق الی النور المحمدی	احمد بن ابراہیم الواسطی	〃
	القصد الی اللہ	ابوالقاسم محمد الجنید البغدادی م۔ ۲۹۷ھ	〃
	قواعد العقائد	الغزالی	آصفیہ
	القول المتین فی تلبیس ابلیس	ابن عربی	آصفیہ
	قید صید الخاطر	ابن الجوزی	رضا
۸۵۶	کتاب آداب شریعۃ / الادب فی الدین	الغزالی	〃

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
۸۵۷	کتاب الالام	ابن عربی	ٹونک
	کتاب الاجراد	ابن عربی	"
	کتاب اتحاد الکونی	ابن عربی	آصفیہ
	کتاب الاقرارت	ابن عربی	ٹونک
	کتاب بعض المعروف والنہی عن المنکر ک ۹۵۲ھ	ابن ابی الدنیا م ۲۸۰ھ	رضا
	کتاب التصوف		"
	کتاب التصوف	ابن عربی	ٹونک
	کتاب الخیرات فی فضل قیام اللیل	محمد ابن محمد بن فضل الحسینی	بلخیہ
	کتاب روح القدس	ابن عربی	خدابخش
	کتاب الصبر والرضا (ک ۲۴۳ھ)	حارث بن اسد المحاسبی م ۲۴۳ھ	"
	کتاب الصلوۃ علی النبی	محمود ابن محمد ابن ابراہیم الشافعی	دیوبند
	کتاب عدۃ المرشدین و عدۃ المسترشدین	شہاب الدین احمد بن ابی بکر الرداد القرشی	بلخیہ
۸۶۹	کتاب فی اخلاق الصوفیہ		آصفیہ
	کتاب فی التصوف		علیگڑھ
	کتاب الکشف والعیان فی معرفۃ حقیقۃ الایمان	الامین بن احمد ق	بلخیہ
	الکلام المنتقی بروایات البرزنجی	وکیل احمد سکندرپوری	دیوبند
	لب الاحیاء		رضا
	لب الالباب	ابن عربی	ٹونک
	ماہیۃ القلوب	ابن عربی	"
۸۷۶	مجالس الابرار	احمد الرومی (م ۱۰۴۳ھ)	بوہار
	مجالس الاحرار	احمد بن عبد القادر الآق حصاری	رضا

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
۸۷۸	مجالس الابرار ومسالک الاخیار	عبدالرحمن بن سلیمان بن ابی بکر الحسینی	علیگڑھ
	مجمع البحرین	رکن الدین گنگوہی	ٹونک
	مجموعۃ التصوف ورسائل دیگر	الغزالی	آصفیہ
	مجموعۃ تصوف		سالار، آصفیہ
	مجموعہ مشتمل بر رسائل مدارج الله محبت الواصلین	الغزالی	آصفیہ
۸۸۳	مدارج السالکین فی منازل السائرین		"
۸۸۴	مراتب الوجود	ابن عربی	آصفیہ
	مرقات الصعود الی صحۃ العقول ووحدۃ الوجود		علیگڑھ
	مشرع الخصوص بشرح الفصوص	علی ابن احمد	آصفیہ
	مصباح الشریعۃ		ناصریہ
	مصطفیٰ من قوت القلوب	ابو عبد الله محمد بن ابی محمد المکی	دیوبند
	مناہج العارفین	سید آدم بنوری	ٹونک
۸۹۰	نجات الرشید	عبدالقادر بدایونی	علیگڑھ
۸۹۱	نجم العلوم شرح عین العلم	نجم الدین ابن عباس	ٹونک
	النفحات الربانیہ	محمد بن اسحٰق بن یوسف	ناصریہ
	الوصیۃ الاحمدیۃ شرح طریقۃ محمدیۃ	رجب ابن احمد	رضا
	ہدایۃ الی عند الفرق	علی المتقی	علیگڑھ
	ہدایۃ الصوفیہ	صوفی بن عمر الجھنجھانوی	خدابخش
۸۹۶	ہدایۃ الہدایۃ والتہذیب النفوس بالآداب الشرعیۃ	الغزالی	علیگڑھ

ضمیمہ:

بالا فہرست میں جن بعض کتابوں کے ساتھ کتب خانوں وغیرہ کے نام چھوٹ گئے ہیں انہیں صفحہ نمبر اور اندراج نمبر کے ساتھ ذیل میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔

فارسی مخطوطات

ص۵/۱۵۰ - ٹونک، مصنف نامعلوم	ص۷/۹۱ علیگڑھ	ص۱۳/۱۸۱ علیگڑھ، احمد سعید ابن ابی سعید مجددی دہلوی	ص۱۴/۲۰۵ سالار
ص۶/۳۷ - مزمل	ص۹/۹۴ - گیا	ص۱۳/۱۸۵ علیگڑھ	ص۱۵/۲۴۲ علیگڑھ، ٹونک
ص۶/۴۲ علیگڑھ	ص۹/۱۰۷ - آصفیہ، علیگڑھ		ص۱۵/۲۸۵ علیگڑھ

ص۱۸/۲۹۴ - علیگڑھ	ص۲۹/۵۶۹ - پیر دوشریا	ص۵۶/۱۱۹۱ - ندوہ	ص۹۳/۲۰۱۶ - علیگڑھ
ص۲۰/۳۴۴ - جواہر ایشیاٹک	ص۳۵/۶۹۰ - گیا	ص۶۱/۱۲۸۷ - علیگڑھ	ص۹۳/۲۰۲۳ - گیا
ص۲۱/۳۵۹ - علیگڑھ	ص۳۵/۶۹۳ گیا، پھلواری، (حباب خانہ ریجابیو)	ص۶۳/۱۲۸۸ - گیا	ص۹۶/۲۰۶۸ - گیا (بنام دستور العمل)
ص۲۳/۴۲۲ - مزمل	ص۳۵/۶۹۲ - پیر دوشریا، خدابخش	ص۶۴/۱۳۲۶ - علیگڑھ	ص۹۶/۲۰۷۴ - خدابخش
ص۲۴/۴۳۲ - گیا	ص۴۰/۸۶۱ - علیگڑھ	ص۶۷/۱۳۳۵ علیگڑھ	ص۹۹/۲۱۵۶ - علیگڑھ
ص۲۵/۴۷۴ - گیا	ص۴۶/۹۳۵ - گیا	ص۸۳/۱۵۰۸ - گیا	ص۱۰۰/۲۱۷۲ - علیگڑھ
ص۲۷/۵۰۷ - محمد رو	ص۵۰/۱۰۲۰ - ملیہ	ص۸۵/۱۶۷۰ - خدابخش، ٹونک	ص۱۰۵/۲۲۹۱ - گیا
ص۲۸/۵۲۹ - خدابخش	ص۵۱/۱۰۵۲ - ٹونک (مصنف نامعلوم)	ص۸۹/۱۸۴۱ - بمبئی یونیورسٹی لائبریری	ص۱۰۶/۲۳۲۲ - صولت

عربی مخطوطات

ص۱۰۱/۱۲ - علیگڑھ	ص۱۱۵/۲۲۵ - علیگڑھ (مصنف محمد یحییٰ بن	ص۱۱۹/۲۳۵ - علیگڑھ (بنام الرسالۃ فی	ص۱۲۱/۴۰۹ - رضا
ص۱۱۱/۵۰ - رسالہ بنام الاذکار الاحمدیہ فی...	عبدالکریم لاہوری)	منقبت السادۃ النقشبندیہ)	ص۱۲۳/۶۰۵ - رضا
ص۱۱۵/۲۲۲ - ٹونک	ص۱۱۹/۲۲۹ - علیگڑھ	ص۱۲۱/۲۴۲ - ٹونک	ص۱۲۹/۷۴۳ - پھلواری (بنام رسالہ الارشاد)

تصحیح اغلاط

فارسی مخطوطات : ص۵/ ۱۷، .... سلاسل بجائے .... رسائل • ص۶/ ۱۹، مصنف نامعلوم • ص۹/ ۸۸، محمد بن
یحیٰی بن علی الجیلانی النوربخشی (م: ۹۱۲ھ) • ص۹/ ۹۲، مصنف سید شاہ عطا حسین فانی منعمی گیاوی م۔ ۱۳۱۱ھ • ص۱۰/ ۱۳۷،
الہامات فی بیان سر الامہات • ص۱۲/ ۱۹۱، ایراد العبارات الفصیحۃ فی شرح قول علیہ السلام الدین النصیحۃ • ص۱۴/ ۲۱۱،
بدر اللیالی • ص۱۷/ ۲۸۹، ملفوظات مخدوم شرف الدین احمد یحیٰی منیری۔ خارج • ص۱۹/ ۳۱۷، خارج • ص۱۹/ ۳۲۶، تسلیۃ الاکمدین
تذکرہ مولانا السید احمد • ۱۹/ ۳۲۷، تسلیۃ المصاب • ص۱۹/ ۳۳۹، میر سید علی ہمدانی • ص۲۰/ ۳۵۳، خارج • ص۲۰/ ۳۵۵
خدابخش • ص۲۱/ ۳۷۹، یہ تہذیب مائل ہروی کی تدوین کے ساتھ شائع ہو گئی • ص۲۲/ ۳۹۸، ابوالبرکات ، ابوالخیر • ص۲۳/ ۴۰۸،
مزید دیکھیں "رسالہ جنونیہ" • ص۲۳/ ۴۱۳، نمبر ۴۰۹ بجائے ۴۷۷ • ص۲۴/ ۴۳۲، طبع شدہ کراچی ۱۳۸۶ھ • ص۲۴/ ۴۳۸،
اس نام سے سورہ فاتحہ کی تفسیر چھپ چکی ہے • ص۲۷/ ۵۲۱، مزید دیکھیے رسالہ عشقیہ • ص۳۰/ ۵۸۹، خارج • ص۳۰/ ۵۹۰،
مزید دیکھیے "رسالہ گفتار فرید الدین گنج شکر" • ص۳۱/ ۵۹۶، رسالہ اشارات = اشارات مخدوم بہاری۔ • ص۳۵/ ۶۸۷، رسالہ
وجودیہ بجائے جودیہ • ص۳۷/ ۷۲۸، خارج • ص۴۳/ ۸۷۰، مزید دیکھیں "دقیقہ" • ص۴۳/ ۸۷۱، باقی باللہ بجائے باقی بن •
ص۴۵/ ۹۱۶، آصفیہ (رر) = پھلواری • ص۴۹/ ۹۹۹، ایضاً۔ آصفیہ • ص۴۹/ ۱۰۰۵، رسالہ مہلکہ بجائے رسالہ مچلکہ • ص۵۰/ ۱۰۲۴،
شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری • ص۵۰/ ۱۰۴۰، خارج • ص۵۰/ ۱۰۴۴، زبدۃ الاولیا بجائے زندہ اولیا • ص۵۱/ ۱۰۵۳، رسالہ
مشتمل بر بدایت طریقت (ناقص) شیخ حسین معز بلخی • ص۵۱/ ۱۰۵۴، خارج • ص۵۳/ ۱۱۱۶، رسائل و ملفوظات خواجگان
چشت (۴ رسائل) جن میں بعض غیر مطبوعہ ہیں۔ • ص۵۳/ ۱۱۱۷، رسائل و ملفوظات خواجگان چشت (پانچ رسالے) جن میں بعض
مطبوعہ ہیں۔ • ص۵۵/ ۱۱۴۱، مصنف، محمد اسحٰق المعروف بہ پیر وڈیا۔ • ص۵۶/ ۱۱۶۸، خارج۔ • ص۵۸/ ۱۲۰۱، خارج •
ص۵۹/ ۱۲۲۰، خارج • ص۵۹/ ۱۲۲۴، برہان بن عبد الصمد۔ غالباً مرتب • ص۶۰/ ۱۲۵۱، شجرۃ الاولیاء چہاردہ خانوادہ •
ص۶۰/ ۱۲۶۰، محمودیہ = مجمودیہ • ص۶۳/ ۱۳۲۱، نجم الدین کبریٰ • ص۶۳/ ۱۳۲۶، شرح شرح، شرح • ص۶۳/ ۱۳۳۶، فارسی متن
مع اردو ترجمہ مطبوعہ خانقاہ منعمی گیا میں ہے • ص۶۵/ ۱۳۶۳، ۱۳۶۱ بجائے ۱۶۸۲ • ص۶۵/ ۱۳۶۶، خارج • ص۶۶/ ۱۴۰۷
شطاریہ و دیگر ہفت رسائل • ص۶۷/ ۱۴۲۳، خارج • ص۶۸/ ۱۴۳۵، خارج • ص۶۸/ ۱۴۴۶، صغیر سی مرغ۔ شہاب الدین
سہروردی (مقتول) • ص۶۸/ ۱۴۴۸، خارج • ص۶۹/ ۱۴۵۴، خارج • ص۶۹/ ۱۴۵۹، خارج • ص۷۰/ ۱۴۷۱، مجموعۃ الفوائد •
ص۷۴/ ۱۵۱۶، فتوحات الاسحار؟ • ص۷۵/ ۱۵۳۹، ۔ خارج • ص۸۹/ ۱۸۶۸، خارج • ص۹۴/ ۱۹۷۷، محمد ارشد۔ ابوالفیاض
غلام رشید (م۔ ۱۱۶۷) • ص۹۴/ ۱۹۰۰، م۔ ۱۱۱۱ھ = ح ۱۱۱۱ھ • ص۹۴/ ۱۹۳۰، سید شہاب الدین خارج • ص۹۵/ ۲۰۳۶

مجال ؟ • ص۹۵ / ۲۰،۴۹، شہاب الدین سہروردی - مرتب ؟ • ص۹۹ / ۲۰،۷۳، مکتوبات شیخ شہاب الدین سہروردی غالباً بنام شیخ شہاب الدین سہروردی • ص۹۶ / ۲۰،۷۸، شیخ محمد طاہر قادری شطاری - شیخ محمد طاہر قاضن شطاری • ص۹۷ / ۲۰،۸۷، سامری - ساوی • ص۹۷ / ۲۰،۸۹ مکتوبات - × • ص۱۰۲ / سطر چار ۔ یحیٰی بن حبش سہروردی خارج عبدالسلام - خارج • ص۱۰۳ / ۲۲۵۶۔ آدم - آدم بنوری • ص۱۰۵ / ۲۲۹۲، وجود العاشقین - تالیف خواجہ گیسو دراز مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۶ھ • ص۱۰۶ / ۲۳۱۰، الولد سرابیہ - مزید دیکھئے رسالہ الولد سرابیہ۔

عربی مخطوطات : ص۱۰۹ / ۱۳، المحاسن - المحاسن • ص۱۱۳ / ۹۵، عن الاشتغال بالاشیر • ص۱۱۳ / ۱۱۴ - تشفیف الکوس ... خارج • ص۱۱۵ / آخری سطر ۵۳ خارج آصفیہ، رضا خارج • ص۱۱۶ / ۱۵۷، جمال الدین محمد بن اسحاق (عثمان) البلخی الھندی - محشی عبداللہ بن سعید • ص۱۱۹ / ۲۳۴، خارج • ص۱۲۰ / ۲۶۲، قنیمی - غنیمی • ص۱۲۱ / ۲۷۰ الغزالی - خارج • ص۱۲۳ / ۳۱۹، م ۳۲۸ - م ۳۳۸ • ص۱۲۴ / ۳۴۳، شیخ محمد ترکی صوفی م ۹۵۶ھ) پچھلی سطر سے خارج • ص۱۲۴ / آخری سطر ۳۴۴، خارج • ص۱۲۵ / ۳۶۱، رسالۃ المرید - رسالۃ المرید المبتدی • ص۱۳۱ / ۴۸۷ ، - آصفیہ • ص۱۳۶ / ۶۰۱، مستجاب - مجاب • ص۱۳۵ / ۵۶۱، ابن محسن - ابن معن • ص۱۳۶ / ۶۰۵، علی بن بہاء الدین بن علاء الدین بن الحایم مزید (رضا)، محمد بن محمد البخاری (ٹونک) • ص۱۳۶ / ۶۰۱ البخدادی - البغدادی ابن ابی الدینام ۲۸۱ھ • ص۱۳۰ / ۶۸۵، الہم - الہم • ص۱۳۳ / ۶۴۶، آصفیہ • ص۱۳۹ / ۶۶۲، مصباح الانس شرح مفتاح الانس، مصباح الانس بین المعقول والمشہود فی شرح مفتاح الغیب جمع الوجود • ص۱۴۰ / ۶۷۵، خارج • ص۱۴۰ / ۶۸۰، منظا، منظا، شرح مظہر شرح مظہر • ص۱۴۰ / ۶۸۱، مظہر، مُظہر، قمرالدین حبیب - قمرالدین بن منیب •

اشاریہ مصنفین

مخطوطات تصوف

فارسی و عربی

اشاریہ مصنف (فارسی مخطوطات)

اشاریہ مصنف (عربی مخطوطات)

پاکستان میں
تصوف کے مخطوطات

پاکستان میں تصوّف کے مخطوطات

احمد منزوی

مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد

پیشگفتار

یہ پاکستانی کتابخانوں میں محفوظ تصوف کے مخطوطات کی فہرست ہے جو فی الحال صرف فارسی مخطوطات پر مشتمل ہے (الا ماشاء اللہ)۔ صغیر میں دارالعلوم پشاور کی فہرست عربی کو چھوڑ کے!) ۔ اس کے لیے ہم احمد منزوی اور مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد کے ممنون ہیں جنھوں نے 'فہرست مشترک ہای خطی فارسی پاکستان' کے نام سے حال ہی میں گیارہ[11] ضخیم جلدوں میں متعدد فنون کو سمیٹ لیا ہے۔ تصوّف (عرفان) کے لیے دو ہزار ایک سو تیس[۲۱۳۲] صفحات کی پوری ایک جلد مختص کر دی گئی ہے۔ جس میں ۲۸۷، مخطوطات کے ۱۱۵۷۲ نسخوں کا ذکر ہے۔

ہم نے منزوی کی متعلقہ جلد (پنجم) کو سامنے رکھ کر وہ تمام مخطوطات لے لیے ہیں جو طبع نہیں ہوئے اور صرف پاکستان میں موجود ہیں۔

——— ادارہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	آثار احمدی	عنایت حسین بن فتح اللہ مارہروی
۲	آداب اہل تصوف	عزیز نسفی
۳	آداب بیعت	
۴	آداب بیعت و مریدی	
۵	آداب الخلوۃ: خلوت	عزیز نسفی
۶	آداب درویشی: معرفت	
۷	آداب صوفیہ: اصطلاحات صوفیہ: خرقہ	نجم الدین کبریٰ
۸	آداب الطالبین	
۹	آداب طریقت	محمد حسین زکوری
۱۰	آداب طریقۂ رفاعیہ	محمد رفیع الدین قندھاری
۱۱	آداب طریقت: بسلسلۂ طریقۂ نقشبندیہ	
۱۲	آداب طریقت: آداب سجادہ نشینی: طریقت نامہ	
۱۳	آداب الفقر و شرائطہ	شیخ ابو عبدالرحمان
۱۴	آداب مبتدی: تلقینیہ	میر سید علی ہمدانی
۱۵	آداب المریدین	پیر محمد راشد
۱۶	آداب المریدین	عبیداللہ ختنانی چشتی
۱۷	آداب المریدین	سید علی شیرازی تھتھوی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۸	آداب المریدین: شرح...	عبدالقادر سہروردی
۱۹	آداب المریدین، حاشیہ شرح...	
۲۰	آداب مریدین	
۲۱	آداب مریدی	شاہ طٰہٰ رضا شطاری
۲۲	آداب مریدی	
۲۳	آفاق و انفس: معرفت نامہ: معارف	شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی
۲۴	آفرینش ارواح و اجسام (بیان...) ارواح و اجسام	عزیز نسفی
۲۵	آئینہ جلی	
۲۶	ابطال الباطل	فتح علی گردیزی
۲۷	اجتناب الفقر	کبیر احمد بن ابی المسلیم جمال الدین
۲۸	اجوبۂ اعتراضات دہلوی	شاہ عبداللہ معروف بہ شاہ غلام علی دہلوی
۲۹	احادیث اوائل: بیان...	عزیز نسفی
۳۰	احسن الشمائل	محمد کامگار
۳۱	احیاء القلوب	
۳۲	اخبار السالکین	قادری
۳۳	اخلاق العارفین	شاہ عنایت اللہ حصاری
۳۴	اذکار؛ کتابی در تصوف	
۳۵	الاذکار و الانوار لاولی الابصار	شیخ محمد چشتی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۳۶	اربع منازل: منازل اربع	پیر محمد
۳۷	ارشادات صاحب: ارشادات گردیزی	سید فتح علی حسینی معروف بہ شیخ فتح اللہ گردیزی
۳۸	ارشاد السالکین	محمد رضا صدیقی دہلوی
۳۹	ارشاد السالکین	شیخ قاسم اودھی
۴۰	ارشاد السالکین: وحدت وجود، عقاید صوفیان	سید محمد بن فضل اللہ برہانپوری / شیخ فتح محمد محدث برہانپوری
۴۱	ارشاد السالکین	یوسف بن شیخ محمد
۴۲	ارشاد الصالحین	شاہ محمد رضا شطاری
۴۳	ارشاد الطالبین	لطف اللہ بن شیخ عبداللہ قادری
۴۴	ارشاد الطالبین	شاہ میرا
۴۵	ارشاد الطالبین	
۴۶	ارشاد العارفین	شاہ ابراہیم گگرا ذالہی
۴۷	ارشاد العاشقین	شاہ محمد رضا شطاری لاہوری
۴۸	الارشاد فی اسناد الاوراد	جمال الدین عبداللہ بغدادی
۴۹	ارشاد المبتدی	حافظ عبداللہ قصوری
۵۰	ارشاد المحققین	محمد آصف الدین
۵۱	ارشاد المریدین	سید چراغ گیلانی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۵۲	ارشاد المریدین	شاہ محمد رضا شطاری لاہوری
۵۳	ارشاد مستقیم	امان الحق بن شیخ نور الحق،
۵۴	ارشادنامہ	عبدالکریم دیروی مصفوی
۵۵	ارشادنامہ: اجازت نامہ و طریق بیعت	فتح علی حسینی
۵۶	ارشادنامہ: شرح ...	
۵۷	ارض آگاہی	
۵۸	ارکان اربعہ	
۵۹	ازالۃ شبہات نجدیہ	غلام نبی للّٰہی نقشبندی
۶۰	اسباب المحبۃ	
۶۱	اسباق طریقۂ نقشبندیہ	فضل احمد معصومی
۶۲	اسرار الحقیقۃ	غلام محی الدین قصوری
۶۳	اسرار حقیقت	مولانا ہاشم
۶۴	اسرار الحقیقۃ	
۶۵	اسرار خلوت: سیر و سلوک	متن از ابن عربی
۶۶	اسرار الدعوات	سراج الدین عبداللہ شطاری
۶۷	اسرار الصلاۃ	صاین الدین علی ترکہ خجندی
۶۸	اسرار الطریقۃ: رسالۂ غوثیہ؛ رسالہ در کسب سلوک	شاہ محمد غوث قادری لاہوری
۶۹	اسرار العاشقین	سید احمد شیخ الہند گیلانی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۷۰	اسرار العاشقین	شیخ عبدالقادر گیلانی
۷۱	اسرار الفقر	شیخ عبدالاحد (تسبیحی)
۷۲	اسرار قادر	محمد جان بن مولوی عبدالغفور
۷۳	اسرار قادری	سلطان باہو
۷۴	اسرار قادری : نصائح	شمس الدین بن حامد محمد گیلانی
۷۵	اسرار المشائخ	سید یوسف
۷۶	اسرار الواصلین: مکتوبات خواجہ معین الدین	خواجہ معین الدین
۷۷	اسراریہ : اسرار جلالیہ	شیخ عبدالجلیل لکھنوی چشتی
۷۸	اسم ذات	حضرت شاہ اسد اللہ
۷۹	اسناد الاشجار	غلام جیلانی جھنگی
۸۰	اسوۃ الکسوۃ	شاہ داعی شیرازی
۸۱	اشارات العرفان	محمد اسماعیل بن محمد اعظم افغانی
۸۲	اشارات فریدی: مقابیس المجالس	خواجہ غلام فرید چشتی
۸۳	اصطلاحات رضوی : اصطلاحات صوفیان	میر کمال الدین احمد رضوی
۸۴	اصطلاحات سلسلۂ مجددیہ: ایضاح الطریقہ	شاہ غلام علی دہلوی
۸۵	اصطلاحات صوفیان	منسوب بہ ابوسعید ابوالخیر
۸۶	اصطلاحات صوفیان	نورالدین جعفر بدخشی
۸۷	اصطلاحات صوفیان: مصطلحات صوفیہ	شاہ داعی شیرازی
۸۸	اصطلاحات صوفیان	محمد صابر بن یعقوب صوفی (جامع)؟
۸۹	اصطلاحات صوفیان	غلام قادر شاہ
۹۰	اصطلاحات صوفیان	میر سید علی ہمدانی
۹۱	اصطلاحات صوفیان	محمد فرخ شاہ نقشبندی
۹۲	اصطلاحات صوفیان	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۹۳	اصطلاحات صوفیان	
۹۴	اصطلاحات صوفیان	عبدالرحیم بن عبدالکریم
۹۵	اصول : وجودیہ	شاہ نعمت اللہ ولی
۹۶	اصول خمسہ	شیخ محمد صالح
۹۷	ترجمۂ اصول السماع	متن عربی از فخرالدین زرادی دہلوی ترجمہ فارسی از ظہیر الدین
۹۸	اطوار پنجگانہ	—
۹۹	اطوار ثلاثہ	صائن الدین ترکہ خجندی
۱۰۰	اعتقادات اہل حق	ملا احمد جندی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۰۱	اعتقاد نامہ	عبدالکریم دیروی
۱۰۲	اعتقاد نامہ، تحقیق الاسلام: راہ اہل سنت: اعتقادات	شاہ نعمت اللہ ولی
۱۰۳	الاعتنا فی تحقیق نحو الاستوا	ابوتراب محمد راشد اللہ
۱۰۴	اجوبۃ العشق	شیخ محمد چشتی احمد آبادی
۱۰۵	افادۃ السالکین	شاہ دوست محمد بن شیخ لطف اللہ
۱۰۶	افسانۂ دیوانہ	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
۱۰۷	افضل الطریق	شیخ احمد کشمیری
۱۰۸	افکار مجددیہ	امام الدین مجددی
۱۰۹	اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۱۱۰	اقرب الطرق	نورالدین علی برہانپوری
۱۱۱	اقوال بزرگان نقشبند	
۱۱۲	الفاظ چند در عشق و معرفت عشق	غلام محی الدین قصوری
۱۱۳	الٰہی نامہ	شیخ عبدالاحد
۱۱۴	ام الصحایف فی عین المعارف	مسعود بیگ نخشبی البخاری
۱۱۵	امیر الکونین	سلطان باہو
۱۱۶	انتظام السلوک	یکدل
۱۱۷	انسان الکامل	عزیز نسفی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۱۸	انوار: توریہ	سید علاء الدین محمد
۱۱۹	انوار الاذکار: رسالۂ اذکار	ملا یعقوب کشمیری
۱۲۰	انیس العاشقین	ضیاء الدین نخشبی
۱۲۱	انیس العاشقین	مجتبیٰ بن مصطفےٰ لاہرپوری
۱۲۲	انیس المحبین	عبداللطیف بن محمد ہدایت اللہ
۱۲۳	انیس الموحدین	ولی محمد بن نواب احمد خان
۱۲۴	اوراد: مائۃ فوائد	حاجی غلام حسین بالائی سندی
۱۲۵	اوراد: شرح	
۱۲۶	اوراد چشتیہ	عبدالرحمن چشتی صابری
۱۲۷	اوراد خویشگی	عبداللہ خویشگی قصوری
۱۲۸	اوراد حی	شیخ محمد عرف شیخ لدھا بلگرامی
۱۲۹	اوراد صغیر: مختصر اوراد قادریہ شطاریہ	
۱۳۰	اوراد ہمدانی	شیخ جمال بن سید حسین قادری
۱۳۱	شرح اوراد فتحیہ	متن از ہمدانی شرح از ناشناس
۱۳۲	اوراد نصیریہ	ملفوظات شیخ نصیر الدین محمود
۱۳۳	اوراد و اذکار	کمال عزکرجاہی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۳۴	اوراد و اشغال و مراقبات	شاہ عبدالعزیز دہلوی
۱۳۵	اوراد و حرز ہا	محمد بن المؤید الحموی البحرآبادی
۱۳۶	اوہام احمدی	
۱۳۷	ایمان: رسالہ	محمد چشتی احمد آبادی
۱۳۸	بازار عاشقان	سید محمد بن خلیفہ شاہ لجی
۱۳۹	باغ دنیا	شاہ محمد رضا شطاری قادری
۱۴۰	باقر الانوار و مرادات الاسرار	سید علی اکبر قتال
۱۴۱	باید دانست	
۱۴۲	بحر التصوف: شرح سوانح	متن از غزالی شرح از نظام الدین تھانیسری
۱۴۳	بحر المعرفہ	خورشید احمد مجددی
۱۴۴	بدرقۃ السالکین	غلام رسول نقشبندی
۱۴۵	برکات اعظم	
۱۴۶	برہان السامعین	
۱۴۷	شرح برہان العاشقین	متن از گیسو دراز شرح از عبدالغفور چشتی
۱۴۸	بستان الاوراد: وظایف نوشاہیہ ثانی	حافظ قل محمد نوشاہی
۱۴۹	بستان معرفت	سید محمد شاہ قصوری
۱۵۰	ترجمہ بوارق الالماع فی تکفیر من بحرم السماع	از عبداللہ شطاری لاہوری
۱۵۱	بہرام شاہیہ	میر سید علی ہمدانی
۱۵۲	بہشت و دوزخ: دربیان	عزیز نسفی
۱۵۳	بیان شریعت	محمد صالح بن میر محمد امین مودودی
۱۵۴	بیان عناصر: ملفوظات خواجہ احرار	
۱۵۵	بیتراریہ	اللہ بخش بن سید صدر الدین
۱۵۶	بیعت: اقسام	
۱۵۷	پاس انفاس	منسوب بہ خواجہ عبیداللہ احرار
۱۵۸	پاس انفاس: سررشتۂ طریق خواجگان	عبدالرحمن جامی
۱۵۹	پاس انفاس: ہشت اشغال	شاہ محمد شطاری قادری
۱۶۰	پاس انفاس: دم و قدم: ہوش در دم	خواجہ عبدالخالق غجدوانی
۱۶۱	پنج گنج	حامد محمد شمس الدین گیلانی
۱۶۲	پنج معرفت: معرفت	محمد جعفر حسنی
۱۶۳	تاج نامہ	شاہ داعی شیرازی
۱۶۴	تبیین الطریق	شیخ علی بن حسام متقی
۱۶۵	تجلی خداوند بر کوہ طور: کوہ طور	سید محمد شاہ قصوری
۱۶۶	تحریر الوجود المطلق	شاہ داعی شیرازی
۱۶۷	تحفہ: منتخب ملفوظات ابراہیمی	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۶۸	تحفۂ ابراہیمیہ	حسین علی محمد بن عبداللہ
۱۶۹	تحفۂ احمدیہ	شیخ احمد کشمیری
۱۷۰	تحفۃ الاخوان	شہاب الدین سہروردی
۱۷۱	تحفۃ الاذکار	بہاء الدین شطاری
۱۷۲	تحفۂ بدریہ و ہدیہ قادریہ	عبداللہ خویشگی قصوری
۱۷۳	تحفۂ دستگیریہ	مولانا غلام دستگیر قصوری
۱۷۴	تحفۃ السلوک	خواجہ محمد نقشبندی
۱۷۵	تحفۂ سماویہ	ملک جامی
۱۷۶	تحفۃ الصلوات: صلوات بر رسول	کمال الدین حسین واعظ الکاشفی
۱۷۷	تحفۂ فرقانیہ: مکتوبات للی (للعی) ولی	قطب بن یحییٰ الیمی
۱۷۸	تحفۃ المبتدی	نعمت اللہ عطاء اللہ
۱۷۹	تحفۂ محمدیہ	میاں حاضر یار بیگ افغان
۱۸۰	ترجمہ و شرح تحفۂ مرسلہ	متن از شیخ محمد مترجم عبدالغفور
۱۸۱	تحفۃ المعصوم	غیاث الدین بن میرک الجرمی البدخشی
۱۸۲	تحفۂ نوریہ: شرح تحفۂ سریہ	متن و شرح از عبداللہ قصوری خویشگی
۱۸۳	تحقیقات	منسوب بہ شیخ عبدالاحد مجددی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۸۴	تحقیقات	شاہ نعمت اللہ ولی
۱۸۵	تحقیق الایمان: رسالہ در بیان ایمان	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۱۸۶	تحقیق تقدیس الوکیل: تقدیس الوکیل	غلام دستگیر قصوری
۱۸۷	تحقیق تحقیق	میاں غلام قادر
۱۸۸	تخلیق اللسان: رسالہ در...	
۱۸۹	تخم و برگ	
۱۹۰	تذکرۃ الذاکرین	
۱۹۱	ترتیب السلوک	عبدالکریم لاہوری
۱۹۲	ترجمہ رسالۂ محی الدین	شاہ داعی شیرازی
۱۹۳	ترجمۃ الیاقوت: ملفوظات شیخ عبدالقادر جیلانی	محمد یاقوت خان قادری
۱۹۴	ترجمہ یوسفیہ	
۱۹۵	ترغیب العباد علی تکثیر الاوراد	زین العابدین معصوم
۱۹۶	ترکیۃ الانفاس	حامد محمد شمس الدین گیلانی
۱۹۷	تسکین القلوب	مرزا حنان
۱۹۸	تسنیم المقربین فی شرح منازل السائرین	خواجہ عبداللہ انصاری
۱۹۹	تشریح حروف محمد صلی اللہ علیہ وسلم	
۲۰۰	تصریحات مجید	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۲۰۱	تصفیۃ القلب و تجلیۃ الروح	
۲۰۲	تصوف نامہ	خواجہ ملا خدا بخش ملتانی
۲۰۳	تصیف و حروف مقصود (از ...)	علاء الدین ترک خجندی
۲۰۴	تطریب الالحان لمناصحۃ الخلان	شیخ عبد الحق محدث دہلوی
۲۰۵	تعلیم السالک	مولوی احمد بن اسماعیل امدالی تخندھاری
۲۰۶	تعلیم المرید	ملا نور محمد آخوند زادہ
۲۰۷	تعویذ القادریہ	
۲۰۸	تفسیر لا الٰہ الا اللہ: چار و سینہ تہلیلیہ	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۲۰۹	تقاریر عرفانی	آخوند درویزہ ننگرھاری
۲۱۰	تقسیم الاوراد: الاوراد	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
۲۱۱	تلقین مرید	حاجی محمد حنیف
۲۱۲	تلاوت الوجود	شیخ منتخب الدین قادری
۲۱۳	تلقین ذکر	خواجہ حسن عطار
۲۱۴	تلقینیہ: آداب مبتدی	میر سید علی ہمدانی
۲۱۵	تن آدمی: دربارۂ	
۲۱۶	تنبیہات	عادل عاشق محمد
۲۱۷	تنبیہ الغافلین	آخوند درویزہ
۲۱۸	تنبیہ الغافلین والقاظ النائمین	
۲۱۹	تنزیل	عزیز نسفی
۲۲۰	تنظیم الاولیاء	حسن محمد نقشبندی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۲۲۱	تنویر القلوب فی لطائف المحبوب	احمد بن زین الابرار میر عالم
۲۲۲	توبہ و ذکر	خواجہ خورد
۲۲۳	توبہ و ذکر	
۲۲۴	توجہ: رسالہ در بیان ...	اسعد الدین کاشغری
۲۲۵	توجہ اتم: کیفیت توجہ اتم: ترجمہ	متن از صدر الدین قونوی ترجمہ از عبد الغفور
۲۲۶	توحید: رسالہ در	عصام الدین ابراہیم اسفرائنی
۲۲۷	توحید: مختصر بیان توحید	خواجہ باقی باللہ
۲۲۸	توحید: نامہ در	شیخ حسام الدین
۲۲۹	توحید: سوال و جواب دربارۂ ..	شاہ عبد العزیز دہلوی
۲۳۰	توحید: رسالہ در ...	محمد بن بہرام احمد
۲۳۱	توحید: اثبات واجب: توحید استدلال	محمد بن محمود دھدار
۲۳۲	توحید: مراتب ...	
۲۳۳	توحید: رسالہ در ...	
۲۳۴	توحید ثلاثہ	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
۲۳۵	توفیق الہدایت	سلطان باہو
۲۳۶	توفیقیہ	خواجہ ملا خدا بخش ملتانی
۲۳۷	شرح توفیقیہ	متن از ملا خدا بخش شرح از ملا عبید اللہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
٢٣٨	تہنیت: رسالہ	شیخ حسین قادری لاہوری
٢٣٩	تیسیر الشاغلین	جمال الدین ابوالحسن
٢٤٠	تیغ برہنہ	سلطان باہو
٢٤١	جام جہاں نما	محمد شیرین مغربی
٢٤٢	جام جہاں نما و آئینۂ گیتی نما	
٢٤٣	جامع الاسرار	سلطان باہو
٢٤٤	جامع المختوم	گل محمد بن محمد فیض اللہ شلی
٢٤٥	جامع السایرین: ترجمۂ منازل السائرین	متن از خواجہ عبداللہ انصاری ترجمہ؟
٢٤٦	جامع الفواید	محمد اشرف بن یونس لاہوری
٢٤٧	جامع الفیوضات: ملفوظات محمد راشد اللہ	یکی از مجموعہ ملفوظات راشد اللہ
٢٤٨	رسالۂ جامعیہ: جامعیہ	سید حسین اخلاطی
٢٤٩	جماعت مسافران: قصہ...	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
٢٥٠	جنت العارفین	خواجہ ثناء اللہ خراباتی
٢٥١	جوامع الاسرار	سید حافظ محمد برخوردار
٢٥٢	جوامع الکلام	سعد الدین کاشغری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
٢٥٣	جواہر الاسلام	عبداللطیف بخاری
٢٥٤	جواہر الاشارات	
٢٥٥	جواہر البدایع	ملفوظات پیر صاحب لنواری شریف سندھی
٢٥٦	جواہر جلالیہ	حسین بن احمد بن حسین حسینی
٢٥٧	جواہر جہاں نما: جواہر سبعہ	
٢٥٨	جواہر زواہر	
٢٥٩	جواہر ستّہ	محمد اکرم بن محمد علی چشتی
٢٦٠	جواہر الکنوز: شرح رباعیات حموی	شاہ داعی شیرازی
٢٦١	جوہر ملفوظات: ملفوظات دوست	محمد عادل بن فیض محمد کاکڑی
٢٦٢	جہاد اکبر	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی گجراتی
٢٦٣	چراغ العاشقین	جلال الدین
٢٦٤	چمنیہ	شاہ حسین
٢٦٥	چند افسانہ	شیخ محمد چشتی احمد آبادی گجراتی
٢٦٦	چہار بہار	شیخ محمد ہاشم نوشاہی
٢٦٧	چہار چمن	شیخ عبدالاحد سرہندی
٢٦٨	چہار کلمہ طریقہ نقشبندیہ	خواجگی احمد کاسانی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۲۶۹	چہار کلمہ و چہار مقام	
۲۷۰	چہار مطلب	شاہ داعی شیرازی
۲۷۱	چہل اسم سیفی	
۲۷۲	چہل اسم اسناد	فخر الدین ابوالمکارم (مترجم وجامع)
۲۷۳	چہل الہام	شیخ کلیم اللہ
۲۷۴	چہل کاف: شرح ...	متن از شیخ عبدالقادر شرح از محمد حسن جان مجددی
۲۷۵	چہل کاف: شرح ...	متن از جیلانی شرح از شاہ رفیع الدین
۲۷۶	چہل کاف: شرح ...	متن از جیلانی شرح از شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۲۷۷	چہل کاف: شرح ...	متن از جیلانی شرح از خواجہ علی محمد نعمت اللہ
۲۷۸	چہل کاف: شرح ...	متن از جیلانی شرح؟
۲۷۹	چہل مقام صوفیاں: مقامات صوفیاں	میر سید علی ہمدانی
۲۸۰	چہل مکتوب	شیخ احمد سرہندی
۲۸۱	چہل نام، شرح: دعوات الاسماء: شرح اسماء اللہ	متن عربی از سہروردی مقتول، شرح از فخر الدین ابوالمکارم
۲۸۲	چہل نام	
۲۸۳	حدایق	
۲۸۴	حدایق الاخیار	محمد صادق بن عبدالباقی
۲۸۵	حدایق العشاق: روح وبدن	
۲۸۶	حدیقة الحقیقة، شرح	
۲۸۷	حدیقۂ قادریہ	رمضان بن شیخ حاجی بن عبدالواحد
۲۸۸	حرز الایمان من فتن الزمان	کاشفی بیہقی
۲۸۹	حروف: رسالہ در......	صاین الدین علی خجندی
۲۹۰	حروف رسالہ در بیان ...	شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی
۲۹۱	حروف: علم	
۲۹۲	حروف: رسالہ در ...	
۲۹۳	حسنات الحرمین: ترجمۂ یواقیت الحرمین	متن عربی خواجہ معصوم ترجمۂ فارسی از محمد شاکر
۲۹۴	حسنات العارفین	مولوی محمد عمر خان
۲۹۵	حسیات: حواس ظاہر و باطن: نکات	شاہ نعمت اللہ ولی
۲۹۶	حفظ الایمان من شارة الشیطان	
۲۹۷	حقایق	
۲۹۸	حقائق الآثار	سید جمال اللہ قادری نوشاہی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۲۹۹	حقایق الایمان ودقایق العرفان : وصیت نامہ خواجہ عبدالخالق	خواجہ عبدالخالق غجدوانی
۳۰۰	حقایق سلوک: رسالہ ...	شیخ محمود میاں بن حسام الدین
۳۰۱	حق المبین	حافظ اللہ بخش ملتانی
۳۰۲	حقیقت: رسالہ	
۳۰۳	حقیقت: رسالہ خواجہ عبدالشہید نقشبند	خواجہ عبدالشہید نقشبند
۳۰۴	حقیقت الاسلام: حقوق الاسلام	خواجہ ثناء اللہ (خراباتی) پانی پتی
۳۰۵	حقیقت ایمان	میر سید علی ھمدانی
۳۰۶	حقیقت العشق	پیر علی
۳۰۷	حقیقت الفتوح: حقیقت المفتاح	
۳۰۸	حقیقت نماز: بیان ...	خواجہ باقی باللہ نقشبندی
۳۰۹	حقیقت وجود: وجودیہ	
۳۱۰	حق الیقین: مرآت حق الیقین	میر سید علی ھمدانی
۳۱۱	حکمۃ اللہ البالغہ در اظہار حقائق انسانیہ	مولانا احمد علی مرحوم
۳۱۲	حلال وحرام	
۳۱۳	حل المعما	ملا خدا بخش ملتانی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۳۱۴	حل المغالطات فی رد علی اہل الضلالات	محمد بن الاشرف بن محمد معصوم مجددی
۳۱۵	حلیہ	خواجہ سید محمد گیسو دراز
۳۱۶	حورائیہ: شرح رباعی ابوسعید	شرح از خواجہ عبیداللہ احرار
۳۱۷	حورائیہ: جمالیہ: شرح رباعی ابوسعید	شرح از یعقوب چرخی
۳۱۸	حورائیہ: شرح رباعی ابوسعید	شرح از شاہ نعمت اللہ ولی
۳۱۹	حورائیہ: شرح رباعی ابوسعید	شرح ؟
۳۲۰	حیات الفردوس	نجم الدین
۳۲۱	خزانہ جواہر جلالی: خزانہ جلالی: جواہر جلالی	ملفوظات سید جلال الدین حسین جہانیاں جہاں گشت
۳۲۲	خزانۃ الفواید الجلالیہ	"
۳۲۳	خزانۃ الفواید وتمام العواید	یوسف حسام قتال
۳۲۴	خزینۃ الاسرار: سرالاسرار	شیخ محمد عمر بن محمد ابراہیم پشاوری
۳۲۵	خزینۃ الفواید	محمد حسین قادری
۳۲۶	خزینۃ المعارف: مکتوبات مروج الشریعہ	مکتوبات خواجہ محمد عبیداللہ مجددی
۳۲۷	خلاصۃ الاوراد	برہان مسکین
۳۲۸	خلاصۃ التوحید موحدین: خلاصۃ العرفان موحدین	خواجہ ثناء اللہ خراباتی پانی پتی
۳۲۹	خلاصۃ الرقم	حقایق بن احمد

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۳۳۰	خلاصۃ السلوک	منشی غلام حسن شہید ملتانی
۳۳۱	خلاصۃ العارفین	تقریرات خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی
۳۳۲	خلاصۃ الفواید	قاضی محمد عمر حکیم سید پوری
۳۳۳	خلاصۃ القادریہ	شہاب الدین بن شاہ فتح محمد برہانپوری
۳۳۴	خلاصۃ المطالب	عبداللہ حنفی قادری
۳۳۵	خلاصۃ معارف صوفیہ: تحقیق معرفت اللہ	
۳۳۶	خلاصۃ موجودات	خوب محمد چشتی
۳۳۷	خلاصۃ النوافل	عبید اللہ لاہوری قادری
۳۳۸	خلافت	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۳۳۹	خلق وخالق: خلقت آدم: فضیلت اسمائے و صفات	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۳۴۰	خلوت: آداب خلوت	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۳۴۱	خلوت: رسالہ در آداب..	
۳۴۲	خلوت آداب خلوت..	
۳۴۳	خلوت وجلوت: خلوت در جلوت	شیخ محمد چشتی احمد آبادی گجراتی
۳۴۴	خمس جواہر	
۳۴۵	خمسہ لطائف	مجدد الف ثانی
۳۴۶	خواتیم خواجگان	علی محمد بن نعمت اللہ نقشبندی
۳۴۷	خواطر: توبہ	رضا جواد بن صغیر بناچو
۳۴۸	خواطریہ: خواطر خیر و شر	
۳۴۹	خیابان وحدت	عبدالاحد مجددی
۳۵۰	خیر الاذکار	محمد بن غلام محمد
۳۵۱	خیریہ: شرح کلمات غوث اعظم	خیر الدین خالدی
۳۵۲	داؤدیہ: آداب سیر اہل کمال	میر سید علی ہمدانی
۳۵۳	در البحر: رسالہ	شاہ داعی شیرازی
۳۵۴	درود چکنی	صاحبزادہ چکنی
۳۵۵	درویشی	
۳۵۶	دریائے شہادت	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
۳۵۷	در یتیم	محمد بن محمود ہدار
۳۵۸	دستور الانام	ابراہیم بن ادریس
۳۵۹	دستور السالکین	کبیر الدین مرید شرف الدین محمد شاہی
۳۶۰	دستور السعادۃ فی معرفۃ النبوۃ والرسالۃ الولایۃ	محمد عارف عبد النبی شطاری
۳۶۱	دستور الحل	شاہ محمد عنایت اللہ
۳۶۲	دستور العمل سالکان: رسالہ نجم الدین کبری	نجم الدین کبری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۳۶۳	دعوت اسم باسط	
۳۶۴	دقایق	شاہ عیسیٰ جند اللہ برہانپوری
۳۶۵	دقایق الحقایق	
۳۶۶	دقایق الحقایق: حقایق الدقایق	مولانا ابالفضل رومی
۳۶۷	دقایق الحقایق	شیخ فیض محمد صاحب
۳۶۸	دقیقۃ الدقایق	سیف اللہ بن نظام الدین احمد
۳۶۹	دلایل النیرۃ فی رد مذہب المتحیرۃ:	شاہ فقیر اللہ جلال آبادی
۳۷۰	دلایل النیرۃ فی المذاہب المتحیرہ	
۳۷۱	دل وجان	منسوب بہ خواجہ عبید اللہ شہری
۳۷۲	دوگانۂ میران: رد منکرین دوگانۂ میران	یار محمد مدرس ملتانی
۳۷۳	دولت قاہرہ: غنیۃ الطالبین ترجمہ	
۳۷۴	دوم وکرامات: رسالہ در....	عبدالرحیم بن عبداللہ انصاری
۳۷۵	دہ اصل	خواجہ باقی باللہ نقشبندی
۳۷۶	دہ اصل: سلوکیہ	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۳۷۷	دہ نامہ	خواجہ قاضی حمید الدین ناگوری
۳۷۸	دیباچہ دیوان کرمانی	شاہ داعی شیرازی
۳۷۹	دیباچہ ہائے حدیقۃ الحقیقہ	عبداللطیف عباسی کبیر یزدی گجراتی
۳۸۰	دین المریدین	محمد جلالی شاہی رضوی
۳۸۱	دیوان القلوب	شیخ محب اللہ الہ آبادی
۳۸۲	ذات نامہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۳۸۳	ذات و صفات خدا: معرفت	بوعلی قلندر پانی پتی
۳۸۴	ذات و نفس و وجہ: گفتار صوفیان دربارۂ ...	عزیز نسفی
۳۸۵	ذریعۃ السعادت: کبریت احمر، شرح	سعید کشمیری
۳۸۶	ذکر: رسالہ در....	
۳۸۷	ذکر بلند	
۳۸۸	ذکر جہر	شیر محمد بن شیخ محمد قریشی فاروقی
۳۸۹	ذکر خفی: رسالہ در فضائل ذکر خفی و منع از ذکر جلی	محمد امام معصومی احمدی سرہندی
۳۹۰	ذکر سلسلۂ قادریہ چشتیہ: رسالہ در....	
۳۹۱	ذکر قلبی و تلقین: رسالہ ذکر	خواجگی احمد کاسانی
۳۹۲	ذکریہ: ذکر امیریہ	میر سید علی ہمدانی
۳۹۳	ذوق رند: رند نامہ	کرمانی
۳۹۴	ذوق الشہود فی دایرۃ الوجود	—
۳۹۵	ذوقیات: الہامات	کرمانی
۳۹۶	ذوقیات: وجدانیات و ذوقیات	دہدار
۳۹۷	ذوقیات: عشقیہ خیال العشاق	ناگوری
۳۹۸	ذوقیہ: رسالہ ...	ملا عبید اللہ ملتانی
۳۹۹	رابطہ کمولہ حضرت صوفیہ صافیہ: رسالہ	شاہ احمد سعید مجددی
۴۰۰	راحت الارواح	حافظ محمد سعید بن حافظ کرم اللہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۴۰۱	راحت العاشقین	نظام الدین احمد بدالونی
۴۰۲	راحت المریدین	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی گجراتی
۴۰۳	راز و نیاز	منسوب بہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی
۴۰۴	راہ روشن	شاہ داعی شیرازی
۴۰۵	رجال الغیب: رسالہ دربارۂ...	
۴۰۶	رد اعتراض بر سید آدم: کعبہ و حقیقت محمدی	
۴۰۷	رد البہتان	عبد الحی مخلص
۴۰۸	رد مجدد الف ثانی	شیخ عبد الحق محدث دہلوی
۴۰۹	رزاقیہ	
۴۱۰	رسایل ۱۳	علی متقی
۴۱۱	رسایل ۴۰	میر سید علی ہمدانی
۴۱۲	رسایل ۳۵	خواجہ محمد چشتی
۴۱۳	رسایل ۳۹	شاہ نعمت اللہ ولی
۴۱۴	رسالۂ احقاق: احقاق	خواجہ ثناء اللہ پانی پتی
۴۱۵	رسالہ احمد جند	مولانا احمد جند
۴۱۶	رسالۂ اذکار: انوار الاذکار	صرفی کشمیری
۴۱۷	رسالۂ بابا کشمیری	رسول بابا کشمیری مجددی
۴۱۸	رسالۃ البیان: بیانات	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۴۱۹	رسالۂ حضرت خواجہ محمد پارسا	خواجہ محمد پارسا

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۴۲۰	رسالۂ خواجہ عبید اللہ احرار	خواجہ عبید اللہ احرار
۴۲۱	رسالۂ خواجہ عبد اللہ شہید: حقیقت	خواجہ عبد اللہ شہید
۴۲۲	رسالۃ الدخان	ملا عبید اللہ ملتانی
۴۲۳	رسالۂ شاہ برہان	شاہ برہان برہانپوری
۴۲۴	رسالۂ شاہ محمد فرخ	شاہ محمد فرخ مجددی
۴۲۵	رسالۂ شطاریہ: اعمال شطاریہ	
۴۲۶	رسالۂ شطاریہ	
۴۲۷	رسالۂ عرفان: لب الالباب	سعید بن یوسف بن محمود
۴۲۸	رسالۂ عرفانی	شیخ محمد اسد اللہ
۴۲۹	رسالۂ عرفانی	نور الدین احمد بن جمال الدین شیرازی
۴۳۰	رسالۂ عرفانی: رسالہ در عقاید	سید محمد اکبر حسینی چشتی
۴۳۱	رسالۂ عرفانی	خواجہ باقی باللہ نقشبندی
۴۳۲	رسالۂ عرفانی	متن از بھوجو پنڈت برہمن ترجمہ از محمد مومن
۴۳۳	رسالۂ عرفانی: رسالہ در علم تصوف	محمد حسین جبار کشمیری
۴۳۴	رسالۂ عرفانی	مولانا حمید الدین
۴۳۵	رسالۂ عرفانی	پیر محمد راشد اللہ نقشبندی
۴۳۶	" "	شاہ رؤف احمد مجددی
۴۳۷	" "	سرور الحق چشتی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۴۳۸	رسائل عرفانی	شیخ سعد الدین کاشغری
۴۳۹	" "	مرزا محمد شفیع
۴۴۰	رسائل عرفانی: رسالہ صوفیہ	شہاب الدین سہروردی
۴۴۱	رسائل عرفانی	ضیاء الدین نخشبی
۴۴۲	" "	سید شاہ عباس قادری
۴۴۳	" "	سراج الدین عبداللہ شطاری
۴۴۴	" "	شیخ عبدالرحمن بخاری
۴۴۵	" "	شیخ عبدالرحیم بلخی
۴۴۶	" "	علیم رضا
۴۴۷	رسائل عرفانی: درویش نامہ	میر سید علی ہمدانی
۴۴۸	رسائل عرفانی	میر سید علی ہمدانی
۴۴۹	" "	غلام قادر شاہ
۴۵۰	" "	میاں غلام مرتضیٰ
۴۵۱	رسائل عرفانی: سلوک	شاہ محمد غوث قادری لاہوری
۴۵۲	رسائل عرفانی: توحید و	مجدد الف ثانی
۴۵۳	وحدت وجود	
۴۵۴	رسائل عرفانی	" "
۴۵۵	رسائل عرفانی: شرح ...	متن از شیخ مجد الدین شرح؟
۴۵۶	رسائل عرفانی	محمد حسینی
۴۵۷	رسائل عرفانی	میرزا مظہر جانجاناں
۴۵۸	" "	مخدوم محی الدین
۴۵۹	" "	معین الدین بغدادی
۴۶۰	" " (۱)	شرف الدین یحییٰ منیری
۴۶۱	" " (۲)	" " "
۴۶۲	" "	محمد حنیف
۴۶۳	" "	نظام الدین
۴۶۴	" "	خواجہ نظام الدین اولیاء
۴۶۵	" "	میر محمد نعمانی
۴۶۶	رسائل عرفانی: رسالہ در سلوک	نوربخش قاینی، سید محمد
۴۶۷	رسائل عرفانی (۲۸ رسائل)	مصنف لامعلوم
۴۶۸	رسائل عرفانی: عقل و عشق	—
۴۶۹	رسائل عرفانی: اسرار دقیقہ	
۴۷۰	رسائل عرفانی	از درویش کم سواد
۴۷۱	رسائل عزیزان: شرح	محمد بن نظام الدین خوارزمی
۴۷۲	رسائل غزالی طوسی	امام غزالی
۴۷۳	رسائل فریدی بخارائی: معرفت دل و ماہیت آں	فرید بن مسعود ابوبکر عمر بخارائی
۴۷۴	رسائل مسعودیہ: رسالہ مثنوی	محمد مسعود بن محمد یعقوب
۴۷۵	رسالہ میرکا: رسالہ عہد	
۴۷۶	رسالہ نو	نواب غلام محی الدین خان
۴۷۷	رسالہ ہیہات ہیہات خیالات العشاق	حمید الدین ناگوری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۴۷۸	رشف الالحاظ فی کشف الالفاظ :	شرف الدین حسین بن احمد تبریزی
۴۷۹	شرح الالفاظ الالحاظ فی شرح الالفاظ	
۴۸۰	رفیق السالکین	ابو محمد غلام حسین بن شیخ شرف الدین
۴۸۱	رفیق العارفین: ملفوظات مانکپوری	شیخ حسام الدین مانکپوری
۴۸۲	رفیق الفقرا	منشی غلام حسن شہید ملتانی
۴۸۳	رکن یقین	احمد شاہ درانی
۴۸۴	رمز العشاق	خواجہ عبداللہ امروہی
۴۸۵	رمز مشائخ	
۴۸۶	رمز مخفی : رسالۂ مخفی، رسالۂ رمز خفی	شیخ عبدالقادر جیلانی
۴۸۷	رموزات : چہار منزل	شیخ عبدالجلیل لکھنوی
۴۸۸	رموزات خفیہ : ملفوظات شہاب الدین	شیخ شہاب الدین قادری ہمالائی
۴۸۹	رموزات نجیبی	شاہ نجیب الدین امیٹھوی لکھنوی
۴۹۰	رموزات حقیقت	نظام الدین
۴۹۱	رموز العارفین	منشی ستیل سنگھ مجذوب
۴۹۲	رموز القادریہ	محمد فاضل الدین بٹالوی
۴۹۳	رموز الموحدین	امام الدین عارف حسینی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۴۹۴	رواج	یعقوب صرفی کشمیری
۴۹۵	روائح الانفاس	ملفوظات شاہ برہان الدین
۴۹۶	روح : رسالہ در بیان ...	—
۴۹۷	روح : (رسالہ در ....) بروح	—
۴۹۸	روح اعظم : رسالہ در بیان	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
۴۹۹	روحیہ (۱) : بیان حقیقت	—
۵۰۰	آدم وشیخ : نفخ روح : نعمہ روحیہ	شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی
۵۰۱	روحیہ (۲) : رسالہ در بیان	
۵۰۲	روح معرفت روح	؍؍
۵۰۳	روحیہ (۳) : تفسیر آیت و کلمتہ القاھا الی مریم	؍؍
۵۰۴	روحی اورنگ شاہی : رسالۂ	سلطان باہو
۵۰۵	روحی : اورنگ شاہی	
۵۰۶	روشن دل	میاں باری
۵۰۷	روض الفوائد	
۵۰۸	روضتہ الحسنی : شرح اسماء الحسنی	شاہ عیسیٰ برہانپوری
۵۰۹	روضتہ الزکیہ فی حقائق العلیہ	حافظ الٰہی بخش
۵۱۰	روضتہ العاشقین	—
۵۱۱	روضتہ المذنبین	جامی ناطقی
۵۱۲	رویت الحق	شیخ محمود

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۵۱۳	رویت خدا: رسالہ در	گیسو دراز
۵۱۴	رویت خدا	—
۵۱۵	ریاض الحیات	درویش خاں عرف محمد حیات قادری
۵۱۶	ریاض الطلاب	
۵۱۷	زادالسالکین	شیخ نصیرالدین دینی
۵۱۸	زادالطالبین: بعلیات اشراق	سید شریف احمد شرافت نوشاہی
۵۱۹	زادالعارفین	خواجہ عبداللہ انصاری
۵۲۰	زبدۃ التقاریر	تقریرات ابوالفضل علامی جامع ؟
۵۲۱	زبدۃ الحقائق	محمد موسیٰ بن خواجہ عیسیٰ سمرقندی
۵۲۲	زبدۃ السلوک	ملا احمد آخوند زادہ رحیم آبادی
۵۲۳	زن گل فروش: قصہ ...	خواجہ محمد چشتی احمدآبادی
۵۲۴	السائر الحائر الواجد الی السائر الواحد الماجد	نجم الدین کبریٰ
۵۲۵	سبع اسرار فی مدارج الاخیار	شاہ معصوم نقشبندی مجددی
۵۲۶	سبیل العارفین	شاہی بن فتح خاں یوسف زئی
۵۲۷	سبیل المحققین والمجذوبین	گیسو دراز
۵۲۸	ستۃ جذوریہ	عبداللہ غلام العلی قصوری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۵۲۹	ستۃ ضروریہ	" " "
۵۳۰	سخنان حلاج	حسین بن منصور
۵۳۱	سخنان بابارتن: چہل حدیث بابارتن	حاجی بابارتن
۵۳۲	سخنان زین الدین خوافی: رسالہ زین الدین	ابوبکر محمد خوافی
۵۳۳	سخن درویشاں: حکایات درویشاں	شیون داس
۵۳۴	سراج الانور	محمد بہادر خان
۵۳۵	"	
۵۳۶	سراج السالکین	سراج الدین عبداللہ بن شیخ کمال الدین سہول شطاری
۵۳۷	سراج العاشقین	عطاء اللہ طاہر بن سہیری / خلیفہ محمد سلوک جانڈیہ
۵۳۸	سراج العالمین فی سبیل رب العالمین	ابوالعلی ابراہیم
۵۳۹	سراعظم	علی بن علی امیران
۵۴۰	سرالفقر	غلام رسول نقشبندی
۵۴۱	السفر والاقامہ بعنایۃ اللہ	خواجہ محمد چشتی احمدآبادی
۵۴۲	سلاسل الانوار	
۵۴۳	سلک الشرعیہ	خلیل الرحمٰن بن حافظ حسن
۵۴۴	سلوک: رسالہ در علم	محمد حسن جان مجددی سرہندی
۵۴۵	سلوک	عبدالکریم سندھی
۵۴۶	سلوک: دربیان سلوک	عزیز نسفی
۵۴۷	سلوک: رسالہ در ...	
۵۴۸	سلوک اسرار: رسالہ در	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۵۴۹	سلوک الی اللہ	غلام مولیٰ واسطی (تسبیحی)
۵۵۰	سلوک چشتیہ: (رسالہ در...) مراتب سلوک	محمد رفیع الدین قندھاری
۵۵۱	سلوک خواجگان: طریق حضرت خواجگان	دوست محمد قالیکار
۵۵۲	سلوک الرجال	علی بن حسام الدین متقی
۵۵۳	سلوک الطریق دقیقۃ الرفیق	〃
۵۵۴	سلوک العارفین	
۵۵۵	سلوک قادریہ: رسالہ در...	محمد رفیع الدین قندھاری
۵۵۶	سلوک مجددیہ در فضیلت احمدیہ	ملا محمد
۵۵۷	سلوک المصباح	محمود بن السعید الحسنی
۵۵۸	سلوک نقشبندیہ: رسالہ در بیان ...	غلام احمد معصومی مجددی نقشبندی
۵۵۹	سلوک ہاشمی	غلام حسین شاہ چشتی قادری
۵۶۰	سلوک یوسف	یوسف
۵۶۱	سماع: رسالہ در ...	محمد حیات دہلوی
۵۶۲	سماع: رسالہ ...	عبداللطیف خان ملا گوجری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۵۶۳	سماع: غنا: رسالہ در اباحت سماع	غلام علی شاہ عثمانی
۵۶۴	سماع: رسالہ در جواز سماع	مسعود بیک
۵۶۵	سماع: رسالہ در	
۵۶۶	سنۃ الذاکرین	سید محمود
۵۶۷	سوال الملوک	صاین الدین اصفہانی
۵۶۸	سوال و جواب	سوال از میرزا محمد رضا، جواب از شیخ عبدالرشید جونپوری
۵۶۹	سوال و جواب	حسین بن حسنی بحلیمی
۵۷۰	〃 〃 〃	سوالات از دارا شکوہ، جوابات از شیخ احمد صوفی شطاری
۵۷۱	〃 〃 〃	عبدالوہاب
۵۷۲	〃 〃 〃	قاسم انوار
۵۷۳	〃 〃 〃	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۵۷۴	〃 〃 : سوالات	میر سید علی ہمدانی
۵۷۵	سوال و جواب	
۵۷۶	سوانح وقت: رسالہ عرفانی	
۵۷۷	سیر روح و بدن	صلاح جعفری
۵۷۸	سیر الطالبین	میر سید علی ہمدانی
۵۷۹	سیر مقامات	عبدالجلیل لکھنوی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۵۸۰	سیر و سلوک : شوقیہ	میر سید شریف جرجانی
۵۸۱	سیر و سلوک : موعظ	
۵۸۲	سیف الرحمٰن	محمد اکمل بن مولوی غلام محمد قریشی
۵۸۳	سیف المجاہدین	احمد بن یوسف
۵۸۴	سیف المسلول علی من اعرض عن سماع الرسول	شاہ بہلول برکی جالندھری بخارائی
۵۸۵	شالامار سخن	
۵۸۶	شجرات العرفا و ثمرات الفقرا	شیخ محمد بن درویش علی
۵۸۷	شجرہ نامہ طریقت	محمد رفیع الدین قندھاری
۵۸۸	الشدو متعلقہ العہد	شاہ داعی شیرازی
۵۸۹	شراب طہور : شرح غزلی از عراقی	ملا عبید اللہ ملتانی
۵۹۰	شرائط المریدین	غلام جیلانی رہتکی
۵۹۱	شرح آمنت باللہ	شاہ برہان الدین برہانپوری
۵۹۲	شرح ابیات شیخ عبدالقادر	محمد رفیع الدین
۵۹۳	شرح ابیات نظام الدین تھانیسری	شرح ؟
۵۹۴	شرح اسماء النبی	حاجی حمید عرف شیخ محمد
۵۹۵	〃 〃 〃	
۵۹۶	شرح اسمائے النبی : نو دو نہ نام	فقیر محمد

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۵۹۷	شرح اسماء الحسنیٰ	شیخ سیف الدین باخرزی
۵۹۸	〃 〃 〃	یعقوب چرخی
۵۹۹	〃 〃 〃	سید ابو تراب محمد راشد اللہ
۶۰۰	〃 〃 〃	منسوب بہ حضرت رضا (ع)
۶۰۱	شرح اسماء الحسنیٰ منتخب روح الارواح	
۶۰۲	شرح اسماء الحسنیٰ : نود و نہ نام	
۶۰۳	شرح اسماء الحسنیٰ	
۶۰۴	شرح اسم ذات	مجدد الف ثانی
۶۰۵	شرح اللہ اکبر	عین القضات ہمدانی
۶۰۶	شرح ام الاسماء	منشی سیتل سنگھ بیخود
۶۰۷	شرح ایاکم والامردان	نظام الدین تھانیسری
۶۰۸	شرح بیت	شاہ داعی شیرازی
۶۰۹	شرح بیتی از دہلوی	متن از امیر خسرو، شرح از غلام علی تتوی
۶۱۰	〃 〃 〃	متن از جامی شرح از امیر خسرو
۶۱۱	شرح ترجیع بند اوحدی	متن از اوحدی کرمانی شرح از احمد موسیٰ استادی
۶۱۲	شرح حدیث عما : حدیث ابا ذر	عبد الرحمٰن جامی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۶۱۳	شرح حدیث الفقر سواد الوجہ : سواد الوجہ	شاہ درویش محمد قادری
۶۱۴	شرح حدیقۃ الحقیقۃ : شرح	متن از سنائی شرح ؟
۶۱۵	شرح حصن الحصین	متن از محمد جزری شرح از حاجی محمد کشمیری
۶۱۶	فتح مبین : شرح حصن الحصین	متن از جزری شرح ابوبکر محمد ہروجی
۶۱۷	شرح حصن الحصین	متن از جزری شرح از ابو الفتح ہاشمی
۶۱۸	مفاتیح حصن الحصین : شرح حصن الحصین	متن از جزری شرح از فخر الدین
۶۱۹	شرح حصن الحصین	متن از جزری شرح ؟
۶۲۰	،، ،، ،،	،، ،، ،،
۶۲۱	شرح حقیقۃ محمدیہ	متن از وجیہ الدین علوی شرح از عبد العزیز
۶۲۲	شرح خطبۃ البیان	متن از حضرت علی شرح ؟
۶۲۳	شرح درود مستغاث	گل محمد بن محمد افضل چنابی
۶۲۴	،، ،، ،،	نظام الدین بن محمد خجندی
۶۲۵	شرح بیتی از حافظ	شرح از دوانی
۶۲۶	شرح غزلی از حافظ	،، ،، ،،
۶۲۷	شرح بیتی از حافظ	شاہ وجیہ الدین گجراتی
۶۲۸	شرح دیوان حافظ : مرج البحرین	ختمی لاہوری
۶۲۹	،، ،، : زبدۃ البحرین : منتخب مرج البحرین	
۶۳۰	شرح دیوان حافظ : بحر الفرسہ	عبد اللہ خویشگی قصوری
۶۳۱	،، ،،	محمد بن صدر الطریقہ لاہوری
۶۳۲	،، ،،	محمد سعید
۶۳۳	،، ،، : طومار معانی : طور معانی	زین العابدین ابراہیم آبادی
۶۳۴	،، ،، : فوائد الاسرار فی رفع الاستار	شاہ بہلول کول برکی جالندھری
۶۳۵	،، ،،	سید محمد صادق علی
۶۳۶	،، معلقات و لغات دیوان حافظ	مولانا عبد الرب اللہ جویا
۶۳۷	،، دیوان حافظ	
۶۳۸	،، ،، مرج البحرین	میاں عبد الرشید خویشگی قصوری
۶۳۹	،، ،، :	محمد سعید المشتہر لغدید
۶۴۰	،، اصطلاحات و لغات دیوان حافظ	شجاع بن حسین
۶۴۱	،، دیوان حافظ : روضۃ الشعراء	میر محمد شیرازی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۶۴۲	مفتاح الکنوز علی حافظ الرموز	متن از محمد شرح از قطب الدین قندھاری
۶۴۳	اصطلاحات دیوان حافظ	محمد گل اندام
۶۴۴	〃 〃 〃	ناشناختہ
۶۴۵	〃 〃 〃	〃 〃
۶۴۶	ترجمہ پنجابی دیوان حافظ	مترجم نامعلوم
۶۴۷	شرح دیوان حافظ	ناشناختہ
۶۴۸	شرح غزلی از حافظ	〃
۶۴۹	شرح دیوان حافظ	〃
۶۵۰	شرح رباعی احول نیم ایدوست	خواجگی احمد کاسانی
۶۵۱	شرح رباعی خواجہ بہاء الدین نقشبند	سید محمد بن خواجہ شاہ بلخی سمرقندی
۶۵۲	شرح رباعیات باقی باللہ: تعلیقات بر رباعیات باقی باللہ	شارح نامعلوم
۶۵۳	شرح رباعیات خواجہ خورد	شرح از خواجہ خورد
۶۵۴	شرح رباعیات ملاشاہ	ملاشاہ بدخشی
۶۵۵	شرح رباعیات یعقوب صرفی	یعقوب صرفی
۶۵۶	شرح رباعیات ناشناختہ بنظر البید	
۶۵۷	شرح الشرح	حافظ محمد شیرازی و شرح بر شرح از محمد غوث
۶۵۸	شرح قصیدہ خمریہ غوثیہ	
۶۵۹	ترجمہ منظوم قصیدہ خمریہ غوثیہ	متن شیخ عبد القادر گیلانی مترجم ؟

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۶۶۰	شرح قصیدہ خمریہ غوثیہ	شاہ محمد غوث پیشاوری
۶۶۱	بیان الاسرار: شرح قصیدہ خمریہ غوثیہ	محمد فاضل الدین
۶۶۲	شرح قصیدہ خمریہ غوثیہ	محمود بن لایہ شیرازی
۶۶۳	〃 〃 〃	فضل اللہ
۶۶۴	〃 〃 〃	محمد اکمل
۶۶۵	〃 〃 〃	محمد عالم حنفی
۶۶۶	〃 〃 〃	داد بن خلیفہ فتح علی
۶۶۷	〃 〃 〃	حافظ محمد جمال اللہ چشتی ملتانی
۶۶۸	ترجمہ منظوم قصیدہ خمریہ غوثیہ	شارح ؟
۶۶۹	شرح قصیدہ خمریہ غوثیہ	〃
۶۷۰	شرح قصیدہ سریانی: شرح قصیدہ ربوبیہ، شرح دعای سریانی	ضیاء الدین نخشبی
۶۷۱	ترجمہ و شرح منظوم قصیدہ سریانی	مسکین تقی
۶۷۲	شرح قصیدہ سریانی: شرح قصیدہ ربوبیہ	شرح منظوم از فقیر
۶۷۳	شرح قصیدہ سریانی	شارح ؟
۶۷۴	شرح کافیہ	عبد الواحد ابراہیم قطب بلگرامی
۶۷۵	شرح کلمات شافیات: شرح مخزن الاسلام	متن از آخوند درویزہ شرح از عبد اللہ خویشگی
۶۷۶	نسایم گلشن: شرح گلشن راز	شرح از داعی شیرازی
۶۷۷	مفاتیح الاعجاز: شرح گلشن راز	شرح از شمس الدین محمد

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۶۷۸	شرح بیتی از گلشن راز	جلال الدین محمد دوانی
	شرح گلشن راز	شرح ؟
	" " "	
	شرح بیتی از گلشن راز	
	شرح گلشن راز	
	شرح مثنوی معنوی: حواشی مثنوی	شاہ داعی شیرازی
	شرح ابیاتی از مثنوی	" " "
۶۸۵	شرح مثنوی معنوی	شرح از سرحدی ترک
	" " "	شرح از واعظ بخاری
	فتح مثنوی: شرح مثنوی معنوی	شرح از شاہ فتح محمد
	اسرار مثنوی و انوار معنوی: شرح مثنوی معنوی: اسرار نامہ	عبداللہ خویشگی قصوری
	المغنی: شرح مثنوی معنوی	شرح از محمد عابد
۶۹۰	شرح مثنوی معنوی	شکر اللہ شارح
	" " "	
	" " "	
	" " "	
	شرح مثنوی معنوی: اسرار الغیوب	شرح از ایوب
	حل مثنوی معنوی	امام عبدالعزیز
	شرح مثنوی معنوی	فقیر اللہ شارح
۶۹۷	" " "	شاہ اولاد اللہ شطاری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۶۹۸	دفع شبہات از ابیات مثنوی	دیارام
	منتخب لب لباب	وجیہ بن نویر یوسف حسین
	شرح بیتین مثنوی: نی نامہ	درویش محمد قلندری
	شرح مثنوی معنوی	محمد بن حسین البلخی
	" " "	سردار مہر دل خاں قندھاری
	اسرار العلوم	مولوی عبدالجبار
	شرح مثنوی معنوی	سید احمد
۷۰۵	شرح مثنوی معنوی	
	شرح بیتی از مثنوی	
	مفتاح المخزن: شرح مخزن الاسرار	محمد حبیب اللہ بن الحفیظ ہاشمی
	شرح مخزن الاسرار	محمد رضا ملتانی
	کاشف الاسرار شرح مخزن الاسرار	
	شرح مخزن الاسرار	
	شرح مصرعہ: شرح درابلکت عشق پادشاہی کن	خواجگی کاسانی
	شرح مفصل	ملا عبید اللہ ملتانی
۷۱۳	شرح منظومہ کریمداد	از عبدالکریم کریمداد شرح؟

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۷۱۴	شغل ادمی	فتح علی گردیزی
	شلاق الجاہلین	محمد صابر بن محمد یعقوب
	شمس العارفین: مشکل کشائی حضور نما	سلطان باہو
	شمع بارقہ	حبیب اللہ قندھاری
	شواہد التجدید	عبدالاحد مجددی
	شواہد الطوالع	شیخ سعد الدین احمد کی
۷۲۰	شواہد محبت باری...	
	شواہد نجیبی: شواہد نجیب	نجیب الدین انبیتو ی
	شوق نامہ	محمد صالح کوریجہ
	شوقیہ: رسالہ...	شاہ ابو المعالی قادری لاہوری
	شوقیہ	قتیل لاہوری
۷۲۵	شیبیہ	خواجگی کاسانی
	الصباح عن المصباح	
	صبح وصال	محمد قمر الدین نوری
	صبر در شدت	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
	صحت و مرض: روح بدن: سفرنامہ روح: حسن و دل: حسن و عشق	فضولی بغدادی
۷۳۰	صراط الطالبین: ملفوظات پیر محمد راشد	یکے از ملفوظات پیر محمد راشد
۷۳۱	صفائے المرآت	سید غلام حسین شاہ
	" " "	غلام قادر شاہ فاضلی
	صلات الاسرار	پیر احسن شاہ قادری
	صلات الاسرار: دوگانہ پیران: ضرب الاقدام	عبدالحق محدث دہلوی
۷۳۵	صلح کل	خوب محمد چشتی
	صیحہ وصدا	دوانی
	ضبط اوقات: رسالہ...	محمد حسین فیاض کشمیری
	ضروریات مقاصد طریقت	حافظ غلام مصطفےٰ
	ضیائے توحید: ترجمہ کلمات التوحید تہلیلہ	
۷۴۰	طب روحانی: طب در روحانیات امراض جسم و روح	
	طب الشفاء	بولاق چشتی
	طریق آخرت: رسالہ عرفانی	شیخ بہاء الدین
	طریق الارشاد التکمیل المومنین والاولاد	شاہ فقیر اللہ جلال آبادی
	طریق السالکین: خرقہ پوشیدن	
	طریق اصول: نفی و اثبات: فنا	خواجہ باقی باللہ
	طریق الہدی	غلام جیلانی رہتکی
۷۴۷	طریقہ ختم نقشبندیان	پیر جعفر شاہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۷۴۸	طریقہ ختم خواجگان چشت: ختم خواجگان	—
	طریقہ خواجگان نقشبند	مجدد الف ثانی
	طریقہ مجددیہ	غلام نبی للّٰہی نقشبندی
	طریقہ مشغول: رسالہ...	
	طریقہ نقشبندیہ: رسالہ در	سید اسد اللہ
	طریقہ نقشبندیہ: بیان	سعد الدین کاشغری
	طریقہ نقشبندیہ: رسالہ در...	شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی
۷۵۵	طریقہ نقشبندیہ: طریقہ خواجگان	مجدد الف ثانی
	طریقہ وصول: رسالہ در...	—
	طعن بر مجتہدان	شیرازی
	ظفرنامہ ابوذر حکیم	خواجہ ابوذر حکیم
	ظہور ذات: رسالہ در...	
۷۶۰	عالم صغیر و عالم کبیر: در بیان...	عزیز نسفی
	عالم ملک و ملکوت و جبروت	
	عبادت و استغفار: رسالہ در ایثار	علی بن حسام الدین متقی
	عجالۃ الوقت	
	عرفان نفس	شیخ محمود حسنی
	عروۃ المقلدین	غلام دستگیر قصوری
۷۶۶	عریان المحبوب	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۷۶۷	عشرۂ مبشرہ	محمد زاہد سالک قادری
	عشق: بیان عشق	عزیز نسفی
	عشق: رسالہ در ...	شیخ نظام الدین
	عشق حقیقی: مکتوبات نظام الدین اولیاء	شیخ نظام الدین اولیاء
	عشق و سلوک	
	عشقیہ	شیخ عبد الغنی
	عقائد صوفیان	خوب محمد چشتی
	عقائد الصوفیہ: اعتقادیہ	
۷۷۵	عقائد علیہ در مذہب صوفیہ	
	عقائد مجدد الف ثانی	شیخ احمد سرہندی
	عقبات	ہمدانی
	عقل بیدار	سلطان باہو
	عقل کل	شاہ غریب بن نصرت قادری
۷۸۰	عقل و عشق	سعدی شیرازی
	عقلیہ: رسالہ در بارۂ عقل	ہمدانی
	علاج المتکبرین	جلال الدین سندی
	علم: رسالۃ العلم	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
	عمدۃ الاسلام	
	عمدۃ التحریر فی مذمۃ الغناء والمزامیر	غلام محی الدین قصوری
۷۸۶	عملیات و اوراد	فیض رسول

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۷۸۷	عملیات مجددی	خواجہ علی محمد نقشبندی
	مناظر اربعہ	منسوب بہ امام جعفر صادق
	عوارف المعارف: ترجمہ...	متن شہاب الدین سہروردی ترجمہ؟
	عوارف المعارف: ترجمہ...	
	عوالم خمسہ مراتب عوالم الجنس	بابا فتح محمد
	عیار الایمان	
	عین الایمان	ناطقی
	عین التصوف	فضلی لاہوری
	عین الحق یا عین الیقین	
۷۹۶	عین السلوک	مولوی لطفی
	عین العشق	محمد قاسم دھنوی
	عین الفقر	سلطان باہو
	عینک بوقلمون	ملفوظات حافظ ابراہیم
	عین الکمالات	
۸۰۱	عین المحبۃ	یعقوب صالح
	عین الیقین	شاہ محمد فخر الدین اورنگ آبادی
	عینیہ: رازنامہ: تازیانۂ سلوک	امام غزالی
	غذاء المبین وسم المعاندین	ملفوظات خواجہ محمد اللہ بخش
	الغرار فی شرح اسماء الحسنی	
۸۰۶	غرائب الاسرار	سید محمد شاہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۸۰۷	الغبار والفقر: رسالہ ...	ملا عبید اللہ ملتانی
	غنیۃ الطالبین: ترجمہ غنیۃ الطالبین	ترجمہ و تلخیص ابراہیم توتی
	رسالہ مرجیہ: شرح غنیۃ الطالبین	فخر الدین اورنگ آبادی
	مکالمات غوث اعظم: شرح الہامات	شارح: لوک شاہ
	شرح غوثیہ	عبد الرزاق
	شرح رسالہ غوثیہ	عبد الواحد
	ترجمہ و شرح رسالہ غوثیہ	
	اسرار الطریقہ: غوثیہ	محمد غوث پشاوری
۸۱۵	نشاط العشق: غوثیہ	عبد اللہ
	خیریہ: غوثیہ	خیر الدین خالدی
	فارقہ در بارہ توحید وجودی و شہودی	احمد بن اسماعیل البدالی نقشبندی قندھاری
	فائدہ جلیلہ	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
۸۱۹	فتح الاذکار	شاہ فتح اللہ حسنی حسینی چشتی جالندھری
	فتح الباب فی معرفۃ رب الارباب	شاہ جلال الدین قادری
	الفتح الربانی: ترجمہ	شیخ عبد القادر جیلانی
	فتح الفصل (ترجمہ ودو محمدی)	
	فتوت نامہ: فتوتیہ	میر سید علی ہمدانی
۸۲۲	فتوحات الغیبیہ فی شرح عقائد الصوفیہ	شاہ فقیر اللہ شکارپوری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۸۲۵	فتوحات مرشدیہ	حافظ محمد ضیاء الدین
	فتوحات مکیہ (ترجمہ)	
	فتوح الغیب (ترجمہ)	
	فخر الحسن	شاہ محمد فخر الدین اورنگ آبادی دہلوی
	فرح افزا	پاکھر لال حافظ آبادی
	فرق بیان بلوغ کمال و کمال البلوغ	
	فریدہ: فرائد	
	فصوص الحکم (ترجمہ و شرح)	محی الدین ابن عربی، شرح صدر الدین محمد قونوی
	فصوص الحکم (ترجمہ و شرح)	(شارح) عماد الدین، محمد عارف (مترجم)
	فصوص الحکم (شرح)	خواجہ محمد پارسا
۸۳۵	حل فصوص الحکم (شرح فصوص الحکم)	میر سید علی ہمدانی
	فصوص الحکم (شرح)	کمال الدین حسین خوارزمی
	فصوص الحکم (شرح)	شیخ عبد الکریم چشتی لاہوری
	جنون الجانین: شرح فصوص الحکم	نصر اللہ نصرتی
	فص الفصوص فی شرح نقش الفصوص	حسین شاہ بن سید عطا
۸۴۰	فصوص الحکم (شرح)	
	رد فصوص الحکم و فتوحات	شیخ جعفر بن عبد الکریم میران بوبکانی
۸۴۱	فضائل الابرار والشمائل القدسیہ	
	فضائل ذکر: دیکھئے ذکر فضائل	
	فضائل ذکر خفی: دیکھئے ذکر خفی	
	فضائل نماز	سید سعد اللہ بن حیران بن موسیٰ
	فضائل نماز	قاضی ثناء اللہ پانی پتی
	فضائل نماز و ذکر	
	فضل اللقاء: عیان الفقراء	سلطان باہو
	فقر نامہ: مشائخ نامہ	بایزید بسطامی
	فقر نامہ: آداب درویشی	جعفر صادق
۸۵۰	فقر نامہ	جنید بغدادی
	فقر نامہ	خواجہ حسن بصری
	فقر نامہ: فرقہ درویشی	نظام الدین اولیاء
	فقر نامہ: آداب درویشی: درویشی نامہ	
	فقریہ: آداب سیرت اہل کمال بنسبت فرقہ	میر سید علی ہمدانی
	فقہ و تصوف: کتاب در...	ابو اسحاق ابن ابو طاہر قوام الدین
	فقہ الابرار	میر ابو محمد الموحد
	رسالہ در فنا	شرف الدین احمد منیری
۸۵۸	فواتح	سیف اللہ معروف بہ خواجہ محمد نعیم نقشبندی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۸۵۹	فواتح سبعہ	قاضی کمال الدین حسین
	فوائد حافظیہ	
	فوائد حسنیہ شرح درود مستغاث	گل محمد بن محمد سلیم
	فوائد السالکین	محمد بن ابی سعید
	فوائد السلوک	یکدل
	فوائد ضیائیہ (ملفوظات ضیاء الدین)	مہدی علی حسین الحسینی
	فوائد طریقہ نقشبندیہ	عطا محمد
	فوائد عثمانی (مجموعہ فوائد عثمانی)	سید محمد اکبر علی شاہ دہلوی
	فوائد الوجود	شیخ عبدالقادر گیلانی
	فوز النجات	محمد افضل الہ آبادی
	فوز النجات	
۸۷۰	فیض چشتیہ	سید شریف احمد شرافت نوشاہی
	فیض عام	نعیم الدین بن دوالی
	فیض عیان: مویدالبیان: ترجمہ مواعظ الرحمٰن	متن شیخ عبدالقادر گیلانی- مترجم؟
	فیوضات قادریہ: فیض قادری	عبدالرحیم ہیتم قادری
	فیض نبوت	غلام احمد
	قابلیت: تحقیق در معنی...	صاین الدین علی ترکہ خجندی
	قاطع اللذائذ	محمد خجستہ اختر
	قرب دیدار	سلطان باہو
۸۷۸	قرة العین: قرة الاعین	عبدالقدوس گنگوہی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۸۷۹	قرة العیون	محمد حسن جان مجددی
	قسطاس مستقیم	مخدوم ابراہیم بن عبداللطیف
	قصة المعراج: معراج نامہ	غلام محی الدین بن قطب الدین لاہوری
	قطبیہ: بیان اقطاب	شاہ نعمت اللہ کرمانی
	قلب: مکتوب درباره...	سید عبدالرحمٰن
	قلزوم	شیخ خوب محمد چشتی
۸۹۵	کاشف المرام للخواص والعوام	محمد معروف بہ باہاشمی بن سید اسماعیل
	کاشفہ	احمد بن اسماعیل ابدالی
	کبریت احمر (شرح)	شیخ عبدالقادر گیلانی
	ذریعة السعادت بشرح کبریت احمر	سعید عاصی
	روض الاخضر فی شرح الکبریت الاحمر	حاجی سعید کشمیری
	کبریت احمر (شرح)	محمد اعظم دیدہ مری کشمیری
	کثیر الفوائد	محمد موسیٰ بن خواجہ عیسیٰ
	کچکول وارث علی	وارث علی
	کحل الجواہر	
	کشف الاستار فی معرفة الاسرار	فتح اللہ گردیزی
	کشف الاسرار	محمد حسن بن داراب
	کشف الاسرار: شرح اسرار الوحی	برہان الدین بختیار بخاری
	کشف الاسرار	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۸۹۸	کشف الاسمار فی شرح الاسمار	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۸۹۹	کشف حقایق الوجود: وجودیہ	منتخب الدین قادری
	کشف العین فی شرح الرباعیتین	خواجہ باقی باللہ شرح از شاہ ولی اللہ
	کشف القناع عن حکم السماع	محمد ابراہیم بن ابوالقاسم
	حاشیہ کشف المحجوب	عبد الغفور لاری
	کشف المحققین و اسرار الموحدین: کشف المحققین فی اسرار الموحدین	شاہ رمز الدین قادری نقشبندی
	کشف المراتب	شاہ داعی شیرازی
۹۰۵	کشف المعانی	بابا محمد عثمانی
	کشف الملفوظ	محمد یار
	کشف: رسالہ . . .	خواجہ محمد پارسا
	کفایت الاسلام	ابو الفتح حسنی الحسینی العلوی
	کفایۃ الاعتقاد	ملا حسین خباز کشمیری۔
	کلمات باقیہ	شاہ داعی شیرازی
	کلمات جامع	شاہ ابو الحسن قادری
	کلمات حسینیہ	محمد بن ابو سعید حسینی
	کلمات صوفیہ	میر سید نوازش علی بلگرامی
	کلمات طیبات: مکتوبات نجم الدین	شیخ جان محمد
۹۱۵	کلمات طیبات: ملفوظات نوشاہیہ	حاجی محمد قادری
	کلمات عبد الخالق غجدوانی	عبد الخالق غجدوانی
	کلمات شیخ عبد القادر	شیخ عبد القادر گیلانی
۹۱۸	کلمات قدسیہ: فقریہ	امان اللہ بن حسین

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۹۱۹	محک حق در توحید مطلق	اشرفی عنایت اللہ
	کلید شریعت	میر محمد امین مودودی
	کلید گنج	برہان الدین چشتی
	کلید معرفت	
	کلید وحدت	
	کمالات امجدیہ و مقامات احمدیہ	عبد الحی بن ابو الخیر مودودی
۹۲۵	کمال بلوغ و بلوغ کمال در ترقیات	نعمت اللہ کرمانی
	تکمیلیہ: ترجمہ و شرح حدیث بالحقیقہ	عبد الرزاق کاشی، مترجم افتخار بن نصر اللہ
	تکمیلیہ: شرح حدیث بالحقیقہ	عبد الرزاق کاشی، مترجم و شارح: نظام الدین احمد
	تکمیلیہ: شرح حدیث الحقیقہ	شاہ داعی شیرازی
	کنز الدقایق	فیروز شاہ خوشگی نقشبندی
	کنز المعرفت	ضیا شہاب کمال
	کنز الفوائد	بہاء الدین محمود بن ابراہیم
	کنز المعرفت: ملفوظات نوشاہی	غلام مصطفٰے نوشاہی
	کنز المقصود	شیخ بایزید بن صابر
	کنوز الاسرار فی مذہب شطاری	عبد النبی شطاری
	کنوز معرفت	گل محمد
۹۳۶	کوائف یاران	حسن محمد قادری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۹۳۰	کوس فخریہ: رسالہ...	حاجی یعقوب
	گلدستہ حقیقت	عزیز اللہ سامانی پارسی کبرئی
	گلدستہ موجودات: جامع النکات	غلام محمد جنید جنیدی۔
	گلزار اسرار صوفیہ	دیدہ سنگل
	گلزار راشدی: مجوبیہ محمودیہ	پیر محمد راشد اللہ
	گلستان سنیان	
	گلشن عشق	شاہ محترم اللہ متوکل
	گلقند در رسائل نقشبند: زاد الامین لاہل الیقین	محمد امین ستالی
۹۳۵	گل نوروزی: گل نوروز	خواجگی احمد کاسانی
	گنج اسرار	شیخ قاضی سہروردی
	گنج اسرار: مرید و مریدی	
	گنج السالکین	رکن الدین
	گنج العارفین	شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی
	گنج مخفی: شرح کنت کنزاً مخفیاً	
	گنج امر: شرح کنت کنزاً مخفیاً	خواجگی احمد کاسانی
	گنج نامہ	خواجہ عبداللہ انصاری
	ب: رسالہ	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
	لذات المنتہین	
	لذت المعرفت	شاہ درویش محمد فارسی
۹۵۶	لطائف خمسہ: تذکرۃ اللطائف لطائف شاہی	شیخ عبدالواحد سرہندی دہلوی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۹۵۷	لطائف صوفیہ	صوفی بن جوہر جیجیانی
	لطائف عشری	خواجہ غلام نبی للّٰہی نقشبندی احمدی
	لطائف غوثیہ	محمد بن غلام غوث قادری بٹالوی
	لطائف غیبی: لطائف غیبیہ	ابو المعارف عنایت اللہ قصوری لاہوری
	لطف المعانی	
	لطیفہ انسانیہ: اصطلاحات صوفیان	
	لطیفہ شریفہ	
	لطیفہ غیبیہ	عبداللہ بن حسام الدین آرزو
۹۶۵	مکاشف الاسرار: شرح لوائح	محمد شریف بن نظام الدین ہروی علوی
	شرح لوائح	
	لوائح: ملفوظات عبدالقادر	
	گمبھیر لالی	
	مالنت الغفار لاہل القفار: غفار	
	مجمع الاسرار	سید بہادر شاہ بہار کری قادری
	مجمع الاسرار	شاہ نعمت اللہ کرمانی
	مجمع الاشیار	شیخ محمود
۹۷۲	مجمع الحکم (جمیع الاحکام)	درویش ابو سعید علی (دولا) قریشی۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۹۷۳	ضور اللمعات: شرح لمعات	صائن الدین علی ترکہ خجندی
	شرح لمعات	امیر عبداللہ برزش آبادی
	صدف اسرار: شرح لمعات	فیض اللہ بن زین العابدین
	حاشیہ بر لمعات	شیخ محمد حسین عشاق
	شرح لمعات	
	شرح لمعات	
	لمعات قادریہ	محمد فاضل عنایت اللہ
۹۸۰	لمحۃ الاذکار	فقیر محمد پارسا نقشبندی
	لوامع انوار الکشف والشہود علی قلوب الذوق والجود:	عبدالرحمٰن جامی
	قصیدہ خمریہ	
	مجمع الدقائق	
	مجمع الفیوضات: ملفوظات محمد اشرف	خلیفہ میاں محمود
	مجمع قوانین	محمود سلطان حافظ محمد
۹۸۵	مجمع الکمالات	شیخ محمد امین بن نور محمد گجراتی
	مجمع اللطائف	محمد حیات نوشاہی
	مجموعۃ الاذکار	
	مجموعۃ اسرار	شیخ عبدالنبی تیہو
	مجموعۃ الفوائد عثمانی: ملفوظات عثمانی	سید محمد اکبر علی شاہ دہلوی عثمانی مجددی
۹۹۰	مجموعہ نوادر	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۹۹۱	مجموعہ وظائف چشتیہ	خان عبدالقادر خان بادروزئی
	محبت: رسالہ فی معنی المحبۃ	شاہ داعی شیرازی
	محبت باری: تحفۃ القلوب	خواجہ عثمان جالندھری
	ہدیۃ الارواح	
	محبت نامہ	
۹۹۵	محبوب العاشقین	بایزید بسطامی
	محبوب المتقین	محبوب عالم
	محک الطالبین	محمد سعید قادری معروف عبدالسلام حسام الدین
	محک الطالبین: مختصر محک الطالبین	محمد بن سلیمان بن عثمان
	محک الطالبین: منتخب محک الطالبین	مرتضیٰ بن محمد خان شہاب الدین زئی
۱۰۰۰	محک و محکم، الفقر خورد	سلطان باہو
	محک الفقر، کلاں	سلطان باہو
	محک مریدان طالب تحقیق	
	مختصر الطالبین	عبدالکریم سندی
	مخزن الانوار احمدی فی کشف اسرار مجددی	حاجی محمد صفی اللہ فاروقی سرہندی مجددی
۱۰۰۵	مخزن الدعوۃ: مخزن الدعوات	سراج الدین برہان پوری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۰۰۶	مخزن ہدایت و مرآت معرفت	شاہ محمد قریشی بن شیخ کرم الدین
	مرآت الحق	میر محمد صلاح شطاری
	مرآت الحقایق	قاسم
	مرآۃ الروح	
	مرآت الصفار	خواجگی احمد کاسانی
	مرآت الصفا فی شرح مرآت العارفین	محی الدین اہل اللہ
	مرآت الصفا: انتخابی از...	—
	مرآت الطالبین	ملا حسین خباز کشمیری
	مرآت العابدین	
۱۰۱۵	مرآت العارفین	شاہ قادری برہنہ خشیر
	مرآت العارفین (شرح)	بہ شیخ ذکریا
	مرآت العارفین	
	مرآت العرفان	فتح اللہ گردیزی
	مرآت غوریہ	الم بخش بن خواجہ نور اللہ لاہوری
	مرآت المبین و مرآت المحبوبین	محمد سعد الدین
	مرآت المحققین	نعمت اللہ ولی کرمانی
	مرآت المراتب	خیر اللہ نقشبندی
	مرآت الوجود	شاہ داعی شیرازی
۱۰۲۴	مرآت الوصول: ملفوظات عربی	مولانا محمد قاسم

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۰۲۵	مراتب سلوک	شاہ رؤف احمد مجددی نقشبندی
	مراتب: رسالہ در بیان... = مراتب الٰہیہ	شاہ نعمت اللہ ولی
	مراتب خمسہ: مراتب وجود	
	مراتب ندیہ: نذنامہ وحق تند	شاہ نعمت اللہ ولی
	مراتب فنا فی اللہ	شمس الدین بن حامد محمد گیلانی
	مراتب مشائخ نقشبندیہ: تاریخ مشائخ نقشبندیہ	نور محمد تھانیسری
	مراتب الوجود	نور الدین محمد عبد اللہ شیرازی
	مراتب وجود	
	مراجین العشاق فی بحر الاشواق	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی گجراتی
۱۰۳۴	مراد العارفین	صوفی اللہ یار بن اللہ قلی نقشبندی
	مراقبات: رسالہ	شاہ احمد سعید مجددی
	مراقبات	محمد حسین بن امام محمد رضا نقشبندی
	مراقبت: رسالہ در...	شیر محمد مشہور بہ خلیفہ
	مرشد: رسالہ...	ملا شاہ بدخشی
۱۰۳۹	مرغوب الحقیقہ	حمید بن فقیر اللہ جمالی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۰۴۰	مرمات التسلیل	شاہ داعی شیرازی
	مرید و مریدی	عبدالرحمن بن عبدالرحیم
	مرید و مریدی: رسالہ نجم الدین کبریٰ	نجم الدین کبری
	مرید و مریدی: بیعت نامہ	
	مسائل حقایق	ناشناس
	مسجد و مسجد کعبہ و اقصی: رسالہ در	خواجہ محمد چشتی۔
	مسطر طریقت	غلام نبی للهی احمدی مظہری نقشبندی
	مسلک العارفین	خواجہ محمد پارسا بخارائی
	مشارب الاذواق	میر سید علی ہمدانی
	مشارق	
۱۰۵۰	مشاہد: مشاہدات، مشاہدہ: کاشف الطلباب	ابوالفتح علاء قریشی گوالیاری
	مشاہدة الموجود	ابوامین نعمت اللہ
	مشاہدہ و رویت باری: رسالہ در۔۔	
	مشتاق الطالبین	محمد صابر بن محمد یعقوب صوفی
	مشیت سلوک	میر سید علی ہمدانی
	مصابیح العارفین	شیخ عبدالکریم چشتی لاہوری
	مصافحہ: رسالہ در بارہ۔۔۔	
۱۰۵۷	مصباح السالکین	سید محمد عبدالحلیم گیلانی لاہوری، پانی پتی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۰۵۸	مطالع الطالبین طریق السالکین	شریف محمد ایرانی قادری
	مطالب الاسمی فی شرح اسما الحسنیٰ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
	مطلوب الطالبین	عبداللہ بن حسن رحق؛ علی مکی حسینی میلانی
	مطلوب العاشقین	شاہ بختیار عبدالمومن
	المطلوب فی عشق المحبوب	علوی فقیر امیر شاہ
	مظاہر: مراتب ظہور و مظاہر یگانہ	شیخ نظام الدین تھانیسری
۱۰۶۴	مظہر جلالی: مظہر الجلالیہ: ملفوظات جلال الدین	صلاح الدین شاہ
	مظہر العجائب و مجمع الغرائب	حافظ محمد بصیر
	معارف: دقایق الحقایق گیگ	احمد رومی
	معارف تصوف	نوشہ گنج بخش
	معارف العوارف	سید محمد نور بخش
	معاش السالکین	
	معدن الاسرار	محمد صفی اللہ سرہندی فاروقی
	معدن الحقایق کیلیہ	اسماعیل عبداللہ
	معدن الغرائب	عبدالوہاب صوفی جیلانی
	معراج العاشقین	خواجگی احمد کاسانی
	معراج نامہ	جان محمد
		سعیدالدین ناگوری
۱۰۷۶		مبارک بخاری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۰۷۷	معراج نامہ	
	معرفت	خواجہ محمد باقی باللہ
	معرفت	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
	معرفت السلوک	
	معرفت ذات وصفات خدا:	بوعلی قلندر پانی پتی
	سوال وجواب	
	معرفت الفقر	فتح اللہ گرگیزی
	معرفت الفقر	
۱۰۸۳	معرفت القلوب	شاہ میراں جی
	معرفت المحبوب	شاہ برہان الدین
	معرفت مقامات صوفیان	
	معرفت النفس	شاہ داعی شیرازی
	معرفت الواحد: معرفت وحدت	
	معنی کلمات	
	معیار الکشوف	شیخ سعدالدین احمد الفیاکی
	مغتنم الحصول فی علم الاصول	حبیب اللہ قندھاری
	المفاوضہ بین الانسان والکفر	محمد امین بدخشی
	مفاتیح الاسرار: ترجمہ شجرۃ	ابوالغیث زین
	المعانیہ	العابدین
	مفتاح التصوف	شیر علی بن محمد قاسم
۱۰۹۵	مفتاح الحدیقہ: شرح حدیقۂ سنائی	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۰۹۶	مفتاح الطالبین	صلاح الدین عرف اروں علاء الدین سہروردی
	مفتاح العارفین	سلطان باہو
	مفتاح الفتوح: جنت الاعلاء	خواجہ ستار اللہ خرابائی
	مفتاح الکرامات	محمد فاضل احمد آبادی
	مقابیس المجالس: ارشادات فریدی	محمد رکن الدین
	مقاصد السالکین: آداب مرید ومریدی	محمد بن احمد بن محمد
	ملاقات نوشہ	حاجی محمد قادری نوشہ
	مقامات اولیا: تحفۃ الاتقیا	
	مقامات تصوف	ابوسعید مجددی قادری
۱۱۰۵	مقامات خدابخش ملتانی	
	مقامات السلوک	
	مقامات صوفیان: چہل مقام	
	مقامات طریقہ مجددیہ	شاہ رؤف احمد مجددی
	مقامات مجدد الف ثانی	
	مقصود الطالبین	
	مقصود المراد: مقصود العاشقین ملفوظات ہاشم	شاہ مراد بن شاہ جلال
۱۱۱۲	مقصود المومنین: ترجمہ...	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۱۱۳	مقصود المومنین و ذوق العارفین	
	مکاتیب شریفہ، مکتوبات شریفہ	غلام محی الدین قصوری
	مکاتیب طیبہ	ایضاً
	مکاشفات	شاہ نعمت اللہ کرمانی
	مکاشفات	
	مکالمات غوثیہ	ابو اسحاق جمال الدین احمد
	مکتوبات احمد کشمیری	ابو محمد حسن شری قادری
	مکتوب اعلیحضرت	غلام نبی للہی
	مکتوبات بو علی قلندر	بو علی قلندر پانی پتی
	مکتوبات جہانیاں جہاں	جہانیاں جہاں گشت
	مکتوبات محمد حسن جان	محمد ہاشم جان مجددی
۱۱۲۴	مکتوبات محمد حسین	محمد حسین
	مکتوبات خواجہ معین الدین سنجری	خواجہ معین الدین سنجری
	مکتوبات درویش محمد	درویش محمد قادری
	مکتوبات دوست محمد	دوست محمد قندھاری
	مکتوبات دیدار، نامہ ہائے دیدار	محمد بن محمود دیدار
	مکتوبات محمد راشد	پیر محمد راشد اللہ
	مکتوب سید آدم	سید آدم بنوری
	مکتوبات خواجہ شریف مراد	خواجہ شریف مراد
۱۱۳۲	مکتوبات محمد شہریار	محمد شہریار

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۱۳۳	مکتوبات صفی اللہ	شاہ صفی اللہ
	مکتوبات الصلاۃ، مکتوبات مکتوبات در سالکان، مکتوبات سید عبدالرحمٰن	سید عبدالرحمٰن
	مکتوبات عبدالجلیل	شیخ عبدالجلیل چشتی لکھنوی
	مکتوبات عبدالجلیل	مولانا عبدالجلیل فاضل ٹونکی
	مکتوبات عبدالحمید	عبدالحمید
	مکتوبات عبدالصبور	عبدالصبور
	مکتوبات عبدالکریم دردیزہ	عبدالکریم کریم داد ننگرہاری
۱۱۴۰	مکتوبات عبدالواحد بلگرامی	عبدالواحد ابراہیم بلگرامی
	مکتوبات غزالی طوسی	حجۃ الاسلام محمد
	مکتوبات غلام محی الدین قصوری (۱)	غلام محی الدین قصوری
	مکتوبات غلام محی الدین قصوری (۲)	
	مکتوبات فخر جہاں	خواجہ محمد عبدالصمد
	مکتوبات فضلیہ	قاضی ابو محمد عبداللہ فضلی
	مکتوبات فضل اللہ	فضل بن پیر محمد
	مکتوبات مانکپوری	حسام الدین مانکپوری
	مکتوبات مجتبیٰ قلندر	مجتبیٰ قلندر رائے بریلوی
	مکتوبات محب اللہ	محب اللہ الہ آبادی
	مکتوبات ملا شاہ	ملا شاہ بدخشی
	مکتوبات میر صاحب	میر مہدی بخشی قمری
۱۱۵۲	مکتوبات میر صفی اللہ	میر صفی اللہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۱۵۳	مکتوبات ناشناختہ	
	مکتوبات نوراللہ	سید نوراللہ نوشاہی
	مکتوبات نور محمد لاہوری	نور محمد لاہوری و ملا مسعود ملتانی
	مکتوبات نوشہ	حاجی محمد قادری
	مکتوبات عبدالحکیم حیوہ: رسالہ عبدالحکیم	عبدالحکیم سیوکالوری قندھاری
	ملاک الاعتقاد و نجات العباد	محمد یحییٰ شبھوریہ نواب اللہ
	ملفوظات بقا	خواجہ محمد بقا نقشبندی
۱۱۶۰	ملفوظات جامی	عبدالرحمٰن جامی
	ملفوظات جہانیاں جہاں گشت	مخدوم جہانیان جہانگشت
	ملفوظات جلال الدین بخاری	
	ملفوظات حضرت صاحب	ابراہیم بن بیگ
	ملفوظات خدابخش	نعیم شاہ بن شاہ یار اللہ بخش
	ملفوظات محمد راشد (۱)	محمد حسین
	ملفوظات محمد راشد (۲): جامع الفیوضات	محمد راشد
	ملفوظات رشیدی: ملفوظات عبدالرشید ثانی	شرف الدین قریشی
۱۱۶۸	ملفوظات سعد الدین	عبدالستار

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۱۶۹	ملفوظات سراج العارفین	مصطفیٰ احمد ضیاء الدین
	ملفوظات شاہ بدیع الدین: چہل مجلس	
	ملفوظات شریف: ملفوظات نوشہی	غلام حیدر
	ملفوظات شکر گنج	فرید الدین مسعود
	ملفوظات صاحب کوٹ	حضرت جی معروف بہ ملا صاحب کوٹ
	ملفوظات صبغت اللہ	سید علی گوہر حسینی
	ملفوظات سید عبدالکریم سندھی	
	ملفوظات عطار نیشاپوری	محمد بن محمد ابو سعید عطار نیشاپوری
	ملفوظات شیخ عیسیٰ	شیخ عیسیٰ بن شیخ قاسم سندھی
	ملفوظات فتح علی	
	ملفوظات فقیر اللہ	محمد فاضل
۱۱۸۰	ملفوظات لعل شہباز قلندر	حضر علی بن محمد فاضل
	ملفوظات مبارک، ملفوظات محکم الدین	
	ملفوظات مخدوم نوح	مخدوم نوح بالاکری سندھی
	ملفوظات نصیر الدین محمود: دہ مجلس	نصیر الدین محمود چراغ دہلی
	ملفوظات وجیہ الدین	
	منار الانوار	
۱۱۸۶	منازل الاولیاء: رسالہ	محمد حسین خباز کشمیری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۱۸۷	مناظرہ رزم و بزم: مناظرہ رزم و بزم	صاین الدین علی ترکہ خجندی
	مناصیہ	میر سید علی ہمدانی
	منتخبات محمد امین جیو	محمد امین جیو
	منتخب المناقب: مکتوبات سلیمان تونسوی	محمد ذوقی
	منتہی العارفین	شاہ اسد اللہ
	منشات فخر الدین رازی	فخر الدین رازی
	منہاج السالکین	محمد اکرم بن علی براسوی
	منہاج معرفت	لطف اللہ قادری
۱۱۹۵	منبع الرشاد لنفع العباد	ابو بکر محمد بن محمد
	مواہب النبی	خیر اللہ نقشبندی
	مواہب محمد زبیر	قطب الدین محمد اشرف حیدر
	مونس السالکین	
	مونس الصالحین	حسین
	میراث العاشقین	شاہ احمد عرف شاہ مدن
	میزان التمییز فی العلم العزیز: حجۃ البالغہ	مرزا محمد ابجدی نیشاپوری
	میزان المحبت	
	میزان المعانی	
	میمونہ	جنید بغدادی
۱۲۰۵	میمونہ	عبد اللہ ہروی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۲۰۶	الناس باللباس: رسالہ در…	خواجہ محمد خشتی احمد آبادی
	نافع الراسخین	زعفرانی
	نافع الطالبین: فواید عارفیہ	محمد عارف قریشی اسدی
	نبوت و ولایت: تحقیق در…	محمد جمال الدین بن سید نور علی شاہ
	" " " رسالہ در…	نعمت اللہ کرمانی
	شرح نزہۃ الارواح:	بہار الدین بد
	نفحت الارواح: شرح نزہۃ الارواح	سید علی بن عثمان ہمدانی
	نزہۃ السالکین	علیم اللہ جالندھری
	نزہۃ العاشقین	عثمان بن حاجی
۱۲۱۵	نسیم ریاض	عبد القادر جیلانی
	النصح الوافی للقلب الشافی	علی بن حسام الدین متقی
	نظام و سرانجام	شاہ داعی شیرازی
	نفحات الکرامات: ملفوظات پیرزادہ اللہ دم	محمد قاسم شوری
	نفخ روح: روحیہ: بیان حقیقت آدم و روح	نعمت اللہ کرمانی
	نفس معرفت…	
	نفس الامر رسالہ…	کمال الدین ابراہیم شروانی
۱۲۲۲	نفس و خدا شناسی: معرفت	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۲۲۳	نفی و اثبات: (شرح): تفسیر لاالٰہ الا اللہ	نعمت اللہ ولی کرمانی
	نقط	صاین الدین علی ترکہ خجندی
	نکات	حافظ غلام محمد فرخ آبادی
	نکات	شاہ نعمت اللہ کرمانی
	نکات	
	نکات الاخوان	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
	نکات الاسرار	محمد امین بدخشی
۱۲۳۰	نکات بے خود	منشی سیتل سنگھ بے خود
	نماز صوری	خواجہ باقی باللہ نقشبندی
	نوادر المعارف	خواجہ محمد موسیٰ
	نوادر الوظائف و غرائب اللطائف	ابوبکر بن ابو الفتح الحسینی
	نوائے طرب: برزخیہ	
	نود و نہ نام خدا	
	نور علی نور	منسوبہ عبد الرحمن جامی
	نور وحدت	بعض مرید حضرت برہان اللہ
	نور وحدت: حقیقت وحدت: وحدت وجود	
	نور الہدیٰ	سلطان باہو
	نور الہدیٰ	شیخ عبد القدوس گنگوہی
	نور الہدایہ	
۱۲۴۲	نوریہ	علاء الدولہ سمنانی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۲۴۳	نوریہ	سید علی ہمدانی
	〃 〃	شاہ نعمت اللہ کرمانی
	نوریہ، انوار	
	نوریہ	
	نہایۃ الکمال	غلام قادر شاہ بٹالوی قادری فاضلی
	〃	
	النہایۃ ہو الرجوع الی البدایہ	خواجہ محمد چشتی
۱۲۵۰	نیت: رسالہ ...	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
	نی نامہ: نائیہ	عبد الرحمن جامی
	نی نامہ: شرح مثنوی	چرخی
	واصلۃ الحق	حافظ عثمان
	واقعۃ الحقائق، واقعہ حقانی	خواجگی احمد کاسانی
	وجود مطلق	شیر محمد
	〃 〃	عبد الرحیم
	وحدت وجود	رشید الدین دہلوی
	〃 〃 : اثبات ...	رضا شریف نجفی قمی حسینی
	〃 〃 〃 : رسالہ در...	میاں محمد شریف
	〃 〃 〃 : تقریری در	حافظ صدر الدین حیدرآبادی
	〃 〃 〃	عبد اللہ بن عبد الحکیم سیالکوٹی
	〃 〃 〃	شیخ عبد القادر جیلانی۔
۱۲۶۲	〃 〃 〃	عزیز نسفی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۲۶۴	وحدت وجود: رسالہ ...	محمد علی مہاجر
	" "	محمد غوث پشاوری لاہوری
	" : مراتب سہ گانہ	
	" : رسالہ در ...	
	وحی والہام وتمیز بین: بیان ...	عزیز نسفی
	ورد الابرار	محمد حسن علی مائلی
	ورد محمدی: ترجمہ وفتح المفضل	خواجہ گل محمد سندی
	ورد المریدین	بابا داود خاکی کشمیری
	وسیلۃ النجات والوصول فی شرح ابیات سراج القبول	محمد فاخر زایر عباسی
	وصیۃ السالکین	سید صفی اللہ
	ولایت: رسالہ حق الولایہ	شاہ داعی شیرازی
۱۲۷۵	ولایت عامہ وخاصہ: ولایت و نبوت ومراتب ولایت	شاہ نعمت اللہ کرمانی
	ہدایت الذاکرین	عثمان ہزاری چشتی
	ہدایت راہ	شیخ ہدایت اللہ شاہ
۱۲۷۸	ہدایت ربی عند فقد المربی	علی بن حسام الدین متقی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۲۷۹	ہدایت الطالبین	محمد صالح بدخشانی کولابی
	" "	محمد صدیق بدخشی کشمی
	" "	
	ہدایت المخلص	سید میر سید گجراتی ثم کشمیری
	ہدایت المدبرین وارشاد السالکین	موسی بن حامد
	ہدایت المضلین وسلاح المومنین	اللہ بخش معروف بہ احمد بخش
۱۲۸۵	ہدایت نامہ: رسالہ در بیان فتح	ابو الحسن خرقانی
	ہمدانیہ	میر سید علی ہمدانی
	ہوش افزا	خواجہ ناصر عندلیب
	یقینیہ: علم الیقین وعین الیقین، حق الیقین	خواجہ باقی باللہ نقشبندی
	ینابیع الحیات الابدیہ فی طریق طلاب النقشبندیہ	شیخ ابو الحسن سندی داہری نقشبندی
۱۲۹۰	یواقیت الحرمین: ترجمہ یواقیت حسنات الحرمین	محمد شاکر بن عابد الدین سرہندی

فہرست تصوف عربی (پاکستان)

دار العلوم پشاور

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	بیان الاسرار	شیخ عبد القادر جیلانی
۲	حیات الانسان	شیخ سید محمود قادری کروی نجم الدین الشفعی
۳	دقائق الاخبار	ابو حامد محمد بن غزالی
۴	زواق اللطائف شرح عوارف المعارف	
۵	سیر السلوک الی ملک الملوک	قاسم بن صلاح الدین الخانی
۶	شرح برزخ	ابو سعید
۷	شرح الحکم ابن عباد	شیخ تاج الدین ابو الفضل
۸	شرح الحکم ابن عباد	
۹	شرح رسالہ تسویہ	حاجی ابوذر
۱۰	شرح صلوٰۃ بطیمہ سید آدم بنوری	
۱۱	شرح عین العلم	اخوند محمد محسن کشمیری
۱۲	شرح فصوص الحکم	
۱۳	شرح قصیدہ غوثیہ	ابو الفرح محمد فاضل الدین
۱۴	شرح قصیدہ غوثیہ	
۱۵	حزب الاقدام	محمد محفوظ قادری
۱۶	قطب الارشاد	شیخ فقیر اللہ شکارپوری
۱۷	قطب الارشاد جلد اول و دوم	.. .. ..
۱۸	کتاب فی التصوف	شیخ اکبر محی الدین
۱۹	کنز العباد فی شرح الاوراد	شیخ عبد القادر جیلانی
۲۰	لطائف الاعلام فی اشارۃ اہل الالہا	شیخ عبد الرزاق الکاشانی
۲۱	مجموعہ رسائل	
۲۲	مجموعہ رسائل ۱۰ عدد	
۲۳	مجموعہ رسائل تصوف (پانچ عدد)	
۲۴	المعارف اللدنیہ وغیرہ	یعقوب چرخی
۲۵	مقصود القاصدین (مجموعہ)	شیخ بدر الدین بن شیخ رکن الدین سندھی ابو الخیر

پاکستان میں مزید مخطوطات تصوف

منزوی کے علاوہ چند اور فہرستیں بھی ملی ہیں جن میں ایسے اندراجات ہیں جو منزوی میں نہیں ہیں۔ یہ سب فہرستیں پاکستان فہرست نمبر ۲ کے طور سے پیش کی جا رہی ہیں۔ ان سب فہرستوں سے جو ہمیں عارف نوشاہی صاحب (اسلام آباد) اور ڈاکٹر حسین صاحب (پشاور یونیورسٹی) سے ملیں، ہندوستان میں موجود مخطوطات کو نکال کے بقیہ کو پیش کیا جا رہا ہے۔

مخطوطات تصوف (فارسی)

کتب خانہ نوشاہیہ از: عارف نوشاہی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
	انیس العاشقین	گھاسی		قرۃ العین	محمد عادل
				قسطاس القادریہ موازنۃ قرطاس النقشبندیۃ	شرافت نوشاہی
	رسالہ قدریہ	میاں غلام مصطفیٰ			
	رسالہ سماع	محمد حیات نوشاہی		مصطلحات صوفیہ	حافظ نوراللہ نوشاہی
	رسالہ در شرح ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو	نامشناس		نافع المرشدین	شیخ یار محمد ملتانی

نیشنل میوزیم پاکستان (کراچی) مرتبہ: عارف نوشاہی

	اعراس المشائخ	نامشناس		سیر محمدی در زندگانی گیسو دراز	محمد علی سامانی دہلوی
	الہام شاہ خیر: صحیفہ شاہ خیر	سید احمد علی موسوی		شجرۂ غفوریہ	نامشناس
	کشف الاسرار: ترجمہ			شرائف الغوثیہ	محمد بن غلام غوث قادری شطاری
	بہجۃ الاسرار	محمد حبیب اللہ		عنایات الٰہیہ	شمس الدین
	تاریخ قادریہ	عبدالرشید قادری کبیرالوی		تحفۂ ملکی: ترجمہ عیون اخبار الرضا	علی بن طیفور بسطامی
	تحفۃ الراغبین	سید عبدالجلیل			
	ترجمہ خلاصۃ المفاخر	نامشناس		فضائل الباری فی مناقب ورثت محمد قندھاری	معز الدین بن عبدالکریم جیلی
	تذکرہ معین الدین چشتی	ایضاً			
	تذکرہ مسعود و دود چشتیہ	نا شناختہ		فیوضات قادریہ جلد ۲	ابوالفیض [illegible] محمد عیسیٰ [illegible]
	ثمرات القدس من شجرات الانس	لعل بیگ لعلی		معدن الجواہر	عبدالقادر
				مقامات خواجہ نقشبند: انتخاب	نامشناس
				نور نامہ	بابا نصیب الدین غازی کشمیری

اسلامیہ کالج پشاور مرتبہ: ڈاکٹر حسین خان

	کتاب مجہول الاسم	نامشناس		نقد النصوص	معین الدین جندی
	مدائح قادریہ	ایضاً		ترجمہ مثنوی مولانا روم ۲ نسخے	خواجہ ایوب

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
				رسالہ مزارات بخارا شریف	ملازادہ
	مجموعہ حظیرۃ القدس	نواب صدیق حسن خاں		حل مثنوی	شاہ ولی اللہ
	شرح دیوان حافظ	حافظ شیرازی		مناقب امیر کلال	ناشناس
	مجموعہ کتاب التفرقہ	امام غزالی		روضۃ الواعظین	معین الدین ہروی
	شرح مرآۃ العارفین	حافظ شیرازی		تذکرۂ خواجگان نقشبند	صادق الشہابی قادری
				مجموعہ تصوف	شیخ قطب الدین دمشقی
	تاج المرصع (ملفوظات شیخ			کتاب مجہول الاسم	کمال الدین سہالوی
	عبدالقادر جیلانی)	محمد امین علی بدخشی		شرح صلوۃ طیبہ آدم بنوری	عبدالاحد بن بایزید
	مجموعہ رسایل تصوف	خرم علی		حلاوۃ الاسلام	
	شرح طریقہ محمدی	اسمعیل شہید دہلوی		رسالہ مجہول الاسم	ابن عربی
	مناقب قادریہ	" " "			

Sufism

In the sub-Continent

Papers
Presented in the
Second Khuda Bakhsh South Asian Regional Seminar
on Tasawwuf Manuscripts
1985

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna

Sufism

In the sub-Continent

Papers
Presented in the
Second Khuda Bakhsh South Asian Regional Seminar
on Tasawwuf Manuscripts
1985

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna

Distributor: Maktaba Jamia Limited, Jamia Nagar,
New Delhi-110025.

Head Office: Maktaba Jamia Limited, Jamia Nagar,
New Delhi-110025.

Branches:
* Maktaba Jamia Limited, Urdu Bazar,
Delhi-110006.
* Maktaba Jamia Limited, Princes Building,
Bombay-400003.
* Maktaba Jamia Limited, University Market,
Aligarh-202001.

1992

Price Rs. 150/-

Printed by Liberty Art Press (Proprieters Maktaba Jamia Ltd.)
1528 Pataudi House, Daryaganj, New Delhi and published by Khuda
Bakhsh Oriental Public Library, Patna.

Editor's Note

Khuda Bakhsh Library, an Institution of National Importance, one of the biggest repositories of Arabic and Persian manuscripts in the sub-continent, has launched a programme of intensive research in a few specialised fields in which India, Pakistan and Bangladesh might be equally interested. This is being realised through South Asian Regional Seminars on select subjects. The subjects are Tibb, Quranics, Indic Religions, Sufism, Indian History, Perso-Arabic and Urdu Literature.

The Scheme of the proposed Seminars is to sort out the most significant from amongst the rare and important manuscripts preserved in public & private collections of India, Pakistan and Bangladesh with a view to bring out their critical editions and/ or translations. Librarians and Scholars specialising in the subject-manuscripts are invited to participate in the venture. Articles covering the whole range of a particular collection, briefly introducing each significant manuscript, are specially appreciated.

The first International Seminar held in 1984, was devoted to Ionian Medicine (Tibb) manuscripts. Proceedings of the Seminar including papers, and a comprehensive list of so-far unpublished manuscripts on the subject preserved in the sub-continent already have been published. The Second Seminar of the series held in 1985 was devoted to Manuscripts on Sufism (Tasawwuf).

A list of Indo-Pak holdings of manuscripts on Sufism deemed to be so far unpublished were circulated for discussion. A few significant manuscripts were specially made subject of detailed study.

The Seminarians, at the end of the discussions, decided that (1) the list be revised and improved in the light of Seminar discussions, and (ii) Manuscripts held most significant by the Seminar be edited and/or translated and published at the earliest convenience; and competent scholars be requested to take up the work in earnest.

The Comprehensive Lists as revised by the seminarians, and the papers as amended in the light of their comments, are now being presented in the form of Proceedings of the 2nd South Asian Regional Seminar. The Lists contain so-far unpublished Perso-Arabic manuscripts preserved in the public and private collections of the sub-continent. However, they carry only the bare minimum description, avoiding details regarding the folios, the dates, as also the minute subjects of the manuscripts as, generally speaking, the sources of the lists were found incomplete in these respects.

As for the decision to get the rare manuscripts edited, the work has been taken up in earnest and it is hoped that, before long, the Library would be able to produce critical editions of the choicest of the rare manuscripts lying buried in various oriental collections since centuries, unhonoured and unsung.

In the meanwhile, let us hope, the present work may serve as a helpful reference work to those who are akins to make in-depth studies in Sufism.

A.R.Bedar

C O N T E N T S